تاریخی واقعات، روحانی

اور قدیمی نوگزے لمبے مزارات کے بارے میں تفصیل

سیالکوٹ سے خیبر تک

سلسلہ وار پہلی اشاعت

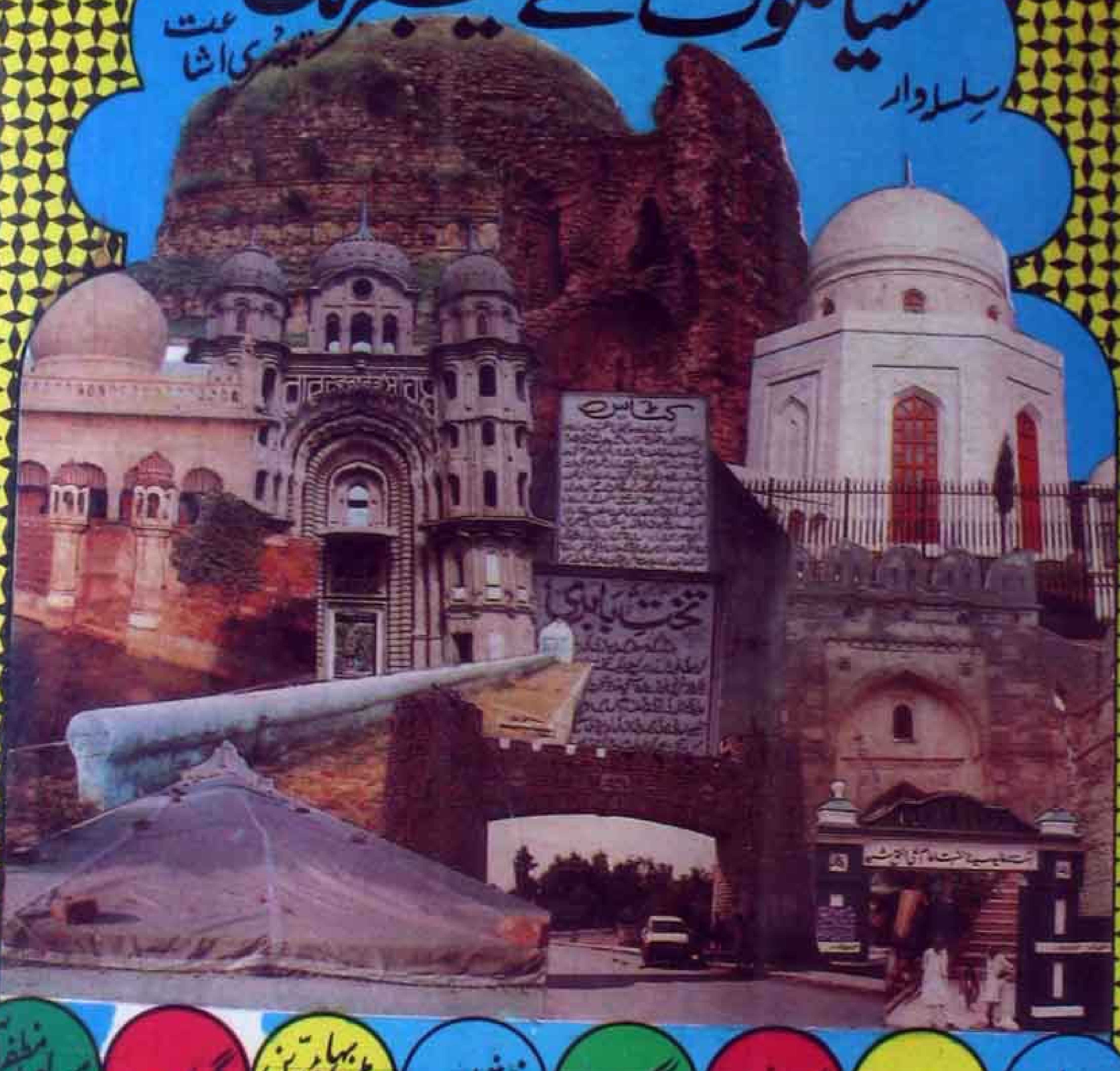

نارووال | سیالکوٹ | گوجرانوالہ | سرگودھا | خوشاب | منڈی بہاؤالدین | گجرات | میرپور مظفرآباد

جہلم | چکوال | اسلام آباد راولپنڈی | اٹک | نوشہرہ | پشاور | درہ خیبر شمالی علاقہ

ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ

قدیمی روحانی تاریخی اور نوگزے لمبے مزارات کی تفصیل

سیالکوٹ سے خیبر تک

- نارووال ● سیالکوٹ ● گوجرانوالہ ● سرگودھا ● خوشاب
- منڈی بہاؤالدین ● گجرات ● میرپور (آزاد کشمیر) ● جہلم
- چکوال ● راولپنڈی ● اٹک ● نوشہرہ
- پشاور اور درہ خیبر

مصنف: محمد زمان کھوکھر ایڈووکیٹ

ملنے کا پتہ، یاسر اکیڈیمی بالمقابل گلی سیشن ہاؤس کچہری روڈ گجرات

marfat.com
موقعہ: 27645

جُملہ حقوق بحق مُصنّف محفوظ ھیں!

(کتاب کے کسی حصّہ کو شائع کرنے کی اجازت نہیں)

نام کتاب ________ سیالکوٹ سے خیبر تک

ناشر ________ یاسر اکیڈیمی بالمقابل گلی عدالت سیشن کچہری روڈ گجرات فون،27645

سن اشاعت ________ 1997ء دوسرا ایڈیشن 2000ء

تعداد ________ ایک ھزار

قیمت ________ تین سو روپے

مطبع ________ سلیمان تیمور پرنٹنگ پریس گجرات

سرِورق فوٹو

• روضہ امام صاحبؒ سیالکوٹ • درّہ خیبر • چکوال میں حضرت حمزہ نوش کا مزار • بنی زنگرہ گجرات میں حضرت منطوششؒ کا مزار • کلر کہار میں تخت بابری • قلعہ روہتاس دینہ جہلم • مقبرہ رحمان بابا پشاور • راج کٹاس چکوال • گردوارہ روڑی صاحب ایمن آباد گوجرانوالہ • ٹلہ جوگیاں • روضہ حضرت پیر مہر علی شاہؒ • قلعہ نندنا جہلم • توپ مانکیالہ دروازت راولپنڈی!

marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	انتساب	9
2	پیش لفظ	10
3	نارووال	11
4	نارووال تاریخ کے آئینے میں	12
5	آستانہ عالیہ حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانیؒ علی پور سیداں ضلع نارووال	13
6	امیر ملت حضرت سید جماعت علی شاہؒ علی پور سیداں ضلع نارووال	16
7	کورکیے شکرگڑھ میں حضرت بابا گلو شاہؒ کا مزار	18
8	آستانہ عالیہ حضرت بابا سید شاہ سوار شمس غوثؒ کلی شریف اور حضرت سید خورشید الحسن خورشید شمسی عرف پیر حسن شاہ صاحب الجیلانی القادری نوشاہی نارووال	19
9	دربار صاحب کرتار پورہ	22
10	کرتارہ پورہ	23
11	کرتار پورہ میں سکھوں کی عبادت گاہ	26
12	زینت الفقراء حضرت خواجہ نمبردار شاہ نواز خان کوٹلہ افغاناں تحصیل شکرگڑھ ضلع نارووال	28
13	شکرگڑھ روڈ فیکٹری کے قریب نالہ بھائیں کے کنارے بابا سرکی شاہؒ کا مزار	30
14	یادگار شکرگڑھ، معرکہ شکرگڑھ، مدافع شکرگڑھ، دفاع شکرگڑھ کے شہید	31
15	شکرگڑھ کے قریب فیکٹری میں قدیمی مسجد	33
16	شکرگڑھ روڈ بھگوان پور (نور کوٹ) میں بابا مہر شاہ والیؒ کا مزار	34
17	شکرگڑھ کچہری کے نزدیک قطب شاہ ولیؒ کا مزار	35
18	شکرگڑھ کے قریب زیئی میں 9 گز لمبا مزار	36
19	نارووال کے قریب چندووال کے ٹبہ پر قدیمی مزار	37
20	علی پور سیداں کے قریب نندو کے میں پنج پیرؒ سرکار کا مزار	38
21	قدووال کمال فخر الاصفیا حضرت خواجہ محمد اقبال آستانہ عالیہ جندرا لہ شریف نارووال	39
22	آستانہ عالیہ حفیظیہ چشتیہ بڈھال شریف ظفروال ضلع نارووال	41
23	ظفروال کا تاریخی پس منظر	44
24	ظفروال میں بسنے والی اقوام	47
25	ظفروال کی تاریخی عمارتیں	49
26	ظفروال کے قریب وڈالہ میں 9 گز لمبا مزار	50
27	ظفروال قدیمی سڑک کے درمیان حضرت روڑی بابا ولیؒ کا مزار	51
28	ظفروال کے قریب اونچہ کلاں میں حضرت سائیں بابا امام دینؒ اور حضرت بابا نظام دینؒ کا مزار	52

marfatcom

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
	نونار نزد قلعہ سوبھا سنگھ میں نوگز لمبا مزار	29
	نونار (نارووال) میں نوگز لمبا مزار	30
53	نارووال کے قریب بابا کرم شاہ ولیؒ کا مزار	31
54	سیالکوٹ ظفروال روڈ لنگر کے میں نوگز لمبا قدیمی مزار	32
55	سیالکوٹ	33
56	نقشہ سیالکوٹ	34
57	سیالکوٹ تاریخ کے آئینے میں	35
58	تاریخ سیالکوٹ	36
59	سیالکوٹ کے شہید اول حضرت مراد علیؒ اور حضرت امام الحق شہیدؒ کے مزارات	37
62	قلعہ سیالکوٹ میں حضرت مراد علی شہیدؒ اول کا مزار اور حضرت امام الحقؒ کا عظیم کارنامہ	38
65	حضرت امام علی الحق شہیدؒ	39
67	رتالہ شریف میں حضرت پیر سید اصغر علی شاہؒ کا مزار	40
71	شیخ المشائخ حضرت سیف اللہ نوری صاحبؒ دربار عالیہ نوشاہیہ قادریہ چاند روڈ سیالکوٹ	41
73	حضرت بابل شہید سیالکوٹ	42
76	قبرستان پیر سہرا (سیالکوٹ) میں نوگز لمبا مزار	43
77	سیالکوٹ شہر کے وسط میں نوگز لمبا مزار	44
78	سیالکوٹ میں مزار شریف حضرت حمزہ غوثؒ	45
79	سیالکوٹ شہر میں نوگز لمبا مزار	46
80	حضرت سید میر محمد عابد حسین شاہؒ رنگواڑہ مغلاں سیالکوٹ	47
81	سیالکوٹ چھاؤنی میں نوگز لمبا مزار	48
82	سیالکوٹ کے محلہ راحلائی میں حضرت سرکار خورشید مرزاؒ کا مزار	49
83	سیالکوٹ میں حضرت امام الحقؒ کے مزار کی جانب مغرب حضرت قانوشؒ کا نوگز لمبا مزار	50
84	مظفر پور سیالکوٹ میں نوگز لمبا مزار	51
85	سیالکوٹ کرسچین ٹاؤن میں نوگز لمبا مزار	52
86	گردوارہ سیالکوٹ	53
87	گردوارہ سیالکوٹ کے قریب قدیمی عمارت	54
88	گردوارہ سیالکوٹ میں حضرت بابا شاہ نروزؒ کا مزار	55
89	سیالکوٹ میں کھیتل روڈ پر بائیس گز لمبا مزار	56
90	پریڈ گراؤنڈ کے قریب ایک قدیمی مزار	57
91	سیالکوٹ کے بازار صرافاں کے قریب دو نوگز لمبے مزار	58
92	سیالکوٹ کے حکیم خادم علیؒ کے روضہ سے ملحقہ نوگز لمبا مزار	59
93	شیخ مولا بخش تالاب کے قریب نوگز لمبا مزار سیالکوٹ	60
94	پورن دا کھوہ	61
96	پورن کا کنواں (سیالکوٹ)	62

marfatcom

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
63	پورن بھگت	97
64	سیالکوٹ پورن بھگت دا کھوہ کے قریب ٹبہ	98
65	سیالکوٹ اگوکی میں ملک شاہ ولیؒ کا مزار	99
66	سیالکوٹ کے قریب بلانوالہ میں قدیمی مزار	100
67	سیالکوٹ میں حضرت سیداں شاہ ولیؒ کا مزار	101
68	محلہ بکلی گھر دتی شاہ ابدال کے قبرستان میں قدیمی مسجد	102
69	سیالکوٹ کے قلعہ پر نوگزلبا مزار	103
70	مرے کالج سیالکوٹ	104
71	سیالکوٹ پسرور ناروال روڈ تاریخ کے آئینے میں	
72	سیالکوٹ پسرور ناروال قدیمی شاہراہ تاریخ کے آئینے میں	106
73	پسرور میں امام صاحب کے ملحقہ نوگزلبا مزار	108
74	سیالکوٹ پسرور روڈ مالی پور کے قریب ایک قدیمی ٹبہ	109
75	پسرور روڈ دھیرا سندا میں نوگزلبا مزار	110
76	پسرور روڈ دھیرا سندا میں نوگز لمبے مزارات	111
77	آفتاب عالم و حکمت حضرت خواجہ حکیم محمد شریف قریشی	112
78	کربلا سیداں پسرور روڈ کے قریب نوگزلبا مزار	113
79	حضرت صوفی اللہ رکھا شاہؒ قلندر شاہو چک	114
80	پسرور میں مغلیہ دور کا باغ	118
81	بابا سرا والی سرکار (پسرور)	119
82	شاہو چک میں نوگزلبا مزار	120
83	ہزاروں سالہ قدیمی سرزمین روڑس	121
84	قلعہ روڑس کے اوپر نوگز مزارات۔	122
85	قلعہ روڑس	123
86	روڑس ضلع سیالکوٹ میں نوگزلبا مزار	124
87	ڈھولہ ضلع سیالکوٹ نوگزلبا مزار	125
88	روڑس ضلع سیالکوٹ نوگزلبا مزار	126
89	جٹھیکے ضلع سیالکوٹ میں نوگزلبا مزار	127
90	سیالکوٹ جموں روڈ تاریخ کے آئینے میں	
91	جموں روڈ پر قدیمی مزار اور قلعہ نما ٹبے ٹیلے	129
92	جموں کے گردو نواح قدیمی اور نوگز لمبے مزارات	130
93	کاکے والی میں پیر سید فخر اللہ شاہ ولیؒ کا مزار (سیالکوٹ)	132
94	ظفروال کنگرہ روڈ ٹھکر سپال (سیالکوٹ) کے ٹبہ پر قدیمی مزار	133
95	کنگرہ روڈ سیالکوٹ میں وجووال سرکار داتا لکھ لٹ بادشاہؒ	134
96	ظفروال روڈ سیالکوٹ گاؤں واکے میں تین نوگز لمبے مزارات	135

marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
97	سیالکوٹ کنگرہ روڈ نزد سنگھال میں نوگز لمبا مزار	136
98	سیالکوٹ کے گاؤں چوبارہ نزد کنگرہ روڈ میں دو نوگز لمبے مزار	137
99	سیالکوٹ نزد پیر سبز مرزا پور میں نوگز لمبا مزار	138
100	پیر سبز محلہ مکھن پورہ میں قدیمی مزار	139
101	کنگرہ روڈ سیالکوٹ پیر سبز میں ۹ گز لمبا مزار	140
102	سیالکوٹ کنگرہ روڈ موضع پیر سبز میں تین ۹ گز لمبے مزارات	141
103	چونڈہ	142
104	چونڈہ قدیمی اور تاریخی شہر ۱۹۶۵ء میں یہاں پاک بھارت کے درمیان ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی ہوئی تھی	143
105	چونڈہ کے قریب ٹبہ پر دو ۹ گز لمبے مزار	144
106	چونڈ ہ کے قریب تباہ شدہ بستی میں نوگز مزار	145
107	چونڈہ میں ۱۹۶۵ء کے شہداء کی قبریں	146
108	خواجہ خواجگان فخر لایت مجددی چشتی حضرت مولوی محب النبی عبدالغنی قدس سرہ	147
109	ہیڈ مرالہ کے گرد و نواح کوٹلی لوہاراں میں قدیمی مزارات	153
110	کوٹلی لوہاراں مشرقی میں نوگز لمبا مزار	156
111	سیالکوٹ کے مشہور قصبہ گوہد پور میں نوگز لمبا مزار	157
112	ہیڈ مرالہ روڈ کے قریب مل جہاں ٹبہ ممارا ملکہ میں نوگز لمبا مزار	158
113	کوٹلی لوہاراں کے جانب مغرب نوگز لمبا مزار	159
114	کوٹلی لوہاراں کے قریب ایک قدیمی مزار	160
115	سیالکوٹ کی کلووال روڈ کے قریب موضع ننگل میں ۹ گز لمبا مزار	161
116	لالیاں سیالکوٹ میں فرطوشؒ کا مزار	162
117	رنالہ نزد کلووال ضلع سیالکوٹ میں نوگز لمبا مزار	163
118	سیالکوٹ ہیڈ مرالہ روڈ کے قریب کوٹلی تیلیاں میں نوگز لمبا مزار	164
119	سیالکوٹ میں پیر سبز کا مزار	165
120	کوٹلی ارائیاں کے قریب نہر کے کنارے نوگز لمبے مزار	166
121	سیالکوٹ میں پیر سبز کے قریب چک بگا میں دو نوگز لمبے مزار	167
122	ہیڈ مرالہ کے قریب پیر ککھا کی بیٹھک سیالکوٹ	168
123	ہیڈ مرالہ کے قریب شاہ بخاریؒ کا مزار سیالکوٹ	169
124	لاڈو پنڈی نزد ہیڈ مرالہ نوگز لمبا مزار	170
125	فخر الاصفا حضرت خواجہ صوفی غلام نبی قادری لاڈو پنڈی شریف نزد ہیڈ مرالہ	171
126	فخر السادات قطب الاولیاء حضرت خواجہ سید غلام حسین شاہ بخاری کوٹلی ارائیاں نزد کوٹلی لوہاراں شریف ضلع سیالکوٹ	173
127	ہیڈ مرالہ	176

marfatcom

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
128	پریڈ گراؤنڈ سیالکوٹ میں نوگز لمبا مزار	177
129	مرائکیوال میں بابا نور بادشاہؒ کا مزار (سیالکوٹ)	178
130	سعد و چک (سیالکوٹ) میں قدیمی مزار	179
131	سیالکوٹ سید پور گوندل روڈ پر موضع رحیم پور کھمبھاں میں شہید بابا پیر ملاح عرف مور کاں والی سرکارؒ کا مزار	180
132	گڑھ (سیالکوٹ) میں حضرت طیموشؑ کا نوگز لمبا مزار	181
133	سیالکوٹ کے گاؤں کمال والا کے نزدیک بھائی میں نوگز لمبا مزار	182
134	ڈالووالی کے قریب چک براہم میں حضرت پیر جلال شاہ بخاریؒ کا مزار	183
135	سیالکوٹ کے گاؤں ونس شریف میں حضرت پیر سید بشیر احمد شاہ صاحب گیلانی چشتیؒ کا مزار	184
136	تین دریاؤں کی قدیمی سرزمین بڑالہ، بجوات پھوکلیاں	
137	تین دریاؤں کی سرزمین پھوکلیان، بجوات، بڑالہ کنگوال، چپراڑ	186
138	دریائے جموں توی (سیالکوٹ)	191
139	دریائے چناب اور دریائے مناور توی کے درمیان قدیمی سرزمین بڑالہ میں قدیمی مزار	192
140	سیالکوٹ کے علاقہ بڑالہ میں قدیمی مزار	193
141	روال نزد چپراڑ سیالکوٹ میں قدیمی مزار	194
142	سل پور براستہ چپراڑ (سیالکوٹ) میں نوگز لمبا مزار	195
143	صالح پور نزد چپراڑ (سیالکوٹ) میں نوگز لمبا مزار	196
144	روال نزد چپراڑ (سیالکوٹ) میں قدیمی مزار	197
145	محال بچول (سیالکوٹ) میں حضرت مہلائیلؑ کا مزار	198
146	جھمباں سہلویاں سیالکوٹ میں نوگز لمبا مزار	199
147	بجوات کے علاقہ میں پاک افواج کے شہداء کی قبریں	200
148	بجوات کے علاقہ بھولی سیکلی میں حضرت سائیں فضل حسینؒ کا مزار	201
149	بجوات کے سرحدی گاؤں بھولی سیکلی میں پیر کرتاؒ کا مزار	202
150	براہمناں پھوکلیان بجوات (سیالکوٹ) میں نوگز لمبا مزار	203
151	پھوکلیان (سیالکوٹ) میں نوگز لمبا مزار	204
152	پھوکلیاں (سیالکوٹ) کے سرحدی گاؤں سونئی میں نوگز لمبا مزار	205
153	دلہت (کوٹلی دلہتاں) سیالکوٹ ملک شمداروسؑ کا نوگز لمبا مزار	
206		
154	وزیر آباد سیالکوٹ روڈ تاریخ کے آئینے میں	207
155	ریلوے لائن ہمبرڈیال میں نوگز لمبا مزار	210
156	گوجر پور بستی گوجراں نزد روڈس میں نوگز لمبا مزار	211
157	ستگڑھ ضلع سیالکوٹ میں قدیمی مزار	212

marfatcom

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
158	سارا کے ضلع سیالکوٹ نوگز لمبا مزار	213
159	کوٹلی کھوکھراں سیالکوٹ نوگز لمبا مزار	214
120	بیگووالہ ضلع سیالکوٹ میں نوگز لمبا مزار	215
161	ضلع سیالکوٹ کوٹلی جوئیاں میں دوسرا نوگز لمبا مزار	216
162	فتح گڑھ سیالکوٹ میں نوگز لمبا مزار	217
163	کوٹلی جوئیاں ضلع سیالکوٹ میں نوگز لمبا مزار	218
164	حضرت پیر صوفی عبدالعزیزؒ قادری نقشبندی آستانہ عالیہ بھکھڑے والی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ	219
165	وزیر آباد ڈسکہ سیالکوٹ کے گردونواح اور سمبڑیال روڈ پر قدیمی مزار	221
166	سیالکوٹ میں قدیمی روحانی تاریخی مقامات	223
167	وزیر آباد سدانوالہ میں نوگز لمبا مزار	224
168	چھانگٹ (سیالکوٹ) میں نوگز لمبا مزار	225
169	چھانگٹ (سیالکوٹ) میں نوگز لمبا مزار	226
170	ملیاں نزد بمبانوالہ ڈسکہ روڈ پر نوگز لمبا مزار	227
171	ڈسکہ روڈ بمبانوالہ (سیالکوٹ) بابا خدا بخشؒ کا مزار	228
172	ضلع سیالکوٹ کے گاؤں ادھیاں میں نوگز لمبا مزار	229
173	ڈسکہ سمبڑیال روڈ پر ویرووالہ میں نوگز مزار	230
174	قلعہ ٹیک سنگھ چک کلا کے قریب حضرت سلمانؓ کا مزار	231
175	ضلع سیالکوٹ کے گاؤں لوڑھکی میں نوگز لمبا مزار	232
176	بھوپال والا (سیالکوٹ) میں نوگز لمبا مزار	233
177	بھوپال والا میں سید میر ظریفؒ کا مزار	234
178	حضرت مولانا محمد شریف ڈسکویؒ	235
179	صاحبزادہ فیض الحسن آستانہ عالیہ آلو مہار ضلع سیالکوٹ	238
180	ڈالووالی کے قریب دو نوگز لمبے مزار	240
181	محبوب ذات سید احمد حسین گیلانیؒ منڈیر شریف ضلع سیالکوٹ	241
182	سیالکوٹ میں اللہ کے نیک بندوں کے مزارات	243
183	سیالکوٹ ہیڈ مرالہ روڈ پر کلاخرہ کا قبہ	244
184	مرد قلندر حضرت سلطان المشائخ سید چن بادشاہ گیلانیؒ گوروالی سیالکوٹ	245
185	ضلع سیالکوٹ ۱۸ جنوری ۱۸۵۱ء سے لے کر تاحال تعینات ہونے والے ڈپٹی کمشنروں کے نام	247
186	گوجرانوالہ	250
187	گوجرانوالہ ایک گاؤں پھر ضلع اب ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے	251
188	نقشہ گوجرانوالہ	254
189	نقشہ ضلع گوجرانوالہ	255
190	آستانہ عالیہ غوث العصر سلطان المشائخ حضرت محمد عمر عباسی قادریؒ گوجرانوالہ	256

marfatcom

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
191	ایمن آباد قدیمی قصبہ اور گردوارہ روڑی صاحب	260
192	واہنڈو کے قریب قلعہ تماشی کا ملبہ	262
193	گوجرانوالہ کے اولیاء کرام صوفیائے عظام و عالم فاضل لوگ حضرت شاہ رحمٰن نوشاہیؒ	263
194	رسول نگر	266
195	رسول نگر قدیمی قصبہ	268
196	حضرت سید سجاد علی چشتی نظامیؒ عرف بابا گلاب شاہ	269
197	بابا گلاب شاہ کی بیٹھک	270
198	غوث زمان غلام رسول المعروف پیر پٹھان حضرت میاں صاحبؒ	271
199	علی پور چٹھہ میں شاہ بخاری کا مزار	272
200	گوجرانوالہ کا تاریخی قصبہ پنیاکھ	273
201	حضرت جٹی شاہ رحمانؒ	274
202	مہاراجہ رنجیت سنگھ کی گرمائی رہائش گاہ	276
203	رسول نگر (گوجرانوالہ) میں انگریز فوج کے افسروں کی قبریں	277
204	گوجرانوالہ سیالکوٹ روڈ کے قریب 9گز لمبا مزار	279
205	کھوکھر کے نزد گوجرانوالہ میں نوگز لمبا مزار	280
206	کھوکھر کے نزدیک گوجرانوالہ میں نوگز لمبا مزار	281
207	وزیر آباد کے قریب جنڈیالہ میں حضرت شمعونؑ کا نوگز لمبا مزار	282
208	ککھڑ	283
209	کھکنو کے قریب بدو کے گوہیاں میں قدیمی مندر	284
210	اولیائے وائیں شریف گوجرانوالہ	286
211	کھکنو کے قریب بدو کے گوہیاں میں ایک بزرگ کا مزار	287
212	دھونکل کے ٹیلہ پر نوگز مزار اور حضرت سلطان سخی سرورؒ کی بیٹھک	288
213	بھروکی چیمہ میں حضرت ہائن الیٹی کا نوگز لمبا مزار المشہور پیر شباب	293
214	وزیر آباد روڈ گھنیانوالہ کے قریب حضرت مرطوشؑ کا نوگز لمبا مزار	294
215	وزیر آباد کے قریب مردیکے میں شمعائیلؑ کا نوگز لمبا مزار	295
216	مردیکے نزد وزیر آباد میں نوگز لمبا مزار	296
217	وزیر آباد میں تھانہ صدر کے قریب نوگز لمبا مزار	297
218	وزیر آباد کے قریب قدیمی عمارت	298
219	وزیر آباد	299
220	وزیر آباد تاریخ و تہذیب کی گمشدہ عظمتوں کا امین	300
221	دریائے چناب کے کنارے وزیر آباد تاریخی شہر	309
222	کمن برج وزیر آباد	316
223	آستانہ عالیہ حضرت شیخ القرآن خواجہ پیر محمد عبدالغفور ہزارویؒ مہر آباد شریف وزیر آباد	317

marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
224	حضرت صاحبزادہ غلام مرتضیٰ صدیقی	321
225	وزیر آباد قبرستان پیر شما کے قریب پیر محمد صدیق صاحب رحؒ کا آستانہ عالیہ	322
226	حضرت داتا شاہ نور ولی رحؒ	323
227	سوہدرہ کے قبہ پر نو گز لمبا مزار	324
228	سوہدرہ میں نو گز لمبا مزار	325
229	سوہدرہ کے قریب نو گز لمبا مزار	326
230	شیخ طریقت حضرت پیر سید بشیر احمد خورشید رحؒ (سوہدرہ)	327
231	سوہدرہ تاریخی شہر	329
232	آستانہ عالیہ حضرت سید نوالحسن شاہ بخاری کیلیانوالہ شریف	332
233	سرگودھا	334
234	سرگودھا کا قدیمی پس منظر	335
235	شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ	340
236	حضرت خواجہ قمرالدین سیالویؒ سیال شریف ضلع سرگودھا	343
237	سرگودھا شہر میں حضرت میاں عبدالرشید قلندر پانی پتی نوناں والی سرکارؒ کا مزار	345
238	حضرت سخی شاہ سلیمان نوری حضوریؒ پرانا بھلوال سرگودھا	346
239	صابری دربار عالیہ کلس شریف	347
240	بھیرہ ایک تاریخی شہر	350
241	سرگودھا کا مشہور شہر بھیرہ جو قدیمی شہر ہے	357
242	پیر اجمیر شاہؒ	358
243	بھیرہ میں حضرت میر سید احمد شاہؒ کا مزار	361
244	بھیرہ اور مونہ کے قدیمی راستہ میں حضرت سلطان بھورؒ کا مزار	363
245	مصنف کی شائع شدہ کتب اور زیر طبع	364
246	نقشہ ضلع خوشاب	365
247	تاریخ خوشاب	366
248	امام الولیا غوث اتقاء حضرت پیر سخی شاہ سید محمد معروف چشتی قادریؒ	370
249	تاریخی شہر خوشاب اور اولیاء کرام کے آستانے	374
250	منڈی بہاؤالدین	378
251	نقشہ ضلع منڈی بہاؤالدین	379
252	منڈی بہاؤالدین کا مختصر تاریخی پس منظر	380
253	آستانہ عالیہ ڈیرہ میاں صاحب آف کدھر شریف	381
254	مکھو منڈی میں آستانہ عالیہ حضرت سید مردان علی شاہؒ	384
255	علامہ حضرت مولانا محمد سعید سلیمانی مانگٹ شریف	387
256	زلفاں والی سرکار حضرت گوہر شاہؒ	390

marfatcom

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
257	سراج السالکین سید محمد جلال الدین شاہ صاحبؒ بھکھی شریف	391
258	عالم باعمل پیر سید محمد یعقوب شاہ رضویؒ آف پھالیہ شریف	394
259	پھالیہ کے قریب حضرت خواجہ میاں بہاول شیرؒ کا مزار	396
260	گجرات ایک قدیمی شہر	397
261	مظفرآباد آزاد کشمیر	
262	آزاد کشمیر کا دارالخلافہ مظفرآباد	402
263	قلعہ مظفرآباد تاریخی پس منظر	408
264	حضرت سید سائیں سخی سیلی پیر سرکارؒ مظفرآباد آزاد کشمیر	409
265	حضرت سید سائیں سیلی سرکار کی سفری داستان	412
266	اولیائے کشمیر	415
267	جہلم	
268	جہلم کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے	425
269	جہلم میں حضرت حام علیہ السلام حضرت قلان علیہ السلام المعروف پیر شاب حضرت قمنان علیہ السلام المعروف سلمان پارسؑ حضرت فرطوش علیہ السلام کے مزار حضرت حامؑ حضرت قلان مرسل اور حضرت مرطوشؑ انبیاء کرام سے ہیں	428
270	منگلا روڈ نکودر میں حضرت معصوم شاہؒ کا مزار	430
271	جہلم کا تاریخی پس منظر	431
272	جہلم کے قریب راٹھیاں میں بابا حضرت دیوان المعروف سارن بخشؒ کا مزار	435
273	آستانہ عالیہ نوشاہیہ راٹھیاں ضلع جہلم	436
274	دریائے جہلم کے کنارے حضرت قمنانؑ المعروف حضرت سلیمان پارس کا مزار	438
275	جہلم میں ٹاہلیاں والا کے قریب میراں سرکار کا آستانہ	439
276	جہلم کا قلعہ	440
277	جہلم میں نزد کوٹرلہ گوجر پور میں حضرت بکا شیرؒ کا مزار	441
278	کوٹرلہ ضلع جہلم میں حضرت صوفی مقبول حسین نقشبندی مجددیؒ کا مزار	442
279	دارالفیضان آستانہ عالیہ اویسیہ کمالیہ نزد چپ بورڈ جی ٹی روڈ جہلم	443
280	جہلم کے قریب رانی گھی گڑھ کے نزدیک حضرت قلانؑ المعروف پیر شاب کا مزار	445
281	تاجدار فقر الجہ صبر حضرت نور النساءؒ ڈھوک ساہی شریف ضلع جہلم	446
282	قلعہ روہتاس	
283	شیر شاہ سوری کا تعمیر کردہ تاریخی قلعہ روہتاس	450
284	تھانہ دینہ روہتاس جی ٹی روڈ کے قریب نو گز لمبا مزار	454
285	ٹلہ جوگیاں	455
286	گورکھ ناتھ کے علاوہ پروہتوں، سادھوں، پنڈتوں، بھکشوں کی سرزمین ٹلہ جوگیاں	456

marfatcom

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
287	سوہاوہ ضلع جہلم کے قریب دیوان حضوری قادری رح کا مزار	463
288	فاتح ہند سلطان شہاب الدین محمد غوری کے مرقد پر	466
289	جہلم منگلا روڈ کے قریب نکودر میں نو گز لمبا مزار	469
290	جہلم سے دارا پور تک ہزاروں سال قدیمی شاہراہ جہاں حملہ آور اور تجارتی قافلے گزرتے رہے	470
291	پنجاب کے ایک مشہور روحانی پیشوا چنیبی سرکار رح سنگھوئی شریف	474
292	زینت الفقراء قطب المشائخ حضرت پیر حیدر شاہ رح جلالپوری ضلع جہلم	477
293	جلال پور شریف	479
294	قلعہ نندنا	483
295	سلطان محمود غزنوی کا دسواں حملہ قلعہ نندنا پر ہوا	484
296	روال شریف نزد پنڈ دادنخان میں حضرت حاتم کا ۲۲ گز لمبا مزار	487
297	جلالپور شریف کے قریب پیر داکھارا روحانی مرکز	492
298	جہلم ٹاہلیاں والا میں نو گز لمبا مزار	496
299	سلطان المشائخ حضرت مولانا قاری غلام نبی چشتی رح قدہ ضلع جہلم	497
300	کھیوڑہ کا فضائی منظر	499
301	چکوال	
302	ضلع چکوال کا ایک سرسری جائزہ	502
303	چکوال میں مشہور اولیائے کرام کے نام	508
304	قدیم اور جدید دور میں اونٹ سے بار برادری کا کام لیا جاتا ہے	509
305	حضرت سخی سیداں شاہ رح المعروف چواسیدن شاہ	510
306	کھیوڑہ اور چواسیدن شاہ کے راستہ میں پانی کی قدیمی تالاب	513
307	شری راج کٹاس	515
308	چکوال کے قریب موضع ہرڑ میں حضرت حلوا امام کا مزار	519
309	کلر کہار کے قریب ملوٹ کا قلعہ	520
310	کلر کہار کے قریب ملوٹ کے جنگل میں قدیمی نو گز لمبا مزار	522
311	تخت بابری	523
312	چکوال میں حضرت حمزہ نوشہ کا مزار	524
313	چکوال میں نو گز لمبا مزار	525
314	کلر کہار چکوال روڈ پر قدیمی مزار	526
315	چکوال راولپنڈی روڈ پر پہاڑوں کے درمیان جنگل میں نو گز لمبا مزار	527
316	چکوال موضع ہرڑ میں مزار حضرت حلوا امام کے قریب قدیمی آبی گزرگاہ جس پر اب کنواں تعمیر کیا گیا ہے	528
317	گوجر خان کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے	529

marfatcom

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
318	گوجر خان کے قریب حامد جنگل میں ۱۲ نو گز لمبے مزارات	532
319	تاریخ کا ایک مدفن خزانہ ٹیکسلا	533
320	حضرت سائیں محمد حسین سرکارؒ آف گوجر خان خلیفہ اول وبالکا حضرت سائیں کرم الٰہی کانواںوالی سرکارؒ	539
321	گوجر خان کے قریب بھطانہ میں نوگز لمبا قدیمی مزار	542
322	روات کے قریب ہزاروں سالہ قدیم سٹوپ	543
323	راولپنڈی اسلام آباد	544
324	راولپنڈی ریلوے لائن کے قریب نوگز لمبا مزار	546
325	اسلام آباد میں قطب الاقطاب بری شاہ لطیف قادریؒ کا مزار	547
326	اٹک	550
327	اٹک کا تاریخی پس منظر اور اٹک شہر	551
328	ضلع اٹک میں دریائے سندھ کے کنارے جی ٹی روڈ کے قریب حضرت شیخ یحییٰ صاحبؒ المعروف حضرت جی صاحب کا مزار	558
329	تربیلا ڈیم	561
330	آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں مسجد	562
331	نوشہرہ	563
332	نوشہرہ کے قریب حضرت شیخ رحم کار المعروف کاکا صاحبؒ کا مزار	564
333	پشاور کے قریب اکبر پورہ میں حضرت غلام نبی المعروف حضرت ننگا باباجی صابریؒ کا مزار	566
334	اکبر پورہ میں حضرت سید عبدالوہاب صاحب المعروف پنجو صاحبؒ کا مزار	569
335	پشاور	570
336	پشاور میں اخوند درویزہ صاحبؒ ننگرہاری کا مزار	575
337	پشاور شہر کی قدیمی عمارت گورکھتری المعروف ڈھکی	576
338	رحمٰن باباؒ پشاور	577
339	شیخ المشائخ حضرت شیخ جنید پشاوریؒ	578
340	گورکھتری (پشاور قدیمی شہر اور حملہ آوروں کی گزرگاہ)	580
341	پشاور کے محلہ یکہ توت میں حضرت خواجہ شہید مردؒ کا مزار	582
342	پشاور کے قریب چمکنی میں غوث زمان حضرت میاں محمد عمر صاحبؒ کا مزار	584
343	درہ خیبر	586
344	درہ خیبر اور اس کی کہانی	587
345	درہ خیبر میں علی مسجد	592
346	کتابیات	593
347	سیالکوٹ سے خیبر تک مندرجہ ذیل اضلاع میں انبیاء کرام مرسلین صحابہ غازیاں شہداء کے جائے مدفن	594
348	گجرات تاریخ کے آئینے میں قومی اخبارات ورسائل کا تبصرہ	598

marfat.com

"سیالکوٹ سے خیبر تک" کا دوسرا ایڈیشن

سیالکوٹ سے خیبر تک کا پہلا ایڈیشن 1997ء میں شائع ہوا۔ تقریباً پندرہ اضلاع کے قدیمی تاریخی روحانی مقامات کے بارے یہ ایک مختصر سا خاکہ تھا۔ پڑھنے والوں نے کتاب کو بہت پسند کیا اور راقم کی محنت کی بے حد تعریف کی۔ پاکستان بھر سے لاتعداد تعریفی خطوط ملے۔ ان خطوط میں کئی قدیمی تاریخی روحانی مقامات کی نشاندہی کی اور خواہش ظاہر کی کہ آئندہ شائع ہونے والی کتاب میں ان مقامات کا ضرور تذکرہ کیا جائے۔ سیالکوٹ سے خیبر تک کتاب چھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور بڑے سائز میں ہے۔ اس کے مزید صفحات بڑھانے ناممکن ہیں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے وسائل سے مالامال کر رکھا ہے۔ دنیا کی قدیم تہذیبوں نے یہاں آبی گزرگاہوں کے کنارے جنم لیا۔ یہاں قدم قدم پر قدیمی تاریخی روحانی مقامات کے آثار ملتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے رشد وہدایت کی شمعیں روشن کر رکھی ہیں۔ قارئین کے بے حد اصرار پر پاکستان بھر میں بکھرے ہوئے ان مقامات کے بارے ایک نئی کتاب "پشاور سے کوئٹہ تک" تحریر کی جارہی ہے۔ یہ کتاب بھی باتصویر ہوگی۔ دریں اثنا راقم کو سن 2000 میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری کے دوران تہجد کی نماز میں ریاض الجنت میں اشارہ ہوا کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ جدہ میں قدیمی تاریخی روحانی مقامات کو کتاب کی صورت میں محفوظ کیا جائے۔ یہاں قدیمی تاریخی روحانی مقامات کے نشان مٹائے جارہے ہیں۔ راقم نے دن چڑھتے ہی مدینہ منورہ کے بازار سے کیمرہ خریدا اور حجاز مقدس میں بڑی محنت اور جدوجہد کے بعد قدیمی تاریخی روحانی مقامات کے فوٹو حاصل کئے۔ چھوٹا سا کیمرہ ہر وقت میری جیب میں رہتا حالانکہ سعودی عرب میں فوٹوگرافی سخت منع ہے۔ اس بات کا بڑا ہی دکھ ہوا کہ قدیمی تاریخی روحانی مقامات بڑی بے دردی سے ملیامیٹ کر دیے گئے ہیں بلکہ صفحہ ہستی سے مٹا دیے گئے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے ساتھ بہت بڑا ظلم کیا گیا ہے۔ ارض مقدس کے بارے راقم کی لکھی ہوئی کتاب "حجاز مقدس کا روحانی سفر مکہ مکرمہ مدینہ منورہ جدہ کے قدیمی تاریخی روحانی مقامات" عنقریب شائع ہو رہی ہے۔ راقم کو پانچ بار ہندوستان میں اولیائے کرام کے عرس مبارک پر جانے کا موقع ملا دہلی کی ہر گلی کوچے چوک سڑک جنگل میں کسی نہ کسی ولی اللہ درویش کی درگاہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ مسلمان بادشاہوں جرنیلوں امراء شہزادوں کے تعمیر کردہ قدیمی تاریخی روحانی مقامات بالکل محفوظ ہیں محکمہ اوقاف اور آثار قدیمہ کی تحویل میں ہیں۔ حکومت ہند نے ہر قدیمی تاریخی مقامات پر پتھر کی تختیاں نصب کرا کر ان مقامات کی تاریخ کو محفوظ کر دیا ہے۔ راقم نے اولیائے ہند مسلمانوں کی عظمت کے نشان دہلی کی کہانی تصاویر کی زبانی کتاب کی صورت میں شائع کی ہے۔ صرف دہلی کو دیکھنے کے لئے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ درکار ہے۔ اس سلسلے کی راقم کی لکھی ہوئی دوسری کتاب "دہلی کا روحانی سفر" عنقریب شائع ہو رہی ہے۔ "سیالکوٹ سے خیبر تک" کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جن قدیمی تاریخی روحانی مقامات کی تفصیل شائع نہیں ہو سکی وہ آئندہ "سیالکوٹ تاریخ کے آئینے میں" "پشاور سے کوئٹہ تک" میں شامل کر دی جائے گی۔

حاجی ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ | دسمبر 2000ء

marfatcom

اظہار حقیقت

کتاب ''سیالکوٹ سے خیبر تک'' جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے مصنف حاجی محمد زمان کھوکھر نے سیالکوٹ سے لیکر خیبر تک سفر کر کے شہر شہر گاؤں گاؤں غرضیکہ جنگلوں اور بیابانوں میں ہر جگہ قدیمی تاریخی روحانی مقامات کے علاوہ بزرگان دین کے مزاروں، درگاہوں پر حاضری دی اور عقیدت کے پھول چڑھائے اور اُنکی تعلیمات کے فروغ کا ذریعہ بنے۔ کتاب میں درج کوئی ایسا مزار، قدیمی تاریخی روحانی مقام نہیں جہاں تک مصنف نے خود رسائی نہ کی ہو۔ بغیر تحقیق کئے مزارات کے علاوہ قدیمی تاریخی روحانی مقامات پر کوئی مضمون نہیں لکھا گیا۔

محمد زمان کھوکھر وسیع مطالعہ رکھنے والے اعلیٰ پائے کے محقق بھی ہیں اور اس کے ساتھ ایک عملی محقق بھی۔ اگر اُنہیں کسی دور افتادہ جگہ پر تاریخی مقام، کسی بزرگ ولی اللہ کے قدیم مزار کی اطلاع مل جائے تو وہ بذاتِ خود ہر ذریعے سے جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دشوار گزار راستوں اور موسموں کی سختیوں اور اخراجات کی قطاً پرواہ نہیں کرتے یہاں تک کہ حصولِ مقصد کی خاطر کسی اندھیرے کنویں میں بھی اترنا پڑے تو دریغ نہیں کرتے۔ اپنی اسی جان کاری سے انہوں نے اپنے پسندیدہ موضوعات پر متعدد تحقیقی مواد پیش کیا ہے۔ میں نے متعدد بار اُنکے ساتھ مطالعاتی دورے کئے ہیں۔ ٹیلوں، تباہ شدہ بستیوں پر تحقیقی کام کرنا اُنکا بہترین مشغلہ ہے۔ کھدائی کے دوران کوئی آثارِ قدیمہ کے متعلق چیز مل جائے تو اُس پر تحقیق جاری رہتی ہے۔ مصنف کی کتابیں پڑھنے والے کو پڑھنے کے دوران جہاں کہیں وہ رہتا ہو کتاب میں اُس علاقہ کا ذکر مل جاتا ہے۔ اُن کی تحریر کردہ کتب آنے والی نسلوں کے لئے عظیم سرمایہ ہیں۔

(سید مسعود پرویز ماہر نوادرات، سکہ جات عرفان سلمان ہاؤس شاہدولہ روڈ گجرات۔ فون نمبر: 20603) 14-10-2000

نقیب اولیاء حاجی محمد زمان کھوکھر

حاجی محمد زمان کھوکھر دھیمے مزاج کے ملنسار آدمی ہیں اس لئے بہت جلد عوام میں مقبول ہو گئے۔ حاجی محمد زمان کھوکھر کے روحانی مرشد ہفت کشور سلطان الفقراء اعلیٰ حضرت قطب المشائخ مولانا الحاج خواجہ مولوی محمد حفیظ اللہؒ سرکار مدینہ شریف ہیں۔ جن کے ساتھ انکا روحانی اور قلبی رشتہ ہے اور انکی پسندیدہ شخصیت حضرت محمد ﷺ ہیں اور آپؐ کی منظوری سے ہی انکو حج کی مبارک سعادت نصیب ہوئی۔ حاجی محمد زمان کھوکھر نہایت شریف النفس، خداترس اور پیروں فقیروں کو ماننے والے اللہ لوک شخصیت کے مالک ہیں۔ غریب، مزدور، محنت کش اور دستکار طبقہ کے علاوہ غریب کسانوں کو اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ غریبوں حاجت مندوں کو مفت قانونی امداد فراہم کرتے ہیں۔ ظلم کے خلاف سینہ سپر رہتے ہیں۔ ملک کی ترقی کے لئے طبقاتی طریقہ الیکشن کے حامی ہیں اور ملک کے نظام حکومت کے لئے فلاحی ریاست کے قیام کو ضروری سمجھتے ہیں۔ نہایت شفیق اور محبت کرنے والے انسان ہیں۔ تقریباً پندرہ برس سے مسلسل ہفت روزہ آئینہ گجرات کے نام سے اخبار نکال رہے ہیں۔ ہر روز کسی نہ کسی قومی اخبار، رسائل میں ان کے تحریر کردہ مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ حاجی محمد زمان کھوکھر تاریخ سے گہری دلچسپی

marfat.com

رکھتے ہیں اور بلا کی تاریخ ساز شخصیت ہیں اور ممتاز سماجی راہنما ہیں۔ گجرات ضلع میں منعقد ہونے والی ہر ادبی محفل میں آپ کی شرکت کو لازمی سمجھا جاتا ہے۔ آپ استحصالی نظام کے خلاف مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ بہت اچھے اور جوشیلے مقرر ہیں۔ تقریر کرتے ہوئے آپ کی زبان میں ایسی روانی پیدا ہو جاتی ہے جو کسی تحریر کی محتاج نہیں ہوتی۔ موضوع اور موقع کے مطابق معنی خیز الفاظ کا استعمال کرتے ہیں کہ سامعین بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حاجی محمد زمان کھوکھر کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی زندگی کو پاکستان اور پاکستان کے غریب عوام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ اولیاء کرام اور صوفیاء عظام سے گہری عقیدت رکھتے ہیں اور انکی عقیدت اور عشق کی لذت سے خوب آشنا ہیں۔ ان کی تحریریں ان کی حیات کی آئینہ دار ہیں۔ اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کی حیات اور اُن کے فلسفہ تصوف کے متعلق تقریباً دس کتابیں لکھ کر شائع کر چکے ہیں۔ جو اہل علم و دانش کی لائبریریوں مین نور کے چشمے اُگل رہی ہیں۔ کسی دانشمند کا قول ہے کہ ہر پھل والی شاخ پھل کے بوجھ سے جھک جاتی ہے۔ لیکن حاجی محمد زمان کھوکھر کا مُعاملہ اس کے برعکس ہے۔ ان پر پھل بھی بہت زیادہ لگتا ہے لیکن یہ کسی ظالم کے سامنے کبھی نہیں جھکتے۔

حاجی محمد زمان کھوکھر کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ اولیاء کرام کے خادم ہیں اور اُنہوں نے اپنا جان و مال اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ کائنات میں اللہ کے فضل و کرم سے بہار چھائی ہوئی ہے۔ اس لئے ہر پھل والی شاخ اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لئے جھکی ہوتی ہے۔ اور یہ اللہ کا بندہ بھی اُس کے آگے عاجزی اور انکساری کے ساتھ سجدہ ریز ہے۔ میرے محترم بزرگ اور اُستاد عنایت حسین بھٹی مرحوم ایک مضمون میں رقمطراز ہیں کہ ساغر کے کنارے سے وہ گول قطرہ گرتا ہے جس میں ساری خدائی اسی طرح نظر آتی ہے جس طرح آسمان کے نیچے دکھائی دیتی ہے۔ ایران کے قدیمی بادشاہ جمشید کے پاس ایک ایسا پیالہ تھا کہ جس میں دیکھنے سے اُسے آئندہ کے حالات نظر آجایا کرتے تھے۔ حاجی محمد زمان کھوکھر نے کئی مقامات پر کھدائی کروا کر قدیمی حیات کے آثار تلاش کئے ہیں۔ نا معلوم ان کے پاس ایسا کون سا پیالہ ہے جس سے انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں جگہ پر فلاں بزرگ آرام فرما ہیں اور فلاں جگہ پر فلاں فلاں نوادرات دفن ہیں۔ حاجی محمد زمان کھوکھر نے مختلف مقامات سے بہت نظارے پھول اکٹھے کر رکھے ہیں۔ پھولوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ حاجی محمد زمان کھوکھر اولیائے کرام کے متعلق معاملات کو دل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اس طرح ان پر روحانی ترقی اور عظمت کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ پیغمبروں کے قدموں کی مٹی کو اس لئے اپنی چشم دل کا سرمہ بناتے تھے کہ اُن پر روحانی منزل کا راستہ کھل جائے۔ پیغمبروں کی تعلیم انسانوں کو اللہ کے بندوں کے قریب لانے کا موجب ہوتی ہے۔ جب بندگانِ خدا سے محبت ہو جائے تو انسان اللہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ اولیاء اللہ یہی کام پیغمبروں کے قدموں کی مٹی سے لیتے تھے۔ ہر پیغمبر نے انسان کو غلط راہ سے ہٹا کر نیک راہ پر لگانے کی کوشش کی ہے اور اسے انسانیت کی عظمت و وقار سے روشناس کرایا ہے۔ حاجی محمد زمان کھوکھر ایڈووکیٹ اپنے شب و روز اسی جدوجہد میں صرف کئے ہوئے ہیں کہ کسی طرح انسان کو اپنی پہچان ہو جائے۔ اللہ فرماتا ہے کہ جس نے خود کو پہچان لیا گویا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ حاجی محمد زمان کھوکھر فرماتے ہیں کہ میری کوشش ہے کہ میں لوگوں کو وہ راہ دکھا سکوں جس کا دروازہ اللہ کی رحمتوں کی طرف کھلتا ہے۔ بنی نوع انسان اور دکھی مجبور مقہور حاجت مند مخلوق کے کام آسکوں۔

(وحمت اللہ شہزاد انچارج شعبہ پنجابی المیر ٹرسٹ اینڈ لائبریری مرکز تحقیق تالیف بھمبر روڈ گجرات)، 14-10-2000

marfatcom

انتساب

میں اپنی اس کوشش کو اپنے پیرو مرشد امیر ہفت کشور سلطان الفقراء اعلی حضرت قطب المشائخ مولانا الحاج خواجہ مولوی محمد حفیظ اللہ سرکار بڑیلہ شریف (ضلع گجرات) رحمتہ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں ۔ جن کے فیضان نظر سے اس بندہ عاجز کو یہ سعادت نصیب ہوئی ۔ ۔

میری قسمت سے الہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

حاجی ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ

marfatcom

پیش لفظ

******

گجرات میں 9 گز لمبے مزارات جن میں بیشتر انبیاء کرام ان کے خلفاء ، غازیوں، شہداء کے ہیں ان کے علاوہ اولیائے کرام اور تاریخی مقامات کے بارے میں پہلی کتاب "گجرات تصاویر کے آئینے میں" جو 1995ء میں شائع ہوئی جسے ہر شعبہ زندگی کے افراد نے پسند کیا۔ 1996ء میں جلد دوم گجرات تاریخ کے آئینے میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں گجرات میں 9 گز لمبے مزارات تباہ شدہ بستیاں، ٹبے ٹیلے جن پر آج تک تحقیق نہیں ہوئی راقم نے ان تمام مزارات پر حاضری دے کر ان کے فوٹو حاصل کئے اور شجرہ میں دیئے گئے نام کے مطابق ان کی مختصر تاریخ مرتب کی۔ گجرات کے ملحقہ اضلاع سیالکوٹ، جہلم، گوجرانوالہ، چکوال، سرگودھا میں 9 گز لمبے مزارات پائے گئے۔ سیالکوٹ برصغیر کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ہے۔ اس ضلع میں کم و بیش 150 کے قریب 9 گز لمبے مزار موجود ہیں۔

حافظ شمس الدین گلیانہ ضلع گجرات کے قلمی نسخہ انوارالشمس کے مطابق بیشتر مزار انبیاء کرام، مرسلین، ان کے خلفاء ، غازیوں، شہداء کے ہیں۔ راقم نے سیالکوٹ کا چپہ چپہ چھان کر ان مزارات پر حاضری دے کر تصاویر حاصل کیں۔ تحقیق کا یہ سلسلہ سیالکوٹ سے ہزاروں سالہ قدیمی گزرگاہ سے چلتے چلتے درہ خیبر پر اختتام پذیر ہوا۔ کتاب سیالکوٹ سے خیبر تک کی ابتداء شکر گڑھ ضلع نارووال، پسرور، سیالکوٹ، ظفروال، چونڈہ اور سیالکوٹ میں اولیاء کرام کے استانوں کے علاوہ تاریخی مقامات ٹبوں ، ٹیلوں تین دریاؤں کی سرزمین بجوات پھوکلیان حضرت امام الحق، پیر مراد کی شہادت ، پورن بھگت کا قصہ کے علاوہ ضلع گوجرانوالہ کے قدیمی شہر سوہدرہ ، وزیر آباد ، ایمن آباد ، رسول نگر ، سرگودھا کے علاوہ ہزاروں سالہ قدیمی شہر بھیرہ کی تاریخ، خوشاب ، منڈی بہاؤالدین، پنجاب کا ہیرو جسرس کھوکھر جس کا مزار گجرات میں ہے۔ گجرات جہلم، جلالپور شریف ، گوجر خان کی تاریخ ، سلطان محمود غزنوی ، قلعہ منگلا اور منگلا ڈیم ، میرپور ، مغلوں کی گزرگاہ بھمبر، شیرشاہ سوری کا تعمیر کردہ قلعہ روہتاس ، قلعہ نندنا، ٹلہ جوگیاں، روال شریف میں حضرت نوحؑ کے بیٹے حضرت حامؑ کا مزار، راج کٹاس جہاں ہندو عقیدت سے حاضری دیتے ہیں۔ کلرکہار تخت بابری چکوال، اسلام آباد ، راولپنڈی ، ٹیکسلا کے کھنڈرات مری میں اولیاء کرام کے آستانے مظفر آباد میں سائیں سہیلی سرکار اور اولیاء کشمیر، حسن ابدال میں گردوارہ پنجہ صاحب ، اٹک، دریائے سندھ ، قلعہ اٹک، تربیلہ ڈیم، چورہ شریف ، نوشہرہ، کاغان، کوہستان، ایبٹ آباد ، گلگت ، سکردو، پیر بابا، سوات کا بت کدہ، مشرق کا سوئٹزرلینڈ سوات کے علاوہ دیر ، چترال ، کافرستان ، مالاکنڈ ، گوتم بدھ کی خانقاہیں، تخت بھائی کے کھنڈرات، پانچ دریاؤں کی سرزمین چارسدہ، مردان، شہباز گڑھی، جمال گڑھی ، پشاور ، کوہاٹ، بنوں، قبائلی اور شمالی علاقوں کی تاریخ، اولیاء کرام، حملہ آوروں کی گزرگاہ، درہ خیبر کے علاوہ مذکورہ بالا مقامات کی مختصر تاریخ مرتب کی گئی ہے۔ اور خود موقع پر جا کر تصاویر حاصل کیں۔

اس تحقیقی جستجو میں مجھے پہاڑوں پر چڑھنا پڑا۔ دریاؤں کو عبور کرنا پڑا۔ ٹوٹی پھوٹی سڑکوں، کیچڑ، دلدل ، آبی

marfat.com

گزرگاہوں سے گزرنا پڑا ۔ اور موسمی حالات گردو غبار کا جو مقابلہ کیا گیا وہ ایک علیحدہ بات ہے ۔ پھر ان بیشتر تاریخی مقامات کی تاریخ اکٹھی کرنا، جوئے شیر لانے کے مترادف ہے ۔ تحقیق کے سلسلہ میں راقم نے روزانہ پانچ پانچ میل پہاڑی علاقوں پر سفر کیا ۔ کشمیر کے علاوہ شمالی اور قبائلی علاقے کوہستان نمک جہاں ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں ۔ ان پہاڑوں میں اپنا تحقیقی سفر جاری رکھا ۔ میری یہ محنت آپ کے سامنے ہے ۔ جس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے ۔ میں حافظ محمد اسحاق قادری، ایم اظہر ایڈووکیٹ سیالکوٹ، پیر خلیل احمد ہاشمی ہیڈ ماسٹر، گولیکی، خالد یوسف، ارشد جاوید پشاور، احسان اللہ، جمشید افضل کھوکھر، محمد شاہد، غلام عباس مسرت کلر کہار اور ڈاکٹر عظمت اللہ بھٹی کا ممنون ہوں۔ جنہوں نے پروف ریڈنگ میں میری معاونت کی ۔ خصوصی طور پر میں عارف میر ایڈووکیٹ کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اپنی لائبریری کے دروازے ہی نہیں بلکہ دل کے دروازے میرے لئے کھول دیئے اور میں ان کی لائبریری سے بہت زیادہ مستفید ہوا ہوں ۔ ان کے علاوہ میں تمام قومی اخبارات، ماہنامے اور ہفت روزہ اخبارات کا ممنون ہوں جنہوں نے میری کتابوں پر خلوص دل سے تبصرے شائع کئے ۔ میری آئندہ شائع ہونے والی کتاب پاکستان میں 9 گز لمبے مزارات عنقریب شائع ہو رہی ہے ۔

حاجی ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ ۔ 1-1-97

نارووال

نارووال تاریخ کے آئینے میں

****

نارووال ضلع سیالکوٹ کی تحصیل تھی ۔ بعد میں اسے ضلع کا درجہ دے کر سیالکوٹ سے علیحدہ کر دیا گیا ہے ۔ ظفروال اور شکر گڑھ اس کی تحصیلیں ہیں ۔ اس ضلع کی سرحد مقبوضہ کشمیر اور ہندوستان کے ساتھ ملتی ہے ۔ 1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں کئی معرکے اس سرزمین پر ہوئے ۔ ہر سال برسات کے موسم میں سیلاب اور ندی نالوں میں طغیانی کی وجہ سے نارووال کا بیشتر حصہ زیر آب آجاتا ہے ۔ کھڑی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں ۔ سڑکیں ریلوے لائن ، ذرائع آمدورفت بند ہو جاتے ہیں ۔ کشمیر اور ملحقہ علاقوں سے برسات کا پانی سیلاب کی صورت میں شکر گڑھ اور نارووال میں داخل ہو کر کھڑی فصلوں کی بربادی کا باعث بنتا ہے ۔ نارووال کی زیادہ آبادی دیہات میں ہے ۔ گندم ، چاول وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہے ۔ یہ خطہ مون سون ہواؤں کی زد میں رہتا ہے ۔ بروقت بارش ہو جائے تو اس کی فصل وغیرہ اچھی تیار ہو جاتی ہیں ۔ لیکن اس کے ساتھ سیلاب کے پانی سے بیشتر علاقہ کی فصلیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں ۔ ہزاروں سالہ قدیمی گزر گاہ جو برصغیر کو شمال مغربی علاقوں سے ملاتی ہے نارووال کے قریب سے گزرتی ہے ۔ نارووال سے شکر گڑھ ، چونڈہ ، پسرور ، ظفر وال اور لاہور کے لئے سڑکیں نکلتی ہیں ۔ اور یہ ضلع ترقی کی منازل طے کر رہا ہے ۔ تاریخ خواجگان نارووال از شیخ امداد حسین زاہد کے مطابق اس قصبہ کو مسمی نارو باجوہ جاٹ نے آباد کیا اور اسی کے نام پر اس کا نارووال مشہور ہوا ۔ کہتے ہیں کہ بابا نارو نے اس قصبہ کو تین بار آباد کیا لیکن ہر بار یہ تباہ و برباد ہوتا رہا ۔ اس پر بابا کو فکر لاحق ہوئی اور اس نے نجومیوں سے ملنا شروع کیا ۔ چنانچہ ایک نجومی نے کہا کہ اگر کسی سید گھرانے کے فرد کو یہاں آباد کیا جائے تو یہ قصبہ آباد ہو سکتا ہے ۔ اسی کوشش میں بابا نارو شاہ شمس سبزواری کے ہاں ملتان پہنچا اور ان کے حضور میں منت سماجت کی کہ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں ۔ شاہ سبزواری خود تو تشریف نہ لائے البتہ انہوں نے بابا نارو کو ایک رقعہ لکھ دیا کہ موضع لوہارکہ کلاں نزد امرتسر سے سید حبیب اللہ ولد سید عنایت اللہ نامی بزرگ کو ہمراہ لے جائے ۔ چنانچہ 822ھ میں بابا نارو سید حبیب اللہ معہ اروڑ میں ذات کے بارہ قبائل کو سرزمین نارووال لانے میں کامیاب ہو گیا ۔ اس وقت موجودہ نارووال دو ٹیلوں پر مشتمل تھا ۔ شمالی ٹیلہ بابا نارو اور اس کی قوم کو اور جنوبی ٹیلہ خود سید حبیب اللہ نے اپنے قبضہ میں لے لیا اور رہائش کے لئے مکانات تعمیر کرنا شروع کر دیئے ۔ جوں جوں آبادی بڑھتی گئی مکانات میں بھی اضافہ ہوتا گیا ۔ حتی کہ نارووال ایک قصبہ کی صورت اختیار کر گیا ۔ آخر گردش دوراں کے تھپیڑے کھانے کے بعد جب یہ قصبہ رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آیا تو اس نے راجہ گلاب سنگھ اور امر سنگھ کے بیٹوں کو بطور جاگیر دے دیا ۔ کافی عرصہ تک سکھوں کی یادگار قلعہ اور پختہ باغ موجود رہے ہیں ۔

marfatcom

آستانہ عالیہ حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانیؒ
علی پور سیداں ضلع نارووال

****

کتاب تذکرہ اولیائے پاکستان کے مطابق آپ کا جائے مسکن علی پور شریف تھا۔ جو ضلع نارووال میں ایک قصبہ ہے۔ یہ قصبہ حضرت سید جماعت شاہ لاثانی کے خاندان سے ایک بزرگ محمد سعید نے آکر آباد کیا تھا۔ اس لئے اس شہر کا پہلا نام سعید پور تھا۔ آپ کے بزرگ جن حالات کی بنا پر علی پور میں آباد ہوئے اس کے متعلق یوں بیان کیا جاتا ہے کہ 1540ء میں ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ایران چلا گیا اور طہماسپ شاہ سے مدد طلب کی اس نے انکار کر دیا۔ ہمایوں مایوس ہو کر اہل اللہ کی طرف رجوع ہوا اور حضرت سید نظام الدین شاہ شیرازی کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا کی کہ میرے لئے دعا فرما دیں کہ مولا کریم میرا کھویا ہوا علاقہ مجھے دوبارہ مل جائے۔ انہوں نے ایک طویل خشوع سے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اب دوبارہ طہماسپ شاہ کے پاس جا کر مدد حاصل کرو۔ ہمایوں نے عرض کی کہ اس نے تو مجھے انکار کر دیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اب وہ انکار نہیں کرے گا۔ چنانچہ ہمایوں دوبارہ گیا تو طہماسپ شاہ کو اپنا معاون پایا۔ اس سے امدادی لشکر لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں پھر حضرت سید نظام شاہ سے ملاقات کر کے عرض کی کہ خادم کے ساتھ تشریف لے چلیں یا اپنے خاندان کے کسی بزرگ کو ساتھ بھیج دیویں کہ ان کی دعا و برکت سے مجھے کھوئی ہوئی عظمت واپس مل جاوے تو انہوں نے اپنے پوتے سید حسین شیرازی علیہ الرحمۃ اور ان کے صاحبزادے سید محمد سعید شاہ بانی علی پور سیداں کو ہمایوں کے ساتھ کر دیا۔ ہمایوں نے چند ہی دنوں کے بعد

marfatcom

اپنا کھویا ہوا ملک واپس لے لیا اور مسند تخت پر بیٹھتے ہی ان دونوں بزرگوں کے معقول وظیفے مقرر کر دیئے۔
ہمایوں کے بعد اکبر بادشاہ تخت نشین ہوا تو اس نے دین الٰہی سے منحرف ہو کر " دین الٰہی اکبر شاہی " ایجاد کیا تو حضرت سید محمد سعید علیہ الرحمتہ ان حالات کی بناء پر بہت ہی کبیدہ خاطر ہو گئے۔ چونکہ آپ کی شادی سید شمس الدین شاہ اکبر بادشاہ کے داروغہ کے ہاں ہوئی تھی۔ اور داروغہ پنجاب تحصیل پسرور کے رہنے والے تھے۔ داروغہ کی وساطت سے اس علاقہ میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت مل گئی۔ اور حسب خواہش اراضی بھی مل گئی۔ اور اپنے نام پر موضع سعید آباد رکھا اور کچھ عرصہ کے بعد یہ موضع کسی وجہ سے غیر آباد ہوگیا۔ پھر آپ کی پانچویں پشت میں حضرت سید علی اکبر شاہ علیہ الرحمتہ نے اپنے نام پر دوبارہ آباد کیا۔ اور اس کا نام علی پور رکھ دیا۔ جو اب علی پور سیداں کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا خاندان یہیں آباد ہے۔
آپ کی ولادت بروز جمعتہ المبارک 1276ء مطابق اگست 1860ء بوقت صبح صادق علی پور سیداں میں ہوئی۔
حضرت مولانا عبدالرشید علیہ الرحمتہ جیسی عظیم علمی شخصیت علی پور سیداں شریف میں رونق افروز تھی۔ آپ کو انہی کے حلقہ درس میں داخل کرا دیا گیا۔ یہاں آپ نے قرآن مجید اور فقہ و تصوف کی چیدہ چیدہ کتابیں پڑھیں اور ذاتی مطالعہ میں پوری پوری دسترس حاصل کر لی۔ آپ اپنے والدین و استاد گرامی اور بڑوں کا از حد ادب کرتے تھے۔
آپ نے شباب کی ساری توانائی راہ خدا کی تلاش میں جذب کر دی۔ اس دور میں موجودہ وسائل سفر تو تھے نہیں اس لئے حضرت نے دور دور تک مردان حق کی زیارت کے لئے پا پیادہ سفر اختیار فرمائے۔ حتیٰ کہ چالیس چالیس میل کا سفر ایک ایک دن میں طے کر جاتے۔ خصوصاً حضرت سید نور شاہ (مسکن سیداں والی) علیہ الرحمتہ سے جو اس دور کے ایک چیدہ و نامور بزرگ تھے گہرا رابطہ تھا۔
آپ نے بچپن سے جوانی تک کسی سے کوئی جھگڑا وغیرہ نہیں کیا۔ بلکہ آپ ایک مصلح تھے۔ آپ بہت ہی قلیل غذا استعمال کرتے اور راتوں کو بیدار رہ کر یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔
آپ کو فیضِ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب المعروف باوا جی چوراہی علیہ الرحمتہ کے آستانہ عالی سے ملا۔ آپ کے بارے میں حضرت باوا جی علیہ الرحمتہ اکثر فرماتے تھے کہ تم دیا اور تیل گھر سے ہی لے کر آئے تھے یہاں آکر اور بھی نور علی نور ہوگئے۔
حضرت شاہ لاثانی نے خلافت سے سرفراز ہو کر صرف اہل اسلام کی ایک کثیر تعداد کو منزل مقصود سے واصل ہی نہیں کیا بلکہ ہزاروں غیر مسلم افراد کے دل میں بھی عظمت اسلام کی شمع روشن کی۔
علی پور سیداں شریف ضلع نارووال کا چھوٹا سا مشہور و معروف قصبہ ہے۔ مگر اس کی شہرت کا آغاز تیرھویں صدی کے آخری دور سے ہوا جب یہاں جلیل القدر ہستیوں کا ظہور ہوا جو اپنے رنگ میں یکتائے روزگار تھیں۔
یہ دونوں بزرگ ہم نام بھی تھے۔ اور ایک ہی چشمہ سے فیض یعنی (چورہ شریف کے فیض یافتہ تھے)۔ 1323 ھ میں آپ نے حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی تمام عادات اور خصائل سنت نبوی ؐ کے مطابق

marfatcom

تھیں ۔ آپ ہر کام میں اتباع قرآن و سنت کو ترجیح دیتے ۔ آپ کو خلاف شرع حرکات سے نفرت تھی خود سختی سے شریعت پر عمل پیرا تھے اور ہر آنے والے کو شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتے ۔
آپ اپنے مریدوں کو تاکید فرماتے کہ نماز پنجگانہ لازمی ادا کرو اگر تم نے نماز چھوڑ دی تو تمہاری بیعت خود بخود ساقط ہو جائے گی ۔ تصنع ، تکلف اور نمود و نمائش کو برا جانتے تھے ۔ عزیزوں کو بھی اس سے محفوظ رہنے کی تلقین فرماتے کوئی منہ پر تعریف کرتا تو سخت ڈانٹ پلاتے ۔ آپ کو صاحب دیوان صدر محفل کی طرح تکیہ لگا کر بیٹھنے کی عادت نہیں تھی ۔ چند بار تو آپ نے پورے گھر کا مال و اسباب باہر نکال کے رکھا اور غربا میں تقسیم کیا ۔ کبھی سفر میں از راہ دلجوئی کسی سے نذرانہ قبول فرما لیتے مگر اگلے گاؤں جا کر تقسیم فرما دیتے ۔
ایک دفعہ اپنے ولی عہد حضرت سجادہ نشین مد ظلہم العالی سے فرمایا ۔
" میں تجھ کو ایک بات بتاتا ہوں ، تیرا سادہ اور کچا مکان بہتر ہے مگر مسافر بھوکا نہ جائے ۔ تیرا سادہ اور کچا مکان شیش محل سے بہتر ہے ۔ جہاں سے مسافر پیٹ بھر کر نکلتے ہیں ۔ " ہر آنے والے کو کھانا ملتا مگر کھانا سادہ ہوتا ۔
آپ کی مجلس میں بڑے بڑے صاحبان جاہ و جلال آتے مگر فقر و غیور کی ہیبت سے لب کشائی کی جرات نہ کر سکتے ۔ اس کے برعکس عاجز و بے کس قسم کے لوگ جو چاہتے عرض کر سکتے غریب و امیر سے یکساں سلوک تھا ۔ سب مہمانوں کے لئے ایک جیسا کھانا پکتا کوئی تخصیص نہیں تھی ۔ لاعلاج بیمار جن کے پاس بیٹھنے سے دوسروں کو گھن آتی ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے ۔
آپ کے خلفاء کی تعداد بہت ہے ۔ چند خلفاء کے نام : حضرت پیر محمد شفیع موضع بھرتھ ۔ حضرت میاں احمد دین موضع لنگاہ ، حضرت محمد اسماعیل موضع بھرتھ ، شمس العلماء حاجی محمد غوث موضع سکھو ، عالی الالقاب میاں محمد شریف موضع فتووال مضافات گورداسپور ، الحاج سید چراغ علی شاہ موضع مراڑہ ، حضرت سید امیر حسین شاہ تحصیل نارووال ، مولانا عبدالغنی تحصیل پسرور ، حضرت سید ہاشم علی شاہ موضع تخت پور ، حضرت مولانا حافظ ظفر علی پسرور مضافات سیالکوٹ ، حضرت صوفی محمد دین موضع رام داس ، حضرت سید محمد شریف موضع رام داس ، حضرت سید محمد اسمعیل شاہ موضع کوہالی ، حضرت سید امیر علی شاہ موضع وڈالہ مضافات امرتسر قابل ذکر ہیں ۔
آپ کا وصال 16 ذیقعد 1358ھ مطابق یکم اکتوبر 1939ء بروز اتوار ہوا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون : آپ کا روضہ علی پور سیداں ضلع نارووال میں مرجع خلائق ہے ۔

marfatcom

امیر ملت حضرت سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
علی پور سیداں ضلع نارووال

****

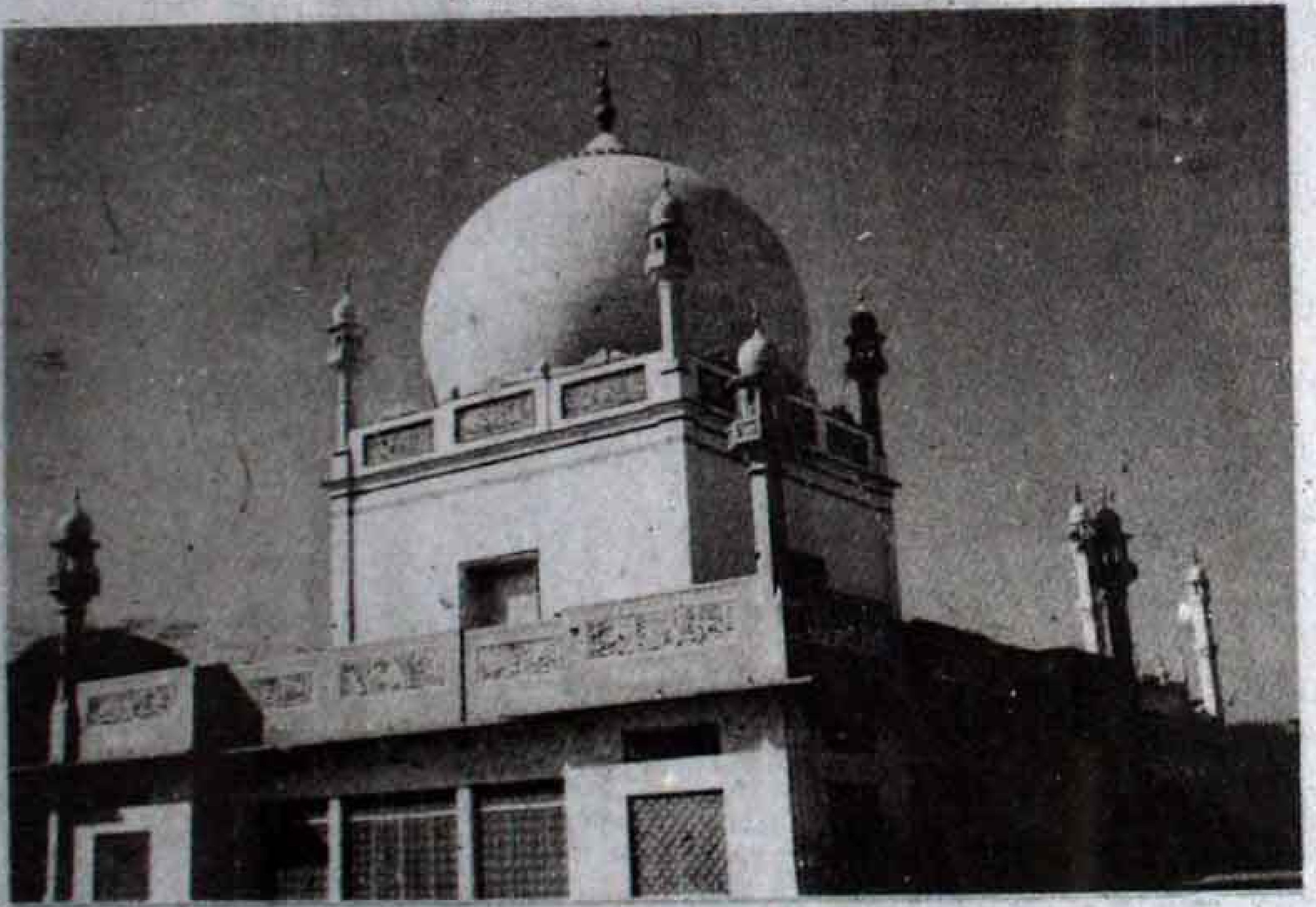

آپ کی ولادت 1845ء میں علی پور سیداں میں ہوئی۔ آپ بہت ہی حسین و جمیل تھے۔ اور پیشانی مبارک میں روحانیت اور فیاضی کے اثرات نمایاں تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبدالرشید سے پڑھیں آپ بہت ہی ذہین تھے۔ جو پڑھتے ازبر فرما لیتے تھے اور مولانا عبدالوہاب امرتسری، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی اور مولانا عمر ضیاء الدین شیخ الحدیث استنبول، مولانا محمد علی اور مولانا احمد حسن کانپوری سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ مولانا فیض الحسن سہارن پوری سے مولوی عالم اور مولوی فاضل کا کورس پڑھا۔ مفتی محمد عبداللہ ٹونکی سے جو اورنٹیل کالج لاہور کے پروفیسر تھے مزید استفادہ حاصل کی۔

حضرت بابا فقیر محمد چوراہی سے روحانیت سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہو رہے تھے۔ چنانچہ ایک روز آپ چورہ شریف تشریف لے گئے۔ اور بیعت کی استدعا کی جو حضرت چوراہی صاحب نے قبول فرما کر آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شرف بیعت بخشا ہر طرح سے کامل پایا تو خرقہ خلافت عطا فرما دیا۔ اور اپنی دستار مبارک آپ کے سر پر رکھ دی۔

marfatcom

تحریک پاکستان میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کی حمایت کی۔ قائد اعظم کو اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ آپ نے ہر قومی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جب سلطان عبدالحمید نے حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے سلسلے میں مسلمانان عالم سے چندہ مانگا تو آپ نے چھ لاکھ روپے کی رقم اپنی اور اپنے متوسلین کی جانب سے بھجوائی۔ سلطان نے آپ کو " عمدۃ الاماثل والا فاضل " کے خطاب سے نوازا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم شروع کی گئی تو آپ نے تین لاکھ روپے کی رقم اس فنڈز میں جمع کرائی۔ اور بعد میں بھی بہت تعاون فرماتے رہے۔ تحریک خلافت میں بھی آپ نے ہر طرح کی خدمات انجام دیں۔ خلافت فنڈ میں لاکھوں روپے چندہ دیا۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی جرات و بے باکی اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظاہرہ کیا۔ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ بطور خاص گولڑہ شریف سے رد مرزائیت کے لئے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد یہ کام لگا کہ گولڑہ شریف تشریف لے گئے اور فرمایا شاہ صاحب یہ شکار آپ ہی کے مارنے کا ہے۔

آپ گھر سے کئی کئی ماہ تبلیغ اسلام میں گزار دیتے آپ جہاں بھی جاتے نماز روزہ اور شرعی احکام کے متعلق لوگوں کو نصیحت فرماتے اور غیر اسلامی رسموں اور رواجوں سے منع فرماتے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ ہر دکھ تکلیف کا مداوا ہے۔ روح کی غذا ہے۔ دین کا ستون ہے۔ جنت کی کنجی ہے، قبر اور حشر میں ساتھی ہے۔ محشر کے روز لازمی پہلا پرچہ ہے۔ بے نماز مسلمانوں کی صف سے باہر ہے۔ بے نماز جنت کی خوشبو سے محروم ہے۔ بے نماز کا حشر فرعون نمرود کے ساتھ ہوگا۔ نماز چھوڑنا کفر ہے۔ بے نماز کی ہر نیکی نامقبول ہے۔ ناکام ہے۔ آپ میں خصوصیت تھی کہ اگر کوئی مرید ہونے کے لئے آتا تو آپ اس کو ارشاد فرماتے کہ پہلے نمازی بنو پھر مرید ہونا۔ آپ ہر سال حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جاتے اور زیادہ وقت مدینہ طیبہ میں گزارتے آپ کو وہاں کی ہر چیز سے عقیدت تھی۔

علی پور سیداں میں آپ نے چھ لاکھ روپے کے صرف کثیر سے ایک نہایت ہی خوبصورت مسجد بنوائی جو قابل دید ہے۔ آپ کے عقیدت مندوں کا پاک و ہند میں جال بچھا ہوا ہے۔ سعودی عرب، افغانستان برما وغیرہ بلکہ عرب و عجم میں عقیدت مند موجود ہیں۔ آپ نے علی پور سیداں میں 1916ء میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ میں ایک عظیم الشان لائبریری بھی ہے۔ جس میں قیمتی اور نایاب کتب جن کی تعداد ہزاروں ہے موجود ہیں اور قلمی نسخے سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

آپ نے گاؤں میں لنگر جاری کیا اور اس میں مہمان طالبان حق کے لئے عمدہ عمدہ کھانے تیار ہوتے۔ آج بھی یہ لنگر جاری ہے ہر آنے والوں کو دو وقت عمدہ کھانا ملتا ہے۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مہمان نوازی میں ید طولیٰ تھے۔ آپ کا دستر خوان دیکھ کر راجے مہاراجے، امیر کبیر اور صاحبان ثروت اور اعلیٰ سیاسی لوگ ششدر رہ جاتے تھے۔ سفر ہو یا حضر آپ کے دستر

marfatcom

خوان پر سینکڑوں لوگ بیک وقت کام و دہن کی تواضع کرتے تھے ۔ مہمانوں کیلئے انواع و اقسام کے لذیذ کھانے تیار کروائے جاتے تھے ۔

آپ کا وصال 26 ذیقعد 1370ھ مطابق 31 - اگست 1951ء کو ہوا ۔ مزار اور مسجد شاندار انداز میں تعمیر کی گئی ہے ۔ سفید سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے ۔ روضہ مبارک کے اندر آپ کی روحانی ملی خدمات تحریر ہیں ۔

کوریکے شکر گڑھ میں
حضرت بابا گلو شاہؒ کا مزار

حضرت بابا گلو شاہ کا مزار ضلع سیالکوٹ کی تحصیل پسرور ے گاؤں کوریکے میں ہے ۔ بابا گلو شاہ صاحب جن کا نام گل محمد تھا ۔ اللہ کے برگزیدہ اولیائے کرام میں شمار ہوتے ہیں ۔ پاکستان بننے سے پہلے ان کے عرس کے موقع پر بہت بڑی مویشیوں کی منڈی لگتی تھی ۔ جس میں بڑی بڑی دور سے بیوپاری مال بیچنے اور خریدنے آتے تھے ۔ اس وقت یہ برصغیر کی سب سے بڑی منڈی ہوتی تھی ۔ حضرت بابا گلو شاہؒ قادری نوشاہی خاندان سے بیعت تھے ۔ جن کا سلسلہ خلافت اب تک چلا آرہا ہے ۔ مرشدی سیدی حضرت پیر صوفی خورشید الحسن خورشید قادری نوشاہی شمس المعروف بابا حسن علی شاہ صاحب کا سلسلہ بیعت پانچویں پشت میں حضرت بابا گلو شاہؒ سے جا ملتا ہے ۔ حضرت قبلہ خورشید الحسن شاہ صاحب شمسی قادری کمبلی پوش کو بابا صاحب کی ذات گرامی سے والہانہ محبت اور عقیدت تھی ۔ آپ ہر سال عرس کے موقع پر دربار شریف حاضری دیتے رہے ۔ آپ کے گرد ہندو ، سکھ ، عقیدت مند جمع ہو جاتے ۔ جن کو آپؒ سے بہت زیادہ محبت اور عقیدت تھی ۔

---

marfatcom

آستانہ عالیہ حضرت بابا سید شاہسوار شمس غوث کلی شریف اور حضرت سید خورشید الحسن خورشید شمسی عرف پیر حسن شاہ صاحب الجیلانی القادری نوشاہی نارووال۔

****

حضرت سید خورشید الحسن خورشید 1906ء کو اس زمانے کے ایک ولی اللہ اور قطب دوراں حضرت بابا شاہسوار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کلی والے کے ہاں پیدا ہوئے۔ بارہ سال اور کچھ ماہ کے تھے کہ اپنے عظیم باپ کی شفقت سے محروم ہو گئے اور درویشی کا مسلک اختیار کیا۔

آپ کی عظمت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ آپ نے اپنے گاؤں کے جن بزرگوں کے ہاتھوں میں پرورش پائی وہ راجپوت تھے اور ایک خاص ذہن کے مالک ہوتے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف آپ کے ہاتھ پر بیعت کی بلکہ لنگر کے مصارف کے لئے زمین بھی پیش کی۔ اپنے گھر میں کسی کو یہ عزت و عظمت ملنا ایک بہت بڑی کرامت ہے ورنہ اپنے لوگ کہاں کسی کو مانتے ہیں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ انسانیت کا ایک بلند ترین نمونہ تھے۔ ان کے ہاں آنے والوں کے لئے رنگ و نسل اور عقیدے کی کوئی پابندی نہ تھی۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ جہاں کوئی میٹھا چشمہ ہوتا ہے وہاں ہی سب جمع ہو جاتے ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک لذیذ چشمۂ شیریں تھے۔ جہاں ہر مذہب و ملت کا آدمی بحیثیت انسان آتا تھا۔ یہی وہ اسباب تھے جنہوں نے آپ کو ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کا محبوب بنا دیا تھا۔ ان کے علاوہ مسلمانوں کے ہر فرقے کے مختلف اعتقادات رکھنے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے تھے جس [illegible] تمام شامل ہوتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں سکھ

marfat.com

آپ سے بیعت تھے اور کتنے ہی بدمعاش تھے جن کو اپنی نظر فیض رساں سے ایک اچھا انسان بنا دیا تھا۔

قیام پاکستان کے وقت مشرقی پنجاب کے سکھوں اور ہندوؤں کی بڑی خواہش تھی کہ وہ یہاں قیام فرمائیں انہوں نے ہر قسم کی حمایت و امداد کا یقین دلایا لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے پاکستان جانا ہی ہے۔ وہ میرے مسلمان بھائیوں کا وطن ہے۔ چنانچہ آپ بخیر و خوبی ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان میں تشریف لائے اور نارووال میں قیام فرمایا۔ آپ کی آمد سے پہلے یہاں سنیوں کی صرف ایک مسجد تھی۔ آپ نے اس شہر میں سب سے پہلے درود و سلام کے سلسلے کا آغاز کیا۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی سب سے بڑی خوبی اور بڑائی یہ تھی کہ آپ نے زندگی کا جو پروگرام ایک دفعہ مقرر کر لیا اس پر ساری عمر سختی کے ساتھ عمل کیا۔ ہر نوچندی جمعرات کو حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی حاضری آپ کی زندگی کا معمول رہا۔ بارش ہو یا سیلاب، گاڑیاں اور موٹریں بند ہوں لیکن داتا صاحب کی حاضری میں کبھی ناغہ نہیں پڑا۔

حضرت صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہی ہے کہ اس گرانی کے زمانے میں بھی وہ لنگر جاری رہا اور ہے جو آپ نے ابتدائی زندگی میں شروع کیا تھا۔ شہر ہو یا جنگل یہ لنگر جاری ہی رہا۔ یعنی لوگوں کو روٹی کھلانا حضور کا دلچسپ اور پسندیدہ مشغلہ رہا۔ چوبیس گھنٹوں میں کسی وقت مسافر آ جاتے، کھانا موجود ہوتا۔

فیاضی کا یہ عالم کہ اپنی سالگرہ کے موقعہ پر سب کچھ لٹا دیا کرتے تھے اور اپنے واسطے لکڑی کی کھڑائیں، دو بے سلی چادریں اور کملی رکھ لیا کرتے تھے اور باقی سب کچھ غریبوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ آپ قرآن کی اس آیت کی عملی تفسیر تھے، جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں تو ان سے کہہ دو کہ تمہاری ضرورت سے جو زائد ہے اللہ کی راہ میں دے دو لیکن حضرت صاحب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اپنی ضرورتوں کو بھی ترک کر کے سب کچھ اللہ کی راہ میں دے دیا کرتے تھے۔ آستانہ کی جانب سے احباب اور متعلقین کو گیارہ احکام کی نعمت کی گئی ہے۔

1 - ہر مرد و عورت کیلئے خود نماز پڑھنا اور بچوں کو پڑھانا ضروری ہے۔

2 - علی الصبح قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اگر ہو سکے تو بچوں کو بامعنی قرآن حکیم پڑھانا بہتر ہوگا۔

3 - ہر مرد کو اپنی عورت کے حقوق کی نگہداشت اور بچوں کی تعلیم و تربیت اسلامی طریق پر کرنی چاہئے۔

4 - ہر عورت کو اپنے خاوند کی فرمانبرداری اپنی عصمت اور خاوند کے مال کی حفاظت دیانتداری کے ساتھ کرنی چاہئے۔

5 - ہر وہ شخص جو ہمارے ملنے کیلئے آئے بغیر ٹکٹ کے ریل کا سفر نہ کرے۔ اور نہ کسی موٹر لاری یا تانگہ کا کرایہ غصب کر کے آئے۔

6 - ہر وہ شخص جو از راہ محبت و عقیدت کوئی تحفہ یا نذر ہمارے لئے لائے ڈاکہ، چوری، رشوت یا کسی ناجائز طریقے کی کمائی سے نہ لائے۔

marfatcom

7- ہر مرد و عورت کو رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں کم از کم اڑھائی گھنٹے خدا کی راہ میں صرف کرنے چاہئیں

-

8 - ہر شخص کو کسی کی برائی کرنے یا سننے سے احتراز کرنا چاہئے -

9 - ہر شخص کو اپنی آمدن میں سے کم از کم دسواں حصہ خدا کی راہ میں صرف کرنا چاہئے -

10 - کمزور کی مدد اور مظلوم کی اعانت کرنی چاہئے - نیز ظالم و جابر کے ظلم سے الگ رہنا چاہئے -

11 - کسی اجنبی آدمی کو بغیر تحقیق یا بغیر مہر شدہ سند کے کوئی عطیہ یا چندہ ہمارے نام پر نہ دیا جائے

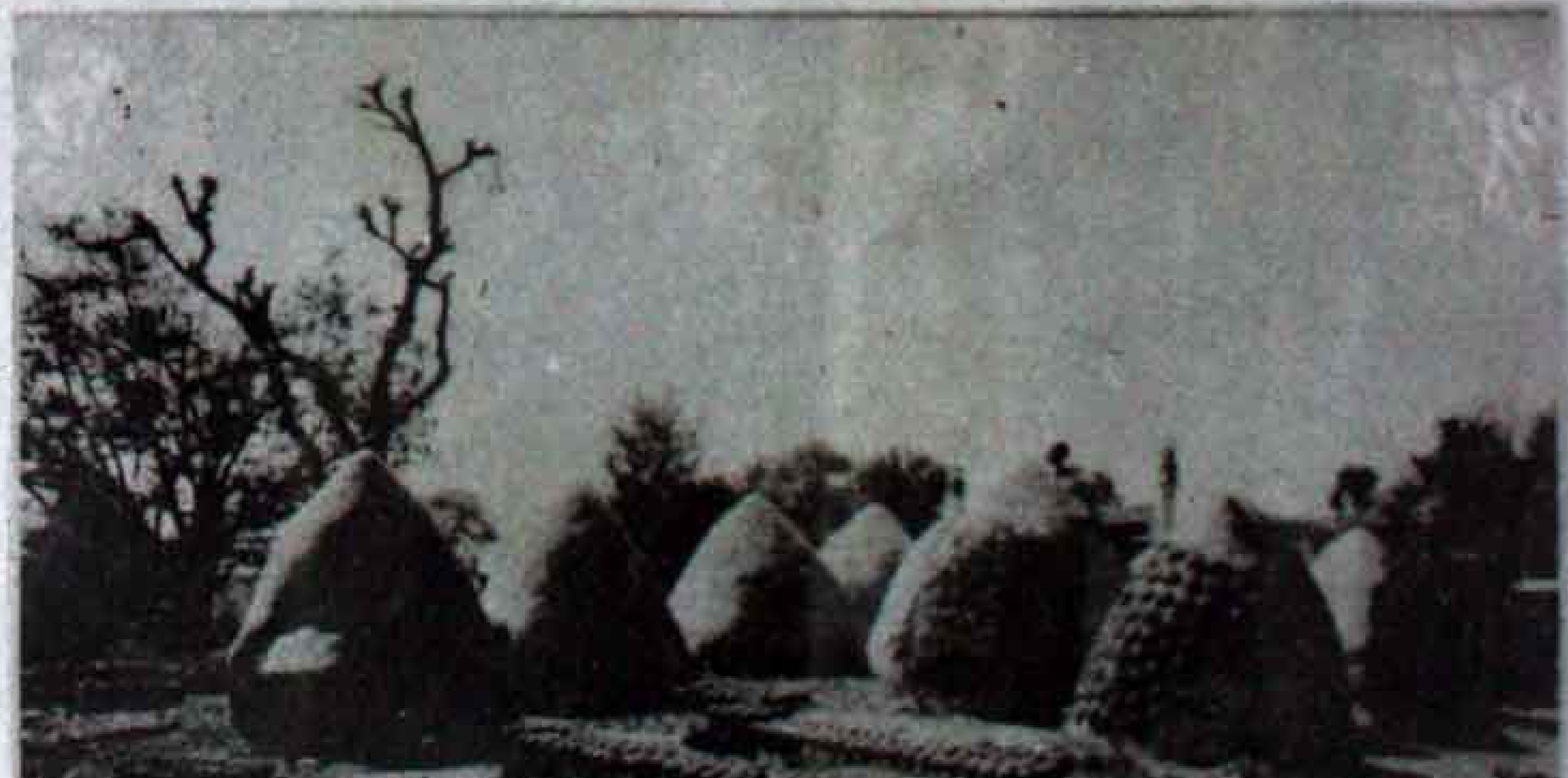

ڈیرہ کرتارپورہ کے قریب دوڑے گاؤں میں بھوسہ محفوظ کیا گیا ہے

marfatcom

دربار صاحب کرتارپورہ

نارووال اور شکر گڑھ روڈ پر ایک مشہور سٹاپ کرتارپورہ ہے جہاں سے ایک راستہ کرتارپورہ کی طرف جاتا ہے ۔ جہاں سکھوں کی ایک مقدس عبادت گاہ ہے ۔ جو دریائے راوی کے کنارے پر ہے ۔ یہ تین منزلہ عمارت ہے ۔ جس میں عبادت گاہ کے علاوہ رہائشی کمرے بھی ہیں۔ اور چندہ دینے والوں کا نام سنگ مرمر کی اینٹوں پر تحریر ہے ۔ 1930 میں دریا کی طغیانی سے محفوظ رکھنے کے لیے مہاراجہ پٹیالہ نے ایک لاکھ تیس ہزار روپے کا فنڈ مہیا کیا۔ اب یہ عمارت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے ۔ باغ اجڑ چکا ہے ۔ اس عبادت گاہ کے پار ڈیرہ بابا نانک ہے ۔ اس عمارت کے بارے مختلف روایات پائی جاتی ہیں

marfatcom

کرتار پورہ

نارووال سے نکلنے والی سڑک جو شکر گڑھ کی طرف جاتی ہے، اس کے قریب ہی ریلوے لائن بھی ہے، سڑک پر کرتار پورہ نام کا بس سٹاپ ہے اور کرتار پورہ کے نام سے ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ اس سٹاپ سے جانب جنوب ایک میل کے فاصلے پر ایک عمارت ہے جس کے گنبد چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس تاریخی روحانی عمارت کے بارے میں مختلف روایات مشہور ہیں۔ یہ قلعہ نما عمارت دریائے راوی کے شمال کی جانب کنارے پر ہے۔ جبکہ راوی کے دوسرے کنارے ہندوستان میں ڈیرہ بابا گرونانک ہے۔ یہ تاریخی عمارت ایک جنگل بیابان میں ہے۔ دریائے راوی اس عمارت کے قریب سے گزرتا ہے جو حد بندی کرتا ہے ملاحوں کے چند کوٹھے ہیں اس عمارت کے صحن میں سنگ مرمر کا ایک تھڑا ہے اس تھڑا کے سامنے مغرب کی جانب کمرہ میں ایک چھوٹا سا مزار تعمیر کیا گیا ہے۔ گردوارہ کرتار پورہ کے نگران ایک ضعیف العمر بابا محمد دین نے بتایا کہ صحن میں جو تھڑا ہے ہندوؤں نے وہاں بابا گرونانک کی چادر کو نذر آتش کیا تھا جبکہ کمرے والے حصے

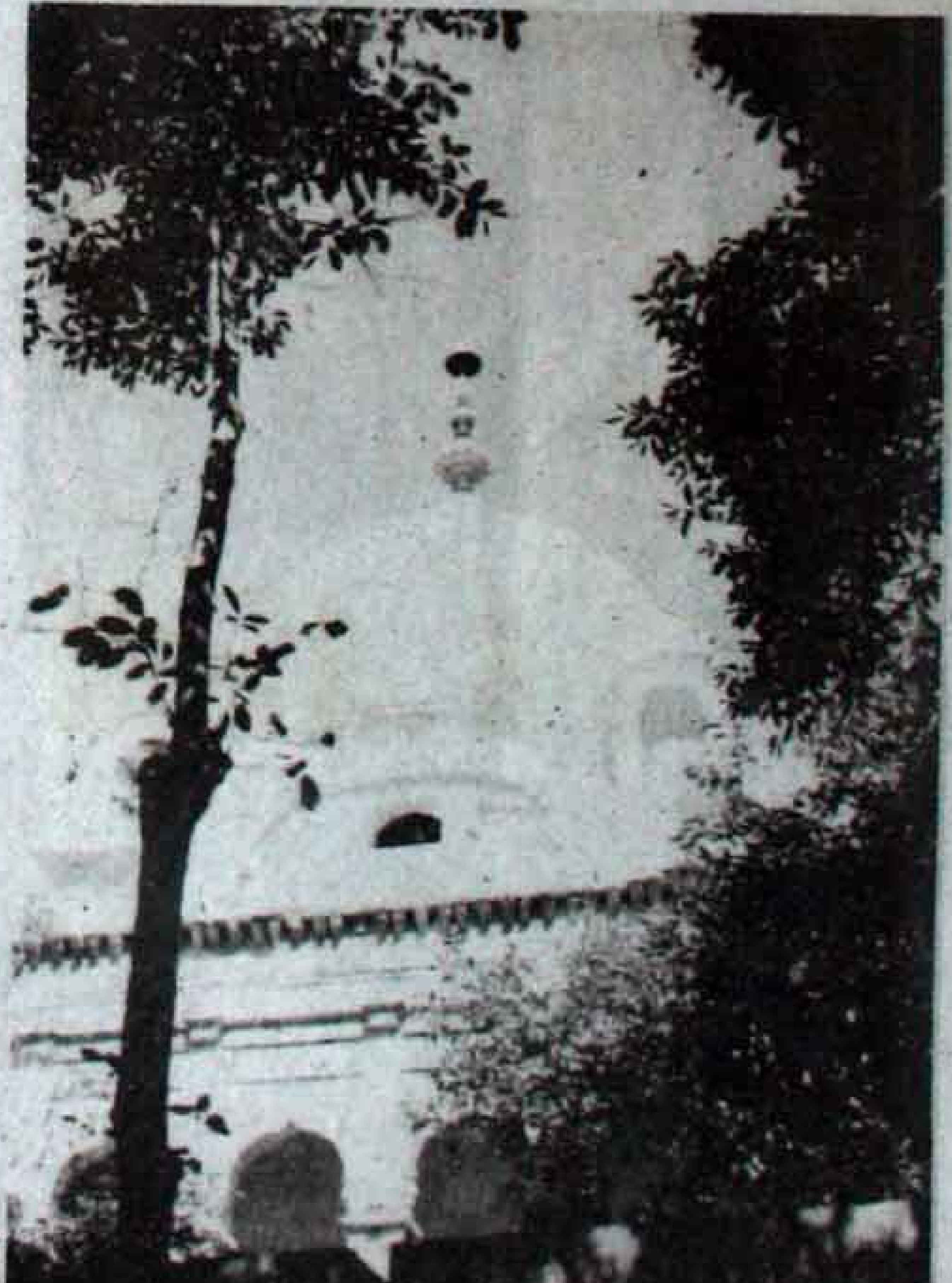

marfatcom

میں جہاں مزار بنایا گیا ہے وہاں مسلمانوں نے بابا گرونانک کی چادر کو دفن کیا تھا۔ اس کمرے والے مزار پر سکھ اور مسلمان حاضری دیتے ہیں۔ بابا گرونانک ایک درویش قسم کے انسان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی آبادیاں اور مسلمان بابا کے مزار پر سبز چادریں چڑھاتے ہیں اور اگربتیاں جلاتے ہیں۔ بابا محمد دین نے بتایا کہ اس عمارت کے چاروں طرف خوشنما باغ ہوا کرتا تھا

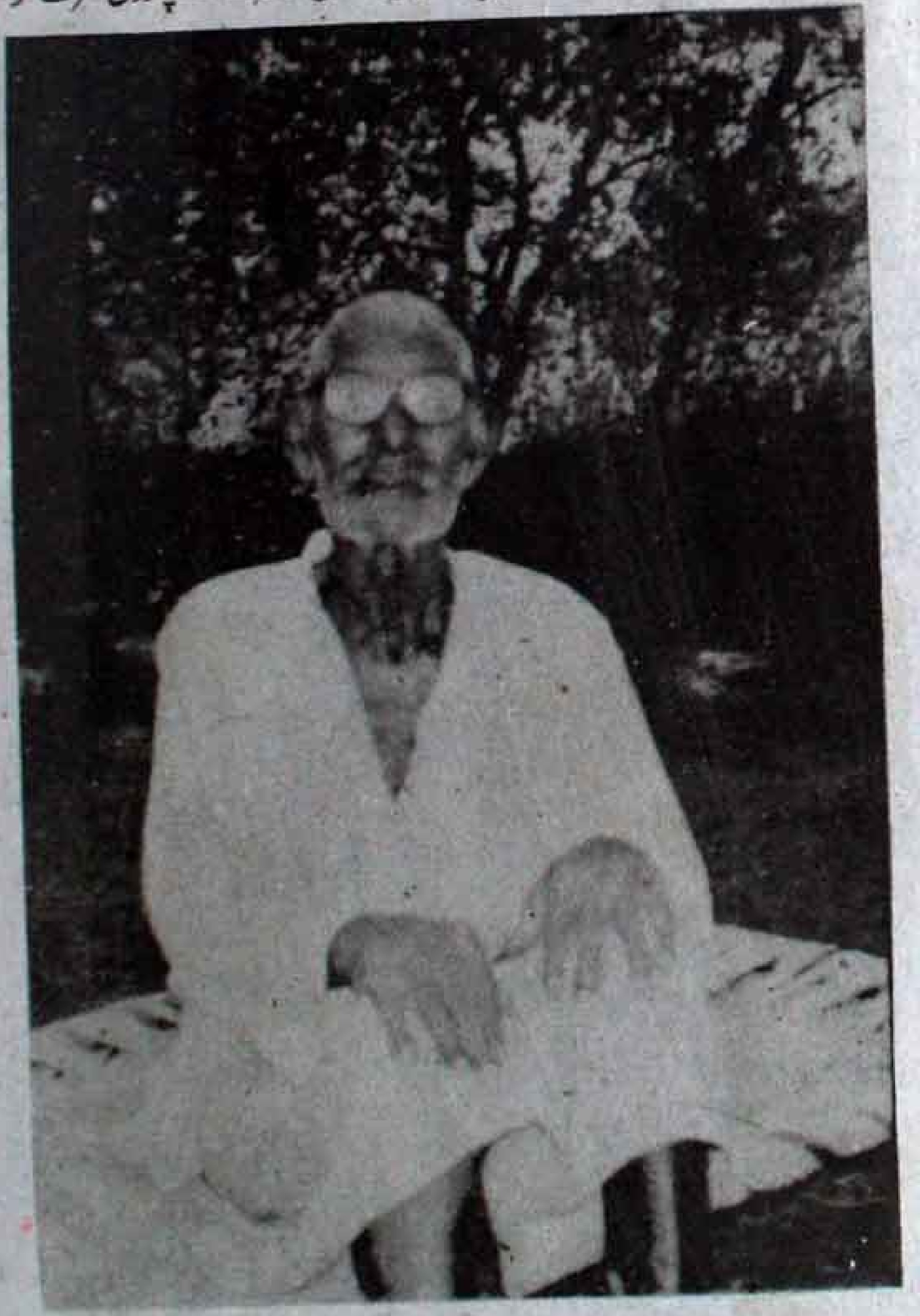

جس میں پھلدار پودے ہوا کرتے تھے۔

سکھ جب یہاں حاضر ہوتے ہیں تو باغ کی ویرانی دیکھ کر روتے ہیں۔ محمد دین نے بتایا کہ دربار کے نام تقریباً 600 بیگہ زمین بھی ہے۔ اس علاقہ میں قلعہ رانیوال پنواں بھی تھا جس کے آثار مٹ چکے ہیں۔ دریا کے پار ڈیرہ بابا گرونانک ایک پر رونق شہر ہے۔ قیام پاکستان سے قبل یہاں کشتیوں کی آمدورفت تھی۔ کشتی کا کرایہ ایک آنہ فی مسافر وصول کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں ملاحوں کے کوٹھے ہیں۔ محمد دین نے بتایا کہ وہ 45 سال سے اس عمارت کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ سکھ جب آتے ہیں تو مجھے مل کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ اس کی بیوی حاکم بی بی نے 38 سال سکھوں کی اس عبادت گاہ کی صفائی کی۔ سکھ جب حاضری کے لئے آتے ہیں تو ہماری کچھ نہ کچھ خدمت کر جاتے ہیں۔ اس تاریخی عمارت کے صحن میں چاروں طرف گورمکھی زبان میں سنگ مرمر کے تختوں پر تحریر نصب ہے اور جن لوگوں نے اس عمارت کی خدمت کی

marfatcom

ہے نصب شدہ اینٹوں پر ان کا نام بھی درج ہے۔ لیکن سب سے بڑی تحریر جو مہاراجہ آف پٹیالہ نے اس عمارت کی تعمیر اور دیکھ بھال مرمت کے لئے دی تھی وہ گیٹ کے سامنے برآمدے کے ایک پتھر پر یوں تحریر ہے۔

This slab is placed to commemorate the timely and princely donation of Rupees one lac thirty five thousand and six hundred given by Major General his highness Maharaja TADHIRAJA SIR phupindar singh. Mahindar bahadur G.C.S.I.G.C.I.E- G.C.V.O- G.B.-A.D.C

(مہاراجہ آف پٹیالہ اسٹیٹ)

To protect this sacred shrine from the threlaned ravanges of the river druing period from 1920-1929.AD

چونکہ دیگر تحریریں جو سنگ مرمر کی تختیوں پر تحریر ہیں وہ گورمکھی زبان میں ہیں اس لئے راقم پڑھ نہ سکا، سکھوں کی اس مقدس عمارت کے چاروں طرف برج ہیں۔ برجوں پر چڑھنے کے لئے لاتعداد سیڑھیاں ہیں۔ دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے یہ عمارت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ رہائشی کمرے بھی مخدوش ہو چکے ہیں۔ دربار کرتارپورہ تک جانے کے لئے کوئی پختہ سڑک یا راستہ نہیں ہے۔ راستہ میں ایک ندی بھی آتی ہے جس پر کوئی پل نہیں ہے۔ برسات کے موسم میں یہ راستہ کیچڑ اور دلدل بن جاتا ہے۔ چونکہ اس عمارت کے نام کثیر رقبہ الاٹ ہے۔ اس لئے اس کی دیکھ بھال کی جائے اور اس مقدس عبادت گاہ تک پختہ راستہ تعمیر کیا جائے۔

==

دربار کرتارپور: وہ مقام جہاں مسلمان چادر چڑھاتے ہیں

marfatcom

کرتارپورہ میں سکھوں کی عبادت گاہ

نارووال سے 15 کلومیٹر پر مشہور اسٹیشن اور بس سٹاپ کرتارپور ہے۔ کرتارپور دریائے راوی کے کنارے پر سکھوں کی مقدس عبادت گاہ ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے جو کئی کمروں اور عبادت گاہوں پر مشتمل ہے۔ دریا کے دوسرے کنارے پر ڈیرہ بابا نانک ہے۔ اس شہر کی بنیاد تاریخ پنجاب از کنہیا لال ہندی کے مطابق بابا گرونانک نے رکھی تھی۔ کرتارپور میں اس عبادت گاہ کے ارد گرد بہت بڑا باغ ہوا کرتا تھا جو اب اجڑ چکا ہے۔ اس مقدس عبادت گاہ کے چاروں طرف گورمکھی رسم الخط میں کئی سنگ مرمر کی تختیاں نصب ہیں۔ سنگ مرمر کی اینٹوں پر سیوا کرنے والوں کے نام درج ہیں۔ چاروں طرف برج ہیں۔ گردواروں کے ملحقہ رہائشی کمرے میں کنواں بھی ہے۔ ایک کمرہ میں قبر ہے۔ صحن میں سفید سنگ مرمر کا تھڑا ہے۔ اس عمارت کا گنبد سنہری ہے۔ عبادت گاہ کی بیرونی دیوار پر نصب شدہ تختی کے مطابق مہاراجہ پٹیالہ بھوپندر سنگھ نے 1920ء تا 1929ء تقریباً ایک لاکھ 35 ہزار 600 روپے اس پاک مقدس اور قابل تعظیم عمارت کو راوی کی لہروں سے محفوظ رکھنے کے لئے صرف کئے تھے۔ اولیاء سیالکوٹ از رشید نیاز کے آخری مضمون جو ڈاکٹر احسان صابری قریشی نے تحریر کیا ہے، کے مطابق کرتارپور کی اس عمارت میں بابا گرونانک دفن ہیں۔ بابا گرونانک 1538ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تو ہندوؤں اور مسلمانوں کی لڑائی ہونے لگی۔ ان کے مطابق سکھ مذہب بابا گرونانک کی وفات کے ایک سو سال بعد چلا ہے۔ 1538ء میں صرف ہندو اور مسلمان موجود تھے۔ ہندو کہنے لگے ہم نے بابا گرونانک کی ارتھی کو جلانا

marfatcom

ہے ہندوانہ رسوم کے مطابق کریا کرم کرنی ہے۔ مسلمان کہنے لگے ہم نے باباجی کا جنازہ پڑھنا ہے اور دفن کرنا ہے۔
باباجی کو ہم نے نمازیں پڑھتے دیکھا ہے۔ قصبہ کرتارپور نور کوٹ چک قاضیاں جسڑ کے مسلمان اور ہندو آپس میں لڑنے لگے۔
آخر کار شکر گڑھ کے تعلق دار شاہ رحمان دیوان ثانی قصبہ کرتارپور پہنچے۔ مسلمان نمبردار کے ذریعے انہوں نے رات کے اندھیرے میں خفیہ نماز جنازہ پڑھ کر باباجی کو دفن کرایا۔ صبح مشہور کردیا کہ باباجی کی میت کو آسمانی فرشتے اور دیوتے آسمانوں پر لے گئے ہیں۔ میت کی بجائے یہ معطر ریشمی چادر چارپائی پر چھوڑ گئے ہیں۔ یہ چادر آسمانی تحفہ ہی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ افہام و تفہیم سے فریقین راضی ہوگئے کہ آدھی چادر ہندوؤں کی رسومات منعقد کرکے سپرد آگ کردی جائے اور بقیہ آدھی چادر مسلمان قبر کھود کر دفن کردیں گے۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ ہندوؤں نے نصب چادر چتا بنا کر جلا ڈالی۔
مسلمانوں نے بقیہ چادر عین اس جگہ دفن کردی، جہاں باباگرونانک کی میت دفن کی گئی تھی۔ اس کے چار سو سال بعد مہاراجہ پٹیالہ نے باباگرونانک کی چادر والی سمادھی پر انگریزوں کے دور میں سنگ مرمر کا گردوارہ بنادیا۔ مسلمانوں والی قبر ویسے ہی رہنے دی۔ سکھوں کی متبرک کتاب گروگرنتھ صاحب بھی بتاتی ہے کہ باباجی کی میت کو دیوتے اٹھا کر آسمانوں پر لے گئے تھے۔ یہ کتاب باباگرونانک کے وصال کے ڈیڑھ سو سال بعد لکھی گئی تھی۔ اس میں بابافریدالدین مسعود گنج شکرؒ پاک پتن کے 200 سے زائد اشعار موجود ہیں۔ تاریخ پنجاب از کنہیالال ہندی نے بابانانک کے بارے میں صفحہ نمبر 22 پر لکھا ہے گرونانک ایک صلح کل آدمی ہندو مسلمان کے ساتھ برابر اتحاد رکھتے تھے۔ بعد از وفات ان کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ان کی نعش کو جلانے یا دفن کرنے کے لئے سخت تنازعہ برپا ہوا۔
مسلمانوں کے مطابق باباگرونانک فقیر خداپرست ہے۔ اقوال اس کے مسلمانوں کی تعلیمات کے مطابق ہیں۔ اس کو دفن کرنا چاہئے۔ ہندو بسبب اس کے کہ وہ ہندوؤں کے گھر پیدا ہوئے تھے ان ہندوؤں کے عقائد کے مطابق ان کی نعش کو جلادینا کار ثواب ہوتا۔ اس بات پر فریقین کے درمیان سخت جھگڑا برپا ہوا۔ لیکن بعض انصاف پسند افراد کی وجہ سے فیصلہ ہوا کہ باباگرونانک کی نعش نہ دفنائی جائے اور نہ جلائی جائے بلکہ دریائے راوی میں کفن اور خوشبو لگا کر بہادی جائے۔
لیکن جب میت سے چادر اٹھائی گئی وہاں نعش کو نہ پایا صرف چند خوشبودار پھول چادر کے نیچے پڑے ہوئے نظر آئے یہی چادر نصف کرکے مسلمانوں نے دفن کردی اور ہندوؤں نے جلادی۔

marfatcom

زینت الفقراء حضرت خواجہ نمبردار شاہنواز خانؒ کوٹلہ افغاناں تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال

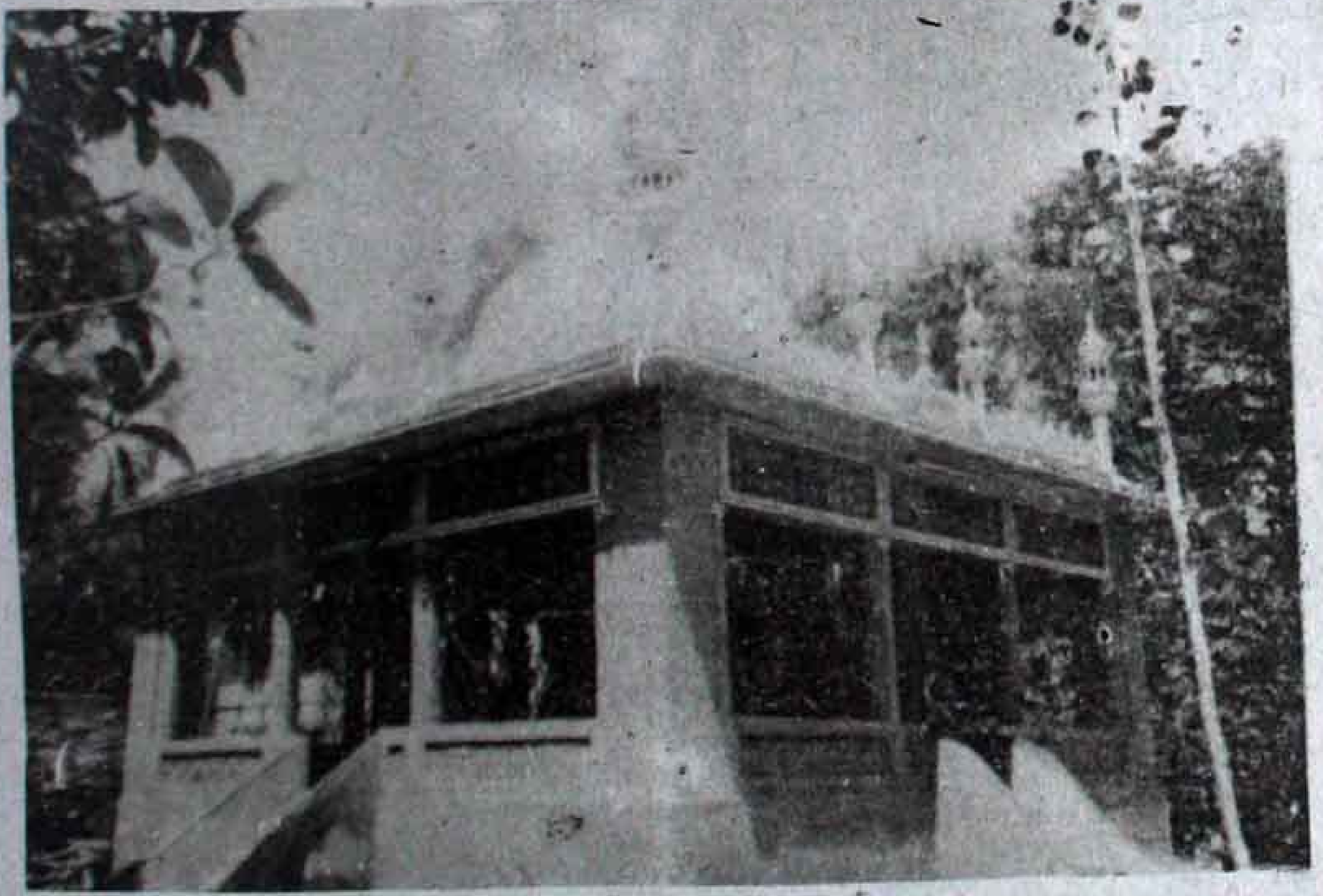

امیر ہفت کشور سلطان الفقراء قطب المشائخ حضرت مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ چشتیہ بڑیلہ شریف ضلع گجرات قدس سرہ کے مایہ ناز خلیفہ مجاز زینت الفقراء حضرت خواجہ نمبردار شاہنواز خان رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ کے مشائخ کبار ہیں۔ آپ نے اپنے مشائخ عظام کی زرّیں روایات کو جس تابناکی و براقی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور دینی خدمات کے فریضہ کو جس حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا ہے اس کی مثال بھی اولیاء اللہ کی تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ ایک کثیر تعداد میں طالبان حق نے آپ سے فیوض و برکات روحانی حاصل کر کے عرفان الٰہی میں اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے اور آپ کی حیات مبارکہ ایک عظیم سلسلہ کشف و کرامات جاری رہا۔

جناب نمبردار صاحبؒ قصبہ نگا ضلع جموں ریاست جموں و کشمیر کے ایک صاحب جاہ و حشمت پٹھان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کی طبع مبارک اوائل عمر میں ہی عشق الٰہی کی طرف راغب ہو گئی تھی۔ حصول تعلیم کے دوران ہی آپ سلطان المشائخ حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ المعروف بحضور سرکار لاثانی علی پوریؒ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہوئے اور آپ عرصہ بائیس سال آپ سے فیوض و برکات روحانی حاصل کئے اور عرفان الٰہی میں ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔
اس کے بعد حضور سرکار لاثانیؒ نے ارشاد فرمایا نمبردار صاحب آپ کا یہاں جو حصہ تھا وہ آپ کو ہم سے مل گیا ہے۔ ہم آپ کے مرشد نہیں ہیں آپ کے مرشد پاک جو ہیں وہ سلطان الفقراء کے مرتبہ و مقام سے سرفراز ہیں جو فقر کا سب سے انتہائی

marfatcom

عظیم مرتبہ و مقام ہے اور آپ کو ان کی تلاش میں دربدر ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے وہ آپ کے گھر میں نزول اجلال فرمائیں گے اور آپ کو اپنی نسبت ارادت سے نوازیں گے۔ آپ اب اپنے گھر ہی جا کے بیٹھ جائیے آپ کو یہاں ہمارے پاس آنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

سرکار لاثانیؒ کے حکم کے مطابق جناب نمبردار صاحب 17 سال تک اپنے گھر میں ہی دن رات یاد الٰہی میں مصروف و مشغول رہے۔ 17 سال بعد حضور قبلہ سرکار بڑیلہ شریف نے آپ کے دولت کدہ مبارک کو اپنے مبارک قدموں سے نوازا اور ارشاد فرمایا نمبردار صاحب ہم آپ کے پاس آگئے ہیں جن کا آپ 17 سال سے انتظار کر رہے ہیں اور آپ کو اپنی نسبت ارادت سے سرفراز فرمایا۔

حضورؒ قبلہ عالمؒ کی نسبت ارادت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ حضور قبلہ عالمؒ کے ساتھ آپ کے مرشد پاک سلطان الاکابر حضرت خواجہ پیر غلام سرور لاہوری المعروف بحضور پاک سرکار عالیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایک عرصہ تک حضور پاک سرکار عالی کی نورانی تربیت گاہ میں اعلیٰ ترین روحانی پرورش و تربیت سے سرفراز ہوتے رہے۔ حضور پاک سرکار عالی نے اپنے وصال سے چند ماہ قبل آپؒ کو حضور قبلہ عالم کی خدمت میں بھیجا اور پھر اس کے بعد حضور قبلہ عالم کے فیضان نظر سے آپ کے قلزم قلب کی بے پناہ وسعتیں سیرابی سے ہمکنار ہوئیں اور آپ فقر کے انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے اور مسند ہدایت و ارشاد کی زینت بنے۔ آپ نے 35 سال کھانا نہیں کھایا صرف دو تین بار دن میں دودھ پتی نوش فرماتے تھے۔ اس طویل فاقہ کے باعث آپ بظاہر بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی رہ گئے مگر جوں جوں آپ کی جسمانی صحت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی حسن باطنی کے پرتو سے آپ کی جمال ظاہری کی دلکشی میں اسی قدر اضافہ ہوتا چلا گیا جہاں تک کہ آپ کے چہرہ انور پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی اور دیکھنے والا اکثر پہلی نظر میں ہی آپ کا گرویدہ اور والہ و شیدا ہو کر رہ جاتا تھا اس لئے ایک کثیر تعداد میں تمام تر بد افعال کے مجسمہ لوگوں کی آپ جمال ظاہری نے ہی دل کی کایا پلٹ کے رکھ دی اور انہیں تقویٰ و ورع کی زندگی سے سرفراز کر دیا۔

آپ نے ایک کثیر تعداد میں طالبان حق کو عرفان الٰہی کے اعلیٰ مقامات پر فائز فرمایا۔ ہزاروں طالبان ظاہری و باطنی نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق آپ کے فیوض و برکات ظاہری و باطنی کے بحر بیکراں سے اپنے گوہائے مقصود سے جھولیاں بھریں۔ آخر آپ 1400ھ بمطابق 1980ء میں آپ اپنے محبوب حقیقی واصل ہوئے۔ آپ کا مضمع پر انوار دربار فیض بار کوٹلہ افغاناں شریف تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال میں مرجع خلائق ہے۔ نارووال سے ایک سڑک شکر گڑھ کی طرف جاتی ہے۔ کنجروڑ کے قریب مشہور قصبہ کوٹلہ افغاناں ہے۔ جہاں حضرت خواجہ نمبردار شاہنوازؒ کا آستانہ مبارک ہے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مہمانوں کے لئے لنگر کا اہتمام بھی ہے۔ گیارھویں شریف کا ختم عرس مبارک عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

--

marfat.com

شکر گڑھ روڈ پر مینگڑی کے قریب نالہ بھائیں کے کنارے بابا سر کی شاہؒ کا مزار

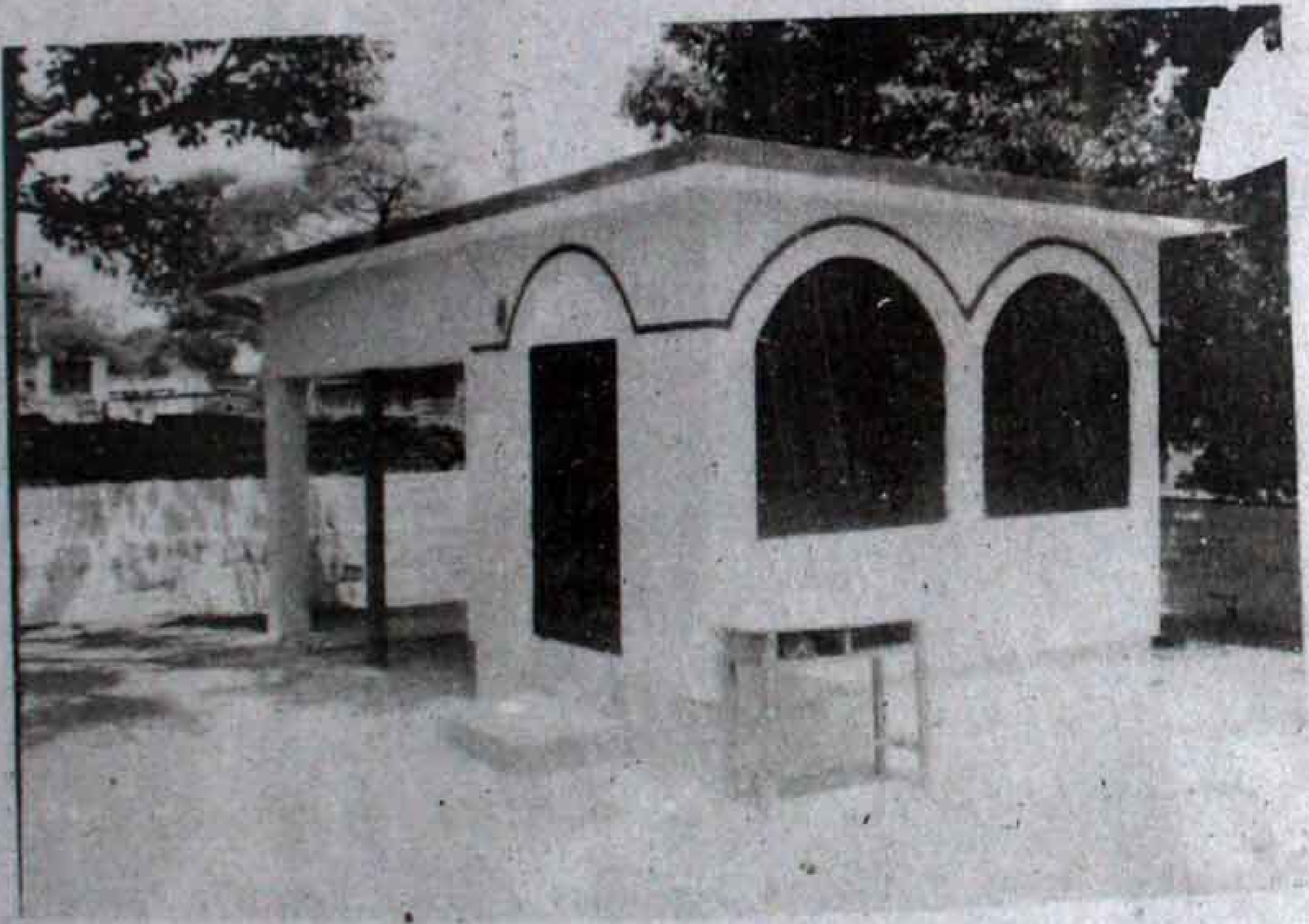

شکر گڑھ روڈ پر مینگڑی کے قریب نالہ بھائیں کے کنارے بابا سر کی شاہؒ کا مزار ہے۔ مینگڑی کے قریب ایک سڑک جو کئی سو سال قدیمی ہے، ماضی میں اس علاقہ میں اس سڑک کو بہت اہمیت حاصل رہی۔ تجارتی قافلے اور کئی حملہ آور اس سڑک سے گزر کر وسطی ہند میں داخل ہوتے تھے۔ نالہ بھائیں کے پار پرانی سڑک کے آثار دیکھے جاسکتے ہیں۔ شکر گڑھ کے لئے نئی سڑک تعمیر ہونے اور پل کی وجہ سے اور برصغیر کی تقسیم کی وجہ سے اس سڑک کی اہمیت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔
مینگڑی میں بابا سر کی شاہؒ کا مزار نالہ بھائیں کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ مزار پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ چھت وغیرہ بھی ہے۔ مزار کے قریب بوہڑ کا ایک قدیمی درخت بھی ہے۔ نالہ بھائیں پر پل نہ ہونے کی وجہ سے پیدل سفر کرنے والے مزار کے قریب سے گزرتے ہیں۔ مینگڑی بہت قدیمی قصبہ ہے۔ آبی گزرگاہ کے کنارے ہونے کی وجہ سے ماضی میں یہ بہت بڑا شہر تھا۔ یہاں قریب پرانی تباہ شدہ بستی کے آثار ملتے ہیں۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ صفحہ نمبر 328 نمبر شمار 471 مینگڑ یا مینگڑی میں حضرت ساوا نامؒ کے مزار کی نشاندہی کی گئی ہے۔ قیاس یہی کیا جاتا ہے کہ یہ مزار بہت قدیمی ہے۔

marfatcom

یادگار شکر گڑھ : معرکہ شکر گڑھ مدافع شکر گڑھ ، دفاع شکر گڑھ کے شہداء

یادگار شکر گڑھ: ان شہداء کی مقدس یاد میں ہے جنھوں نے اس شہر کا کامیاب دفاع کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کیں

معرکہ شکر گڑھ : 6 دسمبر 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں 19 ایف ایف (معہ اضافی دستے) کو شکر گڑھ کا دفاع کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ دشمن نے اس مشہور اور فوجی نقطہ سے اہم شہر پر قبضہ کرنے کیلئے بار بار حملے کیے لیکن ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ دشمن یہاں 53 لاشیں 76 قیدی اور لاتعداد جنگی ساز و سامان چھوڑ گیا۔

مدافع شکر گڑھ : شکر گڑھ ۔ فرنٹیئر فورس رجمنٹ ، بی کمپنی چناب رینجر ، پلاٹون 21 بلوچ رجمنٹ ، پلاٹون 226 سپورٹ کمپنی فرنٹیئر فورس ، سی کمپنی 11 پنجاب رجمنٹ ، ٹروپ ٹینک 33 کیولری ، توپخانہ 78 فیلڈ رجمنٹ 83 میڈیم بیٹری (73 میڈیم رجمنٹ)

دفاع شکر گڑھ شہداء

1 میجر ملک محمد افضل ۔ 2 حوالدار محمد انور ۔ 3 حوالدار میجر محمد عالم 4 حوالدار رب نواز۔ 5 لانس حوالدار محمد نجابت ۔ 6 نائیک محمد عارف ۔ 7 لانس نائیک زمرہ خاں ۔ 8 سپاہی گل شاہ دین ۔ 9 سپاہی محمد طفیل ۔ 10 سپاہی محمد سرور ۔ 11 سپاہی محمد حسین ۔ 12 سپاہی جناب گل ۔ 13 سپاہی عین الدین ۔ 14 سپاہی محمد حنیف ۔ 15 سپاہی عبدالقادر ۔ 16 سپاہی عبدالسلام ۔ 17 سپاہی عبدالرحیم ۔ 18 سپاہی صدیق الرحمن ۔ 19 سپاہی عبدالجبار ۔ یادگار شہداء فرسٹ ایس پی فیلڈ رجمنٹ ارٹلری معرکہ چونڈہ 1965ء ۔ لیفٹیننٹ کرنل عبدالرحمان ستارہ جرات گجرات ، حوالدار سلام کبیر باریسال مشرقی پاکستان ، نائیک غلام محمد جہلم ۔ ڈرائیور سید محمد جہلم ۔

صلہ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ

یادگار شہداء

9 فرنٹیئر فورس رجمنٹ

معرکہ گدگور 11 ستمبر 1965ء

نائیک کامل شاہ ۔ نائیک چنوں خان ۔ لانس نائیک افضل خان ۔ لانس نائیک محمد یونس ۔ لانس نائیک رؤف گل ۔ سپاہی محمد یونس تمغہ جرات ۔ سپاہی ظہیر دین ۔ سپاہی غلام حیدر ۔ سپاہی عصمت علی شاہ ۔ سپاہی خاں بادشاہ ۔ سپاہی محمد علی ۔ سپاہی نور محمد ۔ سپاہی حامد عزیز۔

marfatcom

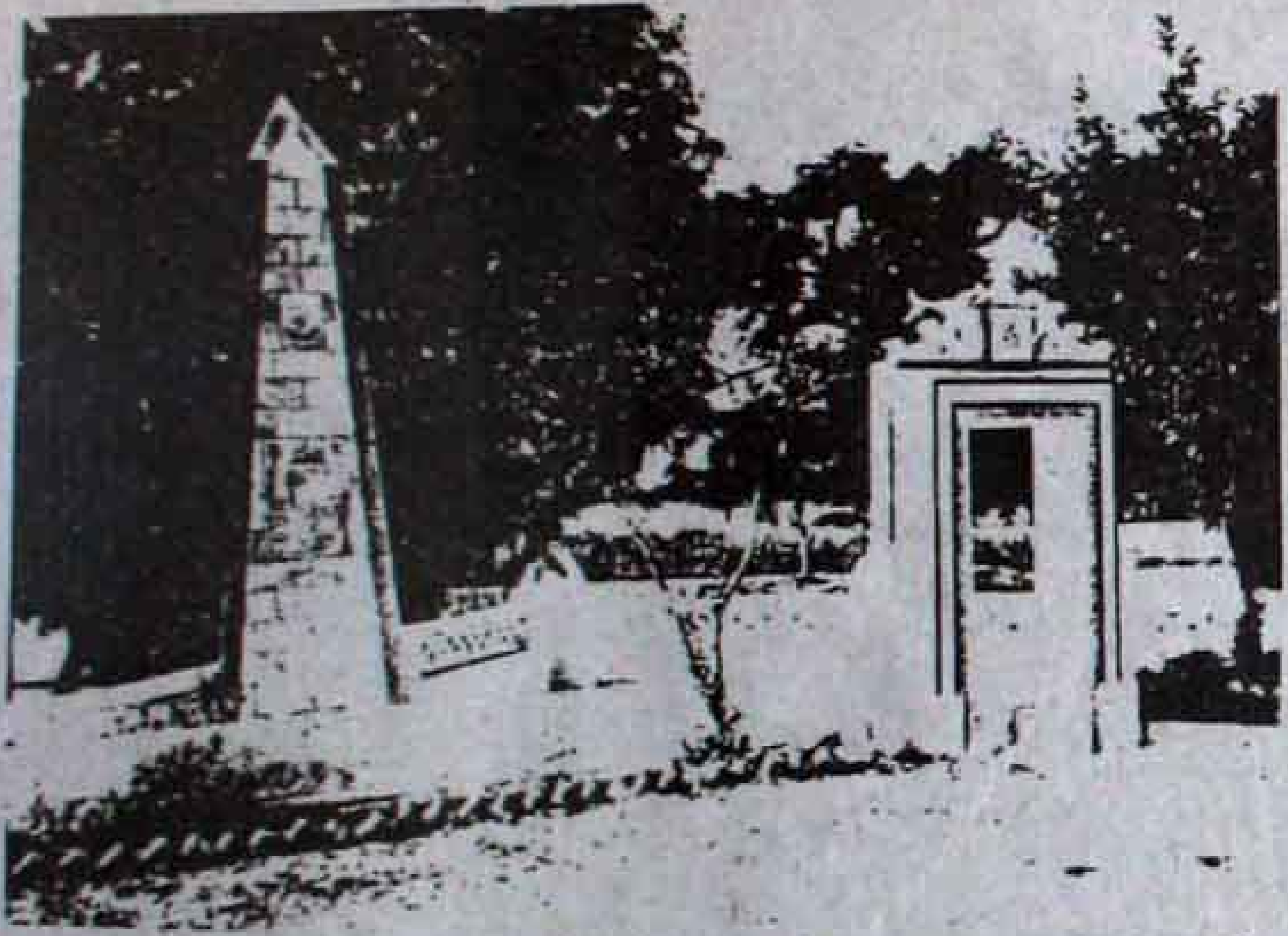

معرکہ گنڈور کے شہداء کی یادگار۔

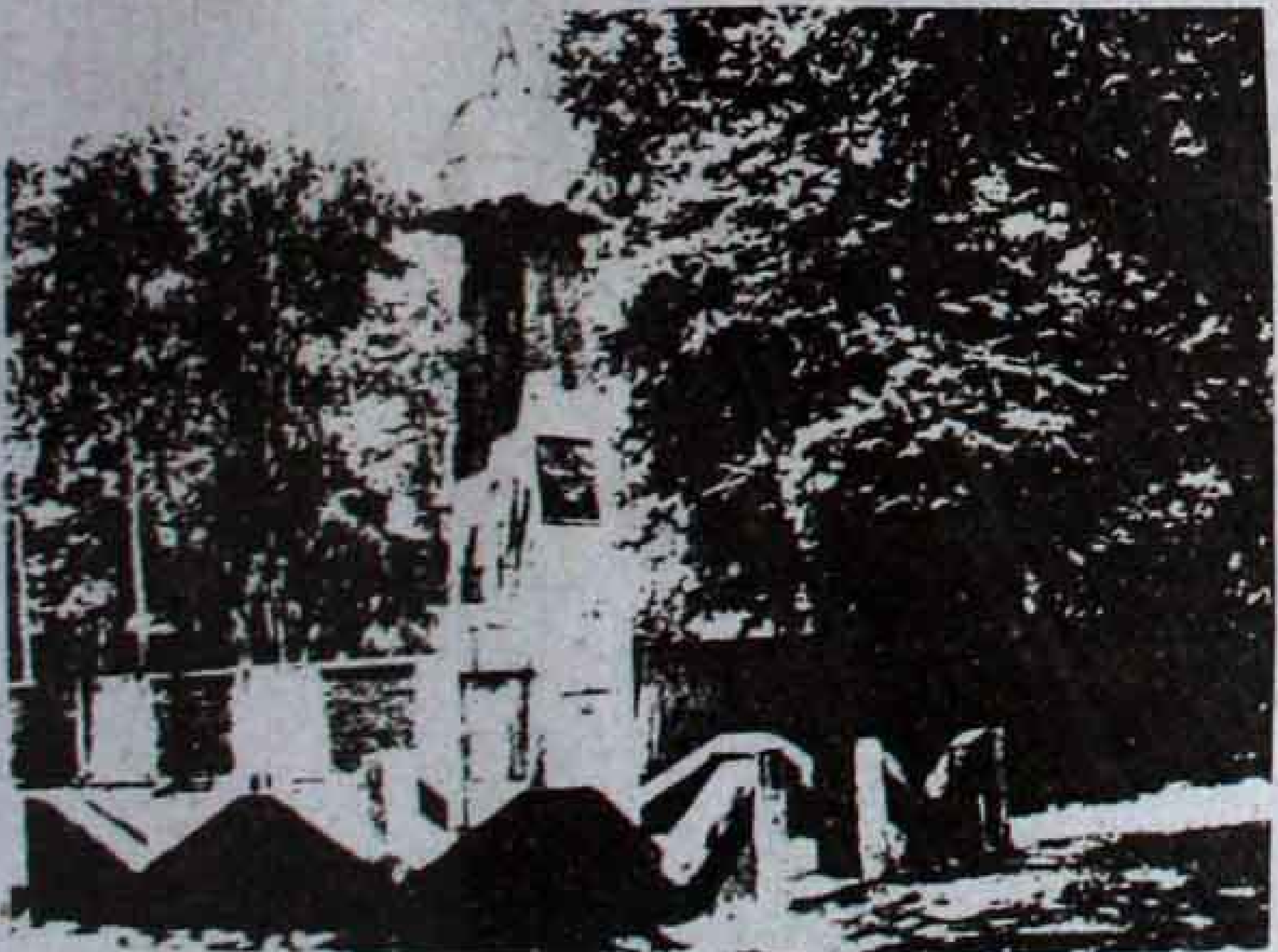

مدافع شکر گڑھ کی یادگار

یادگار شکر گڑھ : ان شہداء کی مقدس یاد میں جنہوں نے اس شہر کا کامیاب دفاع کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کیں۔ معرکہ شکر گڑھ : 6 ستمبر 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں 19 ایف ایف (بمعہ اضافی دستے) کو شکر گڑھ کا دفاع کرنے کا کام سونپا گیا تھا دشمن نے اس مشہور اور فوجی نقطہ سے اہم شہر پر قبضہ کرنے کے لئے بار بار حملے کئے لیکن ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا

دشمن ہمارے ہاں 53 لاشیں ۔ 76 قیدی اور لاتعداد جنگی سازو سامان چھوڑ کر بھاگ گیا۔
یادگار شہداء ، فرسٹ ایس پی فیلڈ رجمنٹ آرٹلری۔

marfatcom

شکر گڑھ کے قریب مینگڑی میں قدیمی مسجد

مینگڑی ایک تاریخی قدیمی قصبہ ہے جو جرنیلی روڈ کے کنارے پر واقع ہے۔ مینگڑی میں ایک تاریخی قدیمی مسجد ہے جو بڑی خوبصورت اور شاندار انداز میں تعمیر کی گئی ہے گنبد اور میناروں پر نقش ونگاری کا کام کیا گیا ہے۔ یہ مسجد بادشاہی مسجد لاہور کی طرز پر تعمیر کی گئی ہے۔ تین گنبد جن میں دو چھوٹے اور ایک بڑا ہے۔ بلند وبالا مینار دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ مسجد کی صفائی قابل تعریف ہے۔ 1971ء کی جنگ میں اس مسجد کو گولہ باری سے نقصان پہنچا۔ لیکن مسجد کو ازسرنو تعمیر کرکے اس کی خوبصورتی بحال کردی گئی ہے۔ مسجد چھوٹی چھوٹی مغلیہ دور کی اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہے۔ مسجد کے قریب ہی ایک دینی درسگاہ ہے. جہاں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ نالہ بھائیں مسجد کے مشرق کی جانب بہتا ہے۔ ہندوستان کو جانے والی قدیمی سڑک مسجد کے قریب سے گزرتی ہے۔ مینگڑی کے بازار مکانات جو قدیمی دور کے ہیں، یہاں درسگاہیں معیاری ہیں۔ اس علاقہ میں مینگڑی تجارتی مرکز ہے اور کئی قصبوں کو یہاں سے چھوٹی سڑکیں نکلتی ہیں۔

marfatcom

شکر گڑھ روڈ پر بھگوان پور (نور کوٹ) میں بابا مہر شاہ ولیؒ کا مزار

شکر گڑھ روڈ پر ایک قدیمی بستی بھگوان پور موجود نام نور کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اس بستی میں ٹبہ پر ایک قدیمی مزار ہے جو چھوٹی چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار پر گنبد بھی ہے۔ مزار کے قریب ایک پرانا کنواں بھی ہے۔

جس میں چھوٹی اینٹیں استعمال ہوئی ہیں۔ اس مزار کے سرہانے کی جانب لوہے کی دو بڑی بڑی دیگیں پڑی ہوئی ہیں۔ لوہے کی دیگوں کی اونچائی 6 فٹ ہے۔ محیط تقریباً 12 فٹ ہے 10 من کے قریب وزن ہے جو لوہے کی موٹی چادر سے تیار کی گئی ہیں۔ عرصہ گزرنے کے بعد ابھی تک اچھی حالت میں ہیں۔ شکستہ تحریر یوں ہے " ترتیب لالہ پالامل، دیگ کرم از برای غیر داس کر نجوہی تو نام کاری کرن رحمت اللہ فضل غریب انسان بن کر سپرد ہوئی 1266ھ چوہدری امیرا ساکن تہی کرپان" حضرت مہر شاہ ولیؒ کا عرس ہاڑ کی پہلی جمعرات کو ہوتا ہے۔ مزار کے قریب ایک قدیمی بوہڑ بھی ہے۔ ان دیگوں کے بارے میں ایک روایت مشہور ہے کہ عرس کے موقع پر جو بھی نذر نیاز آتی وہ اس دیگ میں ڈال دی جاتی تھی۔ اس نذر نیاز میں زیادہ تر دودھ گڑ شکر چاول دیگر اجناس اور گھی ڈال دیا جاتا جب پک کر تیار ہوتی تو زائرین میں یہ بطور تبرک تقسیم ہوتا۔ مقامی آبادی کے بزرگ شخص نے بتایا کہ دوسری دیگ میں نمکین اشیاء پر مشتمل کھانے کی اشیاء تیار ہوتی اس دیگ میں ہر قسم کی دالیں ڈال دی جاتیں تیار ہونے پر یہ لنگر روٹیوں کے ساتھ تقسیم کیا جاتا۔

marfatcom

شکر گڑھ کھری کے نزدیک قطب شاہ ولیؒ کا مزار

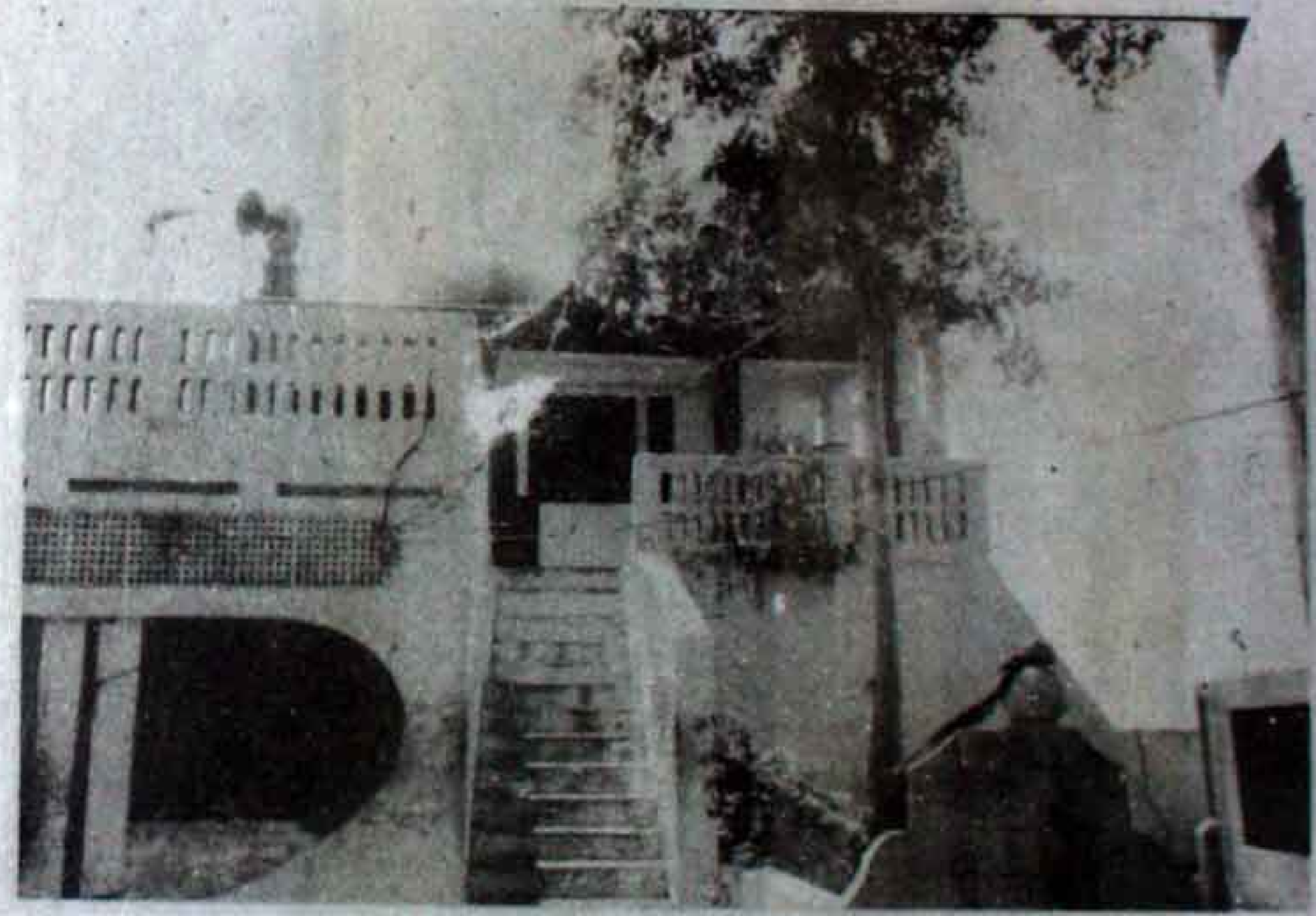

کھری شکر گڑھ سے ایک سڑک مزار قطب شاہ ولیؒ کی طرف جاتی ہے۔ یہ مزار ایک قلعہ نما ٹبہ پر ہے۔ جو اچھی خاصی بلندی پر واقع ہے۔ مزار تک جانے کے لئے درجن سے زائد سیڑھیاں ہیں۔ قطب شاہ ولیؒ کا مزار شاندار اور خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ یہاں زائرین کی اچھی خاصی تعداد موجود رہتی ہے۔ قیاس یہی کیا جاتا ہے کہ جس جگہ آپ کا مزار ہے کسی زمانہ میں یہ قلعہ ہوا کرتا تھا۔ اس قلعہ پر کھڑے ہو کر دور تک انسان کی نقل و حرکت دیکھی جا سکتی ہے۔ مزار کے زیریں حصہ میں تفریح کے لئے چھوٹے چھوٹے پارک بنائے گئے ہیں۔ مقامی آبادی کے مطابق حضرت قطب شاہ ولیؒ بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ آپ کی نگاہ کرم سے کئی دل روشن ہوئے ہیں۔ اس علاقہ میں آپ نے حق اور باطل کی تبلیغ کی مقامی روایات کے مطابق آپ کے دوسر بھائی کا مزار شکر گڑھ روڈ پر قصبہ بھگوان پورہ میں ہے جس کا موجودہ نام نور کوٹ ہے۔

marfatcom

شکر گڑھ کے قریب ٹرپئی میں نو گز لمبا مزار

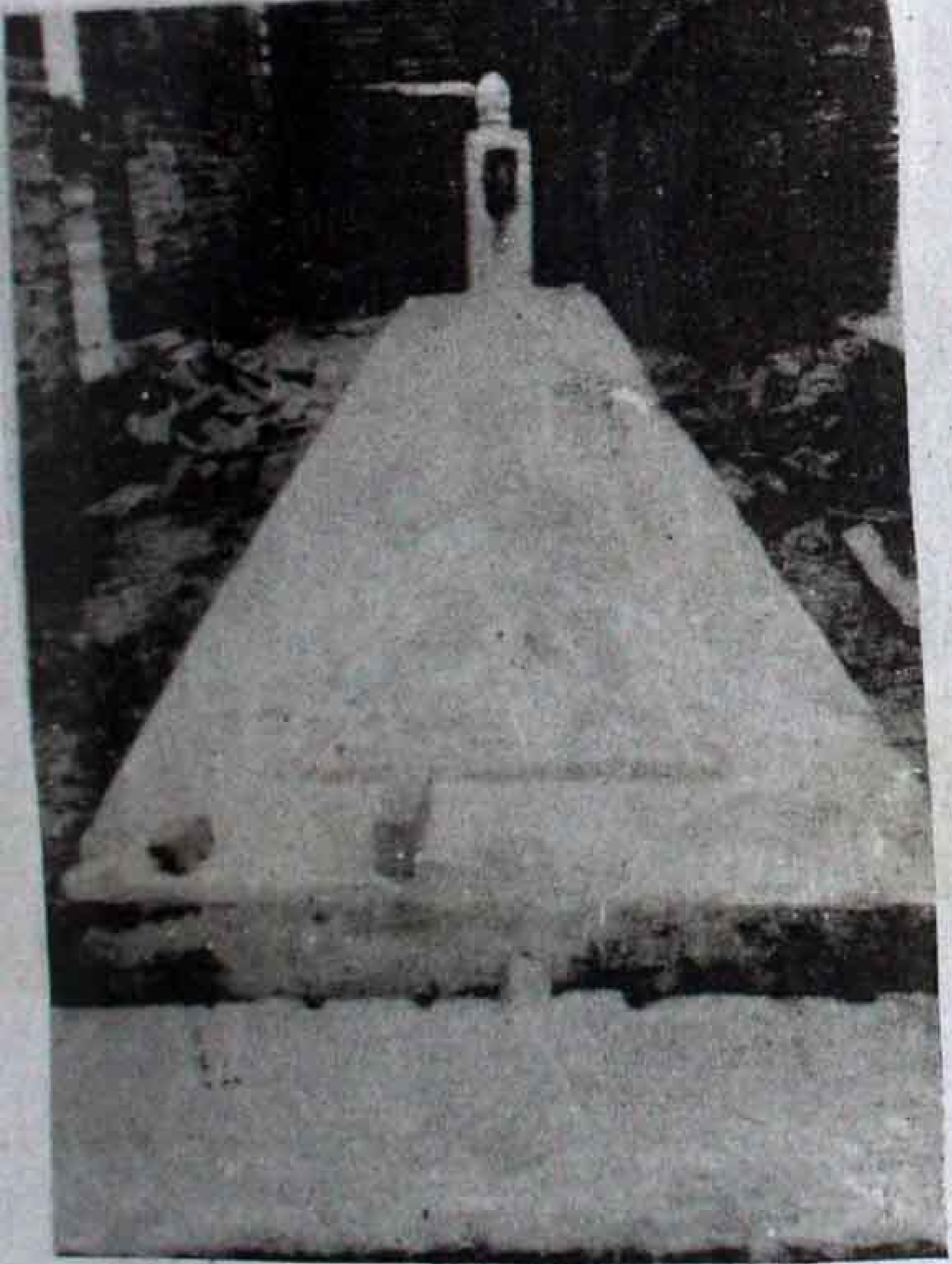

شکر گڑھ کی سرزمین پر کئی واقعات رونما ہوئے۔ یہاں 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں خونریز معرکے ہوئے۔ ان معرکوں کی یادگاریں تعمیر کی گئی ہیں۔ شکر گڑھ سے ایک سڑک کنگرہ موڑ کی طرف جاتی ہے۔ تقریباً 16/17 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مشہور قصبہ ٹرپئی ہے۔ پکّی سڑک سے تقریباً 2 کلومیٹر کے فاصلے پر ٹرپئی کے جانب مغرب نو گز لمبا مزار ہے۔ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ چار دیواری بھی ہے۔ پسرور سے نکلنے والی ایک لنک روڈ بھائی جان کی طرف جاتی ہے۔ تقریباً سات آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بلند و بالا ٹبے پر نو گز لمبا مزار ہے جو پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ قریب ہی پیپل اور بوہڑ کے بڑے بڑے قد آور درخت بھی ہیں۔ مزار پر ہر سال میلہ بھی لگتا ہے۔ شکر گڑھ کے قریب بہنے والے نالے کے نزدیک قصبہ دین پور میں بھی نو گز لمبا مزار ہے۔ اس قدیمی آبی گزرگاہ کے کنارے کئی پرانے مزار ہیں۔ شکر گڑھ کے قریب میانہ میں بھی نو گز لمبا مزار ہے۔ یہ قدیمی مزار اس سرزمین کے قدیمی ہونے کے دائی ہیں۔ قدرتی آبی گزرگاہوں کی وجہ سے اس علاقہ میں قدیمی آبادیوں کے آثار ملتے ہیں۔

marfat.com

نارووال کے قریب چندووال کے ٹبہ پر قدیمی مزار

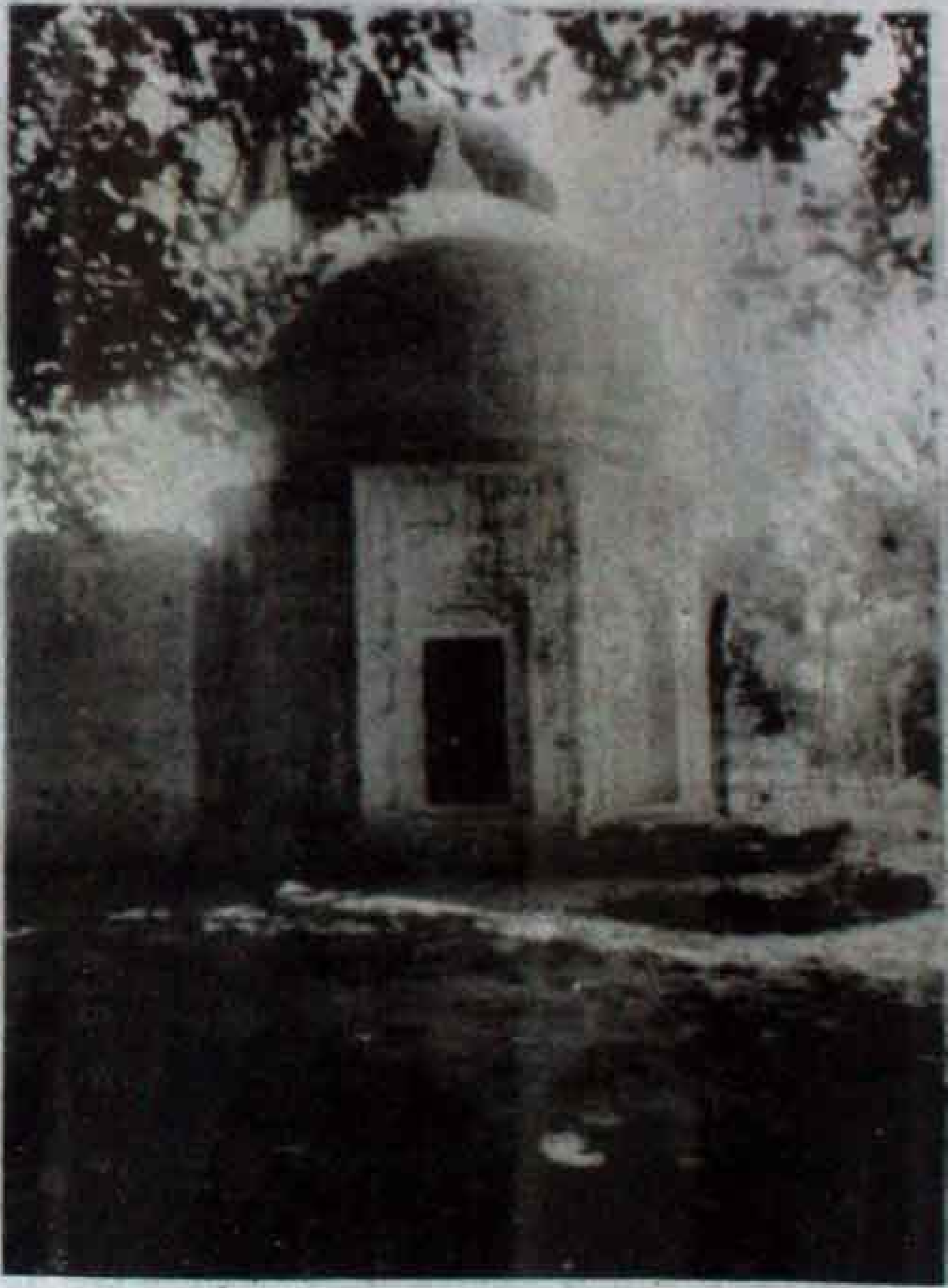

نارووال سے ایک سڑک شکر گڑھ کی طرف جاتی ہے ۔ اس سڑک پر نارووال سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور قصبہ چندو وال ہے ۔ چندووال کے قریب ایک بہت بڑا ٹبہ ہے ۔ جو کافی رقبہ پہ پھیلا ہوا ہے ۔ سڑک سے اچھا خاص اونچا ہے ۔ قدیمی بوہڑ ، پیپل کے درخت بھی ہیں ۔ ٹبہ کے عین بلندی پر وسط میں ایک بزرگ کا مزار ہے ۔ مزار کے مجاور نے بتایا کہ یہاں قدیمی بزرگوں کے مزارات کی تعداد 5 ہے ۔ مقامی روایات کے مطابق یہ پانچوں آپس میں حقیقی بھائی تھے ۔ ان میں ایک بزرگ کا نام بابا نارو تھا ۔ جس نے نارووال کا شہر آباد کیا ۔ بعض روایات کے مطابق شہر کی بنیاد 70 ویں صدی میں بابا نارو نے رکھی ۔ بابا نارو باجوہ سا سی کے نام سے مشہور تھے ۔ ٹبہ پر کھدائی کے دوران مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے ، سکے اور موتی بھی ملے ہیں ۔ ٹبہ پر یہ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ گنبد بھی ہے ۔ بوہڑ کے قدیمی درختوں کی شاخیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں ۔ اس علاقہ میں بوہڑ کے پرانے درخت اپنے اندر بہت زیادہ تاریخی داستانیں سمیٹے ہوئے ہیں ۔ جن کے نیچے بیٹھ کر پہلے وقتوں کے لوگ فارغ وقت میں آرام کیا کرتے تھے ۔

marfat.com

علی پور سیداں کے قریب ننڈوکے میں پنج پیر سرکارؒ کا مزار

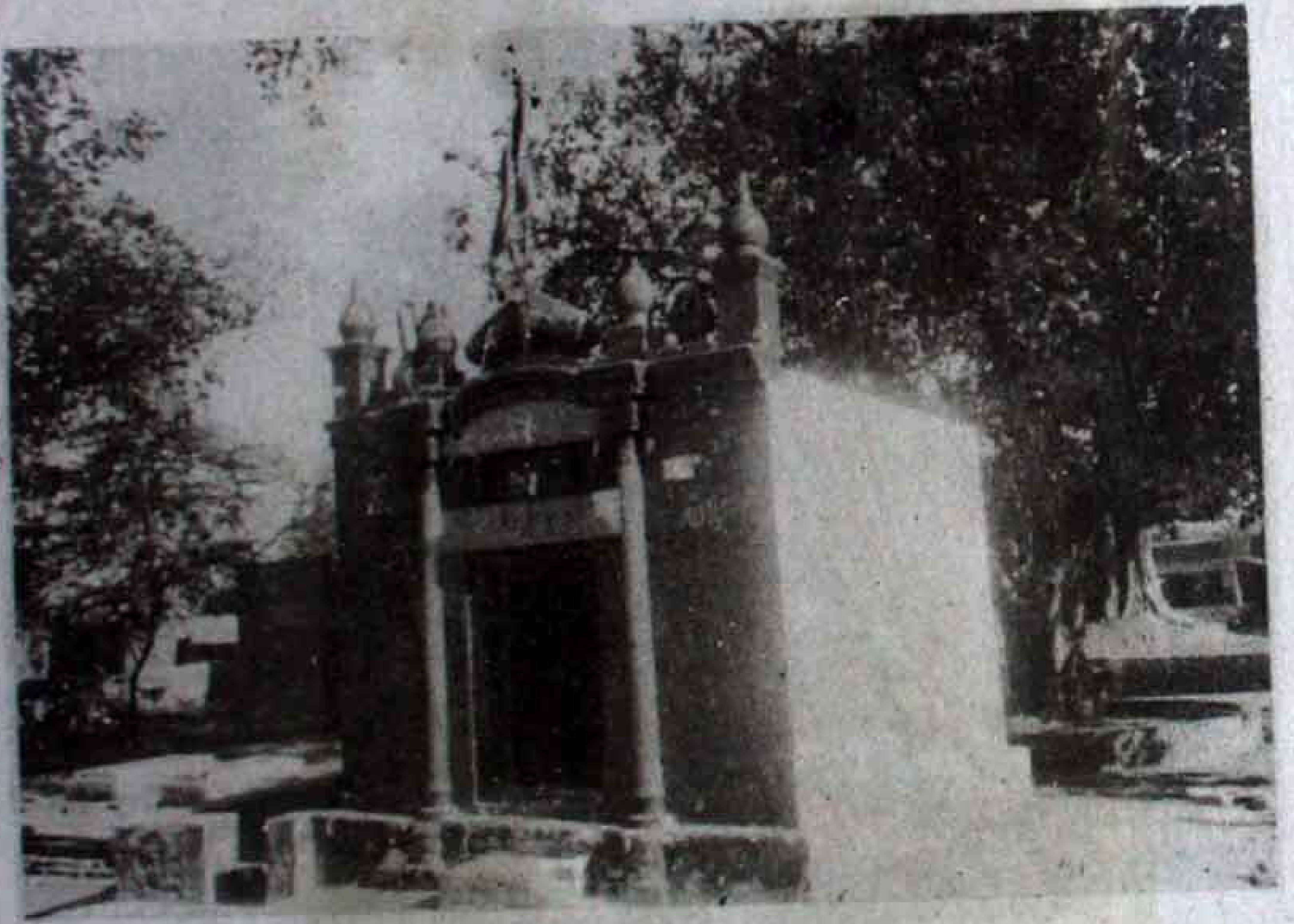

پسرور سے ایک سڑک نارووال کی طرف جاتی ہے۔ نارووال سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ایک سڑک مشہور روحانی قصبہ علی پور سیداں کی طرف جاتی ہے۔ یہی سڑک نارووال لاہور روڈ سے جاملتی ہے۔ علی پور سیداں کے قریب مشہور قصبہ ننڈوکے ہے۔ ننڈوکے کے جانب شمال پیپل کے درخت کے نیچے ایک قدیمی مزار ہے جو پنج پیر کے نام سے مشہور ہے۔ مزار پختہ تعمیر ہے اور گنبد بھی ہے۔ مقامی آبادی عقیدت واحترام سے حاضری دیتی ہے۔ آستانہ عالیہ چڑیاولہ شریف کے حضرت سائیں رحمت علی سرکارؒ مرید خاص چوہدری محمد انور جو محکمہ پولیس میں انسپکٹر ہیں، تھانہ ننڈوکے میں تعینات تھے۔ انہوں نے بتایا کہ صاحب مزار بہت بڑے بزرگ اور اللہ کے نیک بندے ہیں اور ان کی کئی کرامتیں علاقہ میں مشہور ہیں۔ ننڈوکے میں ایک پرانے زمانے کا ریسٹ ہاؤس بھی ہے۔ ننڈوکے سے تھوڑے سے فاصلہ پر نوگز لمبا مزار بھی ہے۔

marfatcom

قدوہ اہل کمال فخر الاصفیا حضرت خواجہ محمد اقبال آستانہ عالیہ جندران شریف ضلع نارووال

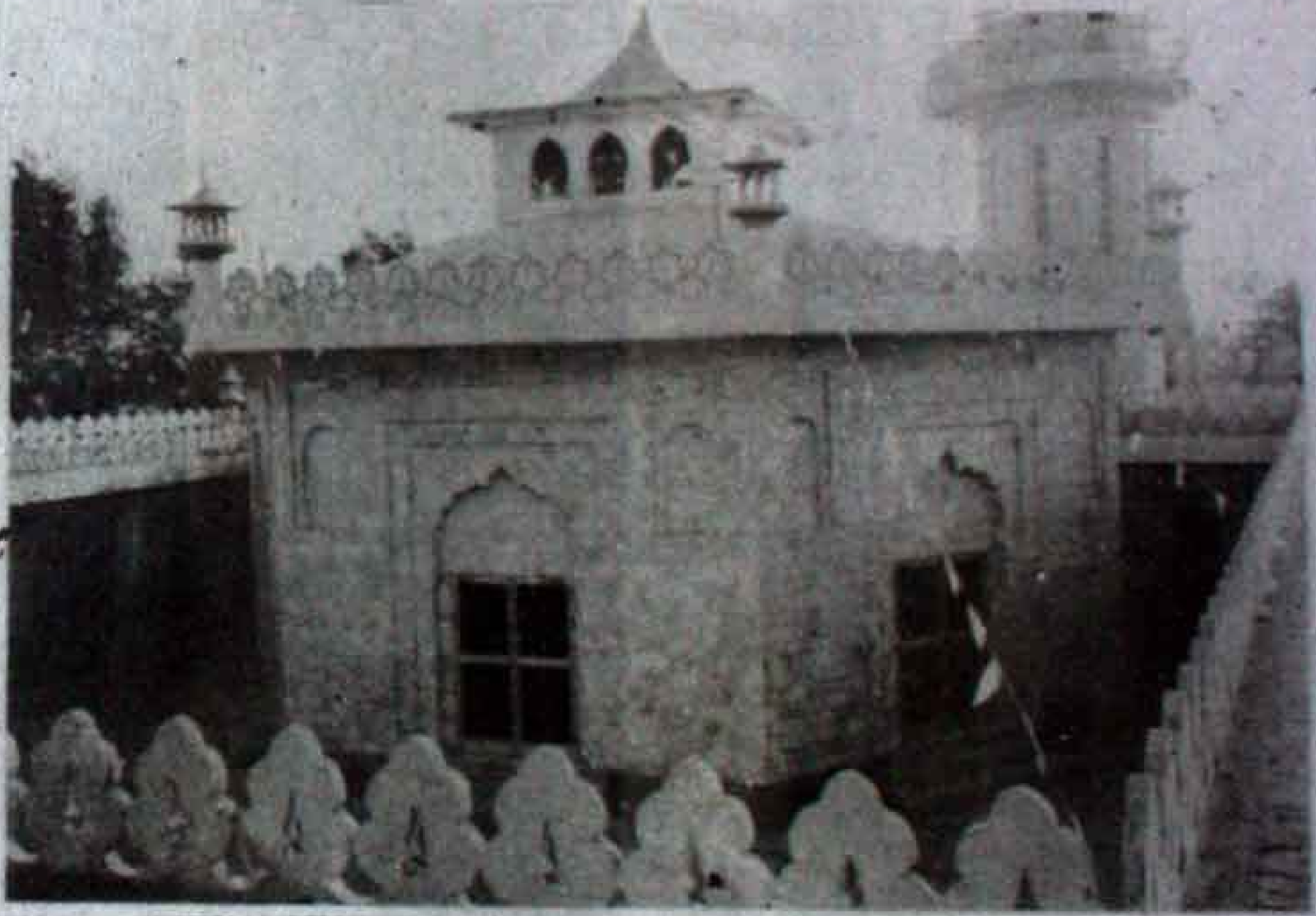

نارووال سے ایک سڑک ظفروال کی طرف جاتی ہے۔ یہ سڑک بہت کشادہ اور شاندار انداز میں تعمیر کی گئی ہے۔ شیرشاہ سُوری کی تعمیر کردہ اس سڑک پر نارووال سے تقریباً بیس اکیس کلومیٹر کے فاصلے پر ٹھمتھل کا ایک قدیمی قصبہ ہے۔ ٹھمتھل کے قریب دور سے مسجد کا عالیشان بلند وبالا مینار جہاں پانچ وقت اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، یہ مینار آستانہ عالیہ جندران شریف کی مسجد کا ہے۔ اس قدیمی سڑک سے تقریباً نصف کلومیٹر کے فاصلے پر آستانہ عالیہ جندران شریف ہے۔ آستانہ کے نگران امیر ہفت کشور، سلطان الفقراء، قطب المشائخ حضرت مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ سرکار برٹیلہ شریف (ضلع گجرات) رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کرام سے آں حضور کے عظیم المرتبت خلیفہ مجاز قدوہ اہل کمال فخر اصفیا حضرت خواجہ صوفی محمد اقبال سجادہ نشین جندران شریف ضلع نارووال ہیں۔ جنھوں نے آپ کے پروگرام کو آگے بڑھایا اور آپ کے حلقہ فیضان کی توسیع وترقی کا باعث بنے اور آپ کی زریں روایات کو چار چاند لگائے۔

فخر الاصفیا حضرت صوفی محمد اقبال مدظلہ العالی 1338ھ میں جندران شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم جناب میاں نور احمد صاحب قریشی مرحوم ضلع جندران شریف میں امام مسجد تھے۔ آپ نے محکمہ ڈاک میں بحیثیت پوسٹ مین ملازمت اختیار کرلی۔ ابھی آپ کو محکمہ ڈاک میں ملازمت اختیار کئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کا تبادلہ نگا ضلع جموں کے علاقہ میں ہوگیا تو وہاں ٹیلر ماسٹر کی دکان پر ایک مرتبہ سرکار برٹیلہ شریف کے مرید مخلص عاشق حق بجناب چوہدری کالے خان صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ چوہدری صاحب نے اپنی خداداد فراست صادقہ کے نور مبین سے

marfat.com

دیکھ لیا کہ یہ نوجوان عرفان الٰہی کے اعلیٰ مقام سے سرفراز ہو کر ایک جہان کی رہنمائی و فیض رسانی کا باعث ہوگا۔ اس لئے آپ سے فرمایا "اولڑکے تو میرے پیر صاحب کو دیکھ لے" تو آپ چوہدری صاحب کے اس فرمان عالی پر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد چوہدری صاحب اکثر آپ کے پاس تشریف فرما ہوتے تھے اور ہر بار یہ ارشاد فرماتے تھے آخر ایک روز جب سرکار بڑیلہ شریف چوہدری صاحب کے گھر تشریف فرما ہوئے تو صوفی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

جب جناب صوفی صاحب اپنے مرشد کامل کے سامنے ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا "اولڑکے تو ہمیں کہے نہ کہے ہم نے تیرے گھر جانا ہے" آپ کی زبان مبارک سے چند مرتبہ یہ ارشاد کریمانہ سن کر صوفی صاحب نے مودبانہ عرض کی حضور میرے گھر تشریف لے چلئے تو آپ نے اسی وقت تیاری فرمائی اور رات جندران شریف صوفی صاحب کے گھر تشریف لے آئے اور صوفی صاحب کو اپنے حلقہ ارادت میں قبول فرمایا اور پھر اپنے ساتھ آستانہ عالیہ بڑیلہ شریف میں لے آئے اور چند سال تک آستانہ عالیہ کی خدمات انجام دیں۔ آپ کی ذات کریم سے سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ کا انعام الٰہی حاصل کر کے خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے اور مسند ارشاد کی زینت بنے۔

حضور پرنور نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ بہت دفعہ صوفی صاحب کے آستانہ میں قیام فرمایا اور اس آستانہ کو توسیع و ترقی سے نوازا۔ اس وقت اس آستانہ سے وابستگان ہزاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ پورے پاکستان کے اندر پھیلے ہوئے تھے۔ آستانہ کی وسیع وعریض عمارت میں 24 گھنٹے لنگر جاری رہتا ہے اور زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے اور ہر سائل اپنی استعداد کے مطابق اپنے گوہر مقصود سے اپنا دامن بھر کر جاتا ہے اس آستانہ میں آستانہ عالیہ بڑیلہ شریف کی ایک نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔

آستانہ میں ایک عالی شان جامع مسجد تعمیر ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ ایک سکول کی عمارت ہے اور ایک خاصی تعداد میں طلبہ یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن میں اکثر غریب گھرانوں کے بچے ہیں جو مسجد میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ان کے لئے میٹر کا یہاں سکول میں تعلیم حاصل کرنے کا بندوبست ہے اور اس کے اخراجات آستانہ عالیہ کے ذمے ہیں۔ آستانہ عالیہ میں ہر ماہ کی 26 تاریخ کو گیارھویں شریف کا ختم ہوتا ہے۔ آستانہ عالیہ بڑیلہ شریف کی طرز پر لنگر کا ٹائم ٹیبل نصب ہے۔ آستانہ عالیہ جندران شریف کی مسجد پاکستان کی خوبصورت ترین مسجدوں میاں سے ہے۔ صاحبزادہ ہادی صاحب کے مطابق مسجد پر اب تک ایک کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ یہ مسجد قیمتی سنگ مرمر سے تعمیر ہوئی ہے۔ آستانہ میں وسیع لنگر کے علاوہ زائرین کے آرام کے لئے کمرے بھی ہیں۔ جہاں آرام دہ بستروں کے علاوہ حقہ تمباکو تیل صابن مل سکتا ہے۔

marfatcom

آستانہ عالیہ حفیظیہ چشتیہ بڈھیال شریف ظفروال ضلع نارووال

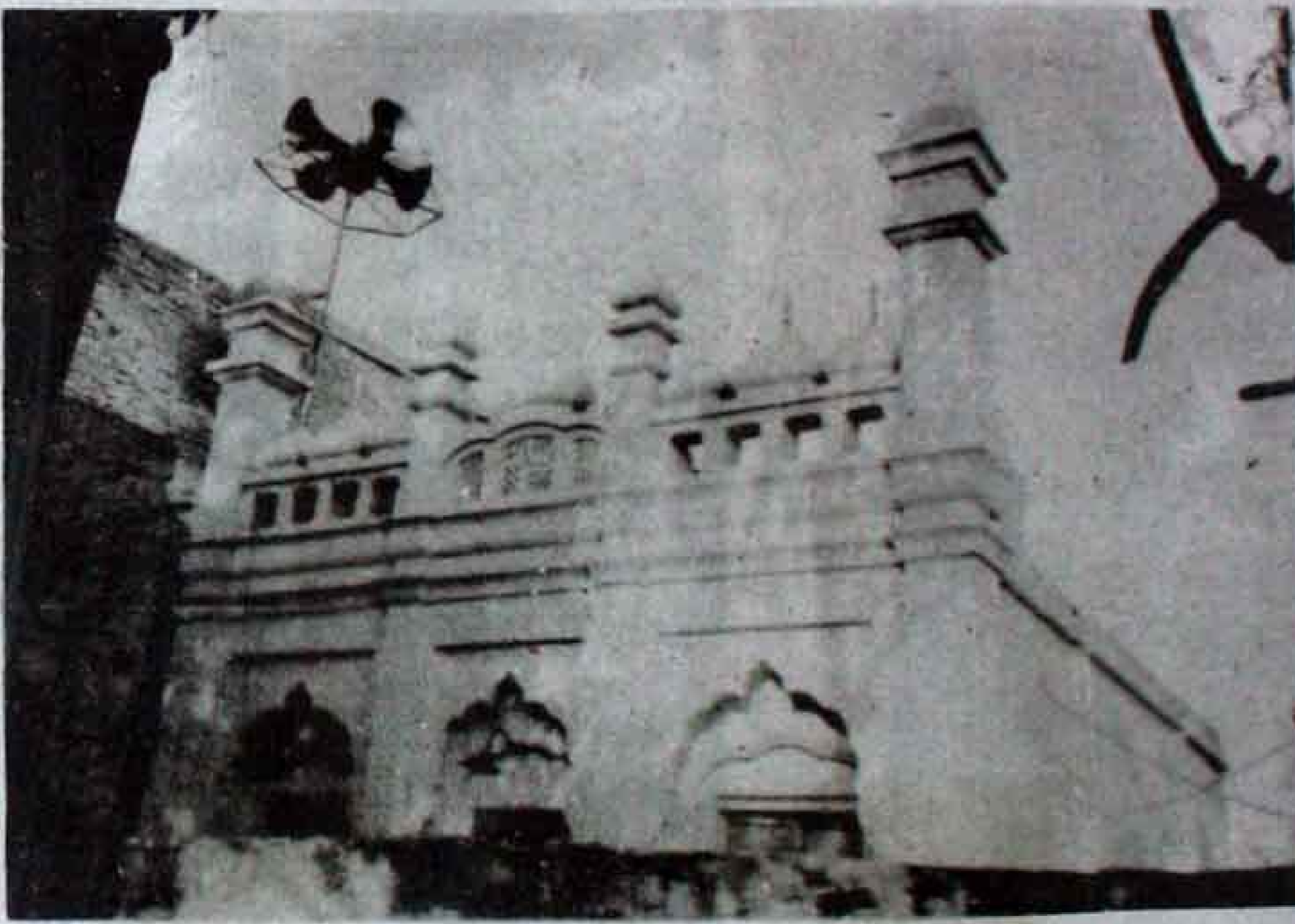

ضلع نارووال کی تحصیل ظفروال سے ایک سڑک قصبہ بڈھیال کی طرف جاتی ہے۔ ظفروال سے ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک قدیمی بستی وڈیالہ ہے یہاں ایک بہت بڑے ٹبہ پر کسی تباہ شدہ شہر کے آثار ملتے ہیں۔ ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے چکیوں باٹ بچوں کے مٹی کے کھلونے ملتے ہیں۔ ٹبہ پر ایک قدیمی قد آور پیپل کا درخت ہے۔ ٹبہ کے قریب ہی جانب مشرق نو گز لمبا مزار ہے۔ جو میراں شہاب الدین کے نام سے مشہور ہے۔ وڈیالہ سے تقریباً 10 کلومیٹر کے فاصلے پر بڈھیال شریف کا روحانی قصبہ ہے۔ بڈھیال میں حضرت مائی صاحبہ عائشہ بی بی المعروف مائی بشیری صاحبہؒ کا مزار اور آستانہ عالیہ حفیظیہ چشتیہ ہے۔ آستانہ کے نگران متولی حضرت مولوی محمد بشیر صاحب ہیں۔ جن کو خواب میں سرکار بڑیلہ شریف ملے۔ کہتے ہیں خادموں کی بیعت باطنی ہوتی ہے ظاہری بیعت کے لئے مولوی محمد بشیر صاحب بڑیلہ روانہ ہوئے۔ قطرہ جب سمندر سے مل جائے تو وہ بھی سمندر ہو جاتا ہے۔ امیر ہفت کشور، سلطان الفقراء، قطب المشائخ حضرت مولانا الحاج خواجہ محمد حفیظ اللہ (سرکار بڑیلہ شریف) رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے قائم ہونے والے علمی و روحانی مراکز میں سے آستانہ عالیہ حفیظیہ قادریہ چشتیہ بڈھیال شریف تحصیل ظفروال ضلع نارووال ہے۔ جس کے ذریعے اس علاقے میں صحیح اسلامی تعلیم اجاگر ہوئی اور اسلامی معاشرے کے خدوخال نمایاں ہوئے اور ایک خاص تعداد میں طالبان حق نے یہاں علمی اور روحانی فیض حاصل کیا۔

یہ علاقہ دینی تعلیم کے لحاظ سے بہت ہی پسماندہ تھا۔ اس علاقے میں ایک کثیر تعداد مسلمانوں کی ایسی تھی کہ وہ صرف

marfat.com

نام کے ہی مسلمان تھے۔ مذہبی تعلیم سے بالکل ہی بے بہرہ تھے حضور سرکار قطب المشائخ بریلوی ؒ نے یہاں ایک مسجد تعمیر کروائی اور اپنے متوسلین کرام میں سے ایک عظیم عالم فاضل ولی کامل حضرت قاضی غلام قادر صاحب ؒ کو اس علاقے کی علمی اور روحانی فیض رسانی کی خدمت کے لئے مامور فرمایا۔ ایک عرصہ تک جناب قاضی صاحب ؒ نے اس علاقے کو اپنے فیضان علم و عرفان سے مستفیض فرمایا۔ جناب قاضی صاحب کے وصال فرما جانے کے بعد یہ آستانہ عالیہ کچھ دیر تک بے آباد رہا۔ جس کے نتیجے میں اس علاقے کے اندر پھر جہالت اور فسق و فجور کی وباء عام ہونا شروع ہو گئی تو سرکار نے اس مرکز فیضان کے احیاء کے لئے اپنے خادم خاص سلطان المشائخ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب مسافر مدظلہ العالی کا انتخاب فرمایا۔

جناب مولوی صاحب مدظلہ العالی کا آبائی وطن ڈیرہ بابا نانک ضلع امرتسر (بھارت) ہے۔ قیام پاکستان کے وقت اپنے عزیز سے ہجرت کر کے قصبہ سنکھترہ ضلع نارووال میں مقیم ہوئے۔ آپ افسانہ نگاری اور شاعری میں خصوصی شہرت کے حامل تھے۔ اہل تشیع کی مجالس میں مرثیہ خوانی کر کے عزاداران کے جذبات کو بڑھانے میں آپ کی بہت شہرت تھی۔ آپ فخر الکاملین حضرت سائیں رحیم بخش ؒ کے خاندان عالی سے ہیں۔ جناب سائیں صاحب ؒ حضور سرکار بڑیلہ شریف ؒ کے والد گرامی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ جناب سائیں صاحب ؒ کے توسل سے حضور سرکار بڑیلہ شریف ؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کے منظور نظر ہو گئے اور ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہے اور آستانہ عالیہ کی خدمات انجام دیں۔

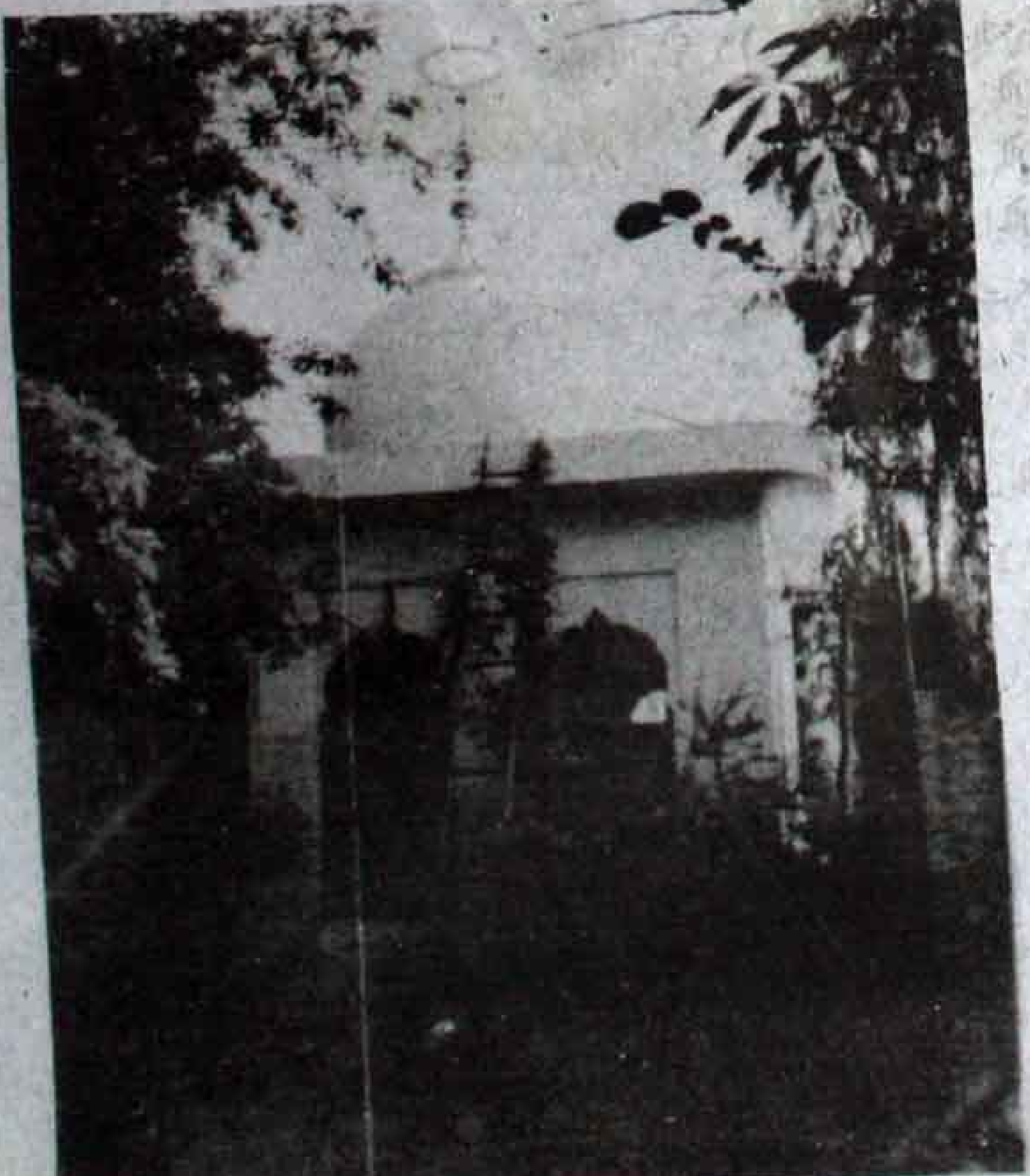

ظفروال میں روضہ مائی عائشہ صاحبہ بڈھال شریف

marfatcom

آپ اپنے صحیح اتباع وادب وحیا کے باعث اپنے مرشد کامل کے دل میں بس گئے اور آپ نے جناب مولوی صاحب کو سلسلہ عالیہ قادریہ کے انعام الٰہی سے سرفراز فرما کر خلافت سے نوازا اور جناب قاضی صاحبؒ کے اس مرکز فیضان کے احیاء کے لئے مامور فرمایا۔ جناب مولوی صاحب نے اس مرکز فیضان کا احیاء فرمایا اب یہاں سے پورے علاقے کے اندر اس آستانہ عالیہ کا علمی وروحانی فیض جاری ہے۔

جناب مولوی صاحب مدظلہ العالی کی اہلیہ محترمہ جنابہ مائی عائشہ بی بی صاحبہ المعروف حضرت مائی بشیری صاحبہ رحمتہ اللہ علیہ بھی ایک صاحب کشف وکرامات ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ کا مزار پر انوار آستانہ عالیہ میں ایک خصوصی مرجع الخلائق ہے۔ جہاں دن رات طالبان ظاہری وباطنی کا تانتا بندھا رہا ہے۔ مولوی محمد بشیر صاحب نے بڑیلہ شریف سرکار بڑیلہ شریف کے حضور گیارہ سال چار ماہ گزارے۔ 1964ء میں سرکار خود تشریف لائے۔ آستانہ کی بنیاد رکھی۔ آستانہ پر چاند کی 28 تاریخ کو گیارھویں شریف کا ختم باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ ہر سال 6 فروری کو عرس مبارک منایا جاتا ہے۔ دن رات حاضرین میں لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ مائی صاحبہ عائشہ بیگم المعروف مائی بشیریؒ کا روضہ شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ روضہ جانب مغرب جامع مسجد تعمیر کیا گیا ہے۔ لنگر خانہ بھی ہے۔ مہمانوں کے آرام کے لئے کمرے بھی بنائے گئے ہیں۔ آستانہ عالیہ بڑیلہ شریف کی طرح یہاں بھی دن رات لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مائی بشیری صاحبہ کا وصال 6 فروری 1991ء میں ہوا۔

شکر گڑھ روڈ گاؤں مسلمانیاں کے قریب بابا نور شاہ ولی کا مزار

marfatcom

ظفروال تاریخی پس منظر

****

تاریخ ظفروال از آتش کاشمیری کے مطابق سکندر لودھی کے زمانہ 1488ء تا 1517ء میں جھنگ کے قصبہ اچ میں باجوہ قوم صوبہ ملتان کے توسط سے شاہی اعزازات کی حامل تھی۔ خراج کی ادائیگی کے سلسلہ میں شاہی عتاب نازل ہوا تو اس قوم کے سردار اچ چھوڑ کر پسرور آباد ہوگئے۔ ان سرداروں کی اولاد میں ایک شخص جعفر باجوہ تھا۔ جس نے پسرور کی ملحقہ سرزمین پر ایک قصبہ کی بنیاد ڈالی۔ جو اس کے نام کی نسبت سے جعفروال کہلایا۔ یہی نام بگڑتے بگڑتے ظفروال بن گیا۔ (ریاست جموں کے ڈوگرے اسی قصبہ کو دھفروال کے نام سے پکارتے ہیں) یہی ظفروال 1847ء تک کبھی گاؤں، کبھی پتی، کبھی محال اور کبھی پرگنہ کی شکل میں مختلف حکمرانوں کے قبضہ میں رہا۔ 1846ء میں جب گلاب سنگھ نے ریاست جموں و کشمیر کی باگ ڈور سنبھالی تو انگریز حکومت نے اس ریاست کی حدود قائم کرنے کے لئے میجر ایبٹ کو مامور کیا۔ جس نے حد بندی کرتے وقت سرزمین ظفروال کے دو حصے کر دیئے۔ ایک حصہ ریاست جموں میں چلا گیا اور دوسرا بدستور انگریز حکومت کے ماتحت ضلع سیالکوٹ کا علاقہ ہی رہا۔

شکر گڑھ اور تحصیل شرق پور اسی ضلع میں شامل تھے۔ اور ان کا صدر مقام وزیر آباد تھا۔ 1850ء میں جب ریونیو سروے ہوا تو پرانا ضلع توڑ کر اسے دو ضلعوں میں بانٹا گیا۔ یعنی گوجرانوالہ اور سیالکوٹ رعیہ تحصیل جس کا صدر مقام اس وقت نارووال تھا۔ امرتسر ضلع میں منتقل کر دی گئی۔ 1856ء میں ضلع کے رقبہ کو کم کرتے ہوئے تحصیل شکر گڑھ کو ضلع گورداسپور میں منتقل کر دیا گیا۔ لیکن 1858ء میں بجوات کا علاقہ بھی اسی ضلع میں لے لیا گیا۔ اسی سال 1858ء میں مسٹر پرنسپ بندوبست نے جب ضلع سیالکوٹ کا بندوبست مکمل کیا تو ضلع کو چار تحصیلوں میں بانٹ دیا۔ ظفروال، پسرور، ڈسکہ اور سیالکوٹ اس طرح ہر تحصیل میں دو پرگنے 1950 تعلقے اور کل رقبہ 1487 مربع میل ہوگیا۔ ان ایام میں ضلع سیالکوٹ لاہور ڈویژن میں شامل تھا۔ جس کا ہیڈ کوارٹر امرتسر تھا۔ یہ انتظام مارچ 1867ء تک رہا۔ اپریل 1867ء میں رعیہ تحصیل کو بھی اسی ضلع میں شامل کر لیا گیا۔ ایسا کرنے سے علاقہ جو مزید بڑھا تو انتظامات کے لئے تحصیلوں کے رقبہ میں کمی بیشی کر دی گئی۔ تحصیل ڈسکہ کا کچھ حصہ تحصیل سیالکوٹ میں اور کچھ پسرور میں لے لیا گیا۔ تحصیلیں پانچ ہی رہیں۔ 1922ء میں ظفروال تحصیل توڑ دی گئی اور اس کی بجائے نارووال کو بنا دیا گیا۔ چنانچہ 1947ء تک نارووال، ڈسکہ، پسرور اور سیالکوٹ ضلع سیالکوٹ کی تحصیلیں رہیں۔ تقسیم ملک پر گورداسپور کی تین تحصیلیں گورداسپور، بٹالہ اور پٹھان کوٹ تو ہندوستان کے حصہ میں آئیں لیکن صرف تحصیل شکر گڑھ پاکستان کو ملی۔ اس طرح تحصیل شکر گڑھ کو ضلع سیالکوٹ میں شامل کر دیا گیا تو یہ ضلع پھر پانچ تحصیلوں پر مشتمل ہوگیا۔

سرزمین ظفروال مغلیہ دور کے وسط تک چونکہ جموں کے ڈوگرہ حکمرانوں کے زیر اثر رہی ہے۔ اس لئے تاریخ جموں کا اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے:-

marfatcom

مہاراجہ برہم پرکاش (900 ق م تا 870 ق م)

طغیانی ، برہم پرکاش کے عہد میں نواح پنجاب میں ایک تباہ کن سیلاب آیا جس نے تمام دو آبہ رچنا کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا ۔ اسی طغیانی کا مزید ثبوت 323 ق م میں یعنی سکندر اعظم کے حملہ کے ساتھ وارد ہونے والے مؤرخوں کی تحریروں سے بھی ملتا ہے ۔ اس برباد کن طغیانی کا اثر قریباً ایک ہزار سال تک رہا ۔

مہاراجہ جام پرکاش (870 ق م تا 830 ق م)

اس بہادر اور نڈر راجہ نے اپنی سلطنت کو سب سے زیادہ وسعت دی ۔ وفات سے چند سال پہلے اس کی حکومت کشمیر، سندھ اور تمام پنجاب پر تھی ۔ جام پرکاش نے اپنی اس وسیع و عریض سلطنت کا انتظام اپنے دو لڑکوں سندر اندر اور کشور اندر کے حوالے کر رکھا تھا ۔ چنانچہ کشور اندر ریاست جموں و کشمیر اور سندر اندر پنجاب و سندھ کا نگران تھا ۔ باپ کی وفات کے بعد دونوں بھائی علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے علاقہ کے راجہ بن گئے ۔ لیکن کشور اندر کی موت نے سندر اندر کو تمام علاقہ کا حکمران بنا دیا ۔

سندر اندر المعروف سندر دیو (770 ق م تا 740 ق م)

سندر دیو چونکہ پنجاب و سندھ پر عرصہ سے حکمرانی کر رہا تھا ۔ اس لئے اس علاقہ پر اس کی خاطر نظر عنایت تھی ۔ اس کے دور حکومت میں ملتان کا عروج اپنے پورے شباب پر تھا ۔

سکندر کا حملہ ۔ 326 ق م میں سکندر نے جب پورس پر یلغار کی تو پورس کی امداد کے لئے اوجین اور اندور کے راجہ نے جو سپاہی بھیجے ، لڑائی کے اختتام پر وہ تمام اس علاقہ ہی میں رہائش پذیر ہوگئے ۔ سیالکوٹ گزیٹیر کے مطابق ان 5 لاکھ سپاہیوں میں سے تین لاکھ پچاس ہزار نے کچھ اس تندہی اور محنت سے کام کیا کہ علاقہ بھر کے تمام جنگلات صاف ہوگئے ۔ اور بعد ازاں یہی فوجی کھیتی باڑی کرنے لگے ۔ اس طرح سیالکوٹ کے ارد گرد کے تمام علاقہ میں نئی نئی بستیاں بسنے لگیں ۔

بھوج دیو

بالآخر 965ء میں جب تخت جموں پر بھوج دیو متمکن ہوا تو اس صاحب تدبر اور دور اندیش راجہ نے راجہ جے پال والی پنجاب کے ساتھ اپنے تعلقات نہایت ہی دوستانہ رکھے ۔ چنانچہ جب سبکتگین نے پنجاب پر حملہ کیا تو بھوج دیو نے اپنے لڑکے اوتار دیو کو راجہ جے پال کی امداد کے لئے بھیجا ۔ اس طرح اسی سرزمین کے لوگوں نے پہلی دفعہ ایک مسلمان حکمران (سبکتگین) کے خلاف صف آرائی کی ۔ اس کے بعد جب محمود غزنوی نے جے پال کو للکارا تو راجہ بھوج دیو نے اپنے سپہ سالار بہلاد دیو کو جے پال کی امداد کے لئے بھیجا ۔ بعد ازاں خود راجہ بھوج دیو نے جے پال کی ہمراہی میں محمود غزنوی پر حملہ کیا اور دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے میدان کارزار ہی میں لڑتا ہوا مارا گیا ۔

marfatcom

راجہ بننے کے بعد راجہ رنجیت سنگھ سرزمین ظفروال تین مرتبہ آیا۔ 1814ء میں فوج کو کشمیر پر چڑھائی کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کی فوج براستہ ظفروال سیالکوٹ پہنچی اور پھر کشمیر کی سرحد کو روانہ ہوگئی۔
تیسری بار رنجیت سنگھ کے 1828ء میں راجہ دھیان کو خطابات وغیرہ دینے کے لئے لالہ وچوبارہ کا سفر اختیار کیا۔ (دھیان سنگھ اور گلاب سنگھ دو سگے بھائی اور رنجیت سنگھ کی فوج میں دو دو سو سواروں کے افسر تھے۔) یورش ملتان میں انہوں نے بہادری کے جوہر دکھلائے تو اس کے عوض رنجیت سنگھ نے انہیں لالہ، چوبارہ اور رام گڑھ بطور جاگیر دیئے۔ دونوں بھائیوں نے جاگیر سنبھالتے ہی خالصہ فوج میں بہت سے نوجوان بھرتی کروائے۔ رنجیت سنگھ کے زوال کے بعد طوائف الملوکی میں اس جاگیر کی حفاظت کے لئے ایک پلٹن اور توپ خانہ راجہ لعل سنگھ و جرنیل میوا سنگھ کی سرکردگی میں مامور ہوا۔
سیالکوٹ میں انقلاب کی خبر 14 مئی 1857ء کو ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے امریکن مشنری کے سربراہ کو پہنچائی تاکہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے موزوں تیاری کی جاسکے۔ آخر کار 9 جولائی 1857ء کو صبح 4 بجے نویں بنگال کیولری اور 46 انفنٹری نے ناقوس بغاوت بجا دیا اور جیل پر حملہ کرکے تمام قیدیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ سیالکوٹ میں اس انقلاب کی سلگتی ہوئی چنگاری کو ہوا دینے والا حرمت خان جلاد جیل تھا۔ جو ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے ساتھ کسی وجہ سے ناراض تھا۔ الغرض حرمت خاں اور اس کے وفادار ساتھیوں نے شہر پر قبضہ کر لینے کے بعد اپنے جھنڈوں کا رخ گورداسپور کی طرف موڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور تھوڑی سی فوج چھوڑ کر باقی اسی دن 5 بجے شام براستہ دھمتھل، سنکھترہ، گورداسپور کو روانہ ہوئی۔ جس جس گاؤں سے وطن کے یہ مجاہد گزرے۔ لوگوں نے ان کے راستے میں آنکھیں بچھائیں۔ اور پرجوش خیر مقدم کیا۔ الحق مجاہدین حریت نے اپنا خون پانی کی طرح بہایا لیکن مکار فرنگیوں کی سیاست اور قوت کے سامنے کوئی پیش نہ گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاتعداد نوجوان میدان جنگ میں شہید ہوئے اور لاکھوں کو انگریزوں کی فوجی عدالتوں نے تڑپا تڑپا کر ختم کر دیا۔

marfatcom

ظفروال میں بسنے والی اقوام

راجپوت

برصغیر کی تاریخ میں جس قوم کا ذکر سب سے زیادہ آیا ہے وہ قوم راجپوت ہے ۔ بہادری ، شجاعت ان کو ورثہ میں ملی ہے ۔ میدان جنگ میں جواں مردی سے موت سے ہمکنار ہونا ان کے لئے باعث فخر تھا ۔ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی بہادری کا مجسمہ تھیں ۔ سلہریہ راجپوت ، باجوہ ، دیو ، دلونیہ ، گوجر ، بٹ ، کاشمیری ، جٹ ، میر ، قریشی ، ڈار ، سادات ، ، مغل کے علاوہ علاقہ میں کئی قومیں آباد ہیں ۔

ظفروال کے مشہور نالے

نالہ ڈیک ، نالہ سبز کوٹ ، نالہ گڈ گور ، نالہ کالا ، نالہ مملوان ، نالہ مونتا نوالی ، نالہ غیور والی ، ظفروال سیالکوٹ تا پٹھان کوٹ ، لاہور تا ڈھوزی ، اور لاہور تا جموں سنگھم پر واقع ہے ۔

ظفروال کے گرد و نواح مشہور و تاریخی قصبے

مراڑ ، ظفروال سے 3 میل کے فاصلے پر ہے ۔ سکھوں کے عہد میں یہاں ایک مضبوط قلعہ تھا ۔ جس کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں ۔

مرجال : یہاں پاور لومز پر قیمتی کپڑے تیار کئے جاتے ہیں ۔

روپو چک : ظفروال سے شمال مشرق 5 میل کے فاصلے پر ہے ۔ گاؤں کی بنیاد مہاراجہ کوہستان رنجیت دیو کے ایک سردار روپو نے رکھی ۔ جموں و کشمیر کے بارڈر پر ہونے کی وجہ سے تقسیم ملک سے قبل آج بھی اسے اہمیت حاصل ہے ۔ جنڈیالہ ، دیولی ، ولم ، گرھی چوبارہ ،

چونڈہ : اس علاقہ کا ایک مشہور و معروف قصبہ ہے ۔ یہاں پرانے قلعہ کے آثار بھی پائے جاتے ہیں ۔ اور ریلوے اسٹیشن بھی ہے ۔

قصبہ نونار : یہ قصبہ بھی تاریخی ہے اور ظفروال سے 13 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے ۔ سکھوں کے دور میں یہ اہم ترین شہر تھا ۔ جسے مرکزی حیثیت حاصل تھی ۔ یہاں بہت بڑے قلعہ نما ٹبے بھی ہیں اور دو 9 گز لمبے مزار بھی ہیں ۔ قلعہ کے علاوہ ایک پختہ عمارت جو مندر کی صورت میں ہے ۔ اس شوالہ میں مسافر لوگ آرام کرتے تھے ۔

سنگترہ : سنگترہ ایک بزرگ کے نام سے مشہور ہے ۔ سنگترہ ایک فقیر تھے ۔ ایک روز سنگترہ پھرتے ہوئے آگئے ۔ سنگترہ کو پیاس نے بہت تنگ کر رکھا تھا ۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی مگر کہیں پانی نہ ملا ۔ آخر دور ایک چرواہا انہیں بھینس چراتا ہوا نظر آیا ۔ آپ اس طرف گئے اور دودھ کے لئے کہا ۔ مگر چرواہا نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ میری بھینس دودھ کے قابل نہیں ہیں ۔ آپ نے ایک نوعمر بھینس کے اوپر ہاتھ پھیرا ۔

marfat.com

بھینس کے فوراً دودھ اتر آیا۔ آپ نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ چرواہے نے یہ واقعہ گاؤں آکر بیان کیا۔ لوگ آپ کے معتقد ہوگئے۔ یہ قصبہ مغلوں کے عہد میں اگرچہ ایک علیحدہ حیثیت رکھتا تھا لیکن سکھوں نے آخری سالوں میں اسے ظفروال کے ساتھ مدغم کر دیا۔

انگریزوں نے 1867ء میں 2381 نفوس پر مشتمل آبادی کے باعث اسے ظفروال کی طرح سی کلاس میونسپلٹی بنا دیا۔ جو کہ 3 سرکاری اور 5 غیر سرکاری ممبروں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ د ھمتل سڑک کے ذریعے عام سڑکوں سے ملا ہوا ہے۔ آج کل اسے دوبارہ تحصیل کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

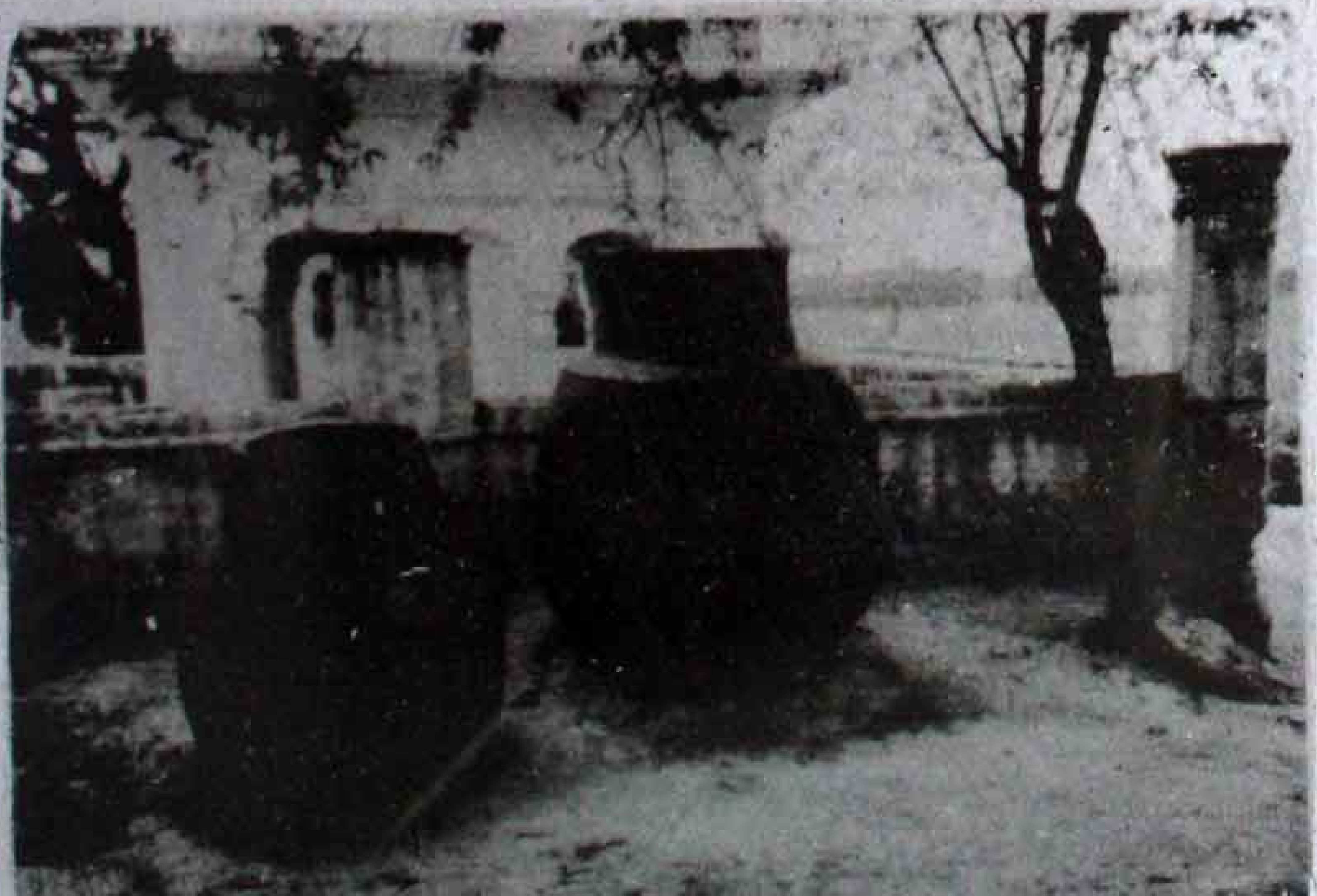

شکر گڑھ روڈ بھگوان پور میں بابا مہر شاہ ولی کے مزار کے قریب دو دیگیں

marfatcom

ظفروال کی تاریخی عمارتیں

اکبر اعظم نے ظفروال کی سیاسی اہمیت کے پیش نظر یہاں ایک قلعہ بنوایا۔ بعض سکھوں نے بھی اس قلعہ میں قیام کیا لیکن اس کے آثار مٹ چکے ہیں۔

شاہی باغ: شاہی باغ المعروف پکا باغ مغلوں نے تعمیر کروایا تھا۔ سکھوں کے دور میں اس باغ کو کافی نقصان پہنچا۔ دیواروں کے آثار نظر آتے ہیں۔

باؤلی: ظفروال سے ایک میل کے فاصلے پر ایک باؤلی بھی ہے۔ جسے باکا سنگھ ولد امر سنگھ نے 1860ء میں پختہ تعمیر کروایا۔ تقسیم سے قبل یہاں بیساکھی کا میلہ منعقد ہوتا تھا۔

ظفروال کے صوفی درویشوں میں سید کبیرؒ جن کا مزار ظفروال کے وسط میں ہے۔ آپ حضرت امام علی الحقؒ کی فوج کے سپاہی تھے اور وفات کے بعد آپ کو یہاں دفن کیا گیا۔

بھگت مایا رام، عبدالصمد بٹ، میر صاحب، بابا نتھو المعروف بابا دہادا۔ بابا فضل مسیح، بابا عبدالعزیز بٹ، منظور علی مست، حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندی سائیں امام دین، قابل قدر ہستیاں ہو گزری ہیں۔ حضرت شیخ عبدالجلیل المعروف چوہڑ بندی آپ بہلول لودھی کے دور میں ہو گزرے ہیں۔ اور آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔

روزنامہ ڈاک گجرات

۵ اپریل ۱۹۹۹ء

ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی پانچویں کتاب شائع ہو گئی ہے

باتصویر کتاب میں معلومات پاکستان کے علاوہ صوفیائے کرام کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے

پنجاب سندھ، بلوچستان میں آبی گزرگاہوں تباہ شدہ بستیوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے

حضرت داتا صاحب، [illegible] میر حضرت [illegible] سلطان باہو اور دیگر اولیاء کے کارنامے شائع کئے گئے ہیں

گجرات ([illegible]) گجرات کے معروف قانون دان ادیب صحافی محقق ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی تحریر کردہ پانچویں کتاب جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیائے کرام تذکرہ تاریخی روحانی مقامات شائع ہو گئی ہے کتاب باتصویر ہے اس میں معلومات پاکستان کے علاوہ لاہور کے مکمل تاریخ اور صوفیائے کرام کا تذکرہ کیا گیا ہے شیخوپورہ، گوجرانوالہ، [illegible] صاحب، حافظ آباد، [illegible] شریف وادی سون، قصور، چونیاں، اوکاڑہ، پاکپتن، ساہیوال، [illegible] فیصل آباد، جھنگ، وہاڑی، خانیوال، اولیائے کرام کی سرزمین ملتان، مظفرگڑھ، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، بہاول پور، چولستان، اوچ شریف، وادی ہاکڑہ، رحیم یار خان، کے علاوہ سندھ میں اولیائے کرام تذکرہ تاریخی روحانی مقامات بالخصوص ٹھٹھہ موہنجوداڑو کی مکمل تفصیل صوبہ بلوچستان کی تاریخ اور صوفیائے عظام اور بلوچستان کے مشہور شہروں کا ذکر موجود ہے پنجاب سندھ بلوچستان میں آبی گزرگاہوں تباہ شدہ شہروں قلعوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے نامور اولیائے کرام حضرت داتا صاحب حضرت میاں میر حضرت بابا فرید حضرت سلطان [illegible] حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سخی سرور حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی، حضرت شاہ سلیمان، حضرت میاں شیر محمد، حضرت سچل سرمست، عبداللہ شاہ اصحابی، ملکھو پیر رحمت اللہ علیہ کی کل [illegible] ایم زمان کھوکھر کی تحریر کردہ کتب گجرات تصاویر کے آئینے میں گجرات تاریخ کے آئینے میں [illegible] گجرات تہذیب تصاویر کے آئینے میں پاکستان [illegible] نوادرات [illegible] گجرات شائع ہو چکی ہیں ان کتب کو ہر شعبہ زندگی کے افراد نے بہت پسند کیا ہے

marfat.com

ظفروال کے قریب وڈالہ میں نو گز لمبا قدیمی مزار

ظفروال سے 2 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک قدیمی بستی وڈالہ ہے یہاں ایک بہت بڑا ٹبہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی بہت بڑی نگری تباہ ہوئی۔ اس ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے چکیوں کے پاٹ، انسانی ضروریات کی بہت سی چیزیں کھدائی کے بعد ملتی ہیں۔ اس ٹبہ کی جانب مشرق ایک نو گز لمبا قدیمی مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ چاردیواری بھی ہے۔ اہل دیہہ یہاں پوری عقیدت و احترام سے حاضر ہوتے ہیں۔ مقامی آبادی کے چند بزرگوں نے بتایا کہ یہ مزار جب سے یہ گاؤں آباد ہوا ہے ہمارے بزرگ دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل پنجاب میں سیالکوٹ سب سے بڑا ضلع تھا۔ تاریخی کتابوں کے مطابق سیالکوٹ سب سے قدیمی بستی ہے۔ یہاں پورے ضلع میں بیشتر ٹبوں ٹیلوں کے قریب نو گز لمبے مزارات ہیں۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 329 نمبر شمار 494 پر ایک بستی بڈھال درج ہے۔ اس تحریر کے مطابق بڈھال میں صاحب مزار کا نام حضرت طلموش ہے۔

marfat.com

ظفروال قدیمی سڑک کے درمیان حضرت روڑی باباولی ؒ کا مزار

یہ مزار قصبہ ظفروال کی بڑی سڑک کے درمیان ہے۔ مزار پختہ تعمیر ہے۔ مزار پر نصب بورڈ کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت روڑی باباولی ؒ ہے۔ مقامی روایات کے مطابق یہ مزار یہاں عرصہ قدیم سے ہے۔ جب سڑک کچی تھی تو تب بھی یہ مزار یہاں موجود تھا۔ یہاں سے گزرنے والے مسافر اور قافلے عقیدت کے طور پر یہاں قیام کرتے ہیں۔ جب سڑک کو پختہ تعمیر کیا گیا تو مزار کے دائیں بائیں بھی سڑک کو پختہ کیا گیا کیونکہ مزار کے قریب سڑک دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ مقامی آبادی کے مطابق صاحب مزار اللہ کے نیک بندے ہیں لیکن ان کی آمد اور تاریخ وصال کا معلوم نہیں ہوسکا۔ ظفروال کی سرزمین بہت قدیمی ہے۔ برصغیر کے بڑے بڑے شہروں کو ملانے والی سڑکیں ظفروال کے قریب سے گزرتی ہیں۔ ظفروال سے سڑک نارووال، سیالکوٹ، چونڈہ، جموں، پسرور، ڈیرہ بابانانک اور کئی مشہور شہروں کو جاتی ہیں۔ ظفروال، سیالکوٹ تا پٹھان کوٹ، لاہور تا ڈلوزی، لاہور تا جموں روڈ کے عین سنگم پر واقع ہے۔ اس علاقہ میں ظفروال کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نارووال سے پہلے یہ سیالکوٹ کی تحصیل تھی۔

marfatcom

نونار (نارووال) میں نو گز لمبا مزار

قلعہ سوبھا سنگھ مشہور بستی پسرور نارووال روڈ پر ہے ۔ یہاں سے ایک سڑک نونار کی طرف جاتی ہے ۔ نونار ایک بہت بڑی تباہ شدہ بستی کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور یہ بستی ایک قلعہ نما ٹیلے پر آباد تھی ۔ جو اب تباہ و برباد ہو چکی ہے ۔ تاہم ان ہستیوں کے نشان قائم اور دائم ہیں ۔ یہ نو گز قبر نونار گاؤں کے عین وسط میں ہے ۔ مزار کے دائیں جانب ایک ہندوؤں کا مندر بھی ہے ۔ اللہ کے یہ نیک بندے انسانوں کو نیک راہ کی تلقین کرنے کے لیے کفرستان میں تشریف لاتے رہے ۔ اور اللہ کا پیغام بنی نوع انسان کو دیتے رہے ۔ مزار پختہ تعمیر ہے چار دیواری بھی ہے

marfatcom

نارووال کے قریب بابا کرم شاہ ولی کا مزار

نارووال سے ایک سڑک ظفروال کی طرف نکلتی ہے ۔ اس سڑک پر نارووال سے چند میل کے فاصلے پر بابا کرم شاہ ولی کا آستانہ مبارک ہے ۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گذرے ہیں۔ آپ کا فیض اور کئی کرامات مشہور ہیں۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ آپ مغلیہ دور میں ہو گزرے ہیں۔ آپ کا عرس ہر سال عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے ۔ گردونواح کے لوگ عقیدت و احترام سے یہاں حاضری دیتے ہیں۔ اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

marfatcom

سیالکوٹ ظفر وال روڈ لنگر کے میں 9 گز لمبا قدیمی مزار

نارووال سے ایک سڑک ظفر وال کیطرف جاتی ہے اس تاریخی روڈ سے کئی اولیاء کرام حملہ آوروں اور تجارتی قافلوں کا گزر ہوتا رہا ہے ۔ اس علاقہ میں دھتھل ایک قدیمی قصبہ ہے ۔ دھتھل کے قریب ایک گاؤں لنگر کے میں نو گز لمبا مزار ہے مزار کے قریب ہی پانی کا تالاب بھی ہے مقامی آبادی یہاں پوری عقیدت احترام سے حاضری دیتی ہیں ۔ مزار کی لمبائی 9 گز کے قریب ہے مزار پختہ تعمیر ہے چار دیواری بھی ہے اس علاقہ میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چند اور 9 گز لمبے مزار ہیں اس علاقہ میں ماضی میں حق وباطل کے معرکے ہوتے رہے ہیں 1965ء اور 1971ء میں بھی یہاں پاک بھارت جنگیں ہوئیں گویا اسی علاقہ میں کئی تاریخی واقعات رونما ہوئے یہ 9 گز لمبے مزار ان ہی واقعات کی اک کڑی ہیں۔

marfatcom

سیالکوٹ

marfat.com

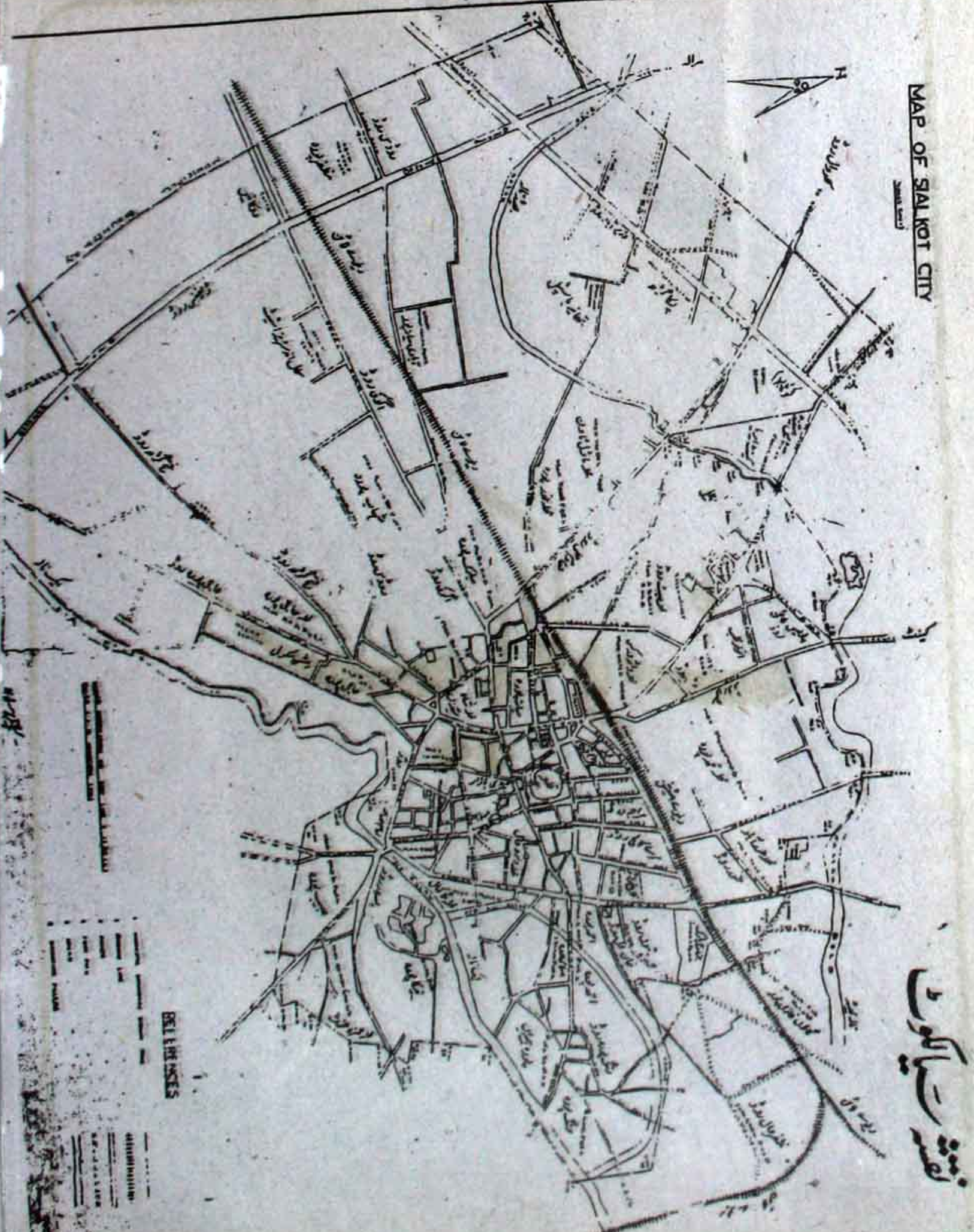

marfatcom

سیالکوٹ تاریخ کے آئینے میں

****

برصغیر میں جو قدیمی شہر ہیں ان میں سیالکوٹ سرفہرست ہے سیالکوٹ کے بارے میں ایک روایت مشہور ہے۔ سیالکوٹ پانڈو کے ماموں راجہ سال نے تعمیر کرایا تھا۔ کوروں پانڈوں کی جنگ کا قصہ بہت مشہور ہے۔ ہندوؤں کی پرانی کتاب مہا بھارت جو بہادری کی داستانوں پر مشتمل ہے۔ اس میں یہ قصہ درج ہے۔ ہند میں مہا کا مطلب ہے کہ بڑی اور بھارت کا مطلب جنگ ہے۔ یعنی بڑی جنگ کوروں پانڈوں کی یہ جنگ 3102 قبل مسیح میں ہوئی۔ بعض مورخین اسے رامائن کے بعد کا واقعہ بتاتے ہیں۔ راجہ سال کے خاندان نے تقریباً 15 سو سال حکومت کی اس خاندان کی حکومت کے بعد یہ شہر سیلاب اور طوفان کی وجہ سے برباد ہوگیا اور کئی سال تک برباد رہا۔ اس بربادی میں راجہ میں تعمیر کردہ قلعہ بھی تباہ ہوگیا۔

1090 قبل مسیح میں شمالی ہندوستان میں جب باختر کے بادشاہ ڈی میٹ رس نے حکومت کی تو اس نے شہر ساکالا یعنی موجودہ سیالکوٹ کو اپنا پایہ تخت بنایا اور پرانے کھنڈرات پر پھر یہ قلعہ تعمیر کروایا۔ بعد میں سیالکوٹ کشمیر کے راجہ سوم دت کے قبضے میں آگیا۔ جس نے یہاں سو سال تک حکومت کی۔ 70ء میں راجہ سالبائن نے اس شہر کو چار چاند لگائے۔ سالبائن کے دو بیٹے تھے۔ راجہ رسالو اور پورن بھگت کے بہادری کے قصے اکثر روایتوں میں ملتے ہیں۔ اس کا پایہ تخت بھی سیالکوٹ تھا۔ راجہ رسالو کے بعد تقریباً 300 سال تک سیالکوٹ قتل و غارت اور قحط سالی کا شکار رہا۔ کہتے ہیں کہ یہ بربادی پورن بھگت کی بددعا سے ہوئی تھی۔ پورن بھگت اپنے وقت کا بہت بڑا سادھو تھا۔ ہن قوم نے بھی سیالکوٹ 643 عیسوی میں ملتا ہے جب وہاں جموں کے راجہ کی حکومت تھی۔ 790ء میں موجودہ یوسف زئی علاقہ کے راجہ نیرات نے سیالکوٹ پر حملہ کر کے شہر کو تباہ کر دیا اور قلعہ بھی گرا دیا۔ 1184ء میں حضرت شہاب الدین محمد غوری نے جب سیالکوٹ فتح کیا تو قلعہ کو مضبوط بنا کر یہاں اپنی فوجی چھاؤنی قائم کی۔

حضرت شہاب الدین کی غزنی روانگی کے بعد لاہور کے سلطان خسرو ملک نے غوریوں سے سیالکوٹ چھیننا چاہا مگر قلعہ فتح نہ کر سکے۔ 1299ء میں امیر تیمور سیالکوٹ سے گزرا 1520ء میں بابر نے سیالکوٹ پر حملہ کیا قلعہ کی فوج نے اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح قلعہ تباہی سے بچ گیا۔ تزک بابری کے مطابق 1524ء میں خسرو کو سیالکوٹ کا قلعہ دار مقرر کیا۔ پانی پت کی لڑائی میں سیالکوٹ کی فوج نے بابر کی بہت مدد کی اکبر کے عہد میں سیالکوٹ صوبہ لاہور کے ضلع رچنا آباد کا ایک حصہ تھا۔ مغل شہنشاہ شاہ جہان کے دور میں یہ شہر علی مردان خاں کی تحویل میں تھا۔ محمد شاہ کے عہد حکومت میں سیالکوٹ پر پٹھانوں کے ایک طاقتور خاندان نے قبضہ کر لیا۔ 1748ء میں پنجاب کے مغل صوبیدار میر منوں نے سیالکوٹ کا قلعہ احمد شاہ درانی کے حوالے کر دیا۔ بعد میں پنجاب میں سکھوں نے عروج پکڑا تو بھنگی نسل کے سردار گلاب سنگھ نے سیالکوٹ کا قلعہ پٹھانوں سے چھین کر اپنے

marfatcom

حامیوں کے حوالے کر دیا ۔ 1807ء میں راجہ رنجیت سنگھ کے دیوان محکم چند نے بھنگی سرداروں کو شکست دے کر سیالکوٹ پر قبضہ کر لیا ۔ سکھوں کی دوسری جنگ کے بعد سیالکوٹ پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا ۔

قیام پاکستان سے قبل ملتان کے بعد سیالکوٹ پنجاب کا دوسرا بڑا ضلع تھا ۔ شہر سیالکوٹ پرانے قلعہ پر آباد تھا شہر کے دو محلے رنگ پورہ اور محلہ میانہ پورہ بہت مشہور ہیں ۔ پرانی عمارتوں میں بیر بابا نانک سکھوں کا گردوارہ ہے قیام پاکستان سے قبل یہاں بیساکھی کا میلہ لگتا تھا ۔ دربار باولی صاحب سکھوں کا مقدس کنواں ہے ۔ جس کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ بابا گرو نانک افغانستان سے واپسی پر یہاں ٹھہرے تھے ۔ مزار حضرت امام علی الحق بھی ایک قلعہ نما ٹبہ پر ہے ۔ حضرت امام علی الحق کا مزار حضرت شاہدولہ سرکارؒ گجرات نے تعمیر کروایا تھا ۔ سیالکوٹ میں حضرت عبدالحکیمؒ کا مزار ہے جو اورنگزیب کے عہد میں بہت بڑے عالم ہو گزرے ہیں شہر کے جنوب مغرب کی جانب ایک حوض بھی آپ نے تعمیر کروایا تھا ۔

قلعہ کی کھدائی کے دوران قدیم دور کے آثار ملتے ہیں ۔ قلعہ کی تعمیر چونا گچ سے ہوئی چھوٹی اینٹیں استعمال کی گئی ہیں ۔ قلعہ کی شکل مربع نما ہے کھدائی کے دوران گرم پانی کے حمام کھنڈرات کی صورت میں ملے ہیں پانی کی نالیاں حمام کی دیواریں درست حالت میں پائی گئیں ۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے دوران چند انگریزوں نے سیالکوٹ کے قلعہ میں پناہ لی تھی ۔ کچھ انگریز مارے بھی گئے ۔ جن کی قبریں قلعے کے باہر قبرستان میں موجود ہیں ۔ قلعہ کے قریب ایک مندر اور دھرمسالہ بھی تھا ۔

یہ عمارتیں راج تسیح سنگلانے تعمیر کروائی تھیں سیالکوٹ کی تاریخ متذکرہ تاریخ سے بھی پرانی ہے تین دریاؤں راوی چناب جموں توی ، آبی گزرگاہوں ، نالہ ایک نالہ بھیڑ نالہ پلکھو نالہ بھیس کے علاوہ چھوٹی آبی گزرگاہیں اس خطہ کی زرخیزی شادابی میں اضافہ کرتی ہے ۔ سیالکوٹ کی سرحد جموں اور ہندوستان کے شہروں سے ملتی ہے ۔ سیالکوٹ میں تقریباً سو کے لگ بھگ نوگز لمبے مزار ہیں ۔ بیشتر مزار پیغمبروں ان کے خلفاء غازیوں شہداء کے ہیں ۔ یہ مزار پرانی تباہ شدہ بستیوں کے قریب ہیں روڑس روڈ، سمبڑیال ، ڈسکہ روڈ، کلووال روڈ، ہیڈمرالہ روڈ ، ظفر وال روڈ چونڈہ روڈ پسرور روڈ نارووال شکر گڑھ روڈ ، کنگرہ مراجکے جموں روڈ ڈالووال ، روڈ، سید پور چیراڑ گوندل روڈ ، وزیر آباد سیالکوٹ روڈ کے علاوہ تین دریاؤں کی سرزمین بجوات پھکلیان میں نوگز لمبے مزار پرانی تباہ شدہ بستیوں کے آثار ملتے ہیں ۔ پورن بھگت کا کنواں بھی سیالکوٹ میں ہے ۔ سیالکوٹ کی زمین زرخیز ہے ۔ چند فٹ زمین کھودی جائے تو ٹھنڈا اور میٹھا پانی مل جاتا ہے ۔ جس کی وجہ سے یہ علاقہ اجناس کی پیداوار کے لئے موزوں ترین خطہ ہے ۔ سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے 1965ء ، 1971ء کی جنگوں میں یہاں کئی معرکوں کی یادگاریں تعمیر کی گئی ہیں ۔ موجودہ سیالکوٹ صنعتی شہر بن چکا ہے ۔ کھیلوں کا سامان تمام دنیا کو برآمد کیا جاتا ہے پسرور ڈسکہ سیالکوٹ تحصیلیں ہیں نارووال کو سیالکوٹ سے علیحدہ کر کے نیا ضلع تشکیل دیا گیا شکر گڑھ اور ظفروال نارووال اس کی تحصیلیں ہیں ۔ زیادہ سرحد بھارت اور جموں سے ملتی ہے

marfatcom

سیالکوٹ میں ٹبوں ٹیلوں اور سرحدی علاقوں پانی کے کنارے اور قدیمی گزرگاہوں کے قریب کئی 9 گز لمبے قدیمی مزار ہیں۔ حافظ شمس الدین آف گلیانہ گجرات کے قلمی نسخہ انوارالشمس کے مطابق سیالکوٹ میں انبیاء کرام، مرسلین، ان کے صحابہ غازیوں، شہداء کے نام کے ساتھ ان کے مزارات کی نشاندہی کی گئی ہے ڈسکہ کے قریب چک کگا میں صاحب مزار کا نام سلمان ہے۔ موضع سمبڑیال میں حضرت طرطوش، ملک نعماطوش اور مقناطیس کے مزارات ہیں۔ لوڑھکی (ڈسکہ) میں حضرت قبط، کپوروالی میں طرشان، اوٹھیاں میں طینوش، گنڈھے والی میں مرطوش، نبی ارائیاں تبیاں، پھوپاں والا ڈسکہ میں فلسانوش، روڈس میں عزبائیل، لومال، جندائیل اور مرشیا کے مزارات ہیں۔ روڈس میں ہی ایک قدیم ترین تباہ شدہ شہر کے آثار پائے گئے ہیں۔ سندانوالہ سارا ئکے میں فینوش، پاسلوار، کوٹلی لوہاراں مشرقی میں شمعون، مرعان چک سیداں لالیاں والا میں فرطوش، تالاکلووال میں فینوش، ماچھی کھوکھر میں یحیٰ، دھبولہ ٹبہ میں فینوش، اولکھ میں فردوس، میانہ پورہ میں لومال، حاوانام منظفر پور میں فلسانوش، سیالکوٹ چھاؤنی میں بلغان المعروف شعلہ پیر گدارے میں طینوش، مغرا میں عفتان، بدی پور میں شرعون، گرٹھ میں طینوش، سید پور ہمدان روڈ ہیڈ مرالہ صفداول المعروف پیر سبز آسودہ خاک ہیں۔ ٹبہ دوسری میں مک طرطوش، اور طرشان، بڈھال طیبوش ڈھیر انسدا میں صفدان، شمعان امام صاحب کے مزار کے قریب ہمدان، سلمان، سلوانام اور فانوس پسرور کے گردونواح میں ملک شیو لکار اور ساوانام جموں لنگرہ روڈ گاؤں سبز پیر میں ساولحام، حمیالان، نعماطوس، فلسانوش، سماروش اور سلمان، تین دریاؤں میں گھری زمین بجوات اور پھوکلیان ہڈالہ میں جرموق، طرشون، عرشوان، صمدان، اعطروان اور فلسوطاغا اور دریائے چناب جموں توی اور مناور توی کے قریب کوٹلی دلپتاں میں شمداروش، نرسنگ پورہ بجوات میں شریا، چیراڑ میں سموائیل، مبلائیل، ساسانوش اور فرطوش کے قدیمی مزار ہیں۔ اوٹیاں میں حضرت طینوش، سوہدری میں فادانیا، طرطوش المعروف پنج پیر نزد مشہور رانجھے والی، مملائیل نزد محل چیراڑ شمسان مشہور شہاب نوری، شوہانہ نزد نیلے دی ٹالی، طرطوش مزار سہیل پور، ملک فلسانوش چندوچک، طیبوش بڈھال برہمنہ نیلے دی ٹالی، فردوس اولکھ چک بگا طرطوش، سلوانام یہ دونوں مزار ایک ٹبہ پر نہر کے کنارے ہیں۔ ویروواله میں ملک مرطوش کا مزار ہے۔ موضع لنگر کے میں عزیز، سیالکوٹ گوندل روڈ پر حضرت ہمدان مجو پیر ملاح کے نام سے مشہور ہیں کا مزار ہے۔ ٹوکمناوالی میں سلولام، جھیکے میں حضرت سلمان کے مزارات ہیں۔ ان قدیمی مزارات کے علاوہ تقریباً ڈیڑھ سو اور 9 گز لمبے مزارات بھی ہیں۔ یہ مزار پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اللہ کے نیک بندوں کے نشان قائم ودائم ہیں۔ جہاں مخلوق خدا حاضر ہو کر دینی دنیاوی فیض حاصل کر رہی ہے۔ بیشتر 9 گز لمبے مزارات کے قریب اولیاء کرام کے روحانی آستانہ بھی ہیں۔

marfatcom

شاعرِ مشرق تیری گلیوں کو سلام
سرفروشوں غازیوں جانبازوں کو سلام

تاریخ سیالکوٹ

خطۂ سیالکوٹ پاکستان کے جنوب مشرق میں ایک مردم خیز جس کی آبادی تقریباً پانچ لاکھ افراد پر مشتمل ہے خطہ ہے جہاں ہر زمانہ میں صوفی بزرگ دانشور عالم مجاہد اور جیالے بہادر پیدا ہوئے یہ مجاہدوں اور سرفروشوں کی سرزمین ہے اگرچہ زمانہ قدیم سے اس کی تحریری حیثیت حاصل ہے اسلئے کہ اسے راجہ سل نے آباد کیا۔ جس کی طرف منسوب کر کے اس کو سل کوٹ اور پھر سیالکوٹ کا نام دیا گیا اس کو زیادہ شہرت خاندان تغلق کے زمانے میں اس وقت ہوئی جب ایک مسلمان شہید کا بدلہ لینے کے لئے دہلی سے لشکر جرار لے کر امام علی الحق اس علاقے پر حملہ آور ہوئے اور فاتحانہ انداز میں لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ قلعہ سیالکوٹ کے فاتح حضرت سرخرو شہید کا مزار

marfatcom

قلعہ کی شمال مشرق میں آج بھی موجود ہے جبکہ امام علی الحق کا مزار شہر کے جنوب مغرب نالہ ایک کے کنارے آج بھی مرجع خلائق ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب میرٹھ سے جہاد کی پکار اٹھی تو صوبہ پنجاب میں سب سے پہلے ان کی تائید و حمایت میں سیالکوٹ کی چھاؤنی سے یہاں کی مسلمان یونٹ نے علم جہاد بلند کیا۔ اور انگریز کی اینٹ سے اینٹ بجادی یہاں تک کہ حرمت خاں شہید قیادت میں آزاد حکومت قائم کر کے دکھادی۔

یہ شہر جیالوں اور بہادروں کی سرزمین ہے ۱۹۶۵ء میں جب دشمن نے للکارا اور راتوں رات گولے برساتا ہوا آگے بڑھا اس شہر کے بہادر شہریوں نے اس کے دانت کھٹے کر دینے اور پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ بلکہ اپنی بہادری اور جرات کے ناطے سے یہ شہر استقلال بھی ہے کہ ہر سال ۶ ستمبر کو قلعہ پر ہلال استقلال لہرانے کا شرف حاصل کرتا ہے۔

یہ شہر اپنی صنعت و حرفت میں پورے ملک میں پہلے نمبر پر ہے کہ کراچی کے بعد سب سے زیادہ زرمبادلہ کمانے کا فریضہ یہی شہر سرانجام دیتا ہے یہاں کا تاجر اور مزدور اپنی شب و روز کی محنت سے پوری دنیا میں نام کما رہا ہے۔

marfatcom

اولیاءِ ہند مسلمانوں کی عظمت کے نشان دہلی کی کہانی تصاویر کی زبانی شائع ہوگئی

گجرات (ا ن س) گجرات کے معروف قانون دان، ادیب صحافی، محقق ایم زمان کھوکھر کی تحریر کردہ چھٹی کتاب "اولیا ہند مسلمانوں کی عظمت کے نشان دہلی کی کہانی تصاویر کی زبانی" شائع ہو گئی ہے یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں اولیاء کرام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختار کاکیؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء حضرت علاؤالدین علی احمد صابرؒ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغؒ حضرت خواجہ باقی اللہؒ حضرت قاضی حمیدالدین ناگوریؒ حضرت نجیب اللہ متوکلؒ حضرت شاہج شرف الدین بو علی شاہ کمال قادری کیتھلیؒ اور دیگر اولیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ مسلمان بادشاہوں سلطان شمس الدین التمش، رضیہ سلطانہ، سلطان ناصر الدین محمود شاہ، سلطان غیاث الدین بلبن، جلال الدین فیروز شاہ خلجی، سلطان علاؤ الدین خلجی، سلطان بہلول لودھی، سلطان فیروز شاہ تغلق، سلطان سکندر لودھی، شہنشاہ ہند اکبر اعظم، شیر شاہ سوری، شہاب الدین محمد شاہجہان، محی الدین اورنگزیب عالمگیر، سلطان فتح محمد ٹیپو اور دیگر بادشاہوں کا ذکر ان کے کارناموں ان کی تعمیر کردہ تاریخی، روحانی عمارتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تیسرا حصہ دارالحکومت دہلی اور عہد سلاطین مغلیہ دور کی تعمیر کردہ عمارتوں، دہلی کے چودہ دروازے، حوض خاص، گندھک باولی قلعہ قدم شریف، ترکمان گیٹ، دہلی کا لال قلعہ، دیوان خاص، جامع مسجد دہلی، مقبرہ صفدر جنگ، جنتر منتر، انڈیا گیٹ، پرانا قلعہ، سیر منڈل، فیروز شاہ کوٹلہ، تاج محل، قلعہ آگرہ، پنج محل فتح پور سیکری، گوردوارہ بیس گنج، چھترپور ٹیمپل، کتاب پیلس دیگر عمارتوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کے ہر صفحہ پر روحانی قدیم تاریخی مقامات کی تصویریں ہیں۔ کتاب کی تکمیل کے لئے ایم زمان کھوکھر نے چار بار ہندوستان کا سفر کیا۔ کتاب میں سولہ روحانی تاریخی عمارتوں، حضرت غریب نواز معین الدین چشتی، حضرت خواجہ قطب الدین بختار کاکیؒ، حضرت خواجہ نظام الدین الولیاءؒ، حضرت شرف الدین بو علی قلندرؒ، حضرت علاؤالدین علی احمد صابرؒ روضہ مبارک شیخ سلیم چشتیؒ، مقبرہ غیاث الدین بلبن، مینار، پرانا قلعہ، مقبرہ ہمایوں، قلعہ آگرہ، تاج محل آگرہ، لال قلعہ دہلی، جامع مسجد دہلی، مقبرہ صفدر جنگ دہلی، ہندوستان میں سب سے پہلی مسجد قوت الاسلام دہلی کی رنگین تصویریں ہیں۔ یہ کتاب معلومات کا خزانہ ہے جو نئی نسل کے مطالعہ کے لئے ضروری ہے۔ کتاب بڑے سائز کے چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

ہفت روزہ **الاصلاح** لاہور

3 تا 19 اپریل 2000ء

marfatcom

قلعہ سیالکوٹ میں حضرت مراد علی شہید اول کا مزار حضرت امام الحق کا عظیم کارنامہ

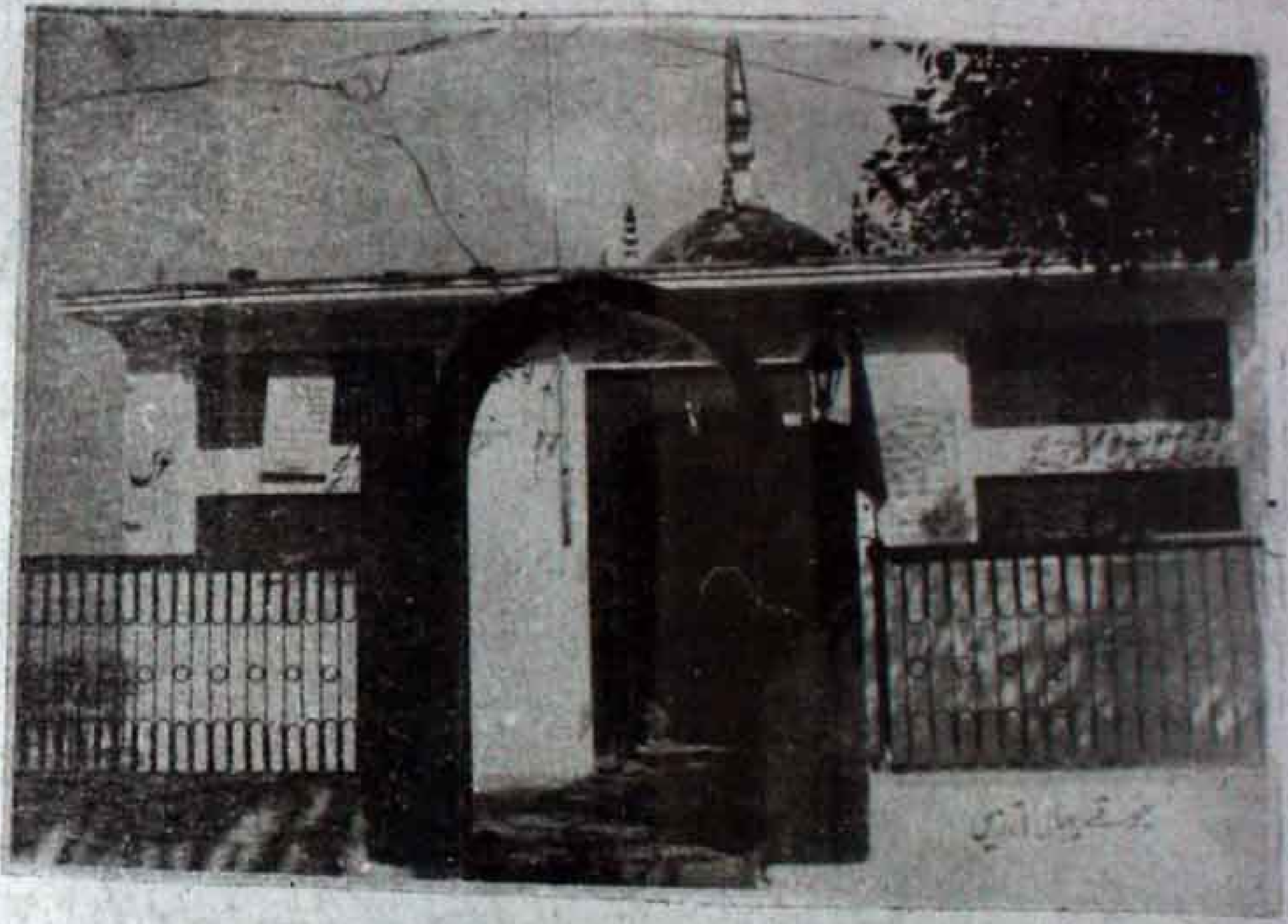

سیالکوٹ کی تاریخ قلعہ سیالکوٹ کے گرد گھومتی ہے۔ ڈاکٹر احسان صابری نے لکھا ہے کہ خدا کی راہ میں جان دینے والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ آج سے چار ہزار سال قبل سیالکوٹ کی بنیاد راجہ سل نے رکھی۔ لیکن قلعہ سیالکوٹ کی تعمیر راجہ سالباہن کے ہم عصر راجہ بکرماجیت نے کی۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں سیالکوٹ پر راجہ ساہنپال کا اقتدار تھا۔ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے مرعوب ہو کر راجہ ساہنپال نے قلعہ کی دیواروں کی از سر نو تعمیر شروع کی قلعہ کی دیواروں کی تعمیر مکمل کرتے تو راتوں رات زمین بوس ہو جاتیں کوشش کے باوجود وہ دیوار کو کھڑا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر کار ہندو جوتشی کو دربار میں طلب کر کے اس معمہ کو حل طلب کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ قلعہ کی دیوار کے نیچے کسی مسلمان کا خون چھڑکا جائے تو دیوار مضبوط بنے گی بلکہ بیرونی حملہ آور بھی کامیابی حاصل نہ کر سکیں گے چنانچہ اس کفرستان کی ظلمتوں میں نور اسلام سے منور دل کے مالک ایک مسلمان مراد نامی کو گرفتار کر لیا۔ مراد اپنی والدہ مائی راستی کے ہمراہ نالہ کے کنارے مقیم تھا راجہ کے حکم سے انہیں شہید کر کے دفن کر دیا گیا۔ مائی راستی صاحبہ ماتم کناں حضرت سید امام الحق چشتی کی خدمت میں حاضر ہوئی جو دہلی کے شیخ الاسلام کے عہدہ جلیلہ پر مقرر تھے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کی خلافت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی طرف سے ان کو ملی ہوئی ہے۔ مائی راستی نے امام علی الحق کو ظلم و ستم کی دردناک داستان سنائی۔ امام علی الحق کو فیروز شاہ تغلق نے غازیان جانباز کا ایک لشکر دے کر روانہ کیا۔ یہ واقعہ 686ھ کا بیان کیا جاتا ہے۔ امام صاحب اپنے عزیزوں کا لشکر اسلام لے کر جب جالندھر پہنچے تو آپ کے بھائی امام الدین چشتی بیمار ہو کر انتقال فرما گئے۔ آپ کا

marfatcom

مزار پرانوار جالندھر شہر میں ہے جب یہ لشکر جرار جگت یعنی پسرور پہنچا تو راجہ ساہنپال کا بھائی جگت پال فوج لے کر آگیا۔ اس جنگ میں حضرت امام علی چشتی کے دوسرے بھائی سید میرباز خان چشتی المعروف سید میراں برخوردار شہید ہو گئے۔ ان کا مزار مقدس پسرور ضلع سیالکوٹ میں ہے۔ اس معرکہ کو سر کرنے کے بعد غازیان اسلام شہر سیالکوٹ کے جنوب کی طرف

نالہ ایک کے کنارے آ جے حق و باطل میں دو دن خونریز جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں امام علی الحق نے اپنے خون سے سیالکوٹ کی زمین کو سرخ کیا اور شہادت پائی۔ ان کو ایک زہر بجھا آہنی تیر لگا۔ اگرچہ امام صاحب شہید ہوئے لیکن فتح مسلمان لشکر کو ہوئی۔ تیسرے دن غازیان صف شکن کے قلعہ کی فصیل کے جنوبی حصہ پر کمند لگانے کے بعد امام علی الحق کے بھانجے حضرت فتح محمد المعروف سید سرخرو صاحب شہید ہوئے۔ آپ کا مزار قلعہ گورنمنٹ کمرشل کالج کے ساتھ موجود ہے۔ باطل کے مقابلہ میں حق کی فتح ہوئی۔ پیر مراد علی کی شہادت کے بعد قلعہ پر نہ صرف پرچم اسلام لہرایا گیا بلکہ ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم دکھایا۔ مائی راستی کی وفات کے بارے میں جو روایات ہیں اول مائی صاحبہ اس لڑائی میں شہید ہوئیں دوم حضرت امام علی الحق اور دیگر شہداء کے غم میں جاں بحق ہو گئیں۔ مزار شریف کے اندر مائی راستی صاحبہ اور ان کے بیٹے کی قبریں بھی ہیں۔ حضرت امام علی الحق کے ساتھ دوسرے حملہ آوروں کی قبریں ہیں۔ سید سرخرو شہید کے بارے میں کتاب اولیاء سیالکوٹ از رشید نیاز میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی الحق کی شہادت کے بعد آپ نے اپنے بھانجے کو سیالکوٹ شہر فتح کرنے کے لئے کمان سونپی۔ آپ نے قلعہ کا محاصرہ ڈیڑھ سال جاری رکھا۔ ایک روز امام علی الحق خواب میں ملے اور کہا بذریعہ سرنگ جموں سے اجناس اور اشیائے خوردنی آ رہی ہیں۔ اللہ کا نام لے کر دس پندرہ مجاہد ساتھ لو اور رات کو شب خون مارو اور قلعہ کی دیوار پار کر کے صدر دروازہ کھولو انشاء اللہ فتح تمہاری ہو گی۔ آپ نے تعمیل کی اور فتح یاب ہوئے لیکن زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔ قلعہ کے اوپر عمارت کی تعمیر اور بنیادوں کی کھدائی کے دوران ایسے برتن بھی ملے ہیں جن کی کڑیاں موہنجوداڑو کے آثار قدیمہ سے ملتی ہیں۔ روضہ امام علی الحق بھی قلعہ نما جگہ پر ہے۔ تمام شہداء کے مزار بھی قیمتی سنگ مرمر سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ اہالیان سیالکوٹ نے پوری عقیدت سے انہیں جدید انداز میں تعمیر کیا ہے۔ یہاں صبح و شام طالبان حق حاضری دیتے رہتے ہیں۔

--

marfatcom

حضرت امام علی الحق شہیدؒ

****

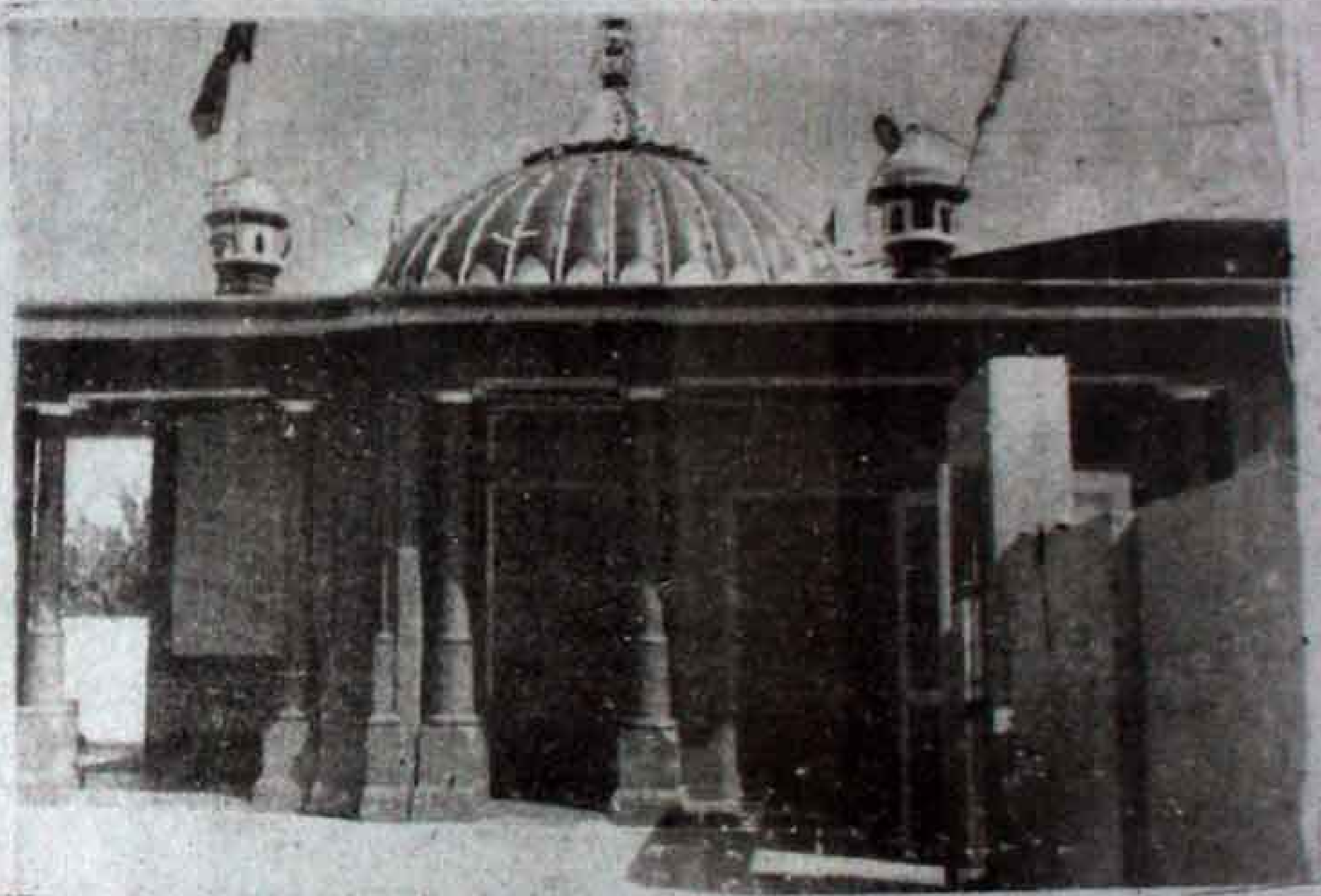

یہ قانون فطرت ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں ظلم برپا ہوتا ہے اللہ رب العزت وہاں اپنے مقرب بندوں کو بھجوا کر مظلوم کی دادرسی اور ظالم کی بیخ کنی فرماتے ہیں۔ یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور تا ابد برقرار رہے گا۔ 757 ہجری کے دوران فیروز شاہ تغلق کے دور میں ہندو راجہ سل پال نے سل کوٹ (موجودہ نام سیالکوٹ) میں ایک عظیم الشان قلعہ کی تعمیر شروع کروائی۔ جس کی شمالی دیوار رات کو تعمیر کی جاتی تو اگلی صبح خود بخود مسمار ہو جاتی۔ بالآخر "راجہ" نے تنگ آکر ہندو پنڈتوں اور جوتشیوں کو اپنے دربار میں بلا کر ان سے قلعہ کی متذکرہ دیوار کے بار بار مسمار ہونے کی وجہ دریافت کی۔ جس پر "راجہ" کو بتایا گیا کہ اگر اس دیوار کی بنیادوں میں کسی مسلمان کا خون بہا دیا جائے تو یہ دیوار دوبارہ کبھی مسمار نہیں ہوگی۔ چنانچہ راجہ سل پال کے حکم پر مسلمانوں کی تلاش شروع کر دی گئی اور مراد علی نامہ ایک مسلمان کو ایک نالہ کے کنارے وضو کرتے ہوئے پکڑ کر "راجہ" کے دربار میں پیش کر دیا گیا۔ آپ کی والدہ مائی راستی صاحبہ کی منت سماجت کے باوجود آپؒ کو شہید کر کے سر مبارک زیر تعمیر قلعہ کی شمالی دیوار کی بنیادوں میں دفن کر دیا گیا اور یوں متعلقہ دیوار اپنی جگہ برقرار رہی۔ اور قلعہ کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ مراد علی شاہ صاحب کا مزار اقدس قلعہ سیالکوٹ پر مرجع خلائق ہے۔ اور آج مخلوق خدا انہیں پیر مرادیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مائی راستی صاحبہ اپنے بیٹے کے بے گناہ قتل کا بدلہ لینے کے لئے اپنی داستان غم لے کر دہلی میں فیروز شاہ تغلق کے دربار میں حاضر ہوئیں۔ اسی دوران حضرت امام علی الحق المعروف حضرت امام صاحبؒ "تبلیغ اسلام" کے سلسلے میں سرزمین عرب سے برصغیر پاک و ہند میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور فیروز شاہ تغلق کے ہاں بطور

marfat.com

شاہی مہمان ٹھہرے ہوئے تھے ۔ مائی راستی صاحبہ کی داستان غم سن کر فیروز شاہ تغلق بے حد متاثر ہوا اور اس نے بوجہ مجبوری بذات خود راجہ سل پال کے خلاف لشکر کشی کرنے کی بجائے حضرت امام علی الحق المعروف امام صاحبؒ سے مائی راستی کی دادرسی کرنے کی درخواست کی ۔ حضرت امام علی الحق نے راجہ سل پال کے خلاف جہاد کرنے کی خاطر فوراً ایک مختصر سا لشکر تیار کیا اور سل کوٹ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ۔ راستے میں جالندھر کے مقام پر حضرت امام صاحب کے بھائی امام ناصرؒ اچانک انتقال کر گئے اور وہیں آپؒ کو دفن کر کے حضرت امام صاحب نے اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیا ۔ لشکر امام براستہ امرتسر جب سل کوٹ کی حدود میں داخل ہوا تو وہاں سب سے پہلے پسرور کے مقام پر لشکر کفار کے ساتھ آپؒ کا ٹکراؤ ہوا ۔ اس مقام پر آپ کے چھوٹے بھائی حضرت امام میراں برخوردار نے لاتعداد کفار کو واصل جہنم کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا ۔ تاہم لشکر امام اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔ بعد ازیں ایمن آباد روڈ پر راجہ سل پال کے لشکر کے ساتھ معرکہ آرائی میں حضرت امام علی الحقؒ کے ایک دوسرے بھائی امام غالبؒ نے بے مثال جرات و جوانمردی کے جوہر دکھاتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ۔ لشکر امام پیش قدمی کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو گیا اور راجہ کی فوج قلعہ میں محصور ہو کر رہ گئی ۔ عصر کے وقت حضرت امام صاحب نے لشکر میں شامل اپنے بھانجے سید سرخ سے فرمایا کہ "نماز مغرب قلعہ کے اندر ادا کی جائے گی لہذا قلعہ کے اندر ہر حال میں داخل ہونا ہوگا" سید سرخ نے اپنی خداداد قوت کے ذریعے قلعہ کے دروازہ کو ٹکر مار کر توڑ دیا ۔ لشکر امام اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے قلعہ کے اندر داخل ہو گیا اور فتح کے جھنڈے گاڑھ دیئے ۔ راجہ سل پال کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا اور یوں اس کفرستان کے در و دیوار لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ کی صداؤں سے گونج اٹھے ۔

بعد ازاں حضرت امام صاحب نے ایک ٹیلے پر اپنا ڈیرہ جما کر اسلام کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ نتیجتاً لاتعداد کافر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور دور دور تک اسلام کا بول بالا ہو گیا ۔ راجہ سل پال کے حواریوں اور عزیز و اقارب کو اپنی شکست کا بہت صدمہ تھا اور وہ ہمیشہ انتقام کی کھوج میں رہتے تھے ۔ حضرت امام صاحب متذکرہ ٹیلے پر رات کے وقت اکیلے ہی عبادت گزاری کیا کرتے تھے ۔ چنانچہ ایک روز راجہ سل پال کے سالے "بھمن" نے حضرت امام صاحبؒ کو اکیلا پا کر سجدہ کی حالت میں کو شہید کر دیا ۔ جس مقام پر آپؒ نے جام شہادت نوش فرمایا وہیں آپؒ کا مزار اقدس تعمیر کر دیا گیا جو کہ آج ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے ۔

آپؒ کا شجرہ نصب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے اور یوں اہل بیت کے اس عظیم سپوت کا آستانہ اللہ رب العزت کے بندوں کے دکھوں کا مداوا اور بیکسوں کا سہارا بنا ہوا ہے ۔ حضرت امام صاحبؒ کے مزار اقدس کے احاطے میں دیگر بے شمار شہداء اسلام کے مزارات بھی موجود ہیں جو کہ آپؒ کے لشکر میں شامل تھے اور انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا ۔ ان میں حضرت امام صاحبؒ کے اساتذہ کرام حضرت حافظ ولی محمد صاحبؒ اور حضرت حافظ بدرالدین صاحبؒ کے مزارات بھی شامل ہیں ۔

سرزمین سیالکوٹ میں لشکر امام صاحبؒ کے جن دیگر شہداء کے مزارات ہیں ان میں حضرت پیر خزانچی صاحب ،

marfatcom

حضرت شاہ ابدالی کے مزارات قابل ذکر ہیں ۔ جہاں سے مخلوق خدا صبح و شام فیض یاب ہو رہی ہے ۔ مزار حضرت امام صاحبؒ سے ملحقہ قبرستان میں خانوادہ امام سے تعلق رکھنے والے بزرگوں ، پیر سید حیدر علی شاہ صاحب ، سید تاج دین شاہ صاحبؒ ، سید قربان علی شاہ صاحبؒ ، سید محمد علی شاہ صاحبؒ اور پیر سید نشان علی شاہ صاحبؒ کے علاوہ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کے والدین کی آخری آرام گاہیں بھی واقع ہیں ۔

حضرت امام صاحب کے مزار کی مناسبت سے ملحقہ بستی " محلہ حضرت امام صاحب " کے نام سے مشہور ہے ۔ جہاں آپؒ کے خانوادے سے متعلق سجادہ نشینان حضرات سکونت پذیر ہیں ۔ جن میں پیر سید صفدر علی شاہ ، پیر سید جماعت علی شاہ ، سید محمد بخش شاہ ، پیر سید محبوب عالم شاہ وغیرہ قابل ذکر ہیں جو کہ فیض امامؒ سے مخلوق خدا کو فیض یاب کر رہے ہیں ۔ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے زیر اہتمام یہاں محلہ حضرت امام صاحبؒ میں " باب الفت " کے نام سے سرکار امام پاکؒ کے مہمانوں اور مہمان اولیاء کرام کے لئے ایک باقاعدہ آرام گاہ قائم کی گئی ہے ۔ جہاں بحمدہ تعالیٰ حضرت امام علی الحق شہیدؒ کے دیوانوں اور پروانوں کا دن رات تانتا بندھا رہتا ہے ۔

حضرت امام علی الحق شہید المعروف حضرت امام صاحب کا سالانہ عرس ہر سال 6 ، 7 اور 8 محرم الحرام کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے ۔ عرس کی تقریبات میں ملک بھر سے زائرین والہانہ انداز میں شرکت کرتے ہیں ۔

کتاب اولیا سیالکوٹ از رشید نیاز کے مطابق امام صاحب کا شجرہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے ۔

حضرت سید امام علی لاحق بن سید حسن مکی بن سید احمد بن سید یوسف بن سید اسحاق بن سید ہاشم بن سید عبدالرزاق بن سید عربی بن سید محمد صالح بن سید علی اکبر بن سید طاہر بن سید محی الدین بن سید عبداللہ بن سید ابو الحسن سر آہنگ احمد بن سید موسیٰ بن سید ابراہیم اصغر بن سید امام موسیٰ کاظم بن سید امام جعفر صادق بن سید امام باقر بن سید امام زین العابدین بن سید امام حسین بن حضرت علی ۔

بابر نے جب سید پور کے پٹھانوں پر فتح پانے کے بعد سیالکوٹ پر بھی قبضہ کر لیا تو دربار گوہر بار حضرت امام علی الحق پر بھی سلام دعا کے لئے حاضری دی ۔ اس وقت تک دربار محض چار دیواری تک محدود تھا ۔ سب سے پہلا شاندار پختہ گنبد نما مزار بابر نے بنوایا ۔ شاندار مسجد اور حمام بھی تعمیر کروائے ۔ خسرو کوکلتاش حاکم سیالکوٹ کو حکم دیا کہ دربار کی حفاظت اور ضروریات کی طرف بھرپور توجہ دے ۔ منتخب التواریخ میں درج ہے کہ اکبر جب سیالکوٹ آیا تو حضرت حمزہ غوثؒ کے دربار میں حاضری دینے کے بعد خانقاہ امامؒ میں بھی حاضری کے لئے آیا ۔ اور فیوض و برکات سے مستفید ہو کر کافی رقبہ زمین دربار کے انتظام و ضروریات کے لئے وقف کیا ۔ شاہجہان کے دور میں قندھار کا سابق گورنر علی مردان خاں جب سیالکوٹ کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے حضرت امام ارشاد کے مزار ، مسجد اور حمام کی دوبارہ مرمت کرانے کے ساتھ ساتھ مہمان خانے کا اضافہ بھی کیا ۔ راجہ رنجیت سنگھ کے دور میں سردار گنڈا سنگھ اور جھنڈا سنگھ دو بھائی باری باری سیالکوٹ کے حکمران رہے ۔ سکھوں نے دربار کی بڑی توہین کی اور اسے اصطبل کے طور پر استعمال کرنے لگے ۔ وقائع رنجیت سنگھ کے مولف رائے بہادر گوپال داس لاہوری نے صفحہ 109 پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ جب اصطبل کی وجہ سے تعفن پھیل گیا تو رنجیت سنگھ کو خواب میں بابا فرید

marfatcom

اللھمن لنج بگر ملے اور کہا کہ " اے گستاخ سیالکوٹ میں تیرے حاکم نے ہمارے پیارے کی قبر کی بے حرمتی میں حد کر دی ہے اگر تم نے اس کا بندوبست نہ کیا تو خدا کا عذاب تجھ پر نازل ہو کر رہے گا کیونکہ وہ اپنے اولیاء کی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتا۔ رنجیت سنگھ صبح اٹھتے ہی ننگے پاؤں گھوڑے پر بیٹھا اور صبح ہونے تک سیالکوٹ دربار گوہر بار میں پہنچ کر اراکین حکومت کو وہاں بلوایا اور خود ان کے ساتھ مل کر غلاظت اٹھوائی۔ عرق گلاب سے سارا دربار دھلوایا اور مشک وغیرہ سے مہکتی چادر مزار پر چڑھائی۔ انگریزوں کے دور میں 1857ء کے انقلاب میں جب ڈپٹی وزیر علی کی کوششوں سے جرمانہ شدہ روپیہ اہالیان سیالکوٹ کو واپس کیا گیا تو اہالیان سیالکوٹ نے اس رقم کا خاصہ حصہ یعنی دس ہزار روپیہ بطور نذرانہ دربار کے لنگر کے لئے دے دیا۔ جب پاکستان بنا تو فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور میں خانقاہ امام کو محکمہ اوقاف کے انتظام میں دے دیا گیا۔ آج کل یہاں ہر جمعرات کو ایک میلے کا سماں ہوتا ہے۔ دن اور رات زائرین کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے رہتے ہیں۔ رات کو مزار بقعہ نور بنا ہوتا ہے۔ قرآن خوانی، نعت خوانی سے دل وجد میں آجاتے ہیں۔ دن کو میدان امام صاحب میں ٹھٹ دار تجارتی میلہ بھی لگتا ہے شہر اور ارد گرد کے دیہات کے ہزاروں مرد و زن خرید و فروخت کرتے ہیں۔ گویا تجارتی میلہ روحانی اقدار کے علاوہ ہماری دیہاتی اور شہری زندگی کی ثقافت کا بھی مظہر بن جاتا ہے۔

ہر دور میں یہاں اولیاء حاضری اور چلہ کشی فرماتے رہے ہیں۔ حضرت شاہ کبیر الدین سہروردی عرف پارڑانوالی خانقاہ، شاہ مونگا ولی، حضرت شاہ سیداں، حضرت شاہ دولا گجراتی، حضرت ملا کمال و ملا جمال، حضرت ملا عبدالحکیم، حضرت شاہ دتن ابدال، حضرت بری شاہ لطیف، حضرت حاجی نوشہ گنج بخش، حضرت بابا نور شاہ گدیلہ، حضرت بابا فقیر محمد و بابا نور محمد تیراہی ثم چوردی، حضرت صوفی نواب الدین موہری شریف والے۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ثانی، امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ، حضرت حکیم سید خادم علی، حضرت رسول شاہ، حضرت سرفراز خان صاحب، حضرت صوفی نذیر صاحب، حضرت بابا عبد الحمید صاحب نوری بٹ، حضرت سائیں جلال، حضرت مجدد الف ثانی اور بے شمار اولیاء یہاں پر حاضر ہونے کا شرف حاصل کرتے رہے ہیں۔ دربار کے ساتھ قبرستان بھی ہے جہاں انقلاب 1857ء کے ہیرو خان حرمت خان کا مزار بھی بر لب سڑک ہے۔

====

marfatcom

رتالہ شریف میں حضرت پیر سید اصغر علی شاہ کا مزار

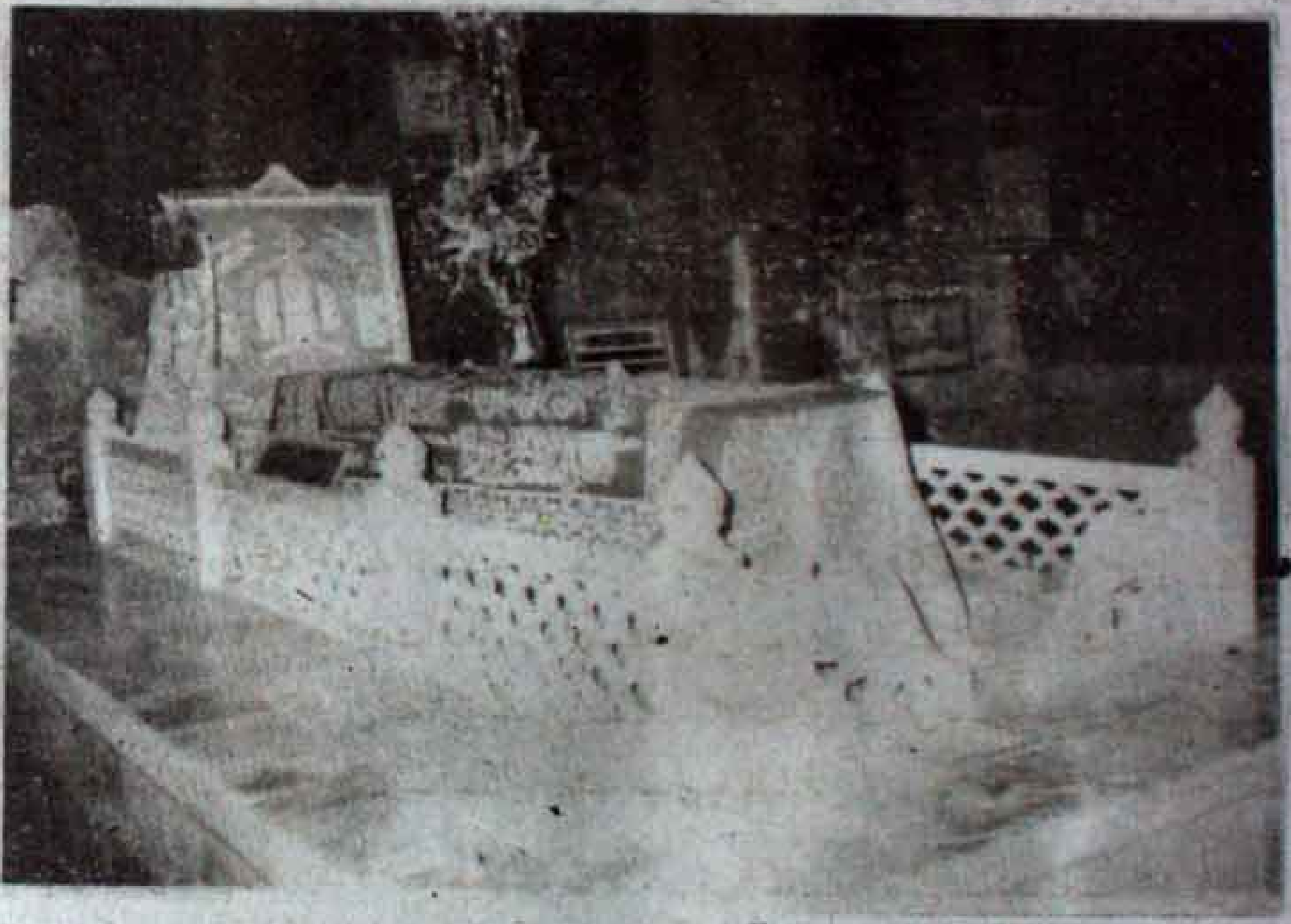

سیالکوٹ سے ایک سڑک کلووال ہیڈ مرالہ کی طرف آتی ہے ۔ ہزاروں سالہ قدیمی سڑک کے کنارے کئی انبیاء کرام اور اولیائےؒ کرام کے مزارات ہیں ۔ کلووال کے قریب مشہور قصبہ رتالہ شریف ہے ۔ رتالہ شریف میں حضرت پیر سید اصغر علی شاہؒ کا آستانہ مبارک ہے ۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں ۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ آپ 1845ء میں رتالہ شریف میں پیدا ہوئے ۔ رتالہ شریف دریائے چناب کے کنارے کلووال کے قریب ہے ۔ آپ کا تعلق جعفری خوارزمی سادات حسینی سے ہے ۔ آپ کھیتی باڑی کے فرائض سرانجام دیتے اور پھر اپنے عبادات و ظائف میں مصروف ہو جاتے ۔ اپنے باپ دادا کے عقیدت مندوں سے کوئی آجاتا یا کوئی آدمی اپنی تکلیف لے کر آتا تو اس کی مدد کرتے ۔ ایک دن آپ نے اپنے جسم میں خاص چیز محسوس کی یعنی ذکر نفی اثبات خود بخود جاری ہو گیا ۔ اس سے پہلے ایسی کیفیت کبھی نہ ہوئی تھی ۔ کتاب خزینۃ الانس میں حضرت پیر سید اصغر علی شاہ کے مطابق انھی ایام میں حضرت پیر صاحب وٹالہ شریف تشریف لائے ۔ آپ نے ان سے اپنی کیفیت بیان کی ۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلائق کی رہنمائی کے لئے چنا ہے ۔ اس کیفیت کے بعد آپ نے مرشد کامل کی جستجو شروع کر دی ۔ چنانچہ آپ حضرت پیر عباس علی شاہؒ ضلع جہلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ حضرت پیر عباس علی شاہ نے فرمایا بھائی آپ کا مقصود میرے پاس نہیں ہے ۔ آپ کا حصہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے پاس ہے یہ حصہ مقررہ وقت پر آپ تک پہنچ جائے گا ۔ آپ اپنے گھر آ کر اس مبارک گھڑی کا انتظار کرنے لگے ۔ انھی ایام میں حضرت میاں صاحب سیر کی غرض سے

marfat.com

ضلع سیالکوٹ آئے اور قصبہ سمبڑیال تشریف فرما ہوئے ۔ آپ کے فیضان کا چرچا دور دور تک پھیلنے لگا ۔ حضرت پیر اصغر علی شاہ نے جب آپ کے فضائل سنے ۔ دل نے گواہی دی کہ یہی مرد قلندر ہے ۔ جس کی تلاش تھی ۔ چنانچہ آپ انکی خدمت میں حاضر ہونے مرشد کامل نے نظر کرم فرمائی اور خرقہ خلافت عطا فرمانے کے بعد حکم دیا کہ اصلاح مخلوق میں شامل ہو جاؤ ۔ چنانچہ مرشد پاک کا حکم ملتے ہی اپنے گھر میں یاد الٰہی میں مشغول ہوگئے ۔ آپ کی کرامات کا ظہور ہونا شروع ہوا ۔ بڑے بڑے پیشوا اور اہل دل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دینی دنیاوی فیض حاصل کرتے ۔ آپ کے پاس جو بھی آتا آپ ان سے بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے ۔ آپ نے مخلوق خدا کی راہنمائی فرمائی ۔ آپ ایسے چراغ تھے جس سے لاکھوں کے دلوں کے دیئے جلے ۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو سکھ بھی آپ سے عقیدت رکھتے ۔ آپ کی علاقہ میں بہت زیادہ کرامات ہیں ۔ رحلت سے دو روز قبل فرمانے لگے ۔ سیدنا حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا صندوق مبارک جو چند سال ہوئے دریا کی طغیانی میں بہہ گیا تھا ۔ ظاہر ہوا ہے ۔ ایک آدمی مجھے خبر دے گیا ہے ۔ اس لئے بہت سا حلوہ تیار کرو ۔ اور ختم دلواؤ ۔ چنانچہ حلوہ تیار کیا گیا ۔ اور ختم شریف دلوایا گیا ۔ بیماری سے طبیعت اکتا گئی ۔ تو فرمانے لگے میں نے نور دین جو ملکے خورد کے رہنے والے ہیں ان سے ان کے گھر جانے کا وعدہ کیا تھا اس لئے آج مجھے وہاں لے چلو ۔ طبیعت بھی کچھ بہل جائے گی ۔ اور ایفائے عہد بھی ہو جائے ۔ اور بڑے زور سے وہاں جانے کے لئے اسرار کیا ۔ آپ کی چارپائی اٹھالی گئی ۔ شام کو ملکے پہنچے یہ بدھ کا دن تھا ۔ یہ شب وہاں گزاری ۔ صبح پھر تالہ شریف لے جائے گئے ۔ گھر واپس پہنچنے پر فرمایا ۔ تم سب نے میرے علاج میں اپنی اپنی حسرت پوری کرلی ۔ اور اب بھی اگر کوئی باقی ہے تو پوری کرلو ۔ گھر والے اور مریدین پہل ہی علالت اور کمزوری کی وجہ سے بد دل ہو رہے تھے ۔ یہ سنتے ہی اشکبار ہوگئے ۔ بھائی کی حالت پہلے ہی غیر اور ناگفتہ بہ تھی ۔ دن رات علاج معالجہ اور تیمار داری میں مصروف رہتے تھے ۔ لیکن کوئی پیش نہیں جاتی تھی ۔ بھائی کو مخاطب کر کے فرمانے لگے ۔ اگر کوئی تمنا ہے تو ظاہر کرو ۔ مانگو کیا مانگتے ہو ۔ عرض کیا حضور آپ کی عنایت پہلے ہی کیا کم ہے ۔ میں کیا مانگوں ۔ جو چاہتا ہوں پورا ہوتا نظر نہیں آتا ۔ صرف فضل درکار ہے ۔ آپ چارپائی سے اٹھ کر گئے ۔ اور خصوصی نگاہ کے ساتھ دیکھ کر فرمایا "فضل" ۔ فضل بڑا ہی فضل ، پھر صاحبزادی سے فرمایا ۔ مسلم ! تم بیٹی نہیں بیٹا ہو ۔ میں نے اپنا فیض تمہیں تفویض کیا ۔ پھر بھائی سے فرمایا تمہارا اسلام تمہاری مائی کو ۔ کچھ وقت آپ بیٹھے رہے ۔ پھر لیٹ گئے ۔ یہ یکم محرم الحرام مغرب کے بعد کا وقت تھا ۔ اور جمعہ کا دن تھا ۔ لیٹنے کے چند لمحے بعد اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی ۔ اور خالق حقیقی کے پاس جاگزیں ہوئے ۔ حضرت پیر نصیب علی شاہ آف چھابے شریف گجرات آپ کے فیض یافتہ ہیں ۔ آپ کے مزار کے قریب مسجد کے صحن میں حضرت قینش کا 9 گز لمبا مزار ہے ۔ جو حضرت یوسف کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں ۔

marfatcom

شیخ المشائخ حضرت سیف اللہ نوری صاحبؒ

دربار عالیہ نوشاہیہ قادریہ چائنہ روڈ سیالکوٹ

****

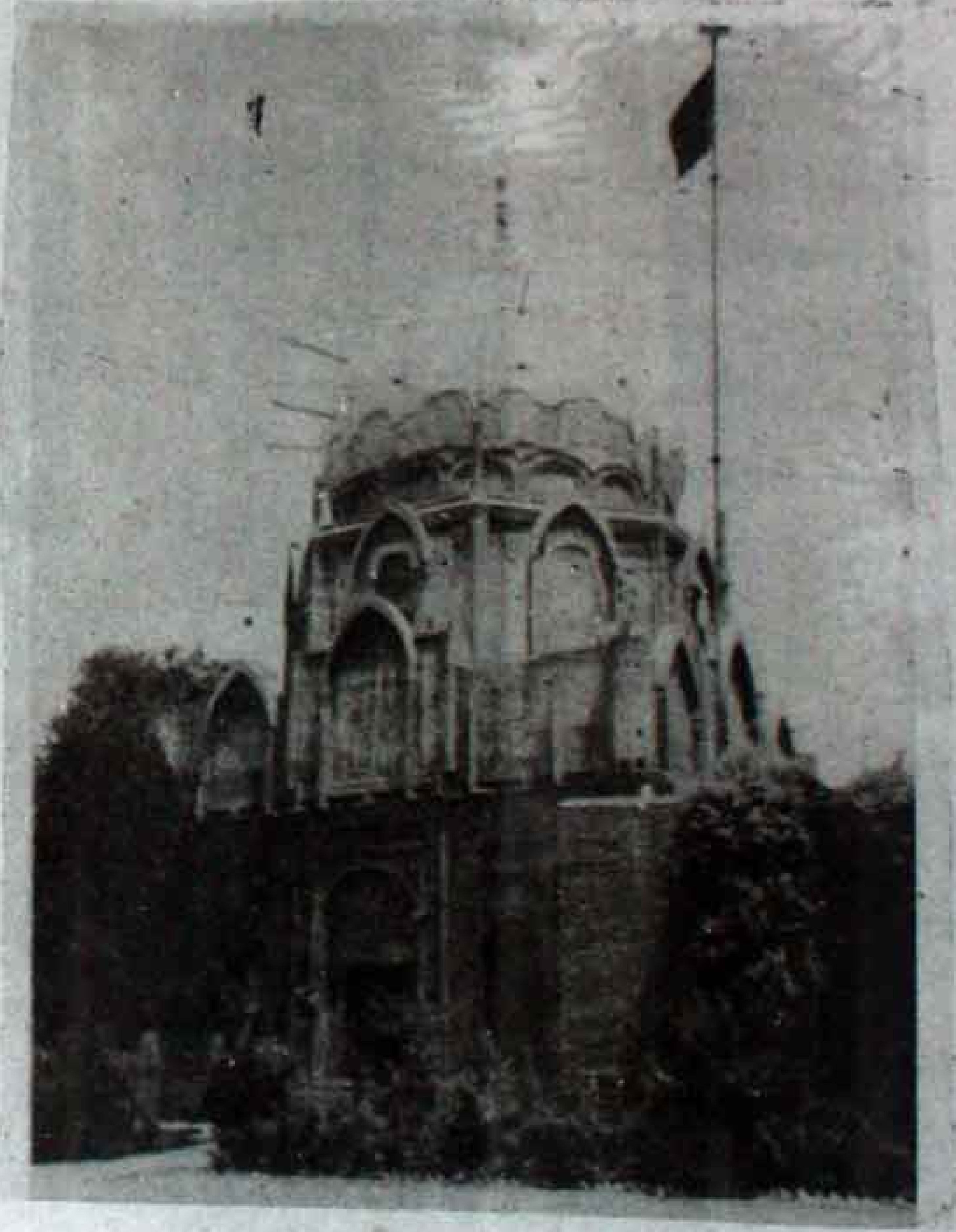

حضرت سیف اللہ نوریؒ کا مزار سیالکوٹ کی مشہور سڑک چائنہ روڈ پر ہے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔
آپ 1899ء میں پیدا ہوئے۔ کتاب پیر کامل از صاحبزادہ محمد انیس سیفائی کے مطابق شیخ عصر بچپن سے ہی کم سخن،

کم آمیز اور راست گفتار تھے۔ چہرہ حسین، روشن جبیں اور آنکھیں دلکشا تھیں۔ جو بھی آپ کے روئے زیبا کو دیکھتا مسحور ہو کر رہ جاتا۔ جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو دو غیر مسلم راہگیروں کی نظر آپ پر پڑی تو وہ دیکھتے رہ گئے اور آپ کی نظروں میں ایک انجانی کشش سے ایسے متاثر ہوئے کہ بیساختہ انکی زبان سے کلمہ جاری ہو گیا۔ اور وہ مسلمان ہو گئے۔ جب آپ کی عمر چھ برس ہوئی تو آپ کو قصبہ ساہووالہ کے ایک سکول میں داخل کروا دیا گیا۔ مگر آپ کی طبع رسا علوم ظاہری کی طرف کما حقہ مائل نہ ہو سکی۔ وہ مکتب میں جانے کی بجائے ایک مرد شہید کی مرقد پر گم سم بیٹھے

marfat.com

رہتے ۔ یہ بزرگ قطب اصحاب ہیں ۔ جن کا نام عرف عام میں قطب شہاب مشہور ہوگیا ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ حضرت امام علی الحق قدس سرہ العزیز کے برگزیدہ رفقاء میں شامل تھے اور حق و باطل کے ایک معرکے میں داد شجاعت دیتے ہوئے شدید مجروح ہوگئے ۔ اور جام شہادت نوش فرماگئے ۔ آپ کمال پور شریف کے قریب شمالی جانب میں مدفون ہیں ۔ بیری کے درخت کے نیچے ایک پختہ قبر اس مرد شجاع کی یاد دلاتی ہے ۔

بچپن میں آپ نے روحانیت کی منازل طے کیں ۔ اس کے بعد آپ مرشد کامل کی جستجو میں نکلے اور حضرت پیر مست شاہؒ کے حضور حاضری دی ۔ حضرت میراں شاہ ولی کی مرقد کے بائیں جانب بیٹھ کر ایک ہزار بات آیت کریمہ پڑھ کر تسبیح دورد تاج پڑھنا شروع کیا ۔ اور بیشتر وقت مسجد میں گزارتے ۔ اس دوران روحانی طور پر حضرت علی المرتضی 20 سے روحانی ملاقات ہوئی ۔ اس کے بعد آپ حضرت پیر مست شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور تمام ماجرا بیان کیا ۔ اور ان کی دعاؤں کے طلب گار ہوئے ۔ شاہ صاحب اس روح پرور واقعہ پر بے اختیار رو پڑے اور بڑی گلوگیر آواز میں کہا " بیٹا ! ہمیں تو آج تک اس بارگاہ کمال تک رسائی نہیں ہوئی ۔ اور اب تو چراغ حیات بجھنے کو ہے ۔ اللہ نے تمہیں بلند ہمت اور دل بیدار عطا فرمایا ہے ۔ اور ایسی پاکیزہ نگاہ بخشی ہے کہ امام المقربین اور سید الشہید کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوئی ہے ہم بڑے افسوس سے کہتے ہیں کہ ہم اس قابل نہیں ہیں کہ اس راہ میں تمہاری مزید راہنمائی کر سکیں ۔ اس بے قراری کے عالم میں مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر سوہ مزمل پڑھ رہے تھے کہ آنکھ لگ گئی ۔ آپ نے محسوس کیا کہ کوئی عظیم طاقت انہیں عالم بالا کی طرف کھینچ رہی ہے ۔ اور وہ مع جسم اڑ رہے ہیں ۔ وہ آسمان پر آسمان عبور کرتے گئے ۔ یہاں تک کہ ایک عظیم الشان گنبد نما قصر عالی منظر کے قریب پہنچے ۔ جس کے چاروں طرف چار بڑے دروازے تھے ۔ ان میں سے ہر ایک پر بارعب وجمال نگران کھڑے تھے ۔ جب آپ نے سامنے کے زریں باب سے اندر جانا چاہا تو ایک دربان نے روکا اور بتایا کہ اس دروازے پر حضرت علی المرتضی کا پہرہ ہے ۔ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اندر داخل نہیں ہوسکتا اور اس قصر بے مثال میں داخلے کی شرط سر کٹوانا ہے ۔ یہ دیکھئے سامنے جو خون کا دریا بہہ رہا ہے ۔ یہ انہیں شہداء کا خون ہے ۔ جنھوں نے اپنے سر پیش کر دیئے تھے ۔ آپ نے عرض کی کہ مجھے نذرانہ کی شرط منظور ہے ۔ ابھی یہ بات کہی تھی کہ حضرت علی المرتضی سامنے سے تشریف لائے اور آپ کو دیکھ کر تبسم کے آثار ان کے روئے جمیل پر ہویدا ہوئے ۔ پھر حضرت نے آپ کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور آپ کے سر کو اپنے زانوئے مبارک پر رکھا اور تین بار تکبیر تحریمہ پڑھ کر ایک تیز دھار کارد سے آپ کا سر کاٹ دیا ۔ آپ نے محسوس کیا کہ سر تن سے جدا ہو چکا ہے ۔ اور خون بہہ رہا ہے ۔ پھر حضرتؓ نے اپنے لعاب دہن سے سر کو جوڑا جو وہ ایسے پیوست ہوگیا کہ جیسے کٹا ہی نہ تھا ۔ حضور امام اولیاء حضرت علیؓ کی اس روحانی بیعت سے مشرف ہو کر آپ ان کی معیت میں اس بے نظیر محل میں داخل ہوئے ۔ جہاں ۔ شش وجہت نور محمدؐ کی جگ مگ جگ مگ تھی ۔ اور وہاں نور تجلیات کا ایسا چراغاں تھا کہ نگاہیں خیرہ ہو جائیں ۔ آپ نے دریافت کیا یا حضرت یہ گنبد عالی کس مقام کا ہے ۔ ارشاد ہوا یہ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ اس روحانی بیعت بابرکت زیارت کے بعد آپ کو واپس جانے کا امر ہوا ۔ اور آپ عالم ارضی پر لوٹ آئے ۔ تو ان کی آنکھ کھل گئی ۔ اس کے بعد آپ نے حضرت شیخ قطب سبحانی

marfat.com

بابا فضل شاہ کے حضور حاضری دی۔ جنہوں نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا۔ اور دینی کاروبار کرنے کا حکم دیا اور ارشاد و دعوت حق پر مامور فرمایا۔ آپ مخلوق خدا کو روحانی فیض سے نوازتے رہے۔ آپ بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ الغرض آپ پچپن برس تک مسند ارشاد پر رونق افروز رہے۔ اور اس عرصہ میں آپ کی ذات و الاصفات سے بے شمار کرامات تصرفات ظہور پذیر ہوئے۔ جن کا بیان اس اجمالی خاکہ میں خالی از طوالت نہ ہوگا۔ جس طرح آپ حضرت پیر صاحب سید دیوان شاہ کے ارشاد کی تکمیل میں اہل طلب کے قلوب کو زندگی بخشتے اور ہزاروں لوگوں کو روبہ اصلاح فرماتے رہے۔ اسی طرح ظاہری کام کی پابندی بھی نبھاتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھ روز کے لئے عارضہ بخار میں مبتلا ہوئے۔ اور آسمان کی بلندیوں سے بلاوا آپہنچا۔ نوے برس کی عمر میں یہ آفتاب حقیقت پردہ لحد میں چھپ گیا۔ اور اپنے صالح نفوس اور منظور نظر خلف اعظم حضرت سیف اللہ نوری کی روشنی چھوڑ گیا۔

===

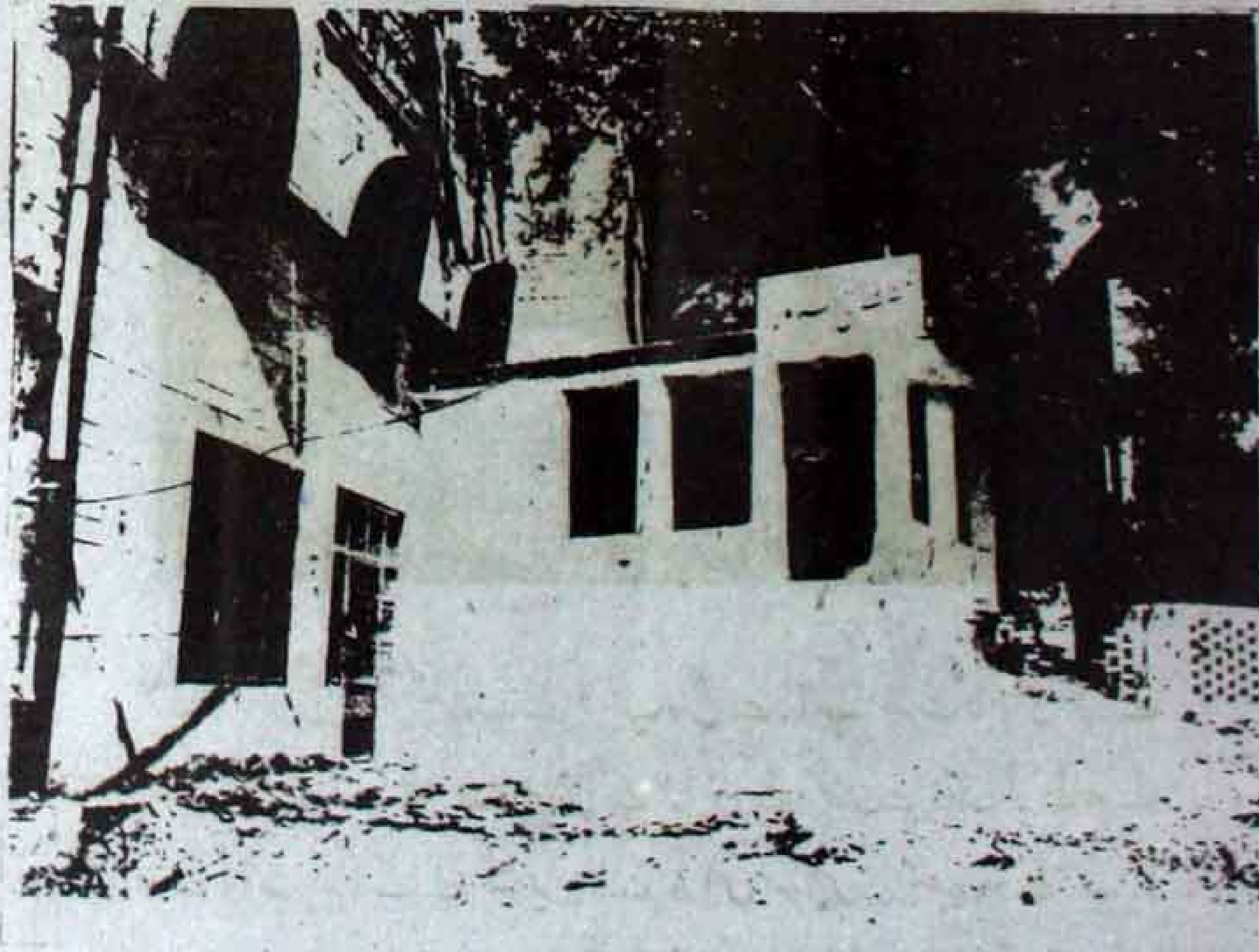

چوک امام صاحب کے نزد حضرت سخی سرور کا مزار۔

marfatcom

حضرت بابل شہید سیالکوٹ

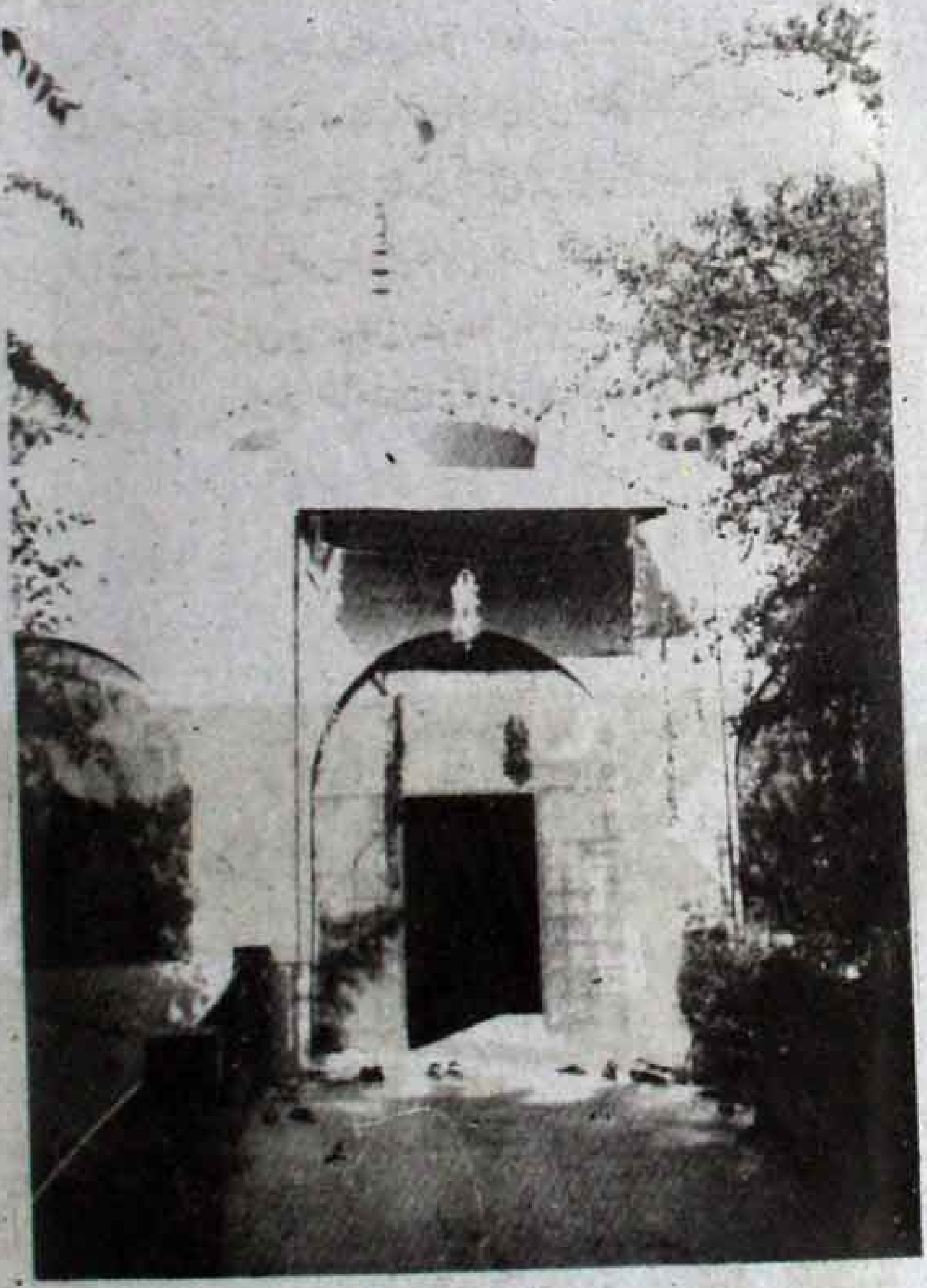

آپ کا مزار شیخ مولابخش کے تالاب کے قریب واقع ہے۔ آپ حضرت امام علی الحق کے ساتھ تشریف لائے۔ آپ حضرت امام الحق کے خزانچی تھے۔ کفار سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ جہاد کے لئے تشریف لائے اور اس سرزمین پر شہید ہوئے آپ کا مزار بڑے خوبصورت اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے: آج بھی لاتعداد لوگ آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ ان کی دینی دنیاوی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی نے خود فرمایا ہے کہ شہیدوں کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں۔

marfat.com

قبرستان پیر سہرا (سیالکوٹ) میں نو گز لمبا مزار

یہ مزار سیالکوٹ کے مشہور معروف قبرستان پیر سہرا میں ہے ۔ پیر سہرا قبرستان ماڈل ٹاؤن کے قریب ہے ۔ سیالکوٹ قلعہ کو جانے والی اور جموں کو جانے والی پرانی سڑکیں اس مزار کے قریب سے گزرتی ہیں ۔ جدید دور میں انسانی آبادی اتنی بڑھ گئی ہے جسکی وجہ سے پرانی گزر گاہیں سڑکیں راستے تقریباً ختم ہو کر رہ گئے ہیں ۔ مزار کے قریب ایک آبی گزرگاہ بھی ہے جو اب گندا نالہ کی صورت اختیار کر گئی ہے ۔ مزار کی لمبائی 9 گز ہے ۔ پختہ تعمیر ہے ۔ گھنے درختوں نے یہاں سایہ کر رکھا ہے ۔ عقیدت مند دور دراز سے یہاں حاضری دیتے ہیں

marfatcom

سیالکوٹ شہر میں نو گز لمبا مزار

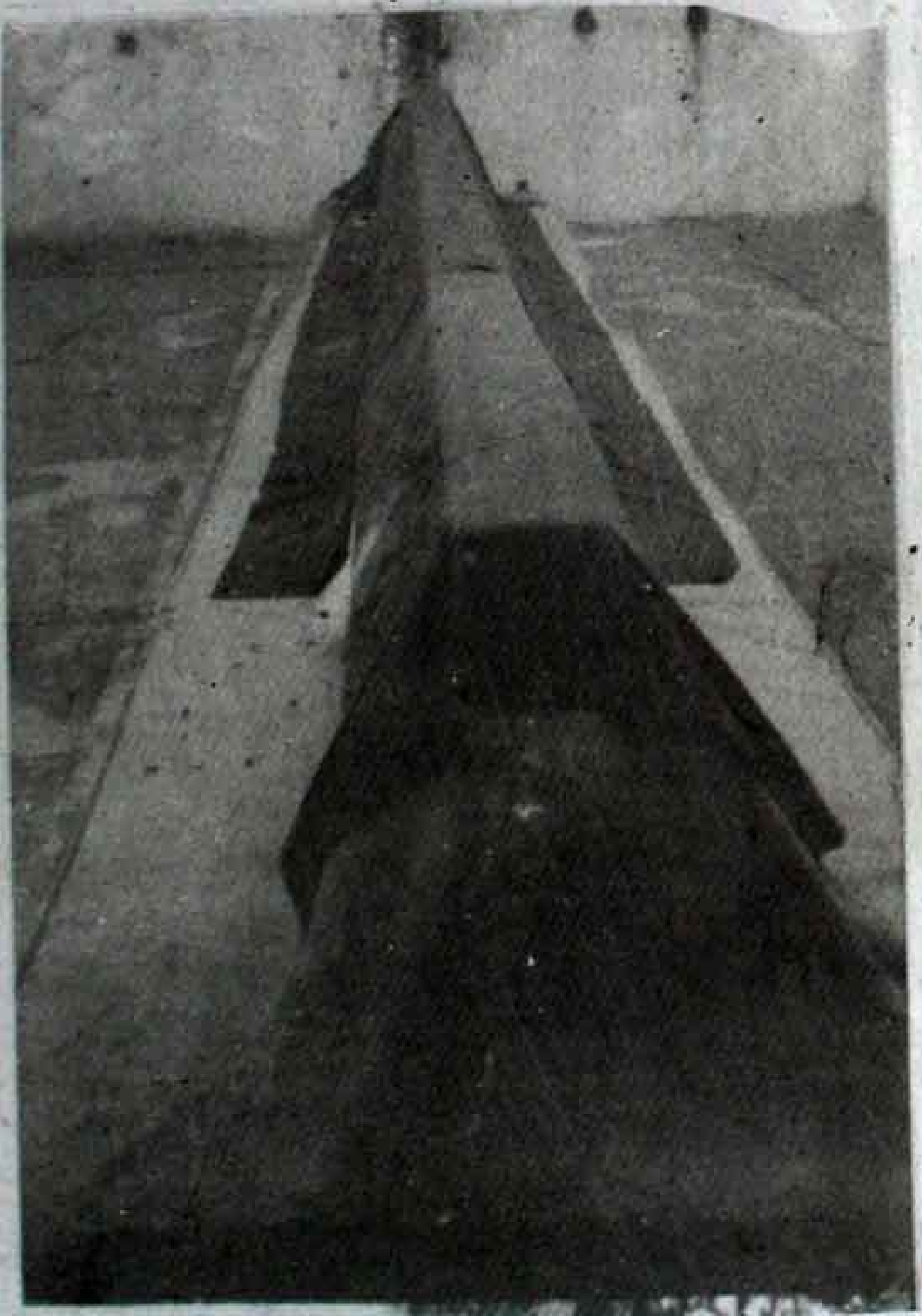

سیالکوٹ انتہائی قدیم ترین علاقہ ہے۔ جس کے چاروں طرف بلند و بالا ٹبے و ٹیلے اور خانقاہیں اس بات کی داعی ہیں کہ سیالکوٹ انتہائی قدیم ترین علاقہ ہے۔ اس میدانی علاقے میں قدم قدم پر آبی ذخائر اور چاروں طرف سے آکر ملنے والی سڑکیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ یہاں قدیمی دور میں انسانی آبادیاں پائی جاتی تھیں۔ گردونواح کے علاوہ شہر سیالکوٹ کے اندر بھی قدیمی اور نو گز قبریں ہیں ایسی ہی ایک قبر تحصیل بازار کے جانب مغرب ایک کوچہ بند گلی میں ہے۔ مسجد کے جانب مشرق یہ نو گز قبریں ہیں جس کے تین طرف مکانات ہیں۔ اور چوتھی طرف مسجد ہے

marfatcom

حضرت سید میر محمد عابد حسین شاہ رح تلواڑہ مغلاں سیالکوٹ

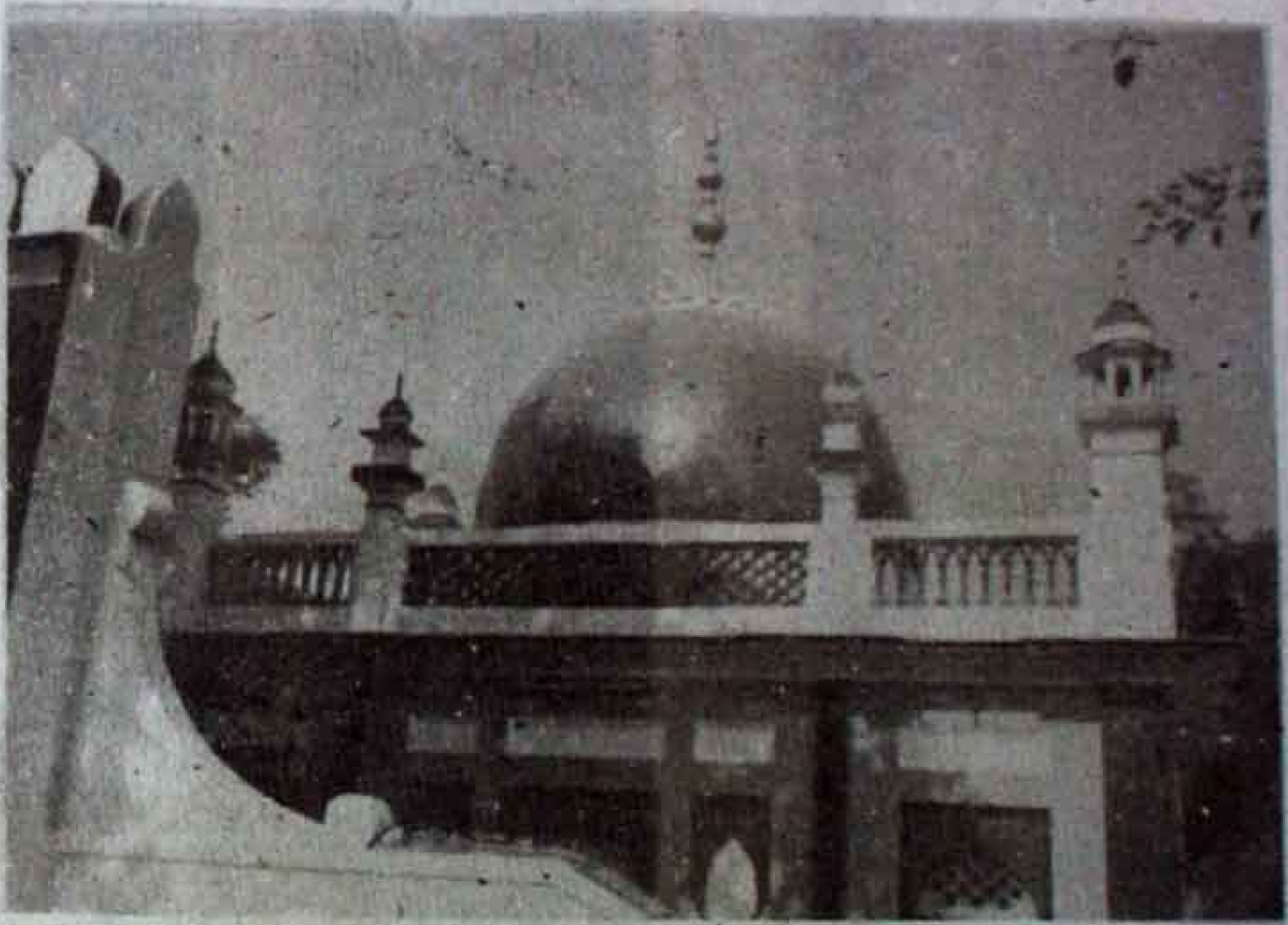

آپ کا مزار مبارک تلواڑہ مغلاں میں ہے آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گذرے ہیں آپ کو بچپن ہی سے درویشوں کی محفل کا شوق تھا۔ آپ کا سلسلہ سہروردیہ نقشبندیہ ہے۔ اور عقیدت مند دور دراز سے حاضری دیتے ہیں۔ آپ کے قدموں میں بڑے رئیس امراء حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ خدمت خلق کا ہر وقت خیال رکھتے آپ کا وصال ۱۹۰۸ میں ہوا۔ آپ کا عرس ۵ دسمبر کو ہر سال عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں اور دینی دنیاوی فیض حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا آستانہ مبارک تلواڑہ مغلاں میں ہے

marfatcom

سیالکوٹ چھاؤنی میں نو گز لمبا مزار

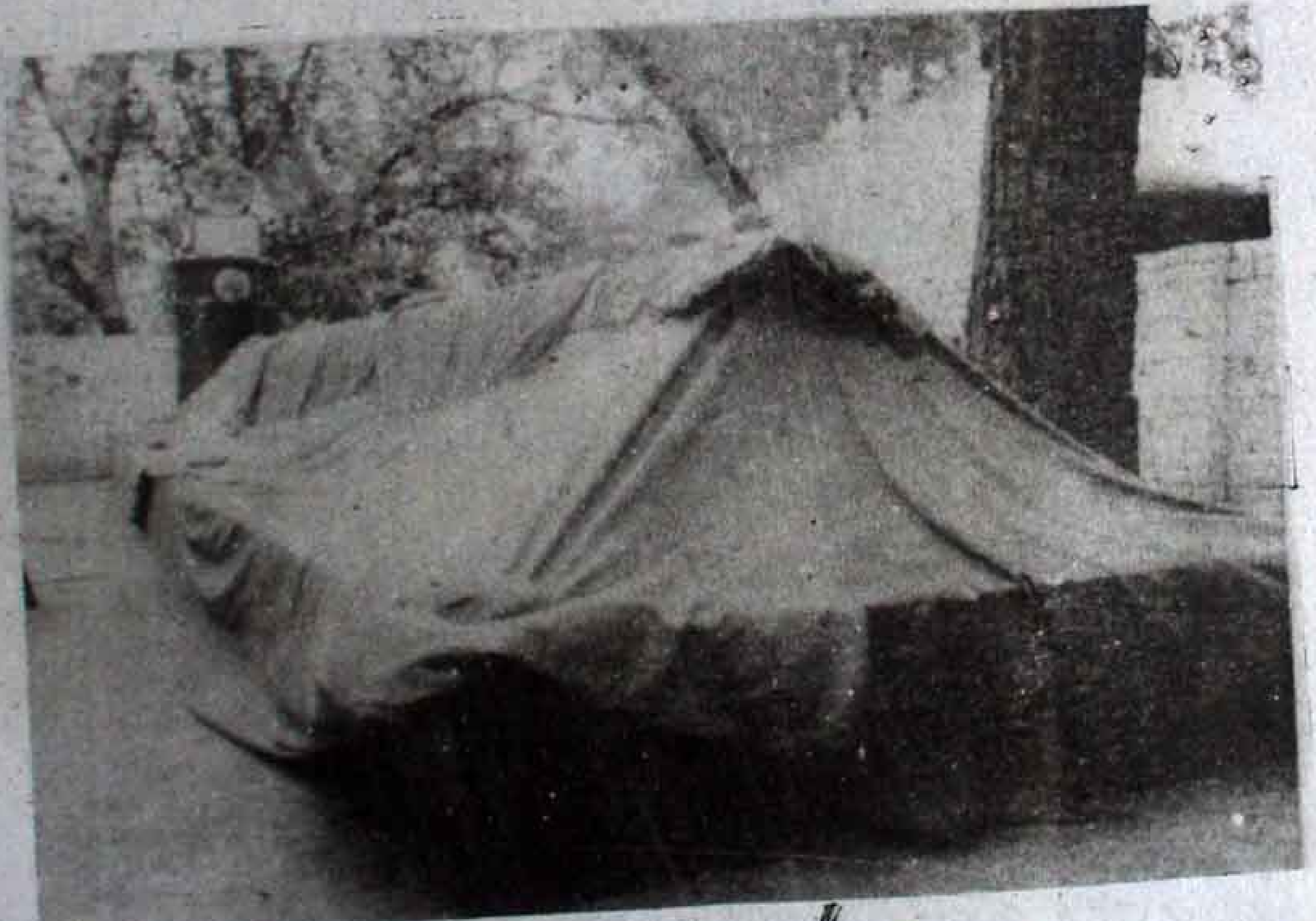

ہیڈ مرالہ روڈ سے ایک قدیمی راستہ بلاں والا کی طرف جاتا ہے۔ بلاں والا میں آبی گزرگاہ کے قریب نو گز لمبا مزار ہے۔ بلاں والا کے قریب سے گزرنے والی سڑک چھاؤنی کی طرف جا نکلتی ہے۔ پختہ سڑک کے جانب شمال درختوں کے جھنڈ میں یہ نو گز لمبا مزار ہے۔ مزار کی لمبائی 9 گز ہے۔ جو پختہ اور خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے اور چار دیواری بھی ہے۔ اس مزار سے تھوڑے سے فاصلے پر چند اور نو گز لمبے مزارات بھی ہیں۔ ایک پریڈ گراؤنڈ میں ہے۔ اسی طرح جانب مشرق سمت اور جنوب کی سمت سیالکوٹ جانے والے راستوں کی طرف یہ مزار ہیں۔ کرسچن ٹاؤن میں کیپٹل روڈ مسرا کے قبرستان اور حکیم خادم علیؒ کے روضہ کے پاس بھی نو گز لمبے مزار ہیں۔ اب چونکہ جدید آبادیاں تیار ہو چکی ہیں پرانے راستوں کے نشان تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ نو گز لمبے مزارات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان مقامات پر حق و باطل کے معرکے ہوئے۔

marfatcom

سیالکوٹ کے محلہ رامتلائی میں
حضرت سرکار خورشید مرزا کا مزار

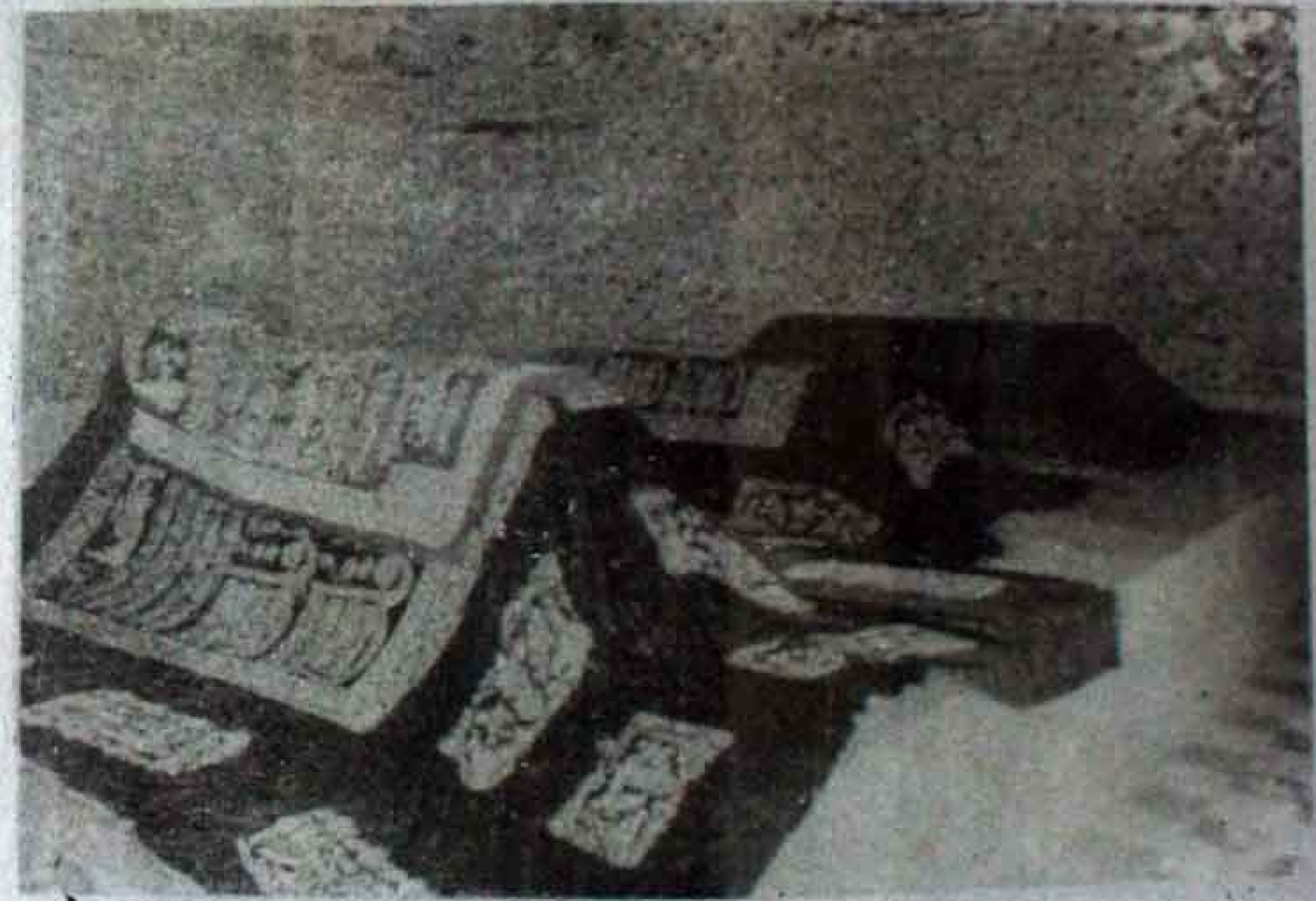

****

حضرت سرکار خورشید مرزا بہت بڑے درویش اور ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ آپ کے ہزاروں مریدین کے علاوہ لاتعداد خلفاء ہیں جو آپ سے فیض یافتہ ہیں۔ کئی شہروں میں ان خلفاء کرام نے رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کی ہوئی ہیں۔ آپ کی کئی کرامات ہیں۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے اور سارے مزار میں شیشہ کاری کا کام کیا گیا ہے۔ گجرات میں آپ کے خلفاء کے سجادہ نشین عرس کے موقع پر آپ کے مزار پر پیدل سفر کر کے حاضری دیتے ہیں۔ میونسپل کارپوریشن سیالکوٹ کے سابق وائس میئر مرزا اورنگزیب آپ کے آستانے کے متولی اور نگران ہیں۔ آپ کا عرس ہر سال عقیدت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ مخلوق خدا دور دور سے حاضر ہو کر دینی و دنیاوی فیض حاصل کرتی ہے۔

marfatcom

سیالکوٹ میں حضرت امام الحقؒ کے مزار کی جانب مغرب حضرت فانوشؒ کا نو گز لمبا مزار

حضرت امام الحقؒ کے مزار کی جانب مغرب خوبصورت جالی میں نو گز لمبا مزار ہے۔ جو سطح زمین سے چار فٹ اونچا تعمیر ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 327 نمبر شمار 442 کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت فانوشؒ ہے۔ جس پر مزید حاشیہ آرائی کی گئی ہے۔ اما صاحب کے مزار کے مغرب کی جانب یہ مزار ایک قلعہ نما ٹبہ پر ہے۔ صاحب مزار کا سلسلہ انبیاء کرام سے جا ملتا ہے۔ حضرت امام الحقؒ کے روضہ کی جانب مشرق بڑے دروازے کے قریب نو گز لمبا مزار ہے۔ اسی شجرہ کے صفحہ نمبر 328 نمبر شمار 485 کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت سلوانامؒ بیان کیا گیا ہے۔ حاشیہ آرائی حضرت سلوانام متصل روضہ امام الحق بمشرق یہ دونوں مزار سطح زمین سے چار پانچ فٹ اونچے تعمیر کئے گئے ہیں جو پختہ اور شاندار انداز میں ہیں۔ شجرہ کے مطابق مشرق والے صاحب مزار کا سلسلہ بھی انبیاء کرام سے جا ملتا ہے۔ برصغیر میں سب سے قدیمی سرزمین سیالکوٹ کی ہے۔ راقم جو پاکستان بھر میں نو گز لمبے مزارات کے بارے میں کتاب مرتب کر رہا ہے، میرے مشاہدہ کے مطابق سب سے زیادہ قدیمی نو گز لمبے مزار سیالکوٹ کی سرزمین پر ہیں۔ جن میں بیشتر کا سلسلہ انبیاء کرام مرسلین صحابہ غازیوں شہداء سے جا ملتا ہے۔ راقم نے سیالکوٹ میں جو نو گز لمبے مزارات کی تاریخ مرتب کی ہے۔ اس کے لئے اسے کئی بار اس علاقہ میں گرمی سردی میں سینکڑوں میل سفر کرنا پڑا اور کئی سفری مشکلات پیش آتی رہیں۔

marfatcom

مظفر پور سیالکوٹ میں نو گز لمبا مزار

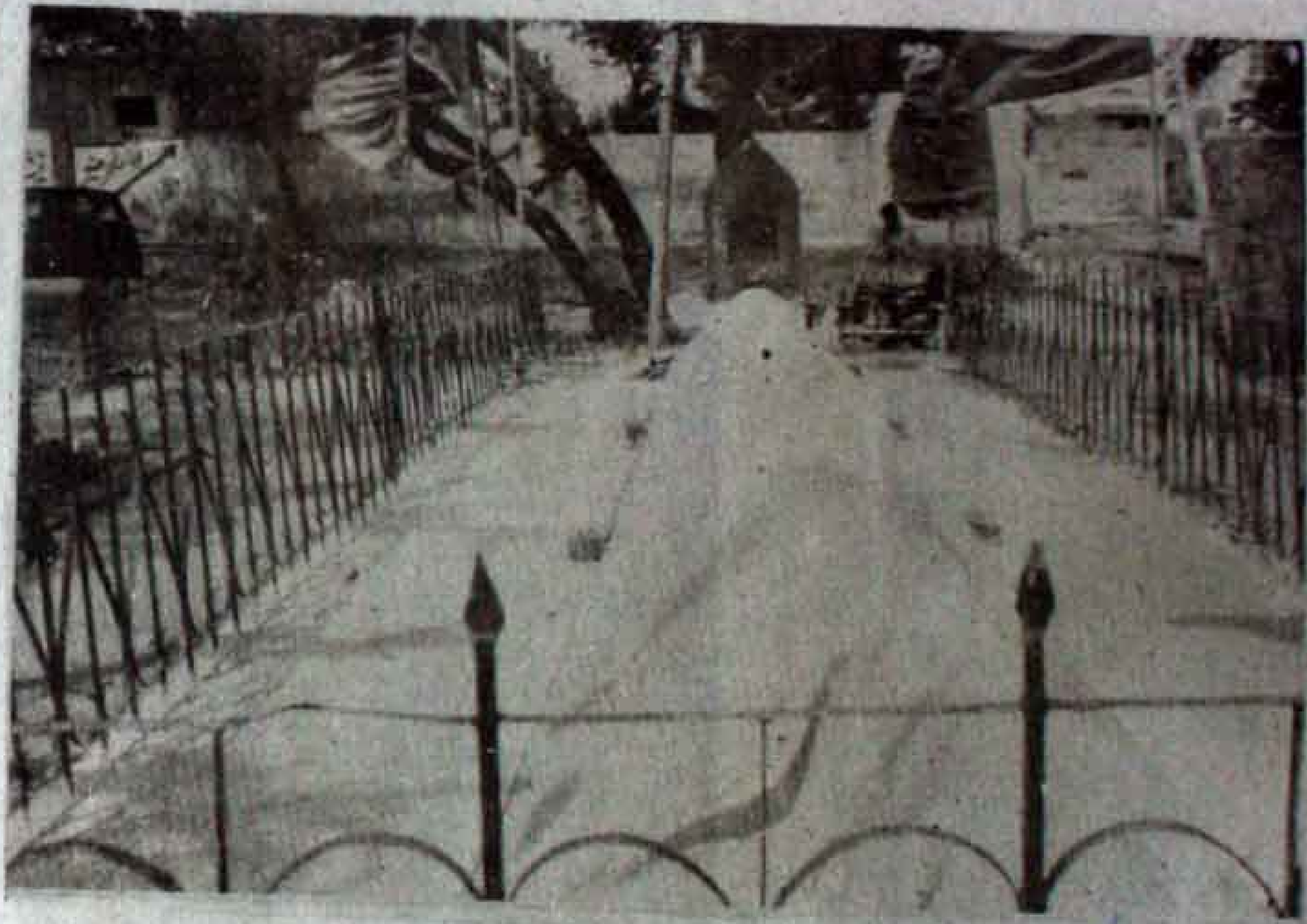

یہ مزار سیالکوٹ کے قریب محلہ مظفر پور میں ہے ، مظفر پور کو مڈ فرپور کے نام سے بھی پکارتے ہیں ۔ کبھی یہ گاؤں تھا روڑس سے گزرنے والی سڑک جو سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے یہ مزار اس سڑک کے قریب واقع ہے مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے اور ہر سال عرس بھی ہوتا ہے سیالکوٹ سے ایک سڑک روڑس کی طرف جاتی ہے اس قدیمی سڑک پر بڑے بڑے ٹبے ہیں ان میں دھولہ کے علاوہ روڑس کا ٹبہ بھی ہے حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے مطابق جناب مزار کا نام فلسانوش ہے مقامی زبان میں شاہ اصحاب کے نام سے پکارتے ہیں ۔

marfatcom

سیالکوٹ کرسچین ٹاؤن میں نو گز لمبا مزار

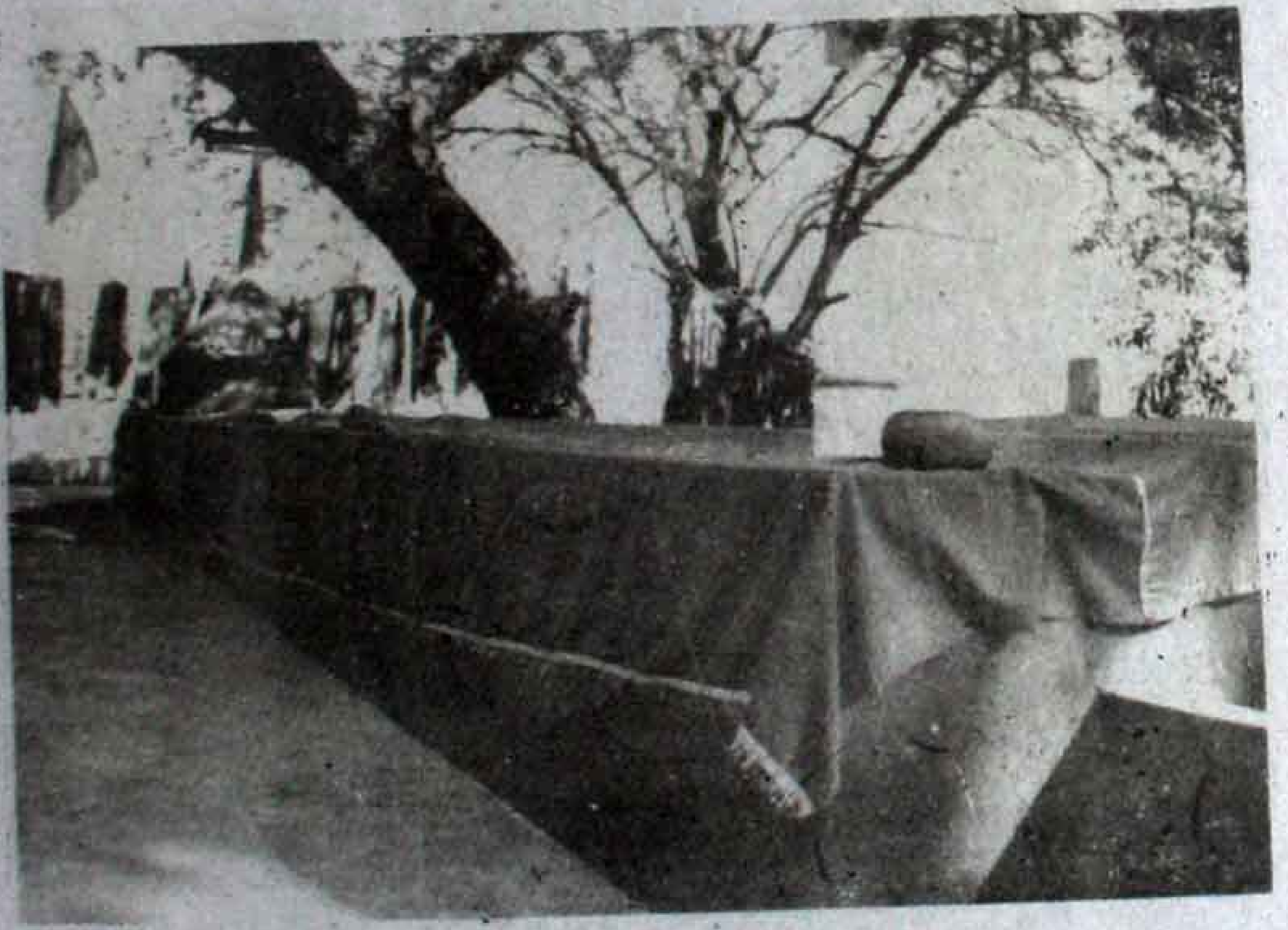

سیالکوٹ چھاؤنی کے قریب ایک محلہ کرسچین ٹاؤن میں بڑے گرجا کے قریب ایک نو گز لمبا مزار ہے۔ جو پختہ تعمیر شدہ ہے۔ اور مزار کے قریب زائرین کے آرام کے لئے کمرے بھی تعمیر شدہ ہیں۔ مزار کے اوپر جو عبارت تحریر ہے اس کے مطابق صاحب مزار کا نام قاضی شہاب دین شہیدؒ ہے۔ لیکن حافظ شمس الدینؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ ۳۳۲ کے مطابق صاحب مزار کا نام فلسونؑ ہے۔ جو خلیفہ اور غازی بیان کئے گئے ہیں۔
اس علاقہ میں چند اور نو گز لمبے مزارات بھی ہیں۔ یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے ایک ہی مقام پر جو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ان مزارات کی تعداد پانچ چھ کے لگ بھگ ہوتی ہے۔
اس مزار پر لوگ پوری عقیدت و احترام سے حاضری دیتے ہیں

marfatcom

گردوارہ سیالکوٹ

یہ گردوارہ بابے دی بیری کے نام سے مشہور ہے۔ گردوارہ کے اندر بہت شاندار عمارت اور عبادت گاہ تعمیر کی گئی ہے گرنتھ صاحب پڑھنے کے لئے کمرہ بھی تعمیر شدہ ہے۔ عبادت کرنے والے کمرہ کے چاروں طرف طرف بر آمدہ ہے۔ عام روایات کے مطابق یہاں بابا گرونانک نے قیام کیا اور حمزہ غوثؒ سے ہم کلام ہوتے یہاں ایک قبر بھی ہے۔ جس پر بابا شاہ نروز تحریر ہے۔ اس قبر کے چاروں طرف سنگ مرمر کی تختیاں نصب ہیں۔ شمال کی جانب تین جنوب کی جانب پانچ مشرق کی جانب پانچ اور مغرب کی جانب پانچ تختیاں سفید سنگ مرمر کی نصب ہیں۔ جن پر گورمکھی رسم الخط میں تحریر بھی ہے۔ اس گردوارہ کی بنیاد بابا گرونانک کے تین سو سال بعد بابا نتھا سنگھ نے رکھی تقسیم سے پہلے یہاں بیساکھی کا میلہ لگتا تھا۔ جس میں ہندو مسلمان سکھ سبھی شامل ہوتے ہیں۔

marfatcom

گردوارہ سیالکوٹ کے قریب باہرہ قدیمی عمارت

بابے دی بیری کے محلہ میں سکھوں کے گردوارہ کے باہر یہ چھوٹی چھوٹی اینٹوں سے تعمیر شدہ ایک عمارت ہے جس کے اوپر ایک خوبصورت گنبد بھی ہے۔ جو شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ اس عمارت کی اپنی ایک داستان ہے۔ عمارت کے قریب ایک قدیمی کنواں بھی بیان کیا جاتا تھا۔ جو بند کر دیا گیا ہے۔ اس کمرہ کے قریب اور بھی قدیمی عمارتیں تھیں۔ جو قبضہ گروپ نے مسمار کر کے جدید تعمیرات کر کے وہاں قابض ہو گئے ہیں۔ گردوارہ کے چاروں طرف کافی چھوٹے چھوٹے قدیمی کمرے تعمیر کیے گئے ہیں۔ جو خستہ حال میں ہیں دودھ فروخت کرنے والوں نے یہاں قبضہ کر رکھا ہے۔ گندگی کے ڈھیر یہاں جا بجا نظر آتے ہیں۔

marfatcom

گردوارہ سیالکوٹ میں حضرت باباشاہ نروز کا مزار

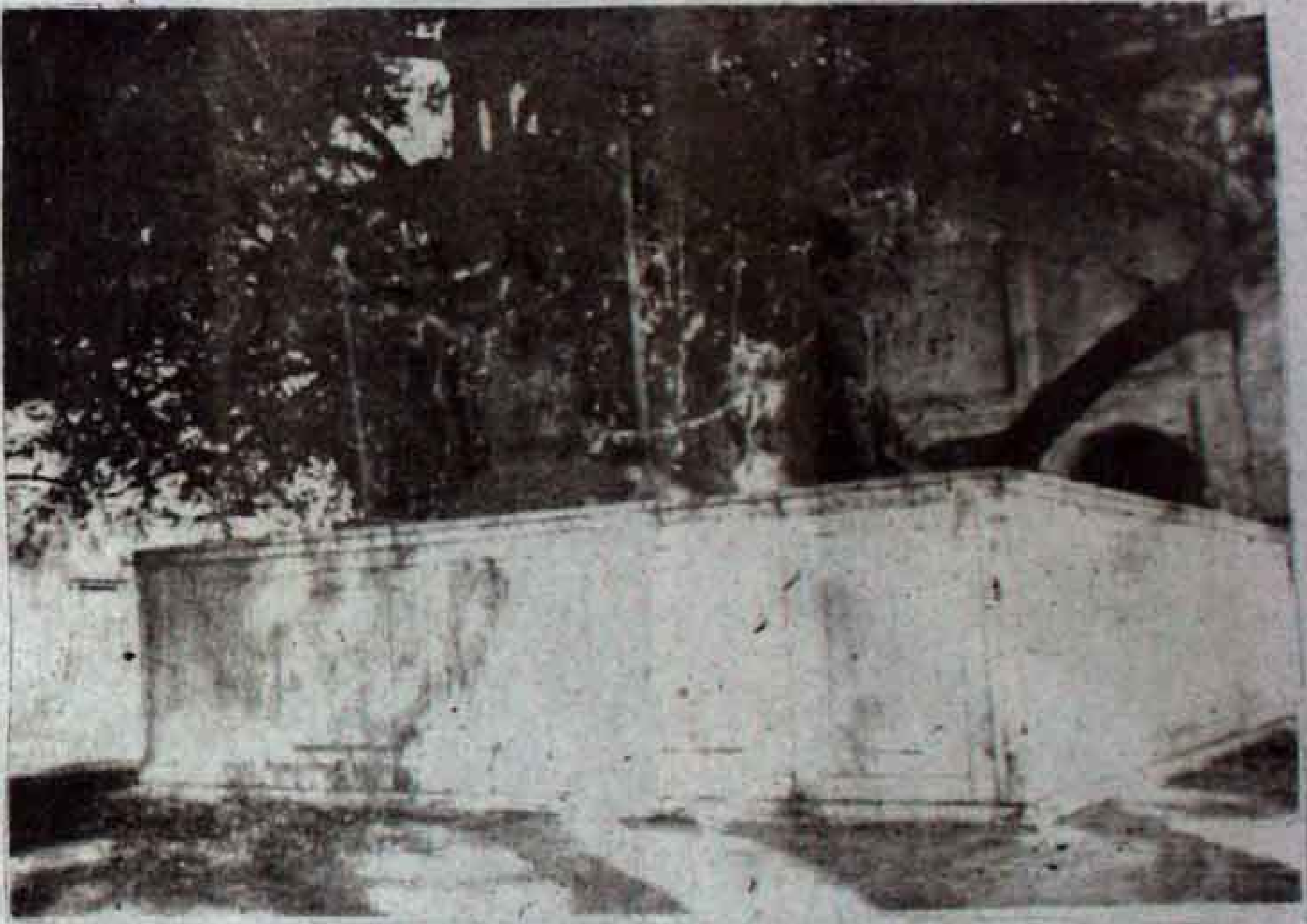

یہ مزار سکھوں کے مشہور گردوارہ بابا بیری والے میں ہے۔ اس مزار کو بیری نے چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ بھرور روڈ چوک کے قریب بابا بیری والے کے نام سے یہ محلہ مشہور ہے۔ یہ قبر کس کی ہے۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کوئی یہاں بابا گرونانک کی بیٹھک بیان کرتا ہے۔ کوئی اسے کسی درویش کی قبر بتاتا ہے۔ عبادت کیلئے کمرہ بھی ہے۔ ساتھ ایک بہت بڑا ہال اور برآمدے بھی ہیں۔ کمروں پر مغلیہ دور کے نقش و نگار بیل بوٹے سے دیواروں پر ہیں سنگ مرمر کی اینٹوں پر ٹہل کروائی   والوں کے نام درج ہیں۔ قبر پر سفید سنگ مرمر کی تختیاں نصب ہیں۔ جو گور مکھی رسم الخط میں تحریر کی گئی ہیں

marfatcom

سیالکوٹ میں کیپٹل روڈ پر بائیس گز لمبا مزار

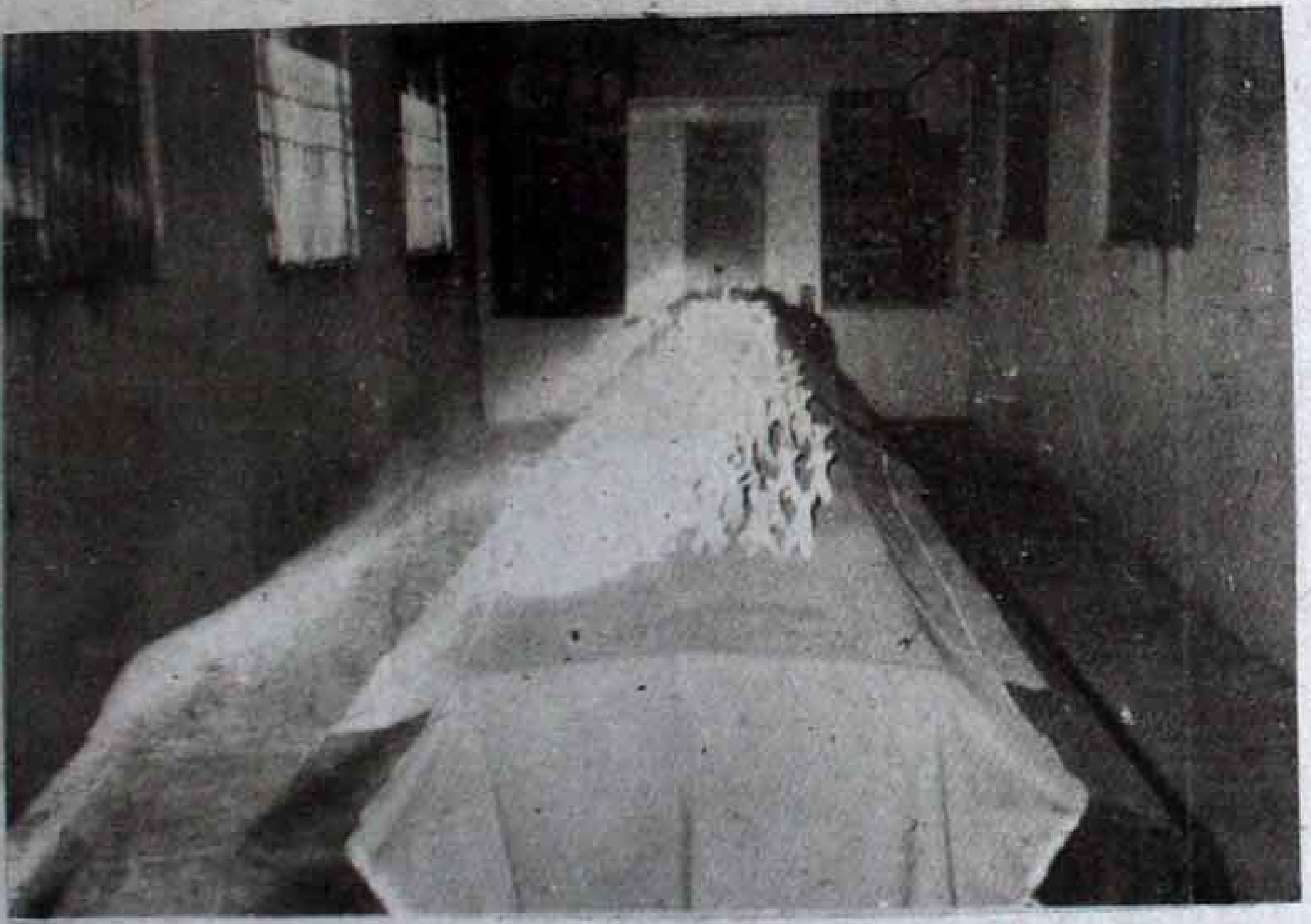

ضلع سیالکوٹ کی سرزمین پر انبیائے کرام اولیائے کرام کے مزارات اور آستانے ہیں۔ اس سرزمین کا کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جہاں اللہ کے نیک بندے دفن نہ ہوں۔ قدرتی پانی کے ذخائر، زرخیز ہموار زمین جو پیداواری صلاحیتوں میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان بے پناہ خوبیوں کی وجہ سے یہاں تاریخ کے آثار دور دور پائے جاتے ہیں۔ یہ مزار کیپٹل روڈ پر ہے۔ اور گھوڑے شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مزار بھی ایک بلند و بالا ٹبہ پر واقع ہے۔ جو سطح زمین سے کافی اونچا ہے۔ مزار بہت شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ اور قبر کی لمبائی بائیس گز کے قریب ہے۔ مزار پختہ تعمیر کیا گیا۔ اور اسکے اوپر چھت بھی ہے

marfatcom

پریڈ گراونڈ کے قریب ایک قدیمی مزار

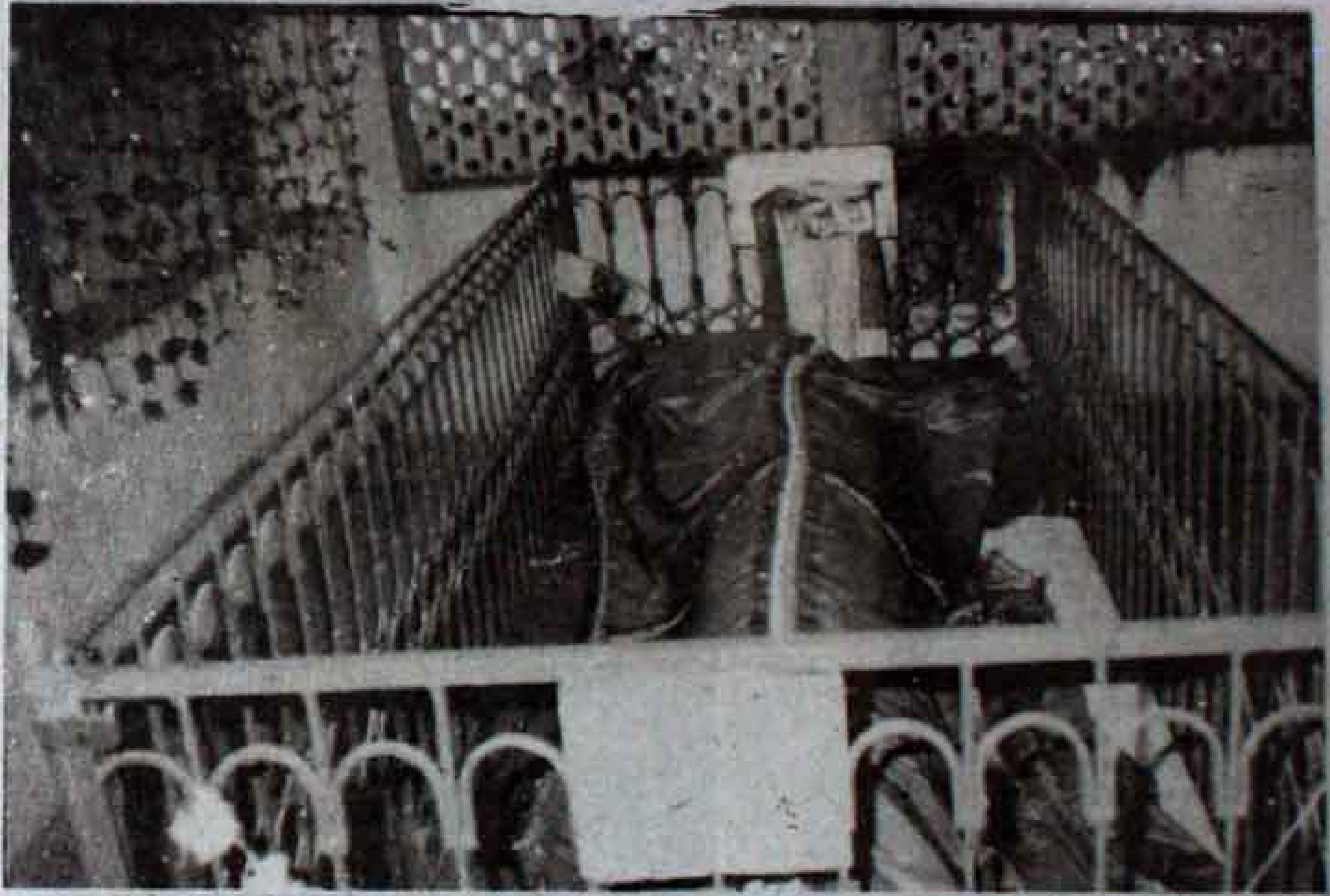

سیالکوٹ سے ایک سڑک سید پور کی طرف آتی ہے۔ پریڈ گراونڈ کے ختم ہوتے ہی ایک بہت بڑے بوہڑ کے درخت کے نیچے یہ مزار مبارک ہے۔ جو ہزاروں سالہ پران ہے۔ اللہ کے اس نیک بندے کے قدموں میں حاضری دینے والے کو دینی دنیاوی فیض اور شفا ملتی ہے۔ سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود اللہ کے ان نیک بندوں کے آثار قائم اور دائم ہے۔ پرانے درختوں کی وجہ سے مزار مبارک کا تقدس قائم اور دائم ہے۔ اس سڑک کے کنارے کئی پرانے مزارات پائے جاتے ہیں۔ جن کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔

marfatcom

سیالکوٹ کے بازار صرافاں کے قریب دو نو گز لمبے مزار

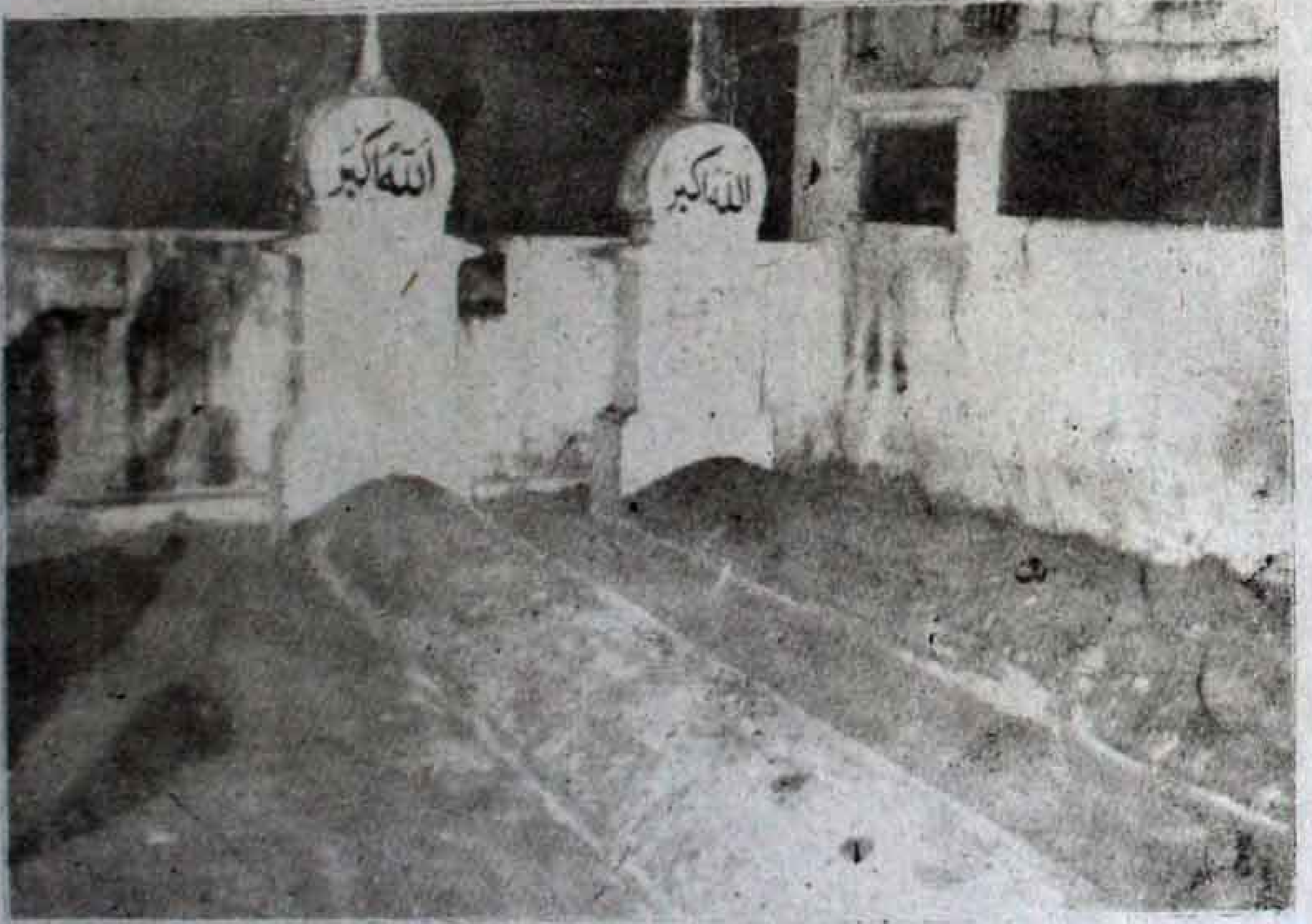

ہزاروں سالہ قدیمی سرزمین سیالکوٹ میں قدم قدم پر اللہ کے نیک بندوں کے آستانے ہیں۔ جتنی زیادہ نوگزی قبریں سیالکوٹ میں ہیں برصغیر پاک و ہند کے کسی علاقہ میں اتنی نوگزی لمبی قبریں نہیں ہیں۔ ان میں بیشتر انبیاء کرام کی ہیں جن کے نام عہد اہل نظر اور اہل کشف القبور نے ظاہر کیے ہیں۔ جن صاحب مزارات نے پردہ پوش رہنے کی تلقین کی ان کے نام مقام ظاہر نہیں کیا گیا دونوں مزار بازار صرافہ کے ملحقہ گلی میں ہیں ایک مزار پر شہید رحمن دوسرے پر شہید الٰہی تحریر ہے۔ دونوں مزار نو گز لمبے ہیں اور پختہ تعمیر شدہ ہیں چار دیواری بھی ہے گرد و نواح آبادی ہے۔

marfatcom

سیالکوٹ حکیم خادم علیؒ کے روضہ کے ملحقہ نو گز لمبا مزار

سیالکوٹ شہر ایک قدیمی بستی ہے ۔ جس کی تاریخ کی کڑیاں پانچ ہزار سال پرانی ہیں۔ یہاں ہر دور میں حق و باطل کے معرکے ہوتے رہے ۔ پرانا شہر قلعہ پر آباد ہے۔ شہر کے اندر اور گردو نواح کئی نو گز لمبے مزارات ہیں۔ یہ مزار محلہ خادم علیؒ روڈ میں حکیم خادم علیؒ کے روضہ مبارک کے ساتھ ہے ۔ حکیم خادم علی جو بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ ان کا مزار بھی نو گز مزار کے ساتھ ہے۔ مزار کی لمبائی نو گز ہے پختہ تعمیر ہے ۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ نے قلمی نسخہ میں سیالکوٹ میں چند نو لمبے مزارات کے نام بتائے ہیں۔ ان نو گز لمبی قبروں میں جو اللہ کے نیک بندے دفن ہیں ان کے نام ملک فانوس ، حمدانؒ ، مقناطیسؒ ، سلمانؒ عماسا ، فلسانوش ، ہیں جو علم کشف القبور کے نزدیک ہزاروں سال پہلے ہو گزرے ہیں۔

marfatcom

شیخ مولا بخش کے تالاب کے قریب ۹ گز لمبا مزار
(سیالکوٹ)

شہر سیالکوٹ میں تلواڑہ مغلاں چوک کے قریب شیخ مولا بخش کے تالاب کے قریب ایک بہت بڑا قبرستان ہے اس قبرستان میں حضرت بابل شہید کے مزار کے قریب یہ نو گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے اور اس کے اوپر چھت بھی ڈالی گئی ہے۔ مزار کے قریب مغلیہ دور کے تعمیر کردہ کئی کمرے مسافر خانے اور عبادت گاہیں ہیں۔ اسی قبرستان کے قریب سے وہ قدیمی شاہراہ بھی ہے یہاں کہیں اولیاء کرام کے آستانے اور مزارات ہیں شیخ مولا بخش کا قبرستان بہت قدیمی قبرستان ہے۔ جہاں ہزاروں سالہ قدیمی قبریں ہیں

marfatcom

ABC CERTIFIED باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت۔ لاہور، اسلام آباد، ملتان، مظفر آباد (آزاد کشمیر) اور شیخوپورہ سے شائع ہونیوالا قومی اخبار

DAILY KHABRAIN

روزنامہ خبریں لاہور

چیف ایڈیٹر ضیا شاہد

پیر 9 ذیقعد 1418ھ 9 مارچ 1998ء 26 پھاگن 2054 ب

ملک بھر میں سینکڑوں لمبی لمبی قبروں کا انکشاف

قبریں انبیاء اور اولیاء کی ہیں، نیک لوگوں کی قبریں لمبی بنا دی جاتی تھیں: زمان کھوکھر کا دعویٰ

گجرات (وقائع نگار) گجرات کے قانون دان اور صحافی ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی چوتھی کتاب "پاکستان میں محبوبان خدا کے نو گز لمبے مزار" میں دعویٰ کیا گیا ہے وہ خیبر سے کراچی تک چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر میں واقع نوگز لمبے مزار انبیاء اور اولیاء اللہ کے ہیں جنہیں خراج تحسین پیش کرنے کیلئے ان کی قبریں عام قبروں سے لمبی بنا دی جاتی تھیں کیونکہ قدیم دور میں مینار اور گنبد کا رواج نہیں تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں سینکڑوں لمبے مزار دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان مزاروں کے قریب تباہ شدہ بستیوں یا گزرگاہوں، قدیمی سڑکوں اور برگد کے درختوں کے آثار بھی ملتے ہیں۔ کتاب میں اللہ کے ان نیک بندوں کے مزارات کی تصویروں کیساتھ ساتھ ان کے حالات زندگی بھی تاریخی کتابوں کے حوالے سے دیئے گئے ہیں

روزنامہ روزن گجرات

۲۹ اپریل ۱۹۹۹ء

ایم زمان کھوکھر کی نئی کتاب پر پی ٹی وی کا تبصرہ

نورالحسن نے مصنف کی کاوشوں کو بھرپور انداز میں خراج تحسین پیش کیا

گجرات (پ ر) ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی تحریر کردہ کتاب "جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیائے کرام قدیمی تاریخی روحانی مقامات" پر پاکستان ٹیلی ویژن سنٹر اسلام آباد نے 24 اپریل کی صبح کی نشریات میں تبصرہ نشر کرتے ہوئے روشن پاکستان میں کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ایم زمان کھوکھر کو تاریخی مقامات اولیائے کرام صوفیائے عظام کے بارے میں کتاب مرتب کرنے پر اعلیٰ کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مذکورہ کتاب کو بہترین اور مستند کتاب قرار دیتے ہوئے کہا کہ کتاب میں تاریخی مقامات اور اولیائے کرام روحانی شخصیات کے بارے میں تفصیل بمعہ فوٹو درج ہے۔ واضح رہے کتاب جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیائے کرام قدیمی تاریخی روحانی مقامات کے بارے میں ملک بھر کے قومی اخبارات و رسائل نے تبصرہ شائع کرتے ہوئے کتاب کی تعریف کی۔

marfatcom

پورن کا کنواں (سیالکوٹ)

یہ کنواں جس کی تاریخ کئی ہزار سال پرانی ہے ۔ رانی لوناں پورن پر فریفتہ ہو گئی پورن کے انکار پر رانی نے سالباہن سے بڑی شکایت کی کہ پورن اس پر بری نظر رکھتا ہے راجہ نے بغیر سوچے سمجھے پورن کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر اس کو ایک کنواں میں ڈال دیا اتفاق سے وہاں سے ایک قافلہ جوگیوں کا آیا جو ٹلہ جوگیاں جا رہا تھا۔ انہوں نے پورن کو کنواں سے نکالا۔ جوگیوں کی نظر کرم سے ہاتھ پاؤں درست ہو گئے پورن کا کنواں موضع کرول کے ٹبہ کے قریب ہے ۔ اور اس کی تاریخ بھی تقریباً پانچ ہزار سال پرانی ہے ۔ یہاں اتوار کے روز بانجھ اور بے اولاد عورتیں اولاد کے لیے غسل کرتی ہیں

marfatcom

پورن بھگت

سیالکوٹ کی تاریخ 5 ہزار سال پرانی ہے ۔ موضع کرول کے قریب ایک ٹبہ ہے اس کے نزدیک پورن بھگت کا کنواں ہے ۔ یہاں اتوار کے روز بانجھ اور بے اولاد عورتیں اولاد کے لئے غسل کرتی ہیں ۔ پورن بھگت کے بارے میں پنجابی نظم میں قصے بھی تحریر ہیں ۔ سیالکوٹ کے راجہ مالیاہن کی کئی رانیاں تھیں مگر دو رانیاں بہت مشہور تھیں ایک رانی کا نام اچھراں تھا جس سے ایک فرزند پورن پیدا ہوا ۔ دوسری رانی کا نام لوناں تھا اس رانی کے باپ کا نام پلپا چپیال تھا ۔ وہ اس سرزمین کا راجہ تھا ۔ جہاں اب موضع پیناکھ آباد ہے ۔ اس کے علاوہ اس کے نام پر آباد شدہ موضع چپالہ جو اب موضع چوپالہ کے نام سے مشہور ہے ۔ اب تک آباد چلا آتا ہے ۔ اس کے باپ پلپا چپیال کے انکار پر اس سے لڑائی رہی ۔ جس میں راجہ چپیال مارا گیا اور راجہ مالیاہن رانی کو زبردستی لے گیا ۔ اس کو اپنی رانی بنالیا ۔ اس جنگ میں راجہ چپیال کا دارالحکومت پیناکھ برباد ہوگیا ۔ یہ واقعہ تاریخ مخزن پنجاب میں تحریر ہے ۔ لالہ گنیش داس نے لکھا ہے کہ رانی لوناں بڑی خوبصورت تھی ۔ راجہ مالیاہن اس کا عاشق زار تھا ۔ لیکن رانی لوناں بے اولاد تھی ۔ رانی اچھراں کا فرزند پورن اس وقت جوان ہو چکا تھا رانی لوناں اس کو دل دے بیٹھی اور ہر حیلہ سے پورن کو اپنے دام میں لانے کی کوشش کی لیکن اس سعادت مند لڑکے پورن پر رانی کا جادو نہ چل سکا ۔ رانی لوناں پورن کے مسلسل انکار کو برداشت نہ کر سکی اور راجہ مالیاہن سے شکایت کی کہ پورن اس پر بری نظر رکھتا ہے ۔ راجہ نے بغیر سوچے سمجھے پورن کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر اس کو ایک کنویں میں ڈال دیا ۔ اتفاق سے وہاں ایک قافلہ جوگیوں کا آیا جو ٹلہ جوگیاں جا رہا تھا ۔ انہوں نے پورن کو کنویں سے نکالا ۔ اپنی فسوں کاری سے پورن کے اعضاء جوڑ دیئے ۔ پورن جوگیوں کے ہمراہ ٹلہ جوگیاں چلا گیا کچھ عرصہ بعد وہ اس کنویں کے پاس آکر ٹھہرا جہاں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ڈالا گیا تھا ۔ پورن کے یہاں آتے ہی اس کی خدا شناسی ، درویشی کی شہرت پھیل گئی ۔ گردونواح میں عورتیں اور مرد اپنی حاجتیں بیان کرتے اور مرادیں پانے لگے ۔ یہ خبر رانی لوناں تک پہنچی تو وہ راجہ مالیاہن کو لے کر اس جوگی کے پاس گود ہری ہونے کی استدعا لے کر آئی ۔ کیونکہ وہ اب تک بے اولاد تھی ۔ پورن نے اپنے ماتا پتا کو پہچان لیا اس نے لوناں سے کہا کہ تیری گود ہری ہو سکتی ہے بشرطیکہ تو اس گناہ کا کھلے بندوں اعتراف کر لے جو تو نے راج کمار پر جھوٹا الزام لگا کر اسے کنویں میں قید کروایا ۔ مشہور مورخ عبدالصمد لکھتا ہے کہ رانی نے کہا کہ پورن کا کچھ قصور نہیں تمام تر مجھ بدبخت کی خطا تھی ۔ جس کے زوال سے میں تادم بے مراد اور رنجور ہوں ۔ پورن بھگت نے کہا کہ بے شک تم کو سچ بولنے کی بدولت حق تعالیٰ ایک فرزند دے گا ۔ یہ واقعہ تاریخ سیالکوٹ میں درج ہے ۔ کچھ عرصہ بعد لوناں کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا ۔ جس کا نام رسالو رکھا گیا جب رسالو نوجوان ہو گیا تو راجہ مالیاہن نے اس کو اپنا نائب مقرر کیا خود سیر و تفریح میں مشغول ہو گیا ۔

--

marfatcom

سیالکوٹ پورن دا کھوہ کے قریب ٹبہ

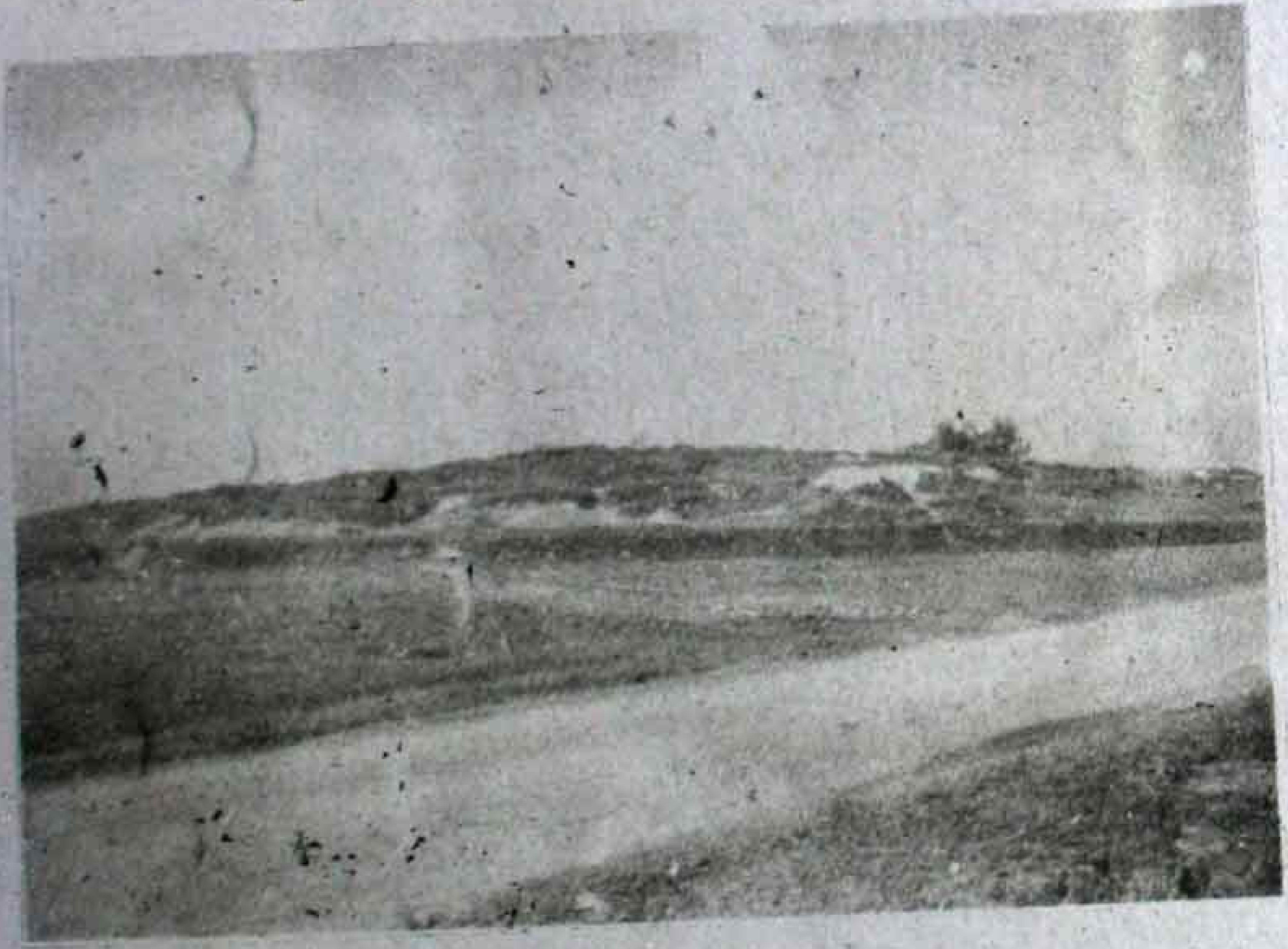

پورن کے قصہ کو ہزاروں سال ہو چکے ہیں سیالکوٹ ہندو راجہ کی بیوی اچھراں کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام پورن بھگت رکھا گیا، پورن بہت خوبصورت جوان تھا۔ اس کے باپ کی دوسری بیوی لوناں جو خود بھی حسن و شباب میں بے مثل تھی۔ پورن پر فدا ہو بیٹھی جب پورن نے اس کی خواہشات کی تکمیل نہ کی۔ تو وہ اس کے خلاف ہو گئی اور پورن پر جھوٹے الزامات لگائے۔ چنانچہ راجہ نے پورن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ پورن کئی سال اس کنوئیں میں پڑا رہا۔ جسے وہاں سے گزرنے والے جوگیوں کے گرد گورکھ ناتھ نے اسے کنوئیں سے نکلوایا۔ اور روحانی طاقت سے تندرست کیا۔ پورن کے کنواں پر آج بھی بانجھ عورتیں اولاد کے حصول کے لئے غسل کرتی ہیں۔ کنواں ایک بلند ٹیلہ کے قریب اس ٹبہ کے اوپر واقع ہے۔ جس کے ارد گرد مٹی کے برتنوں کی تہہ بچھی ہوئی ہے۔ پورن کا کنواں سید پور روڈ کے قریب ہے۔

marfatcom

سیالکوٹ اگوکی میں ملک شاہ ولیؒ کا مزار

وزیر آباد سیالکوٹ جانے والی قدیمی سڑک جو اگوکی کے قریب سے گزر کر سیالکوٹ میں جاتی تھی، یہی سڑک پسرور کی طرف جانکلتی تھی۔ اگوکی کی پرانی سڑک کے قریب ایک بہت بڑے ٹبہ پر حضرت ملک شاہ ولیؒ کا مزار ہے جو پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ جس مقام پر آپ کا روضہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ماضی میں کوئی بہت بڑا قلعہ تھا۔ اس قلعہ نما ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے، قدیم اشیاء کے ٹکڑے اور انسانی ضروریات کی اشیاء کے آثار ملتے ہیں۔ روضہ کافی بلند ٹبہ پر ہے۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ اولیاء سیالکوٹ از رشید نیاز کے مطابق حضرت ملک شاہ ولیؒ جو فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت میں تشریف لائے تھے اس وقت راجہ سل کی حکومت تھی۔ حضرت ملک شاہ ولی جن کا اصل نام حضرت صفر شاہ ابن حق شاہ تھا، کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھیں مورکھ شاہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ انہوں نے اگوکی میں، جہاں ان کا مزار واقع ہے وہاں پر ایک بوہڑ کا درخت بالکل کنویں کے اوپر لگایا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کتنا مورکھ ہے کہ درخت بالکل کنویں کے اوپر لگا رہا ہے۔ جب درخت بڑا ہوگا تو کنواں ٹوٹ جائے گا۔ لیکن آپ کی واضح کرامات ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے رب کائنات میری دعا قبول کرنا اور یہ درخت جو میں نے کنویں پر لگایا ہے، اسکی شاخ کنواں کے اندر نہ گرنے دینا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ آج بھی جا کر دیکھیں کنویں کے اوپر بوہڑ کا درخت موجود ہے جو کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ اس کی شاخیں تینوں طرف جھکی ہوئی ہیں مگر کنویں کی طرف یعنی (چوتھی طرف) کوئی شاخ نظر نہیں آتی۔

marfat.com

سیالکوٹ کے قریب بلانوالہ میں قدیمی مزار

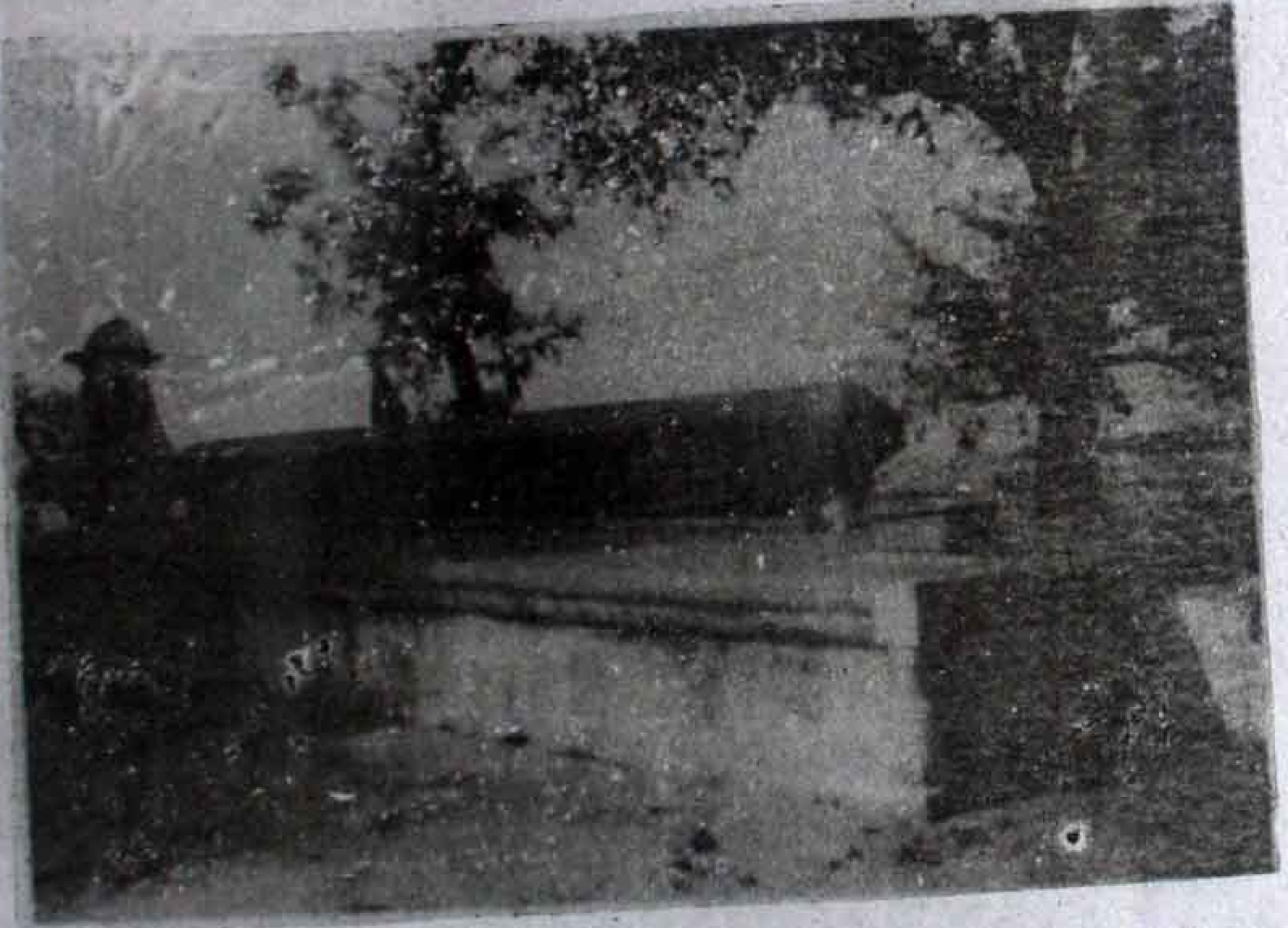

گجرات کی جانب سے بہلولپور کے قریب دریائے چناب کو عبور کرنے کے بعد ایک سڑک سیالکوٹ ہیڈ مرالہ کے نام سے مشہور ہے۔ ماچھی کھوکھر کی جانب مشرق ایک کچا راستہ بلانوالہ کی طرف جاتا ہے۔ سیالکوٹ سے آنے والی ایک اور سڑک بلانوالہ کے قریب سے گزرتی ہے۔ اس تاریخی سرزمین میں بلانوالہ کے قریب یہ 9 گز لمبا مزار بلانوالہ سے مشرق کی جانب ہے۔ مزار کی لمبائی 9 گز ہے۔ مزار کی طرز و تعمیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مزار ایک سو سال پہلے تعمیر کیا گیا تھا۔

مقامی آبادی کے بزرگوں اور مزار کے مجاور نے بتایا کہ یہ مزار بہت قدیمی ہے اور ہمارے بزرگ بھی اس مزار پر حاضری دیتے رہے ہیں۔ مزار میں اللہ کے نیک بندے دفن ہیں جو بھی کوئی مراد لے کر آتا ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ مزار کے گرد و نواح میں درخت اور ایک مسجد بھی ہے۔ زائرین کے آرام کے لئے ایک کمرہ بھی تعمیر کیا گیا ہے بلانوالہ میں حضرت پیر سید فضل شاہ صاحب" آف کھیپڑانوالہ گجرات کے نام سے ایک آستانہ عالیہ سے بھی فیض کا چشمہ جاری ہے۔ حضرت پیر فضل شاہ صاحب" بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں جن کا آستانہ مبارک کھیپڑانوالہ گجرات میں ہے۔

marfatcom

سیالکوٹ میں حضرت سیدان شاہ ولیؒ کا مزار

حضرت سید سیدان شاہ صاحبؒ مشہور صوفی درویش حضرت سید کبیر الدین شاہدولہ دریائی گجراتیؒ کے مرشد پاک ہیں۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ سیالکوٹ کا محلہ بھی آپ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ مادر ذات ولی اللہ تھے۔ عبادت کا زیادہ وقت حضرت امام علی الحقؒ کے مزار پر گزارتے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ عقیدت مند دور دراز سے حاضری دیتے ہیں۔ "اولیاء سیالکوٹ" از رشید نیاز کے مطابق آپ کو سہروردی سلسلے کے علاوہ قادری سلسلے سے بھی فیض روحانی حاصل ہے جس کی تفصیل حضرت شیخ المشائخ بایزید مولف بحر السلوک نے یوں فرمائی:-

"حضرت رتن ابدال گیلانی سیالکوٹیؒ نے فرمایا کہ اے فیروز میری وفات کے 151 سال بعد میراں شاہ سید علی اس جگہ تشریف لائیں گے۔ ان کی علامت خدوخال چہرہ اس طرح کا ہوگا۔ ان کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا اور انہیں میری ہی طرح جاننا۔ یہ امانت سات بھلولی کلاہ ان کے سپرد کر دینا (سات بھلولی کلاہ ایک سات کونوں والی ٹوپی ہوتی ہے جو سات رنگوں کے کپڑوں سے تیار کی جاتی ہے اور اکثر درویش اسے ہی پہنتے ہیں) چنانچہ وقت آنے پر یہ ٹوپی مع فیض باطنی حضرت شاہ سیداں کے سپرد کر دی گئی۔ صبح کو آپ اپنے مرشد شاہ موتگا ولیؒ دوپہر کو حضرت رتن ابدالؒ کے مزار پر انوار پر اور رات کو حضرت امام صاحبؒ کے ہاں بسر کرتے۔

marfatcom

محلہ بجلی گھر دتن شاہ ابدال کے قبرستان میں قدیمی مسجد

****

مسجد کے دروازے کے باہر یہ تحریر درج ہے۔ بانی مسجد منور شیر شاہ خدا خانان شاہ ابدال است زومر ہذا۔
سال تاریخش، چو جسم تا قیاس بقیاس با تقسم در کوش۔ رو پنجم مقام خوشنما 1280ھ مسجد کے قریب ہی نقش و
نگار والا بابا لال شاہ کا مزار ہے۔ جس پر فارسی میں یہ تحریر درج ہے۔ دوسرا لال شاہ، چو ہدایت یافت دانجا از
اداب کرد تعمیر روضہ لال شاہ شہتاب اکر رسد کسی تاریخ تعمیر بکو ادرا مبارک روضہ با ادب 1280ھ روضہ مرقد
شاہ ابدال پر فارسی میں یہ تحریر درج ہے۔ سال تاریخ جستم و گفتم کم کئی زین عدوا کرو و مزار شد چو تعمیر از خلل
خالئے شد بنا ایں عمارت عالیے سال ہجرت عیاں شود باپے 1938ھ

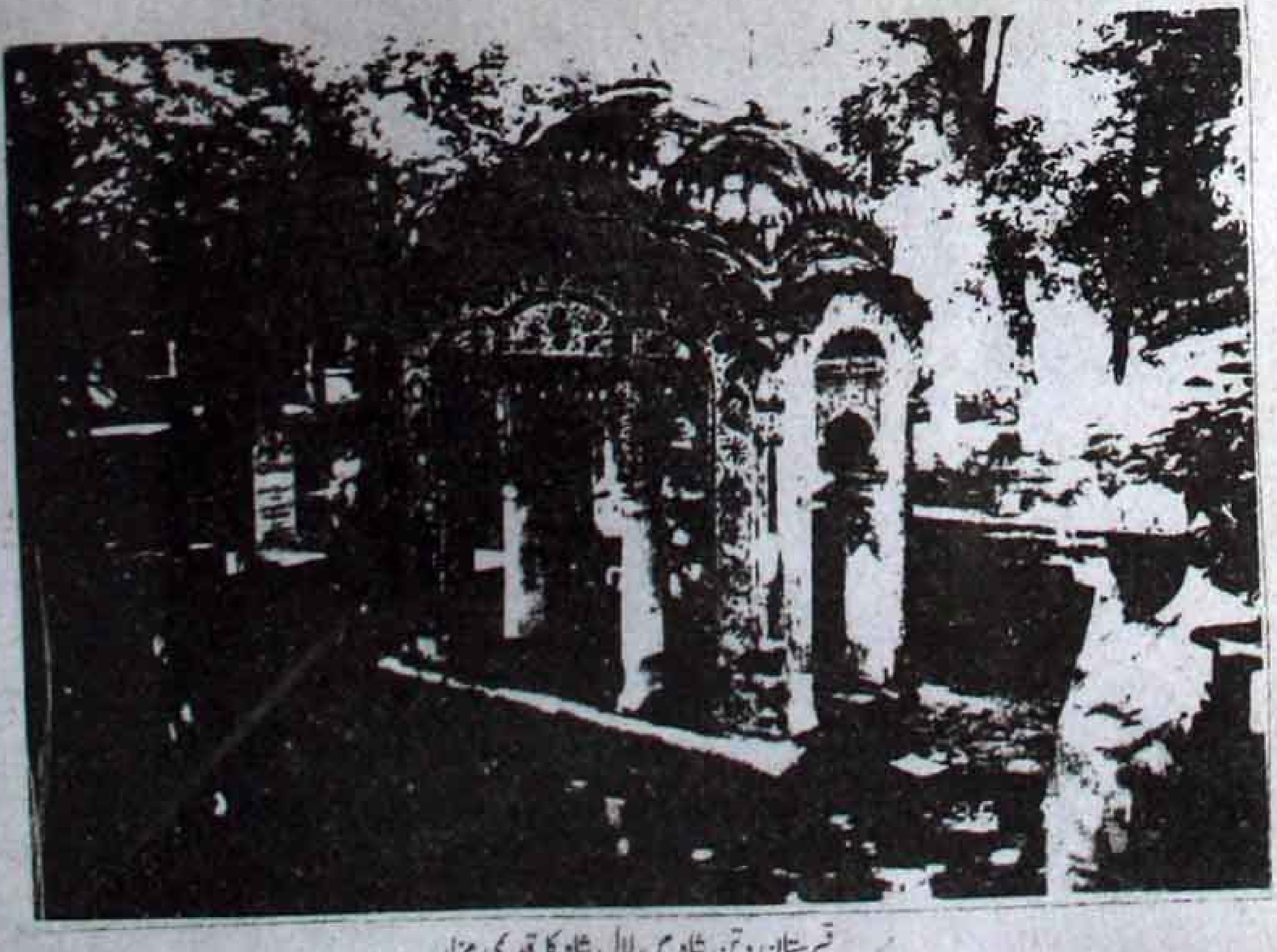

قبرستان دتن شاہ میں لال شاہ کا قدیمی مزار

marfatcom

سیالکوٹ کے قلعہ پر 9 گز لمبا مزار

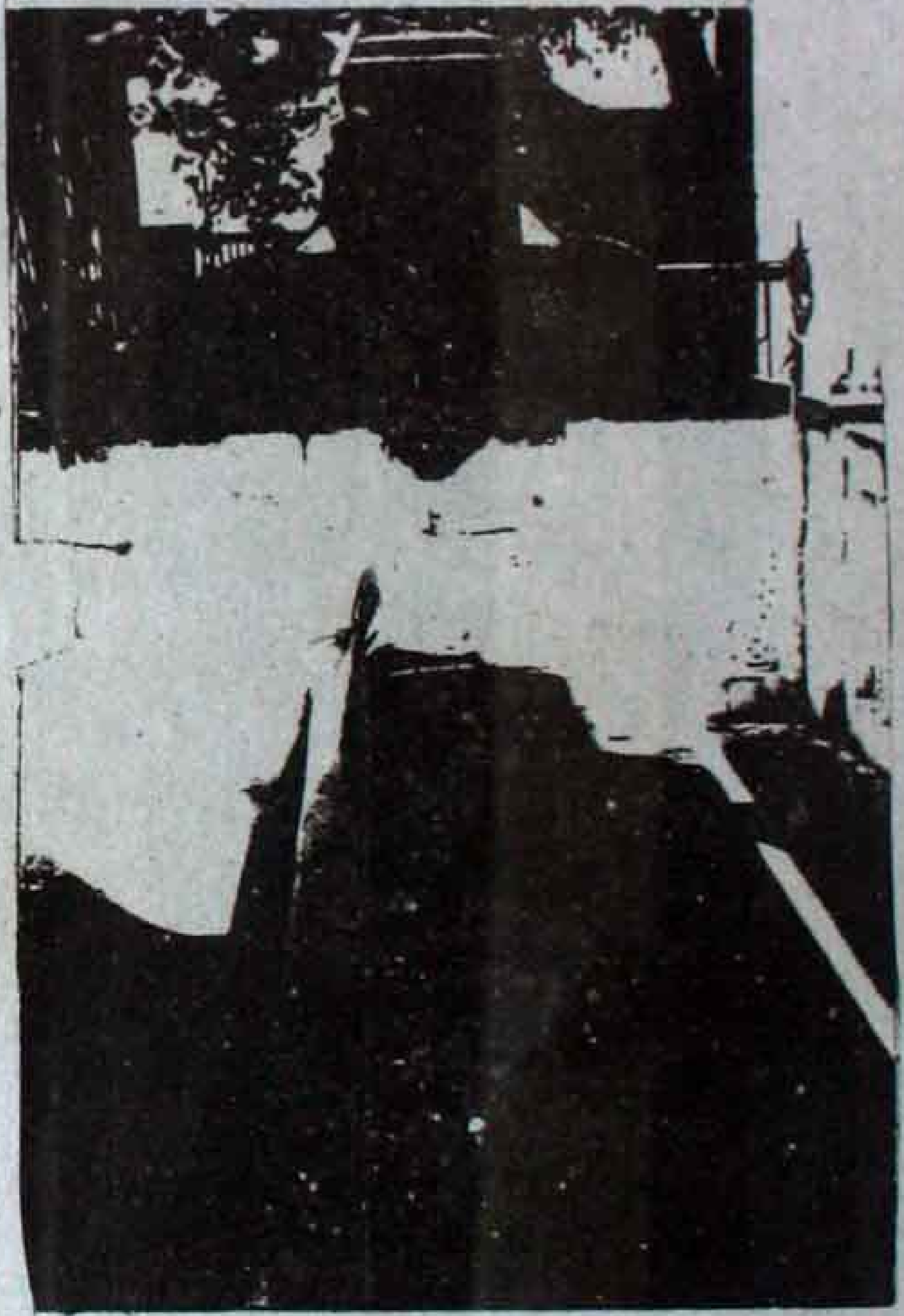

یہ مزار سیالکوٹ کے قلعہ پر جہاں حضرت پیر مراد کا روضہ ہے کے قریب ہے سیالکوٹ کا قلعہ جو کئی ہزار سال پرانا ہے اور اس قلعے کے اندر کئی داستانیں پوشیدہ ہیں قلعہ کے گردونواح میں کئی حق و باطل کے معرکے ہوئے اور یہاں کئی شہداء کی قبریں بھی ہیں یہ نوگز قبر کسی اللہ کے نیک بندے کی ہے، جو حق و سچ کی تبلیغ کرتے ہوئے یہیں فوت ہوا، یہ نوگز قبر پختہ تعمیر کی گئی ہے اور چار دیواری بھی ہے سیالکوٹ شہر میں بے شمار نوگزی قبریں ہیں

marfatcom

مرے کالج سیالکوٹ

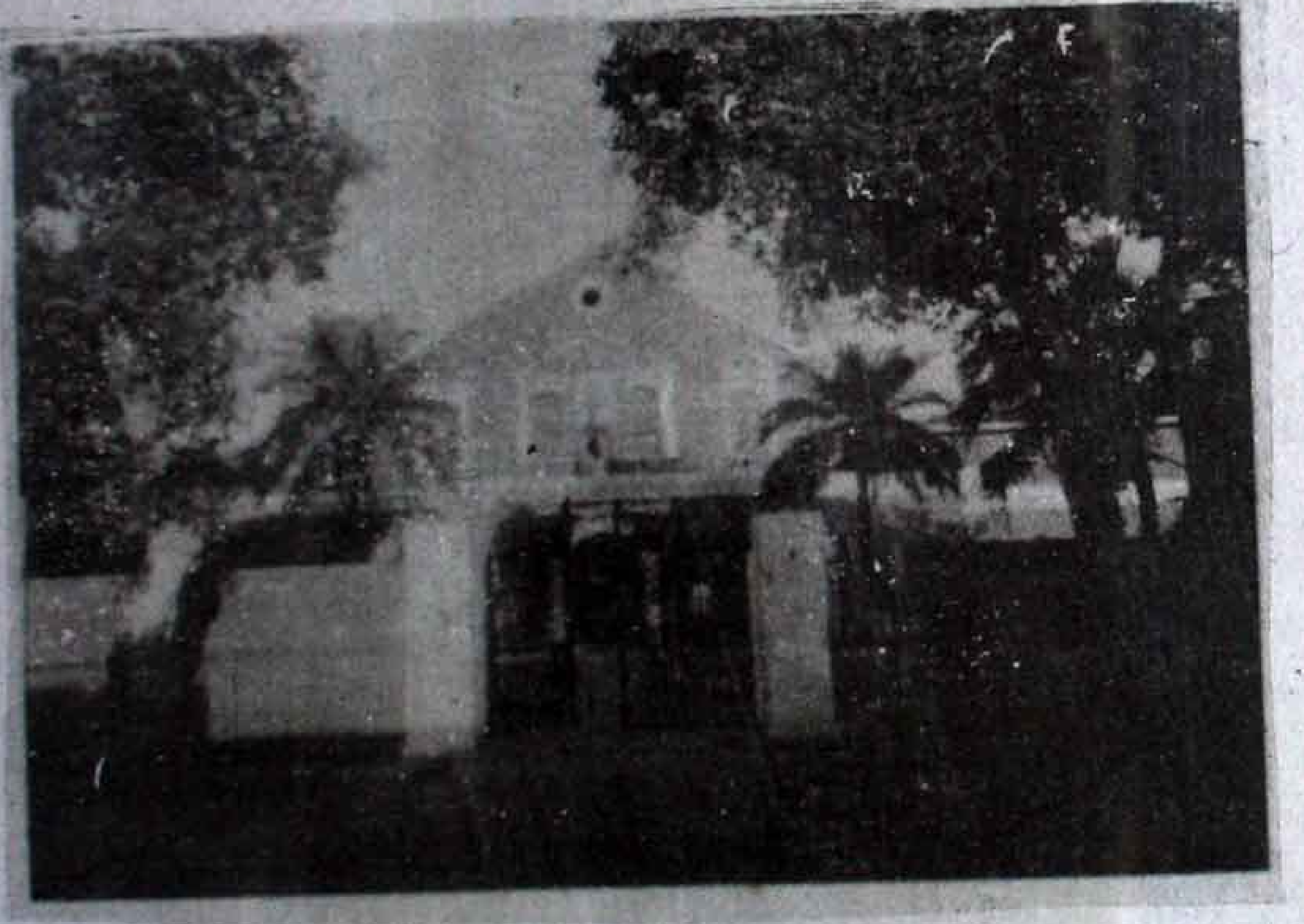

سیالکوٹ کی یہ قدیمی درسگاہ جو انگریزوں کے دور میں قائم ہوئی تھی اس مشہور درسگاہ سے مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ نے تعلیم حاصل کی جس کی وجہ سے یہ کالج بہت مشہور ہے۔ کالج کا انتظام عیسائیوں کے مشنری ادارے کے ذمے تھا۔ جو اس کالج کو چلاتے رہے یہ کالج ایک انگریز مرے کے نام سے مشہور ہے۔ اس کالج نے سیالکوٹ میں بڑی نامور شخصیتیں پیدا کیں۔ اس کالج کے قیام سے سیالکوٹ میں تعلیمی پسماندگی دور ہوئی اور یہ کالج اس دور میں تعمیر کیا جب میلوں تک کسی کالج کا نام ونشان نہ تھا۔ لوگ حصول تعلیم کے لئے سینکڑوں میل سفر کر کے کالج میں داخل ہوتے۔ پنجاب میں لاہور کے بعد اس درسگاہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ مرے کالج کی عمارت کافی رقبے میں ہے۔ طلبہ کی رہائش کے لئے ہاسٹل بھی ہے۔ بہترین گراؤنڈ کے علاوہ تجربہ کار سٹاف درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ہر سال یہ کالج شاندار نتیجہ پیش کرتا ہے۔

marfatcom

کوٹلی لوہاراں تہذیب و تمدن اور ثقافت کے حوالے سے تاریخی اہمیت کی حامل سرزمین

کوٹلی لوہاراں کی سرزمین اپنی مخلف تہذیب و تمدن اور علم و ادب کے حوالے سے تاریخی اہمیت کی حامل ہے جہاں ہر دور میں علم و ادب، فکر کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگ علم اور دین کی شمع روشن کرتے رہے ہیں۔ ہزاروں سال پر محیط تاریخ رکھنے والی یہ سرزمین اپنے سینے میں انتہائی اہم شخصیات سے متعلق بیان حوالے سے گزشتہ دور [illegible] کوٹلی لوہاراں میں ایک [illegible] تہذیب کا قیام کیا گیا، جس میں ثقافت سے تعلق رکھنے والے ممتاز قانون دان ایم زمان کھوکھر کی کتاب "سیالکوٹ سے نیر تک" کی تقریب رونمائی جس میں علاقے کی ممتاز شخصیات کے علاوہ علم و ادب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ اس موقع پر دانشور، ڈاکٹر نیر عباس نے کہا کہ سیالکوٹ کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے یہاں ایک سو چالیس کے قریب نو گز لمبے مزار ہیں جن میں بیشتر مزار انبیاء مرسلین کے خلفاء، غازیوں اور شہداء کے ہیں۔ کتاب میں [illegible] تحقیقات کے بعد تمام مزاروں کی تفصیل اور واقعات درج کئے ہیں جس کیلئے مصنف مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس موقع پر ایم زمان کھوکھر نے کہا کہ اس کتاب سے قبل گجرات شہر کے آئینے میں اور گجرات ضلع کے آئینے میں شائع ہو چکی ہیں۔ دونوں کتب گجرات کے حوالے ہی سے تھیں مگر پاکستان میں پہلی کتاب سیالکوٹ سے نیر تک موضوع کے لحاظ سے واحد کتاب ہے جس

کوٹلی لوہاراں کی ڈائری

طارق حبیب ۔ نامہ نگار

سلسلہ میں مجھے بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن ایک طویل عرصہ کے بعد ایک منفرد موضوع کا ذخیرہ مارکیٹ میں موجود ہے جس میں نو گز لمبے مزاروں کی تفصیل کے علاوہ ڈسکہ، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، سرگودھا، خوشاب، منڈی بہاؤالدین، بھمبر، مظفرآباد، جہلم، چکوال، راولپنڈی، اٹک، نوشہرہ، پشاور، شمالی علاقہ جات اور دیگر [illegible] کی تاریخ بھی درج ہے جبکہ اس کی اہم خصوصیات میں نو گز لمبے مزاروں کی تصاویر، تباہ شدہ بستیوں، ہزاروں سال قدیم شاہراہوں "آبی گزرگاہوں" کے علاوہ اہم تاریخی واقعات بھی درج ہیں۔ اس موقع پر پروفیسر اقبال تندی نے کہا کہ کتاب "سیالکوٹ سے نیر تک" بے حد دلچسپ اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے جس کے مطالعہ سے معلومات میں بے حد اضافہ ہوتا ہے۔ اس موقع پر عرفان اللہ وڑائچ ایڈووکیٹ نے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کا موضوع منفرد ہے اور ہمارے ہاں تاریخی ورثہ کے متعلق کتب کی تعداد بے حد کم ہے ایم زمان کی یہ کاوش صدارتی ایوارڈ سے نوازے جانے کی قابل ہے تاکہ مصنفین کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ مزید حوصلے اور جذبے کے تحت اپنا سفر جاری رکھ سکیں۔ تقریب کے آخر میں تمام مہمانوں کی چائے سے تواضع کی گئی تقریب سے خطاب کرنے والے مقررین میں ساگر کاٹلوی، محمد عباس چوہدری، طارق طیب، مسعود احمد [illegible]، پروفیسر اکبر علی احمد، ڈاکٹر شوکت احسن [illegible] کے نام بھی شامل ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور

23 اکتوبر 1997ء

ڈسکہ میں ٹبوں ٹیلوں پر انبیاء کرام مرسلین کے کئی مزارات ہیں

پختہ تعمیر کئے گئے یہ مزار ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی قائم و دائم ہیں

ڈسکہ (خواجہ حافظ رضا خان سے) ڈسکہ میں ٹبوں، ٹیلوں، سرحدی علاقوں میں پانی کے کناروں اور قدیم گزرگاہوں کے قریب 9 گز لمبے کئی قدیمی مزار ہیں۔ حافظ شمس الدین آف گھیانہ کے قلمی نسخوں میں بھی ضلع سیالکوٹ بھر میں انبیاء کرام، مرسلین، ان کے صحابہ، غازیوں، شہداء کے نام کے ساتھ ان کے مزارات کی واضح نشاندہی کی گئی ہے۔ ڈسکہ کے موضع چک کلاں میں صاحب مزار کا نام سلمان ہے۔ موضع سموںوال میں حضرت طرطوش، ملک نماطوش اور صحابہ مرسلین کے مزارات ہیں۔ لوڑھکی (ڈسکہ) میں حضرت [illegible]، کپور والی میں طرشان، [illegible] میں طیوش۔

گندے والی میں مرطوش، بنی رائیاں میں سیحان، بھوپال والہ (ڈسکہ) میں حضرت فصیلاطوش، روڑس میں عزرائیل، توبال، جبرائیل اور مرشتیا کے مزارات ہیں۔ روڑس میں ہی ایک قدیم ترین تباہ شدہ شہر کے آثار پائے گئے ہیں۔ ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ آف گجرات نے اپنی تحقیقاتی کتاب "سیالکوٹ سے نیر تک" میں لکھا ہے کہ سدھو والہ سارا کے میں فیتوش، باسلوز، کوٹلی لوہاراں شرقی میں شمسون، مرمان چک سیدو میں زرطوش، گلووال میں فیتوش، ماچھی کھوکھر میں تھمحی، اصبوالہ میں فیتوش، دولکہ میں فردوش، میانہ پورہ میں لوبال، محمد الوش۔

مظفرپور میں فصیلاطوش، مطرامیں صحعان، بدی پور میں شرعون گڑھ میں طیوش اور سید پور جموعن روڈ ہیڈ مرالہ میں صفوال، آسودہ خاک ہیں۔ ہر دو کری میں ملک طرطوش، اور طرشان، بذمال میں طیوش، وہیرا اشتہ امیں صندوش، شمعان، امام صاحب کے قریب ہمروش، سلمان، سلوامیم، اور فانوس، پسرور کے گردونواح میں ملک شیث فاذ اور سلوامام، جموں کنگرہ روڈ گاؤں سبز پیر میں سلوامام، مہابان، نماطوش، فصیلاطوش، حمورونش اور سلمان، تین دریاؤں میں گھری زمین بجوات لوا پہنچ گیان میں برسوش، طرشون، مرشون، مسرون، اعطرون اور فسوطانا اور دریائے چناب جموں، توی کے قریب کوٹلی الہجان میں شمد دروش، زنگے پورہ میں بجوات میں قریبا چوتر میں سوائیل، مسائیل، ساسلوطوش اور فرطوش کے [illegible] مزار ہیں۔ سوہدری میں فلوانیا، طرطوش، المعروف [illegible]، سلائیل، قمسون مشہور شاب نوری، طرطوش، مراد سیل پور، ملک فصیلاطوش، چوڑہ چک، طیموش، بذمال پر ملہ نیلے دی ہل، فردوس لولکہ چک [illegible] طرطوش، سلوامام۔ یہ دونوں مزار ایک ہی نہر کے کنارے ہیں۔ ویرووال (ڈسکہ) میں ملک مرطوش کا مزار ہے۔ موضع ظفر کے میں عزیز، کوندل سیالکوٹ روڈ پر [illegible] حضرت [illegible] کا مزار ہے۔ [illegible]

مزارات ہیں۔ ان قدیمی مزارات کے علاوہ تقریباً 150 مزید 9 گز لمبے مزارات ہیں۔ یہ مزار پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اللہ کے نیک بندوں کے نشان قائم و دائم ہیں جہاں مخلوق خدا حاضر ہو کر دینی و دنیاوی فیض حاصل کر رہی ہے بیشتر 9 گز لمبے مزارات کے قریب اولیاء کرام کے روحانی آستانے بھی ہیں۔

روزنامہ جنگ لاہور

12 مارچ 1998ء

marfat.com

سیالکوٹ پسرور نارووال قدیمی شاہراہ تاریخ کے آئینے میں

ضلع سیالکوٹ کی تاریخ میں مدفن صاحب مزار کا نام ملک فانوس مقناطیس ہے۔ میانہ پورہ میں بھی قدیمی مزار ہیں۔ ان کا نام لومال ہے۔ تختی پر شہید الٰہی شہید رحمان درج ہے۔ تحی اعتبار شاہ روڈ کے قریب دو نوگز مزار ہیں جو پختہ تعمیر کئے گئے ہیں۔ گرمنڈی کے قریب بلند و بالا گلی میں نوگز لمبا مزار ہے۔ اسی محلہ میں ایک دوسری گلی میں بھی نوگز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ سیالکوٹ سے ایک سڑک پسرور سے ہوتی ہوئی نارووال شکر گڑھ کی طرف جاتی ہے۔ پسرور کی طرف جانے کے لئے نالہ ایک عبور کرنا پڑتا ہے۔ یہ نالہ ہزاروں سالہ قدیمی ہے۔ کئی داستانیں اس نالہ کے ساتھ منسوب ہیں۔ نالہ ایک کے قریب ایک مشہور محلہ بابے دی بیری کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں حضرت پیر حمزہ غوث کا مزار ہے۔ جو مغلوں کے دور میں تعمیر کیا گیا۔ محلہ کا نام بھی آپ کے نام سے منسوب ہے۔ قریب ہی سکھوں کا گردوارہ ہے جو وسیع رقبہ میں ہے۔ گردوارہ کے باہر دو قدیمی عمارتیں ہیں ایک مسمار کر دی گئی ہے۔ دوسری کے آثار موجود ہیں۔ گردوارہ میں ہال نما برآمدہ، گرنتھ صاحب پڑھنے کا کمرہ خوبصورت نقش و نگار بالکل تازہ معلوم ہوتے ہیں۔ عبادت گاہ کے چاروں طرف برآمدہ ہے۔

ایک روایت اس گردوارہ سے منسوب ہے کہ یہاں بابا گرونانک صاحب نے قیام کیا تھا۔ یہ ان کی بیٹھک ہے۔ بیری کے درخت کے نیچے ایک مزار ہے جو سفید سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے جو بابا شاہ نروز کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ قبر کے شمال تین سنگ مرمر کی تختیاں مشرق کی جانب پانچ سفید سنگ مرمر کی تختیاں مغرب کی جانب پانچ سفید سنگ مرمر کی تختیاں نصب ہیں۔ جن پر گورمکھی زبان میں عبارت تحریر ہے۔ سکھ یاتری اس بیری کے بیر متبرک سمجھتے ہیں۔ اپنے ہمراہ بھی لے جاتے ہیں۔ ریاست علی چوہدری اقبال لائبریری سیالکوٹ کے ہاں ملنے والی کتاب بابے دی بیری جو گورمکھی رسم الخط میں شائع ہوئی جو منظوم کتاب ہے، لکھنے والے کرتار سنگھ گیانی کلاس والیہ کے مطابق حضرت حمزہ غوث ایک مسلمان فقیر جن کا مزار تاہنوز سیالکوٹ میں موجود ہے۔ ان کے نام سے ایک محلہ بھی آباد ہے، ایک کھتری سے ناراض ہو کر سیالکوٹ شہر کو غرق کرنے کے لئے چلہ پر بیٹھ گئے۔ بابا گرونانک کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ سیالکوٹ کو بچانے کے لئے تشریف لائے۔ اس واقعہ کے تین سو سال بعد بابا نتھا سنگھ نے گردوارہ کی بنیاد رکھی۔ تقسیم ملک سے قبل یہاں بیساکھی کا میلہ لگتا تھا۔ جس میں ہندو مسلمان سب شامل ہوتے تھے۔ بھائی کرتار سنگھ گیانی نے یہ منظوم قصہ نسبت پریم سنگھ جی کی فرمائش پر خالص پنجابی زبان میں تحریر کیا تھا پسرور روڈ پر یہ قصبہ دھیر اسندا ہے۔ یہ قصبہ بلندی پر ہے یہاں دو نوگز لمبے مزار ہیں۔ ایک گاؤں کے جانب جنوب دوسرا گاؤں کے شمال مشرق میں ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت شمعان اور فیفدان ہے جو حضرت موسیٰ کی اولاد میں سے بیان کئے جاتے ہیں۔ دونوں مزار پختہ تعمیر کئے گئے ہیں۔ جانب جنوب مزار کی چھت کی بھی بڈیانہ روڈ کے قریب شاہو چک میں حضرت صوفی اللہ رکھا کا آستانہ مبارک ہے۔ اس آستانہ میں نوگز لمبا مزار بھی ہے۔

marfatcom

پسرور جو بہت قدیمی اور تاریخی شہر ہے یہاں ہندوستان میں داخل ہونے والے قیام کیا کرتے تھے ۔ ایک بلند و بالا قلعہ نما بستی ہے پسرور میں قلعہ کے آثار بھی پائے جاتے ہیں ۔ پرانی عمارتیں جو چھوٹی اینٹوں سے تعمیر شدہ ہیں ، ہر گلی محلہ میں پائی جاتی ہیں ۔ یہاں امام میراں برخوردار کا مزار ہے ۔ جو سیالکوٹ کے حضرت امام علی الحقؒ کے چھوٹے بھائی تھے ۔ کفار سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ بہت بڑا گنبد ہے ۔ ساتھ ہی نوگزا لمبا مزار ہے ۔ یہاں کے مقامی لوگ بابا نوگزا صاحب کے نام سے پکارتے ہیں ۔ پسرور کے قریب اور مزار بھی ہیں مغلیہ دور کا تالاب بھی ہے جو گندگی سے اٹا پڑا ہے ۔ یہ تالاب دارہ شکوہ نے بنوایا تھا ۔ قریب ہی سریاں والی سرکار کا مزار ہے ۔ سیالکوٹ سے پسرور جتنے فاصلہ پر ہے اتنے ہی فاصلہ پر نارووال ہے ۔ نارووال کے قریب روحانی بستی علی پور سیداں ہے ۔ یہاں حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی صاحب اور امیر ملت پیر جماعت علی صاحب کے آستانے مبارک ہیں ۔ دونوں مزارات خوبصورت شاندار سفید سنگ مرمر سے تعمیر کئے گئے ہیں ۔ ملک کے کونے کونے میں آپ کے لاکھوں مریدین ہیں ۔ امیر ملت کے آستانہ میں مسجد کا شہتیر مچھلی کی ہڈی کا ہے ۔ یہ مسجد سنگ مرمر کے پتھر سے شاندار انداز میں تعمیر کی گئی ہے ۔ اسی سڑک پر قلعہ سوبھا سنگھ کے قریب قصبہ نونار میں ایک ٹبہ پر نوگزا لمبا مزار ہے ۔ دوسرا مزار قصبہ کے وسط میں ہے ۔ دونوں مزار پختہ تعمیر کئے گئے ہیں ۔ یہاں بہت بڑا مٹی کا ٹبہ بھی ہے ۔ کلی شریف نارووال میں حضرت پیر سید بابا شاہسوار شمس ، پیر خورشید الحسن صاحب کا روضہ زیر تعمیر ہے ۔

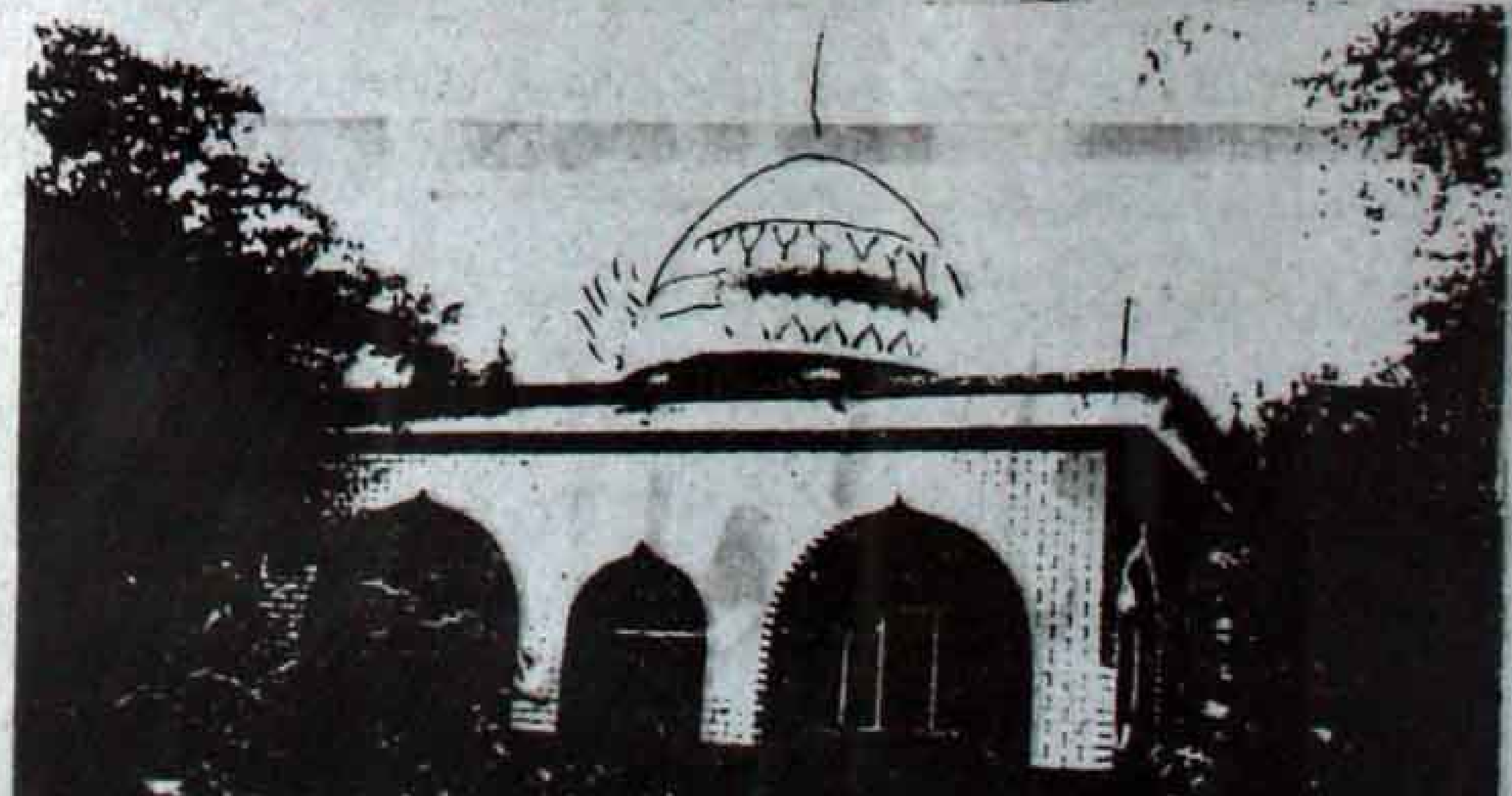

کلووال روڈ پر ایک درویش کا مزار

marfatcom

پسرور میں امام صاحب کے ملحقہ نو گز لمبا مزار

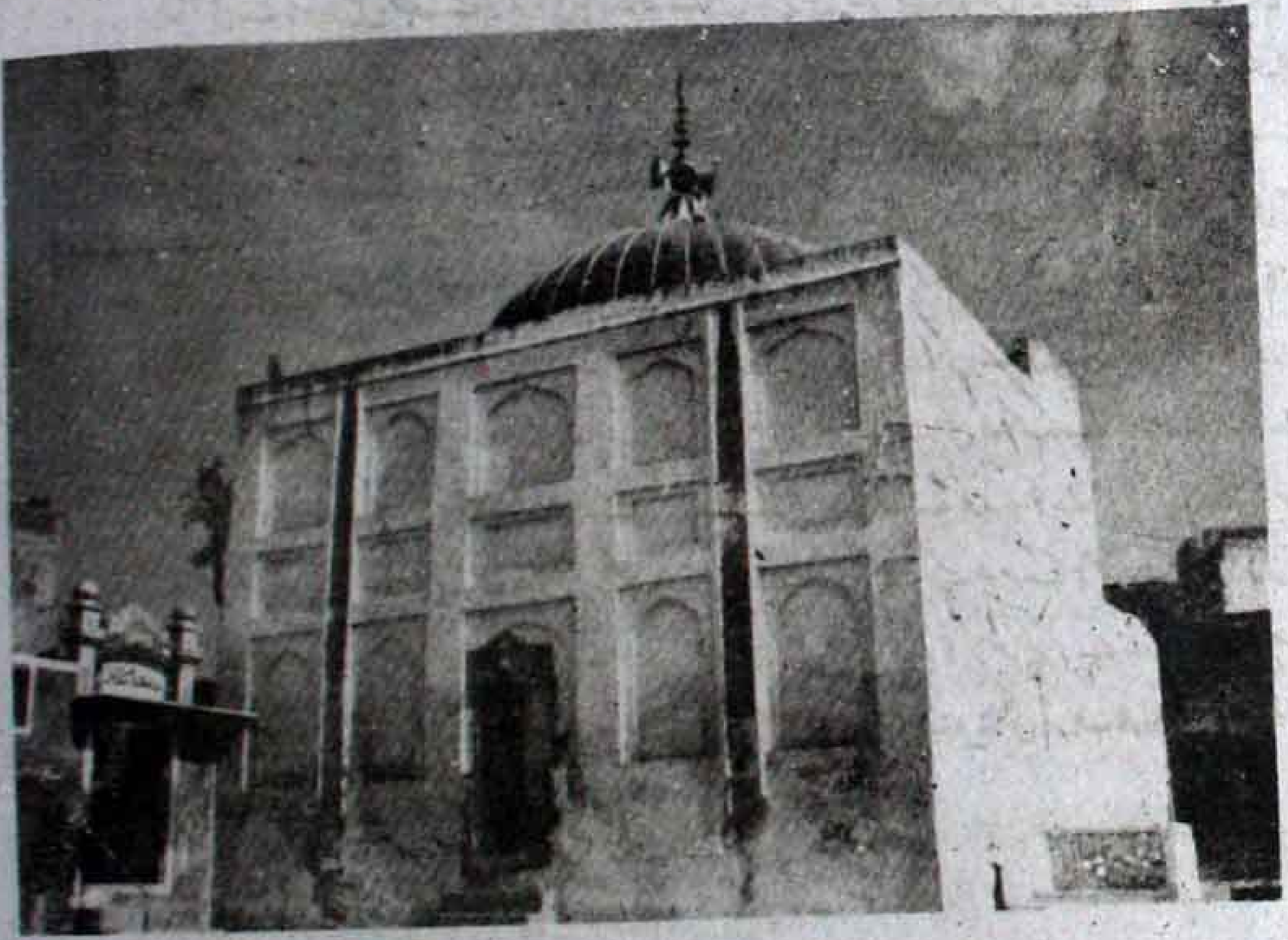

پسرور میں حضرت امام میراں برخوردار کا مزار ہے۔ جو امام علی الحق سیالکوٹ کے چھوٹے بھائی تھے۔ کفار سے جنگ کرتے ہوئے یہاں شہید ہوئے۔ آپ کے مزار کے قریب ہی نو گز لمبا مزار ہے۔ جس کی تاریخ ہزاروں سالہ پرانی ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ ۳۳۵ نمبر شمار ۳۷۲ کے مطابق صاحب مزار کا نام ملک شیو لخار ہے۔ مزار مغلیہ دور کا تعمیر شدہ ہے۔ اس مزار کے ساتھ ایک اور گنبد نما چھوٹا سا کمرہ بھی ہے۔ جس جگہ یہ مزارات ہیں یہاں ماضی میں بلند و بالا ٹبہ پر تباہ شدہ بستی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ٹبہ پر کھدائی کے دوران مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے ہڈیوں کے ڈھانچے پتھر کی چکیاں اور اس قسم کی دوسری اشیاء کے ٹکڑے ملتے ہیں۔ پسرور ایک قلعہ نما شہر تھا قلعہ کے دیواروں کے آثار اب بھی پسرور کے بلند علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ پرانا شہر کافی بلندی پر آباد تھا۔

marfatcom

سیالکوٹ پسرور روڈ مالی پور کے قریب ایک قدیمی ٹبہ

سیالکوٹ سے پسرور جاتے ہوئے پسرور کے قریب یہ مشہور ٹبہ جو مالی پور اور سراں والا ٹبہ کے نام سے مشہور ہے۔ ٹبہ کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ٹبہ کے اوپر مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے چکیوں کے پاٹ انسانی ضروریات کی چیزوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اس ٹبہ کے قریب باگڑیاں والا کا ایک مشہور ٹبہ ہے۔ ان ٹبوں پر اللہ کے نیک بندوں کے مزار بھی ہیں۔ جو پختہ تعمیر ہیں۔ مالی پور کے قریب سڑک کے نزدیک ایک نو گز لمبا مزار بھی ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار پر چھت بھی ہے۔ اس ٹبہ کے جانب مشرق تھوڑے سے فاصلے پر ایک اور بہت بڑا ٹبہ ہے۔ یہ ٹبہ کھرپا والا ٹبہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس ٹبہ پر بھی مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے جابجا بکھرے نظر آتے ہیں۔ ٹبہ پر قدیمی مزار بھی ہے۔ اس مقام پر سڑک پر مغلیہ دور کی پلی بھی ہے۔ پلی میں چھوٹی چھوٹی اینٹیں استعمال کی گئی ہیں۔ مغل شہزادے اور شہنشاہ اس سڑک پر سفر کرتے رہے ہیں اور پسرور میں قیام کرنے کے بعد وہ اگلی منزل کی جانب روانہ ہو جاتے۔ پسرور ایک بلند قلعہ نما ٹبہ پر آباد ہے۔ جس کی تاریخ ہزاروں سالہ پرانی ہے۔

marfatcom

پسرور روڈ کے قریب دھیرا سندا میں نو گز لمبا مزار

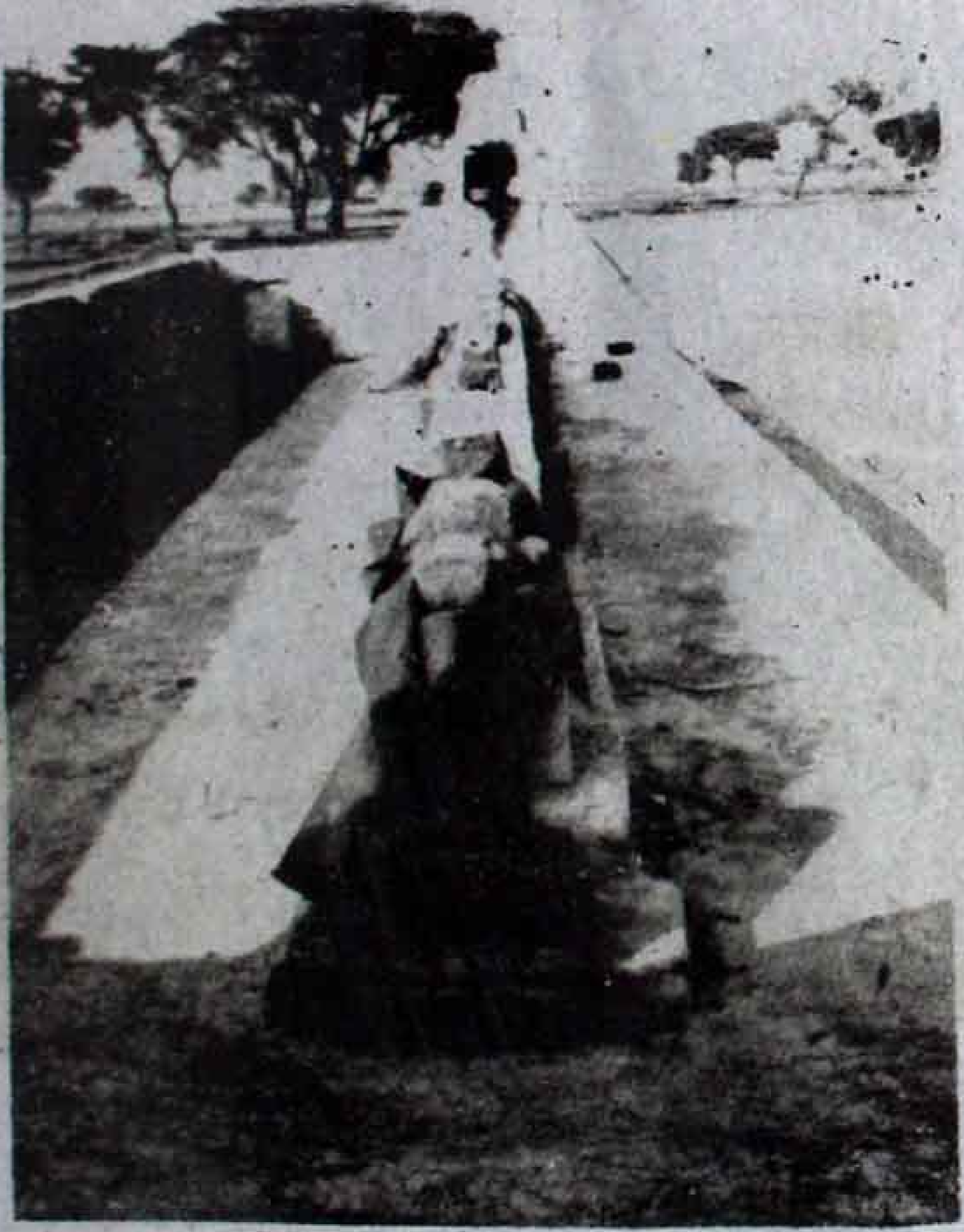

دھیرا سندا ایک بلند ٹبہ پر آباد ہے۔ یہاں دو نو گز لمبے مزارات ہیں۔ قدیم دور میں تجارتی اور شاہی قافلے دن بھر میں تقریباً تیس میل کا سفر کرتے تھے۔ سیالکوٹ سے پسرور کا راستہ بھی تقریباً یہی بنتا ہے۔ سیالکوٹ سے روانہ ہونے والے قافلوں کا اگلا پڑاؤ پسرور ہوا کرتا تھا۔ اس روڈ پر کئی قدیمی قصبے ٹبے ٹیلے اور تباہ شدہ بستیوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ دھیرا سندا بھی پسرور کے قریب واقع ہے۔ یہ قصبہ بلندی پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں دو لمبے مزارات ہیں۔ ایک مزار گاؤں کے جانب جنوب دوسرا گاؤں کے جانب مشرق واقع ہے۔ مشرق والے مزار کے ارد گرد چار دیواری ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ کے مطابق ایک مزار میں صاحب مزار کا نام شمعان ہے۔ جبکہ دوسرے کا نام صفدان ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے بیان کیے گئے ہیں۔

marfatcom

پسرور روڈ پر دھیر اسندا میں نو گز لمبے مزارات

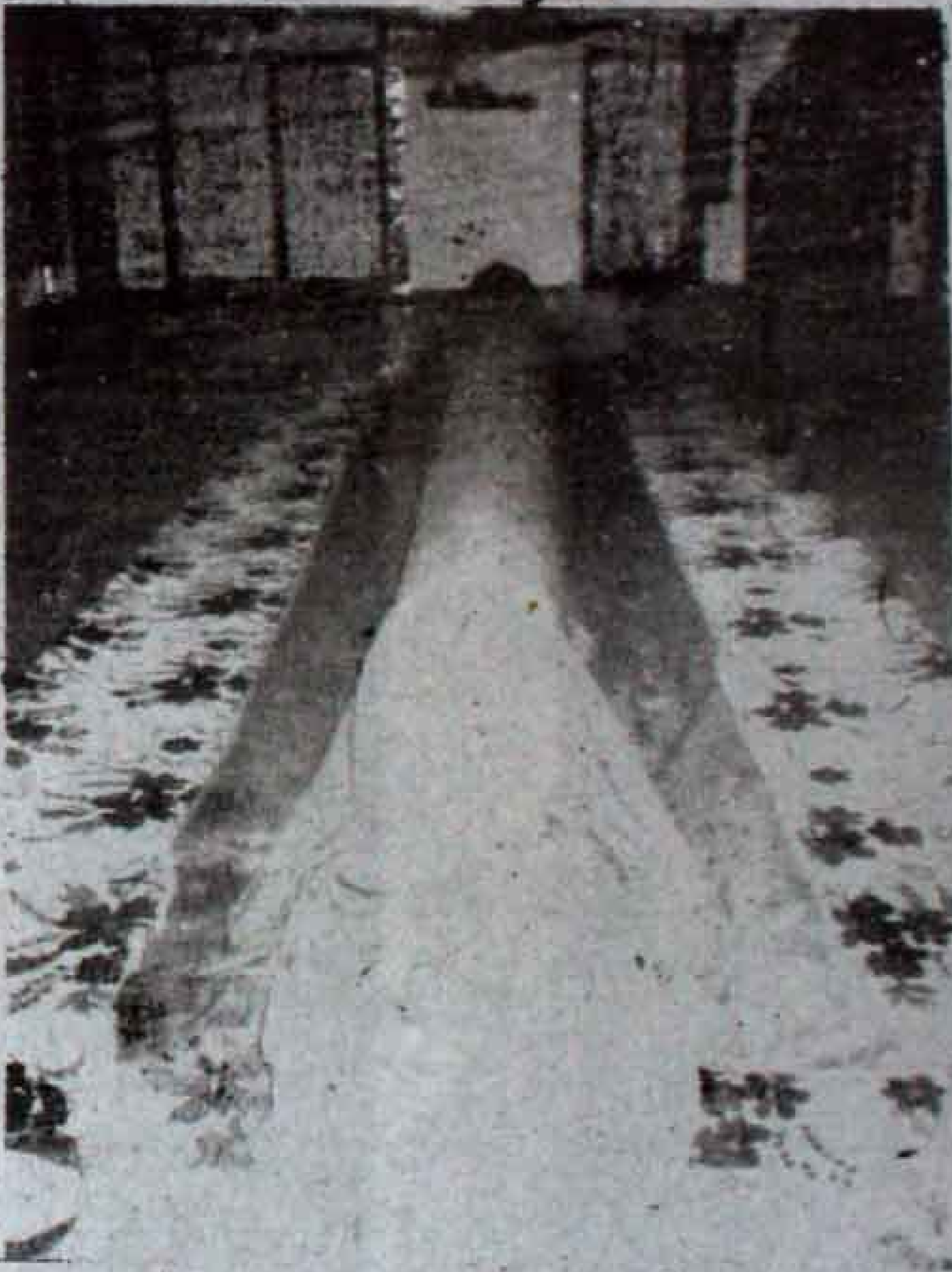

سیالکوٹ سے ایک سڑک پسرور کی طرف جاتی ہے قدیم دور میں تجارتی اور شاہی قافلے دن بھر میں تقریباً تیس میل کا سفر کیا کرتے تھے۔ سیالکوٹ سے پسرور کا راستہ بھی تقریباً اتنا ہی بنتا ہے۔ سیالکوٹ سے روانہ ہونے والے قافلوں کا اگلا پڑاؤ پسرور ہوا کرتا تھا۔ اس روڈ پر کہیں قدیمی قصبے بڑے ٹیلے اور تباہ شدہ بستیوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ دھیر اسندا بھی پسرور کے قریب واقع ہے۔ یہ قصبہ بلندی پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں دو لمبے مزارات ہیں۔ ایک مزار گاؤں کے جانب جنوب ہے مزار پر چھت بھی ہے۔ چار دیواری بھی ہے۔ اور یہاں باغ وغیرہ بھی ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانوی رحمہ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے مطابق ایک مزار میں صاحب مزار کا نام شمعان ہے۔ جبکہ دوسرے کا نام صفدان ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے بیان کئے جاتے ہیں انہیں خلیفہ اور غازی کا لقب بھی حاصل تھا۔

آفتاب علم وحکمت حضرت خواجہ حکیم محمد شریف قریشی

آفتاب علم و حکمت حضرت خواجہ حکیم محمد شریف قریشی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ آڈھا شریف ضلع سیالکوٹ کا مولد و مسکن آڈھا شریف ہی ہے اور قطب المشائخ حضرت مولانا خواجہ محب النبی عبدالغنی چشتی قدس سرہ والد ماجد حضور قبلہ عالم سرکار بڑیلہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز چراغ اولیاء حضرت میاں چراغ دین چشتیؒ کے فرزند گرامی ہیں اور پرورش و تعلیم و تربیت حضور قبلہ عالم کی زیر نگرانی ہوئی اور فراغت تحصیل علوم کے بعد آں حضور نے آپ کو اپنے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور اپنی نورانی تربیت گاہ میں آپ کی روحانی تربیت فرما کر عرفان الٰہی میں ایک نہایت اعلیٰ مقام پر فائز فرما کر اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور آڈھا شریف میں مسند ہدایت و ارشاد کی زینت بنایا اور آپ کے آستانہ عالیہ میں ہر ماہ چاند کی 7 تاریخ گیارھویں شریف کا ختم جاری فرمایا اور آں حضور 18 سال متواتر ہر گیارھویں شریف یہاں رونق افروز ہوتے رہے۔ اس طویل عرصہ میں ایک دفعہ بھی حضور نے گیارھویں شریف کا ناغہ نہیں ہونے دیا اور یہ شرف آپ کے قائم فرمودہ روحانی مراکز میں سے اور کسی بھی مرکز کو حاصل نہیں ہوا۔

جناب قبلہ حکیم صاحبؒ کا حلقہ فیضان بہت وسیع تھا۔ آپ ایک عالم دین اور صاحب کمال ولی اللہ ہونے کے ساتھ طب میں بھی مہارت نامہ رکھتے تھے۔ اس لئے آپ نے جہاں ہزاروں مجرم و سیاہ کار لوگوں کا امراض روحانی کا علاج فرما کر انہیں تقویٰ و ورع کی زندگی سے سرفراز فرمایا اس کے ساتھ بے شمار مریضاں ظاہری کا بھی علاج فرما کر انہیں جسمانی امراض سے نجات بخشی ہے اور آپ اپنے مرشد عالی مقام کی اتباع میں جسمانی مریضوں کو ہمیشہ دوا بلاقیمت ہی عطا فرماتے تھے اس لئے ہر مرض کی تیر بہدف دوا حاصل کرنے کے لئے آپ کے آستانہ عالیہ پر مریضوں کا بھی تانتا بندھا رہتا تھا۔

یہ عظیم المرتبت معالج ظاہر و باطن ایک طویل مدت خلق خدا اپنے فیض ظاہری و باطن سے مستفیض و مستفید کرتا رہا اور 1993ء، 1313ھ کو اس دنیائے فانی سے پردہ فرما کر اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوا۔ آپ کا دربار رحمت بار آڈھا شریف ضلع سیالکوٹ میں مرجع خاص و عام ہے۔

==

marfatcom

گربلا سیداں پسرور روڈ کے قریب نو گز لمبا مزار

گربلا سیداں پسرور روڈ کے قریب ایک قدیمی قصبہ ہے ۔ یہاں ایک تباہ شدہ بستی کے آثار پائے جاتے ہیں ۔ اس ٹبہ پر برتنوں کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں ۔ یہ ٹبہ کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے ۔ آبادی کے قریب بھی تباہ شدہ بستی کے آثار اور مکانوں کی بنیادوں کے نشاں پائے جاتے ہیں ۔ جو پتھروں کے ہیں اس چھوٹے سے ٹبہ پر ایک درویش کا روضہ مبارک ہے مزار کے جانب مغرب دیوار کے ساتھ نو گز لمبا مزار ہے ۔ جو پختہ تعمیر شدہ ہے ۔ حافظ شمس الدین گلیانوی جو کشف القبور کے علم بحر بیکراں کا درجہ رکھتے ہیں ۔ ان کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ ۲۲ نمبر شمار ۴۵۱ کے مطابق صاحب مزار کا نام فیلقوس ؑ ہے ۔ جو حضرت موسیٰ ؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں ۔ ٹبہ اپنے اندر کئی داستانیں لئے ہوتے ہے ۔

marfatcom

حضرت خواجہ صوفی اللہ رکھا شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہوچک

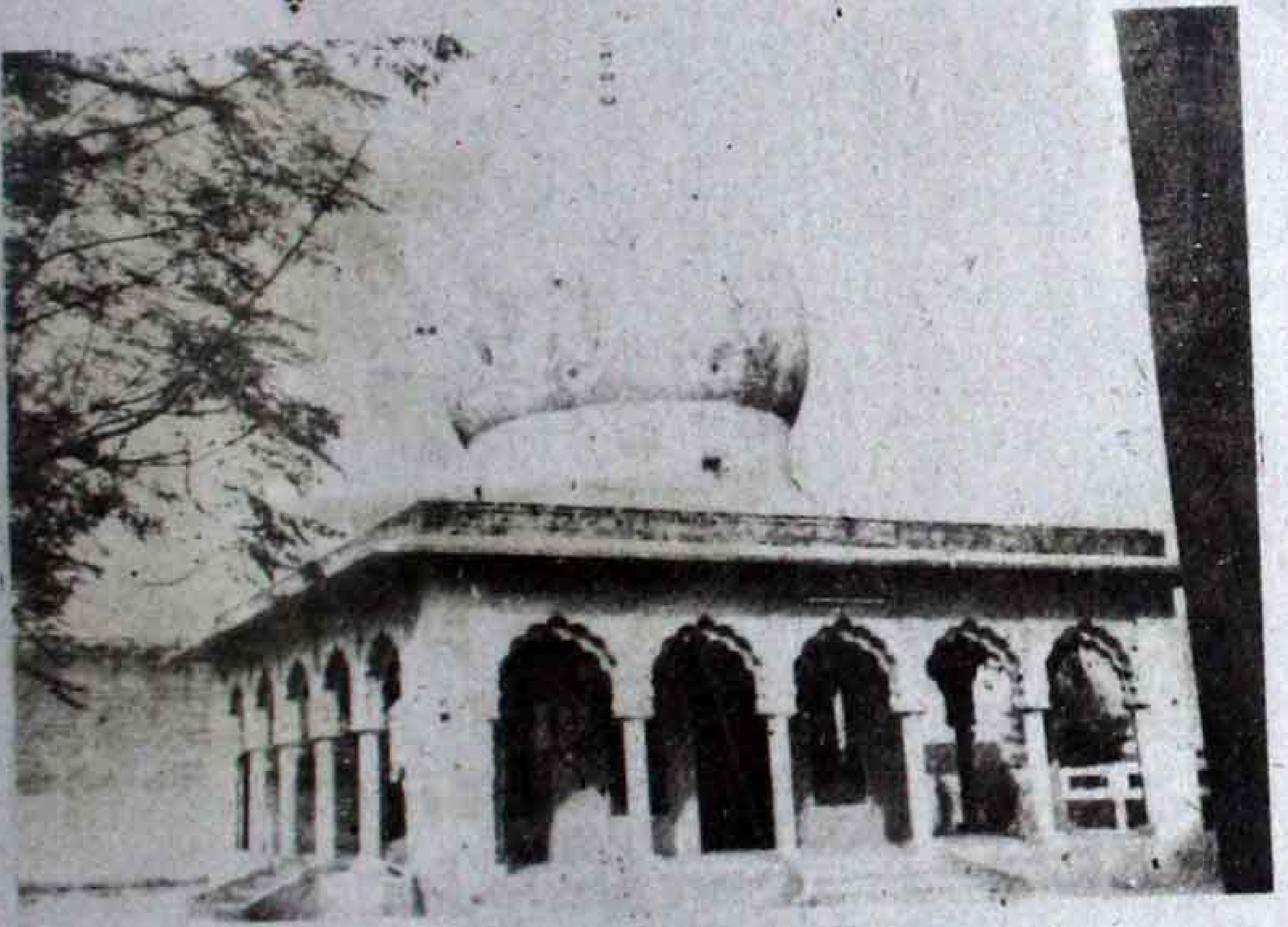

مرید خاص محمد سلمان خان کے مطابق حضرت خواجہ صوفی اللہ رکھا شاہ قلندر سرتاج اولیاء کے والد ماجد کا اسم گرامی صوفی تاج محمد اور والد محترمہ کا نام گرامی مائی فضل بی بی تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت بمقام رانجھری تحصیل سانبہ ضلع جموں میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر مبارک چالیس دن ہوئی تو ایک بزرگ سبز پیراہن اور سبز دستار میں ملبوس گھر تشریف لائے اور آپ کی والدہ محترمہ سے فرمایا۔ مجھے ندائے غیبی آئی ہے کہ ان کی حفاظت و نگہبانی کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لی ہوئی ہے۔ مزید فرمایا " آپ اپنے وقت کے قطب ہوں گے۔ آپ نے روحانی مراتب طے کرنے کی خاطر بڑی ریاضتیں کیں۔ ان حرکات و سکنات کو دیکھ کر گھر والوں کو شبہ ہوا کہ غالباً آپ پر جنات کا اثر ہے۔ گھر والوں نے حضرت پیر فیروز علی شاہ ساکن کجیال کو گھر بلایا۔ کیونکہ وہ عامل تھے کامل نہ تھے۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے۔ عامل نے جب اپنا عمل شروع کیا آپ کی طرف توجہ فرمائی۔ تو اس کا بچھایا ہوا بستر خاکستر ہو گیا۔ اور وہ آپ کا گرویدہ ہو کر واپس چلا گیا۔ اس کرامت کا چرچا علاقہ میں دور دور تک ہوا۔ بچپن ہی سے آپ مزارات پر حاضری دینے کے لئے اتنی تیزی سے بھاگتے کہ جواں مرد پیچھا کرنے کے باوجود آپ تک رسائی نہ کر سکتے۔ اس وقت آپ کی ہتھیلیاں قدرتی طور پر اوپر مل جاتیں۔ آپ رات بھر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے اور نماز فجر ادا کرنے کے بعد آرام فرماتے۔ بچپن ہی سے آپ کی کشف و کرامات کا تذکرہ زبان زد عام ہوا۔ آپ کی بے شمار کرامات ہیں۔

عمر کے نویں دسویں سال ہی میں آپ کو خواب میں ایک برگزیدہ ہستی کا دیدار ہونا شروع ہوا۔ اس ہستی کی تلاش میں آپ

marfatcom

نے برصغیر پاک و ہند کے مزارات پر حاضری دی۔ آخر طویل انتظار و تلاش کے بعد ایک دن ضلع کٹھوعہ کی سر بفلک چوٹی پر واقع ایک بزرگ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ تو وہاں کے متولی نے بتایا کہ آپ رات بھر یہاں آرام فرمائیں۔ یہ جو حلیہ مبارک آپ نے بتایا ہے۔ اس کے بارے میں صبح بتاؤں گا۔ علی الصبح انہوں نے بتایا کہ یہ حلیہ مبارک حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ مجددی علی پوری ضلع سیالکوٹ کا ہے۔ حضرت پیر امداد علی شاہ نے آستانہ عالیہ علی پور شریف تک پہنچنے میں رہنمائی فرمائی۔ تقریباً بارہ سال کی عمر میں آپ اپنے پیر و مرشد حضرت سید حافظ جماعت علی شاہ مجددی کے حضور حاضر ہوئے۔ آپ کا فرمان مبارک ہے کہ "آپ نے مصافحہ کرتے وقت میرا ہاتھ نہ چھوڑا اور فرمایا کہ ہم کافی عرصہ سے آپ کے منتظر تھے۔ آخر آپ آہی گئے۔ آپ کو پہلی ہی ملاقات میں حضرت امیر ملت کو وضو کروا کر تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے تیاری کروانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جب حضرت وضو فرما لیتے اور نماز تہجد پڑھنے کے لئے تیار ہوتے تو آپ کو بھی نماز تہجد ادا کرنے کا حکم صادر فرماتے۔ اس دن سے آپ نے کبھی نماز تہجد قضا نہ کی۔ قلیل عرصہ آپ نے اپنے پیر خانہ کی خدمت کی جو کوئی حکم ملتا اس کی تعمیل کرتے۔ حضرت امیر ملت اکثر آپ کو تلقین فرماتے کہ مصائب پر صبر کرتے ہوئے زندگی خدا کی یاد میں گزار دیں۔ وصال کے موقع پر حضرت پیر و مرشد جناب امیر ملت نے آپ کو قلم دان عطا فرمایا۔ اپنے پیر و مرشد کے روضہ اقدس پر عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ آپ شاہو چک شریف اپنے عزیز و اقارب کے پاس تشریف لے آئے۔ آپ رات بارہ بجے تک اپنے عزیز و اقارب سے محو گفتگو رہے۔ پھر آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے۔ 1970ء کی ایک رات دو بجے حضرت امیر ملت نے سرہانے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔ کہ "ساری عمر میں تمہیں فقیر بناتا رہا۔ اب تاجر بن بیٹھے ہو" آپ نے عرض کی کہ "میں تجارت بھی آپ کے حکم سے کر رہا ہوں"

گجرات میں بڑیلہ شریف سرکار کے حضور حاضری:۔

بڑیلہ شریف حضرت پیر و مرشد حافظ الحاج جماعت علی شاہ مجددی نے مجھے مکان کے اندر جانے والے راستے پر پہنچا دیا۔ تو حضرت امیر ملت میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب میں مذکورہ راستہ میں سے ہوتا ہوا مکان کے اندر پہنچا تو وہاں ایک برگزیدہ ہستی کو موجود پایا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا۔

صوفی صاحب! تشریف لائیں۔ میں آپ کے انتظار میں ہوں۔ اور مزید فرمایا کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ آپ کو یہاں پہنچانے والی (یہاں تک راہبری کرنے والی) مایہ ناز ہستی ہے۔ وہ خود آپ کو یہاں چھوڑ گئے ہیں۔

یہ کہہ کر انہوں نے مجھے بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور ارشاد کیا صوفی صاحب! اگر دوکاندار دوکان کو تالا نہ لگائے تو اس کی دوکان چور لوٹ کر لے جائیں گے۔ نقصان دکاندار کو ہوتا ہے۔ خریدار کا کیا؟ یہ بات حضور اقدس کی سمجھ میں آگئی۔ ساتھ ہی آپ نے اپنے خادم میاں محمد اسماعیل کو حکم دیا کہ "جائیں" صوفی صاحب کے لئے چائے لے آئیں۔ آج ہم صوفی صاحب کو شراب محمدی ﷺ پلائیں گے۔ خادم چائے لے آیا۔ تو حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ سرکار بڑیلہ شریف نے فرمایا "صوفی صاحب یہ شراب محمدی ﷺ کے جام ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے ان گنت چائے کی پیالیاں پلائی۔ چائے پینے کے بعد مجھے اونگھ آگئی۔ اور دن دو بجے ہوش آئی جونہی جوتے اتارنے کے لئے اٹھے تو حضرت خواجہ صاحب نے

marfat.com

فرمایا۔ صوفی صاحب! جوتے اتارنے کی ضرورت نہیں بلکہ پاؤں میں ہی رہنے دیں۔ کیونکہ فرمان افضل ہوتا ہے۔ سرکار برٹیلہ شریف نے فرمایا کہ ہمارے پیارے محبوب حضرت محمدؐ نے ہمیں حلال و حرام کی پہچان کرائی ہے۔

سور اگرچہ مخلوق خدا ہے لیکن ایک سور ہمارے اندر بھی موجود ہے۔ صوفی صاحب! یاد رکھنا یہ سور پیری مریدی میں کھا جاتا ہے۔ آپ نے عرض کی حضور! میں نے اسی سے بچنے کی خاطر آج تک اپنے پیرو مرشد کے عطا کردہ قلمدان کو مقفل رکھا ہے۔ اور پیری نہیں کی۔ یہ جواب سن کر حضرت خواجہ صاحب از حد مسرور ہوئے۔ دوران ملاقات معرفت کی باتیں ہوئیں۔ پھر انہوں نے فرمایا آپ کی ڈیوٹی اس جگہ پر ہوگی جہاں سے نارووال گیارہ میل کی مسافت پر ہے۔ اور یہ بھی وضاحت کی کہ آپ کی گزر اوقات خوردونوش پر نہیں بلکہ صرف چائے کے کپ پر ہوگی۔ وہ بھی چوبیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ پینی ہوگی۔ الٹی چارپائی پر بیٹھنا ہوگا۔ لیٹنے کی اجازت نہیں۔ روحانی تربیت حاصل کرنے کے لئے بیالیس دن تک قیام کرنے کا حکم ملا۔ اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمائی کہ آپ نے اس دن واپس آنا ہوگا جب بلایا جائے گا۔ وہاں سے سیدھا میرے پاس برٹیلہ شریف آنا ہوگا۔ روانگی کے وقت سرکار برٹیلہ شریف نے نصیحت فرمائی کہ "جو آدمی آپ کو چائے کا کپ پلایا کرے گا اس کی اللہ تعالی کے حضور التجا ہے کہ مجھے مرد حق کے فیضان سے مالا مال فرما۔ وہاں سے کوچ کرنے سے قبل اس سے پوچھنا اے بندہ خدا! کیا تیرے دل میں مذکورہ خواہش موجزن ہے۔" آپ اپنے پیشوا کے فرمان کے مطابق سیدھے برٹیلہ شریف سرکار برٹیلہؒ کے حضور پہنچے۔ آپ سے رشد و ہدایت اور بے شمار فیوض و برکات حاصل کر کے چشتی قادری، طرطوسی، سہروردی، خلافت عظمی پائی۔

ساہو چک شریف آمد اور گیارھویں شریف:-

دوبارہ برٹیلہ شریف حاضری پر حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہؒ نے فرمایا صوفی صاحب! ساہو چک شریف بیٹھنا ہوگا۔ اور ہر ماہ چاند کی نو تاریخ کو حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی جناب حضرت غوث پاکؓ کی گیارھویں شریف دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ عرض کی حضور! مجھے ایسا غوث نہ بنانا کہ مجھے دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانے پڑیں۔ اس پر سرکار برٹیلہ شریف نے مزید فرمایا کہ "ویسے تو میں نے گیارھویں شریف دینے کی اجازت کافی آدمیوں کو دی ہے۔ لیکن جس مرد کامل کی مجھے تلاش تھی اس سے اب خدا کی ذات گرامی نے رشتہ جوڑا ہے" "صوفی صاحب! آپ کسی سے کچھ نہ مانگیں۔ لیکن یہ ذہن نشین کر لیں کہ جب کوئی عقیدت مند نذر و نیاز پیش کرے تو اس سے تین مرتبہ دریافت کر لینا کہ یہ رقم کس لئے دے رہے ہو اگر وہ کہے کہ یہ حضرت غوث پاکؓ کی گیارھویں شریف کے لئے ہیں تو اس کا تصرف گیارھویں شریف پر کرنا۔ اپنی ذات پر گیارھویں شریف کی رقم خرچ نہ کرنا۔ اگر کچھ میسر نہ ہو تو پانی کے پیالہ پر ہی ختم شریف پڑھ لینا۔ آپ کا کسی سے رشتہ نہیں ٹوٹے گا۔ بلکہ رب العزت سے رشتہ اور مضبوط ہوگا۔ وہی پانی بطور تبرک تقسیم کر دینا"۔ مزید فرمایا "آپ کی امانت حضرت خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ قدس سرہ الاطہر کے پاس بھی ہے۔ آپ ان کے پاس جا کر یہ امانت وصول کر لیں"۔

حضرت خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ سے ملاقات:-

marfatcom

سرکار بڑیلہ شریف کے فرمان کے مطابق آپ 29 دسمبر 1972ء بمطابق 10 ذیقعد 1391ھ بروز بدھ گجی چلار ضلع شیخو پورہ آستانہ عالیہ پر تشریف لے گئے۔ پانچ مرتبہ پکارنے کے بعد آخر چھٹی مرتبہ یہ اعلان ہوا کہ حضرت صوفی اللہ رکھا شاہ بمقام ساہو چک شریف ڈاکخانہ بڈیانہ تحصیل سیالکوٹ جہاں کہیں بھی ہیں حضرت خواجہ صاحب کے پاس مسند شریف پر تشریف لائیں۔ قطب الاقطاب کا فرمان مبارک ہے کہ "مذکورہ بالا چھٹی مرتبہ کا اعلان سن کر میں مسند شریف کی طرف پرھا۔ دیکھتے ہی حضرت خواجہ صوفی محمد نقیب اللہ شاہ نے فرمایا صوفی صاحب! کیا آپ میری آزمائش کر رہے ہیں۔ آپ نے عرض کیا حضور! آپ تو صوفی اللہ رکھا شاہ کو بلا رہے تھے۔ لیکن میں "شاہ" نہیں ہوں۔
خواجہ صاحب نے کہا "آپ کو "شاہ" میں کہتا ہوں کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ "شاہ" وہ ہوتا ہے جو سید کے گھر پیدا ہو بلکہ اعمال صالح اور پیروی رسول ﷺ کرنے والا "شاہ" ہوتا ہے۔ یہ تو خاصیت آپ میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور مزید فرمایا آپ کسی کے بھیجے ہوئے میرے پاس آئے ہیں۔ پھر انہوں نے آپ کا دایاں ہاتھ پکڑ کر ہوا میں بلند کیا اور فرمایا کہ یہ صالح انسان کسی کا بھیجا ہوا میرے پاس آیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ بیعت کے لئے اپنے ہاتھ آگے بڑھائیں۔ آپ نے عرض کی کہ یہ ہاتھ تو میں پہلے ہی کسی کے ہاتھ میں دے چکا ہوں۔ یہ سن کر حضرت خواجہ صاحب کا چہرہ تمتما اٹھا اور فرمایا "آپ نے سچ کہا"

حضرت بابا رحمت علی شاہ ناگا فقیر قادری قلندر کی نگاہ کرم سے آپ نے اپنا جبہ مبارک اتار کر پھینک دیا۔ اور مجذوب قلندر کی مشابہت اختیار کر لی۔ پیر طریقت و راہبر شریعت صوفی احسان الہی کا ارشاد مبارک ہے کہ "روزانہ کنگھی کرنے کے باوود آپ کی لٹیں بننا شروع ہو گئیں۔ اور حضرت کا جسم مبارک بھی موٹا ہونا شروع ہو گیا۔ آپ نے صاحبزادہ صوفی احسان الہی کو حکم صادر فرمایا کہ سگریٹ ریڈ لیمپ میں فیض خاص ہے۔ یعنی اگر اسے کوئی بے اولاد پئے تو اولاد ہو اگر کوئی عاشق پئے تو اس کے عشق میں اضافہ ہوا۔ اور اگر کوئی بیمار پئے تو اسے شفائے کاملہ نصیب ہو۔
14 اکتوبر 1978ء بمطابق 11 ذیقعد 1398ھ بمطابق 28 اسوج 2035 بکرمی بروز ہفتہ رات ایک بجے حضرت بابا رحمت علی شاہ قادری قلندر ناگا فقیر عرف بابا محمد اسماعیل شاہ نے ظاہری طور پر تشریف لا کر اس آستانہ عالیہ (ساہو چک شریف) کی رونق کو دوبالا کیا۔ اس دن حضرت پیر سید انور حسین شاہ علی پوری کا عرس پاک تھا۔ عرس پاک کی رسم افتتاح گھڑولی سے ہوئی۔ دونوں قابل احترام ہستیوں نے غسل فرمایا۔ عرس پاک پر عقیدت مندوں کو منظم طریقے سے لنگر کھلانے اور فقراء، مساکین، مہمانوں اور زائرین کی خدمت کرنے کے منظر کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فیوض و برکات سے نوازا۔ آپ کا آستانہ مبارک ساہو چک شریف بڈیانہ روڈ پر ہے۔ گیارہویں شریف کی محفل ہر ماہ منعقد ہوتی ہے۔ سالانہ عرس ہر سال عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ عقیدت مند دور دراز سے حاضری دیتے ہیں۔ دن رات عام لنگر جاری رہتا ہے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے جانب مشرق نو گز لمبا مزار بھی ہے۔

marfatcom

پسرور میں مغلیہ دور کا باغ

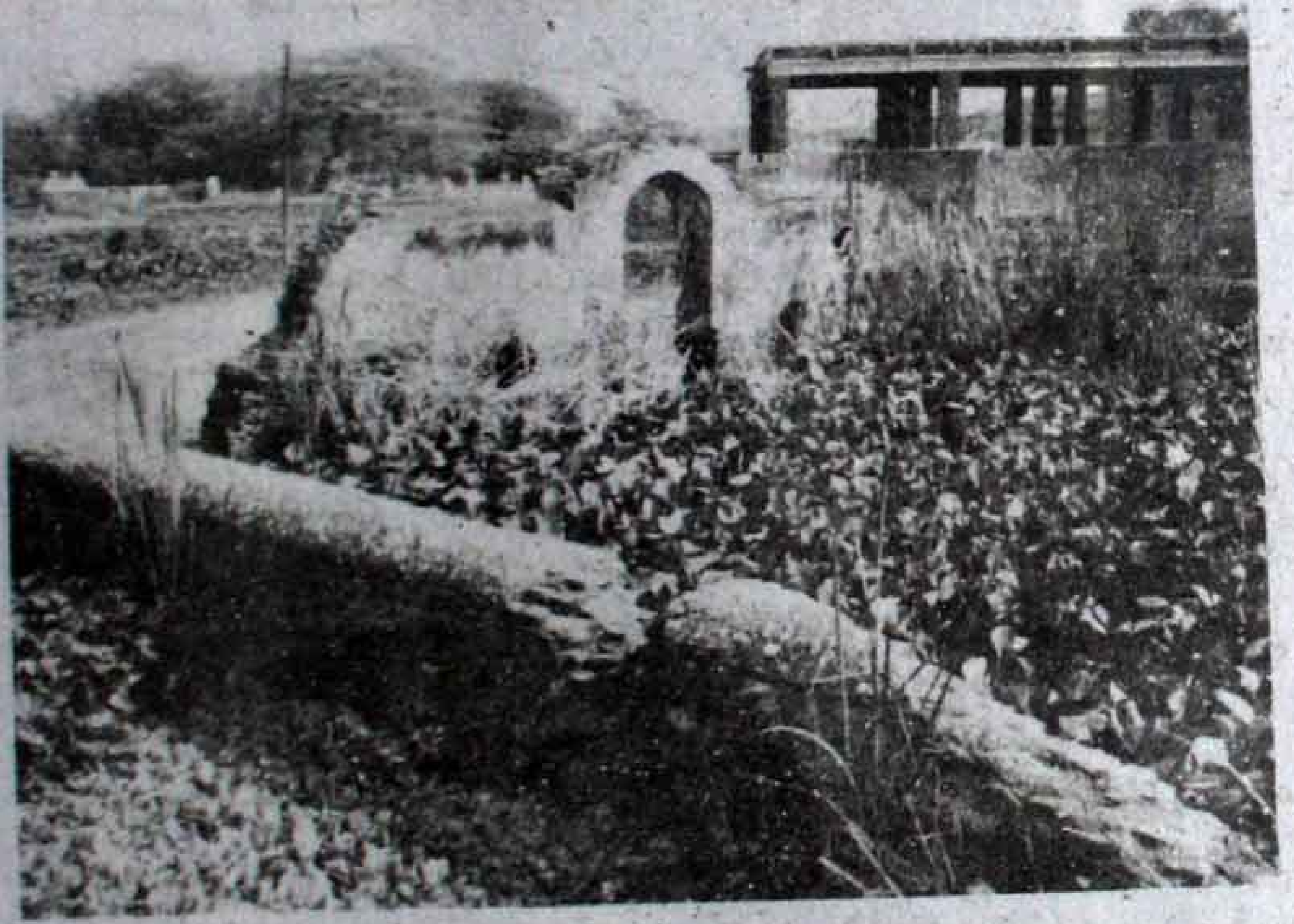

یہ باغ پسرور کے قریب شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ باغ اکبر اعظم نے تعمیر کیا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ باغ دارا شکوہ نے تعمیر کروایا۔ باغ کے چاروں طرف دیواریں آب رسانی کے راستے بھی بنائے گئے ہیں۔ اور نظارہ کے لئے جائے نشست بھی ہے۔ یہ باغ تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ تمام شہر کا گندہ پانی اس میں جمع ہو چکا ہے۔ اور خودرو پودے تمام باغ میں اگے ہوئے ہیں اس باغ کی نگرانی کی بجائے اس کی تباہی بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی اس تاریخی باغ کے نشان آہستہ آہستہ مٹتے جا رہے ہیں۔ اور کسی وقت بھی کوئی قبضہ گروپ یا حکومتی ادارہ اس جگہ پر قبضہ کر کے اس کے نشان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دے گا

marfatcom

بابا سہرا والی سرکار (پسرور)

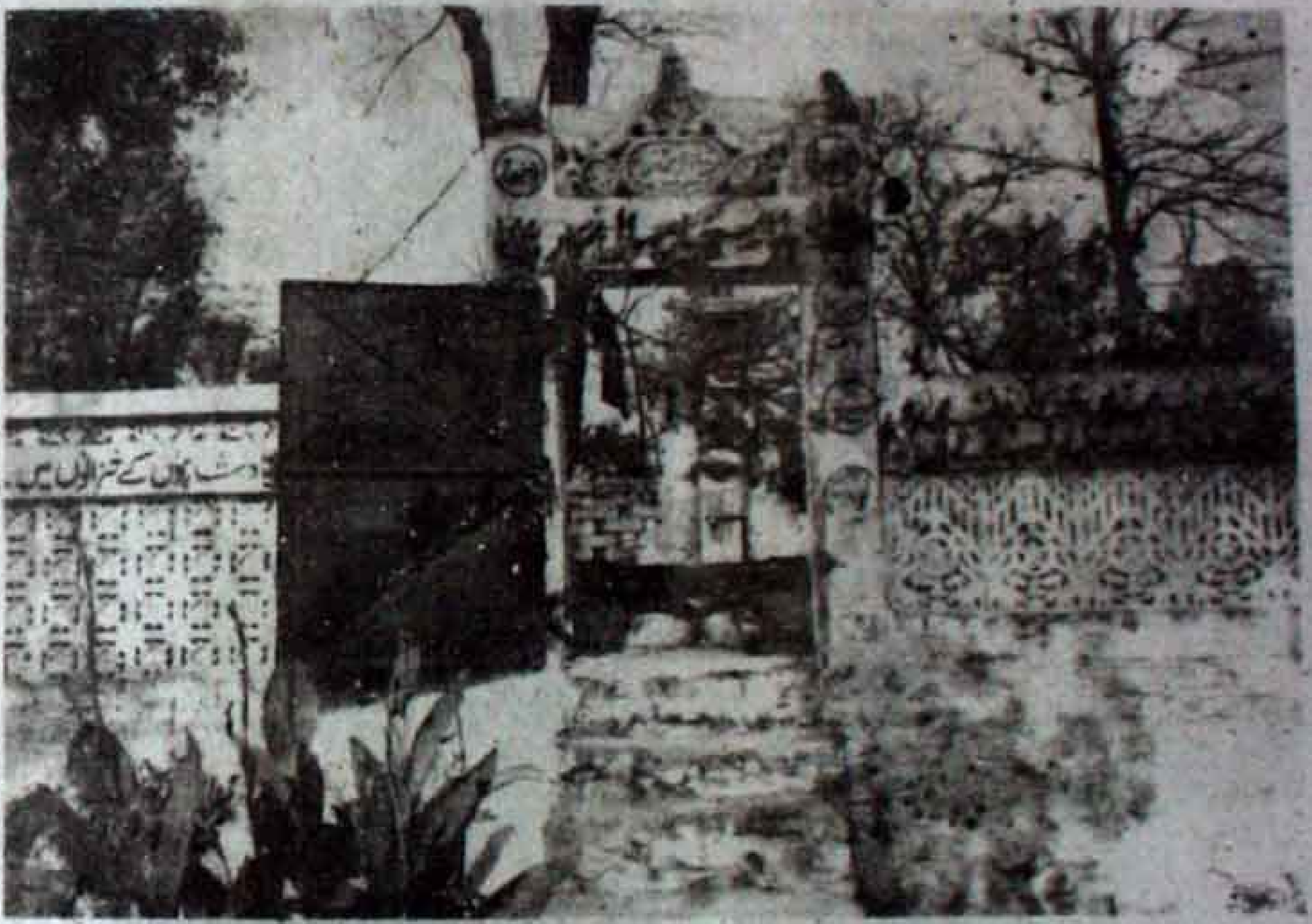

پسرور ایک قدیمی شہر ہے۔ جو قلعہ نما شہر ہے۔ ہندوستان میں داخل ہونے والے حملہ آور شاہی و تجارتی قافلے یہاں قیام کرتے تھے پسرور میں قیام کے بعد لاہور کی جانب کوچ کرتے تھے۔ یہ مزار پسرور کے باہر مغلوں کے دور میں تعمیر کردہ تالاب کے قریب ہے۔ مزار پختہ تعمیر ہے۔ مزار کے باہر جو عبارت تحریر ہے۔ اس کے مطابق صاحب مزار کا نام بابا سہرا والی سرکارؒ ہے۔ اس مزار کے بارے میں تاریخی واقعات نہ مل سکے ہیں۔ البتہ پسرور میں چند نو گز لمبی قبریں ہیں اور تباہ شدہ ٹوٹے ٹیلوں کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔

marfatcom

شاہو چک میں نوگز لمبا مزار

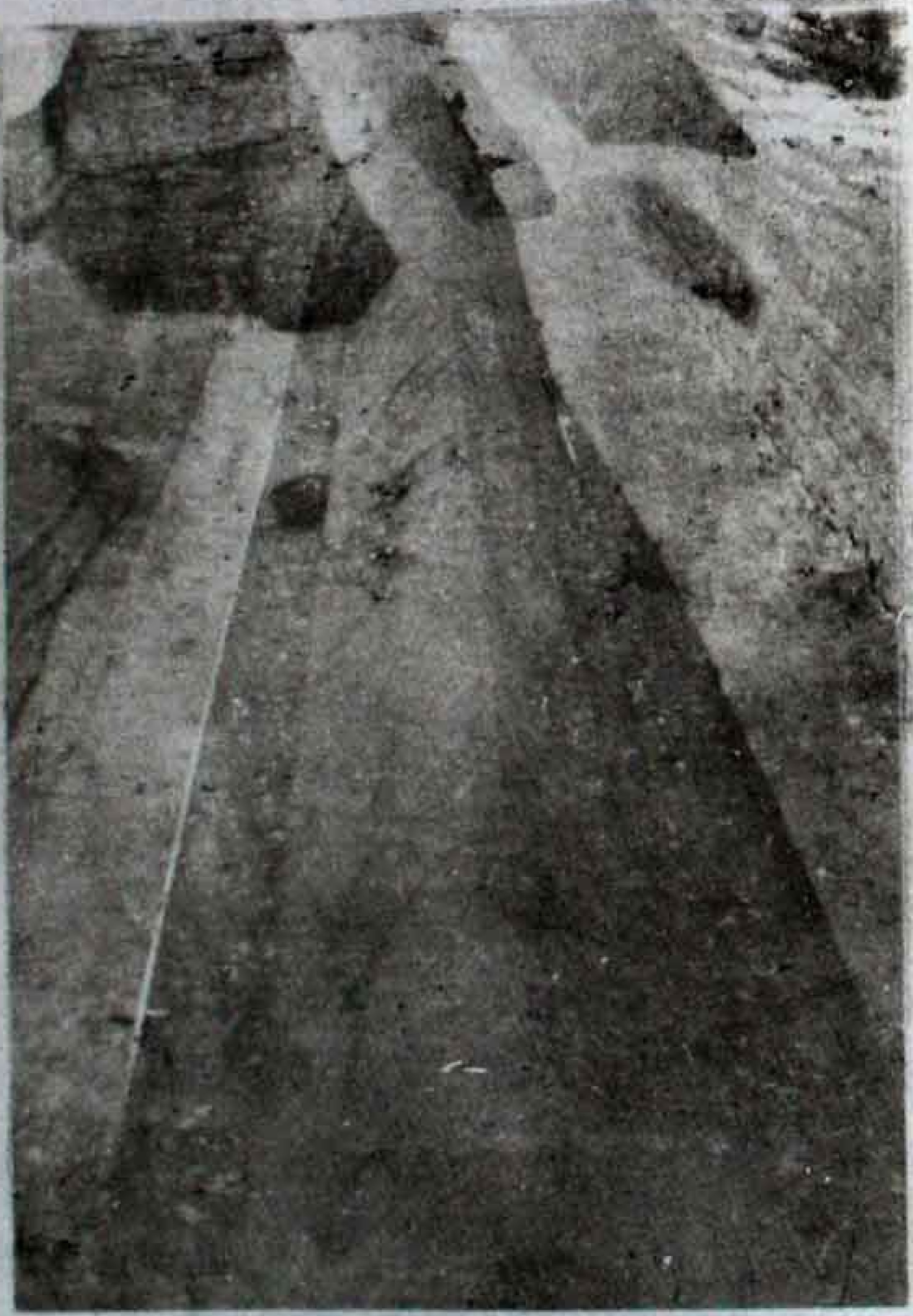

شاہو چک سیالکوٹ بسرور روڈ بڈیانہ کے قریب ہے شاہو چک میں حضرت صوفی اللہ رکھاؒ کا آستانہ مبارک ہے۔ آستانہ کے اندر مشرقی دیوار کے قریب نوگز مزار ہے۔ یہ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اور چار دیواری بھی ہے۔ یہ گاؤں قدیمی شاہراہ کے قریب ہے۔ یہاں جابجا قدیمی بستیوں کے آثار ملتے ہیں۔ مزار پر سبز رنگ کی چادر بچھی ہوتی ہے۔ آستانہ میں ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم شریف اور سالانہ عرس مبارک بھی عقیدت احترام سے منایا جاتا ہے۔

marfatcom

ہزاروں سالہ قدیمی سرزمین روڑس

سمبڑیال کے قریب شہر میں سے ایک سڑک روڑس کی طرف جاتی ہے۔ یہاں مٹی کا ایک پختہ ٹبہ موجود ہے۔ یہ بہت بڑا ٹبہ ہے۔ پورے ٹبے پر مٹی کے برتنوں کی تہہ جمی ہوئی ہے۔ اس تباہ شدہ بستی قلعہ پر مقامی آبادی کے مطابق رانی سندراں کے محل کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ رانی سندراں کے قصہ کو پورن سے بھی منسوب کرتے ہیں۔ اس قلعہ پر تین نوگز لمبے مزارات ہیں۔ جانب مغرب بھی راکھ کے ڈھیر اینٹوں کے ٹکڑے تباہ شدہ بستی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اسی جانب ایک اور نوگز لمبی قبر ہے اور روڈ سے جانب جنوب بھی نوگز لمبا مزار ہے۔

حافظ صاحب کے قلمی نسخہ کے مطابق صاحب مزارات کے نام لومال، عزرائیل، جندائیل اور ہرشا ہیں۔ روڑس کے جانب مغرب گوجرپور کے قریب بھی ایک بہت بڑا ٹبہ ہے۔ جس پر قدیمی درخت ہیں۔ اس ٹبہ پر بھی مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں۔ اس ٹبہ پر قدیمی قبریں بھی ہیں۔ یہ ٹبہ کافی رقبہ میں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی انسانی بستی تباہ ہوئی ہوگی۔ اس ٹبہ کے جانب شمال نوگز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ سیالکوٹ میں ایسی قدیمی قبریں پانی کے کنارے قدیمی شاہراہوں کے قریب ہیں۔ یہ آثار سیالکوٹ کے مشرق جنوب شمال جنوب چاروں طرف پائے جاتے ہیں بلکہ سیالکوٹ شہر کے تقریباً ہر محلہ میں بزرگ ہستیوں کے مزار ہیں۔ اہالیان سیالکوٹ ان مزارات کی دیکھ بھال بڑے احترام سے کر رہے ہیں۔ اس روڈ پر ڈھبولہ کے قریب ایک بہت بڑا ٹبہ ہے جو کافی بلند ہے۔ مٹی کا یہ ٹبہ کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس ٹبہ کے اوپر 9 گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر ہے۔ قلمی شجرہ کے مطابق صاحب مزار کا نام قینوش علیہ السلام ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے بتائے جاتے ہیں۔ یہ سڑک قلعہ سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے۔ شہر کے قریب بھی نوگز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر ہے۔ قلمی شجرہ کے مطابق صاحب مزار کا ک نام فینوشؒ ہے۔ یہ طبرانی نام ہیں۔ آج کل مقامی آبادی نے اپنے طور پر نام رکھے ہوئے ہیں۔ ہزاروں سالہ پرانے ٹبوں ٹیلوں پر تحقیق جاری ہے۔

marfatcom

قلعہ روڑس کے اوپر نو گز مزارات

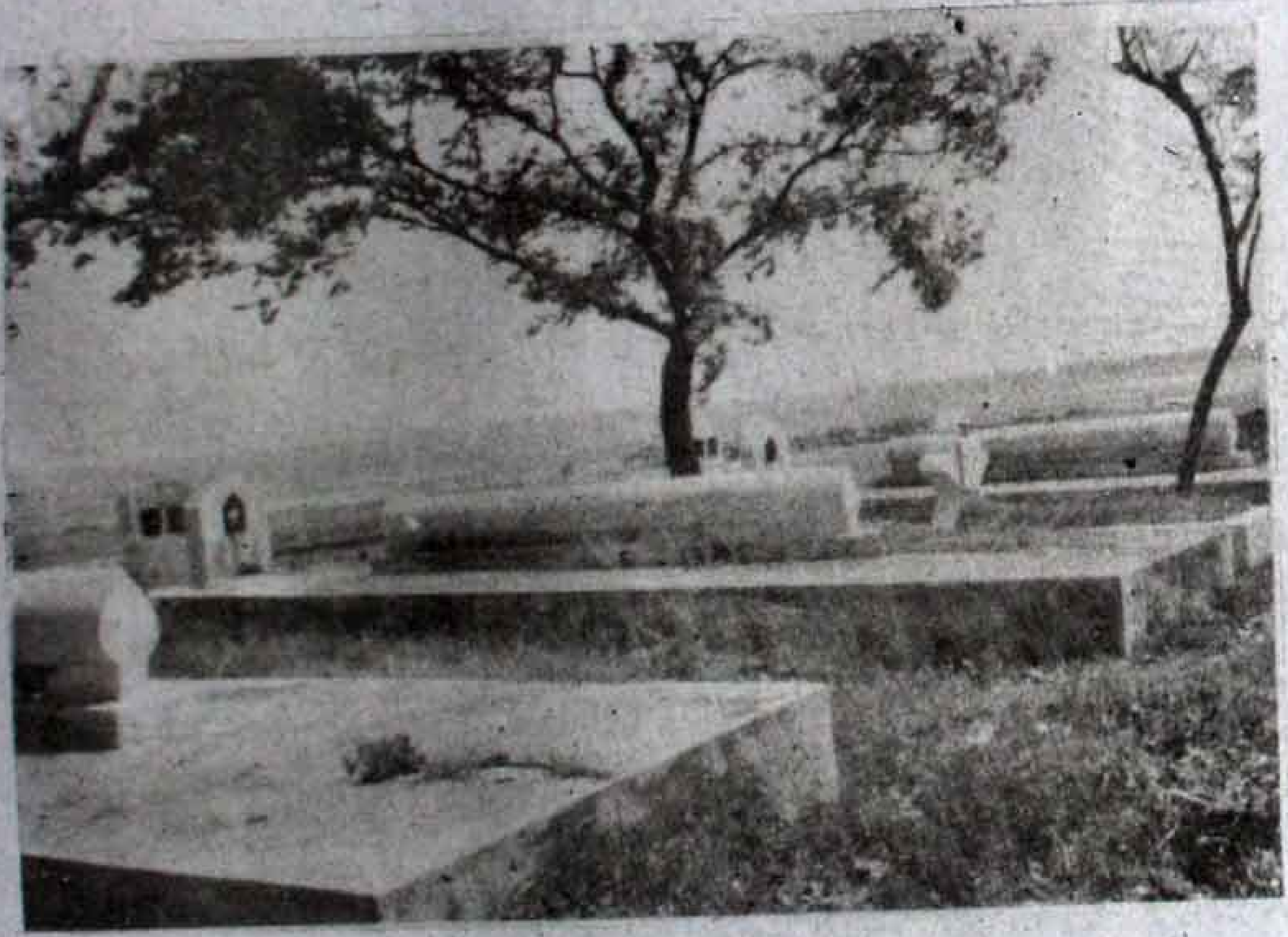

سیالکوٹ کے علاقہ میں روڑس ایک بہت قدیمی جگہ ہے۔ یہاں سے ایک ایسی سڑک بھی گزرتی ہے جو سیالکوٹ کو مغربی علاقوں سے ملاتی تھی روڑس کے قلعہ کے اوپر ایک قبرستان ہے قبرستان میں تین نو گز قبریں ہیں جن کی لمبائی نو گز ہے جو پختہ تعمیر ہیں۔ اس قلعہ نما ٹبہ کے اوپر کھڑے ہو کر کئی میل تک انسانوں کی نقل و حرکت دیکھی جا سکتی ہے کیونکہ چاروں طرف میداق ہی میدان ہیں۔ جہاں بے پناہ اجناس پیدا ہوتی ہیں حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 328 نمبر شمار 384 کے مطابق ایک صاحب مزار کا نام جند آئیل ہے جبکہ صفحہ 327 نمبر شمار 445 کے مطابق دوسرے صاحب مزار کا نام لونال ہے اور اس صفحہ کے 453 نمبر شمار کے مطابق صاحب مزار کا نام مرائیل ہے

marfatcom

قلعہ روڑس

روڑس ایک قدیمی بستی ہے ئے شہرادوں کے جانب شمال ایک بلند بالا ٹبہ ہے جس پر مقامی روایت کے مطابق رانی سندراں کے محلات تھے دوسری روایت کے مطابق یہاں پورن بھی آیا تھا۔ پورن بہت ہی خوبصورت شہزادہ تھا رانی سندراں اسے دیکھتے ہی پورن کو دل دے بیٹھی روڑس کے اس ٹبہ پر مٹی کے برتنوں کے ٹکڑوں کی تہہ بجھی نظر آتی ہے پرانے برتن وراکھ کے ڈھیر ملتے ہیں سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود اس تاریخی جگہ کا نشان نہ مٹ سکا، ٹبہ کے اوپر تین نو گز لمبے مزارات بھی ہیں جو اہل کشف کے نزدیک ہزارہا سال پرانے ہیں۔

marfatcom

روڑس ضلع سیالکوٹ میں 9 گز لمبا مزار

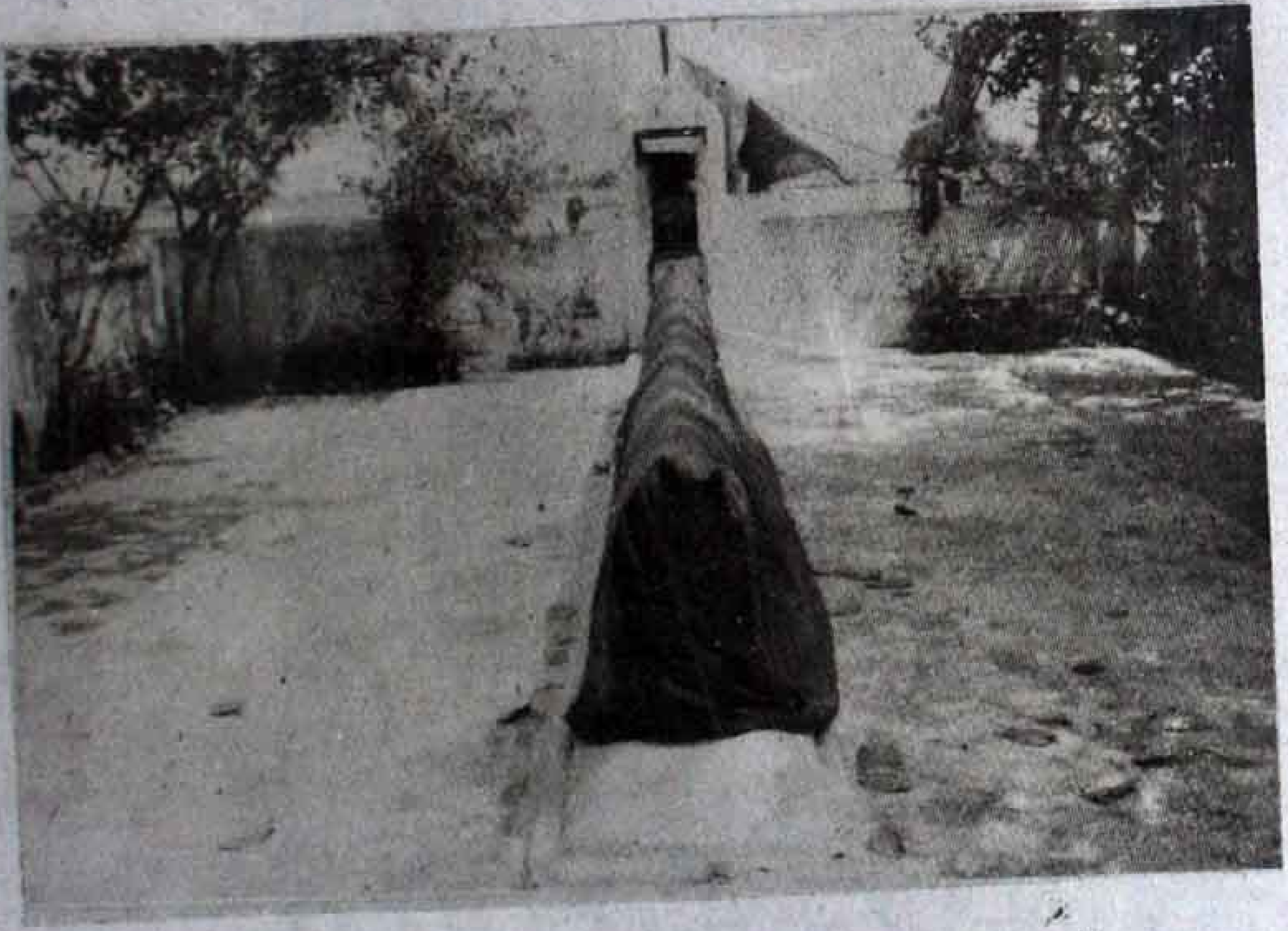

روڑس کا ٹبہ اس بات کا داعی ہے کہ یہاں کسی دور میں کسی راجہ کی حکمرانی رہی بہت بڑے رقبے میں پھیلا ہوا یہ قلعہ نما ٹبہ جس پر قدم قدم پر مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے چکیوں کے پاٹ اور جلی ہوئی راکھ کے آثار ملتے ہیں مقامی روایات کے مطابق یہاں رانی سندراں کے محلات تھے ۔ جواب تباہ و برباد ہو کر ان کا نام و نشان مٹ چکا ہے ۔ یہ مزار ٹبہ کی جانب جنوب مغرب کی طرف ہے مزار کی لمبائی 9 گز ہے مزار پختہ تعمیر ہے حافظ شمس الدین نگلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 333 پر صاحب مزار کا نام مرشیا درج ہے ۔ جبکہ قلعہ پر بھی تین 9 گز خانقاہیں ہیں۔

marfatcom

دھبولہ ضلع سیالکوٹ نو گز لمبا مزار

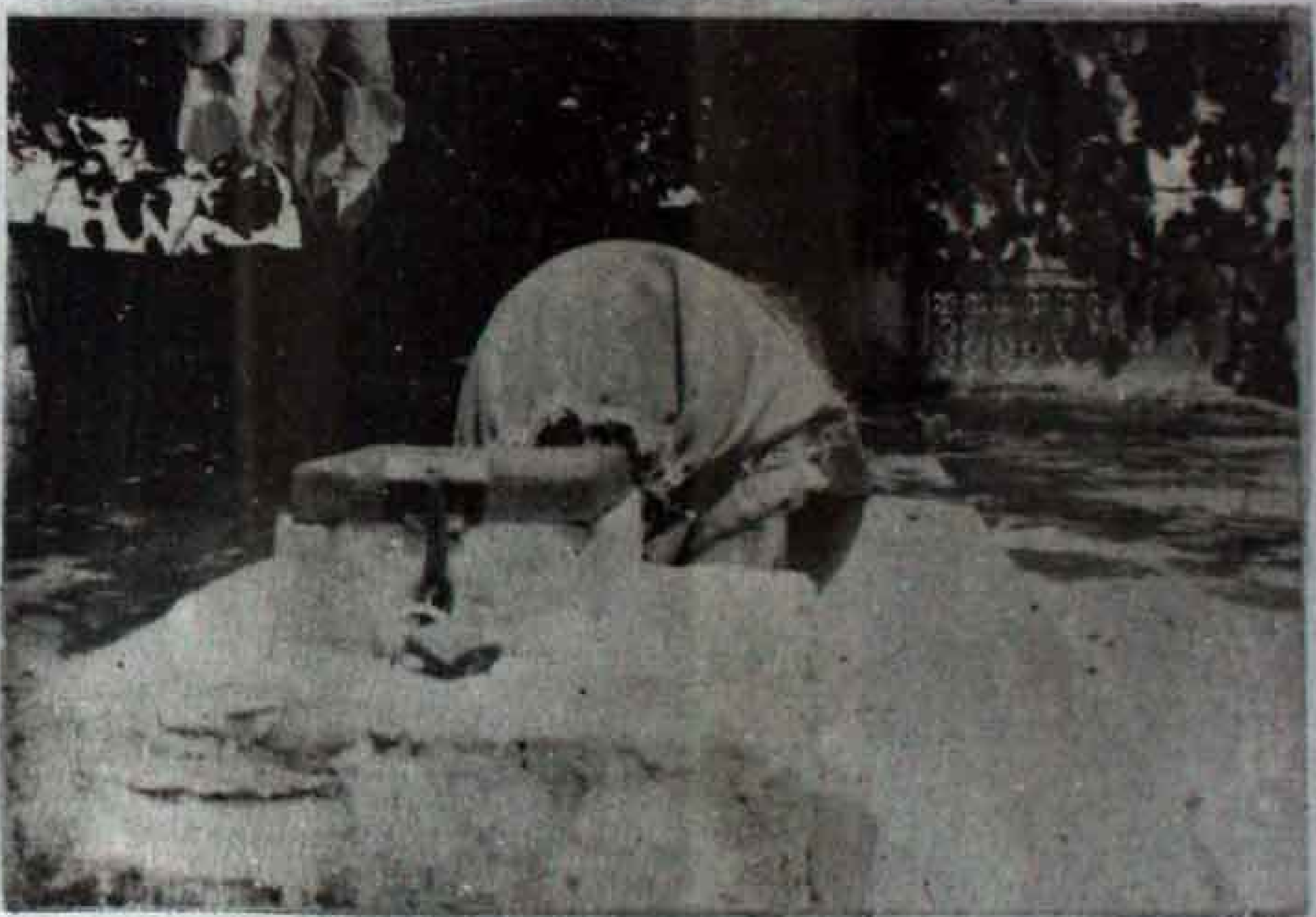

دھبولہ گاؤں سیالکوٹ سے روڑس جانے والی سڑک کے کنارے واقع ہے ، یہاں بہت بڑے وسیع رقبہ میں پھیلا ہوا ٹبہ ہے اس پورے ٹبے کے اوپر مٹی کے برتنوں کے ٹکڑوں کا جال بچھا ہوا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں یہاں کوئی بہت بڑی بستی تباہ ہوئی تھی اس تباہ حال بستی ٹبہ پر نو گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر ہے صدیاں گزر جانے کے باوجود سیلاب اور بارش کے پانی بھی اس نشان کو نہ مٹا سکے ، حافظ شمس الدین گلیانوی ؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے مطابق صاحب مزار کا نام فینوش ہے جو صفحہ نمبر 325 نمبر شمار 394 پر درج ہے

marfatcom

روڑس ضلع سیالکوٹ نو گز لمبا مزار ہے

یہ مزار ہزارہا سالہ قدیمی قصبہ روڑس کے قریب جانب جنوب نہر کے کنارے واقع ہے ، مزار پختہ تعمیر ہے مزار کی لمبائی نو گز ہے روڑس کے قلعہ پر بھی تین نو گز لمبے مزار ہیں ایک جانب مغرب نو گز لمبا مزار ہے تھوڑے سے فاصلہ پر گوجرپور کے بلند بالا ٹبہ کے قیرب ایک اور نو گز لمبا مزار ہے حافظ صاحب کے قلمی نسخہ میں روڑس میں پانچ مزارات کے نام بتائے گئے ہیں ۔ ان کے نام عزائیل بطرف شمال اولاد حضرت داود جندائیل بطرف شمالی مرشیا بطرف جنوب مغرب اور لومال میں جو تمام پختہ تعمیر ہیں ۔ لمبائی نو گز ہے

marfatcom

جھٹیکے ضلع سیالکوٹ میں 9 گز لمبا مزار

یہ مزار جھمیکے کے بلند و بالا ٹبے پر واقع ہے ۔ جھمیکے کا ٹبہ سیالکوٹ کے بڑے بڑے ٹبوں میں سے ایک ہے ۔ اس ٹبہ کے جانب مغرب اور جنوب آبی گزر گاہ بھی ہے ۔ جھمیکے بہت قدیمی قصبہ ہے ۔ یہاں سے نکلنے والی سڑک کلووال کے علاوہ ہیڈ مرالہ کی طرف جاتی ہے ۔ دریائے چناب کو عبور کیا جائے تو وہ سڑک گجرات کی طرف آنکلتی ہے ۔ جھمیکے کے اس ٹبے پر پیپل اور برگد کے بہت بڑے درخت ہیں جو کئی کنال رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ جھمیکے کے ٹبے پر صاحب مزار کا نام حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 334 کے مطابق سلمان ہے مزار کی لمبائی نو گز ہے ۔ اور ارد گرد مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے دیکھے جا سکتے ہیں

marfat.com

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت ABC CERTIFIED پاکستان کے ہر روزنامہ سے زیادہ

THE DAILY JANG LAHORE

روزنامہ جنگ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر 8160

فون 6367480-83

بانی ...... میر خلیل الرحمٰن

صفحات 12 قیمت 3 روپے

روزنامہ جنگ لاہور (2) 12 / فروری 1996ء

ڈسکہ سمبڑیال پسرور اور سیالکوٹ میں نو گز لمبے مزار کے بارے میں تحقیقی رپورٹ

ڈسکہ (خواجہ کرامت اللہ خان سے) ڈسکہ سمبڑیال پسرور اور سیالکوٹ و ملحقہ علاقہ جات میں روحانی تاریخی اور قدیم نو گز لمبے مزارات کے بارے میں تحقیقی کتاب لکھنے والے گجرات کے قانون دان صحافی اور محقق ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ نے تحقیق کے بعد ان کی 9 گز لمبے قدیم مزاروں میں مدفن برگزیدہ ہستیوں کے ناموں کا انکشاف کیا ہے ڈسکہ کے قریب چک کالا میں صاحب مزار کا نام سلطان ہے موضع سمبڑیال میں حضرت طرطوش ملک لعما طوش اور عناطیس کے مزارات ہیں۔ لوزغی (ڈسکہ) میں حضرت فط، کھروال میں ترشان اوفیاں میں طوش، گنڈے والی میں مرطوش، بی آرائیاں میں سلطان بھوپال والہ ڈسکہ میں فلاطوش روڑس میں عبائیل لعبال جناٹیل اور مرشیا کے مزارات ہیں۔ روڑس میں ہی ایک قدیم ترین چاہ شدہ شہر کے آثار پائے گئے ہیں سندھواں والہ سارکے میں فیغوش، پاسلوار کوٹلی لوہاراں شرقی میں قسمون مرمان چک سیداں لالیاں والا میں مرطوش رنالا کلروال میں سیغوش ملکی کھوکھر میں یکی ڈسولہ بدہ میں فیغوش۔

اوکھر میں فردوس میانہ پورہ میں لعبال ملا نام مظفر پور میں فلاطوش سیالکوٹ چھاؤنی میں بلغام گدارے میں طوش مغرا میں سلطان بدی پور میں شرعون، گرمہ میں مطوش سید پور عدن روڈ ہیڈ مرالہ صفدان المعروف پیر سبز آسودہ خاک ہیں یہ دوسری میں ملک طرطوش اور طرشان بڈھال طوش و میرا ابراہیم صفدان سلطان امام صاحب میں عمران سلطان سلوانام اور فانوس پسرور کے گردونواح میں ملک شلی بدو اور سلوانام جموں کنگرہ روڈ گاؤں سبز پیر میں سلوانام سیلان لعملوس فلاطوس سموا روش اور سلطان تین دریاؤں میں گھری زمین بجوات اور پھوکلیاں مرالہ میں برسوق فرشیون مرشون حمران اعطروان اور فلسطانی اور دریائے چناب جموں توی اور مناور توی کے قریب کوٹلی دیہات میں سموا روش ترنگ پورہ بجوات میں شرجا چراڑ میں سوائیل سمبائیل ساسالوش اور فرطوش کے قدیم مزارات ہیں محقق ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ نے اپنی تحقیقی کتاب میں چھ شہروں بستیوں لیوں ٹیلوں قدیمی راستوں اور آبی گزرگاہوں کی تفصیلات بیان کی ہیں نیز کتاب میں ہارون داکھو کرتار پورہ میں ہا گرونانک کی جائے مدفن اور سکھوں کے گردواروں کی تفصیلات بھی ہیں یہ نام عبرانی زبان کے ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور (9) 17 نومبر 1995

"گجرات تساویر کے آئینے میں" شائع ہو گئی

معدن الدین (نمائندہ خصوصی) گجرات کے معروف قانون دان صحافی ادیب محقق ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی تحریر کردہ کتاب گجرات تساویر کے آئینے میں شائع ہو گئی ہے۔ کتاب کے ہر صفحہ پر روحانی تاریخی قدیمی نو گزی قبروں کی تصویریں اور مختصر حالات درج ہیں۔

marfatcom

جموں روڈ پر قدیمی مزار اور قلعہ نما ٹبے ٹیلے

جموں روڈ کا آغاز شہر سیالکوٹ سے ہوتا ہے۔ تلواڑہ مغلاں میں حضرت سید میر محمد عابد حسین شاہ کا آستانہ مبارک ہے۔ آپ کی وفات 1908ء میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ سہروردیہ نقشبندیہ ہے۔ کنگرہ روڈ پر کاکے والی میں سید فقیر اللہ شاہ ولی کا مزار ہے۔ جو شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ ظفروال روڈ پر راستہ میں سنگیاں کے قریب نوگز لمبے مزار پر حاضری دی۔ واگے میں تین لمبے مزار بھی ہیں جو پختہ تعمیر شدہ ہیں چار دیواری بھی ہے۔ جن پر پیر رکن دین پیر شکر دین، زین العابدین تحریر ہے۔ ظفروال روڈ پر دجووال کے قریب بوہڑ کے بہت بڑے درخت کے قریب سرکار داتا لکھیش بادشاہ چشتی کا مزار بھی ہے۔ ٹھکر سپال کے قریب ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جہاں پرانے برتن اور تباہ شدہ بستی کے آثار ملتے ہیں۔ ٹبہ کے اوپر ایک مزار ہے۔ ان ہی کے نام سے گاؤں ٹھکر سپاہ ماہل اکال گڑھ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس ٹبہ کے قریب ایک اور ٹبہ کالا راواں کا ہے۔ جو کافی رقبہ میں ہے۔ ٹھکر سپال کے قریب چٹا پیر کے نام سے ایک مزار ہے۔ جو امام علی الحقؒ کے دور میں شہید ہوئے۔ میاں ملنگوں سے بھنگ پوست کی محفل جاری رکھی تھی۔ ٹوٹی خستہ حال سڑک پر سفر کرتے کرتے میں ظفروال چوک پہنچا ایک سڑک پیر سبز کی طرف جاتی ہے۔ دوسری جموں سرحد کی طرف تیسری ظفروال اس سڑک پر بیٹی برہمناں کا قدیمی ٹبہ ہے۔ جہاں بہت بڑا درخت بھی ہے۔ یہ درخت ٹبہ کی تیار شدہ بستی کی نشاندہی کرتا ہے۔ ہندوؤں کے مطابق یہ متبرک جگہ ہے۔ قدیمی مزار بھی ہے۔ یہ تباہ شدہ بستی ہندوؤں کی اونچی ذات براہمن کے نام سے منسوب ہے۔ پیر سبز چونڈہ روڈ پر پیر سبز میں تین مزارت یکجا ہیں۔ دو نوگز لمبے ہیں۔ تیسرے مزار کی لمبائی کم ہے۔

قریب ہی آموں کے باغ میں نوگز لمبا مزار ہے۔ مرزا پور میں بھی نوگز لمبا مزار ہے۔ چھٹا مزار پیر سبز کے محلہ مکھن پور میں حافظ شمس الدین گھیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے مطابق صاحب مزارات کے نام حضرت ساوالحام، حمیالان، نعماطوش، فلسانوش، سمداروس، سلمان ہیں۔ بارڈر کے قریب نوگز لمبا مزار ہے۔ چنبل خارش کے لئے یہاں کی مٹی اکسیر ہے۔ چوبارہ میں بھی نوگز لمبے مزار ہیں۔ پسرور روڈ اور ظفروال روڈ کے درمیان علاقہ کربلا سیداں کے قریب بہت بڑا ٹبہ ہے۔ قریب نوگز لمبا مزار ہے۔ سادات کی آبادی میں یہ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ چند میل کے فاصلہ پر بھگراں میں بھی قدیمی نوگز لمبا مزار ہے۔ یہ تحقیق اس بات کی داعی ہے کہ سیالکوٹ کی تاریخ ہزاروں سالہ پرانی ہے۔ قدیمی لمبے ٹبے نوگز لمبے مزار شاہد ہیں اس کے قدیمی تاریخی روحانی ہونے کی داعی ہیں۔

marfatcom

جموں کے گردونواح قدیمی اور نوگز لمبے مزارات

جموں کشمیر کا ایک قدیم ترین شہر ہے ۔ جموں شہر کو تین ہزار سال پہلے راجہ جاصبو لوچن نے دریائے جموں توی کے کنارے اور پہاڑ کے دامن میں بسایا لیکن جموں شہر کی تاریخ تین ہزار سال سے بھی پرانی ہے ۔ یہ شہر ہندوستان پنجاب اور کشمیر کے سنگم پر واقع ہے ۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس میں دیئے گئے قدیمی مزارات جن میں بیشتر انبیاء کرام مرسلین ان کے خلفاء شہداء کے ہیں، کے مطابق ٹھوہانہ نزد نیلے دی ٹالی میں قدیمی مزار ہے جو خلیفہ غازی تھے ۔ حضرت موسیٰ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں ۔ یہ مزار حضرت شہاب نوری کے نام سے مشہور ہے ۔ شجرہ کے صفحہ نمبر 325 نمبر شمار 371 چندو چک میں حضرت ملک فلسانوش جو حضرت سلیمانؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں، کا مزار ہے ۔ حاشیہ کے ساتھ ریاست جموں و کشمیر تحریر ہے ۔ اسی صفحہ پر نمبر شمار 388 پر حضرت شرعون جو حضرت داؤدؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں، ان کا مزار بدی پورنیا شہر کے جانب مغرب 2 کوہ بدی پور میں بتایا گیا ہے ۔ اسی صفحہ پر نمبر شمار 392 زسنگ پور کے قریب بارڈر ایریا میں جموں کے علاقہ میں ہے نام کے ساتھ یہ بھی تحریر ہے کہ آپ حضرت نوحؑ کی امت میں سے ہو گزرے ہیں ۔ اکھنور کے قریب جوڑیاں کلاں بجوات، پھکیاں میں حضرت حاوانامؑ کا مزار ہے ۔ یہ نام صفحہ نمبر 326 نمبر شمار 414 پر درج ہے ۔ جموں کے مقبوضہ علاقہ چھنی میں حضرت جیتوقؑ اور میرپور میں حبلانؑ کا مزار ہے ۔ یہ دونوں شجرہ کے صفحہ نمبر 328 نمبر شمار 492-491 پر درج ہیں ۔ صفحہ نمبر 332 پر ریاست جموں میں بولے چک مشرق نیلے کی ٹالی حضرت صفدانؑ کا مزار ہے ۔ جو حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں ۔ آپ خلیفہ اور غازی ہیں ۔ اس صفحہ پر غسل وارا نزد راجوری میں حضرت ناموسؑ کا مزار بیان کیا گیا ہے جو حضرت داؤدؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں ۔ جموں میں ہی حضرت نعمانؑ کا مزار بیان کیا گیا ہے ۔ یہ بھی خلیفہ اور غازی تھے ۔ ہر دوش ولی کے نام سے مشہور ہیں ۔ ہندوستان کے ضلع امرتسر کے مغرب 16 کوس کے فاصلہ پر چیچی بانٹھ میں حضرت سریانؑ کا مزار بیان کیا گیا ہے ۔ ہندوستان کے شہر انبالہ کی منڈی میں حضرت سلمانؑ کا مزار بیان کیا گیا ہے ۔ یہ بھی خلیفہ اور غازی تھے اور حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں ۔ ان ناموں کے ساتھ جو حاشیہ آرائی کی گئی کہ ہندوستان اور افغانستان کی کسی بڑی جنگ میں یہ لوگ شہید ہوئے صفحہ نمبر 333 پر ریاست جموں میں حضرت لاویؑ کے مزار کی نشاندہی کی گئی ہے ۔ ساتھ یہ بھی تحریر ہے مانی طبشرق چار کوہ از نیلے دی ٹالی ۔ صفحہ نمبر 333 پر ہی وسل نزد راجوری میں حضرت شمعونؑ کا مزار بیان کیا گیا ہے ۔ ان کے نام کے ساتھ 225 درجے بھی درج ہے ۔ سہل پور نزد اکھنور سلسانوش جو حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں، کا نام درج ہے ۔ پنج پیر نزد سیال میں حضرت طرطوشؑ کا مزار بیان کیا گیا ہے ۔ صفحہ نمبر 334 پر جموں کے قریب نواشہر کے مغرب جموں سیالکوٹ کے درمیان رنگ پورہ میں حضرت اسماعیلؑ کا مزار بیان کیا گیا ہے ۔ اس کے قریب ہی حضرت فلسونؑ

marfatcom

اور مرہان میں حضرت مغدال ؑ کے مزار کی نشاندہی کی گئی ہے جو حضرت داؤدؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں۔ صفحہ نمبر 334 پر ہی اکھنور سے 9 کوس جنوب حضرت برمان ؑ کے مزار کی نشاندہی کی گئی ہے۔ راجوری کے ہی جنوب میں حضرت شمعون ؑ کا مزار بیان کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے شہر براس میں حضرت ہند ؑ کا مزار بیان کیا گیا ہے۔ مزار شریف براس جو سرہند کے مشرق جنوب کی جانب تقریباً 16-15 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، حافظ صاحب نے اپنے شجرے میں بیان کیا ہے حافظ صاحب نے ایک صدی قبل جب اس مزار پر حاضری دی تو اس وقت یہ مزار کچا تھا۔ بابا پاون جی کا مزار بھی جموں کے علاقہ میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت طیبوش ؑ جو حضرت موسیٰ ؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں ان کا مزار بد حال برہمنہ از نیلے دی ٹالی 5 کوس نزد نواشہر ریاست جموں بیان کیا گیا ہے۔ حافظ شمس الدین کے ہاں سے ملنے والے قلمی نسخے میں راجوری پہاڑوں کے درمیان موضع پٹھان موڑہ میں حضرت شمعون ؑ کے مزار کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ہندوستان کے شہر اودھیا میں حضرت سیث ؑ کا مزار ہے۔ شجرہ میں حضرت انوش ؑ جو حضرت سیث ؑ کے بیٹے تحریر کئے گئے ہیں، ان کا مزار بھی فیض آباد اودھیا کے قریب ہے۔ یہ مزار بھی نوری نبی کے نام سے مشہور ہے۔ جموں کے قریب اکھنور کے نزدیک بلغاڑی میں حضرت یسودہ جو حضرت موسیٰ ؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں، کا مزار ہے۔ حضرت سندائیل ؑ کا مزار بھی نیلے دی ٹالی میں ہے۔ کشمیر میں ہی حضرت یوذاسف ؑ کا مزار ہے۔ راقم جموں اور ہندوستان کے مزارات پر حاضری نہ دے سکا۔ دونوں ملکوں کے حالات کشیدہ ہونے کی وجہ سے پابندیاں ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ کے نیک اور بزرگ انسانوں کے جائے مدفن پر سامراج نے پابندی لگا رکھی ہے۔ لیکن دلوں کی آواز پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی نظر پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ برصغیر کی یہ خوش قسمتی ہے کہ یہاں رشد وہدایت کے لئے اللہ کے نیک اور برگزیدہ انسان ہر دور میں تشریف لاتے رہے۔ ان نیک ہستیوں کے آستانوں پر جسم پر پابندی تو عائد کی جاسکتا ہے لیکن دل و دماغ پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔ ہندوستان میں اللہ کی نیک اور برگزیدہ ہستیوں جنہوں نے نورانی شمعیں روشن کیں اور بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ راست پر لاتے رہے جن کے بارے میں حضور نبی اکرم ؐ نے فرمایا کہ "مجھے سرزمین ہند سے خوشبو آتی ہے" ان مقدس مقامات پر حاضری دینے کے لئے کب پابندیاں ختم ہوں گی اس علاقہ میں تبدیلیوں کے باوجود اللہ کے نیک بندوں کے نشان ابھی تک محفوظ ہیں اور تاقیامت مخلوق خدا ان نیک اور پاک ہستیوں کے مزارات سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔

==

marfatcom

کاکے والی میں پیر سید فقر اللہ شاہ ولی کا مزار (سیالکوٹ)

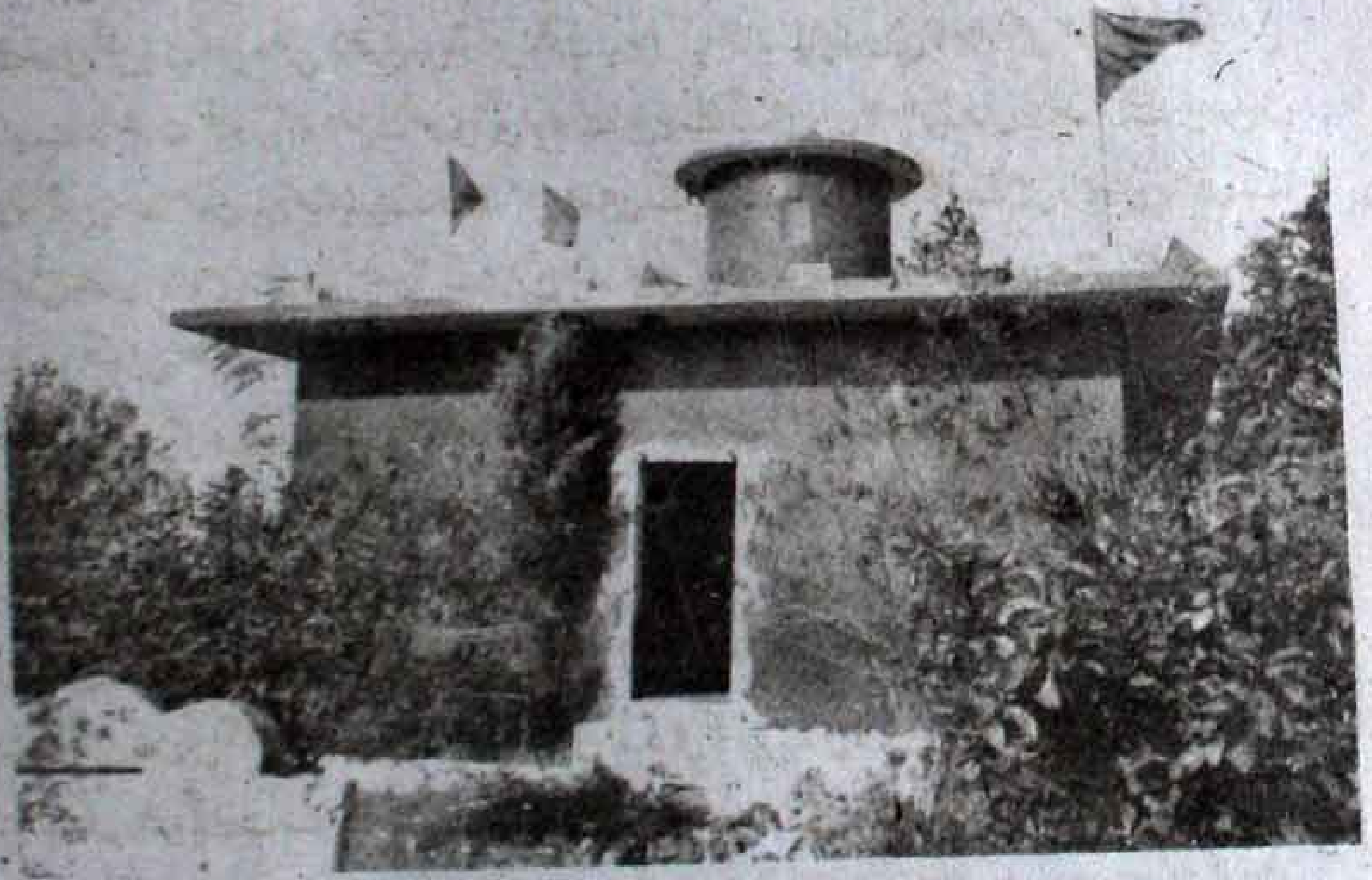

سیالکوٹ سے ایک سڑک کنگرہ روڈ کے نام سے پکاری جاتی ہے اس روڈ پر مشہور قدیمی گاؤں کاکے والی۔ یہاں حضرت سید فقر اللہ شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کے بارے میں بات مشہور ہے کہ نالہ ایک میں بہتا ہوا صندوق اس مقام سے تھوڑے فاصلے پر ایک درخت کے ساتھ آ لگا صندوق میں آپ کا جسد خاکی صحیح و درست حالت میں پایا گیا کاکے والی میں آپ کا عالی شان مزار تعمیر کیا گیا اور۔ یہیں پہ آپکو دوبارہ دفن کیا گیا ہے۔ یہ واقع تقریباً دو سو سال قبل کا ہے۔ آپ کی بہت سی کرامات علاقہ بھر میں مشہور ہیں۔ اور اہل دیہہ پوری عقیدت و احترام سے یہاں حاضری دیتے ہیں۔

marfatcom

ظفروال کنگرہ روڈ ٹھکر سپال (سیالکوٹ) کے ٹبہ پر قدیمی مزار

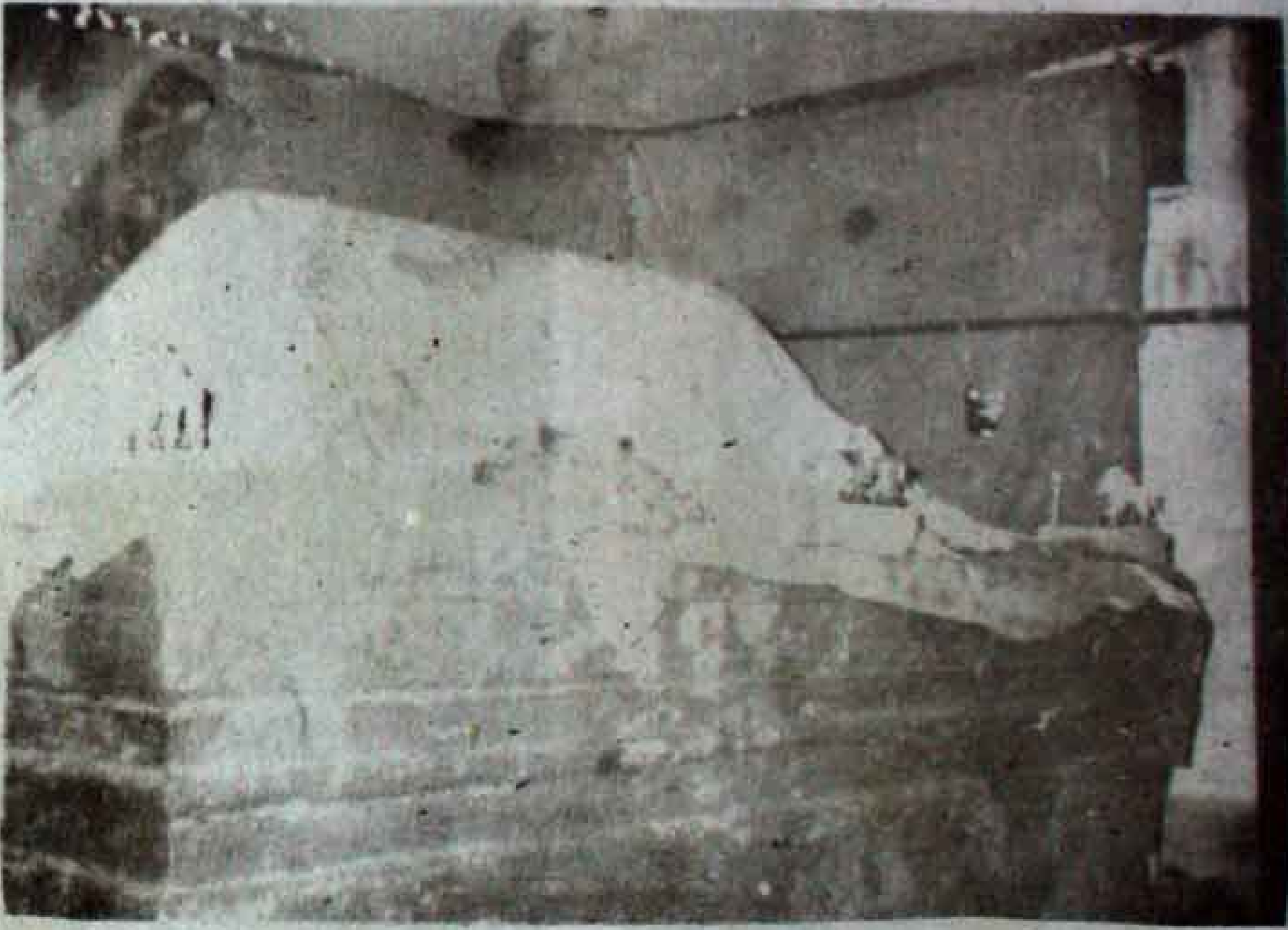

یہ مزار ٹھکر سپال کے ایک بہت بلند ٹبہ پر ہے۔ اور یہ کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے اور کافی بلند ہے۔ اس ٹبہ پر جابجا مٹی کے پرانے ٹکڑوں کی تہہ بچھی ہوئی ہے۔ انسانی ضرورت کی دیگر اشیاء۔ چکیوں کے پارٹ اور دیگر اشیاء۔ دور دور تک پائی جاتی ہیں۔ ٹبہ کافی بلندی پر ہے۔ مقامی آبادی کے مطابق صاحب مزار کا نام بھی ٹھکر سپال ہے۔ اور اسی کے نام پر یہ بستی دوبارہ آباد ہوئی ٹھکر سپال کے ٹبہ کے قریب دوسرا ایک اور ٹبہ کالا رواں کا ٹبہ بھی ہے۔ جس پر بھی کسی تباہ شدہ بستی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ٹھکر سپال کے ٹبہ پر بوہڑ کے بہت بڑے درخت ہیں۔ اس ٹبہ کے جانب مشرق ایک اور قدیمی مزار جسے حروف عام میں چٹا پیر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں روایت ہے کہ آپ امام صاحب کے دور میں تشریف لائے تھے

marfatcom

کنگرہ روڈ سیالکوٹ میں وجووال سرکار داتا لکھیش بادشاہ چشتیؒ

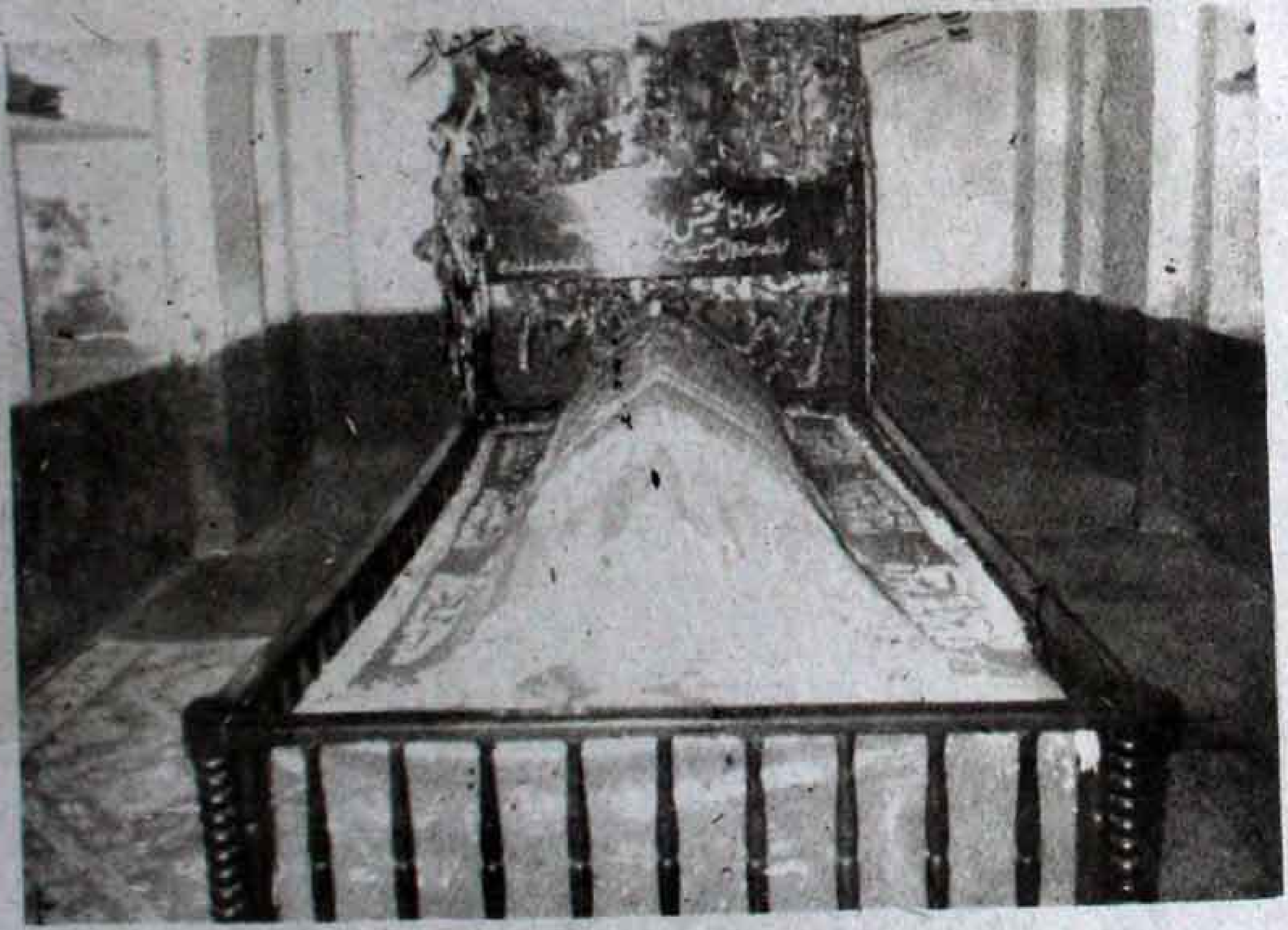

سیالکوٹ سے ایک سڑک ظفروال کنگرہ مہاراجکے کی طرف جاتی ہے۔ یہ جموں روڈ بھی کہلاتی ہے۔ اس سڑک پر وجووال کے قریب بڑے بڑے برگد کے درخت پائے جاتے ہیں۔ ان درختوں کے جھنڈ میں کئی مزارات ہیں۔ ان مزارات میں سرکار داتا لکھیش بادشاہ چشتیؒ کا مزار مبارک بھی ہے۔ جو پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار پر ہر سال عرس بھی پوری عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ اس سڑک پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر نوگز قبروں کے تباہ شدہ بستیوں اور ٹبوں ٹیلوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔

marfatcom

ظفروال روڈ سیالکوٹ گاؤں واگے میں تین نوگز لمبے مزارات

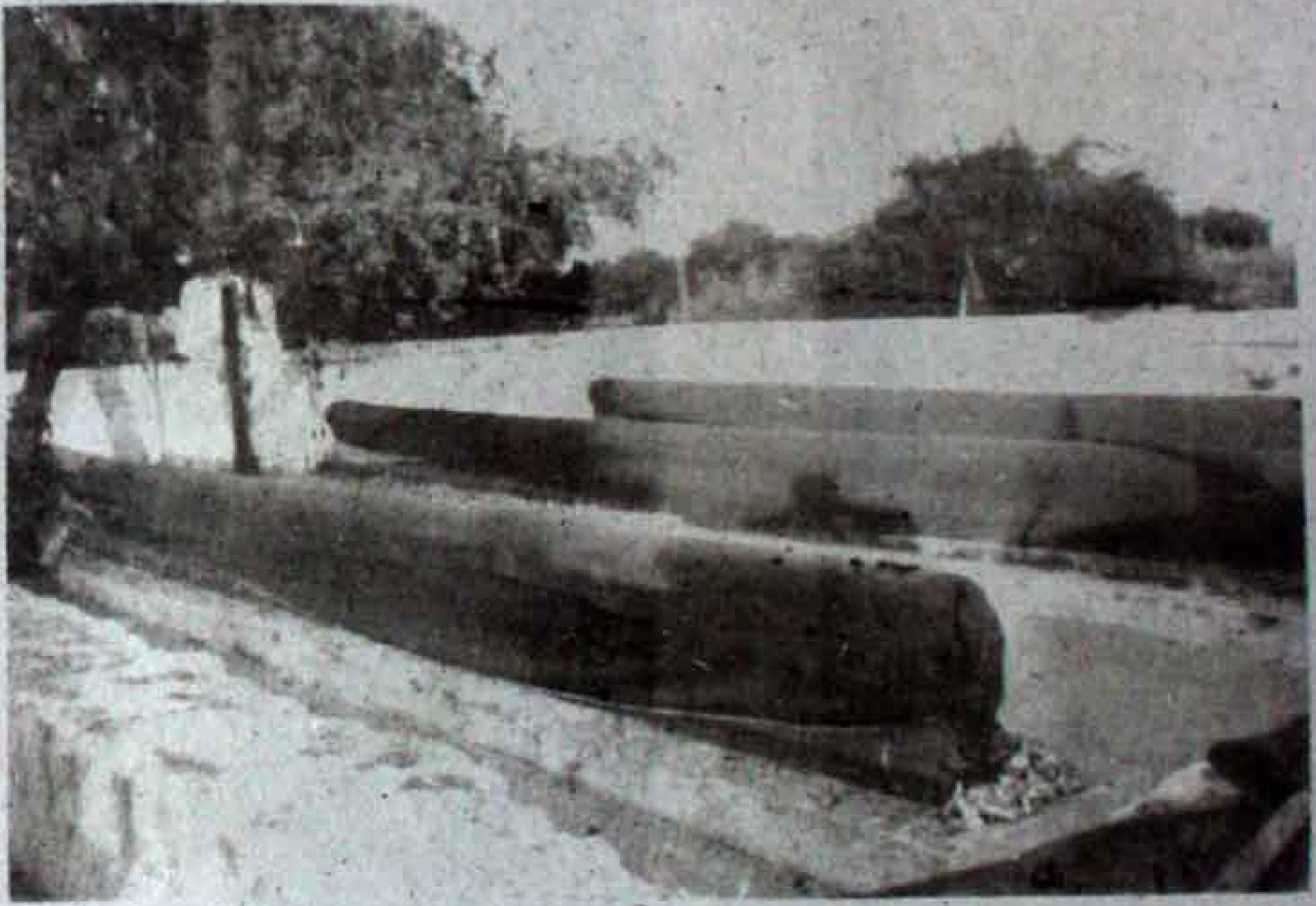

یہ تین نوگز لمبے مزارات موضع گاؤں واگے میں واقع ہیں واگ ظفروال روڈ سیالکوٹ سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ قبروں کی لمبائی نوگز ہے۔ اور قدیمی قبرستان میں ہیں چار دیواری بھی ہے۔ سبز چادریں بھی قبروں پر ڈالی گئی ہیں۔ مقامی طور پر لوگوں نے صاحب مزارات کے نام پیر رکن دین پیر شکر دین۔ زین العابدین تحریر کر رکھے ہیں۔ حالانکہ یہ نام جدید دور کے ہیں۔ جبکہ صاحب مزارات قدیم دور کے ہیں۔ ان مزارات کے قریب ایک اور لمبی قبر ہے۔ جو اہل دیہہ کے مطابق ان کی ہمشیرہ کی قبر ہے۔ اس تاریخی روڈ پر کہیں لمبی قبریں موجود ہیں۔ کالا راواں کا تباہ شدہ ٹبہ اکیال گڑھ کا ٹبہ کسی تباہ شدہ بستی کی نشاندہی کرتے ہیں۔

marfatcom

سیالکوٹ کنگرہ روڈ نزد سنگیال میں نوگز لمبا مزار

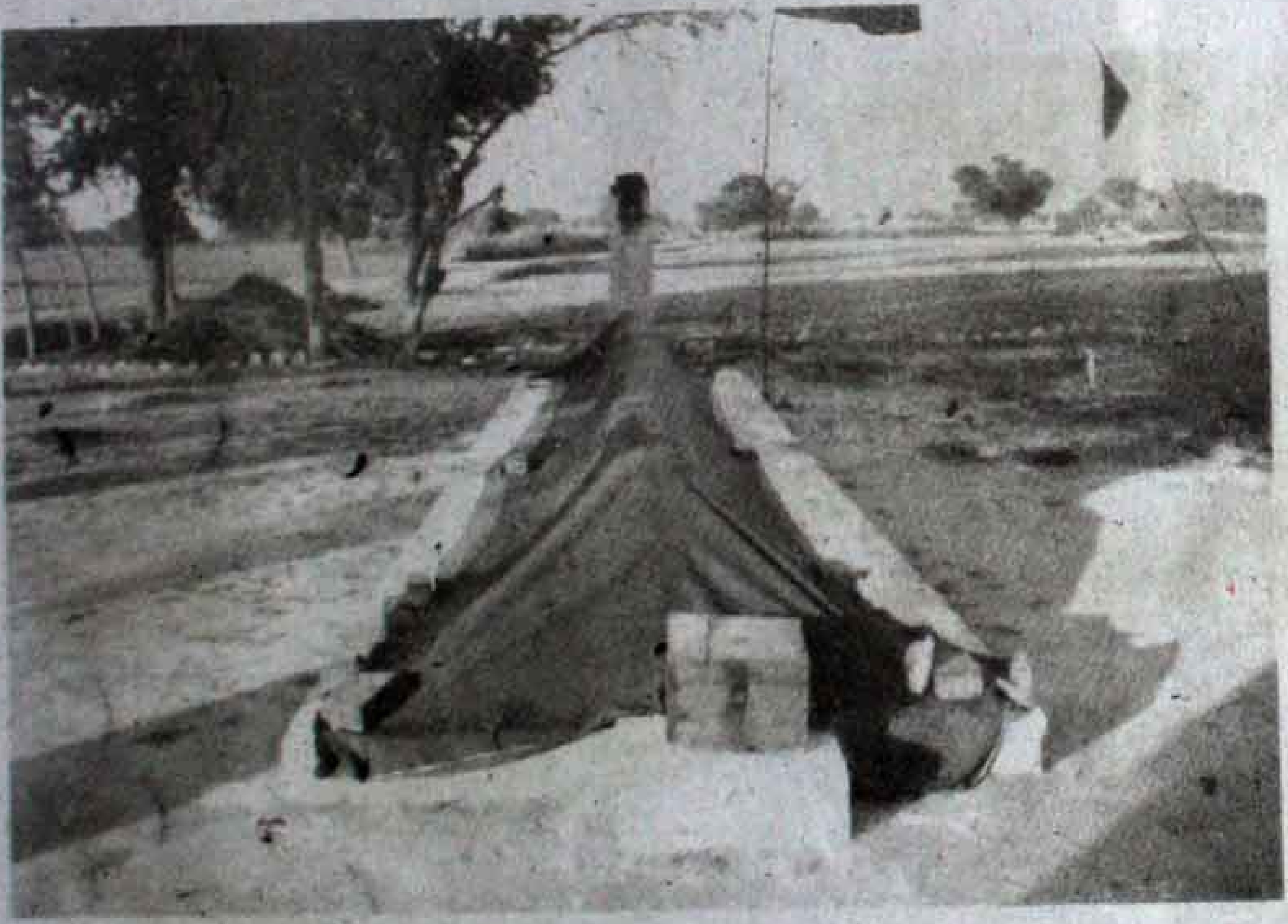

سیالکوٹ سے ایک سڑک جو جموں کی طرف جاتی ہے اس سڑک پر ایک بہت بڑا ٹیلہ جو ٹھکر سپال کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس بستی کے قریب ایک لنک روڈ سنگیال کی طرف جاتی ہے۔ اس کچی سڑک کے کنارے ہرے بھرے میدانوں میں یہ نوگز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر ہے۔ صاحب مزار کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ پیر مراد بخش کے وقت سیالکوٹ میں کفار سے جنگ کرنے کے لئے جو لوگ آئے تھے۔ یہ قبریں ان شہداء کی ہیں کہیں سو سال گزرنے کے باوجود ان نشانات کو کوئی نہ مٹا سکا۔ اور سڑک پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قدیمی تباہ شدہ بستیاں اور ان کے قریب ان نیک پاک ہستیوں اور نوگزی قبریں ہیں

marfatcom

سیالکوٹ کے گاؤں چوبارہ نزد کنگرہ روڈ میں 2 نو گز لمبے مزار

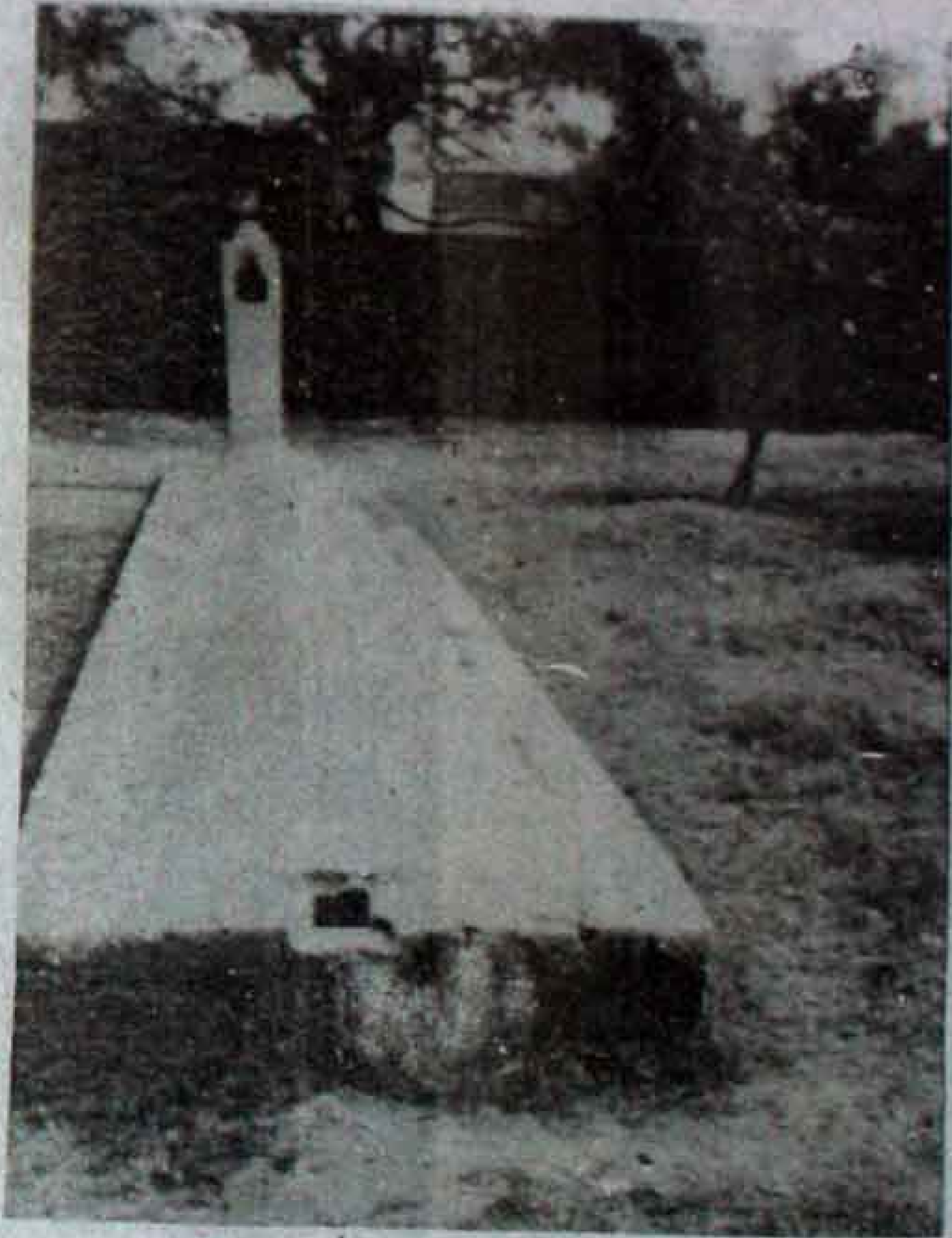

سیالکوٹ سے ایک سڑک کنگرہ، چوبارہ، مراجکے، بھاگووال کی طرف جاتی ہے۔ یہ مشہور سرحدی قصبے ایک سڑک کے ذریعے چونڈہ وڈے سے منسلک ہیں۔ یہ علاقہ 1947ء کے بعد سرحدی ایریا میں آچکا ہے۔ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں یہاں بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ ان دونوں جنگوں میں شہید ہونے والوں کی یادگاریں تعمیر کی گئی ہیں۔ چوبارہ میں 2 نوگز لمبے مزار ہیں۔ ایک مزار گاؤں کے مغرب کی طرف ہے۔ جس کی لمبائی نوگز ہے۔ دوسرا مزار گاؤں کے جانب جنوب مشرق ہے۔ یہ مزار بھی پختہ تعمیر ہے۔ مزار کی لمبائی نوگز کے قریب ہے۔ چھت اور گنبد بھی ہے۔ چوبارہ سے جموں کی سرحد تھوڑے سے فاصلے پر ہے۔ اس علاقہ میں ایک بہت بڑا ٹبہ ہے۔ یہ ٹبہ بھی برہمنا کے نام سے مشہور ہے اور یہ ٹبہ ہندوؤں کے نزدیک بہت متبرک ہے۔ 1965ء میں جب یہ علاقہ ہندوستان کے پاس چلا گیا تو اس وقت کے وزیر اعظم لال بہادر شاستری اس ٹبہ پر آئے۔ یہاں پیپل بوہڑ کا بہت بڑا درخت بھی ہے۔ اس علاقہ میں کئی بلند وبالا ٹبے اور ٹیلے ہیں جو کسی تباہ شدہ بستی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مقامی آبادیاں صاحب مزار کو بابا شاہ ولی پاک" جو گنبد والے مزار کو پیر بہلول دع‍" کے نام سے پکارتی ہیں۔

marfatcom

سیالکوٹ نزد پیر سبز مرزا پور میں نوگز لمبا مزار

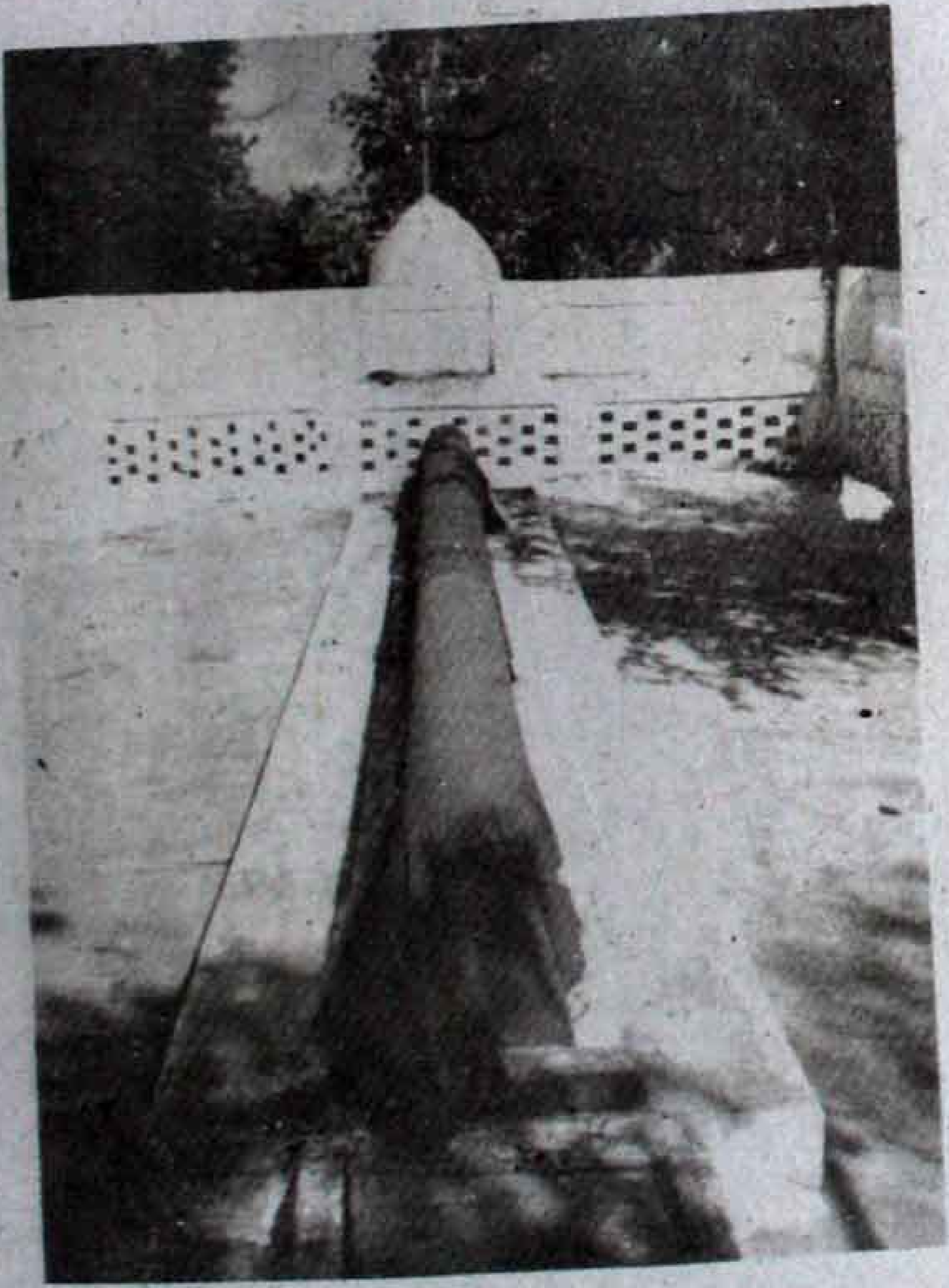

یہ مزار بھی پیر سبز کے قریب مرزا پور کے سرسبز میدانوں میں ہے۔ عام قیاس کیا یہ کیا جاتا ہے کہ جو مزار میدانوں میں ہیں۔ وہ ان شہداء کے ہیں جو باطل سے جنگ کرتے ہوئے میدانوں میں شہید ہوئے۔ اور غازی خلفاء کا مرتبہ پایا اور ان کے مزارات اس مقام پہ تعمیر کر دیئے گئے۔ جہاں وہ شہید ہوئے تھے۔ لیکن اللہ کے وہ نیک بندے جو طبعی موت مرے انہیں بلند و بالا ٹبوں ٹیلوں یا بستیوں کے اندر دفن کر دیا گیا۔ چونکہ پرانے زمانے میں گنبد مینار کا رواج نہیں تھا۔ صاحب مزار کی شخصی اہمیت کے پیش نظر ان کا مزار عام قد سے لمبا تعمیر کر دیا جاتا ہے تاکہ آنے والے وقت میں ان کی اہمیت برقرار رہے

marfatcom

پیر سبز محلہ مکھن پورہ میں قدیمی مزار

سیالکوٹ سے ایک سڑک ظفر وال کنگرہ کی طرف جاتی ہے۔ ظفر وال چوک سے تھوڑے سے فاصلے پر پیر سبز کے نام سے مشہور و معروف قصبہ پیر سبز ہے۔ گاؤں سے جانب شمال ایک نئی بستی تعمیر کی گئی ہے۔ جسے مکھن پورہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہیں پر یہ قدیمی مزار ہے۔ جو سر سبز شاداب زمینوں کے درمیان تعمیر کیا گیا ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے مطابق پیر سبز میں چھ مزارات ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ ساوانام، حمیالان، نعماطوس، فلسانوش، سمداروس سلمان ہیں

marfatcom

کنگرہ روڈ سیالکوٹ پیر سبز میں ۹ گز لمبا مزار

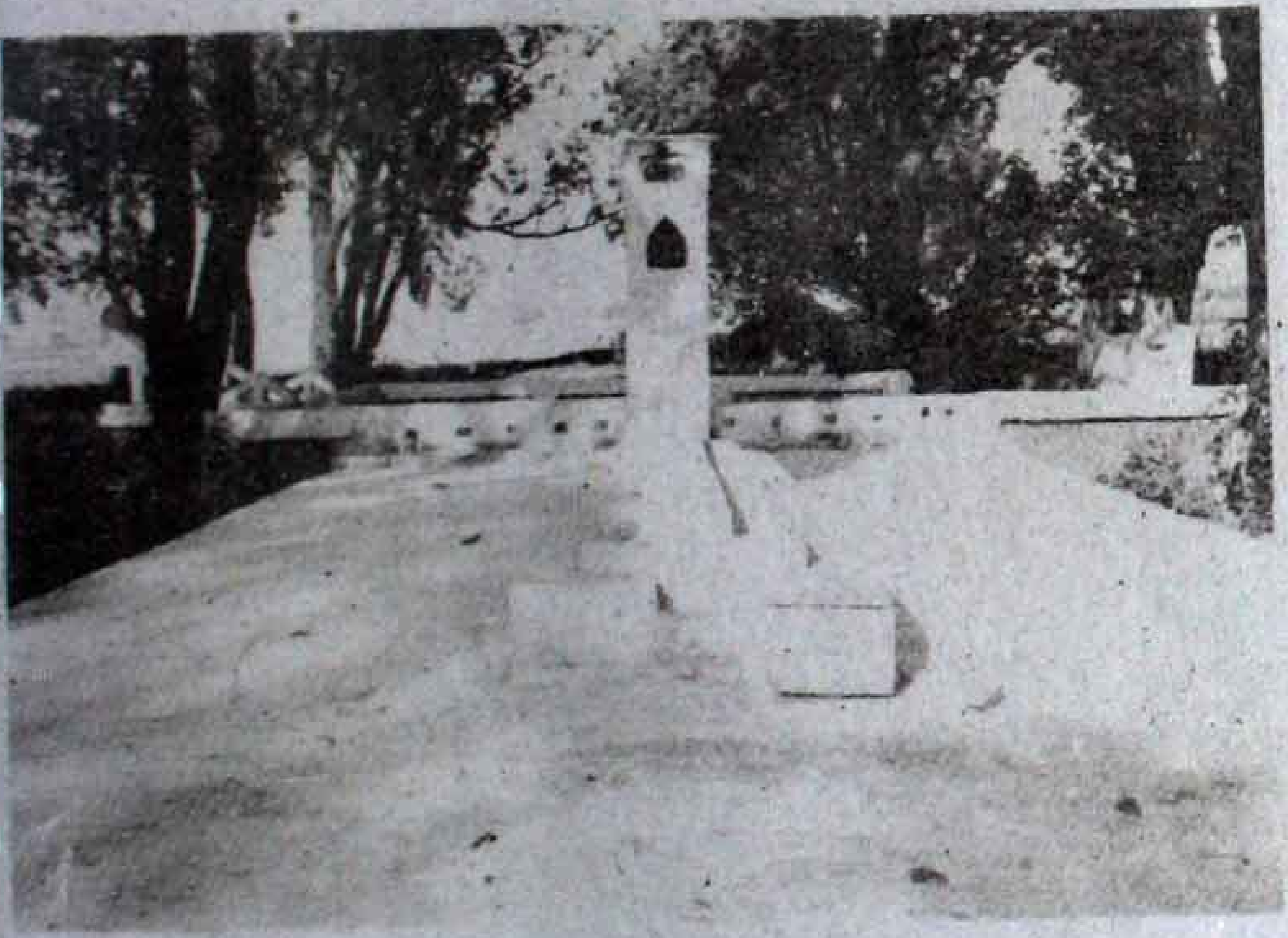

ظفروال چوک سے ایک سڑک چونڈہ کی طرف جاتی ہے۔ اس چوک سے ایک دو کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور قصبہ سبز پنڈ ہے۔ اسی چوک سے تھوڑے سے فاصلے پر بینی براہمناں کا بہت بڑا ایک ٹبہ ہے۔ جس پر کسی بستی کے تباہ ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ یہ ٹبہ پیر سبز سے تھوڑے سے فاصلے پر ہے۔ پیر سبز میں چھ نوگز قدیمی قبریں ہیں ان میں یہ مزار آموں کے باغ میں ہے۔ ساتھ ہی پانی کی قدیمی گزر گاہ ہے مزار کی لمبائی نوگز ہے۔ جو اچھے انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ حافظ صاحب نے پیر سبز میں جو چھ نوگز لمبے مزارات کا ذکر کیا ہے۔ یہ مزار بھی ان چھ میں سے ایک ہے۔ اس مزار کے قریب ہی ایک اور نوگز لمبا مزار ہے۔ جو پختہ تعمیر ہے۔

marfatcom

سیالکوٹ کنگرہ روڈ موضع پیر سبز میں تین نوگز مزارات

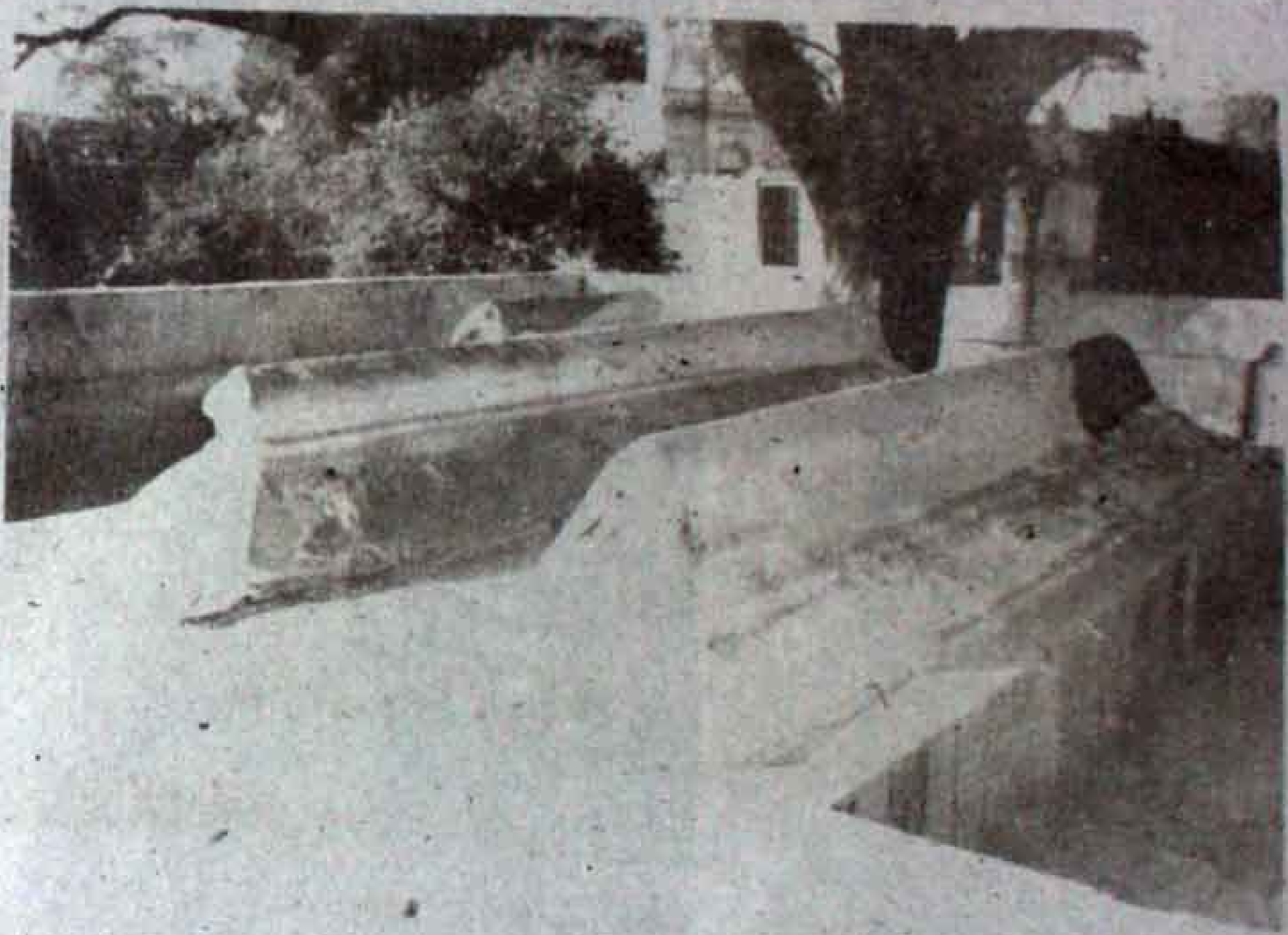

سیالکوٹ سے ایک سڑک ظفروال کی طرف جاتی ہے کنگرہ روڈ کے نام سے مشہور ہے۔ ظفروال چوک میں ایک سڑک پیر سبز چونڈہ روڈ کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ چوک سے تقریباً ایک دو کلو میٹر کے فاصلے پر مشہور قصبہ پیر سبز ہے۔ یہاں چھ کے قریب نوگز لمبی اور قدیمی قبریں ہیں۔ پیر سبز گاؤں میں تین نوگزی قبریں اکٹھی تعمیر کی گئی ہیں۔ جن کی چار دیواری بھی ہے۔ ایک نوگز لمبا مزار آموں کے باغ میں آبی گزر گاہ کے قریب ہے۔ پانچواں مزار مرزا پور میں ہے۔ چھٹا مزار لکھن پور میں ہے۔ تمام مزارات پختہ تعمیر ہے۔ ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے ہاں پائے جانے والے قلمی نسخہ کے مطابق صاحب مزارات کے نام ساوا نام۔ حمیالان۔ نعماطوس۔ فلسانوش۔ سمدا روس۔ سلمان زیر ہیں

marfatcom

چونڈہ

چونڈہ میں 1965ء میں ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ لڑی گئی

چونڈہ میں 1965ء کی جنگ کی یادگار

marfatcom

چونڈہ قدیمی اور تاریخی شہر
۱۹۶۵ میں یہاں پاک
بھارت کے درمیان
ٹینکوں کی سب سے
بڑی لڑائی ہوئی تھی۔

بیادگار شہدائے فرسٹ ایس پی فیلڈ رجمنٹ آرٹلری

[illegible]

جہلم
جہلم

[illegible]

چونڈہ کے کھنڈرات

marfatcom

چونڈہ کے قریب ٹبہ پر دو نو گز لمبے مزار

پسرور سے ایک سڑک چونڈہ کی طرف جاتی ہے۔ اور یہی سڑک آگے جا کر سیالکوٹ کی طرف جا نکلتی ہے۔ چونڈہ ایک انتہائی قدیمی بستی ہے۔ یہاں جابجا تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ دو نو گز قبریں چونڈا کے قریب ایک بلند و بالا ٹبے پر ہیں۔ اس ٹبے پر مٹی کے پرانے برتنوں کے ٹکڑوں کی ایک تہ بچھی ہوئی ہے۔ پرانے زمانے میں انسان قدرتی آفات اور چوروں سے محفوظ رہنے کے لیے اپنی قیام گاہ ٹبہ ٹیلہ پر بناتا تھا۔ یہ تباہ شدہ شہر بھی اپنے اندر کئی داستانیں سمیٹے ہوئے ہیں۔ ٹبہ پر نو گز قبروں کے علاوہ چند بزرگوں کے مزار بھی ہیں۔ ٹبہ پر جانب مشرق نو گز قبر پختہ تعمیر ہے۔ اور اس کے اوپر چھت بھی ہے۔ جبکہ ٹبہ کے وسط میں جو قبر ہے وہ بھی پختہ تعمیر کی گئی ہے۔ ٹبہ اور نو گز لمبی قبر ہے۔ ٹبہ سے کھدائی کے دوران کئی پرانی چیزیں مٹی کے برتن چکیوں کے پاٹ ملتے ہیں۔ 1965ء کی جنگ میں چونڈہ میں ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ ہوئی پاک فوج کے جوانوں نے دشمن کی اس بڑی یلغار کو اپنے سینوں پر روکا۔

marfatcom

چونڈہ کے قریب تباہ شدہ بستی میں نو گز مزار

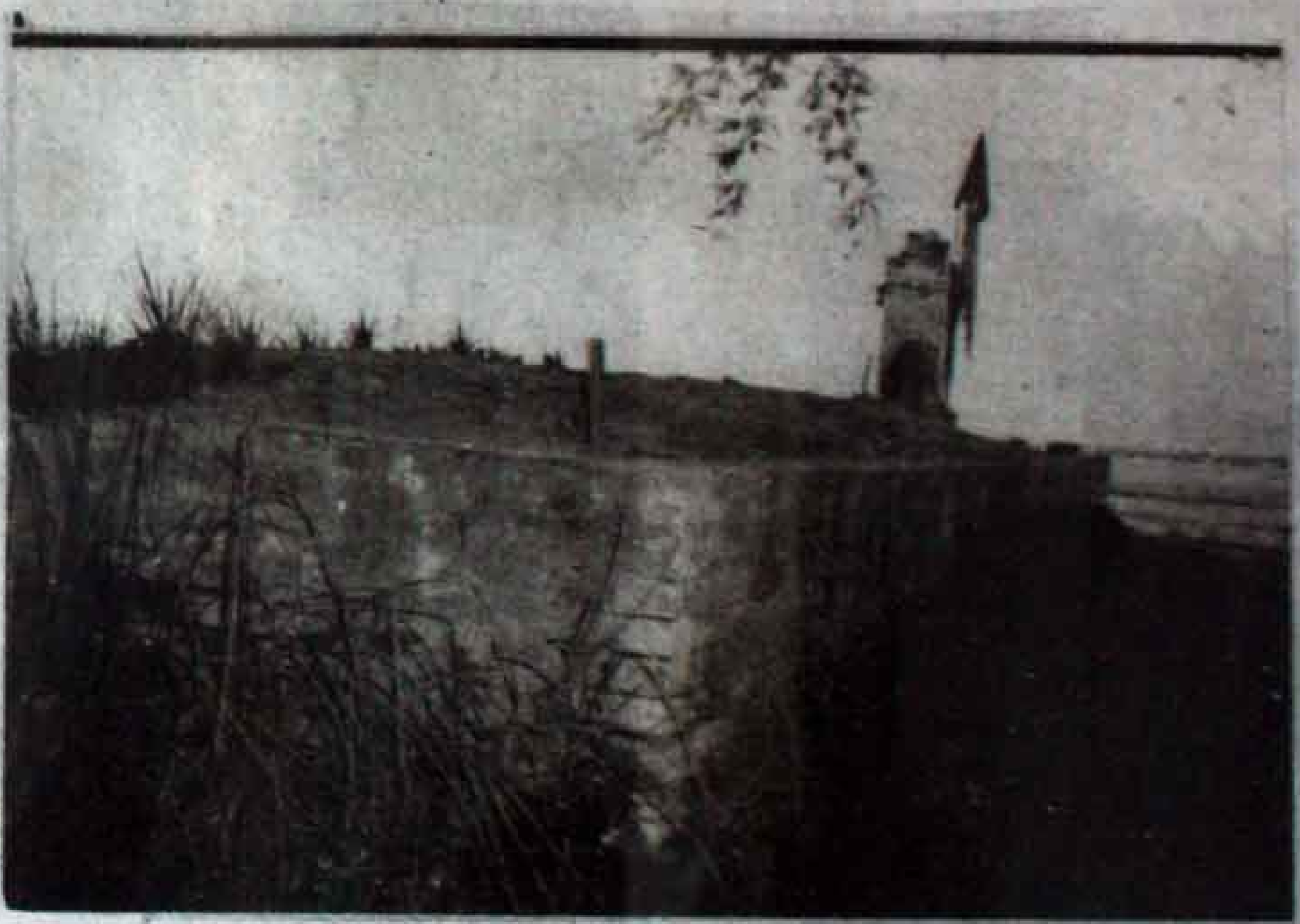

یہ مزار بھی پسرور چونڈہ روڈ پر ایک بلند و بالا ٹبہ پر ہے۔ مزار کی لمبائی 9 گز ہے۔ یہ ٹبہ کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ہزارہا سال گزرنے کے باوجود اس کی اونچائی میں کمی نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس پر مٹی کے پرانے برتنوں کے ٹکڑوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مٹی کے برتنوں کی یہ خاصیت ہے۔ کہ ہزارہا سال گزرنے کے باوجود بھی ان میں تبدیلی نہیں آتی اور وہ جوں کے توں رہتے ہیں۔ پرانی تباہ شدہ آبادیاں تلاش کرنے کے لیے مٹی کے یہ ٹکڑے بہت حد تک معاون ثابت ہوتے رہے ہیں۔ اس ٹبہ میں مٹی کے برتنوں کے ٹکڑوں کی تہہ بچھی ہوئی ہے۔ اور کھدائی کے دوران کئی پرانے برتن ملتے ہیں۔ ٹبہ پر کھڑے ہو کر دور دور تک انسانوں کی نقل و حرکت دیکھی جا سکتی ہے

marfatcom

چونڈہ میں 1965ء کے شہداء کی قبریں

چونڈہ ایک قدیمی شہر ہے جس کے گرد و نواح کھنڈرات اس بات کے داعی ہیں کہ یہ شہر ماضی میں بڑی شان و شوکت سے آباد تھا۔ اناج کی فراوانی کی وجہ سے اس علاقہ کو ماضی میں ایک خاص اہمیت حاصل رہی۔ 1965ء کی جنگ میں یہاں ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ لڑی گئی مادر وطن کی حفاظت کے لیے پاک فوج کے جوانوں نے سینوں پر بم باندھ کر دشمنوں کے ٹینکوں کو تباہ و برباد کیا۔ جس قبرستان میں شہداء کی قبریں ہیں۔ اسے شہداء کے قبرستان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ قریب ہی ایک پارک تعمیر کیا گیا ہے۔ جس میں ٹینک طیارے کے خول رکھے گئے ہیں۔ قبروں پر شہداء کے نام اور ان کی رجمنٹ کے نام تحریر کئے گئے ہیں

marfatcom

خواجہ خواجگان فخر ولایت مجددی چشتی حضرت مولوی محب النبی عبد الغنی قدس سرہ

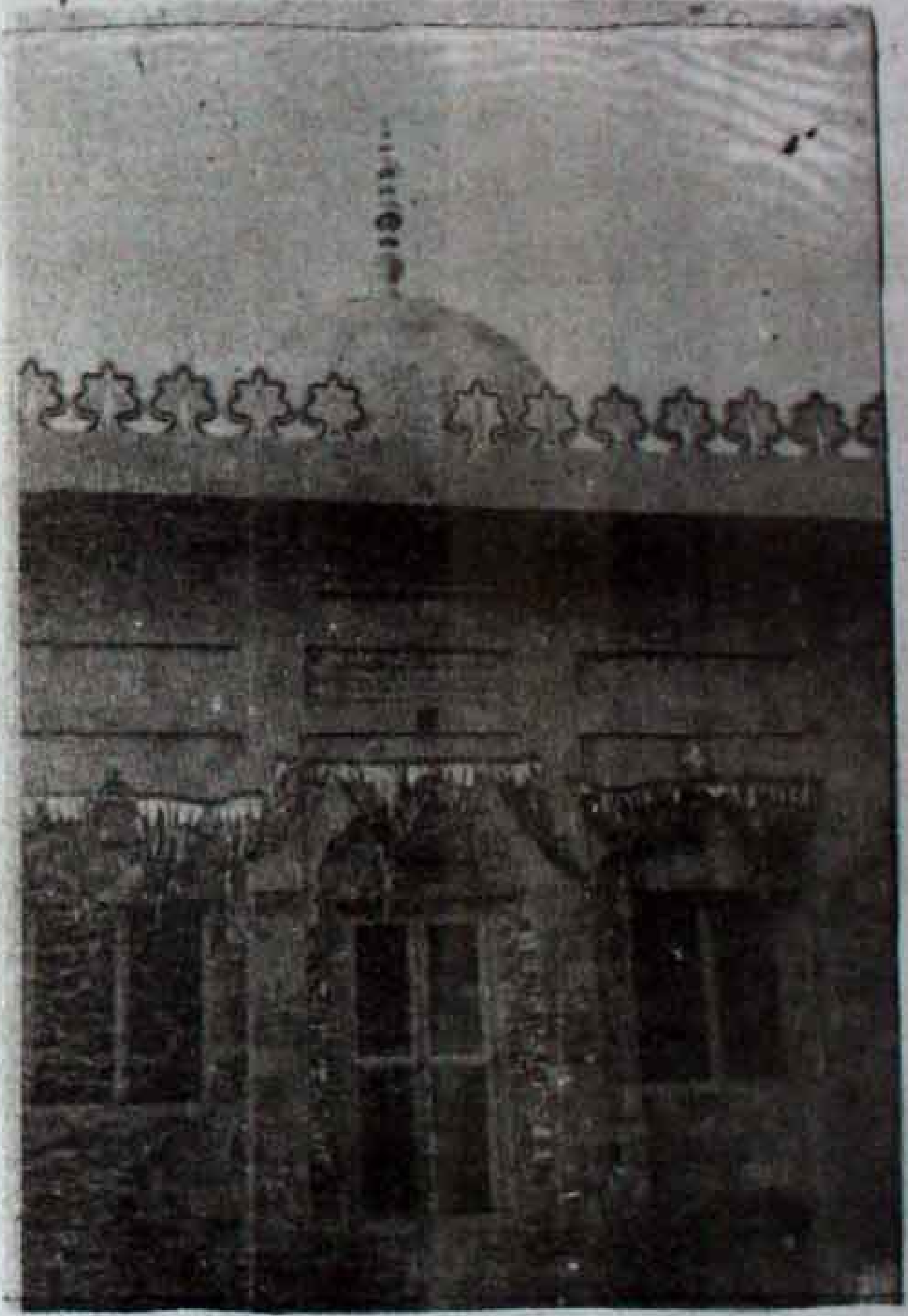

تیرھویں صدی ہجری کا نصف آخر اس برصغیر (پاک و ہند) میں اہل اسلام کے لئے انتہائی تکالیف اور مصائب کا دور تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان اپنی پہلی جنگ آزادی کے خونیں دور سے گزر کر مکمل طور پر ایک مغربی مادہ پرست قوم کے پنجہ استبداد میں آچکا تھا اور ہندوستان میں اسلامی حکومت (سلطنت مغلیہ) مکمل طور پر دم توڑ چکی تھی اور اس دشمن اسلام قوم کے علم و اقدار اور نظریات کا عفریت مسلمانان ہند پر سوار ہو رہا تھا اور اس خطہ میں اسلامی شریعت و طریقت اور روحانیت کے لئے گوناگوں مشکلات پیدا ہو گئی تھیں اور مسلمانوں کا اتحاد و ارتباط پارہ پارہ ہو چکا تھا اور وہ فروعات پر ایک دوسرے کے گریبان تار تار کر رہے تھے۔ باہمی انتشار اور فرقہ بندیوں نے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو ختم کر کے رکھ دیا تھا اور بدعات اور غیر اسلامی نظریات کا پرچار ہو رہا تھا اور اسلامی اقدار مٹتی ہوئی نظر آ رہی تھیں اور اس نکبت و ادبار کی تاریکی میں کوئی امید کی کرن بھی نظر نہیں آتی تھی۔ حسب فرمان قرآنی فان مع العسر یسرا (بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے) ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہماری شامت اعمال کے باعث تباہیوں اور بربادیوں کے تاریک دور کے بعد تجدید اور احیائے دین و ملت کے

marfat.com

لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی ہستیاں پیدا فرمائی ہیں کہ جن کی خدمات دینی و قومی سے سلف صالحین کی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں چنانچہ اس انتہائی تاریک و مہیب اور پر آشوب دور میں جب ملت اسلامیہ پر نکبت و ادبار کے یہ منحوس سائے لہرا رہے تھے مولائے کریم کے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (ہم نے قرآن کریم کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی محافظت کرنے والے ہیں) کے مطابق رحمت خداوندی جوش میں آئی اور ایک ایسے مرد کامل کا ظہور ہوا جس کی مسیحا نفسی نے مردہ دلوں کو ایک بار پھر حیات تازہ بخش دی اور وہ مرد خدا ہیں آفتاب علم و معرفت، مجدد دین و ملت، خواجہ خواجگان حضرت مولانا مولوی محب النبی عبدالغنی چشتی نظامی صابری قدس سرہ العزیز جو اس الحاد و بے دینی کی تیرگی میں ایمان کا نور بن کر نمودار ہوئے اور خرمن کفر پر برق بن کر گرے اور دین اسلام کی گرتی ہوئی ساکھ کو از سر نو بحال کیا اور آپ کی علمی و روحانی قوت سے نہ صرف اسلام مادہ پرستی کے مسموم اثرات سے محفوظ رہا بلکہ مسلمانوں میں حیات نو کے وہ آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے جو بالآخر اس برصغیر میں مسلمانوں کی ایک آزاد حکومت کے منصہ شہود پر آنے کا باعث بنے

چراغ دین ہدا

سلطان العلماء العارفین حضرت مولانا الحاج خواجہ عزیز الدینؒ کو مدینہ طیبہ میں جس بشارت سے نواز ا گیا تھا وہ 1287 ھ، 1861ء کو پوری ہوئی۔ آپ کو حضور خواجہ غریب نواز قطب المشائخ حضرت مولانا مولوی محب النبی چشتی نظامی صابریؒ جیسے عظیم المرتبت فرزند ارجمند کی دولت دارین سے سرفراز فرمایا آپ نے اسی روز آپؒ کا مادہ تاریخ ولادت "چراغ دین ہدا" سے اخذ کیا تو آپ نے بارگاہ نعیم میں سجدہ شکر ادا فرمایا۔

پھر حضرت سلطان العلماء العارفینؒ نے اس بشارت حقہ کی صداقت کو خود اپنی آنکھوں سے اس شان کے ساتھ ملاحظہ فرمایا کہ آپ کے یہ مایہ ناز فرزند گرامی آپ کی حیات مبارکہ میں ہی دین اسلام کی ہدایت اور علم و عرفان کے روشن چراغ بن کر آسمان رشد وہدایت پر مہر عالم فروز کی صورت عروج نصف النہار پر جلوہ گر ہوئے اور مسلمانان ہند کے دلوں کے تاریک گوشوں کو اپنے انوار رشد وہدایت سے جگمگایا اور دینی و ملی خدمات کی مستحکم بنیاد جو آپ نے رکھی تھی آپ کے فرزند گرامی حضور خواجہ غریب نوازؒ نے اس کی تعمیر و ترقی میں وہ قابل قدر خدمات سرانجام دیں اور تجدید احیاء دین و ملت کا وہ کارنامہ انجام دیا کہ سلف صالحینؒ کی یاد تازہ کر دی۔

تعلیم و تربیت

حضور خواجہ غریب نوازؒ بھی ازلی و فضلی صاحب استعداد و مادر زاد ولی اللہ تھے۔ بچپن ہی سے سیرت و کردار میں سعادت کے آثار نمایاں تھے اور آپ کی تمام عادات مبارکہ پاکیزہ اور بزرگانہ تھیں اور حق تعالیٰ کی فیاض قدرت نے آپ کو بے انداز غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ حد درجہ ذہین و فہیم تھے اور قوت حافظہ اس قدر تھی کہ جو بات ایک دفعہ سن پائی اور ذہن نشین ہو گئی وہ عمر بھر نہیں بھولے۔ آپ کے والد ماجد حضور سلطان العلماء العارفین صادقہ نے نور مبین سے

marfatcom

یہ دیکھ لیا تھا کہ ہمارے یہ مایہ ناز فرزند گرامی ضرور ایک سر آمد روزگار ہستی ہیں اور اس دور قحط الرجال میں آپ کا وجود باجود رشد وہدایت کا محور ثابت ہوگا۔ اس لئے آنحضورؒ نے بھی اپنی تمام تر توجہات کریمانہ آپ کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف فرمادی تھیں اور آپ نے اپنے والد گرامی سے متداول علوم دینیہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کر کے عین عنفوان شباب میں ہی ایک متبحر عالم فاضل کی حیثیت سے مسند ارشاد کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور اس تاریک و مہیب دور میں "چراغ دین ہدا" بن کر امت مسلمہ کو اپنے انوار رشد وہدایت سے مالامال فرمانے لگے۔

بیعت وخلافت

حضور سلطان العلماء العارفینؒ کی نورانی تربیت گاہ میں حضور خواجہ غریب نوازؒ کی ظاہری تعلیم و تربیت کے ساتھ ہی آپ پر حضورؒ کی باطنی نوازشات بھی برابر جاری تھیں اور آپ تحصیل علوم سے فراغت حاصل کرنے پر روحانیت میں ایک اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ حضور سلطان العارفینؒ نے آپ کے فارغ التحصیل ہونے تک اپنا روحانی فیوض وبرکات کا خزانہ بھی آپ کے قلب اطہر میں سمودیا تھا۔ اسکے بعد آنحضورؒ نے آپ کو فقر ولایت کے نہایت ارفع و اعلیٰ مقامات کے حصول کے لئے شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین چشتی سیالوی قدس سرہ العزیز کی نورانی تربیت گاہ میں داخل کرایا۔

حضور قبلہ عالم شمس العارفین قدس سرہ العزیز سے نسبت ارادت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ کی اعلیٰ ترین روحانی تربیت شروع ہوگئی اور آپ اپنی خداداد باطنی استعداد اور صحیح اتباع وادب وحیا کے باعث حضور قبلہ عالمؒ کے قلب انور میں بس گئے اور آپ کی ذات والاصفات میں فنائیت تامہ حاصل کر کے ایک قلیل عرصہ میں ہی تمام منازل فقر اتم کیں اور قرب ووصال خداوندی کے درجہ اتمام سے بہرہ ور ہو کر فقر وولایت کے انتہائی ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضور قبلہ عالم شہنشاہ سیال شریفؒ نے آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرماتے وقت "فخر ولایت" کا لقب عطا فرمایا تھا اور آنحضور کے عطا فرمودہ لقب پر قدرت کاملہ کی تائید و تصدیق کی مہر ثبت ہے۔ اس لئے کہ "فخر ولایت" سے ہی آپ کا مادہ تاریخ وصال بھی اخذ ہوتا ہے۔

شہنشاہ ہفت اقلیم

حضور قبلہ عالم شمس العارفین سیالوی قدس سرہ العزیز سے خلافت عطا ہونے کے بعد جب حضور خواجہ غریب نوازؒ نے شہر سیالکوٹ کو اپنے فیوض وبرکات ظاہری وباطنی کا مرکز بنایا تو انہی دنوں قدوہ اہل کمال وزبدہ اہل وصال بظاہر مجذوب الحال حضرت قلندر صابر کلیریؒ نے بھی سیالکوٹ شہر میں نزول اجلال فرمایا اور ایک قلیل عرصہ سیالکوٹ شہر میں قیام فرمایا اور ہزارہا تشنگان ظاہری وباطنی کو اپنے فیوض وبرکلات ظاہری وباطنی سے سیراب فرمایا اور آپ کی کرامات کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔

حضور خواجہ غریب نوازؒ نے ان دنوں ملت اسلامیہ کی صلاح وفلاح کے لئے اپنی زندگی کو ایک مسلسل جہاد میں تبدیل کر رکھا تھا اور دن رات اپنے اس فرض منصبی کی انجام دہی میں سرگرم عمل تھے۔ اتفاقاً ایک روز آپ کا حضور قلندر پاکؒ کے ساتھ بازار میں آمنا سامنا ہوگیا اور آپ نے بھی قلندر صاحبؒ کو سلام کیا۔

marfatcom

قلندر صاحبؒ نے آپؒ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا مولوی صاحب! ہم یہاں ایسے ہی نہیں آگئے ہیں ہم تو قطب الاقطاب حضرت خواجہ علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ کے دربار عالیہ سے آئے ہیں اور حضور شہنشاہ کلیر شریفؒ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ہماری ڈیوٹی آپ پر لگائی گئی ہے ہم آپ کو فقر کی تیغ برہنہ بنانے کے لئے آئے ہیں۔ ہم قطبیت صابریؒ کے خزانہ سے آپ کے قلب انور کو بھرپور کرنے آئے ہیں اور ہم آپ کو شہنشاہی ہفت اقلیم کا تاج پہنانے آئے ہیں اور ہم نے یہ ڈیوٹی ادا کر کے واپس کلیر شریف چلے جانا اور وہاں پہنچ کر اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہو جانا ہے۔

جناب قلندر صابر کلیریؒ نے ایک قلیل عرصہ میں ہی صابری قطبیت وصمدیت کا بے بہا خزانہ آپ کے قلب انور میں سمو دیا۔ قلندر صابر کلیریؒ نے ایک قلیل عرصہ میں ہی صابری قطبیت وصمدیت کا بے بہا خزانہ آپ کے قلب انور میں سمو دیا قلندر صابر کلیریؒ سے فیض یاب ہونے کے بعد آپ ایک فقر کی شمشیر برہنہ بن کر کائنات میں ظاہر ہوئے اور کائنات میں آپ کی کرامات کا اس طرح ڈنکا بجا کہ ۔

خدا کن اس زباں سے کہہ رہا ہے
یہاں دریائے وحدت بہہ رہا ہے

حضور قلندر پاک کے اس ارشاد گرامی پر بھی قدرت کاملہ کی تائید و تصدیق کی مہر ثبت ہے۔ اس لئے کہ "شہنشاہ ہفت اقلیم" سے بھی آپ کا مادہ تاریخ ولادت اخذ ہوتا ہے۔ جناب قلندر صاحبؒ آپ کو فیض یاب فرمانے کے بعد واپس دربار کلیر شریف تشریف لے گئے اور کلیر شریف پہنچنے پر آپ کا وصال ہو گیا اور آپ نے شہنشاہ کلیر شریفؒ کے پہلو میں ابدی استراحت اختیار فرمائی۔ حضور قبلہ عالم شمس العارفین سیالویؒ کی نسبت سے آپ چشتی نظامی ہیں اور قلندر صاحبؒ سے چشتی صابری نسبت ہونے کی وجہ سے آپ چشتی نظامی صابری کہلاتے ہیں۔

آفتاب علم ومعرفت

حضور خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے والد گرامی حضور سلطان العلماء العارفین سے متداول علوم دینیہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لینے کے بعد پھر آپؒ کے معاصرین کرامؒ میں سے کئی اور سربر آوردہ علماء وفضلاء سے مزید علمی استفادہ حاصل کر کے کئی اور علوم وفنون میں بھی مہارت تامہ حاصل کر کے ہر علم وفن میں یکتائے روزگار ہو کر اپنے وقت کے علماء وفضلاء کو مات کر گئے۔

حضور سرکار پاک قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہمارے والد ماجد حضور خواجہ غریب نوازؒ کے کتب خانے میں 28 ہزار کتابیں تھیں۔ آپؒ کے وصال فرما جانے کے بعد جب ہم دونوں بھائیوں نے تحصیل علم سے فراغت حاصل کرلی تو اس کے بعد وہ کتابیں ہم دونوں بھائیوں نے آدھی آدھی بانٹ لیں۔

آپؒ نے ارشاد فرمایا ہم نے تمام علوم وفنون کی کتابیں آدھی آدھی کر کے ان کتابوں کے دو ڈھیر لگائے اور پھر ہم نے 2 پرچیوں پر نام لکھے۔ ایک پرچی پر اپنا نام لکھا اور دوسری پرچی پر ہم نے اپنے چھوٹے بھائی جناب ڈاکٹر محمد عنایت اللہ

marfatcom

صاحب کا نام لکھا اور پھر ہم نے اپنے بڑے لڑکے محمد شفیق اللہ صاحب المعروف بہ ہادی صاحب جو اس وقت بچپن کی عمر میں تھے، ان سے کہا کہ ایک ایک پرچی دونوں ڈھیروں پر رکھ دیں۔ جب انہوں نے دونوں ڈھیروں پر ایک ایک پرچی رکھ دی تو جس ڈھیر پر نام کی پرچی تھی وہ ہم نے لے لیا اور جس ڈھیر پر ہمارے بھائی ڈاکٹر صاحب کا نام تھا وہ انہوں نے لے لیا اور اس طرح قرعہ اندازی کر کے ہم دونوں بھائیوں نے اپنے والد صاحب کا یہ علمی خزانہ آپس میں بانٹ لیا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے کتب خانے کے رجسٹر پر مندرج کتب کی فہرست کے مطابق وہ ان میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں تھیں۔ علم تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تجوید، صرف، نحو، ادب، اسماء الرجال، جرح و تعدیل، معقول منقول، فلسفہ، منطق، کلام حضور، نجوم، معانی، بیان، بلاغت، طب، عروض، قوافی، سیر، مناقب، لغات، ہندسہ، رمل، تعبیر، تصوف و سلوک، حساب، اقلیدس، سائنس، تواریخ (واقعات و حالات) فن تاریخ۔

ان مختلف علوم و فنون کی اتنی کثیر تعداد میں کتب آپؒ نے پڑھیں اور اس دور میں جب علمی و دینی کتب کی اشاعت بھی اتنی عام نہ تھی اس دور میں اتنی بڑی تعداد میں کتب کا مطالعہ سے گزر جانا ہی ایک حیرت انگیز بات تھی اور یہ بھی کرامت سے کم نہیں اور پھر آپ کے علم و فضل کی وسعت کا کون اندازہ کر سکے۔

آپؒ اپنے زمانہ میں اساطین علم و فن اور اکابر فضل و کمال کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ برصغیر (پاک و ہند) کے علمائے حقانی نے آپ کے علم کا لوہا مانا اور وقت کے اولیاء کرام و صوفیائے عظام نے محترم جانا اور آپ کی صحبت کو باعث فخر و باعث خیر و برکت سمجھا عالم اسلام میں آپ کا وجود باجود اہلسنت وجماعت کی دلیل تھا اور اعتقادی و نظریاتی طوفان میں آپ کی ذات مینارہ نور تھی۔ مسائل کے اختلاف میں آپ کا فیصلہ حق مانا جاتا تھا اور کسی مسئلہ کی تصدیق و تحقیق میں قال علامہ محب النبی کہ یہ علامہ محب النبی صاحبؒ نے فرمایا ہے، کافی ہوتا تھا۔

آپؒ کے معاصرین علماء و مشائخ آپ کو جن مخصوص القابات کے ساتھ یاد فرماتے تھے وہ یہ ہیں، شیر بیشہ شریعت، شہباز خطابت، شہسوار مضمار طریقت، فخر ولایت، ہمائے اوج کرامت، آفتاب علم و معرفت، مجدد دین و ملت، مجدد چشتی۔

حضور خواجہ غریب نوازؒ کا وصال

حضور خواجہ غریب نوازؒ کو 29 اپریل 1909ء بروز جمعرات علی الصبح بخار ہو گیا۔ ظہر کے وقت تکلیف بہت زیادہ تھی نماز ظہر اپنے آستانہ عالیہ میں ہی ادا فرمائی۔ اس وقت حضرت سائیں رحیم بخش شیخوپوریؒ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ حضور سرکار پاک قبلہ عالم قدس سرہٗ کو طلب فرمایا۔ جب آپؒ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے حضورؒ کو اپنے سینہ مبارک سے لگا کر پیار فرمایا اور آپ کی پیشانی مبارک کو چوما اور پھر سائیں صاحبؒ کو حکم فرمایا کہ ہماری دستار مبارک لاؤ۔ سائیں صاحبؒ نے دستار مبارک پیش کی تو آپ نے حضور سرکار پاکؒ سے ارشاد فرمایا

"باپ کی جان! تم انشاء اللہ قادری ولایت کبریٰ کا تاج پہنو گے۔ یہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کی دستار ہمارے ہاتھ سے بھی پہن لو"

marfatcom

حضور خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے دست مبارک سے حضور سرکار پاکؒ کے سر مبارک پر اپنی دستار مقدس رکھی اور خصوصی توجہ سے نوازا اور اپنا سلسلہ عالیہ چشتیہ کا انعام الٰہی کا بے بہا خزانہ آپ کے قلب انور میں سمو دیا اور اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اگلے روز بخار کی انتہائی شدت کے باوجود نماز جمعہ آپ نے خود ہی پڑھائی۔ نماز جمعہ کے بعد طبع مبارک پر جلال کا رنگ غالب تھا۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا بڑیلے (شریف) کے لوگو! ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم سے کوئی ہمیں مرنے کے بعد نہ دیکھے اور نہ ہم تم میں سے کسی کو دیکھیں سب لوگ خوفزدہ اور غمزدہ ہو گئے اور کئی لوگ رو رہے تھے اور بعض لوگ تو پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔

اسی جلال کے عالم میں اپنے دولت کدہ مبارک پر رونق افروز ہوئے اور سیالکوٹ تشریف لے جانے کے لئے تیاری فرمائی۔ حضور سرکار پاکؒ کی والدہ محترمہؒ پیش خدمت ہوئیں اور نہایت ادب سے سلام پیش کیا۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا تم بالکل کوئی فکر نہ کرنا آٹھویں روز تمہیں ہمارا پیغام مل جائے گا اور پھر اس کے بعد ہم ہمیشہ ہی آپ کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد جب گھوڑی پر سوار ہونے لگے تو حضور سرکار پاک سے ارشاد فرمایا آؤ اور باپ کا آخری پیار لے لو اور آپ کے سر مبارک پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا ماں کے ساتھ لڑنا نہ کہیں آخری بار ہماری بددعا ہی نہ لے لینا۔

سیالکوٹ پہنچ کر حضور خواجہ غریب نوازؒ اپنے مخلصین کے اصرار پر ہسپتال داخل ہو گئے مگر علاج کے باوجود بیماری لحہ بہ لحہ شدت اختیار کر گئی اور آخر 16 ربیع الثانی 1327ھ 25 بیساکھ 1962 بکرمی بمطابق 7 مئی 1909ء بروز جمعۃ المبارک بوقت تہجد جان جان آفرین کے سپرد فرمائی یعنی اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہو گئے۔

آپ کے وصال کی خبر خوشبو کی طرح آناً فاناً تمام برصغیر (پاک و ہند) میں پھیل گئی اور ملک کے کونے کونے سے جوق در جوق ہزاروں فرزندان توحید سوگوار سیالکوٹ کا رخ کرنے لگے۔ تین روز حضور پرنورؒ کے جسد عنصری کو آخری دیدار کے لئے رکھا گیا لاکھوں کی تعداد میں فرزندان توحید نے آپ کا آخری دیدار کیا۔ متعدد بار نماز جنازہ ادا کی گئی اور تیسرے روز بعد نماز ظہر آپ کو آپ کی آخری آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔

ساڑھے 3 سال تک آپ کا مزار پر انوار سیالکوٹ میں مرجع خاص و عام رہا اس عرصہ میں آپ کے ہر دو خلفائے مجاز

حضرت سائیں رحیم بخشؒ نے اہل سیالکوٹ کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کر رکھا تھا۔ ساڑھے 3 سال بعد فیصلہ ان کے حق میں ہو گیا اور اس طرح آپ کا مزار مقدس سیالکوٹ سے چونڈہ شریف ضلع سیالکوٹ میں منتقل ہو گیا۔ اب آپ کا دربار فیض بار چونڈہ شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔ وہاں آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 7 مئی کو ہوتا ہے اور اس کے بعد 7 جون کو بڑیلہ شریف میں آپ کا سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے۔

marfatcom

ہیڈ مرالہ کے گردونواح کوٹلی لوہاراں میں قدیمی مزارات

قدیم ترین تہذیب کے آثار سیالکوٹ کے علاوہ گجرات میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس دھرتی پر بہنے والے دریاؤں کی وجہ سے اس خطہ کی خوشحالی حقیقی رہی ہے۔ انسانی بستیاں ان دریاؤں کے کنارے آباد تھیں۔ سیالکوٹ ہزاروں سال قبل راجہ سل نے آباد کیا۔ راجہ سل کا آباد کردہ سیالکوٹ اگرچہ ایک بہت بڑا صنعتی شہر بن چکا ہے لیکن سیالکوٹ کی زمین اسی طرح زرخیز ہے جیسی کہ ہزاروں سال قبل زرخیز تھی۔ آج بھی سیالکوٹ کے چاروں طرف پھیلے ہوئے میدانوں میں چاول کے علاوہ گندم و دیگر اجناس کی فصلیں اس بات کی دلیل ہیں کہ سیالکوٹ ہر دور میں سرسبز و شاداب رہا۔ یہاں انبیاء کرام کے مزارات کے علاوہ اولیاء کرام کے مزارات اپنی نورانی کرنیں بکھیر رہے ہیں۔

ایسی ہی نیک ہستیوں کا سلسلہ سیالکوٹ میں پھیلا ہوا ہے۔ ان اولیاء کرام میں حضرت امام الحق حضرت پیر مراد علی شاہؒ حضرت شاہ سیداں حضرت شہید حضرت پیر روشن شاہ ولی حضرت پیر بابل شہید حضرت پیر موہنگی حضرت پیر سرح شاہؒ حضرت امام میراں دودھ خوردار کے علاوہ سینکڑوں اولیاء کرام کے آستانے سیالکوٹ کی دھرتی پر موجود ہیں کیونکہ دنیا کی ہر بلندی کو زوال آسکتی ہے لیکن اولیاء کرام کی بلندی کو کبھی زوال نہیں آسکتی۔ دریائے چناب، دریائے توی سیالکوٹ اور گجرات کی حد بندی کرتے ہیں۔ دریائے توی کے کنارے آزاد کشمیر کے مشہور قصبہ منڈور کے تباہ شدہ شہر کے آثار موجود ہیں۔ قلعہ نما عمارات پر مغلیہ دور کی تاریخی قدیمی مسجد ہے۔ تباہ شدہ شہر منڈور میں اور اس کے گردونواح میں کئی نو گزے مزار ہیں۔ زمانے کے نشیب و فراز کے باوجود ان کے نشان نہیں مٹ سکے۔ یہاں ایسی لمبی قبروں کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے ماضی میں سیالکوٹ جانے کے لئے یہ قدیمی گزرگاہ تھی۔ جس سے ایک کچی سڑک کوٹلی براستہ کوٹلی جنگلوں سے ہوتی ہوئی سرح پور کوری بہلول پور کے قریب ہیڈ مرالہ سے ہوتی ہوئی سیالکوٹ جا نکلتی ہے۔ اس کچی سڑک کے قریب موضع کلیان، ذیب، رنگپور، علاموں خیر، کوری میں دو لمبی قبریں ہیں۔ کوری میں سادات برادری کے بزرگ حضرت سید نظام الدین کا

مزار ہے۔ جن کی اولاد گجرات کے قصبے مدینہ، معین الدین پور اور جلال پور سیداں کے علاوہ دیگر علاقوں میں آباد ہے۔ کوری میں ملک حسن کا روضہ بھی ہے۔ مقامی روایت کے مطابق ان کا تعلق ملک کھوکھر برادری سے ہے۔ جو پنجاب کے ایک وقت حکمران اور سپہ سالار بھی تھے۔ جنہوں نے راجہ جموں کی لڑکی سے شادی کی تھی۔

کوری کے قریب مشہور قصبہ بہلولپور ہے۔ بہلول پور، بہلول لودھی نے آباد کیا۔ مغل شہنشاہ ظہیر الدین بابر نے اس مشہور بستی کے راستے سفر کیا اور اپنی کتاب تزک بابری میں اس قصبہ کا ذکر کیا۔ ماضی میں بہلولپور بہت بڑی بستی گزرگاہ اور قیام گاہ تھی۔ بہلولپور بلند و بالا ٹیلہ پر واقع ہے۔ قریب ہی جنگل میں مزار ہے۔ حافظ شمس الدین گھیانوی کے قلمی نسخہ نمبر شمار 368 کے مطابق صاحب مزار کا نام ملک ہجروش ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سلیمان علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ ماضی میں بہلولپور سے کئی سڑکیں نکلتی ہیں جو دوسری طرف بالخصوص ہیڈ رسول پرانی گزرگاہوں سے جا ملتی ہیں۔ بہلولپور کے قریب ہی بازی کھوکھراں میں تین نو گزی لمبی قبریں ہیں جو سڑک کی جانب شمال ہیں۔ ماضی میں بہلولپور کے

marfatcom

قریب سے دریا عبور کر کے ایک سڑک کلووال کپور وال سے ہوتی ہوئی سیالکوٹ سے جا ملتی ہے۔ دوسری شاہراہ کوٹلی لوہاراں کھروٹہ سیداں سے ہوتی ہوئی سیالکوٹ کو جا نکلتی ہے۔ گجرات میں سے ایک سڑک براستہ نورا منڈیالہ، سیالکوٹ کو گجرات سے ملاتی ہے۔ اس شاہی سڑک پر قدیمی درختوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کی بارات اسی راستہ گجرات آئی۔ ظہور پیلس کے قریب ایک بورڈ نصب تھا جس پر تحریر تھا سیالکوٹ 37 میل ہے۔ یہیں سے کئی سڑکیں وزیر آباد، سوہدرہ، سمبڑیال کے راستے سیالکوٹ کی طرف جاتی تھیں۔ ماضی میں یہ سڑکیں حملہ آوروں کی گزرگاہیں رہی ہیں۔ ہیڈ مرالہ تعمیر ہونے پر اب جدید روڈ تعمیر ہو گئی ہے۔ پرانی گزرگاہوں کے نشان ہی باقی رہ گئے ہیں۔ تمام رونق چہل پہل اس نئی سڑک پر آ گئی ہے۔ ماضی میں یہ علاقہ خوشحال اشیائے خوردنی کی فراوانی کی بناء پر حملہ آور کی کمزوری رہا۔ برصغیر کی خوشحالی دنیا میں مثالی رہی ہے۔ غیر ملکی حکمرانوں نے بھی اسے سونے کی چڑیا کہا۔ اب بھی جدید دور کے سامراج نے مخصوص تکنیک کی بناء پر ہمارے وسائل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ یہاں قدرت کے بیش بہا خزانے ہیں۔ یہ سرزمین قدرتی دولت سے مالا مال ہے۔ اس علاقہ میں قلعہ نما ٹیلے تباہ و برباد بستیاں اس بات کی گواہ ہیں کہ یہاں ماضی میں بڑی بڑی حکومتیں قائم تھیں۔ ہیڈ مرالہ سے ایک سڑک کلووال کی طرف جاتی ہے۔ اس روڈ پر مشہور قصبے لالیاں میں قرطوش علیہ السلام کا مزار ہے۔ رتالہ میں فنیوش کا مزار ہے۔ یہ سڑک جو گوھد پور چوک کو جا ملتی ہے کپور والی میں ایک بلند و بالا ٹبہ پر 9 گز لمبا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام طرشان علیہ السلام ہے۔ یہاں گرد و نواح چند دیہات گوارے، اولکھ، پان پٹی، گنڈے والی، گوگی، ٹبی ارائیاں میں بھی 9 گز لمبے مزار ہیں جو تمام پختہ تعمیر کئے گئے ہیں۔ پگوال میں بہت بڑا قلعہ نما ٹبہ ہے پختہ 9 گز لمبا مزار ہے۔ وٹالہ جو شاہراہ روڈ پر واقع ہے قلعہ نما بلند و بالا ٹبہ پر 9 گز لمبا مزار ہے۔ مقامی آبادی بابا قطب شاہ کے نام سے پکارتی ہے ان لمبی قبروں کا سلسلہ سیالکوٹ کے شہر کے علاوہ قرب و جوار اور دور افتادہ دیہات میں ہے۔ لاڈو پنڈی میں سرکار بڑیلہ شریف کے خصیصہ حضرت صوفی غلام نبیؒ کا آستانہ مبارک ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے اسی روڈ پر مشہور قصبہ پیر سبز میں 22 گز لمبا مزار ہے۔ مزار کا رخ مشرق اور جنوب کی طرف ہے۔ صاحب مزار کا نام صفد اولؒ ہے۔ جن کا مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے اوپر چھت بھی ہے۔ مزار ایک بلند و بالا ٹیلہ پر ہے۔ گرد و نواح میں مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں۔ قدیمی ہونے کی وجہ سے برگد (بوہڑ) پیپل کے بڑے بڑے درخت صحن میں ہیں۔ اس سڑک پر نہر کے کنارے پل آر ڈی 30170 کے قریب موضع چک بگا بلند و بالا ٹبہ چوٹی پر دو نو گز لمبی قبریں ہیں جو پختہ تعمیر کی گئی ہیں اور چار دیواری بھی ہے۔ ان مزارات کے قریب مٹی کے پرانے برتنوں کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں۔ جانب مشرق بہت بڑا بڑ کا درخت ہے۔ صاحب مزار کا نام حضرت طرطوش علیہ السلام ہے۔ نہر کے کنارے مرغی خانہ کے قریب گھنے درختوں میں ایک اور 9 گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے اور چار دیواری بھی ہے قریب ہی کوٹلی ارائیاں میں سرکار بڑیلہ شریف سے فیض پانے والے حضرت سید غلام حسین شاہؒ کا آستانہ مبارک ہے کوٹلہ لوہاراں ماضی میں بہت بڑی تجارتی منڈی اور شاہراہ اعظم تھی۔ یہاں تین لمبے مزار ہیں ایک شہر کے وسط میں بوکے والی مسجد کے قریب واقع ہے یہ مزار بھی پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ چار دیواری بھی ہے۔ صاحب مزار کے قدیمی نام شمعون علیہ السلام، مرعان علیہ السلام ہیں اس مزار کے راستے میں تانگہ کے اڈہ کے قریب مزار بابا نور عالم ہے جس کے قدیمی ہونے کے آثار ملتے ہیں۔ کوٹلی

marfatcom

لوہاراں شرقی سے پرانی سڑک کھروٹہ سیداں کی طرف جانکلتی ہے۔ یہاں بھی نو گز لمبا مزار ہے اس سے آگے پریڈ میں بھی 9 گز لمبی قبر ہے۔ تیلیاں دی کوٹلی میں بھی 9 گز لمبا مزار ہے۔ ان مزارات کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ سیالکوٹ شہر میں قلعہ پیر مراد کے مزار کے قریب 9 گز لمبا مزار ہے۔ ان تمام مزارات کا نام سلسلہ نسب حضرت حافظ شمس الدین گلیانوی جو کشف القبور کے بحر بیکراں تھے، کے قلمی نسخہ انوار الشمس میں محفوظ ہیں۔ بیشتر مزارات کا سلسلہ انبیاء کرام سے جاملتا ہے۔ ان کے علاوہ سیالکوٹ چھاؤنی میں شعلہ شہید کے نام سے پکارا جانے والا مزار بھی 9 گز لمبا ہے۔

==

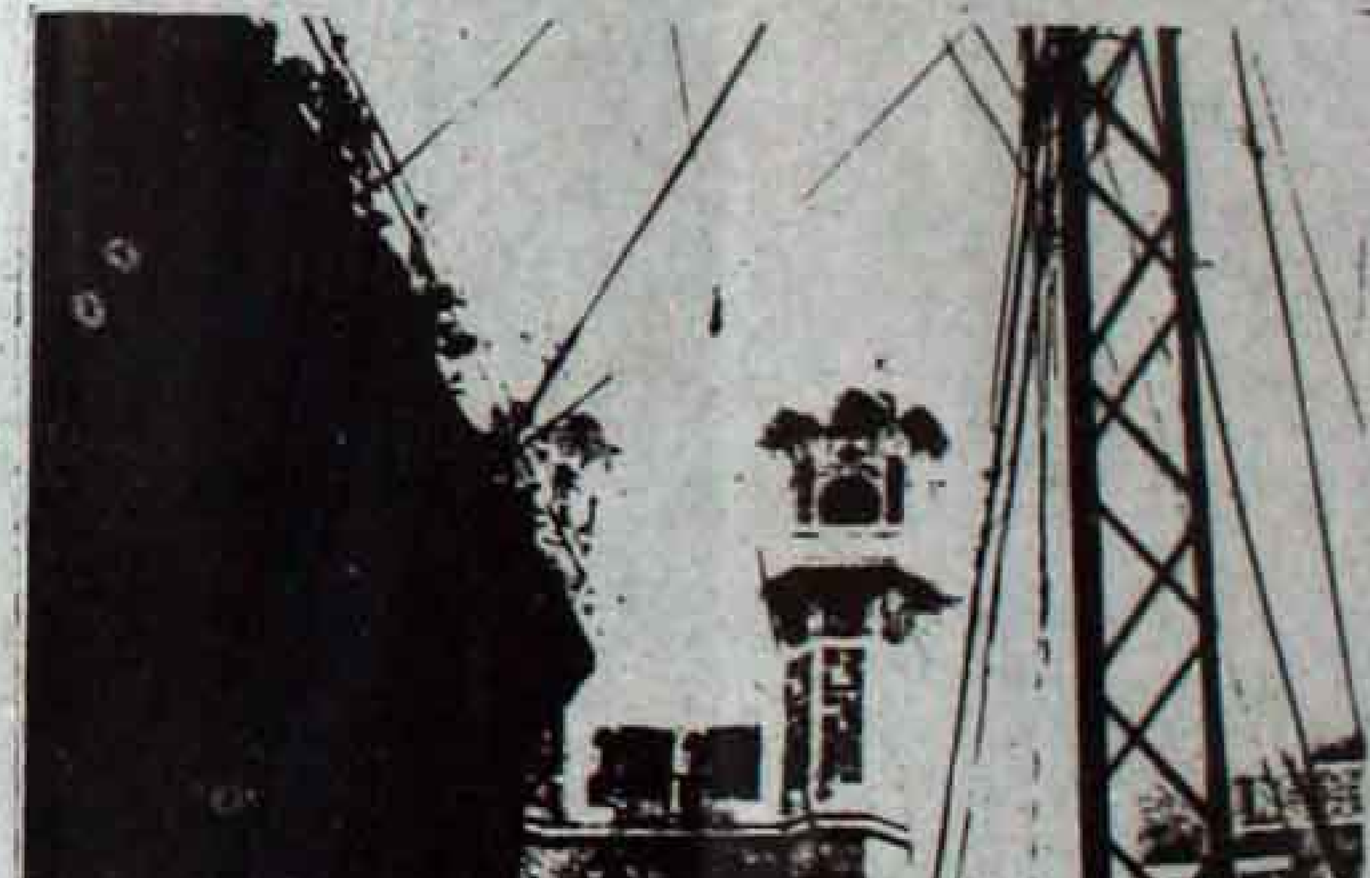

پرانی مسجد ملاں کمال محلہ کشمیری

marfatcom

کوٹلی لوہاراں مشرقی میں 9 گز لمبا مزار

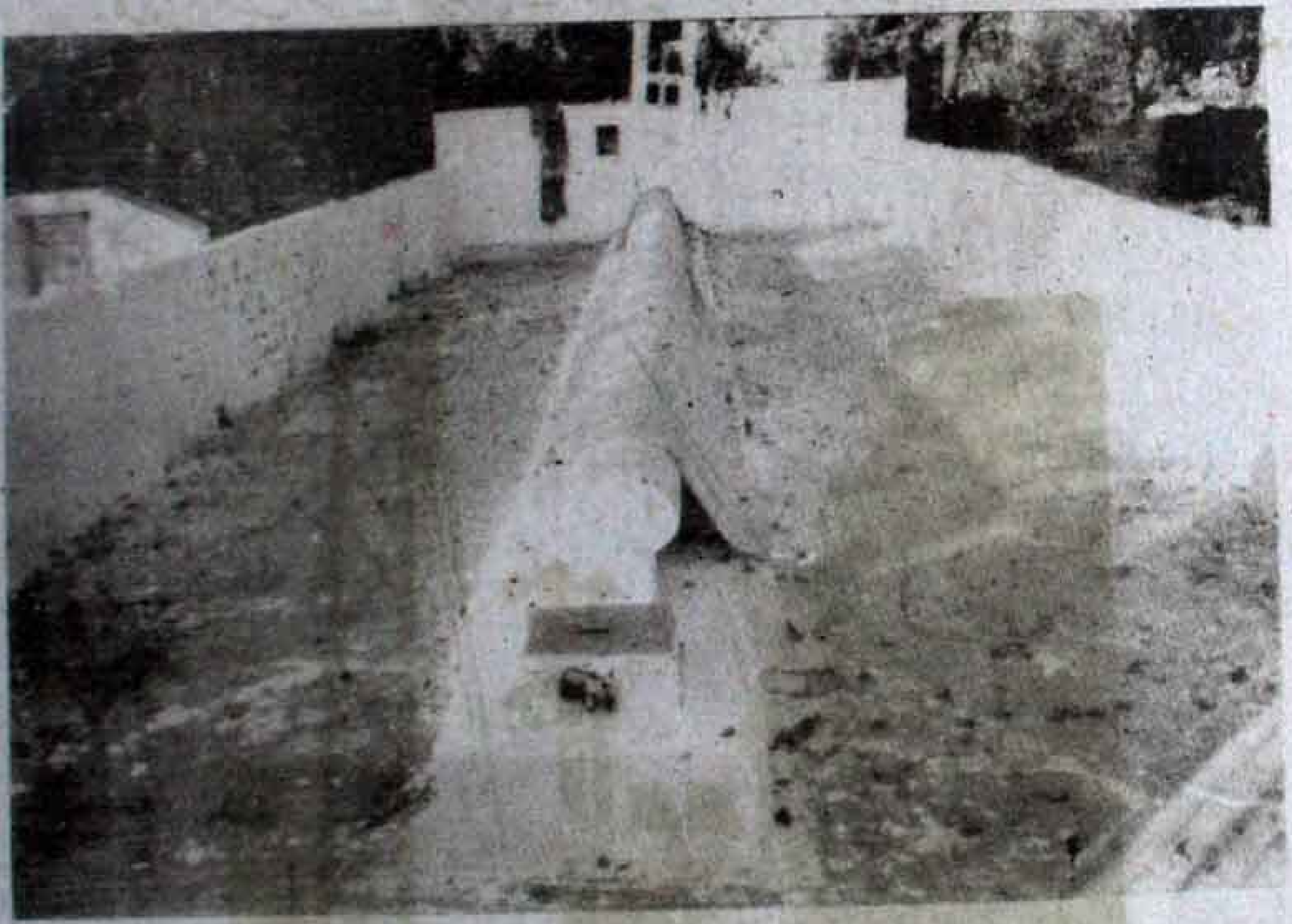

یہ مزار سیالکوٹ کے مشہور قصبہ کوٹلی لوہاراں میں ہے کوٹلی لوہاراں پرانی قدیم شاہراہ پر واقع ہے یہ سڑک برصغیر کو افغانستان مشرق وسطی سے ملاتی ہے کوٹلی لوہاراں میں تین نو گز لمبے مزار ہیں ۔ جو جانب مشرق و مغرب ہیں یہ مزار پختہ تعمیر ہے اور اس کے اوپر چھت بھی ہے ایک قدیم کھجور کا درخت بھی ہے حافظ شمس الدین گلیانوی کی لائبریری سے موصول ہونے والی قلمی دستاویزات کے مطابق صاحب مزار کا نام شمعونؑ ہے عبارت یوں تحریر ہے شمعون از اولاد جناب کلیم اللہؑ کوٹلی لوہاراں چرھدی در دیہہ متصل بو کے والی مسجد یعنی یہ مزار بو کے والی مسجد کے قریب ہے کوٹلی لوہاراں سے جو سڑک سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے اس کے دائیں بائیں کئی لمبے مزارات ہیں

marfatcom

سیالکوٹ کے مشہور قصبہ گوہدپور میں نوگز لمبا مزار

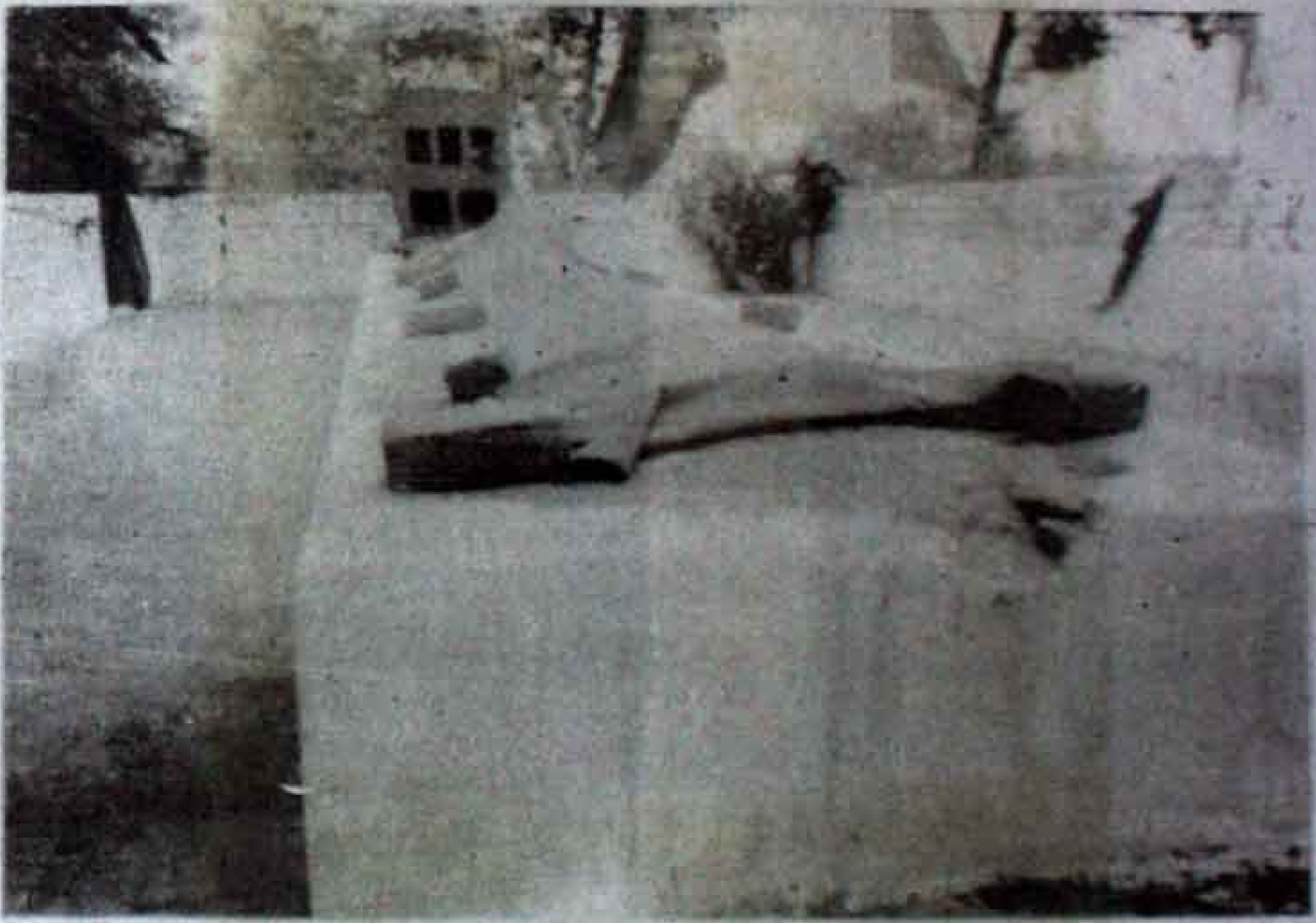

گوہدپور سیالکوٹ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سیالکوٹ سے گوہدپور کو کچی پکی سڑک جاتی ہے۔ یہ مزار گوہدپور سے شمال مشرق کی طرف درختوں کے جھنڈ میں ہے۔ مزار کی لمبائی نوگز کے قریب ہے۔ یہ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے اور چار دیواری بھی ہے۔ زائرین کے پانی پینے کے لئے نلکا بھی نصب کیا گیا ہے اور آرام گاہ بھی ہے۔ اس مزار کے قریب قدیمی سڑک بھی گزرتی ہے۔ جس کے آثار سیالکوٹ چھاؤنی تعمیر ہونے کی وجہ سے ختم ہو چکے ہیں۔ اس مزار کے چاروں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قدیمی بستیوں کے قرب وجوار میں نوگز لمبے مزارات پائے جاتے ہیں اور ان نوگز لمبے مزارات کے قریب ٹبوں ٹیلوں اور آبی گزرگاہوں کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ گوہدپور کے اس نوگز لمبے مزار پر قرب وجوار سے عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں اور بطور تبرک تیل اور خاک اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔ مزار کے قریب ہی ایک قدیمی آبی گزرگاہ بھی ہے۔ مزار کے سرہانے چراغ دانی بنائی گئی ہے۔ پہلے یہ مزار کچا تھا جو پرانی اینٹوں اور پتھروں سے تعمیر تھا۔ اب اہل دیہہ نے اسے پختہ تعمیر کر دیا ہے۔

--

marfat.com

ہیڈ مرالہ روڈ کے قریب مل جہاں ٹبہ ممارا ملکہ میں نو گز لمبا مزار

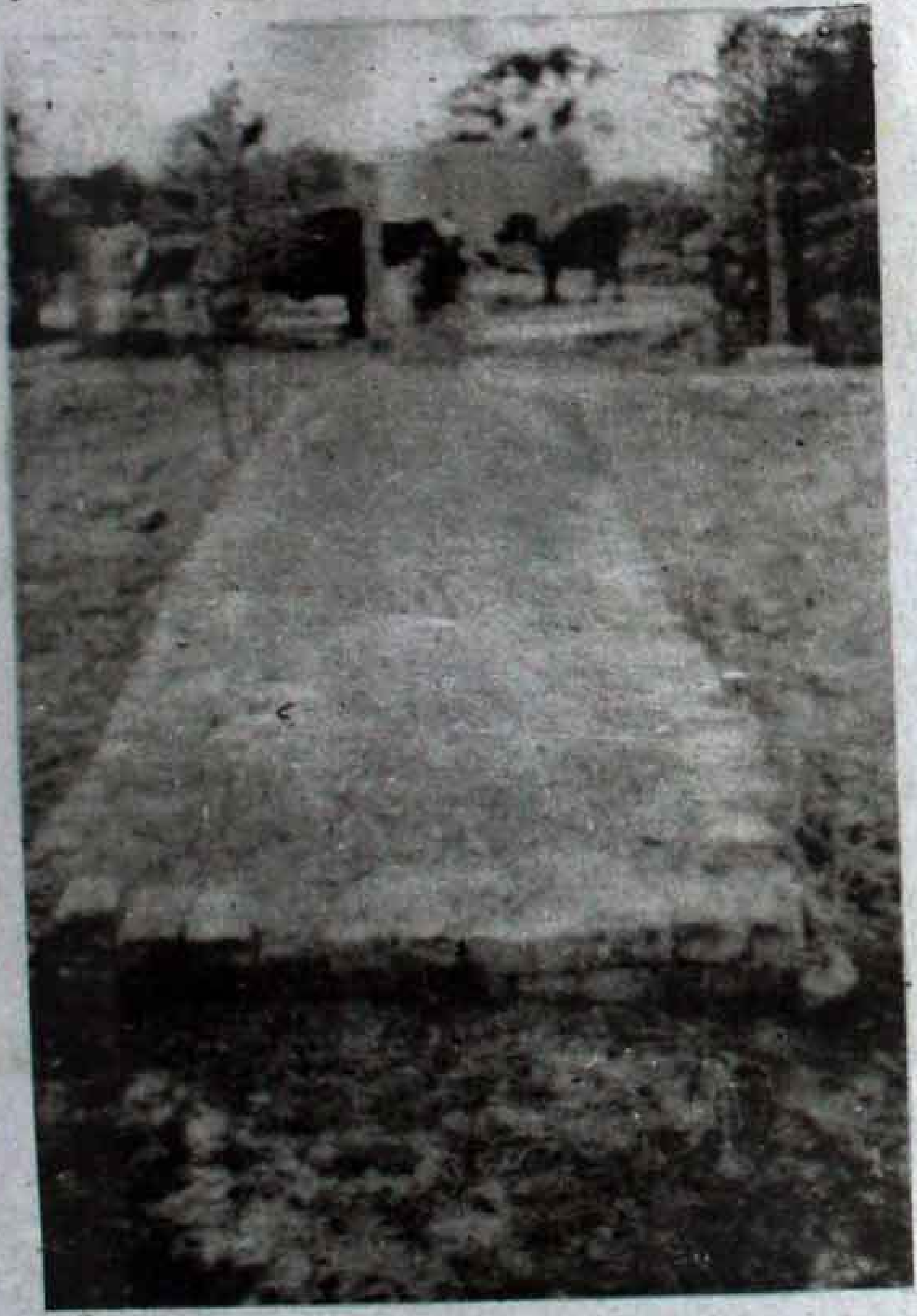

ہیڈ مرالہ روڈ پر کوٹلی لوہاراں کے قریب شیرپور کا بہت مشہور ٹبہ بھی ہے۔ اس ٹبہ سے ایک سڑک آستانہ عالیہ کوٹلی آرائیاں کی طرف جاتی ہے۔ شیرپور کے جانب شمال ایک سڑک مشہور قصبہ دھنی چند کی طرف جاتی ہے۔ دھنی چند سے تھوڑے فاصلے پر مل جہاں کے قریب ٹبہ ممارا ملکہ پر نو گز لمبا مزار ہے۔ ٹبہ کے جانب مغرب ایک آبی گزرگاہ بھی ہے۔ اس تباہ شدہ بستی کے جانب جنوب جھاڑیوں اور سرکنڈوں کے نیچے پرانے زمانے کا ایک کنواں بھی دریافت ہوا جو چھوٹی چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کنواں سے ایک پتھر بھی برآمد ہوا جس پر بکرمی سن کی کوئی تاریخ درج تھی جو کہ پڑھی نہ جاسکی۔ تباہ شدہ ٹبہ کے قریب صاف شفاف میٹھے پانی کی آبی گزرگاہ اس بات کی داعی ہے کہ کسی زانے میں یہاں کوئی شہر تھا جو کسی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ قدیم دور میں انسانی آبادیاں پانی کے کنارے ہوا کرتی تھیں۔ پانی کے لئے انسانوں میں جنگ و جدل اور معرکے ہوتے تھے۔

marfatcom

کوٹلی لوہاراں کے جانب مغرب نو گز لمبا مزار

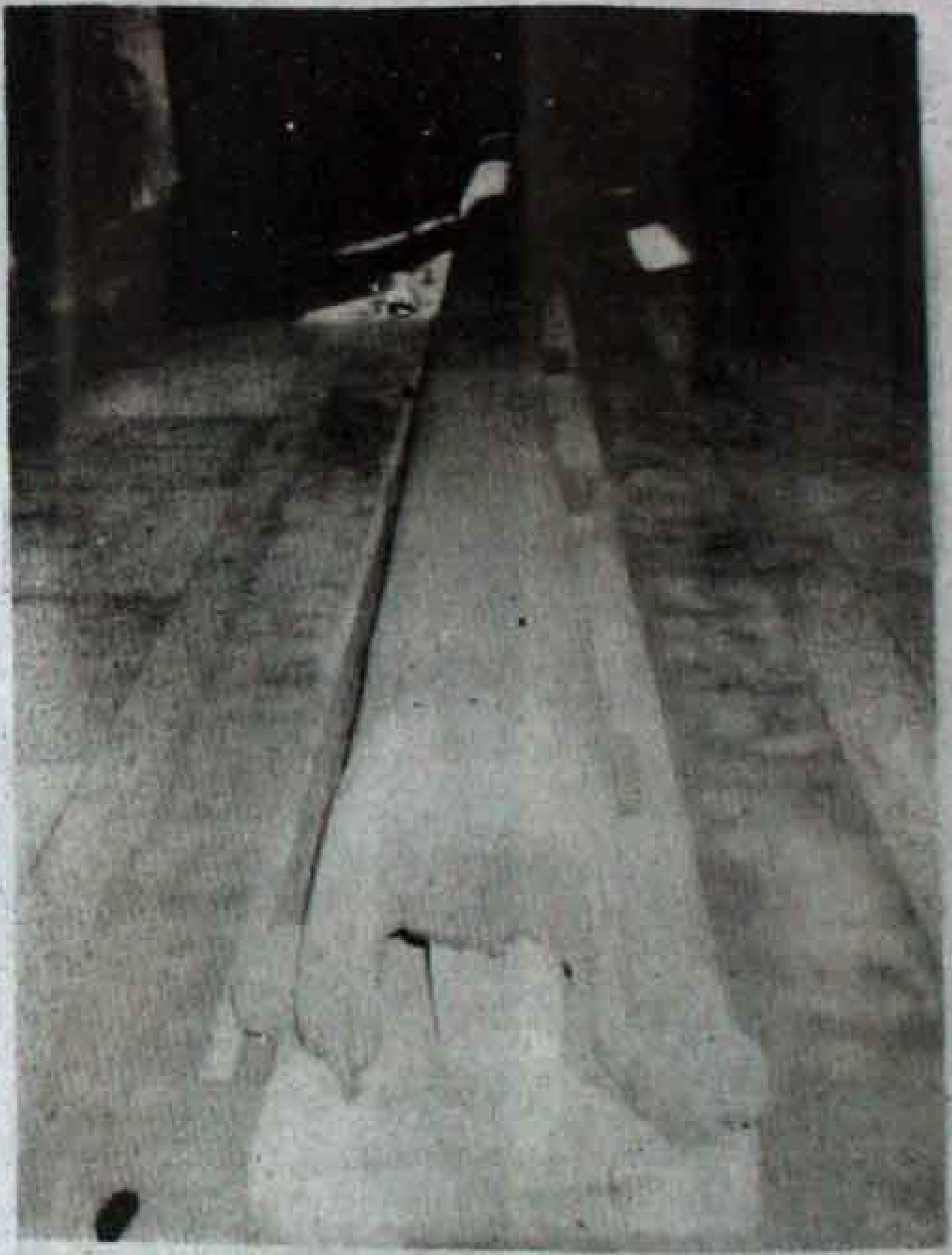

یہ مزار کوٹلی لوہاراں کی مشہور مسجد عیدگاہ کے جانب مغرب واقع ہے جدید سڑک جو سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے اس مزار کے جانب مغرب سے گزرتی ہے یہ مزار بھی پختہ تعمیر ہے اور چند درویش یہاں مقیم ہیں جو اسکی دیکھ بھال کرتے ہیں سیالکوٹ کی سرزمین انتہائی زرخیز ہے اس کے قدیمی ہونے کے آثار پانچ ہزار سال اور اس کے اوپر تک ہیں مزار پختہ تعمیر ہے اس کی چار دیواری بھی ہے اور نو گز لمبا ہے ، سیالکوٹ میں دریائے چناب کے علاوہ دریائے جموں توی اور بے شمار ندی نالے قدم قدم پر بہتے ہیں اس پانی نے اس علاقے کو رونق بخشی ہے جہاں قدیمی بستیوں آبادیوں کے نشان ملتے ہیں میدانی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں اجناس کی خوب فراوانی رہی ہے

marfatcom

کوٹلی لوہاراں کے قریب ایک قدیمی مزار

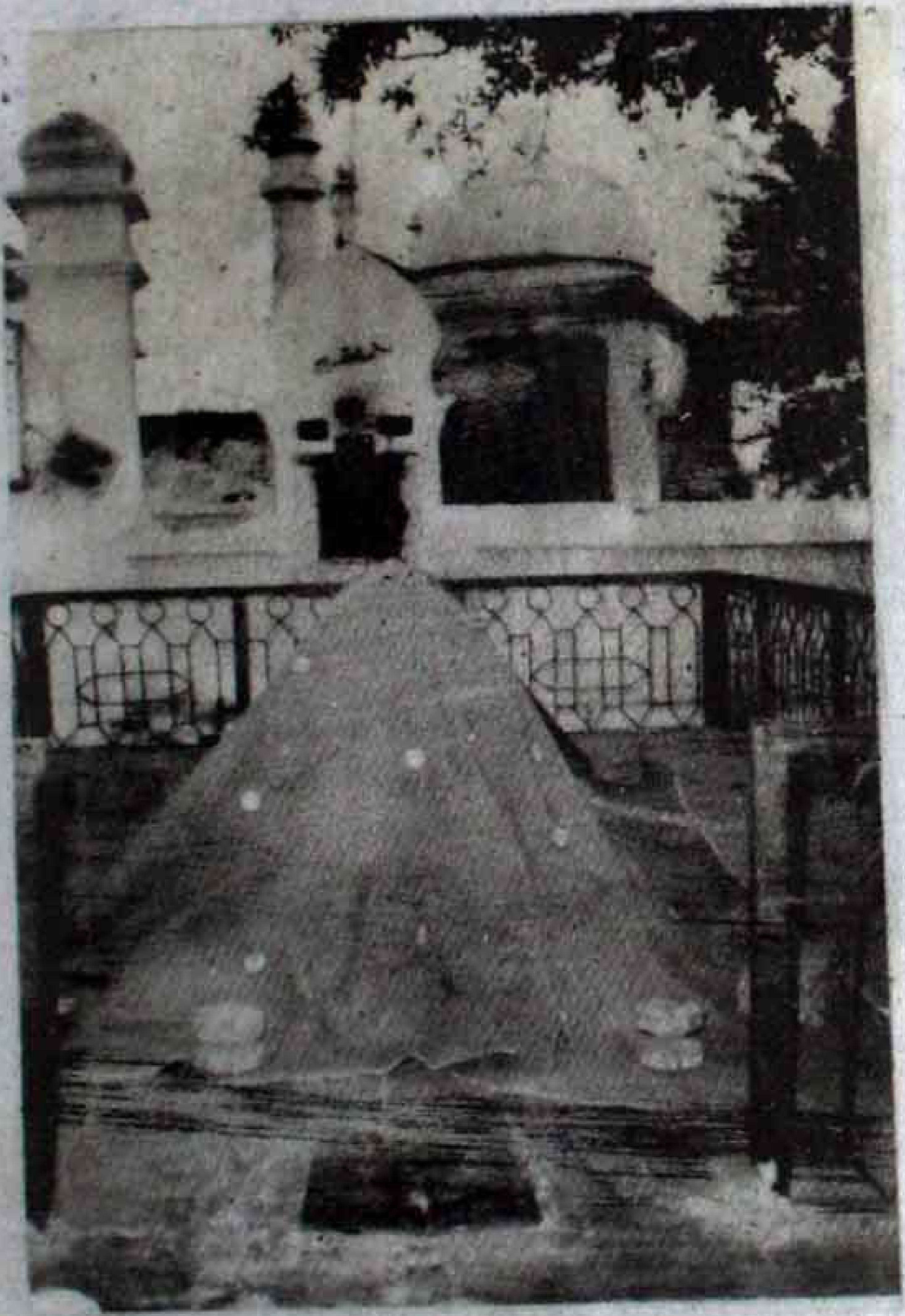

کوٹلی لوہاراں ایک انتہائی قدیمی قصبہ ہے ۔ جس کے جانب مشرق مغرب 9 گز خانقاہیں بھی ہیں ۔ اور قدیمی شاہراہ جو برصغیر کو مغرب سے ملاتی تھیں یہاں سے گزرتی ہے ۔ گردو نواح میں انسانی ضروریات کی اجناس جو پیدا ہوتی تھیں اس کی یہ بہت بڑی منڈی تھی ۔ کوٹلی لوہاراں دو حصوں پر مشتمل ہے ۔ ایک شرقی اور دوسری نئی کوٹلی لوہاراں مغربی سڑک کے کنارے پر ہے ۔ یہ مزار پرانی کوٹلی لوہاراں میں آبی شاہراہ کے قریب جہاں آجکل ٹانگوں کا اڈہ ہے ۔ وہاں واقع ہے اس مزار کے قریب اور بھی قدیمی قبریں ہیں

marfatcom

سیالکوٹ کی کلووال روڈ کے قریب موضع ٹنگل میں نو گز لمبا مزار

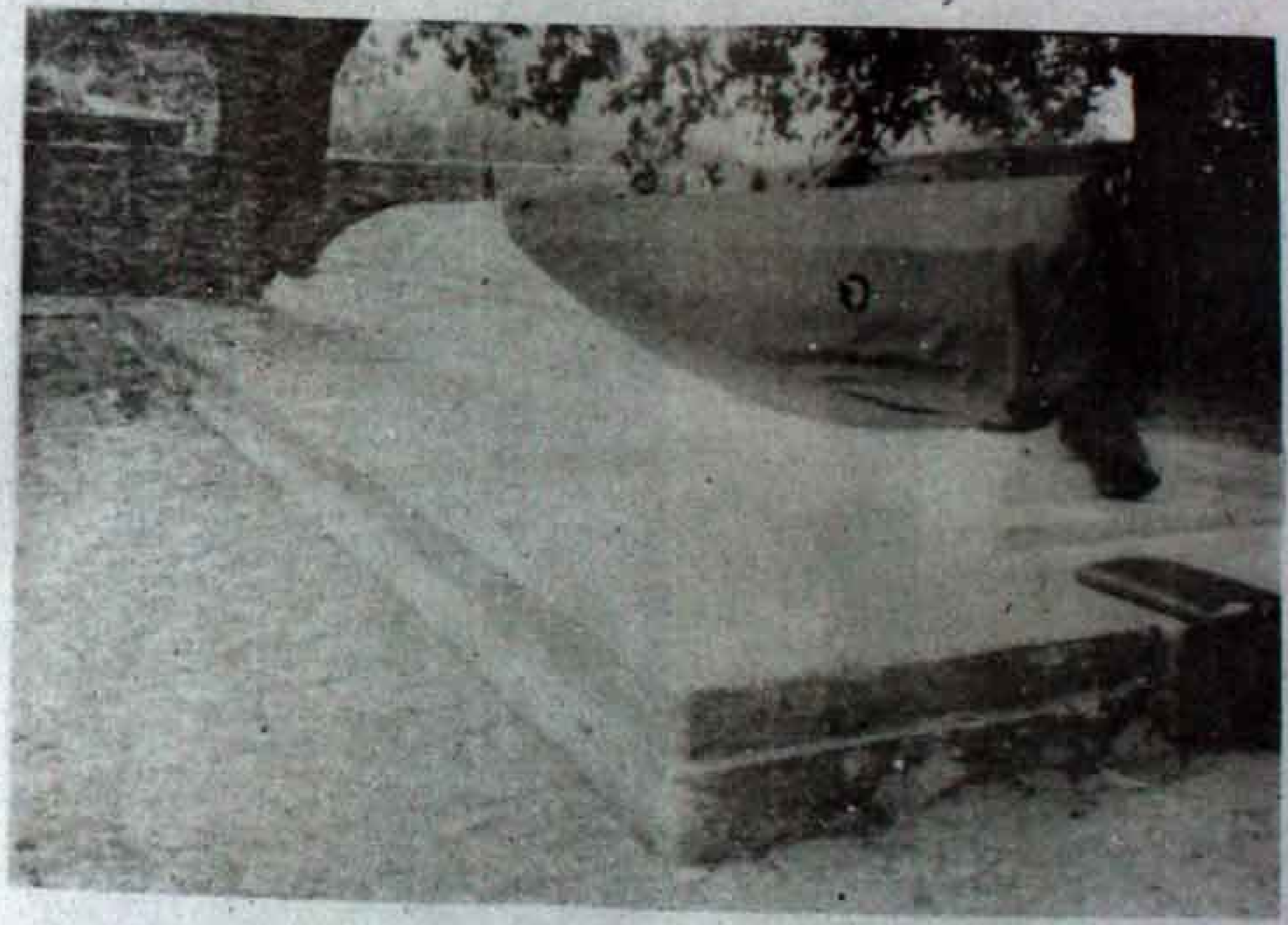

دریائے چناب کے کنارے بہلول پور سے نکلنے والی قدیمی سڑک جو کلووال سیالکوٹ کے نام سے مشہور ہے، سیالکوٹ قلعہ کی طرف جا نکلتی ہے۔ یہی قدیمی سڑک شہر کے جانب مغرب گزرتی ہوئی پسرور کی جانب جا نکلتی ہے۔ جدید بستیاں اور نئی سڑکیں تعمیر ہونے کی وجہ سے قدیمی شاہراہوں کے نشان مٹتے جا رہے ہیں۔ تاہم کلووال روڈ کے جانب جنوب اور سیالکوٹ روڈ کے درمیانی علاقہ میں بیشتر دیہات میں نو گز لمبے مزارات اور ٹبے ٹیلے ہیں یہ مزار موضع ٹنگل میں ہے موضع ٹنگل سیالکوٹ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر سڑک کے جانب شمال ہے۔ مزار کی لمبائی نو گز ہے۔ پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے مجاور نے بتایا کہ ہم نے یہ مزار اہل دیہہ کے تعاون سے تعمیر کروایا ہے۔ اہل دیہہ کی مقامی آبادی عقیدت و احترام سے مزار پر حاضری دیتی ہے۔ یہ مزار ٹنگل کے نمبردار محمد اسلم کی زیر نگرانی تعمیر ہوا تھا۔ مزار کے قریب قدیمی درخت بھی ہے۔ مقامی آبادی کے بزرگ نے بتایا کہ جب بھی ہمیں کوئی مشکل پیش آتی ہے ہم یہاں حاضری دیتے ہیں اور ہماری پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ مزار کا صحن پھولدار اور رنگدار تختیوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔

marfat.com

لالیاں سیالکوٹ میں فرطوش ؑ کا مزار

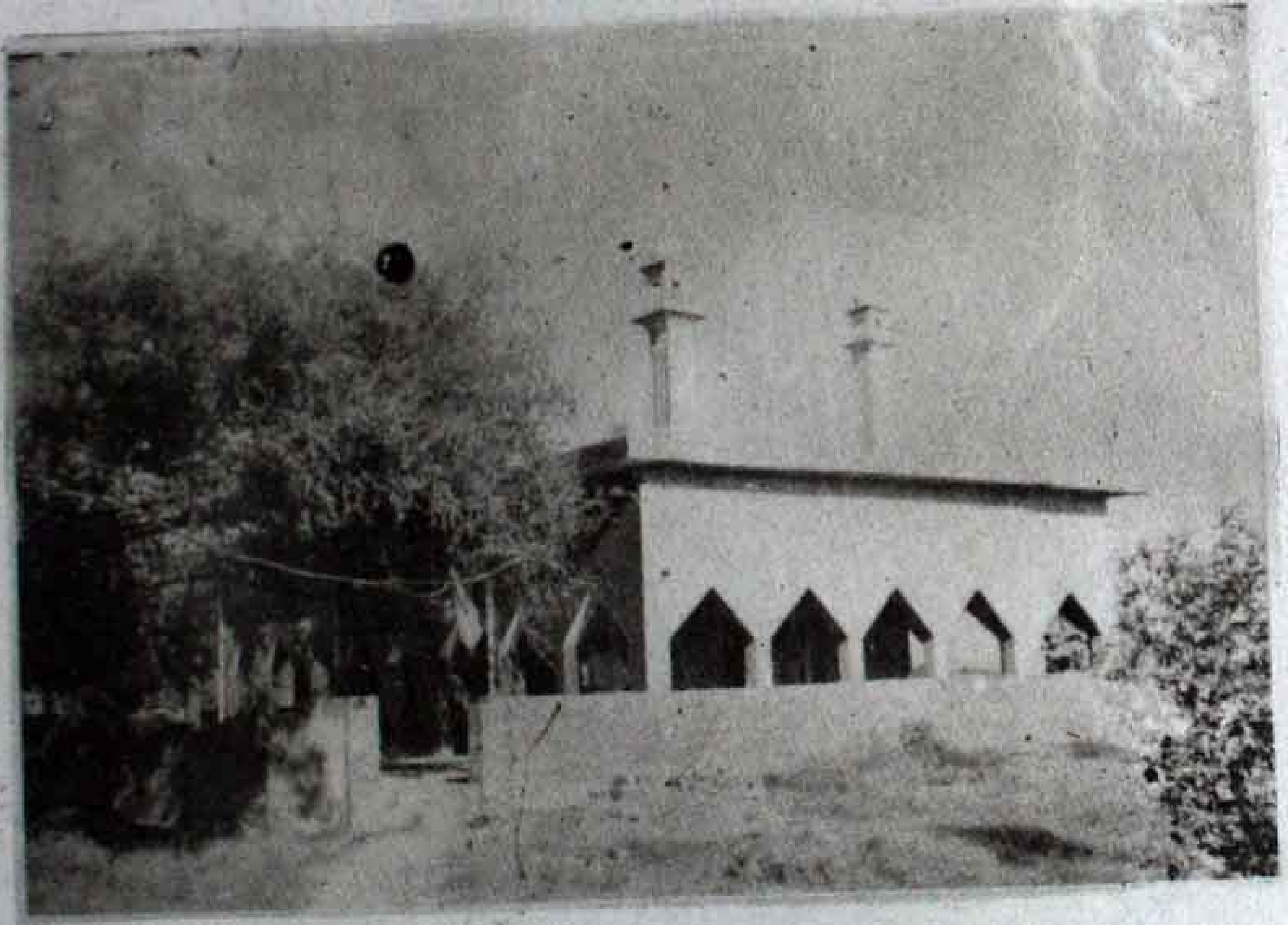

یہ مزار سابق گزرگاہ چک سیداں المعروف لالیاں میں قبرستان کے جانب شمال واقع ہے ،مزار کی لمبائی نو گز ہے پختہ تعمیر ہے اور اسکی چار دیواری بھی بنائی گئی ہے سابقہ پتن جو بہلول پور اور کلووال کے نام سے مشہور تھا جس کی وجہ سے قافلے ان دو پتنوں کے ذریعے دریا کو عبور کرتے جس کی وجہ سے یہ علاقہ کافی پر رونق رہا ، حافظ شمس الدین گلیانوی نے اپنے علم کشف کے ذریعے 1890 کے لگ بھگ ان مزارات کی نشاندہی کی اور ان پر حاضری دی انہی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 326 نمبر شمار 401 کے مطابق صاحب مزار کا نام فرطوش ؑ ہے اور صاحب مزار حضرت موسیٰ ؑ کی اولاد سے بتائے گئے ہیں ۔ شجرہ میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ یہ مزار برلب دریائے چناب واقع ہے عقیدت مندوں نے مزار کو جدید انداز میں تعمیر کروایا ہے

marfatcom

رتالہ نزد کلووال ضلع سیالکوٹ میں نو گز لمبا مزار

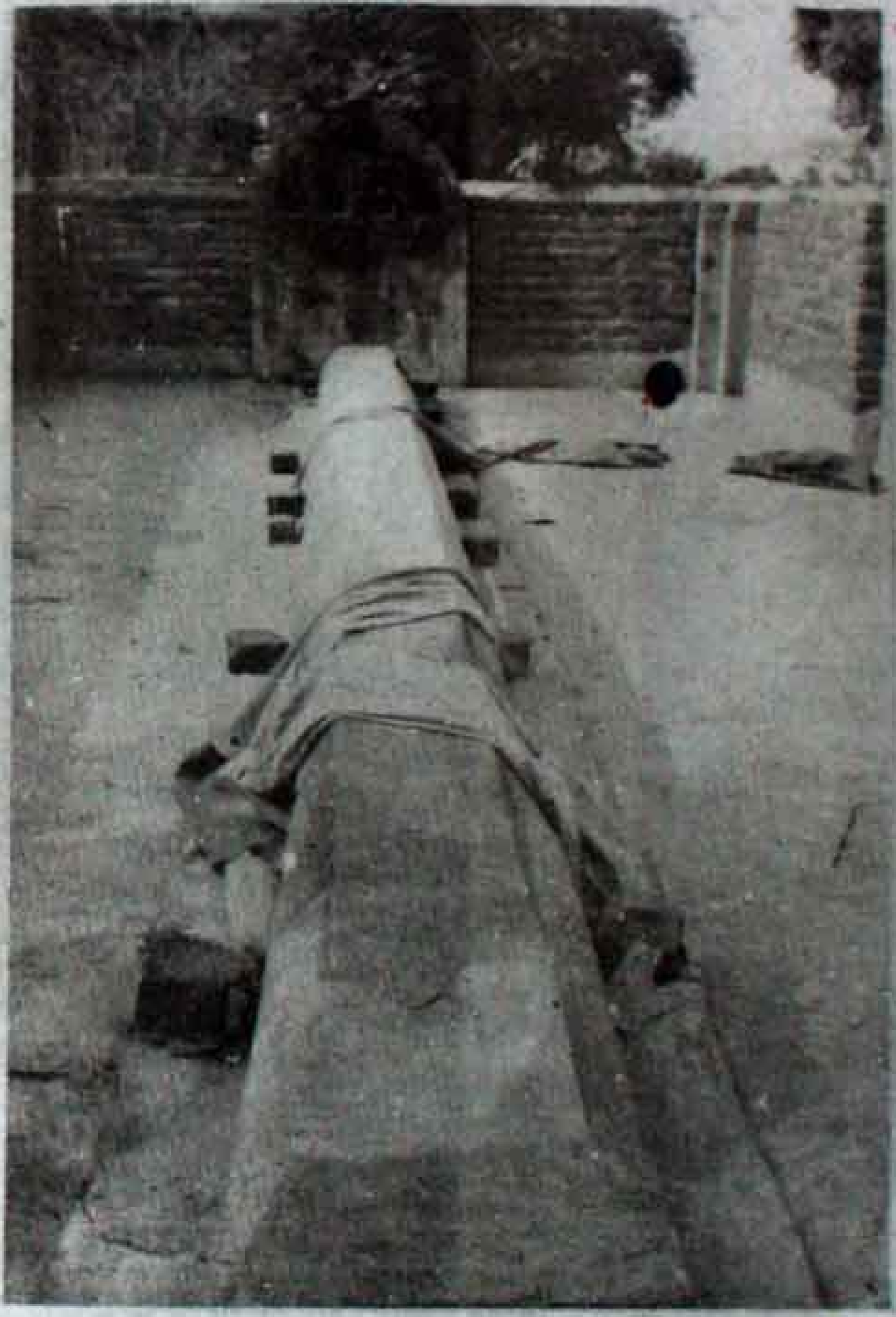

یہ مزار مشہور قصبہ رتالہ میں ہے جو قدیمی شاہراہ جو مغرب اور مشرق کو ملاتی
تھی وزیائے چناب کے قریب واقع ہے مزار پختہ تعمیر ہے اور اس کی لمبائی نو گز
کے قریب ہے قریب ہی حضرت سید اصغر علی شاہ صاحب کا آستانہ مبارک ہے
جس کی وجہ سے رتالہ کو رتالہ شریف کے نام میں پکارتے ہیں۔ حافظ صاحب کے
قلمی نسخہ کے صفحہ 325 نمبر شمار 386 کے مطابق صاحب مزار کا نام فنیوش ہے
جو حضرت یوسف کی اولاد سے بتائے گئے ہیں

marfatcom

سیالکوٹ ہیڈ مرالہ روڈ کے قریب کوٹلی تیلیاں میں نو گز لمبا مزار

یہ مزار سیالکوٹ ہیڈ مرالہ روڈ کے قریب کوٹلی تیلیاں میں ہے۔ مزار کی لمبائی نو گز ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار پر چھت بھی ہے۔ مقامی آبادی کے چند بزرگوں نے بتایا کہ جب سے یہ گاؤں آباد ہوا ہے یہ مزار اس سے پہلے کا ہے۔ مقامی آبادی اس مزار کو پیر ہرا کے نام سے پکارتی ہے۔ تیلیاں دی کوٹلی کے قریب کالا کھمبراں والا کا مشہور ٹبہ ہے جو کسی تباہ شدہ بستی کی نشاندہی کرتا ہے۔ کوٹلی تیلیاں کے بالمقابل موضع حسن وال میں بھی نو گز لمبا مزار ہے۔ یہ مزار محمد نذیر کے گھر کے صحن میں ہے۔ کوٹلی تیلیاں کے قریب ماچھی کھوکھر میں بھی قدیمی مزار ہیں۔ اس علاقہ میں یہ نو گز لمبے مزار

قدیمی شاہراہ کے قریب قریب ہیں۔ کئی تباہ شدہ بستیاں ٹبے ٹیلے اس بات کا ثبوت ہیں کہ ماضی میں یہاں کوئی تہذیب آباد تھی جو حالات زمانہ کے ساتھ صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ تاہم ان کی باقیات کے نشان پرانی تہذیب کی نشاندہی کرتے ہیں سیالکوٹ ہیڈ مرالہ روڈ ایک قدیمی راستہ ہے کابل اور کوہستان نمک سے آنے والے قافلے حملہ آور اس راستہ سے گزر کر وسطی ہند اور جموں کی طرف جاتے تھے۔ زرخیز علاقہ ہونے کی وجہ سے یہ خطہ انسانی آبادیوں کا مرکز رہا۔

marfatcom

سیالکوٹ میں پیر سبز کا مزار

سیالکوٹ میں امام صاحب اور پیر مراد کا جتنا مقام ہے اتنا ہی احترام پیر سبز کا بھی ہے پیر سبز کو جانے کے لیے ہیڈ مرالہ کی نہر کے کنارے پٹڑی پیر سبز مزار کو جاتی ہے دوسرے مزارات کی طرح پیر سبز بھی بلند و بالا ٹبے پر واقع ہے یہ مزار شمال جنوب کی بجائے مشرق اور مغرب کی سمت میں ہے مزار کی لمبائی نو گز سے زیادہ ہے حافظ صاحب کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 324 نمبر شمار 355 پر صاحب مزار کا نام صفد آول ہے ، مزار پر ہر سال بڑی عقیدت و احترام سے عرس منایا جاتا ہے اور یہ عرس کئی روز تک جاری رہتا ہے اس علاقہ میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نو گزی قبریں ہیں جو پختہ تعمیر ہیں ۔ مزار پختہ تعمیر ہے اور اسکے اوپر چھت بھی ہے اور ساتھ ہی بڑے بڑے بوہڑ کے قد آور درخت بھی ہیں یہ علاقہ چاول کی فصل کے لئے مشہور ہے

marfat.com

کوٹلی ارائیاں کے قریب نہر کے کنارے 9 گز لمبا مزار

ہیڈ مرالہ سے ایک سڑک سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے۔ اسی سڑک کے کنارے دو نہریں نکالی گئی ہیں۔ یہ مزار کوٹلی ارائیاں کے جانب جنوب نہر کے کنارے مرغی خانہ کے قریب ہے۔ مزار کی لمبائی 9 گز کے قریب ہے۔ چار دیواری بھی ہے۔ اس مزار کے قریب چک بگا کے ٹبہ پر دو نو گز لمبے مزار ہیں۔ ان دونوں مزارات کی لمبائی 9 گز کے قریب ہے۔ یہ دونوں مزار بھی پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ مزار کے قریب ایک بہت بڑا بوہڑ کا درخت ہے۔ جس کی شاخیں بہت رقبہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ صاحب مزارات کے نام حضرت طرطوش اور حضرت سلوا ہیں۔ مزار کے قریب ہی مشہور شہر کوٹلی لوہاراں غربی بھی ہے۔ یہ تینوں مزار کسی صاحب نظر نے پختہ تعمیر کر دیئے ہیں۔ اور چار دیواریاں بھی ہیں۔ مزار کے قریب سے گزرنے والے سڑک ہزاروں سالہ قدیمی روڈ کلووال سے جا ملتی ہے۔ کلووال روڈ پر بھی کئی پرانے ٹبے ٹیلے اور 9 گز لمبے مزار ہیں۔ پرانی تہذیبوں کے نشان ان قدیمی گزرگاہوں کے گردونواح پائے جاتے ہیں۔

marfatcom

سیالکوٹ میں پیر سبز کے قریب چک بگا میں دو نو گز لمبے مزار

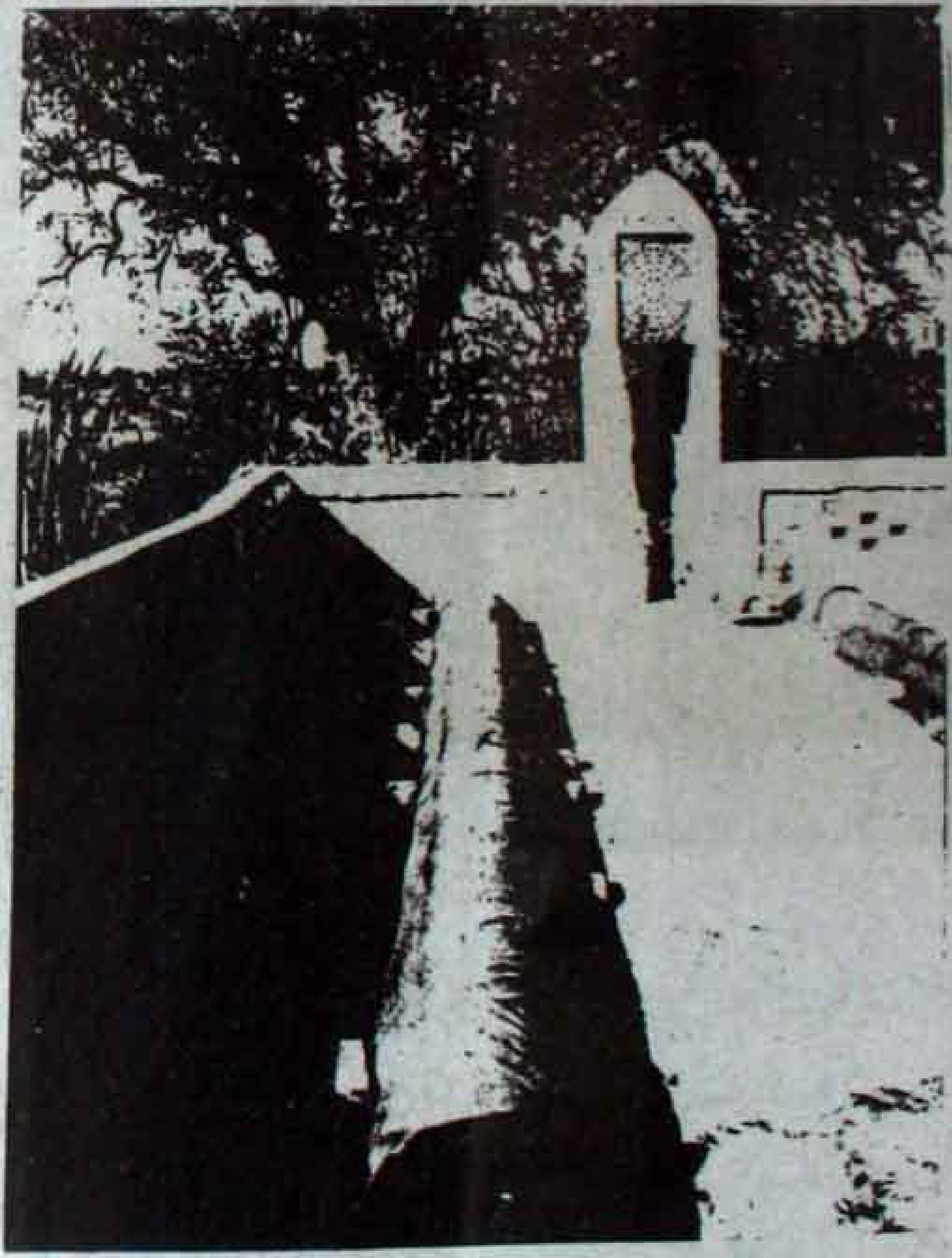

سیالکوٹ میں پیر سبز کا مزار بہت ہی مشہور و معروف ہے اسیؒ مزار کے تھوڑے سے فاصلہ پر چک بگا کے بلند بالا ٹبے پر دو نو گز لمبے مزار ہیں یہ ٹبہ گاؤں سے جانب مشرق کافی بلندی پر ہے۔ جہاں مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں اور قریب ہی ایک بہت بڑا بوہڑ کا درخت ہے دونوں مزارات پختہ تعمیر ہیں حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 326 نمبر شمار 409 کے مطابق ایک صاحب مزار کا نام سلو آلامؒ نام ہے جبکہ دوسرے صاحب مزار کا نام طرطوشؒ ہے، یہ مزار نہر اپر چناب کے قریب واقع ہیں

marfatcom

ہیڈ مرالہ کے قریب پیر لگھا کی بیٹھک (سیالکوٹ)

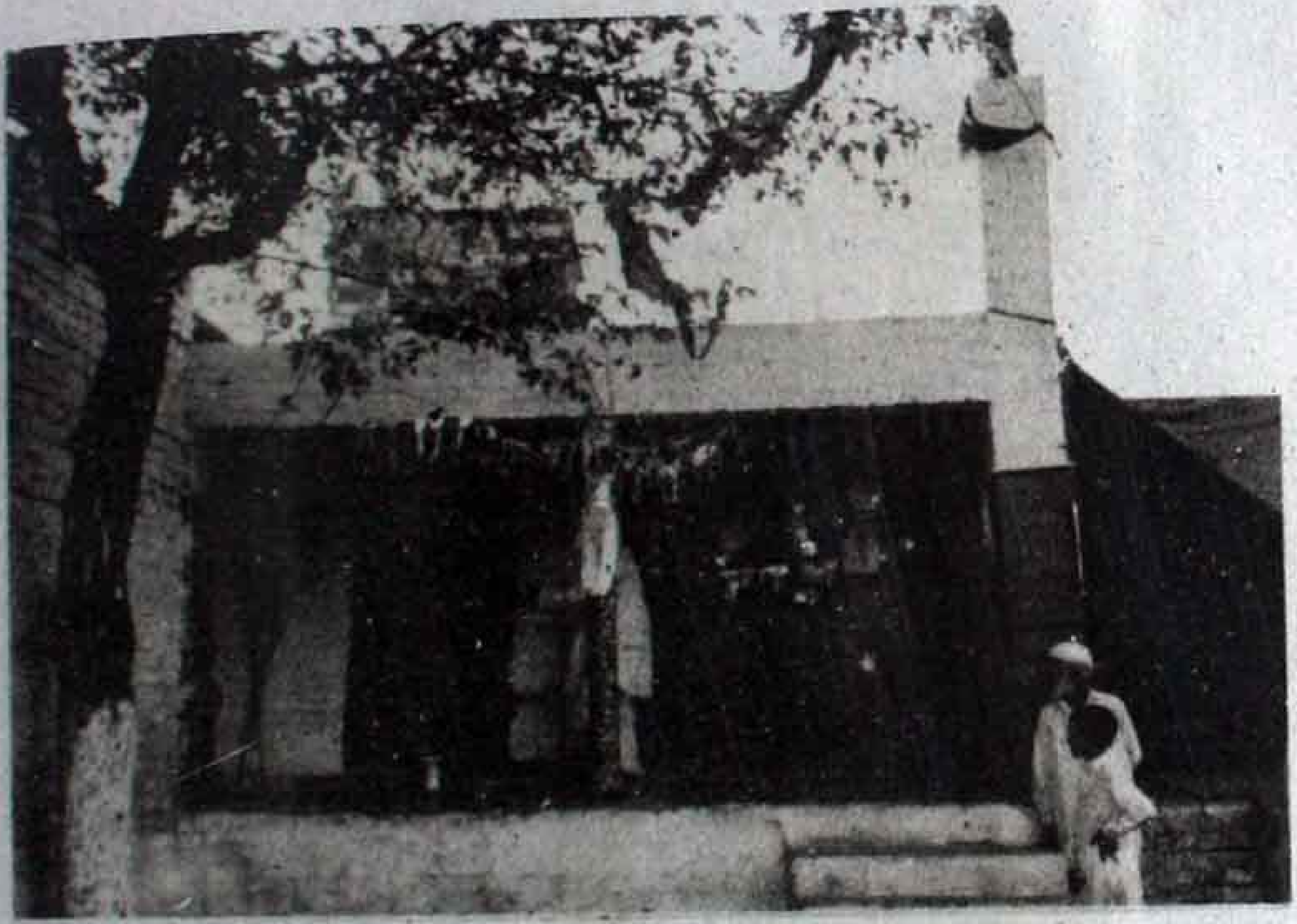

ہیڈ مرالہ سے ایک سڑک سید پور کی طرف نکلتی ہے۔ اس سڑک پر ایک مشہور قصبہ اٹھل پور ہے یہاں ایک درویش پیر گگا کی بیٹھک ہے جس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ کے زمانے میں یہاں سانپ حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ ان سانپوں کی چارپائی بنا کر اس پر سو جاتے اور صبح کے وقت وہ سانپ مار دیئے جاتے۔ آج بھی سپیرے سانپوں کے شوقین حضرات عرس کے موقع پر دور دراز سے یہاں آکر حاضری دیتے ہیں۔ بیٹھک کے قریب ایک پانی کا تالاب ہے جس کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اس میں نہانے سے جسمانی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

marfatcom

ہیڈ مرالہ کے قریب شاہ بخاری کا مزار (سیالکوٹ)

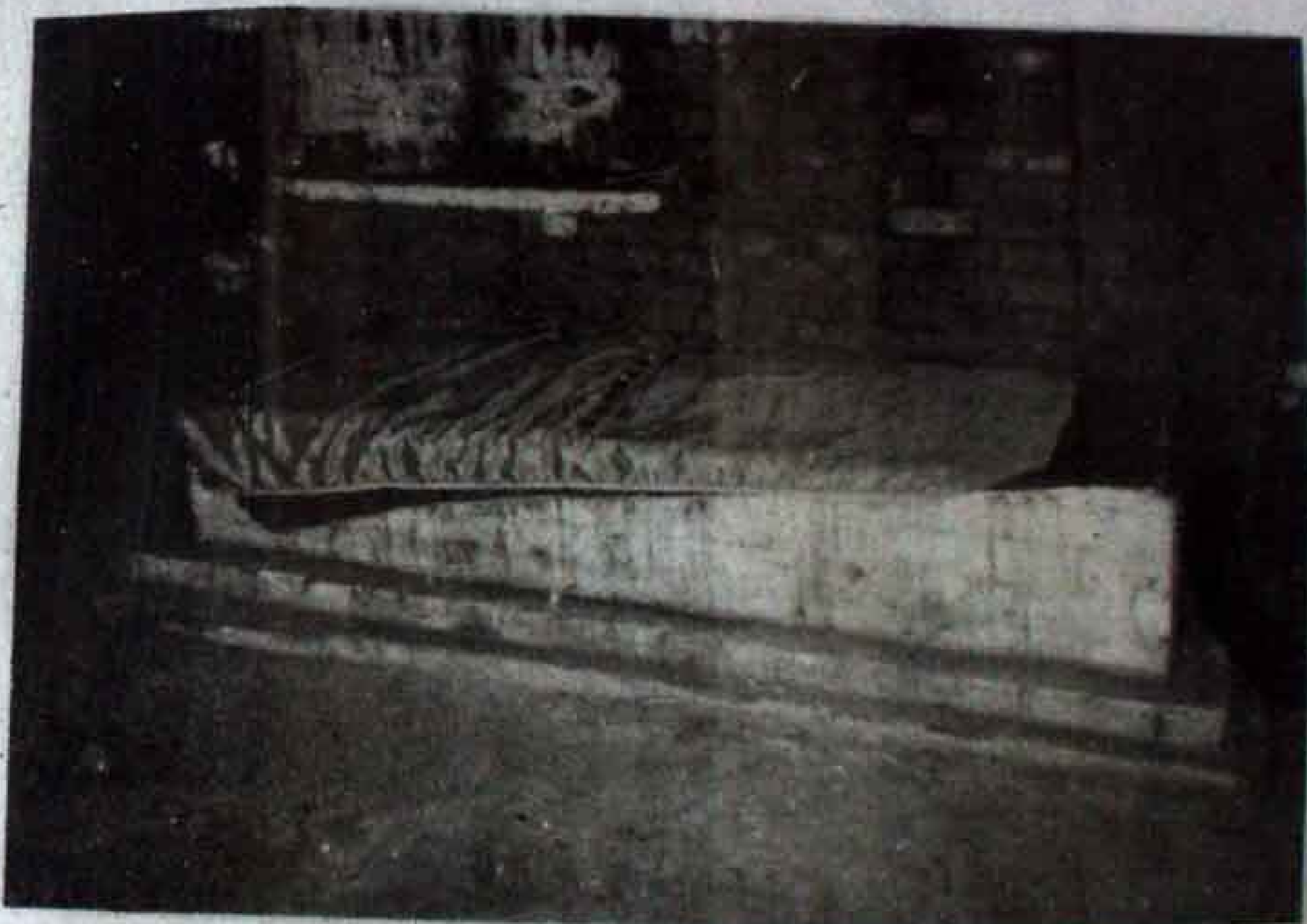

ہیڈ مرالہ سے ایک سڑک سید پور کی طرف جاتی ہے سڑک کے کنارے مشہور گاؤں احمل پور کے قریب آپ کا مزار مبارک ہے ۔ آپ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے ۔ کہ آپ کا مزار دریا کے کنارے کسی تباہ شدہ بستی میں تھا۔ دریا میں طغیانی کی وجہ سے آپ کے مزار کا تابوت اس جگہ آکر ٹھہرا جہاں کے آجکل آپ کا مزار مبارک ہے ۔ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ گردونواح کے لوگ عقیدت واحترام سے حاضری دیتے ہیں۔ اور ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے ۔ دریا کی وجہ سے یہاں قدیمی بستیاں پائی جاتی ہیں۔ جو سیلاب کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئیں۔

marfatcom

لاڈو پنڈی نزد ہیڈ مرالہ نو گز لمبا مزار

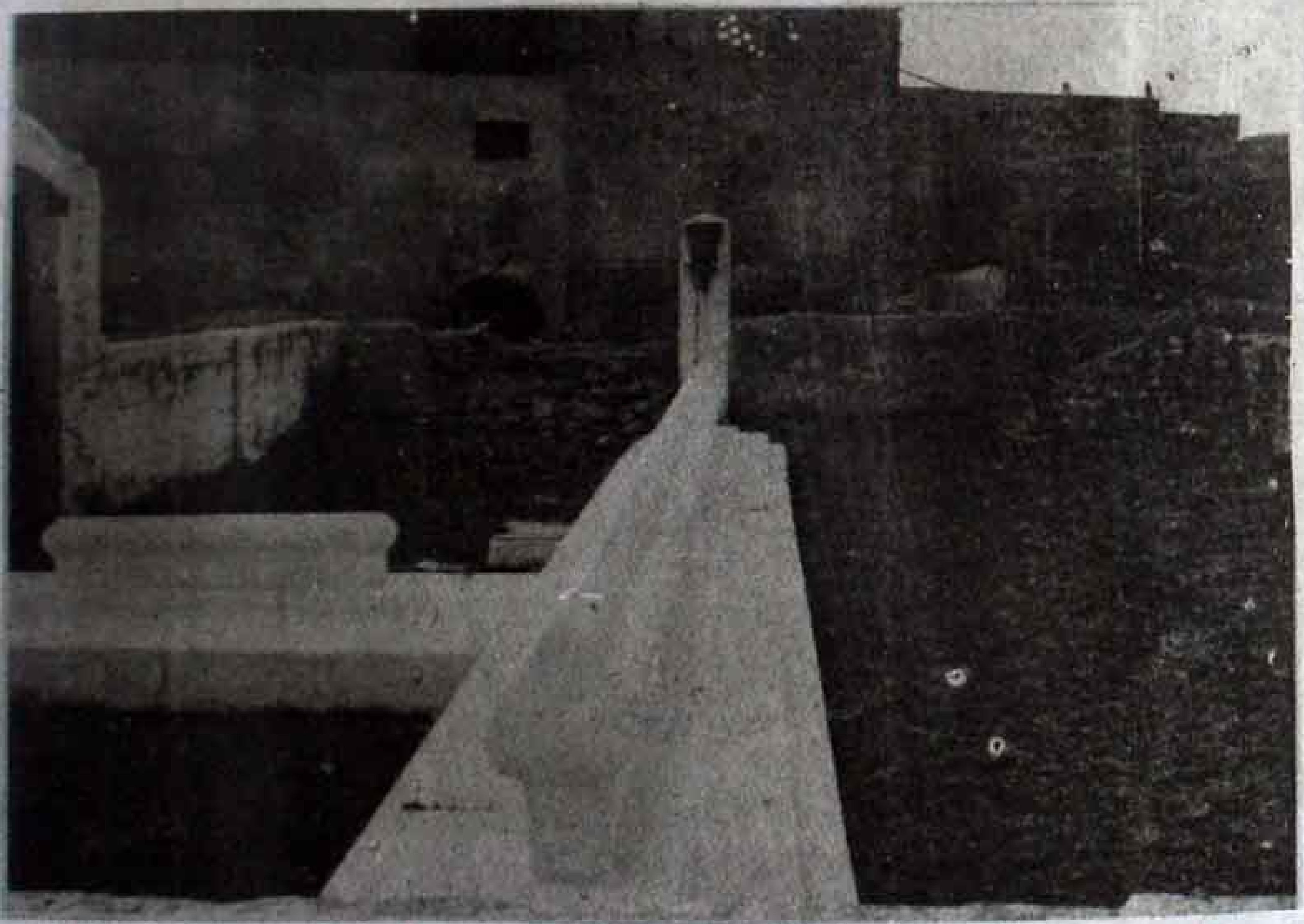

ہیڈ مرالہ سے ایک سڑک کوٹلی لوہاراں سے گزر کر سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے ۔ قلعہ سیالکوٹ کی طرف جا نکلتی ہے ۔ ایک اور سڑک جو حالیہ دنوں بند پر تعمیر کی گئی ہے ۔ جو سید پور کی طرف جاتی ہے ۔ لاڈو پنڈی ہیڈ مرالہ کے قریب ہی ہے ۔ یہاں نو گز لمبا مزار ہے ۔ جو پختہ تعمیر ہے اور چار دیواری بھی ہے ۔ مزار کی لمبائی نو گز ہے ۔ یہ علاقہ اجناس کی وجہ سے کافی خوشحال ہے ۔ اور آبی ذخائر کے قریب ہے جسکی وجہ سے اللہ کے نیک بندے انسانوں کو راہ راست پر لانے کے لیے تشریف لاتے رہے کچھ باطل سے جنگ کرتے ہوئے ۔ شہید ہوئے کچھ اپنی طبعی موت فوت ہوئے

marfatcom

فخر الاصفیا حضرت خواجہ صوفی غلام نبی قادری ؒ لاڈو پنڈی شریف نزد ہیڈ مرالہ ضلع سیالکوٹ

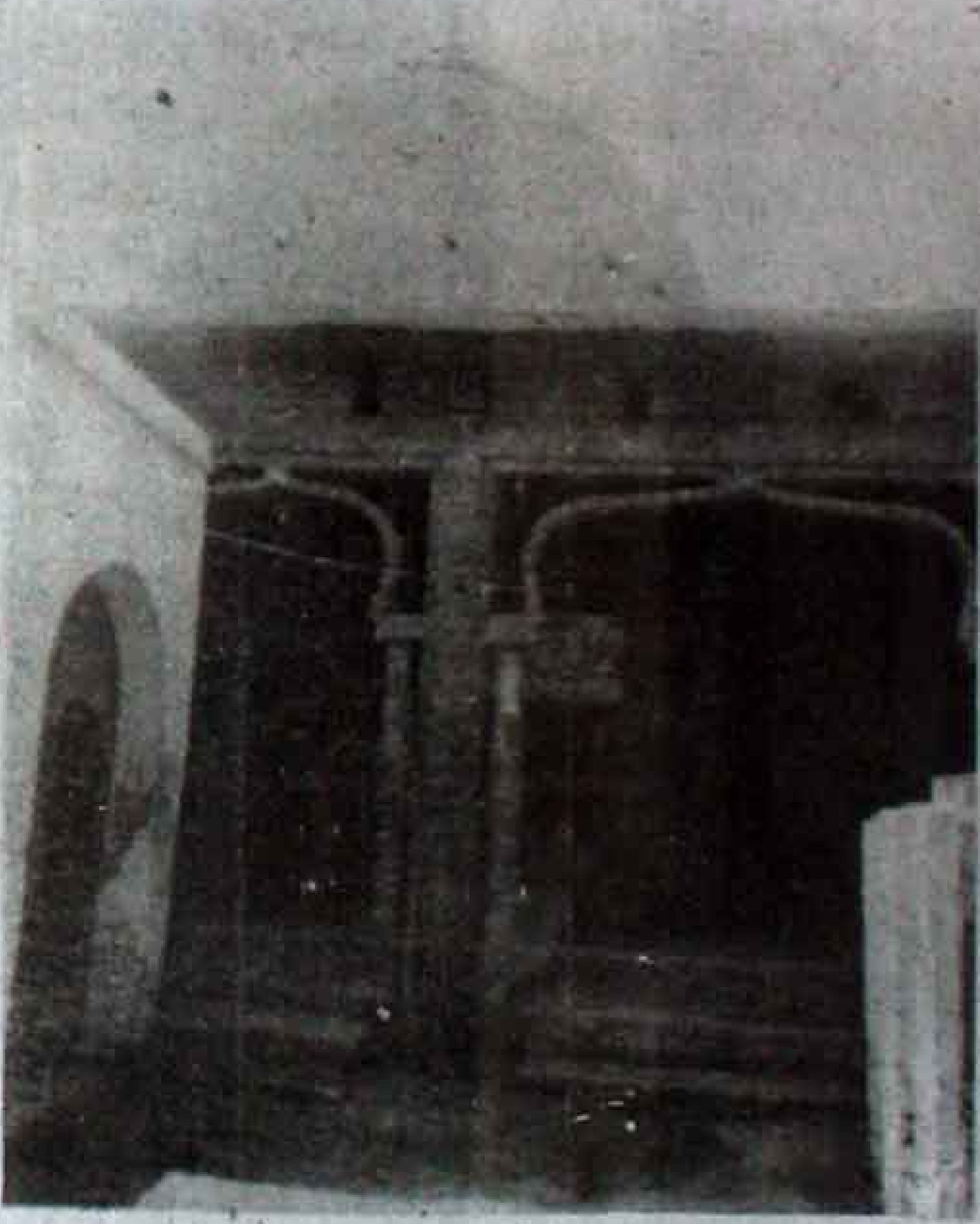

ہیڈ مرالہ سے ایک سڑک سید پور گوندل کی طرف جاتی ہے۔ ہیڈ مرالہ سے چند کلو میٹر کے فاصلہ پر مشہور قصبہ لاڈو پنڈی ہے۔ ہیڈ مرالہ سے دوسری سڑک ڈھلے والی کوٹلی لوہاراں کی طرف جاتی ہے۔ ڈھلے والی سے لاڈو پنڈی دو تین کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ لاڈو پنڈی میں ایک قدیمی نو گز لمبا مزار ہے۔ یہ قصبہ جموں توی اور دریائے چناب کے قریب ہے۔ لاڈو پنڈی میں حضرت خواجہ صوفی غلام نبی قادری ؒ کا آستانہ مبارک ہے۔ یہاں سرکار بڑیلہ شریف کے فیض کے چشمے جاری ہیں۔ ایک ملاقات میں صوفی صاحب نے لنگر کے لئے سائیکل پیش کی مرشد پاک نے فرمایا دل کا سودا کرنا ہے یا سر کا سودا کرنا ہے؟ صوفی صاحب ؒ نے عرض کی سرکار سر بھی حاضر ہے اور دل بھی حاضر ہے۔ ولی کامل سرکار بڑیلہ شریف نے فرمایا دل کا سودا ٹھیک ہے۔ سر بھی میں نے لے لیا ہے۔ ڈیرہ بنائیں فیض بانٹنے والا اور لینے والے بھی آئیں گے۔ دینے والا بھی آجائے گا۔ ایک بار فرمایا باپ کا نام مولوی بیٹے کا نام صوفی ہوگا۔ حافظ محمد اسحاق قادری خطیب جامع مسجد بڑیلہ شریف کے مطابق فخر الاصفیا حضرت خواجہ صوفی غلام نبی قادری چشتی ؒ کا شمار بھی دور حاضر کے عظیم المرتبت صاحب کشف و کرامات

marfatcom

اولیاء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ امیر ہفت کشور سلطان القراء قطب المشائخ حضرت مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ بریلوی کے خلیفہ مجاز ہیں جو پیدائشی طور پر عشق الٰہی سے بھرپور دل لے کر زینت کائنات ہوئے تھے۔ آپ سات سال کی عمر میں ٹاہلے والی میں حضور قبلہ عالم بریلوی کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آنحضور نے آپ کو اپنی گود میں بٹھا کر شفقت سے نوازا اور آپ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور اس کے بعد انگلی مبارک کے اشارے سے آپ کی پیشانی پر ایک لفظ تحریر فرمایا۔ آپ کے خاندان عالی سے چند بزرگ قطب الاقطاب حضرت پیر کا کے شاہ صاحب (سجادہ نشین سید انوالی ضلع سیالکوٹ) کے عقیدت مند تھے۔ قبلہ شاہ صاحب ایک مجذوب فقیر کامل تھے۔ ایک دفعہ جناب صوفی صاحب بھی اپنے ان بزرگوں کے ساتھ ساتھ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے بھی آپ کو گود میں بٹھا کر پیار فرمایا اور کئی بار اپنی ہتھیلی پر تھوک لگا کر زور سے ہتھیلی کو آپ کی پیشانی پر ملا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا ایک مرد حق نے ان کی پیشانی پر قادری چشتی مہر لگا دی ہے۔ ہم نے اسے مٹانے کی بہت کوشش کی ہے مگر ہم نے اسے جتنا رگڑا ہے وہ اسی قدر زیادہ پختہ اور نمایاں ہوئی ہے۔ یہاں ہمارا بس نہیں چل سکتا۔ یہ شہباز لامکانی اسی مرد خدا کے حلقہ ارادت کی ہی زینت بنے گا۔

قبلہ صوفی صاحب اوائل عمر میں ہی سرکار بریلہ شریف کی نورانی تربیت گاہ میں داخل ہو کر آپ کی خصوصی توجہات کریمانہ کا مرکز بنے اور عہد شباب میں پہنچ کر آپ اپنی ذات میں تمام کمالات ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ دربار عالیہ بریلہ شریف میں گیارھویں شریف عرس مبارک و دیگر تقاریب کے موقع پر روشنی کا انتظام کرنا آپ کی ڈیوٹی ہوتی تھی اور سرکار آپ کی اس خدمت میں اعلیٰ کارکردگی سے خوش ہو کر ارشاد فرماتے تھے کہ صوفی جس طرح آپ اپنے پیر کے دربار کو جگمگاتے ہیں اسی طرح آپ کے فیض سے دنیا جگمگائے گی۔

لاڈو پنڈی شریف، (ضلع سیالکوٹ) میں حضور قبلہ عالم بریلوی نے آپ کے آستانہ عالیہ کا قیام فرمایا تو آستانہ عالیہ کی تعمیر میں آں حضور یاران طریقت کے ساتھ خود بھی شامل رہے اور اس طرح ایک کمرہ مبارک خود اپنے ہاتھ مبارک سے تعمیر کروایا۔ آپ نے 1413ھ یکم نومبر 1992ء مسند ارشاد کو زینت بخشی اور ہزاروں طالبان حق کو انعام الٰہی سے سرفراز فرمایا اور پھر اپنے محبوب حقیقی سے وصل دوام کی نعمت سے سرفراز ہو کر اسی جگہ ابدی استراحت بھی فرما رہے ہیں اور آپ کا سلسلہ فیضان آپ کے فرزند گرامی حضرت صاحبزادہ غلام میراں صاحب مدظلہ العالی کے ذریعے جاری وساری ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب حضور قبلہ عالم سرکار بریلہ شریف سے نسبت ارادت سے سرفراز ہیں اور اپنی جانشینی کے لئے ان کا انتخاب خود قبلہ صوفی صاحب نے ہی فرمایا تھا۔ حضرت قبلہ صوفی صاحب کا وصال یکم نومبر 1992ء کو ہوا۔ ہر سال 2 نومبر کو آپ کا عرس مبارک عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ آستانہ پر گیارھویں شریف کا ختم چاند کی 17 تاریخ کو ہوتا ہے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ آستانہ عالیہ میں جامع مسجد میں ہر جمعۃ المبارک کو باقاعدگی سے نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔ بچوں کو مذہبی روحانی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ مہمانوں کے لئے لنگر کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ حاضری کے آرام کے لئے کمرے بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔ آستانہ کی تعمیر سے قبل یہاں دریا بہتا تھا۔ چھپڑ میں تقریباً 12 فٹ مٹی ڈالی گئی جو یہاں حاضر ہو کر آستانہ کی تعمیر میں حصہ لیتا من کی مرادیں پالیتا۔ آستانہ پر لنگر گیارھویں شریف عرس کا طریقہ کار آستانہ بریلہ شریف کی طرح ہے۔

marfatcom

فخر السادات قطب الاولیاء حضرت خواجہ سید غلام حسین شاہ بخاریؒ کوٹلی ارائیاں نزد کوٹلی لوہاراں شریف ضلع سیالکوٹ

ہیڈ مرالہ سے ایک سڑک سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے۔ کوٹلی لوہاراں کے قریب شیرپور کے ٹبہ کے مغرب کی طرف سے ایک سڑک کوٹلی ارائیاں کی طرف جاتی ہے۔ کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ شیرپور سے ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر آستانہ عالیہ حضرت سید غلام حسین شاہ بخاری ہے۔ آپ سرکار بڑیلہ شریف ضلع گجرات سے فیض یافتہ ہیں۔ انہی کی نگاہ کرم سے کوٹلی ارائیاں میں فیض کے چشمے جاری ہیں۔ آستانہ عالیہ میں دن رات مخلوق خدا حاضر ہو کر دینی و دنیاوی فیض حاصل کر رہی ہے۔ آستانہ عالیہ میں مہمانوں کے داخل ہوتے ہی لنگر پیش کیا جاتا ہے اور مہمانوں کو آرام و سکون کے لئے لاتعداد کمرے ہیں۔ چاند کی 18 تاریخ کو گیارھویں شریف کا ختم عقیدت احترام سے منایا جاتا ہے۔ مرشد پاک نے فرمایا تھا گیارھویں شریف میں حاضرین کی تعداد عرس سے بھی زیادہ ہوگی۔ جمعتہ المبارک گیارھویں شریف عرس کے موقع پر لاتعداد حاجت مند حاضر ہوتے ہیں۔ بڑیلہ شریف کے آستانہ کی طرح پاک محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ ظاہری اور باطنی فیض کا سلسلہ جاری ہے۔ فیض کا چشمہ کیوں نہ جاری ہو سرکار بڑیلہ شریف ولی کامل کئی بار یہاں تشریف فرما ہوئے اور جنگل میں منگل کا سماں پیدا ہو گیا ہے۔ امیر ہفت کشور و سلطان الفقراء حضرت مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ بڑیلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفائے عظام سے شہرہ آفاق عظیم المرتبت صاحب کمالات و کرامات فقیر کامل فخر السادات قطب الاولیاء حضرت خواجہ سید غلام حسین شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ جن کا شمار سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ کی قابل فخر ہستیوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے پیران عظام کی مسند شریف کو جس حسن و خوبی کے ساتھ چار چاند لگائے ہیں اور اپنے مشائخ عظیام کی زریں روایات کو جس تابناکی و براقی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس لحاظ سے آپ کا نام بھی تاریخ اولیاء میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

قطب الاولیاء سید غلام حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم صحیح النسب نجیب الطرفین حسینی سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب 47 ویں پشت میں سید الشہداء حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام سے ملتا ہے اور آپ ازلی و فضلی صاحب استعداد و مادر زاد ولی اللہ ہیں اور اس کے ساتھ ہی آپ کو ایک خصوصی نسبت حسینی بھی حاصل ہے کہ آپ شش ماہے پیدا ہوئے تھے۔ پیدائش کے وقت آپ کے جسم مبارک پر کوئی بال بھی نہ تھا اور زندہ رہنے کے آثار بھی بالکل مفقود تھے مگر آپ کے نانا جان فخر الاولیاء حضرت خواجہ سید فتح شاہ چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ انشاء اللہ زندہ رہے گا اور یہ ایک عظیم المرتبت پیر کامل ہوگا اس کا نام سید غلام حسین شاہ مگر ابھی اسے تم "پیر جی شاہ" کے نام سے پکارو۔ آپ برادری کے اندر آپ کے اقرباء ابھی تک آپ کو اس نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کے جد امجد قطب الاقطاب حضرت پیر سید حسین شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ مسند آرائے دربار عالیہ مجددیہ پھنڈر شریف ریاست جموں و کشمیر ہیں جو

marfatcom

اپنے وقت کے عظیم المرتبت صاحب کشف و کرامات فقیر کامل تھے اور تذکرہ پیر سید غلام علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کے مطابق آپ سلطان الفقراء حضرت سخی بابا ہیرا بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت خواجہ پیر چمن شاہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ کی نعمت کبریٰ و عظمیٰ کے وارث ہیں۔ آپ کے والد محترم شہسوار مضمار طریقت حضرت پیر سید شہسوار شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر سید احمد شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے پھنڈ شریف سے نقل مکانی فرما کر کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ میں رہائش اختیار فرمائی۔ آپ کے ماموں جان حضرت پیر سید محمد شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ پیر جی شاہ صاحب مادر زاد ولی اللہ ہیں۔ آپ نے جس سکول میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی ہے۔ اس سکول کے راستے میں ایک قبرستان تھا۔ آپ کبھی اس قبرستان کے درمیان سے گزرتے تھے تو قبروں میں مدفون مومنین کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ وہ اپنی قبروں میں آپ کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہوتے تھے اور وہ آپ کو سلام کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں جب بھی کبھی کسی نے سوال کیا ہے اور آپ نے اس پر مہربان ہو کر اپنی زبان مبارک کو حرکت دی ہے اور سائل کا دامن مراد اس کے گہر مقصود سے بھر گیا ہے۔

قبلہ شاہ صاحب شکم مادر سے ہی دل میں عشق الٰہی کی چنگاری روشن لے کر زینت کائنات ہوئے تھے جو مرور ایام سے بڑھتی چلی جا رہی تھی اور عین عہد شباب میں وہ شعلہ جوالہ بن گئی اور طلب الٰہی نے آپ کو سخت بے چین کر رکھا تھا اور اس کا علاج کسی مرد کامل کے بغیر ناممکن تھا۔ آخر یہ طلب حق کشاں کشاں آپ کو حضور قبلہ عالم سرکار بریلہ شریف کی خدمت اقدس لے آئی۔ چراغ کے اندر روشن ہونے کے سامان تیل بتی وغیرہ تو پہلے سے ہی موجود تھے۔ حضور قبلہ عالمؒ کی پہلی نگاہ کرم سے ہی یہ خاندان سادات کا نورانی چراغ ہو گیا۔ آپ نے چند ماہ کے اندر حضور پرنور کی چند بار حاضری میں ہی اپنی تمام منازل طے کر لیں اور آپ سے خلافت حاصل کر کے آپ کے حکم پر مسند ارشاد کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

1953ء میں آپ رسالپور چھاؤنی ضلع مردان میں فوجی ملازمت اختیار فرمائے ہوئے تھے اور وہیں سے آپ حضرت سائیں رحمت علی صاحب مدظلہ العالی المعروف بحضرت لالہ جی ساکن بڑیالہ شریف کے توسل سے حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ سائیس منڈی رسالپور چھاؤنی میں آپ ایک کوارٹر میں قیام رکھتے تھے۔ حضور پرنور کے فیض و کرم سے وہی آپ کا اولین مرکز فیضان بھی بن گیا اور آپ ایک نہایت قلیل عرصہ میں ہی ایک شہرہ آفاق فقیر کامل کی حیثیت سے مشہور ہو گئے اور آپ کی کرامات کا اس پورے علاقے میں ڈنکا بجنے لگا اور ایک خاصی تعداد میں طالبان ازلی آپ کی نگاہ اکسیر صفت کے تاثیر سے نشہ عشق و توحید میں مست و مخمور ہو گئے اور فوجی افسروں کو شکایات موصول ہونا شروع ہو گئیں کہ یہاں سائیس منڈی میں جادوگر پیر ہے جو اس کے پاس جاتا ہے وہ اسے پاگل کر دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں آپ کے کوارٹر والی تمام لائین فوجی افسروں نے "آوٹ آف باونڈ" قرار دے دی۔ مگر اس سے آپ کا سلسلہ فیضان بجائے بند ہونے کے اور زیادہ تیز ہو گیا اور ایک خاصی تعداد فوجی آفیسرز آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

چند سال بعد حضور قبلہ عالمؒ نے آپ کے مرکز فیضان کے لئے کوٹلی ارائیاں شریف ضلع سیالکوٹ کا انتخاب فرمایا کوٹلی ارائیاں شریف مدت سے دریا برد ہو چکا تھا اور تمام علاقہ جنگل بیاباں تھا۔ صرف گاؤں کی مسجد باقی رہ گئی۔ حضور پرنور سیر کے بہانے اس علاقے میں تشریف فرما ہوئے۔ قبلہ شاہ صاحب آپ کے ہمراہ تھے تمام جنگل عبور کر کے جب مسجد میں پہنچے

marfatcom

تو آپ کو حکم فرمایا کہ شاہ صاحب آپ یہاں بیٹھ جائیے اور خود واپس تشریف لے آئے ۔ آپ حضور پر نور کے حکم پر مسجد میں بیٹھ گئے تو آں حضور کی نگاہ کرم سے وہاں آبادی ہونی شروع ہو گئی اور چاروں جانب سے طالبان حق کا ہجوم سیلاب کی طرح آپ کے پاس آنا شروع ہو گیا اور ایک قلیل عرصہ میں ہی یہاں ایک خوبصورت دیہات آباد ہو گیا اور آپ کا جاذب نظر آستانہ تعمیر ہو گیا اور لنگر جاری ہو گیا۔ اب یہ جنگل و بیابان رشک جنت بنا ہوا ہے۔ سرکار برٹیلہ شریف یہاں آکر رونق افروز ہوئے تھے اور واپسی پر آپ نے فرمایا "او شاہ تیری شاہی بڑھتی رہے" ہر بار اس گلشن توحید کو ایک نئی بہار عطا ہوئی تھی اور کبھی کبھی آپ نے یہ شعر کی صورت میں اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔

یہ جنگل جو مدت سے ویران پڑا تھا
عجب اس کی ہے آج تصویر دیکھی

سرکار برٹیلہ شریف نے آپ کے بارے میں فرمایا۔ "شاہ کئی سر تیرے قدموں میں آئیں گے" شاہ صاحب نے مرشد پاک کے بارے میں فرمایا جس راستے پر سرکار گزرے سڑک بن گئی جس جگہ مجھے ڈانٹ دی چوک بن گیا کیچڑ دلدل والی جگہ پر آستانہ بن گیا فرمایا ہر چیز آئے گی میرے دل میں خیال آیا کون آئے گا فرمایا شاہ سب ہی آئیں گے مرشد پاک نے فرمایا جو اللہ کا نام لے گئے جو کسی کے ہو گئے وہ زندہ رہتے ہیں شاہ صاحب نے اپنے پیر کے بارے میں کہا پیر دا ابولنا رب دا ابولنا۔ یہ وہ آئینہ ہے جس میں خدا نظر آتا ہے۔ پیر دے لنگر کے ٹکڑے شفا سمجھ کر کھائیں۔ برٹیلہ شریف میں آستانہ عالیہ کی جگہ چھپڑ تھا۔ کوٹلی ارائیاں شریف میں بھی چھپڑ تھا۔ فرمایا میرے حصہ میں چھپڑ آیا تیرے حصہ میں بھی چھپڑ آیا ہے۔
سرکار برٹیلہ شریف مرشد پاک نے فرمایا کوٹلی ارائیاں شریف بابا فرید کی طرح چمکے گا۔

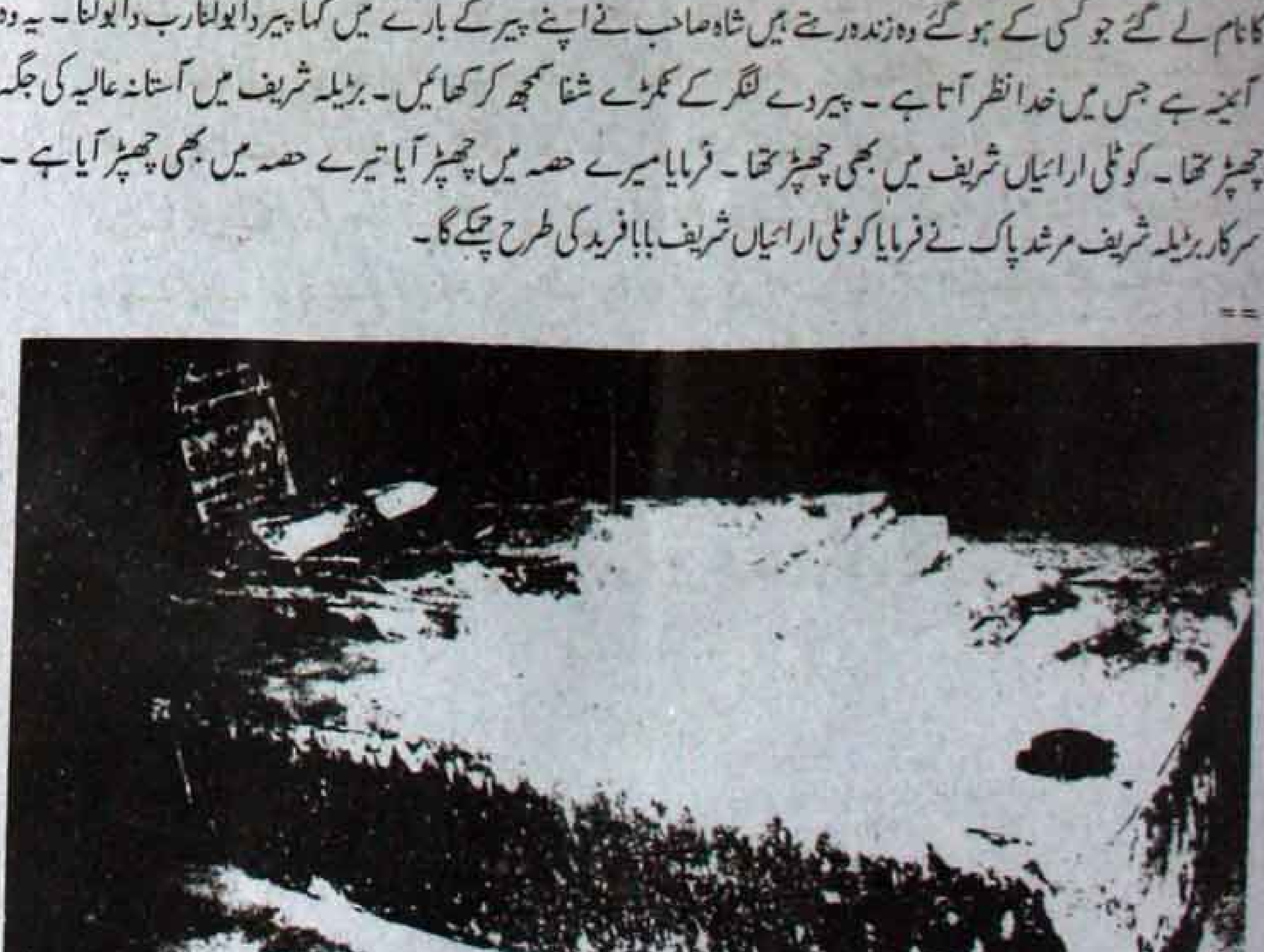

کھجور والی سیالکوٹ میں حضرت برکت علی شاہ کا مزار

marfatcom

ہیڈ مرالہ

اس راستے سفر کے دوران ہیڈ مرالہ سے گزرنا پڑتا ہے ۔ یہ وہی مرالہ ہے جس کا نام اکثر سیلاب کے دنوں میں اخبارات، ریڈیو، ٹی وی پر سیلاب کی صورت حال کے لئے خبروں کے دوران بار بار سنا جاتا ہے ۔ ہیڈ مرالہ ہزار ہا سالہ قدیم دریائے چناب پر تعمیر کیا گیا ہے ۔ زرعی مقاصد کے لئے یہاں سے دو نہریں اپر چناب لوئر چناب نکالی گئی ہیں ۔ ہیڈ مرالہ سے تھوڑے سے فاصلہ پر جموں توی اور مناور توی دریائے چناب میں آ ملتے ہیں ۔ توی پشتو زبان میں چھوٹے دریا کو کہتے ہیں ۔ یہ مقام سیالکوٹ اور گجرات کے لئے بہترین تفریح گاہ ہے ۔ سیالکوٹ کی جانب سے ہیڈ مرالہ روڈ کافی تنگ ہے اور ٹوٹی ہوئی ہے ۔

چھٹی کے روز بالخصوص عید کے دن یہاں کافی رونق ہوتی ہے ۔ لوگ سیر و تفریح کے لئے بمعہ اہل و عیال یہاں پکنک منانے آتے ہیں ۔ شام تک کافی گہما گہمی رہتی ہے ۔ چاٹ اور مچھلی کی دکانوں پر رش ہوتا ہے ۔ گرمیوں میں نہر کے کنارے نلکہ کا پانی بہت ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہے ۔ دریا کی ٹھنڈی ہوا سے سکون کے لمحے میسر آتے ہیں ۔ دریائی پانی میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ ہر چیز ہضم ہو جاتی ہے ۔ یہاں مچھلیوں کا شکار کرنے والے شکاری حضرات کنڈی لگا کر قسمت آزمائی کرتے رہتے ہیں کچھ شکاری کامیاب لوٹتے ہیں کئی ناکام خالی ہاتھ گھر لوٹتے ہیں ۔ مچھلی کے شکار کے لئے اجازت نامہ ضروری ہوتا ہے ۔ سردیوں میں چونکہ برفانی علاقہ میں برف پڑتی ہے آبی پرندے دو تین ماہ کے لئے دریائے چناب اور دریائے توی کے ارد گرد منڈلاتے نظر آتے ہیں ۔ ان جانوروں کے شکار کے لئے بھی اجازت نامہ ضروری ہے ۔ بالخصوص دریائے چناب اور دریائے توی کا دریائی علاقہ سردیوں میں آبی پرندوں سے بھرا ہوتا ہے ۔ شکار کے علاوہ ہیڈ مرالہ دونوں اضلاع کے لئے بہترین تفریح گاہ ہے ۔ خوبصورت آرام دہ اور پر سکون ماحول میسر ہوتا ہے ۔ دریائے چناب کے شرقی کنارے پر بند تعمیر کیا گیا ہے ۔ یہ بند سیدپور اور چپراڑ کی طرف تعمیر کیا گیا ہے ۔ دریائے چناب دریائے جموں توی کی سرکش لہروں کو روکتا ہے ۔ سیدپور سے بجوات پھوکلیاں کے لئے دریائے جموں توی کو عبور کرنا پڑتا ہے ۔ یہاں ابھی تک پل تعمیر نہیں ہوا ۔ عارضی پل برسات کے موسم میں سیلاب میں بہہ جاتے ہیں ۔

==

marfatcom

پریڈ گراونڈ سیالکوٹ میں نو گز لمبا مزار

سیالکوٹ سے ایک سڑک سید پور اور گوندل کی طرف جاتی ہے ۔ پریڈ گراونڈ کے قریب سے سڑک کی ایک شاخ سید پور اور دوسری مراکی وال کے قریب سے ہوتی ہوئی گوندل کی طرف جانکلتی ہے ۔ یہ پریڈ گراونڈ شیشم کے درختوں سے بھرا پڑا ہے ۔ اس کے ارد گرد کئی پرانی بستیاں ہیں ۔ یہ مزار مراکی والا کے قریب پریڈ گراونڈ میں ہے ۔ مزار کی لمبائی 9 گز ہے ۔ پختہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ اہل نظر اہل کشف یہاں حاضری دیتے ہیں ۔ یہاں قریب ہی بہت بڑے بوہڑ کے نیچے بھی ایک پرانا مزار ہے ۔ ان روحانی مقامات کے آثار گوندل روڈ اور سید پور روڈ پر پائے جاتے ہیں بیشتر مزارات کی لمبائی 9 گز کے قریب ہے

marfatcom

مراکیوال میں بابا نور بادشاہ کا مزار (سیالکوٹ)

سیالکوٹ سے ایک سڑک سید پور گوندل کی طرف جاتی ہے اس سڑک پر ایک قصبہ مراکیوال ہے یہ مزار بھی موضع مراکیوال میں ہے مزار پختہ تعمیر ہے۔ اور صاحب مزار کا نام بابا نور شاہ بادشاہ ہے۔ جہاں ہر سال عرس میلہ لگتا ہے۔ مزار کے باہر دروازے پر یہ لفظ تحریر ہیں

یک زار دو صد شہتا دو ہفت
خانہ ہجرت رسول اللہ گذشت
شد مرتب روضہ حضرت نور شاہ
بانی تعمیر دارا شاہ گشت

مراکیوال کے قریب موضع سدو چک میں ایک بہت بڑا قدیمی ٹبہ اور ٹیلہ بھی ہے۔ جس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ مراکیوال کے قریب ہی پریڈ گراؤنڈ میں بھی نو گز لمبا مزار ہے

marfatcom

سعدو چک (سیالکوٹ) میں قدیمی مزار

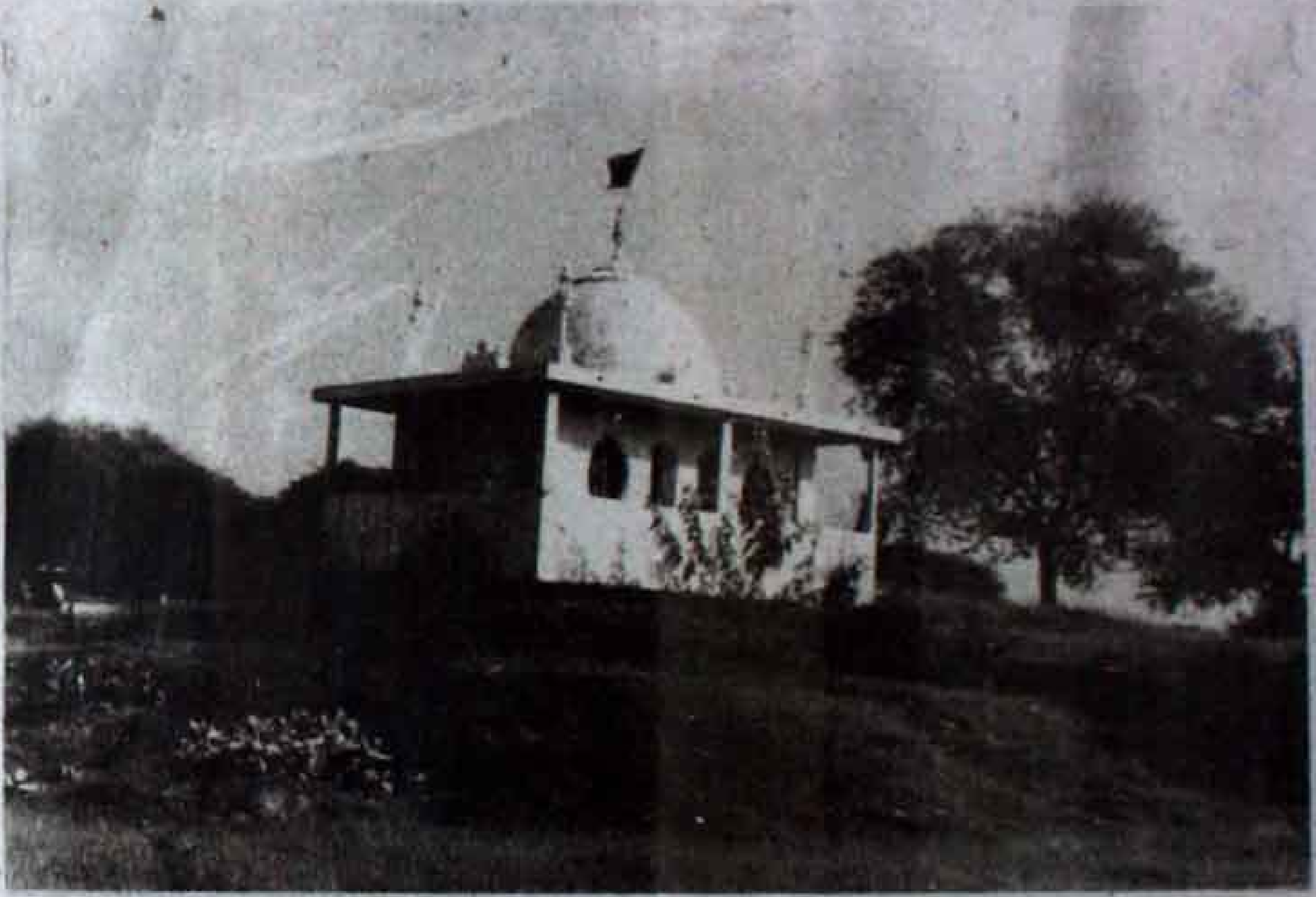

سیالکوٹ کے مشہور معروف قصبہ مراکی وال کے قریب قصبہ سعدو چک میں یہ قصبہ بہت قدیمی ہے۔ قصبہ کے قریب ہی ایک بہت بڑا ٹبہ ہے۔ جس کے اوپر یہ بہت پرانا کسی درویش بزرگ کا مزار ہے۔ سیالکوٹ کی سرزمین بہت قدیمی ہے۔ اس علاقہ میں قدم قدم پر نیک اور اللہ کے برگزیدہ ہستیوں کے مزارات ہیں۔ خصوصی طور پر جموں روڈ پر نوگز لمبی قبریں ہیں۔ ایسی نوگز لمبی قبروں کا سلسلہ سیالکوٹ شہر وسط اور گردونواح پایا جاتا ہے۔ اہل کشف اہل نظر یہاں حاضری دیتے ہیں اور دینی دنیاوی فیض پاتے ہیں۔ یہ علاقہ اناج کی وجہ سے بہت خوشحال ہے۔ اور آبی وسائل پانی کی گزرگاہیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پائی جاتی ہیں۔ جن کے کنارے پرانی تہذیبوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔

marfatcom

سیالکوٹ سید پور گوندل روڈ پر موضع رحیم پور کھچیاں میں شہید بابا پیر ملاح عرف مور کاں والی سرکار کا مزار

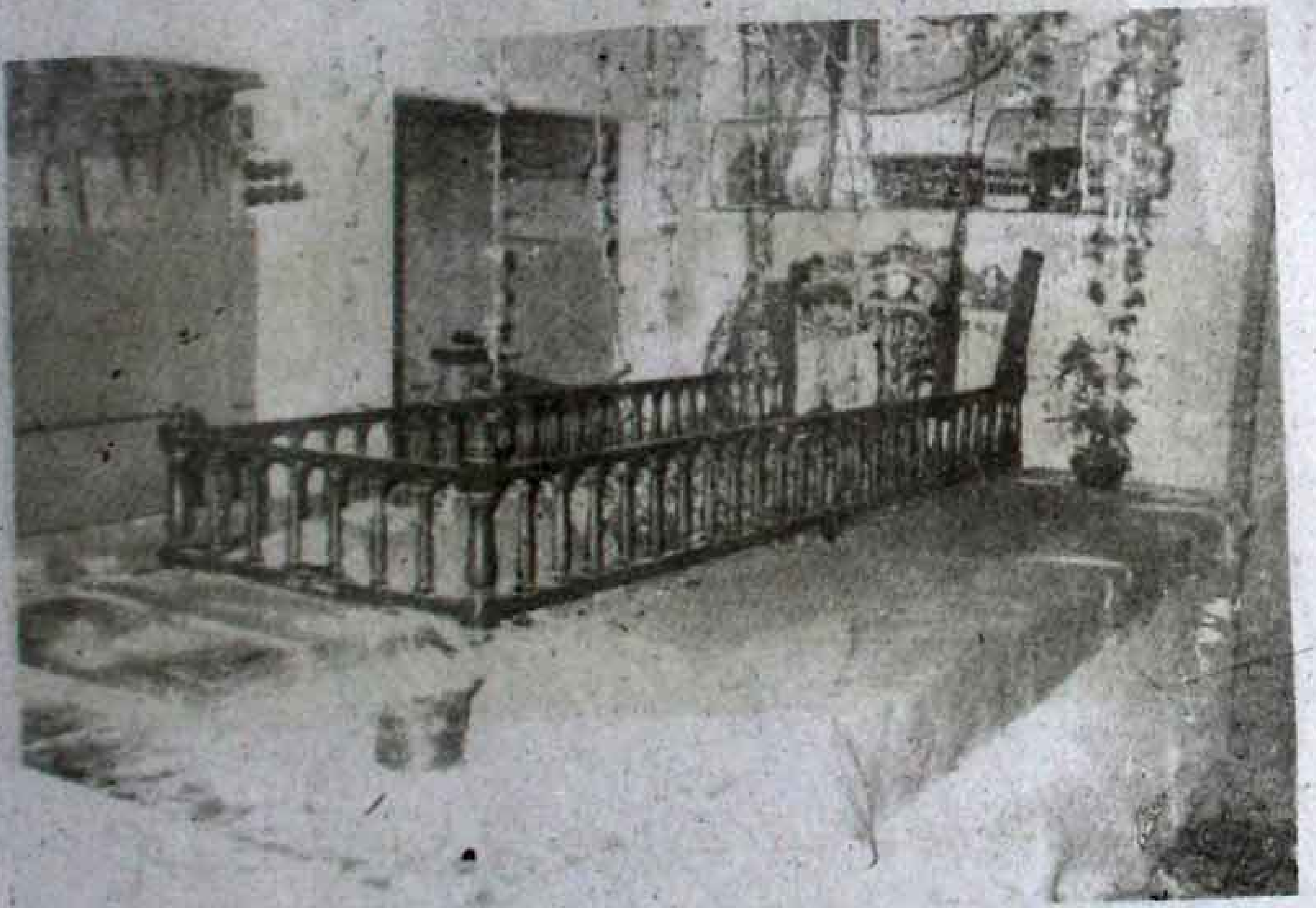

سیالکوٹ سے ایک سڑک سید پور گوندل کی طرف جاتی ہے۔ یہ مزار موضع رحیم پور کھچیاں برلب سڑک ہے۔ مزار پر یہ عبارت تحریر ہے۔ شہید بابا پیر ملاح عرف مور کاں والی سرکار مزار پر قدیمی برگد بوہڑ کے درخت ہیں۔ اور مزار کے گردونواح بیلوں کو قابو کرنے والی مور کاں ہزاروں کی تعداد میں درختوں کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں۔ حافظ شمس الدین گلیانوی رح کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ ۳۲۸ نمبر شمار ۴۶۹ کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت ہمدان ؑ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب انبیاء کرام سے جاملتا ہے۔ مزار پر گردونواح کے لوگ پوری عقیدت و احترام سے حاضری دیتے ہیں۔ مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہزاروں سالہ پرانے درخت اس بات کے داعی ہیں۔

marfatcom

گڑھ (سیالکوٹ) میں حضرت طینوشؑ کا نو گز لمبا مزار

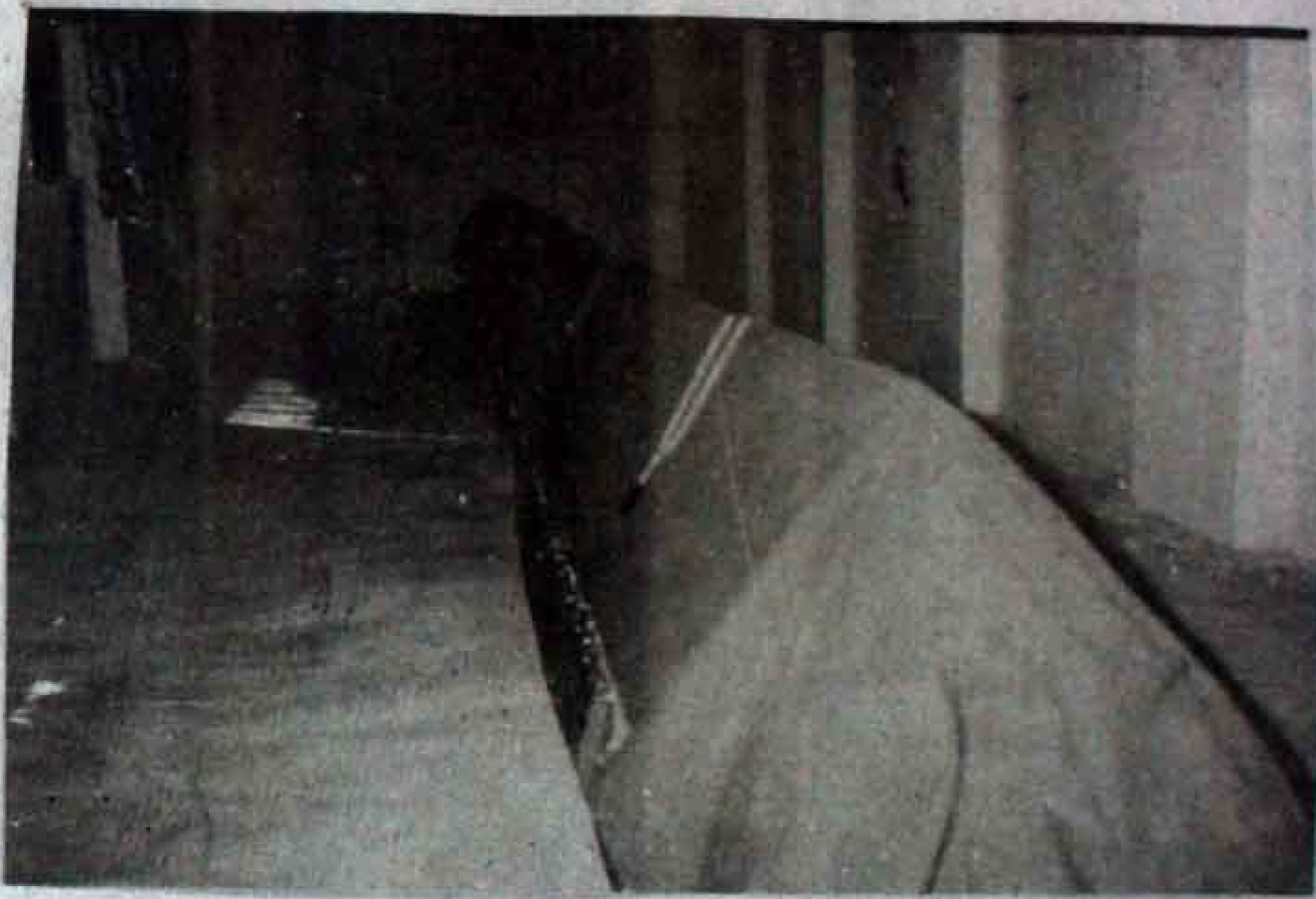

سیالکوٹ سے ایک سڑک سید پور چپراڑ کی طرف جاتی ہے۔ سید پور کے قریب ایک قصبہ گڑھ ہے۔ سید پور روڈ سے ایک میل کے فاصلہ پر موضع گڑھ میں نو گز لمبا مزار ہے۔ جو پختہ تعمیر ہے اور اس پر چھت بھی ہے۔ یہ مزار گڑھ کے قبرستان میں ہے۔ یوں تو جہاں انسانی آبادیاں ہیں انبیاء کرام اور اللہ کے نیک بندوں کے مزارات ہیں حافظ شمس صاحب نے علم کشف کے ذریعے ان ہستیوں سے ہم کلام ہو کر ان نیک ہستیوں کا نام سلسلہ دریافت کیا۔ جنہوں نے انہیں یہاں دفن ہونے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ انہوں نے علم کشف کے ذریعے مراقبے میں ان کے نام اور احوال دریافت کر کے اپنے قلمی نسخہ انوار الشمس میں تحریر کیا۔ آپ ہی کے قلمی نسخہ کے صفحہ 326 نمبر شمار 424 کے مطابق صاحب مزار کا نام طینوشؑ ہے۔

marfatcom

سیالکوٹ کے گاؤں کماں والا کے نزدیک بھائی میں 9 گز لمبا مزار

سیالکوٹ سے ایک سڑک چپراڑ کی طرف جاتی ہے۔ اسی سڑک پر ایک مشہور قصبہ کماں والا بھی ہے۔ کماں والا کے قبرستان میں بھی ایک 9 گز لمبا مزار ہے۔ اسی قبرستان میں ایک اور بزرگ کا مزار ہے۔ جو پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر ہے۔ گنبد بھی ہے۔ کماں والا سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر بھائی نام کا ایک گاؤں ہے۔ اس گاؤں کے جانب شمال 9 گز لمبا مزار ہے۔ جو پختہ تعمیر ہے۔ چھت بھی ہے۔ بھائی کے قریب سے گزرنے والی سڑک مشہور اور تاریخی مقام کنواں کی طرف جا نکلتی ہے۔ اس علاقہ میں ندی نالوں اور آبی گزرگاہوں، زرخیز زمینوں کی وجہ سے بالخصوص یہ خطہ مون سون کی زد میں ہونے کی وجہ سے یہاں اجناس وغیرہ کی فراوانی ہے۔ اور ریاست جموں کی سرحد ہونے کی وجہ سے یہاں ماضی میں کئی تاریخی واقعات رونما ہوئے۔ اس علاقہ میں سرحدی ایریا کے ساتھ دور تک ایسے 9 گز لمبے مزارات کا سلسلہ دیکھنے میں آیا ہے۔ یہاں 9 گز لمبے مزار کے علاوہ کئی ٹبے ٹیلے بھی ہیں۔ جس میں تباہ شدہ تہذیب کے آثار ملتے ہیں۔ اس علاقہ میں قدیمی گزرگاہیں اس بات کی داعی ہیں۔ کہ یہاں تجارتی قافلوں کی آمدورفت ہوتی تھی۔

marfatcom

ڈلووالی کے قریب چک براہم میں حضرت پیر جلال شاہ بخاریؒ کا مزار

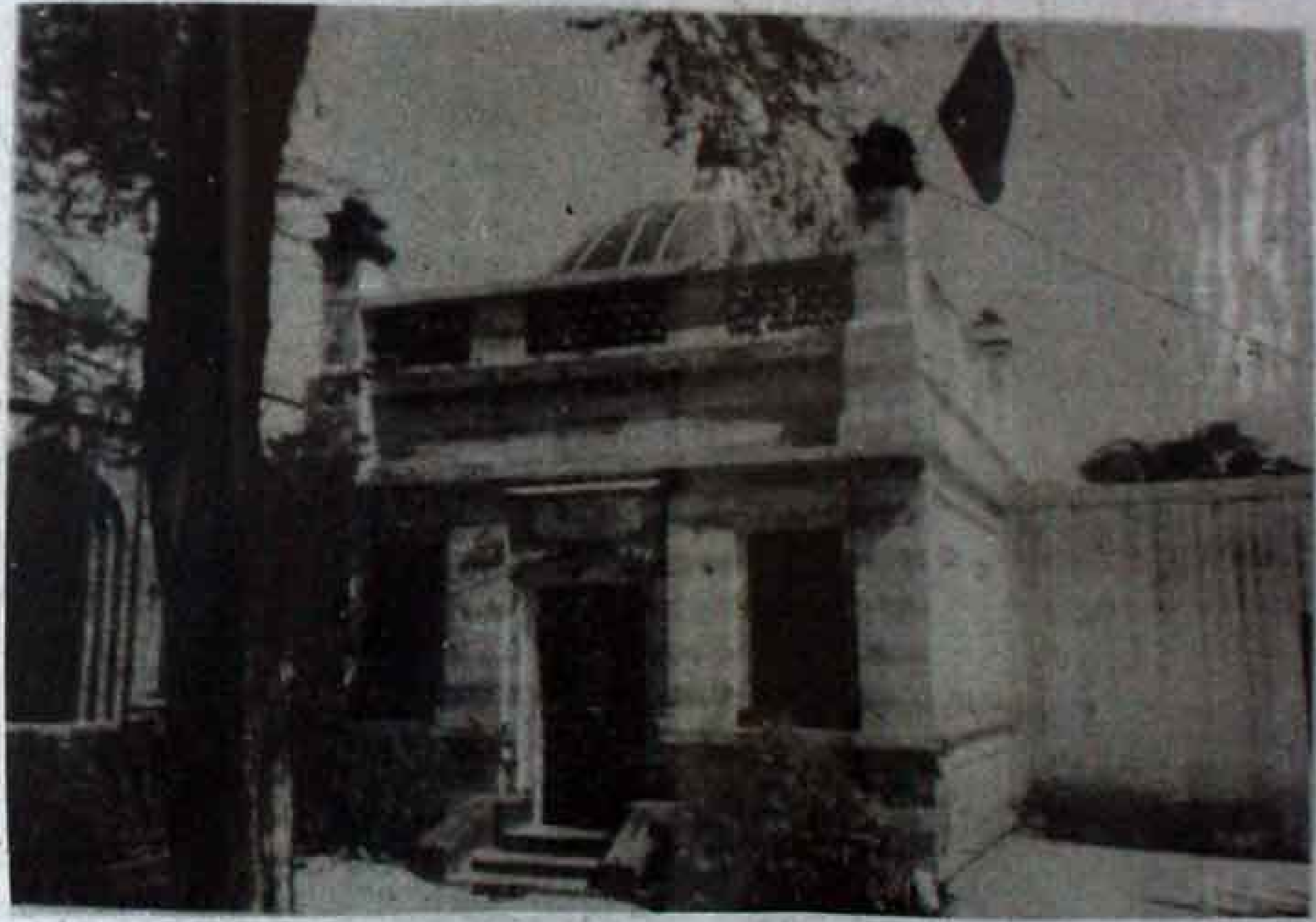

ڈلووالی کا قصبہ سیالکوٹ جموں روڈ پر ہے۔ اس قصبہ کے قریب ایک بہت بڑا ٹبہ بھی ہے۔ جو کسی بڑے شہر کی نشاندہی کرتا ہے۔ چک براہم ڈلووالی سے جنوب کی طرف ہے۔ آپ کے متعلق مقامی آبادی نے بتایا کہ آپ کشمیر سے اس علاقہ میں تبلیغ دین کے سلسلے میں آئے۔ تاریخی کتابیں اس بات کی داعی ہیں کہ بیشتر اولیائے کرام چلہ کشی کے لئے کشمیر کی جانب گئے۔ اور چلہ کشی کے بعد برصغیر کے مختلف علاقوں میں رشد وہدایت کی شمعیں روشن کی۔ کشمیر کے ملحقہ شہروں میں جو بھی اولیائے کرام ہو گزرے ہیں ان میں بیشتر کشمیر ہی سے تشریف لائے تھے۔ حضرت پیر سید جلال شاہ بخاریؒ کی آمد بھی کشمیر سے بیان کی گئی ہے۔ آپ بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ آپ کی کئی کرامات علاقہ میں مشہور ہیں۔ آپ کے مریدین کافی تعداد میں ہیں۔ آپ کا مزار پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ اعلیٰ اور نفیس سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے۔ آپ کی تاریخ وصال 1916ء بتائی جاتی ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ہاڑ کی پہلی سوموار کو ہوتا ہے۔ عرس کے موقع پر لوگ دور دراز سے حاضری دیتے ہیں۔ آپ کے روضہ کی جانب مغرب ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔

marfatcom

سیالکوٹ کے گاؤں وینس شریف میں
حضرت پیر سید بشیر احمد شاہ صاحب گیلانی چشتی کا مزار

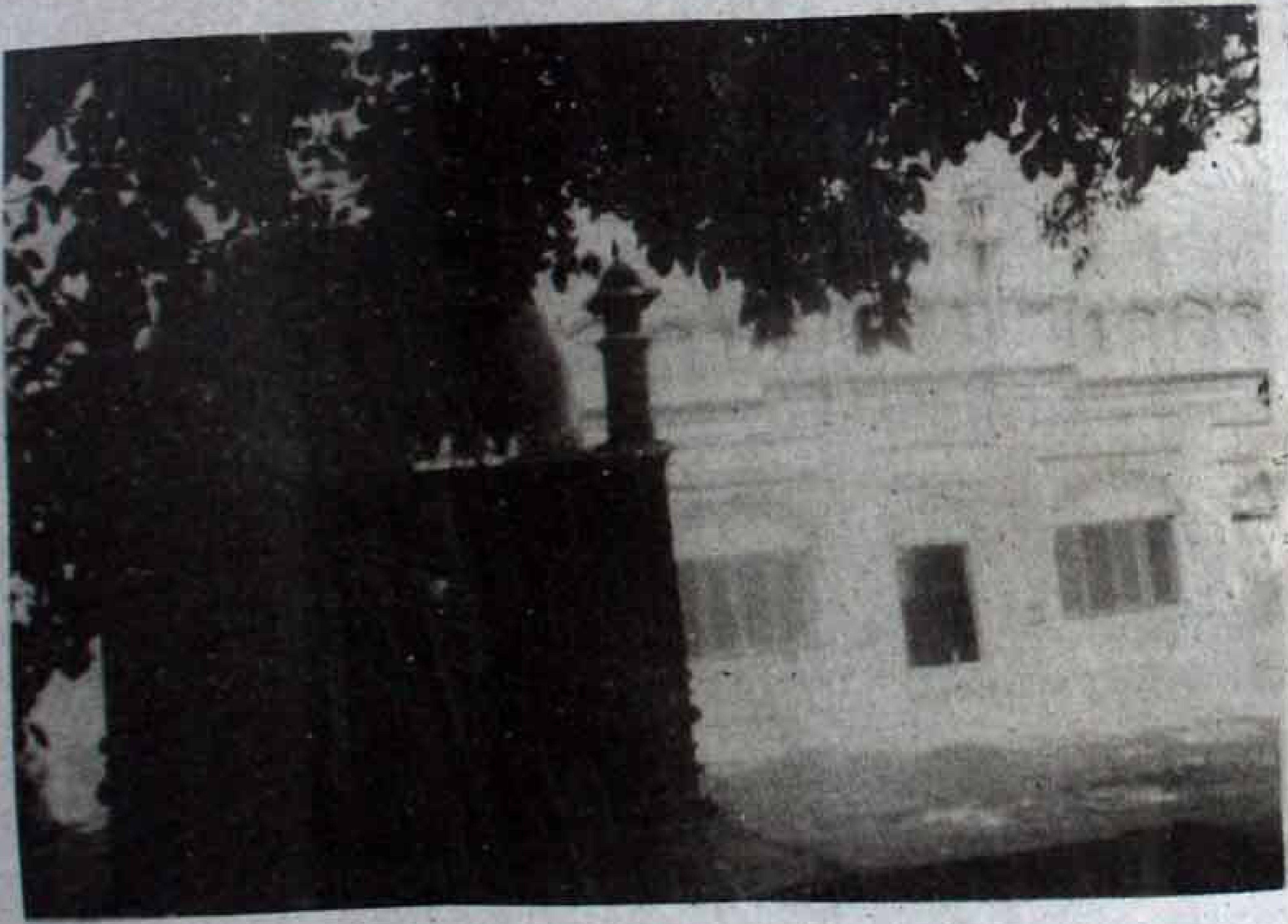

وینس شریف ڈالو والی روڈ پر ضلع سیالکوٹ کا آخری سرحدی گاؤں ہے۔ وینس کے قریب مشہور سرحدی پوسٹ سچین گڑھ ہے۔ قیام پاکستان سے قبل ریلوے لائن بھی اس علاقہ سے جموں کے لئے گزرتی تھی۔ وینس میں ایک بہت بڑا قدیمی ٹبہ ہے۔ پہلے وقتوں میں یہاں کوئی بڑا شہر تھا۔ کھدائی کے دوران یہاں مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے، چکیوں کے پاٹ اور دیگر استعمال ہونے والی اشیاء کے ٹکڑے ملے ہیں۔ یہ لقہ نما ٹبہ کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ٹبہ کے اوپر پیپل اور بوہڑ کے بڑے بڑے درخت بھی ہیں۔ ٹبہ کے جانب شمال مشرق حضرت پیر سید بشیر احمد شاہ صاحب گیلانی چشتی کا آستانہ مبارک ہے۔ آپ کو فیض پیر سید محمد شاہ صاحب آف بھیرہ سے ہوا تھا۔ آپ کا وصال 1963ء میں ہوا۔ عرس مبارک ہر سال 23، 24 محرم کو عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ عرس پر دور دراز سے ارادتمند حاضری دیتے ہیں۔ حاضرین میں دن رات عام لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ آپ کی کئی کرامات ہیں۔ آستانہ کے قریب ہی جامع مسجد بھی ہے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔

marfatcom

کتاب

سیالکوٹ سے خیبر تک قومی اخبارات و رسائل کا تبصرہ

THE NEWS
Sunday
March 23, 1997

Spiritual history of the motherland

'Sialkot Say Khyber Tak'
By M. Zaman Khokhar
Published by Yasir Academy, Gujrat, 1997
600 pp; Rs 1000 (pb)

The area which forms the present day Pakistan has seen the birth and development of various civilisations and religions. The known history of this land, however, starts with the arrival of the Arians from the Central Asia, who after conquering the whole of the sub-continent, established a great civilisation here.

The Muslims ruled the sub-continent for over a thousand years. As the kings enjoyed the fruits of power or fought wars to capture more territory, the period also saw the arrival in the area of many soofis to preach Islam.

The book *'Sialkot Say Khyber Tak'* is a blend of the history of the soofi saints and now vibrant, now devastated cities stretching from Sialkot to the Khyber Pass. The author personally visited most of the places, took photographs. As a result of the painstaking research, he has been able to give maximum available information about the stretch of land he has chosen to cover in the book. He identifies the graves of various saints, also writing their brief biographical sketches. Due space has been given to ancient temples and revered personalities belonging to other religions.

The book is useful for everyone willing to go beyond the royally commissioned accounts for a clear look at the true history of the motherland.

—A. A. Ranjha

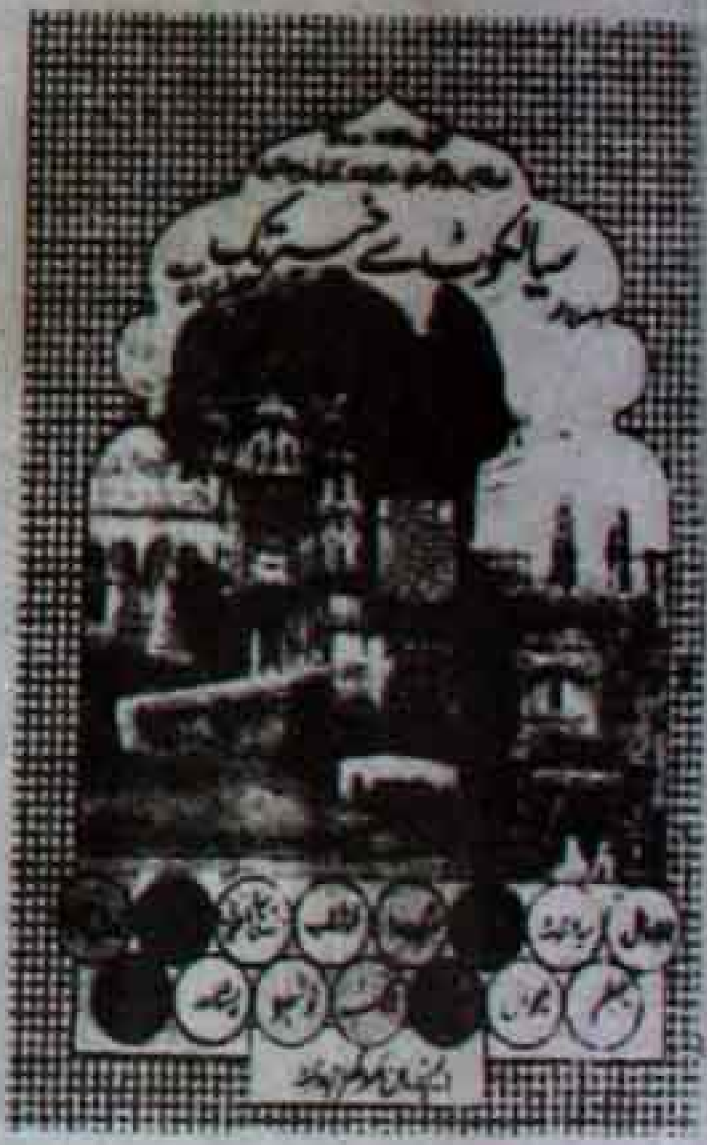

JANG
جنگ
لاہور
12 ستمبر 1997ء

ہے خبر گرم...... ہمزاد

سیالکوٹ سے خیبر تک

ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی کتاب "سیالکوٹ سے خیبر تک" شائع ہو گئی ہے۔ اس کتاب میں نارووال، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، سرگودھا، خوشاب، منڈی بہاؤالدین، گجرات، میرپور، جہلم، چکوال، پنڈی، اٹک، نوشہرہ، پشاور، وغیرہ کے بہترین واقعات، روحانی اور قدیمی تو گزرے مزارات کے بارے میں تفصیل درج ہے۔

marfatcom

تین دریاؤں کی سرزمین۔ بھوکلیان بجوات نڈالہ گنگوال چپراڑ

گجرات کے مشرق اور سیالکوٹ کے شمال کی جانب دریائے جموں توی دریائے چناب اور دریائے مناور توی کے ٹھنڈے میٹھے صاف شفاف پانی سے بنی نوع انسان ہزاروں سال سے مستفید ہو رہا ہے۔ تین دریاؤں کے درمیانی علاقہ کی مٹی بہت زرخیز ہے۔ سبزیوں اور اناج کی پیداوار کے لئے اس علاقہ میں کھاد پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی بھی فصل کاشت کر دی جائے تیار ہونے پر اناج کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ اس علاقہ میں اگر یہ خوبی ہے تو یہاں جنگل اور بیلے بھی ہیں کیچڑ اور دلدل کے علاوہ میلوں تک ریت ہی ریت پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ اس علاقہ میں ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آبی گزرگاہیں ہیں جن میں سارا سال صاف اور شفاف پانی بہتا رہتا ہے۔ کچھ بستیوں کو دریاؤں کی بے رحم لہروں نے صفحہ ہستی سے ہٹا دیا ہوا ہے۔ تاہم اللہ کے نیک اور برگزیدہ انسانوں کے مزارات کو کسی قدرتی آفات سے نقصان نہیں پہنچا۔ یہ تینوں دریا ہندوستان سے نکل کر پاکستان میں داخل ہوتے ہیں۔ بارڈر ایریا ہونے کی وجہ سے جنگلی کانی جھاڑیوں نے سرحدی ایریا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ علاقہ سوروں زہریلے سانپوں اور دوسرے جنگلی جانوروں کی آماجگاہ ہے۔ مچھلی بھی وافر مقدار میں پائی جاتی ہے۔ یہ سرزمین پانی کی دولت سے مالا مال ہے۔ زمین میں دو تین فٹ سوراخ کیا جائے تو ٹھنڈا اور میٹھا پانی ابل پڑتا ہے۔ یہ زرخیزی اناج کی پیداوار میں بہت سودمند ثابت ہوتی ہے۔ دریائے جموں توی اور چناب کے درمیانی علاقہ کو بھوکلیان بجوات کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جبکہ دریائے مناور توی اور چناب کے درمیانی علاقہ کو گنگوال کہتے ہیں۔ اس علاقہ میں گنگوال سروچ، ہیل ڈھنگی مرجولہ نڈالہ کی بستیاں آباد ہیں۔ گنگوال میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر جھونپڑیاں نما مکانوں میں کسان رہائش پذیر ہیں۔ باقی

marfatcom

آبادیاں چند کچے مکانوں پر مشتمل ہیں۔ بیشتر مالکان اپنی زمینیں ٹھیکہ پر دے کر ترک سکونت کر چکے ہیں۔ ٹھیکہ کا نرخ ایک بوری فی کلہ یعنی فصل تیار ہونے پر 8 کنال رقبہ سے ایک بوری اناج مالک کو دینا ہوتی ہے۔ یہاں پر 10 ہزار روپے میں 8 کنال زرعی زمین آسانی سے مل جاتی ہے۔ یہاں دو بڑی فصلیں گندم اور دھان پیدا ہوتی ہیں۔ موسم سازگار ہو تو دو فصلیں ہی 8 کنال رقبہ سے 10 ہزار کی رقم ایک سال میں پوری کر دیتی ہیں۔ ان دو فصلوں کے علاوہ ہلدی، آلو، لہسن، پیاز، سبزیاں بھی اچھی خاصی مقدار میں کاشت کی جاتی ہیں۔ ماضی میں اس علاقہ میں نڈالہ کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ گرد و نواح کے دیہات ضروریات زندگی کی اشیاء نڈالہ سے خریدتے۔ نڈالہ سرحدی علاقہ میں ہے جو قیام پاکستان کے وقت تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ ماضی کی طرف جھانکا جائے تو نڈالہ بہت قدیمی بستی ہے۔

یہاں ہزاروں سالہ قدیمی مزارات ہیں۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے ہاں ملنے والے قدیمی نسخہ نے اس بات کی نشاندہی کر دی کہ یہ مزارات ہزاروں سالہ پرانے ہیں۔ چنانچہ راقم نے ان مزارات پر حاضری دینے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ نڈالہ کے جانب شمال جموں کی سرحد ہے مشرق دریائے چناب مغرب دریائے مناور توی کا پانی آپس میں مل جاتا ہے۔ نڈالہ کے لئے کوئی ٹرانسپورٹ نہیں جاتی۔ پیدل یا اونٹ گھوڑے کے ذریعے سفر کرنا پڑتا ہے۔ اس علاقہ کو سرخپور سے ایک سڑک جاتی ہے۔ یہ راستہ لمبا ہے دوسرا راستہ ڈب کے قریب سے نڈالہ کو جاتا ہے۔ سرخپور یونین کونسل میں درجن بھر دیہات ہیں تمام دیہات کا رقبہ دریا برد ہو چکا ہے۔ کٹاؤ کا عمل جاری ہے بقیہ رقبہ بھی دریائے توی کی زد میں ہے۔ ان دیہات کے کسان بوڑھے نوجوان بچے عورتیں مال مویشی لے کر صبح سویرے دریا کو عبور کر کے جنگل بیلہ کی طرف جاتے ہیں اور شام گئے مال مویشی ہانکتے ہوئے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ یہ لوگ بہت محنتی اور جفاکش ہیں۔ دسمبر اور جنوری کے دنوں میں دریا کے ٹھنڈی پانی سے گزر کر مال مویشی کے لئے اس علاقہ سے چارہ لاتے ہیں۔ جون جولائی کی تپتی ہوئی ریت

راقم پھوکلیاں جموں توی میں

marfatcom

پر سفر کرنا انہی بہادر لوگوں کا کام ہے۔ نڈالہ تک جانے کے لیے راقم نے کئی میل پیدل سفر کیا۔ دریائے توی کو پیدل عبور کیا۔ چھوٹی چھوٹی ننھی منی مچھلیاں صاف پانی میں تیرتی نظر آتی ہیں کبھی کبھی وہ شرارت کے طور پر پاؤں اور ٹانگوں کو چھو کر تیزی سے واپس چلی جاتی ہیں۔ کئی ندی نالوں کو عبور کرتے ہوئے ہم نڈالہ کے قریب پہنچے تو نڈالہ کی مسجد کے مینار ہماری رہنمائی کر رہے تھے۔ صدیوں پرانا کھجور کا درخت جس نے اس علاقہ میں کئی نشیب و فراز دیکھے ہیں، آن شان سے کھڑا ہے۔ نڈالہ کے راستہ میں بیریوں کے سرخ بیر سورج کی روشنی میں چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ نڈالہ مکمل طور پر بے چراغ ہو چکا ہے۔ صرف ایک گھر آباد ہے جو یہاں زمینداری کرتا ہے۔ رات کو وہ سور اور گیدڑوں کو ڈراتا اور بھگاتا رہتا ہے۔ دن کو زمینداری کرتا ہے۔ یہاں ہزاروں سالہ قدیمی مزارات ہیں۔ یہ مزار تباہ و برباد شدہ بستی نڈالہ کے شمال مغرب کی جانب ہیں۔ مغرب کی جانب دو کنویں بھی ہیں جو چھوٹی اور بڑی اینٹوں سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ نڈالہ سے تھوڑے سے فاصلے پر ہیل بستی کے قریب پرانی قبر ہے۔ شیشم کا درخت کئی سالوں سے خشک ہو چکا ہے لیکن قبر کے سر کی جانب اسی طرح کھڑا ہے جیسے سرسبز درخت ہوتے ہیں۔ نڈالہ میں قدیمی مسجد بھی ہے۔ جہاں پانچ وقت اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ نڈالہ سے تھوڑے سے فاصلہ پر مقبوضہ جموں و کشمیر کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے ہاں ملنے والے قلمی نسخہ کے مطابق اس علاقہ میں پائے جانے والے مزارات میں صاحب مزارات کے نام طرشون، خرشون، جرموق، حمدان، عطروں، فلسوطانا ہیں۔ صدیاں گزرنے کے باوجود ان نیک پاک ہستیوں کے نشان واضح ہیں۔ نڈالہ کے قریب موضع چھنی میں بھی نو گز لمبے مزارات ہیں لیکن یہ علاقہ ہندوستان کے پاس ہے۔ چھنی میں صاحب مزارات کے نام جیقوق اور فلسانوش ہیں۔ جموں توی اور دریائے چناب کے درمیان پھوکلیاں بجوات کا علاقہ ہے۔ جس کے تین اطراف جموں کا سرحدی علاقہ ہے۔ چوتھی طرف دریا ہے۔ پھوکلیاں بجوات کو جانے کے لئے ہیڈ مرالہ سے بند کے

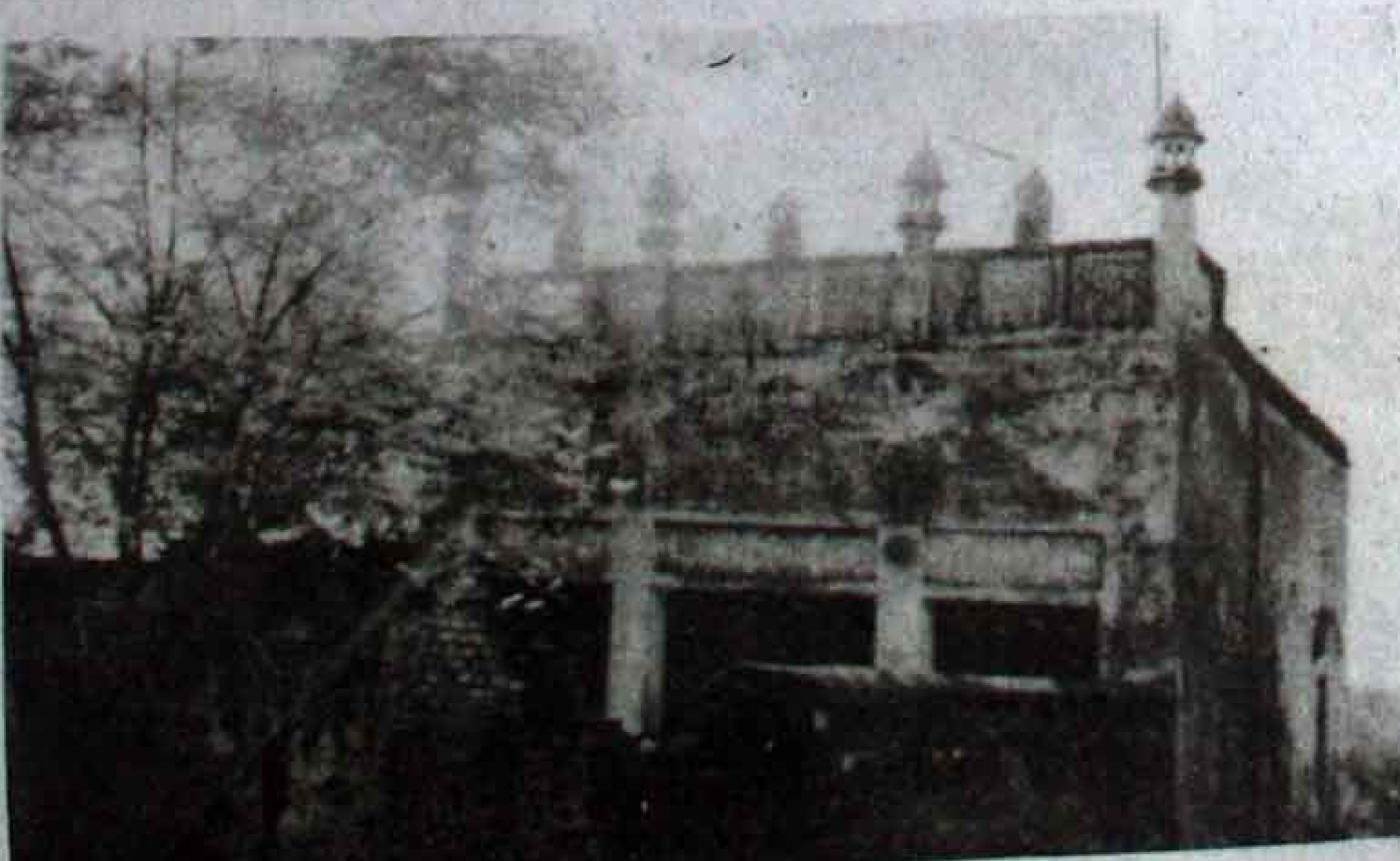

نڈالہ میں قدیمی مسجد

marfatcom

اوپر ایک پختہ سڑک سید پور کی طرف جاتی ہے ۔ یہی سڑک چیراڑ سے ہوتی ہوئی سرحدی علاقہ کی طرف جاتی ہے ۔ ہیڈ مرالہ سے نکلنے والی سڑک جو بند پر ہے ، اس بند کے مغربی کنارے پر کئی دیہات آباد ہیں ۔ لاڈو پنڈی میں 9 گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ اس بند سے جند چن سے گنگوال کے لئے کشتی کے ذریعے دریا کو عبور کیا جاتا ہے ۔ اس سڑک پر اجمل پور کے قریب شاہ بکاری کا مزار ہے ۔ اجمل پور میں پیر کھگا کی بیٹھک ہے جو درویش ہو گزرے ہیں ۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی پیر کھگا کے عقیدت مند تھے ۔ چھوٹے سے کمرے میں ان کی بیٹھک ہے ۔ قریب ہی پانی کا چھپڑ ہے وہاں جسمانی مریض غسل کرتے ہیں ۔ پیر کھگا کے بارے میں ایک بات مشہور ہے کہ رات کے وقت سانپ آپ کے قریب اکٹھے ہوتے وہ ان کی چارپائی تیار کر کے اس پر سو جاتے ۔ صبح وہ سانپ مار دیئے جاتے تاکہ وہ مخلوق خدا کو نقصان نہ پہنچائیں ۔ آج بھی عرس کے موقع پر علاقہ بھر کے سپیرے سانپوں کے ہمراہ ان کی بیٹھک پر حاضری دیتے ہیں ۔ یہاں بہت بڑا عرس اور میلے کا سماں ہوتا ہے ۔ سید پور سے ایک سڑک پھوکلیاں بجوات کی طرف جاتی ہے ۔ دریائے جموں توی پر کشتیوں کا پل تعمیر کیا گیا ہے جو سیلاب کی نذر ہو چکا ہے ۔ محکمہ شاہرات نے کشتی کی فری سروس جاری کر رکھی ہے ۔ پل بھر میں کشتی مسافروں سے بھر جاتی ہے ۔ مال مویشی سبزی فروٹ موٹر سائیکل اجناس غرض ہر قسم کی اشیاء پل بھر میں دوسرے کنارے پر پہنچ جاتی ہیں ۔ ملاح بہت باہمت اور پھرتیاں دکھاتے ہیں ۔ پھوکلیاں بجوات کو جانے والی سڑک کے کنارے 1971ء کی شہداء کی قبریں ہیں ۔ یہ سڑک آگے جا کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے ۔ ایک جھنگ لوئی کی طرف جاتی ہے ۔ اس سڑک پر برہمنیاں میں بہت بڑا ٹبہ اور ٹیلہ ہے ۔ اس ٹبہ میں کسی تباہ شدہ بستی کے آثار پائے جاتے ہیں ۔ مٹی کے برتنوں کے ٹکڑوں کے علاوہ یہاں دو نو گز لمبی قبریں ہیں ۔ ایک پختہ تعمیر شدہ ہے ۔ پیر اصحاب کے نام سے پکارتے ہیں ۔ اس سڑک پر آخری سرحدی گاؤں کے قریب نو گز لمبی قبر ہے جو پختہ تعمیر کی گئی ہے ۔ اس علاقہ میں تعلیمی اداروں کی بہت کمی ہے ۔ گرمی اور سردی میں کئی کئی میل پیدل چل کر معصوم طالبات حصول تعلیم کے لئے پھوکلیاں آتی ہیں ۔ ان طالبات کی تعداد سینکڑوں میں ہوتی ہے ۔ یہ علاقہ بھی زرخیز ہے ۔ گندم چاول کے علاوہ سبزیاں و دیگر اجناس کافی مقدار میں پیدا ہوتی ہیں ۔ علاقہ اگرچہ پسماندہ ہے لیکن زرعی لحاظ سے خوشحال ہے ۔ یہاں بھی قدم قدم پر میٹھے صاف اور شفاف پانی کے سیم نالے ہیں یہاں سارا سال پانی میسر ہوتا ہے ۔ پھوکلیاں کے قبرستان میں نو گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر شدہ ہے ۔ چار دیواری بھی ہے ۔ قریب مناور والے چن پیر کا مزار ہے ۔ جنھوں نے مناور میں مغلیہ دور کی مسجد جو مٹی کے نیچے تھی ، مٹی نکلوا کر آباد کی ۔ پھوکلیاں سے تھوڑے سے فاصلہ پر آخری سرحدی گاؤں کوٹلی دلچیاں میں نو گز لمبا مزار ہے ۔ حافظ شمس الدین گھیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 325 نمبر شمار 370 کے مطابق صاحب مزار کا نام ملک شمداروس ہے جو حضرت سلمان کی اولاد سے بتائے گئے ہیں ۔ سید پور بند سے سڑک چیراڑ کی طرف جاتی ہے ۔ چیراڑ کے قریب روال میں کئی قدیمی مزار ہیں ۔ روال اگرچہ دریا برد ہو چکا ہے ۔ متاثرین نے بند کے جنوب کی جانب روال کے نام سے کئی بستیاں آباد کر لی ہیں ۔ تباہ شدہ بستی روال میں تین چار پرانے مزارات ہیں جو دریا برد نہیں ہوئے ۔ روال میں جو قدیمی مزارات ہیں حافظ صاحب کے قلمی نسخہ کے صفحہ نمبر 327 نمبر شمار 441 کے مطابق ایک صاحب کا مزار بحیائیل ہے ۔ دوسرے صاحب مزار کا نام ملک طالوت ہے ۔ چیراڑ کے بند کے نیچے جانب شمال سہل پور ، صالح پور ، پتوال ، محال ، جھمیاں کی طرف کچا راستہ جاتا ہے ۔ یہ علاقہ بھی بہت زرخیز ہے ۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی

marfat.com

آبی گزرگاہیں ہیں جہاں سارا سال مال مویشی اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ ماضی میں انسان بھی اسی پانی سے پیاس بجھاتا تھا۔ یہ علاقہ بھی گندم چاول پیدا کرنے میں خاص مقام رکھتا ہے۔ سبزیاں دوسری اجناس بھی خوب پیدا ہوتی ہیں۔ یہ علاقہ قدیم ترین انسانوں کی جائے مسکن رہی۔ یہاں اللہ کے نیک بندے رشد وہدایت کے لئے آتے رہے۔ اس علاقہ میں موضع صالح پور میں جو ایک قدرتی گزرگاہ کے کنارے سے 9 گز لمبا مزار ہے۔ سہل پور میں بھی 9 گز لمبا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام سلسانوش یا سلیوش ہے جو حضرت موسیٰ کی اولاد میں سے بتائے جاتے ہیں۔ دوسرے صاحب مزار کا نام طرطوش ہے جو حضرت داؤدؑ کی اولاد میں سے بیان کئے جاتے ہیں۔ دونوں مزار پختہ تعمیر کئے گئے ہیں۔ سرحدی علاقہ محال پتوال میں بھی 9 گز لمبا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام مہلائیل ہے۔ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ چھت بھی ہے قریب ہی موضع جھمیاں میں بھی 9 گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔

ان مزارات کی نشاندہی ایک صدی قبل حافظ شمس الدین جو گلیانہ کے رہنے والے تھے، نے کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کشف القبور سے نوازا تھا۔ وہ بہت بڑے ولی اللہ اور درویش ہو گزرے ہیں۔ ایک سو سال قبل پیدل چل کر انہوں نے ان مزارات کی نشاندہی کی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں ان مزارات سے نکلنے والی نورانی شعاعوں کا ذکر کیا ہے۔ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اللہ کے ان نیک بندوں کے نام ونشان قائم اور دائم ہیں۔ حاضری کی سعادت صرف اہل علم اور بصیرت والے حاصل کر سکتے ہیں۔ ان مزارات پر سکون ہی سکون ہے۔ کوئی غیر شرعی حرکت دیکھنے میں نہیں آئی۔ میٹھا صاف پانی یہاں آسانی سے مل جاتا ہے۔ لیکن یہی پانی سعودی عرب اور مشرق وسطیٰ میں مہنگے داموں ملتا ہے۔ سردیوں کے موسم میں یہ علاقہ جنگلی پرندوں کی بہترین شکارگاہ ہے۔ یہ جنگلی پرندے برفباری کے دوران سائبیریا سے ترک سکونت کر کے دریا کے قریب آجاتے ہیں۔

راقم منڈالہ کے قریب ہیل میں قدیمی مزار پر فاتحہ خوانی کر رہا ہے

marfatcom

دریائے جموں توی (سیالکوٹ)

ہزاروں سالوں سے بہنے والے اس دریا کے کنارے کہیں انسانی بستیاں آباد ہوئیں، سیلاب آتے رہے اور کئی انسانی بستیوں کو صفحہ ہستی سے مٹاتے رہے۔ موجودہ دور میں بھی اس دریا کے دونوں کنارے فصلیں دھان اور گندم بہت زیادہ پیداوار دیتی ہیں۔ اناج کی فراوانی کیوجہ سے یہ علاقہ ماضی میں بہت خوشحال رہا اس دریا کے دونوں کناروں پر کہیں تباہ شدہ شہروں میں اللہ کے نیک بندے بزرگوں اور درویشوں کے آستانے ہیں۔ جو اس بات کے داعی ہیں اس دریا کے اندر ہزاروں سالہ پرانی تاریخ کے آثار دفن ہیں جو تحقیق کرنے والوں کے لیے دلچسپی کا باعث بن سکتے ہیں

marfatcom

دریائے چناب اور دریائے مناور توی کے درمیان قدیمی سرزمین نڈالہ میں قدیمی مزار

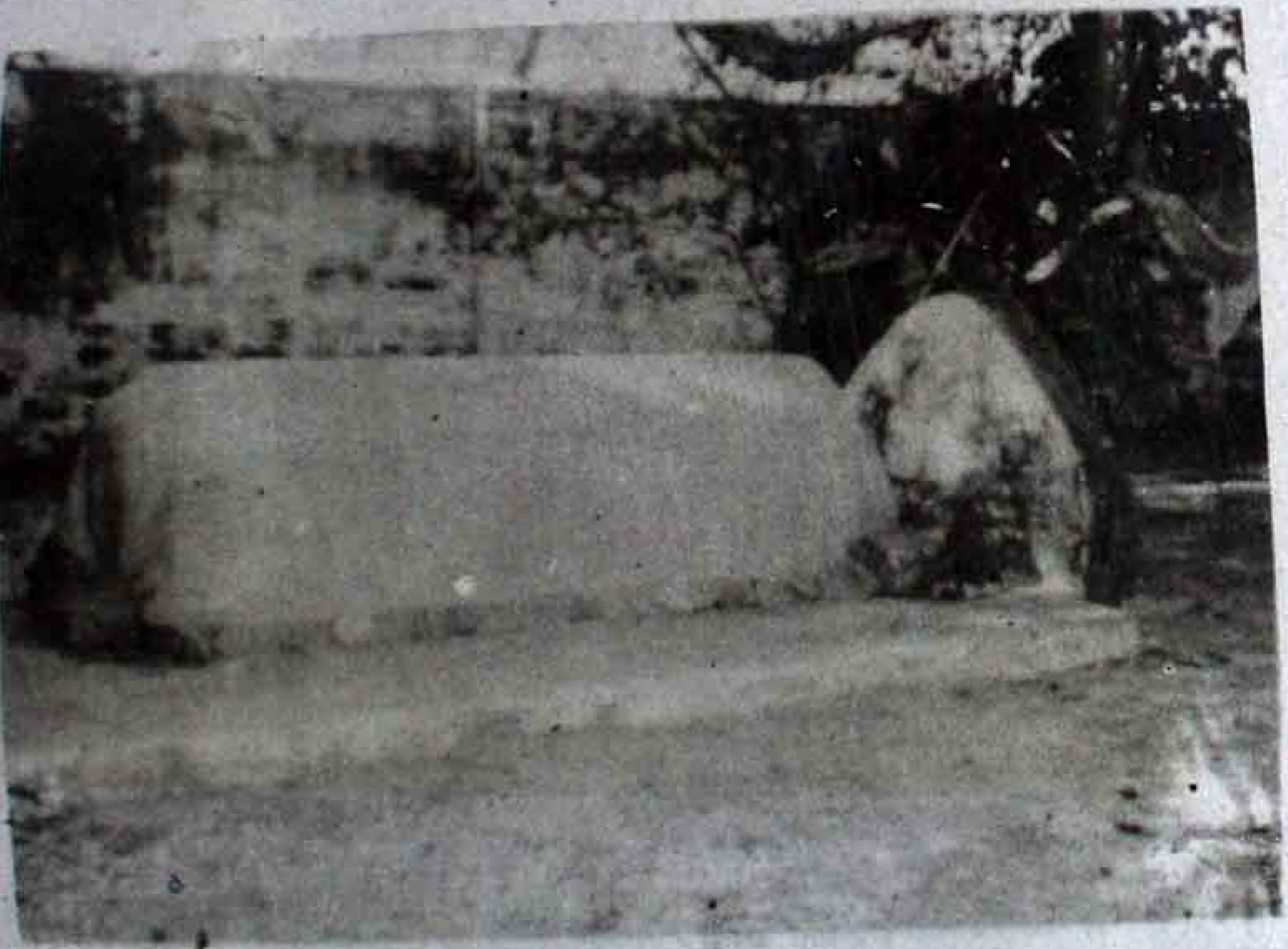

دنیا کی پرانی تہذیبیں دریاؤں کے کنارے پروان چڑھیں۔ حالات زمانہ کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات جنگ وجدل کے نتیجے میں برباد ہوئیں۔ سیالکوٹ کے علاقہ میں نڈالہ ایک سرحدی بستی ہے۔ جو تباہ وبرباد ہو چکی ہے۔ یہ علاقہ زرخیزی میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس علاقہ میں اجناس کی پیداوار کے لئے کسی پانی یا کھاد کی ضرورت نہیں اس علاقہ کے لئے کوئی پختہ راستہ نہیں۔ قدم قدم پر ندی نالے ہیں۔ راقم نے اس علاقہ تک پہنچنے کے لئے کم وبیش 15 میل پیدل سفر طے کیا۔ راستہ میں دلدل کیچڑ خاردار جھاڑیوں جنگلی جانوروں کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ حافظ شمس الدین گلگیانوی سے ملنے والے قلمی نسخہ میں یہاں 5 مزارات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ فلسوطاغا، صمدان، طرشون، عطروں، حرشون، جرموق۔ آج کل یہ بستی تباہ وبرباد ہو چکی ہے۔ کھدائی کے دوران یہاں سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے، ٹوٹی ہوئی اینٹیں تراشے ہوئے پتھر، بچوں کے مٹی کے کھلونے بھی ملتے ہیں۔ نڈالہ میں ایک قدیمی مسجد اور کھجور کا درخت بھی ہے۔ جدید دور کی سہولتیں نہ ہونے کے علاوہ ذرائع مواصلات، دریاؤں کی سیلاب کاریوں، جنگلی جانوروں کی وجہ سے مقامی آبادیوں کے بیشتر افراد یہاں سے ترک سکونت کر چکے ہیں۔ نڈالہ کے جانب شمال چھنی کا مشہور قصبہ ہے۔ چھنی میں بھی ایک قدیمی مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام حیقوق ؒ ہے۔

marfatcom

سیالکوٹ کے علاقہ نڈالہ میں قدیمی مزار

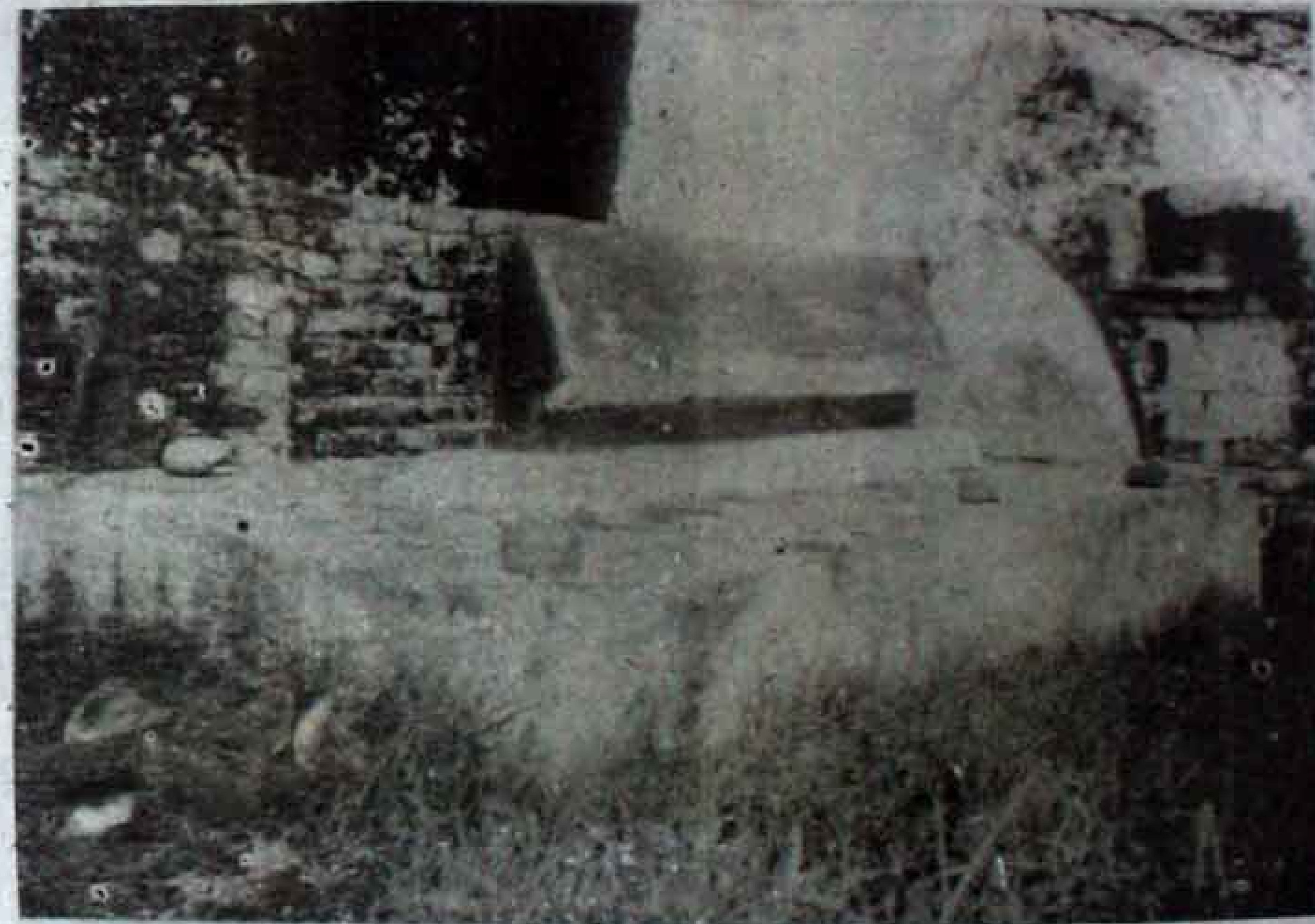

دریائے چناب، جموں توی، مناور توی اور ان تین دریاؤں کے درمیان بہنے والے برساتی ندی نالوں کے درمیان ایک قدیمی بستی چھمی نڈالہ کے نام سے مشہور ہے۔ آبی گزرگاہوں اور سرحدی علاقہ میں ہونے کی وجہ سے یہ نگری کئی بار اجڑی اور برباد ہوئی۔ یہ علاقہ زرخیزی میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس علاقہ میں کاشت کرنے والی اجناس کو کھاد پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس جزیرہ نما بستی میں 6 کے قریب قدیمی مزار ہیں۔ جو کسی قدیمی دور کے معلوم ہوتے ہیں۔ اس علاقہ میں پہنچنے کے لئے کوئی پختہ سڑک نہیں ہے۔ ندی نالوں کے پانی سے گزر کر یہاں پہنچنا پڑتا ہے۔ ان مزارات پر حاضری دینے کے لئے راقم کو کئی میل پیدل چلنا پڑا۔ موسم سرما میں دریائے مناور توی میں پانی کی مقدار کم ہوتی ہے اور دو تین فٹ پانی میں آسانی سے گزرا جاسکتا ہے۔ جنگل، بیلہ، دلدل، خاردار جھاڑیوں سے گزر کر عین سرحدی علاقہ میں یہ مزار ہے۔ اس مزار کے سرہانے ایک شیشم کا درخت جو کئی سالوں سے خشک اور تنہا کھڑا ہے جو اس بزرگ کی عظمت کا نشان ہے۔ راقم اس مزار پر دعا مانگ رہے ہیں یہ مزار پختہ تعمیر ہے چار دیواری بھی ہے۔

==

marfat.com

روال نزد چپراڑ (سیالکوٹ) میں قدیمی مزار

سیالکوٹ سے ایک سڑک سید پور کی طرف آتی ہے۔ اور سید پور سے یہ حفاظتی بند سے ہوتی ہوئی چپراڑ کی طرف جاتی ہے۔ روال گاؤں جموں توی کے کنارے پر آباد تھا جو دریا برد ہو چکا ہے۔ یہ گاؤں کئی آباد ہوا دریا برد ہوا۔ دریا کے قریب چھوٹے چھوٹے ندی نالے بھی ہیں۔ جن کے قریب انسانی آبادیاں آباد ہوئیں۔ روال گاؤں اب دو تین جگہ پر آباد ہے۔ ایک آبی گزرگاہ کے کنارے تھوڑے سے رقبے میں درختوں کے جھنڈ کے قریب مزار ہے۔ اہل نظر یہاں عقیدت احترام سے حاضر ہوتے ہیں۔ حافظ شمس الدین گلگیانوی ؒ نے روال میں چند مزارات کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سے ایک مزار کا نام یحییٰ ایل درج ہے۔

marfatcom

سہل پور براستہ چپراڑ (سیالکوٹ) میں نو گز لمبا مزار

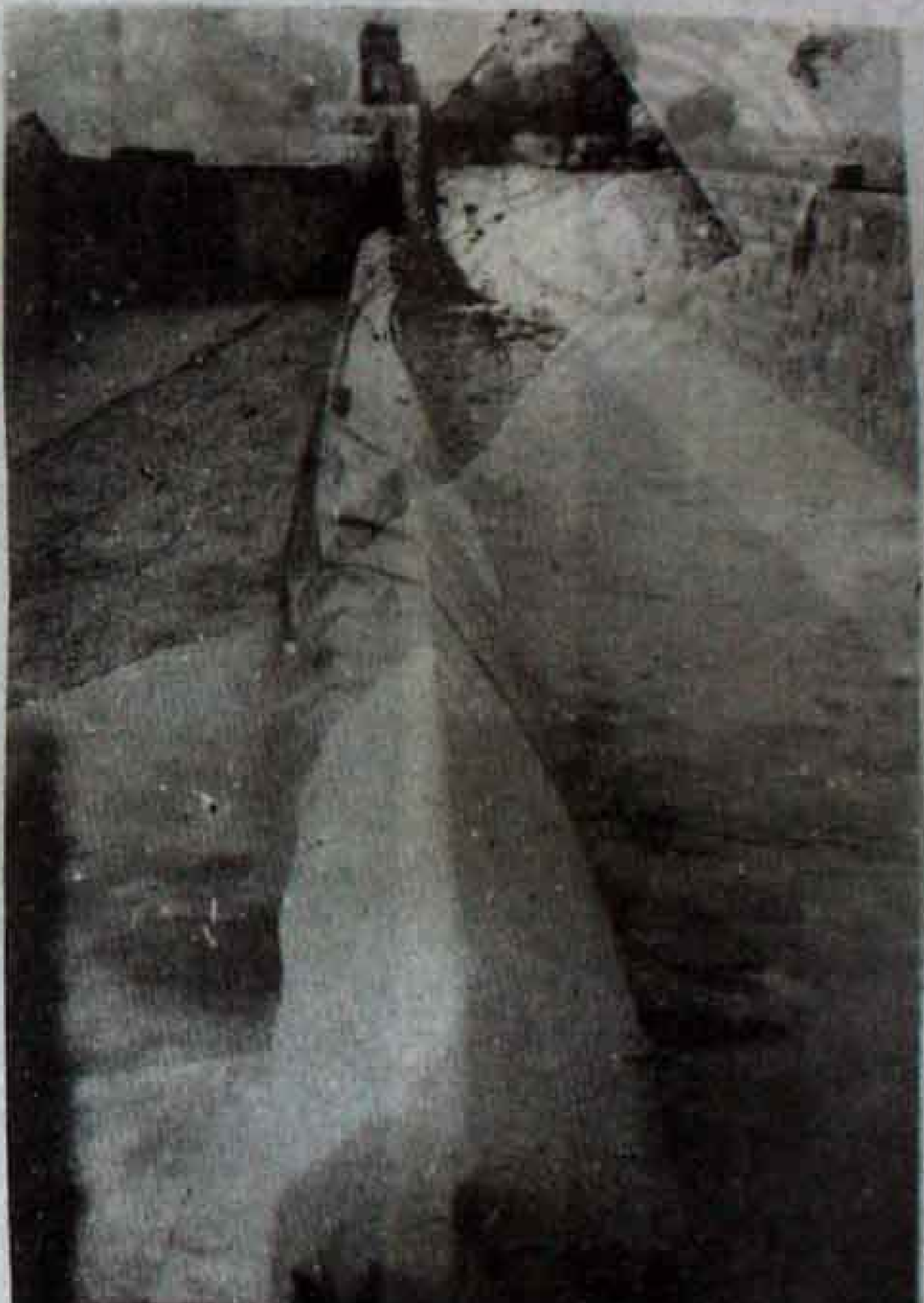

چپراڑ سے ایک راستہ جموں اکھنور کی طرف جاتا ہے یہ مزار صالح پور کے قریب ایک بستی سہل پور میں ہے ۔ یہ مزار بھی ایک آبی گزرگاہ کے کنارے واقع ہے ۔ مزار پختہ تعمیر ہے چار دیواری بھی ہے ۔ گردونواح کے لوگ پوری عقیدت و احترام سے یہاں حاضری دیتے ہیں ۔ اگرچہ یہ علاقہ ہر سال سیلاب اور طغیانی کی زد میں رہتا ہے ۔ لیکن اللہ کے نیک بندوں کے نشان منہ زور سیلاب بھی نہ مٹا سکے ۔ حضرت شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ کے مطابق صاحب مزار کا نام سلسانوشؒ ہے آپ حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے بتائے جاتے ہیں

marfatcom

صالح پور نزد چپراڑ (سیالکوٹ) میں نو گز لمبا مزار

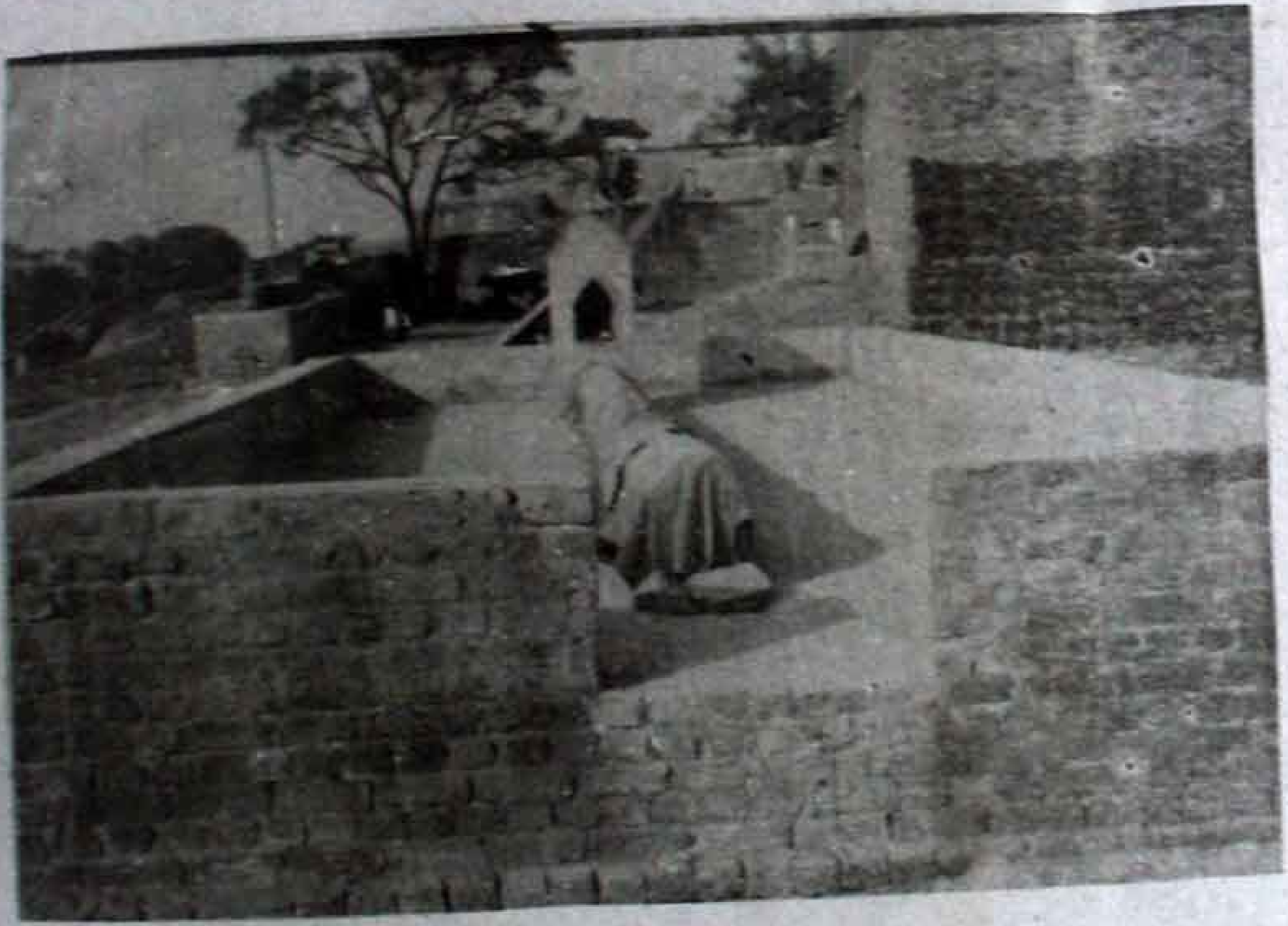

صالح پور گاؤں چپراڑ کے نزدیک ایک آبی گزرگاہ کے کنارے آباد ہے جس میں سارا سال ٹھنڈا اور میٹھا پانی بہتا رہتا ہے جو انسانی ضروریات کے علاوہ مال مویشی اور زمینوں کو بھی سیراب کیا جاتا ہے۔ مزار کی لمبائی نو گز ہے پختہ تعمیر ہے چاردیواری بھی ہے۔ اور ایسے مزارات کی تعداد یہاں پانچ کے قریب ہے۔ ماضی میں یہ علاقہ اناج اجناس کی وجہ سے اور پانی کی وجہ سے سرسبز شاداب رہا۔ صدیاں گزر جانے کے باوجود ان نیک ہستیوں کے نشان قائم ودائم ہیں

marfatcom

روال نزد چپراڑ (سیالکوٹ) میں قدیمی مزار

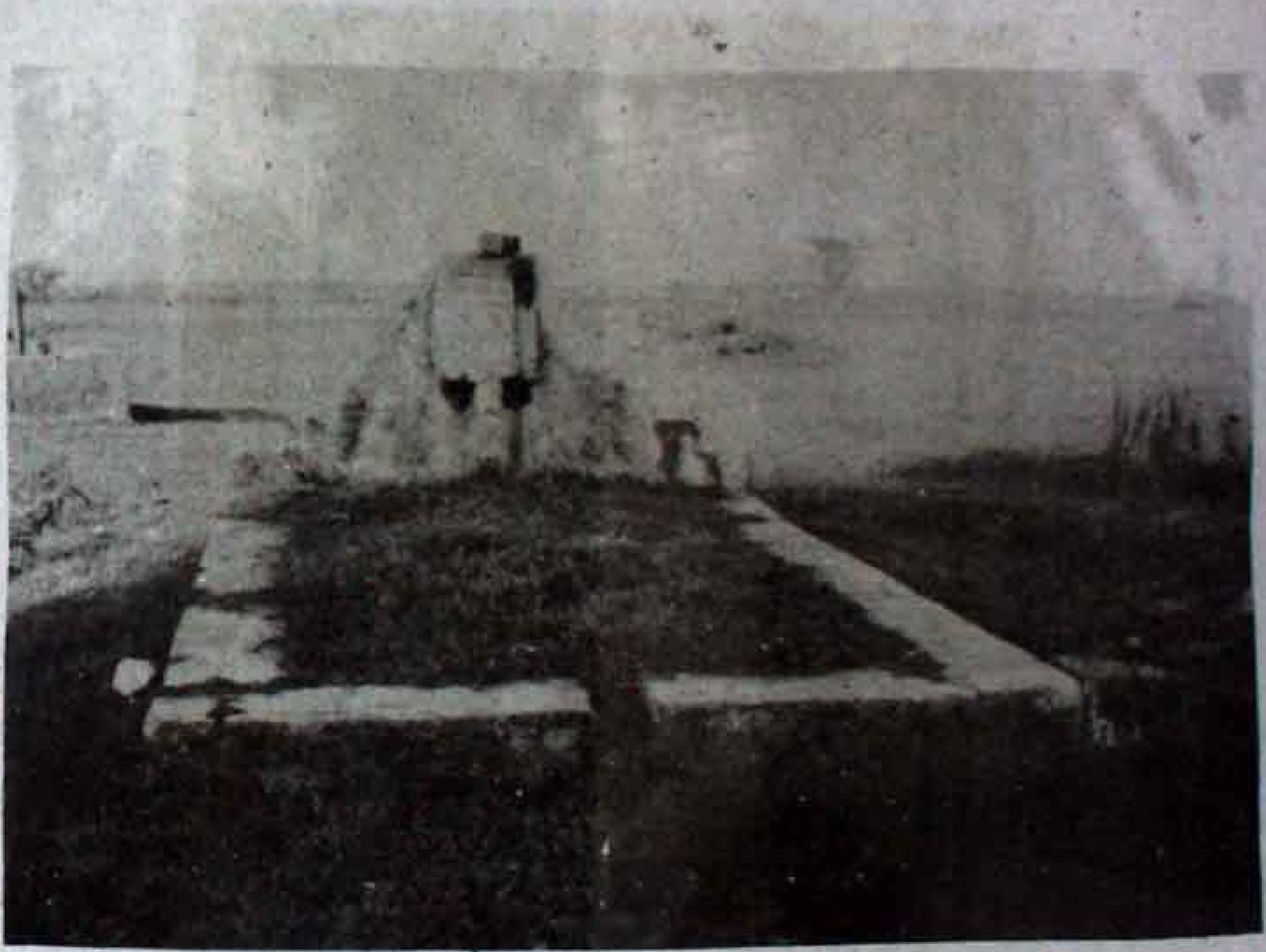

روال گاؤں جموں توی کے کنارے آباد تھا جو 53-1952 کے سیلاب میں دریابرد ہو گیا۔ انسانی آبادیاں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں مکانات کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے مٹی کے مکان دریا برد ہو گئے۔ لیکن ان پاک ہستیوں کے نشان دریا کی منہ زور لہریں بھی نہ مٹا سکیں۔ مقامی آبادی کے مطابق روال تین بار آباد اور تین بار تباہ ہوا۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 326 نمبر شمار 403 کے مطابق صاحب مزار کا نام ملک طالوت ہے۔ جو حضرت سلمانؓ کی اولاد سے بتائے گئے ہیں

marfatcom

محال پتوال (سیالکوٹ) میں حضرت مہلائیل کا مزار

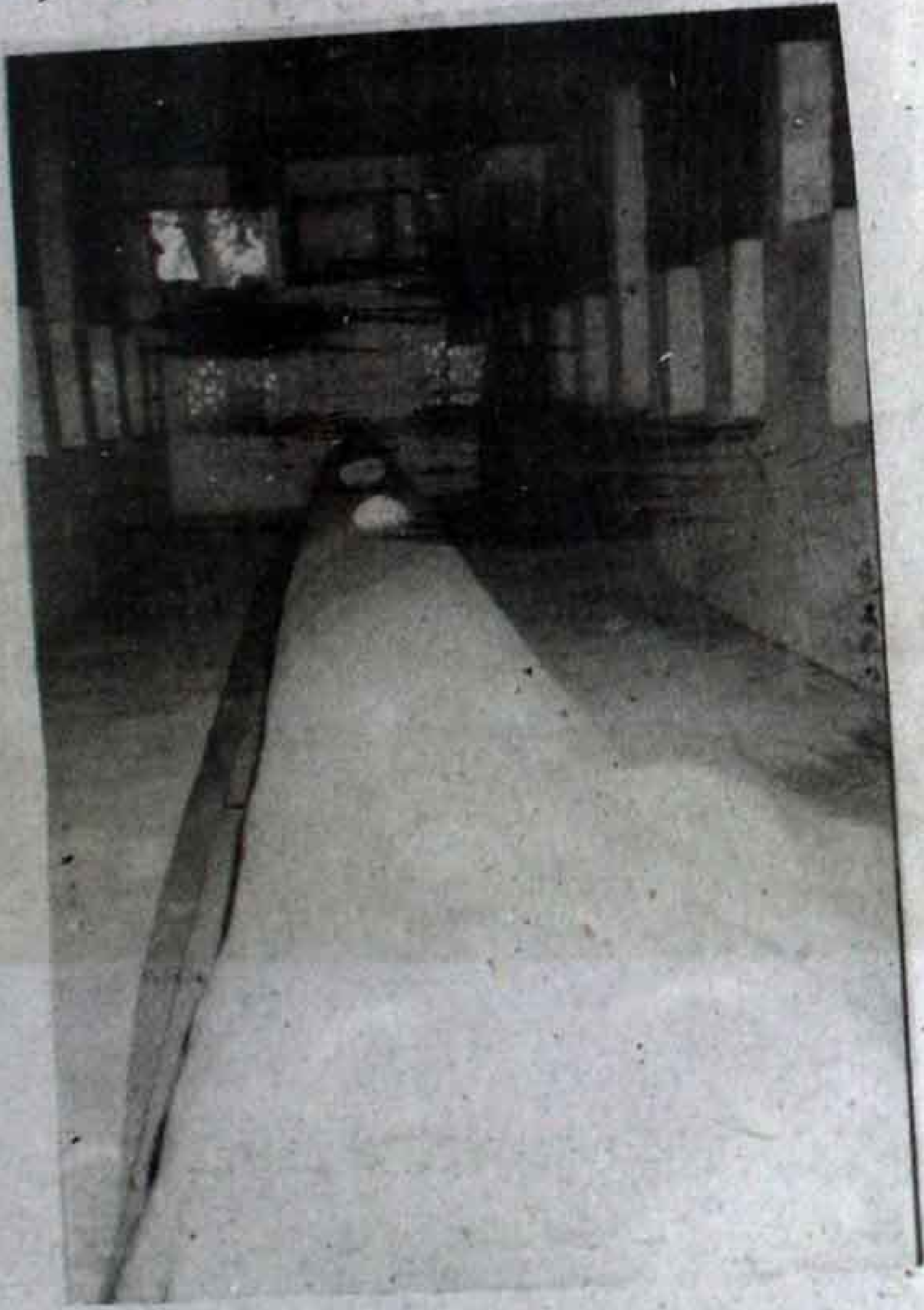

دریائے جموں توی جو ہزاروں سالوں سے قائم اور دائم ہے اس سرزمین پر ہزاروں سالہ پرانی بستیاں اور یہ سرزمین جو اجناس اور اناج کی پیداوار میں اپنی مثال آپ ہیں ۔ یہ مزار جموں بارڈر کے قریبً موضع محال پتوال میں ہے ۔ مزار تک جانے کے لیے چپراڑ سے کچا راستہ جاتا ہے یہاں دھان اور گندم کی فصل خوب پیدا ہوتی ہے ۔ مزار پختہ تعمیر ہے اسکے اوپر چھت بھی ہے حافظ شمش الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت مہلائیل ہے صدیاں گزر جانے کے باوجود مزار کا تقدس قائم اور دائم ہے

marfatcom

جھمیاں سہلریاں (سیالکوٹ) میں نو گز لمبا مزار

سید پور بند سے سڑک چپراڑ کی طرف جاتی ہے ۔ ماضی میں یہ سڑک جموں کی طرف جاتی تھی اور اس کی ایک شاخ سیالکوٹ کی طرف ہے ۔ اور اسی سڑک کی ایک شاخ ہیڈ مرالہ سابقہ پتن کلووال بہلول پور کی طرف جاتی ہے ۔ صالح پور اور سہل پور سے ایک سڑک محال پتوال کی طرف جاتی ہے ۔ اور آخری سرحدی گاؤں جھمیاں کے سر سبز میدانوں میں یہ نو گز لمبا مزار ہے ۔ جو پختہ تعمیر ہے ۔ اس کی لمبائی نو گز ہے ۔ اس مزار سے تھوڑے سے فاصلہ پر جموں کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے ۔ سرحدی علاقہ ہونے کے علاوہ دریاؤں کے سیلاب اس نیک ہستی کا نشان نہ مٹا سکے ۔ اس علاقے کی پرانی تاریخ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیلابوں کی وجہ سے کئی شہر بستیاں تباہ و برباد ہوئیں ۔ پھر آباد ہوئیں اور پھر دریا برد ہوئیں ۔ لیکن ان پاک ہستیوں کے نشان قائم و دائم ہیں ۔

marfatcom

بجوات کے علاقہ میں پاک افواج کے شہداء کی قبریں

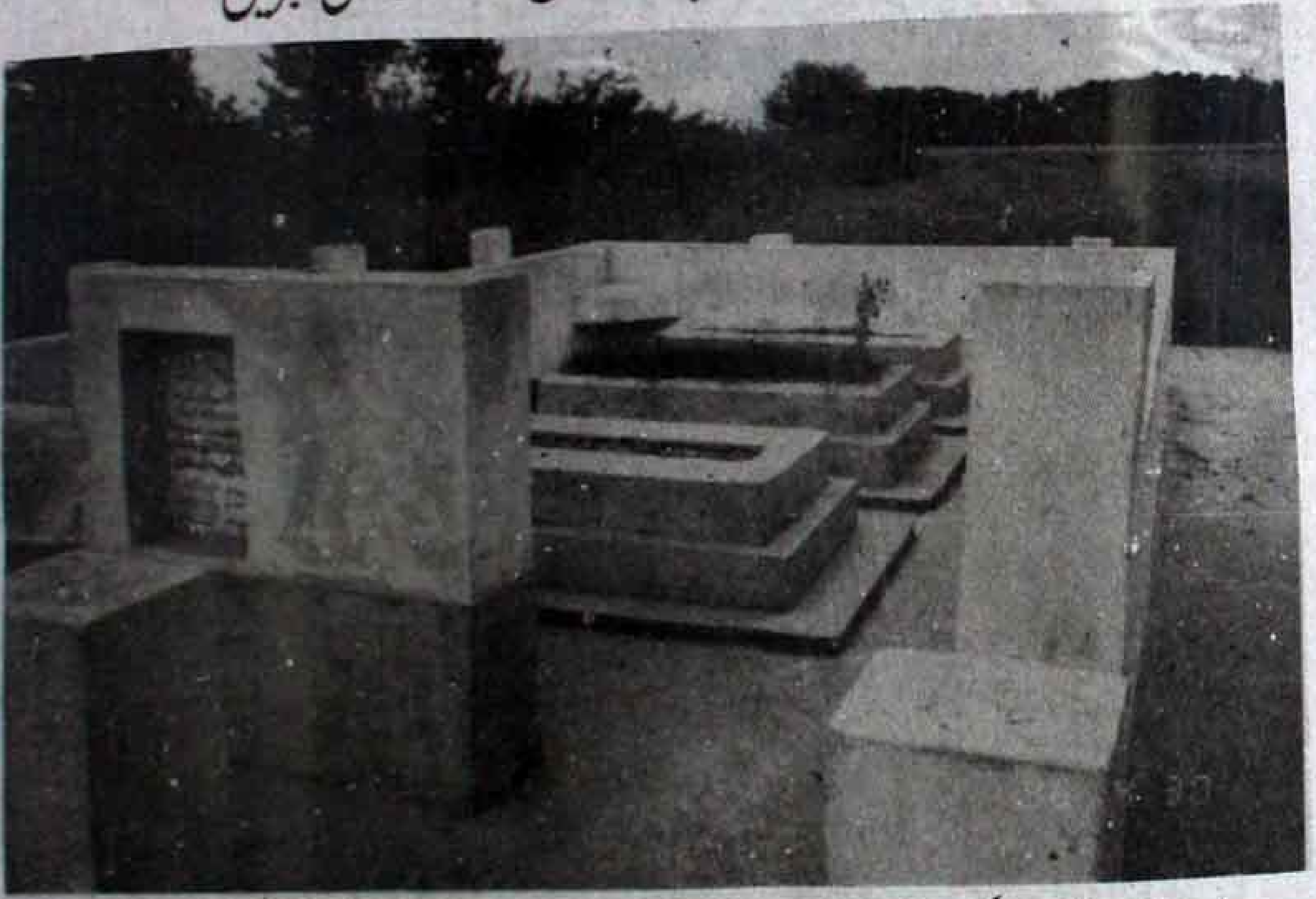

دریائے جموں توی عبور کرنے کے بعد بجوات کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ اس میدانی علاقہ میں پاک افواج کے چند شہداء کی قبریں ہیں جو 1971ء کی جنگ میں مادر وطن پر قربان ہوئے۔ ان کی یاد میں یہ مزار تعمیر کئے گئے ہیں۔ جس پر یہ عبارت تحریر ہے۔

شہدائے 36 پنجاب رجمنٹ

جب تک نہ جلیں دیپ شہیدوں کے لہو سے
کہتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہو گا

ان سرفروشوں اور مجاہدین وطن نے ملک و ملت اور اسلام کی خاطر 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں جام شہادت نوش کیا۔ سپاہی گل خطاب، سپاہی محمد لطیف، سپاہی عبدالله ان شہیدوں کے مزار پختہ تعمیر کئے گئے ہیں اور جانب مغرب سنگ مرمر کا کتبہ نصب کیا گیا ہے۔ اس علاقہ میں حق و باطل کے معرکے زمانہ قدیم سے ہوتے رہے۔ ان معرکوں کی نشانیاں یہاں ٹبوں ٹیلوں اور قدیمی مزارات کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اب اس علاقہ کی صورتحال یہ ہے کہ تین طرف دریا ہے اور چوتھی طرف بارڈر ایریا ہے۔

"رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو"

marfatcom

بجوات کے علاقہ بھولی سمبلی میں حضرت سائیں فضل حسینؒ کا مزار

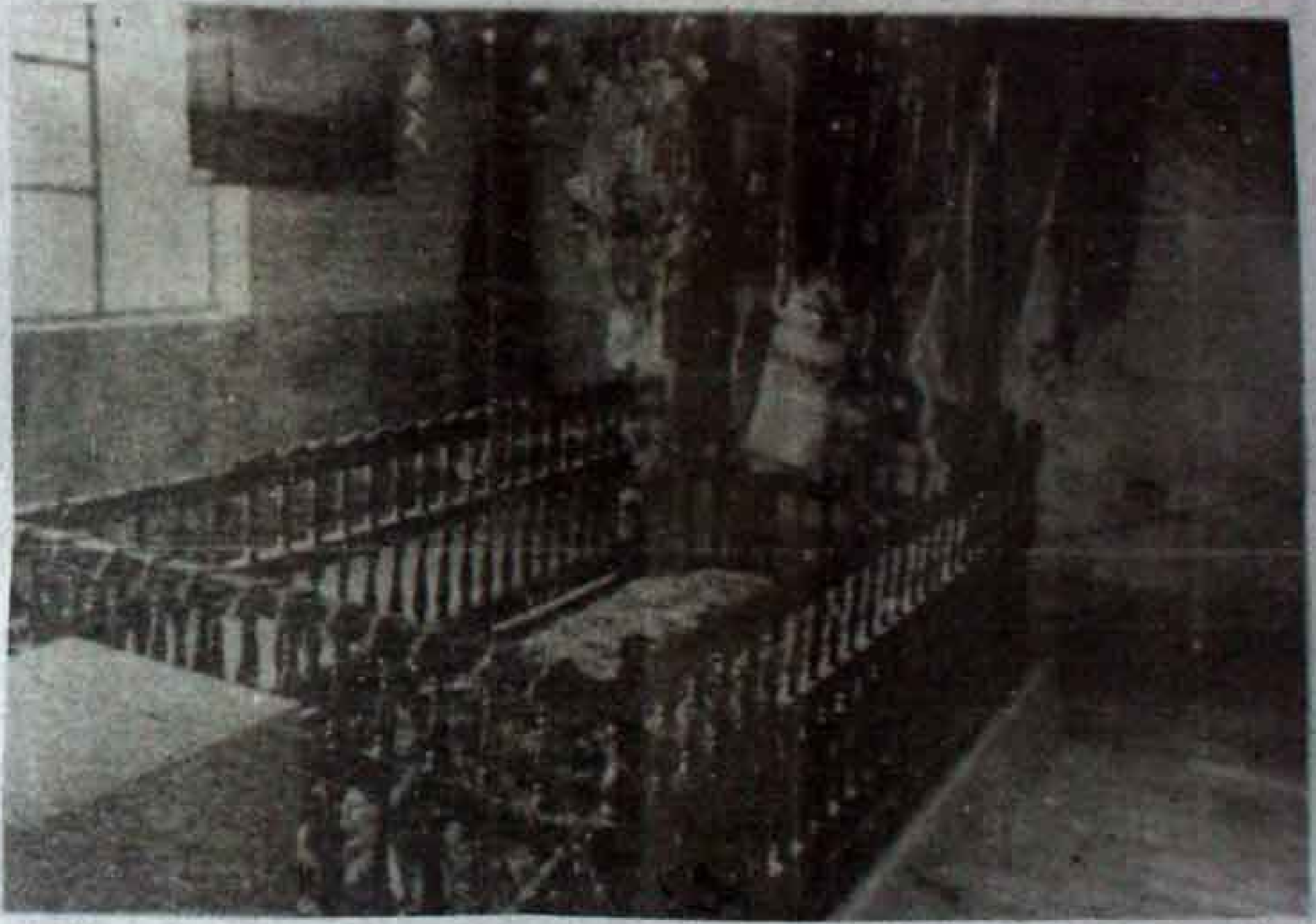

بجوات کے علاقہ کے ایک طرف دریائے جموں توی اور دوسری طرف دریائے چناب بہتا ہے ۔ قدیم دور کے انسان کا مسکن دریاوں کے کنارے ہی ہوتا تھا ۔ یہ علاقہ بہت زرخیز تھا ۔ گندم چاول دیگر اجناس بڑی مقدار میں پیدا ہوتی ہیں ۔ خوشحالی کے علاوہ یہ علاقہ قدرتی آفات اور جنگ و جدل کا مرکز رہا ۔ 1965ء، 1971ء میں یہاں کئی معرکے ہوئے ۔ برسات کے دنوں میں جموں توی طغیانی کی وجہ سے یہ علاقہ سیالکوٹ سے کسی حد تک منقطع ہو جاتا ہے ۔ بجوات کے علاقہ بھولی سمبلی میں حضرت سائیں فضل حسین سرکار کا آستانہ ہے جو بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں ۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مجذوبی حالت میں چلہ کشی میں گزارا ۔ آپ کے مرشد کا نام حضرت پیر حسین شاہؒ سرکار ہے ۔ ان کا مزار کھجور والی سیالکوٹ ہیڈ مرالہ کے قریب ہے ۔ آپ کا عرس ہر سال پورے عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے ۔ مخلوق خدا عرس پر حاضری دیتی ہے بجوات کی سرزمین بہت قدیمی ہے ۔ یہاں چھٹی ڈھیروں میں بھی نوگز لمبا مزار ہے ۔ کھیری میں بھی قدیمی مزار ہے ۔ نرسنگ پورہ جو جموں کے علاقہ میں ہے، حضرت شریعہؒ کا مزار ہے ۔ مقامی بستی بجوات میں بھی نوگز لمبا مزار ہے ۔ اس علاقہ میں قدم قدم پر آبی گزرگاہیں ہیں جہاں سارا سال ٹھنڈا میٹھا صاف اور شفاف پانی بہتا رہتا ہے ۔ اللہ کی دی ہوئی اس نعمت سے انسان مال مویشی اپنی پیاس بجھاتے ہیں ۔ آپ کا سلسلہ قلندریہ ہے ۔ آپ کا وصال 1971ء میں ہوا ۔ 19 اپریل کو عرس منایا جاتا ہے ۔ عرس کا اہتمام عبدالغفور دربار کے متولی کرتے ہیں ۔

marfatcom

بجوات کے سرحدی گاؤں بھولی سمبلی میں پیر گرناؒ کا مزار

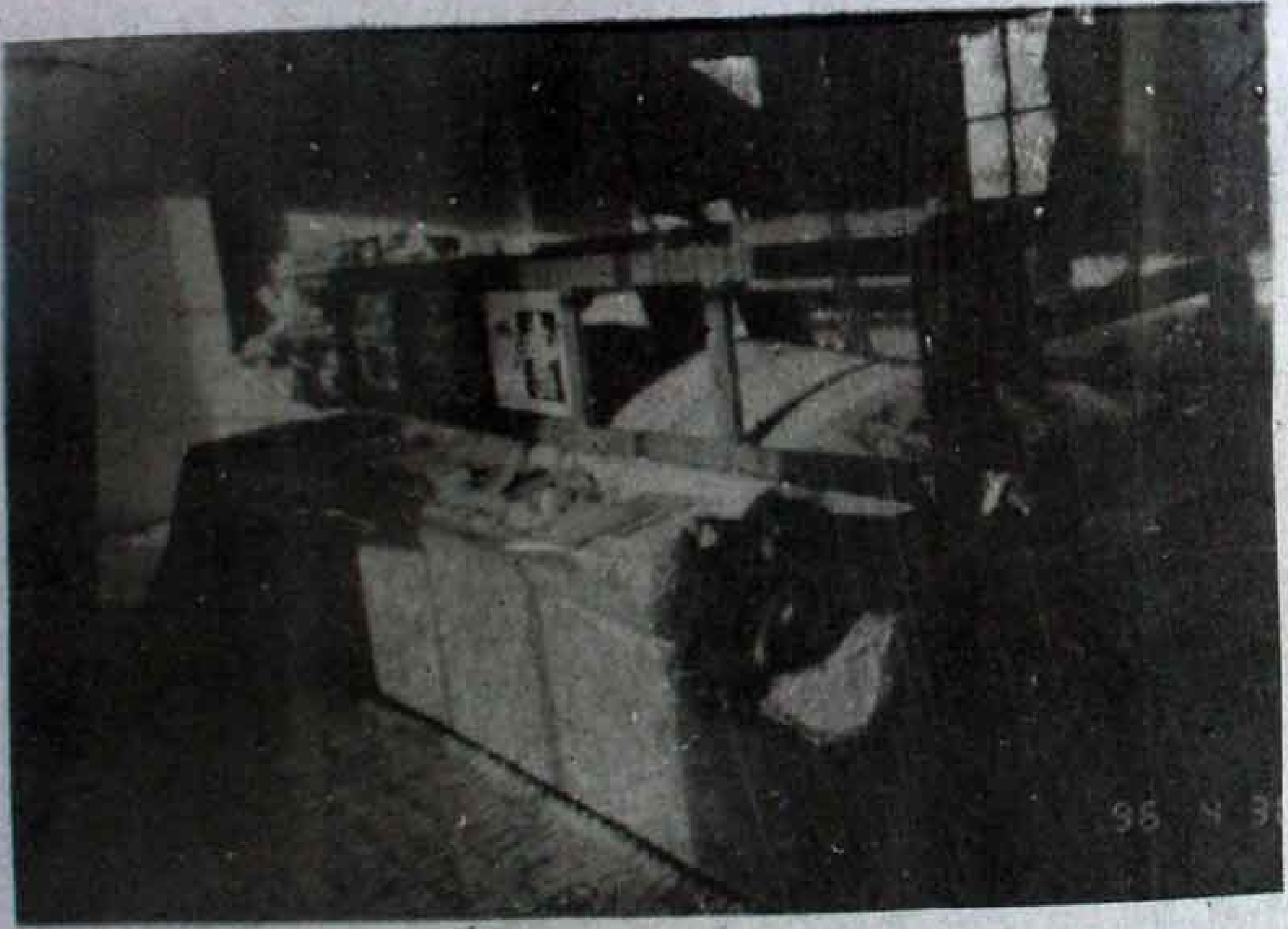

ضلع سیالکوٹ کے علاقہ بجوات میں بھولی سمبلی اس علاقہ کا آخری سرحدی گاؤں ہے۔ بھولی سمبلی کے آگے ریاست جموں کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ بھولی سمبلی کے علاوہ جھنگی لونی اس علاقہ کی قدیمی بستیاں ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے علاقہ میں زیادہ تر ہندو لوگ آباد تھے۔ شاندار مندر بھی تعمیر کیا گیا ہے جس کے نقش ونگار ابھی بھی تازہ معلوم ہوتے ہیں۔ پیر گرناؒ کا مزار بہت قدیمی ہے۔ گرنا نام اس لئے منصب کیا گیا ہے کہ اس مزار کے قریب گرنا (برنا) کا درخت تھا۔ جس کی وجہ سے صاحب مزار کو پیر گرنا کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ مزار شاندار انداز میں پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار پر چھت بھی ہے اس مزار کے قریب ہی نرسنگ پورہ میں حضرت شریاؒ کا مزار ہے۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 325 نمبر شمار 392 کے مطابق حضرت شریاؒ کا سلسلہ اولاد امت نوحؑ سے جا ملتا ہے۔ اس علاقہ کی پوری پٹی میں جو مناور سے شروع ہو کر جموں میں جاتی ہے، کئی نو گز لمبے اور قدیمی مزار ہیں۔ اس علاقہ پر غیر مسلموں کے قابض ہونے کے باوجود یہ نشان قائم و دائم ہیں۔ اس علاقہ کی ہر بستی میں اللہ کے کسی نہ کسی نیک بندے کا مزار موجود ہے۔ گھنے درختوں کی چھاؤں میں جنات ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی علاقہ میں پھکلیاں کے قریب کئی نو گز لمبے مزار ہیں۔ پھکلیاں گاؤں کے علاوہ کوٹلی دپستاں میں بھی نو گز لمبا مزار ہے۔ کوٹلی دپستان کے ساتھ بیبابا بھگو شاہؒ ڈھیروں میں بابا فدا حسین شاہؒ بابا طاہر ولیؒ کھیری میں بابا محمد حسینؒ کے مزار ہیں۔

marfatcom

براہمتیاں پھوکلیاں بجوات (سیالکوٹ) میں نو گز لمبا مزار

یہ مزار بھی پھوکلیاں کے موضع براہمتیاں میں ہے۔ یہ مزار ایک بلند وبالا قلعہ نما ٹبہ پر ہے۔ یہاں دو نو گز لمبے مزار ہیں۔ اس ٹبہ کے اوپر مٹی کے پرانے برتنوں کے ٹکڑوں کی تہہ بچھی ہوئی ہے۔ پاک فوج نے جب یہ مورچے کھودے تو کھدائی کے دوران پرانے زمانے کے برتن اور انسانی ضروریات میں استعمال ہونے والی اشیاء کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔ مزار کی لمبائی نو گز ہے۔ اور پختہ تعمیر ہے۔ چھت بھی ہے۔ اور پیر ظاہر ولی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس ٹبہ پر بڑے بڑے پرانے قدیمی درخت بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ مزار جنگ لوئی کو جانے والی سڑک کے کنارے پر ہے۔ ٹبہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے

marfatcom

پھوکلیان (سیالکوٹ) میں 9 گز لمبا مزار

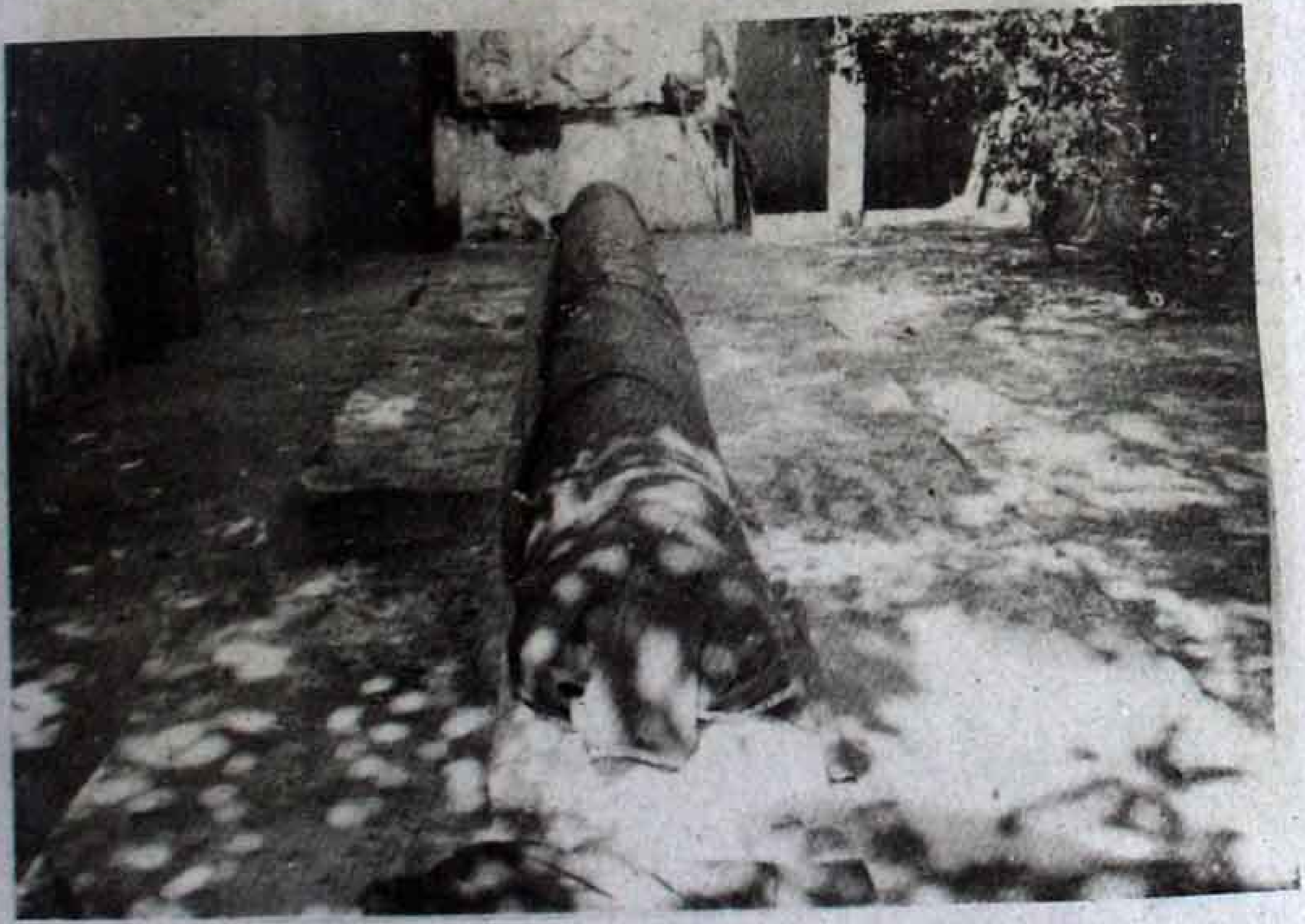

پھوکلیان بجوات کا علاقہ جو انتہائی زرخیز اور سرسبز ہے ۔ اس سرزمین کو مناور توی اور دریائے چناب نے اپنی تحویل میں لے رکھا ہے ۔۔ پھوکلیان کے تین اطراف جموں کی سرحد ہے ۔ چوتھی طرف جموں توی ۔ پھوکلیان کو یہاں مرکزی حیثیت حاصل ہے ۔ پھوکلیان کے قبرستان میں 9 گز لمبا مزار ہے ۔ جو پختہ تعمیر ہے ۔ مزار کے ملحقہ مناور کے سید چن پیر کے مزارات بھی ہیں ۔ جنہوں نے مغلیہ دور کی مسجد جو مناور میں زیرزمین تھی کو 1932ء میں از سرنو آباد کیا تھا مزارات پر ہر سال عرس عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے ۔ اہل دیہہ احترام سے حاضری دیتے ہیں

marfatcom

پھوکلیان (سیالکوٹ) کے سرحدی گاؤں سونٹی میں نو گز لمبا مزار

سید پور سے ایک سڑک پھوکلیان کی طرف جاتی ہے۔ جموں توی ٹھنڈے میٹھے صاف شفاف پانی میں کشتیوں کے پل کو عبور کرنے کے بعد پھوکلیان بجوات تحصیل علاقہ شروع ہوتا ہے۔ یہ علاقہ سرسبز شاداب ہے۔ دو دریاؤں چناب اور جموں کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ قدم قدم پر ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے ہیں۔ جس سے انسانوں کے علاوہ مال مویشی بھی مستفید ہوتے ہیں۔ اس سرزمین پر ہزاروں سالہ پرانی قدیمی بستیوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ایک سڑک کھی مان کی طرف جاتی ہے۔ گاؤں سونٹی کے قریب نو گز لمبا مزار ہے۔ جسے مقامی لوگ پیر نو گزہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ مزار پختہ تعمیر ہے۔ اور چار دیواری بھی ہے۔

marfatcom

دلپت (کوٹلی دلپتاں) سیالکوٹ ملک شمداروس کا نو گز مزار

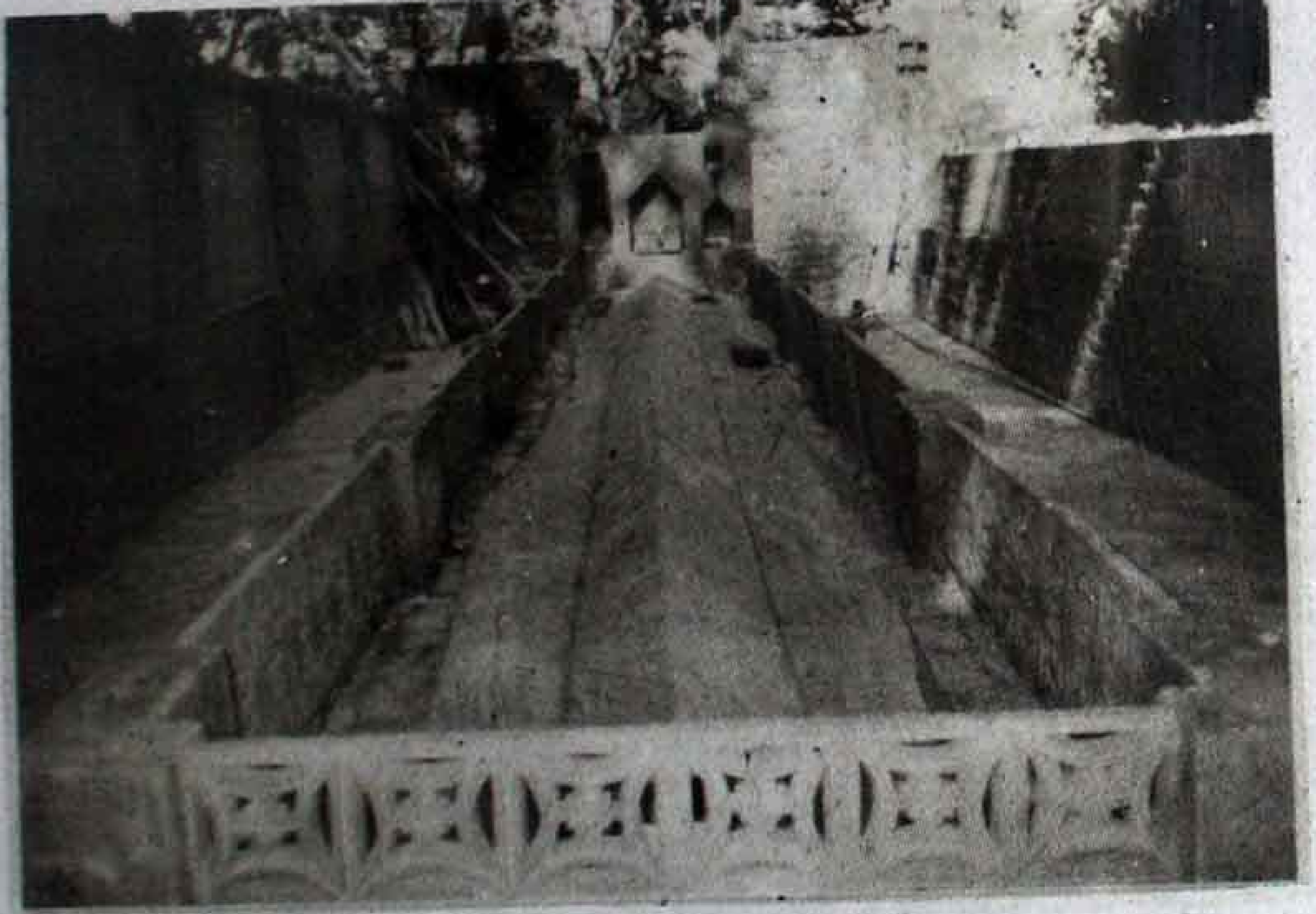

یہ مزار پھوکلیان بجوات کے مشہور قصبہ دلپت المعروف کوٹلی دلپتاں میں ہے ۔ یہ پاکستان کا سرحدی گاؤں ہے ۔ مزار گھنے درختوں میں ہے ۔ پختہ تعمیر ہے نو گز لمبا ہے چار دیواری بھی ہے ۔ یہ علاقہ دریائے مناور توی اور چناب کے وسط میں ہے ۔ قدیم دور میں رہنے والے اپنے آپ کو خوشحال اور محفوظ سمجھتے تھے ۔ اس علاقہ میں نو گز لمبے مزارات تھوڑے تھوڑے فاصلے پر موجود ہیں ۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 325 نمبر شمار 370 کے مطابق صاحب مزار کا نام ملک شمداروس ہے اور آپ حضرت سلمان کی اولاد سے بتائے جاتے ہیں برصغیر میں جو 9 گز لمبی قبریں ہیں ان میں جو سلمان کی اولاد سے ہیں ان کے نام سے پہلے لفظ ملک تحریر ہے

marfatcom

وزیر آباد سیالکوٹ روڈ تاریخ کے آئینے میں

گجرات کی دھرتی پر بہنے والے دریائے چناب کے کنارے قدیمی ٹبوں ٹیلوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ کئی پرانی سڑکیں جو دریائے چناب کے کنارے آکر اختتام پذیر ہوتی ہیں سیالکوٹ کی جانب ان سڑکوں کا آغاز ہوتا ہے۔ سیالکوٹ کی جانب دریائے چناب کے کنارے پرانی بستیوں اور ان سڑکوں کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے۔ راقم جب جائزہ لینے کے لئے

اہل دیہہ کے مطابق اس بزرگ کی دعاؤں سے دریائے چناب نے یہاں سے اپنا رخ بدل لیا ہے اور ہم ہر سال طغیانی سیلاب سے محفوظ ہوگئے ہیں۔ اس گاؤں مست گڑھ کی جانب جنوب نالہ پلکھو بہتا ہے۔ یہ سارا علاقہ سر سبز و شاداب ہے اور چھوٹی موٹروں کے ذریعے پانی کھیتوں کو لگایا جاتا ہے۔ نالہ پلکھو کے کنارے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کافی دیہات آباد ہیں۔ جن کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔ غلہ کے علاوہ سبزی کافی مقدار میں پیدا کی جاتی ہے۔ سمبڑیال میں ماضی میں بہت بڑا پڑاؤ تھا یہاں چاروں طرف سے سڑکیں آکر ملتی تھیں۔ سمبڑیال میں تین نو گز لمبے مزار ہیں۔ ایک ریلوے لائن میں ہے۔ قلمی شجرہ کے مطابق صاحب مزارات کے نام ملک نعماطوشؒ، مقناطیسؒ طرطوش ہیں۔ اس کی ایک شاخ سیالکوٹ، گوجرانوالہ روڈ، ایمن آباد روڈ کی طرف جاتی ہے۔ سیالکوٹ روڈ پر اوٹھیاں میں 9 گز لمبا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام طیموشؒ ہے۔ ایمن آباد روڈ پر بوڑھکی نہر کے کنارے ایک قدیمی قصبہ ہے۔ یہاں کئی پرانی قبریں ہیں۔ گزشتہ دنوں مسجد کی تعمیر کے دوران ایک قدیمی قبر سے صاحب مزار کا جسم درست حالت میں پایا گیا۔ ریش مبارک مہدی رنگ کی تھی اہل دیہہ نے اسی حالت میں قبر بند کر کے پختہ تعمیر کردی۔ بوڑھکی میں صاحب مزار کا نام قنبطؒ ہے۔

سیالکوٹ، وزیر آباد کی سرزمین پر پہنچا تو مشاہدہ میں آیا کہ یہ علاقہ گجرات سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ دریائے چناب اور پلکھو کے کنارے آباد بستیاں تباہ شدہ ٹبے ٹیلے اس بات کے داعی ہیں کہ یہ علاقے اس دور کے ہیں جب انسان نے زمین پر قدم رکھا۔ دریائے چناب کے لئے یہ تجارتی قافلوں اور حملہ آوروں کی گزرگاہ رہے۔ مشہور پتن بہلولپور کے بالمقابل کلووال کا مشہور پتن تھا۔ نوشہرہ مغلاں شہباز پور کا پتن بھی مشہور تھا۔ جلالپور جٹاں پنڈی میانی سے سوہدرہ کے لئے مشہور پتن تھا۔ نورا منڈیالہ سڑک جو کہ گجرات کی جانب سے آتی ہے، رندھیر موڑ ڈسکہ کی طرف جا نکلتی ہے۔ سمبڑیال کے قریب چاروں جانب سڑیں آکر ملتی ہیں۔ اس علاقہ میں نالہ پلکھو اور دریائے چناب تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بہتے ہیں۔ ماضی میں جب دریاؤں پر بند نہیں تھے دریاؤں میں پانی کی فراوانی رہتی تھی۔ انگریزوں کے دور حکومت میں نئی سڑکیں پل تعمیر کئے گئے جس کی وجہ سے پرانی سڑکیں ختم ہو کر رہ گئیں۔ وزیر آباد پل تعمیر ہونے کے بعد سیالکوٹ جانے کے لئے نئی سڑک تعمیر کی گئی مابعد ہیڈ مرالہ روڈ تعمیر ہونے سے سیالکوٹ کو اس راستہ کے ذریعے گجرات سے ملا دیا گیا۔ وزیر آباد دریائے چناب اور نالہ پلکھو کے کنارے آباد ہے۔ جب اس علاقہ میں سیلاب آتا ہے تو دریا اور نالہ ایک ہو جاتے ہیں۔

دریائے چناب کے ساتھ ساتھ نالہ پلکھو کے کنارے بھی قدیمی بستیاں ہیں۔ وزیر آباد ایک قدیمی شہر ہے۔ یہاں سے ایک سڑک رسول نگر سابقہ نام رام نگر کی طرف جاتی ہے۔ رسول نگر کا ماضی میں لنک منگووال غربی کے قریب سے گزرنے

marfatcom

والی سڑک سعد اللہ پور سے تھا جس کی وجہ سے رسول نگر کا پتن مشہور رہا۔ یہاں سکھوں کے دور کی عمارتیں ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بارہ دری بھی ہے۔

وزیر آباد سے ایک سڑک سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے۔ وزیر آباد کے جانب مشرق سوہدرہ مشہور قدیمی تاریخی قصبہ ہے۔ سوہدرہ کی تاریخ بھی ہزارہا سال پرانی ہے۔ سوہدرہ کو سوہدرہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے 100 دروازے ہوتے تھے اور یہ کئی میل تک پھیلا ہوا تھا۔ اگرچہ سوہدرہ کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے لیکن ایک روایت کے مطابق اسے سلطان محمود غزنوی کے ایاز نے آباد کیا تھا۔ سوہدرہ دریائے چناب کے کنارے مشہور شہر اور پتن تھا۔ برصغیر میں داخل ہونے والے حملہ آور تجارتی قافلے اسی پتن کے ذریعے دریائے چناب کو عبور کرتے تھے۔ سوہدرہ کے اندرون شہر پرانے مکانوں میں استعمال ہونے والی پرانی اینٹیں اس بات کی داعی ہیں کہ سوہدرہ بہت ہی قدیمی شہر تھا۔ سوہدرہ میں کسی جگہ بھی زمین کھودی جائے تو زمین سے ہڈیوں کے ٹکڑے، پرانے برتن وغیرہ ملتے ہیں۔ سوہدرہ کی جانب مشرق ایک مشہور قصبہ روحیلہ ہے۔ یہ آبادی بھی بلند و بالا ٹبہ پر آباد ہے۔ اسی گاؤں کی جانب مغرب فتح گڑھ میں 9 گز لمبا مزار ہے۔ قریب ہی کوٹلی جوڑیاں میں بھی دو 9 گز لمبے مزار ہیں۔ بیگووالہ ایک قدیمی بستی ہے جو بلندی پر واقع ہے۔ بیگووالہ کے وسط میں 9 گز لمبا مزار ہے۔ جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔

رندھیر کے قریب بلند و بالا ٹبہ پر منکریالہ روڈ دریائے چناب کے کنارے اختتام پذیر ہوتی ہے تو ڈسکہ سیالکوٹ کے لئے سڑک کا آغاز رندھیر سے ہوتا ہے۔ کوٹلی کھوکھراں کے 9 گز مزار کو مقامی زبان میں پیرولی کے نام سے پکارتے ہیں۔ قصبہ رندھیر کے قریب بیلہ جنگل میں بھی قدیمی نو گز لمبا مزار ہے۔ رندھیر موڑ کے جانب مشرق ایک چھوٹا سا راستہ سارا ککے ڈھوڈوال شریف کے لئے جاتا ہے۔ نالہ پلکھو کو عبور کرنے کے بعد سارا ککے کے ٹبہ پر 9 گز لمبا مزار ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے مطابق صاحب مزار کا نام فینوشؒ ہے۔ مزار پختہ ہے۔ سارا ککے کے جانب مغرب ڈھوڈوال شریف میں درویش نیک ہستی کا آستانہ ہے۔ اسی گاؤں کے جانب مست گڑھ میں بھی قدیمی مزار ہے۔ یہ شہر آج بھی ایک بلند قلعہ نما ٹبہ پر ہے۔ بیشتر عمارتیں چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہیں۔ سوہدرہ کے قریب روحیلہ ایک قدیمی بستی ہے جو بلند ٹبہ پر آباد ہے۔ ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے ملتے ہیں۔ قدیمی برگد کا درخت ایک پرانا مزار بھی ہے۔ رندھیر قدیمی قصبہ جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہے ایک قدیمی ٹبہ بھی ہے۔ قریب کوٹلی کھوکھراں میں 9 گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ چاردیواری بھی ہے۔ قریب ہی سارا ککے میں 9 گز لمبا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام فینوشؒ ہے۔ اسی بستی کے ساتھ نالہ پلکھو بہتا ہے۔ نالہ کے قریب ڈھوڈوالا شریف میں نوشاہی سلسلہ کا آستانہ ہے۔ نالہ پلکھو کی زرخیزی کی وجہ سے یہ علاقہ بہت آباد ہے۔ اس نالہ کے قریب مست گڑھ میں دو قدیمی مزار ہیں۔ نالہ پلکھو کے پانی سے چھوٹی موٹروں کے ذریعے فصلوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ اس پانی سے اجناس اور سبزیاں کافی مقدار میں پیدا کی جاتی ہیں۔ نالہ پلکھو کے قریب مست گڑھ میں بھی قدیمی مزار ہے۔ مست گڑھ کے اہل دیہہ کے مطابق اس بزرگ کی دعا سے دریائے چناب نے اپنا رخ تبدیل کر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے گاؤں اور زرعی زمین محفوظ ہو گئی ہے۔ وزیر آباد، سیالکوٹ روڈ پر سمبڑیال قدیمی بستی ہے۔ سمبڑیال کے گردونواح کئی ٹبے ٹیلے اور تباہ شدہ بستیوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یہاں 9 گز لمبے مزار ہیں۔ ایک ریلوے لائن میں ہے۔ 9 گز لمبے مزارات میں بکم فن صاحب مزارات

marfatcom

کے نام ملک نعماطوسؒ مقناطیسؒ اور طرطوشؒ ہیں۔ سمبڑیال کے قریب ہزاروں سالہ قدیمی شہر روڑس ہے۔ روڑس کا قدیمی شہر ایک بلند و بالا ٹبہ پر ہے۔ ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے تراشے پتھر ملتے ہیں اس ٹبہ پر رانی سندراں کے محل بیان کئے جاتے ہیں۔ ٹبہ سے مٹی کھودنے پر راکھ کے ڈھیر بھی ملتے ہیں۔ قلعہ پر تین 9 گز لمبے مزار ہیں۔ چوتھا مزار مغرب کی جانب نشیبی علاقہ میں پانچواں جنوب کی جانب نہر کے قریب ہے۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ انوار الشمس میں صاحب مزارات کے نام حضرت لومال عزنائیل حضرت جندائیلؒ حضرت مرشیاؒ ہیں۔ اس کے ساتھ شجرہ میں یہ بھی تحریر ہے کہ آٹھ کوس جنوب مغرب از سیالکوٹ روڑس کے قریب گوجرپورہ کے قریب بہت بڑا ٹبہ ہے۔ جو کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس ٹبہ کے قریب 9 گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے اور چار دیواری کے علاوہ روضہ پر چھت بھی ہے۔ قریب ہی آبی گزرگاہ ہے۔ ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے اور پرانے زمانے کی چیزیں ملتی ہیں۔ یہ ٹبہ کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ برصغیر میں سب سے قدیمی سرزمین جو تاریخی واقعات سے بھری پڑی ہے وہ سیالکوٹ کی سرزمین ہے۔ سیالکوٹ میں بہنے والے دریاؤں کے کنارے حق و باطل کے درمیان کئی خونریز معرکے ہوئے۔ ان معرکوں کے نشان یہ ٹبے ٹیلے اور 9 گز لمبے مزار ہیں۔ سیالکوٹ گوجرانوالہ ایمن آباد روڈ پر اوٹھیاں میں 9 گز لمبا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام حضرت طیموشؒ ہے۔ اسی سڑک پر لدھکی میں بھی قدیمی 9 گز لمبا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام حضرت قنبیطؒ ہے۔ یہاں کئی قدیمی مزار ہیں اور کسی تباہ شدہ بستی کے آثار ملتے ہیں۔ اہل دیہہ کے مطابق مسجد کی تعمیر کے دوران بنیاد کھودتے ہوئے ایک پرانی قبر سے ایک بزرگ کا جسم صحیح حالت میں پایا گیا۔ ریش مبارک سرخ رنگ کی دکھائی دے رہی تھی جسے کئی افراد نے دیکھا۔

شاہ مونگا ولی دربار کا بیرونی حصہ۔

marfatcom

ریلوے لائن سمبڑیال میں نو گز لمبا مزار

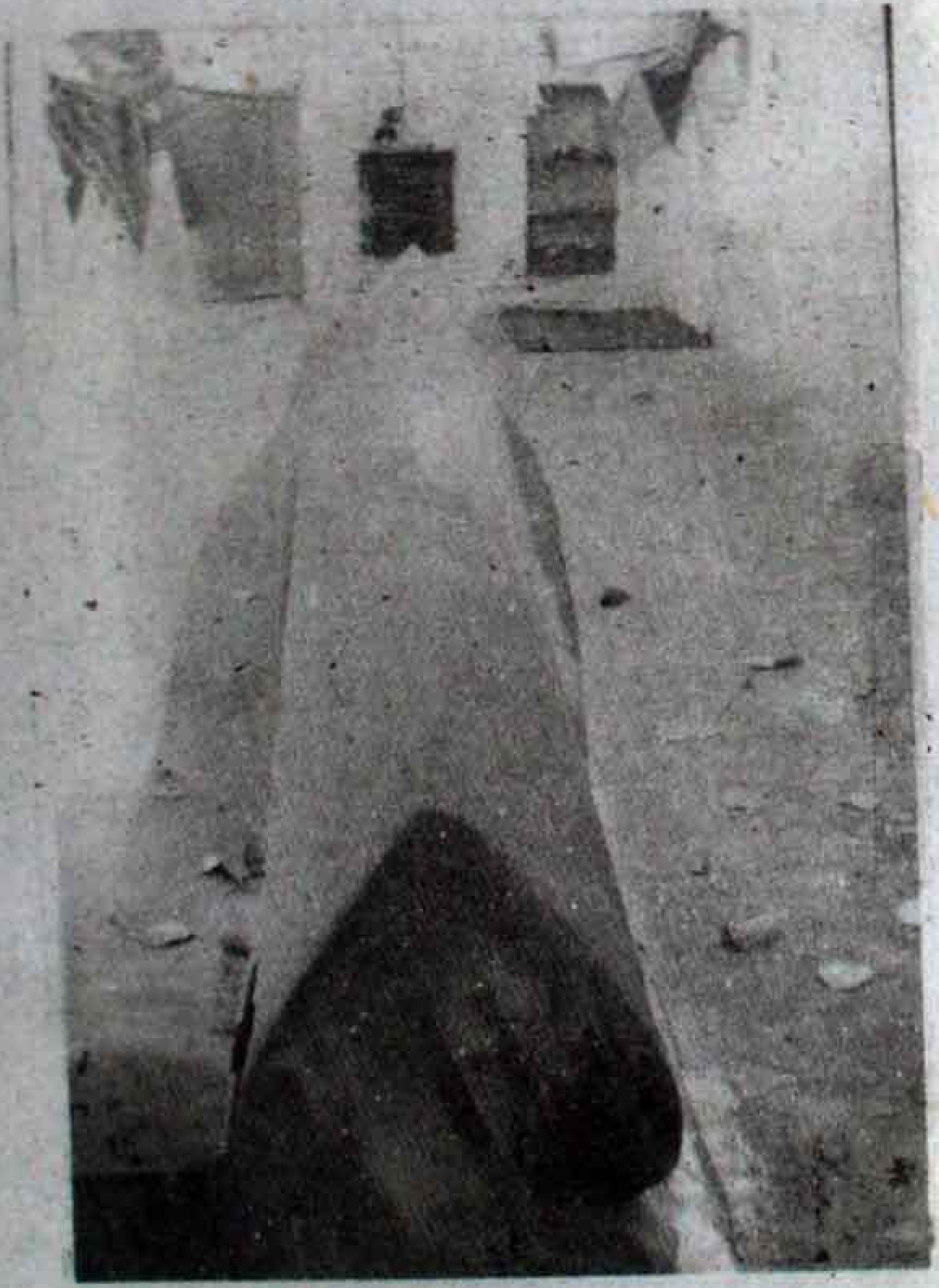

یہ مزار سیالکوٹ کے مشہور قصبہ سمبڑیال ریلوے لائن میں واقع ہے، مزار پختہ تعمیر ہے اور چار دیواری بھی ہے قبر کی لمبائی 9 گز ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانوی صاحب کی لائبریری سے ملنے والے قلمی نسخے کے مطابق سمبڑیال میں تین نو گز لمبے مزار ہیں جن کے نام ملک نعما طوش، مقناطیس، طرطوش ہیں، طرطوش حضرت کلیم اللہ کی اولاد سے بتائے گئے ہیں۔

marfatcom

گوجر پور بستی گوجراں نزد روڑس میں ۹ گز مزار اور بڑا ٹبہ

یہ مزار ضلع سیالکوٹ کے مشہور قصبہ روڑس کے جانب مغرب مشہور بستی گوجراں (گوجرپور) کے قریب واقع ہے۔ اس مزار کے ساتھ ایک بہت بڑا وسیع و عریض ٹبہ ہے۔ ٹبے کے اوپر پیپل بوہڑ کے بڑے بڑے درخت بھی ہیں، مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں مزار کی لمبائی نو گز ہے۔ مزار پختہ تعمیر ہے اور اس کے اوپر چھت بھی ڈالی گئی ہے۔ مزار کے تھوڑے سے فاصلے پر جانب شمال آبی گزرگاہ بھی ہے جہاں سارا سال پانی موجود رہتا ہے۔ ایسے لمبے مزارات اس علاقہ میں جانب مشرق پائے جاتے ہیں اس کا مرکز روڑس تھا روڑس میں ایک بہت بڑا مٹی کا ایک قلعہ ہے جس پر رانی سندراں کے محل کے آثار بھی پائے جاتے ہیں

marfatcom

مست گڑھ ضلع سیالکوٹ میں قدیمی مزار

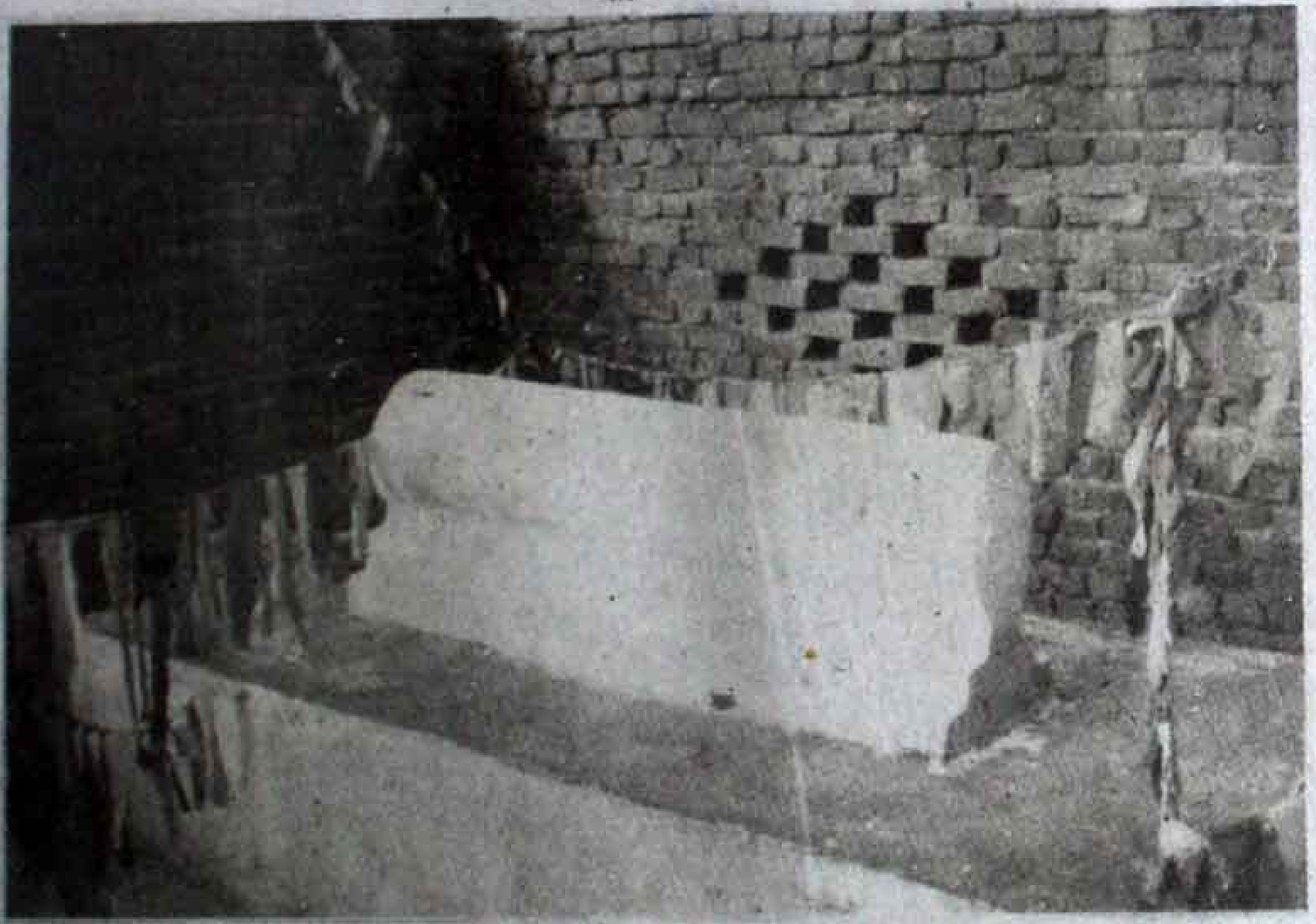

یہ مزار مست گڑھ کے جانب مشرق واقع ہے ، آج کل نالہ پلکھو مست گڑھ کے قریب جانب جنوب کی طرف بہتا ہے مقامی روایت کے مطابق اس دربار کے جانب شمال بہتا تھا اور اب اس صاحب مزار کی برکت سے دریا کافی دور بہہ رہا ہے مست گڑھ سے ایک کچا راستہ سمبڑیال کے قریب سڑک سے جا ملتا ہے ، دریا اور نالہ پلکھو کی وجہ سے اس علاقہ میں اجناس کی فراوانی ہے یہاں تین چار اور بھی قدیمی قبریں ہیں ایک بزرگ نے یہاں ڈیرہ جما رکھا ہے وہ مزار پہ دیا بتی کا اہتمام کرتا ہے متولی کے مطابق صاحب مزار بہت جلالی طبیعت کے مالک ہیں

marfatcom

سارا کھے ضلع سیالکوٹ نو گز لمبا مزار

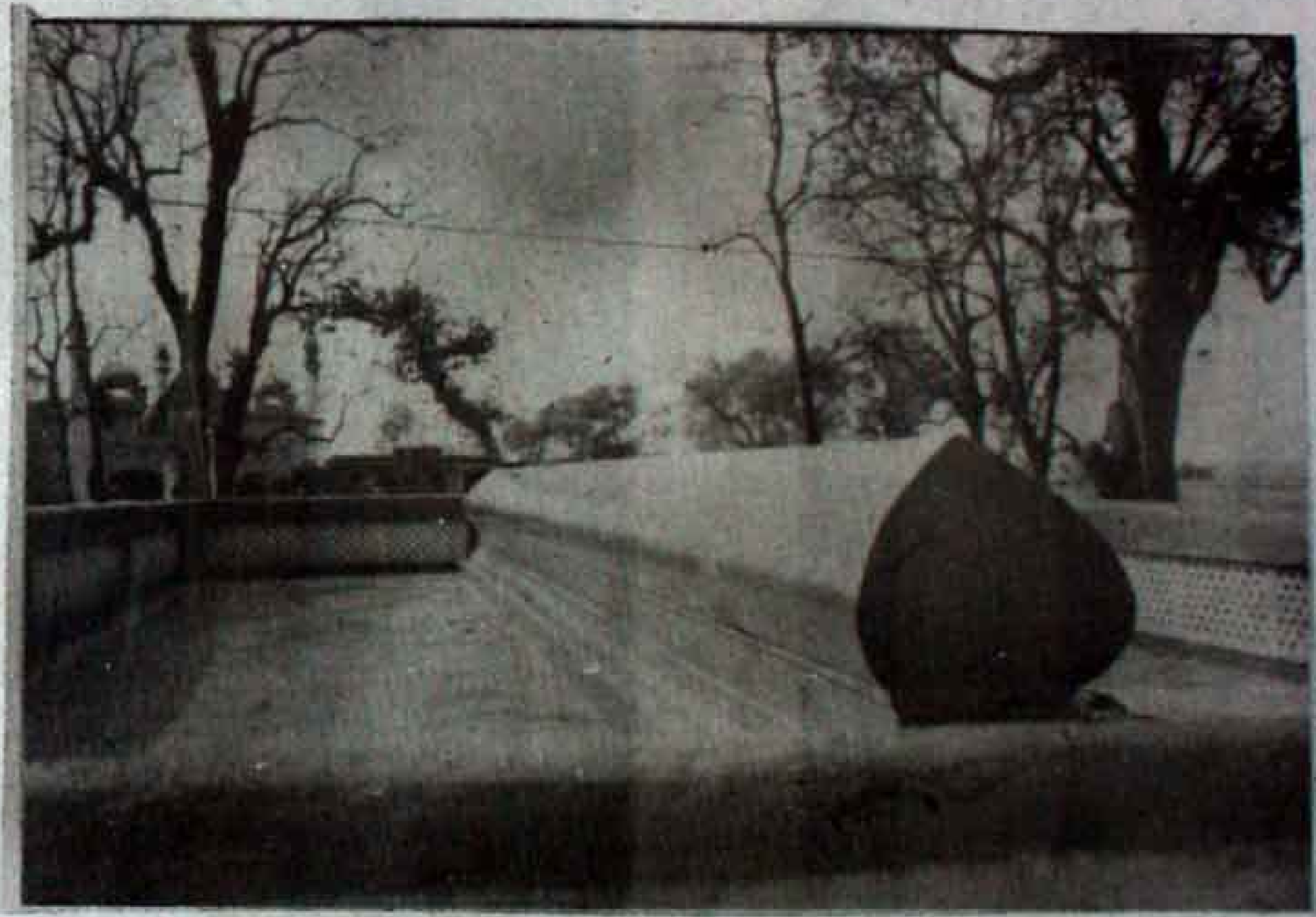

سمبڑیال روڈ سے ایک سڑک جانب شمال سارا کھے کی طرف جاتی ہے ، سارا کھے گاؤں ایک بلند ٹبے پر واقع ہے ، یہ مزار گاؤں سے جانب مشرق نالہ پلکھو کے کنارہ پر ہے مزار پختہ تعمیر ہے اور اسکی لمبائی نو گز ہے ، حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 324 نمبر شمار 362 کے مطابق صاحب مزار کا نام فینوش ہے ، نالہ پلکھو اور دریائے چناب کے کنارے نو گز لمبے مزارات کا سلسلہ پایا جاتا ہے دریائے چناب اور نالہ پلکھو کی وجہ سے یہ علاقہ زرخیز ہے اشیائے خوردنی وافر مقدار میں پائی جاتی ہیں ۔ اس علاقہ میں جا بجا ٹبے ٹیلے واقع ہیں ، جو اس کے قدیمی ہونے کے داعی ہیں ۔

marfatcom

کوٹلی کھوکھراں سیالکوٹ نو گز لمبا مزار

یہ مزار کوٹلی کھوکھراں ضلع سیالکوٹ میں ہے کوٹلی کھوکھراں کے لیئے سے سڑک نکلتی ہے جو رندھیر قصبہ تک جاتی ہے رندھیر موڑ کوٹلی کھوکھراں کبھی نالہ پلکھو چناب قریب بہتا تھا اب نالہ نے رخ موڑ لیا ہے یہ مزار عام آبادی سے بلندی پر ہے پختہ تعمیر ہے اور چھت بھی ڈالی گئی ہے مزار کی لمبائی نو گز ہے صاحب مزار کو مقامی زبان میں پیر شکالہ ولی کے نام سے پکارتے ہیں اس علاقہ میں دریا کے کنارے کئی نو گز لمبے مزار ہیں۔

marfatcom

بیگووالہ ضلع سیالکوٹ میں 9 گز لمبا مزار

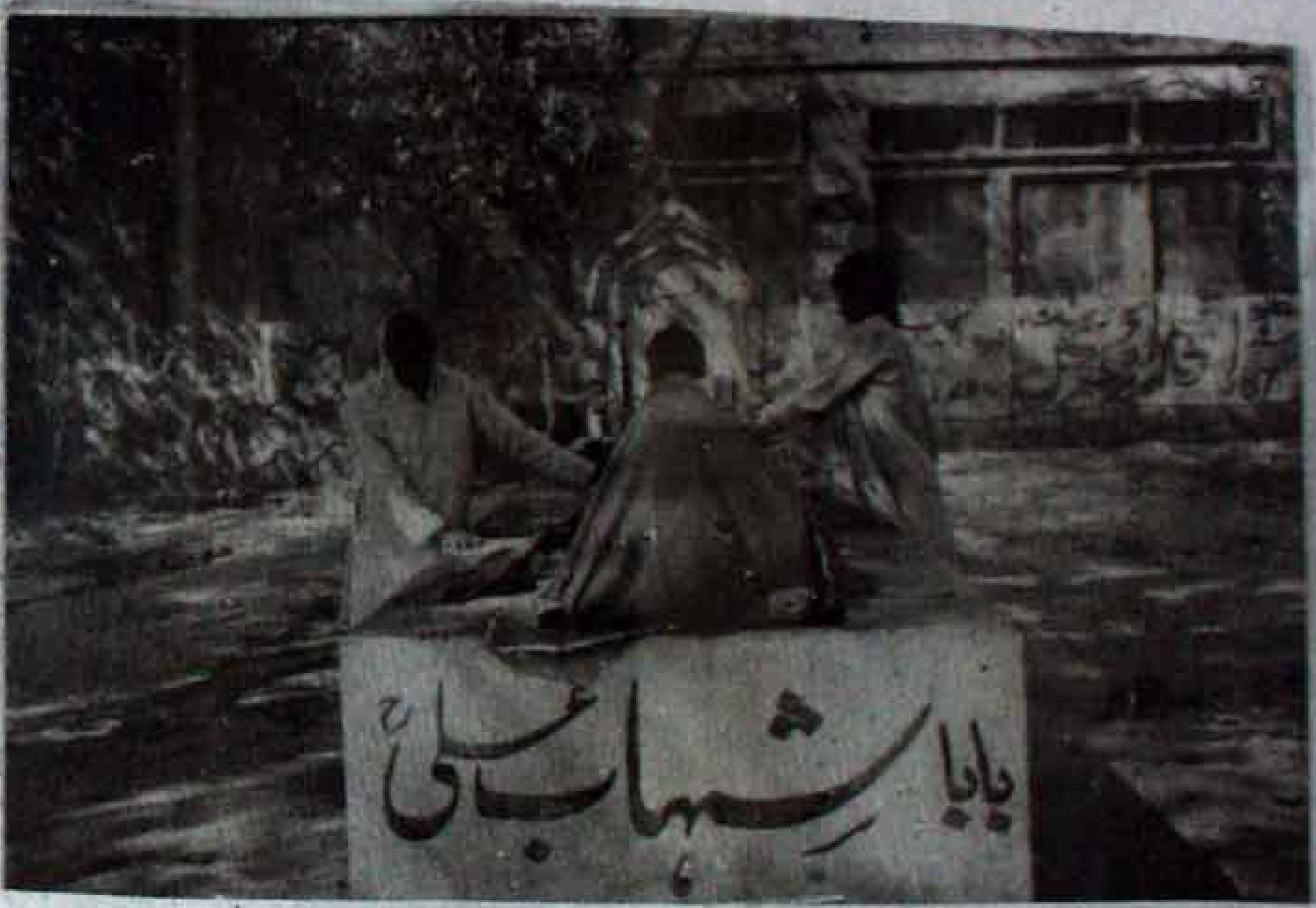

یہ مزار سیالکوٹ کے مشہور قصبہ بیگووالہ میں ہے بیگووالہ کے لیے وزیر آباد سیالکوٹ روڈ سے ایک سڑک نکلتی ہے ۔ جو بیگووالہ کے قصبہ تک جاتی ہے ۔ یہ مزار گاؤں کے وسط میں واقع ہے ۔ مزار کی لمبائی 9 گز ہے مقامی لوگ صاحب مزار کو بابا شہاب علی کے نام سے پکارتے ہیں مزار کا تقدس برقرار رکھا ہوا ہے ۔ اور چراغ وغیرہ بھی روشن کیا جاتا ہے ۔ مزار کے قریب ایک پیپل کا بہت بڑا درخت بھی ہے بیگووالہ ایک مشہور تجارتی قصبہ ہے ۔ گردونواح میں اسے خاصی اہمیت حاصل ہے ۔

marfatcom

ضلع سیالکوٹ کوٹلی جوئیاں میں دوسرا نو گز لمبا مزار

کوٹلی جوئیاں کو بھگووالہ سے سڑک جاتی ہے یہ مزار کوٹلی جوئیاں کے جانب مشرق ہے قبر کی چار دیواری بھی ہے اور قبر نو گز لمبی ہے ، دوسری قبر جانب جنوب ہے جس کی لمبائی نو گز ہے گردنواح نو گز قبریں ہیں غالباً اس علاقہ میں کوئی معرکہ ہوا اور یہ لوگ شہید ہوئے ہے

marfatcom

فتح گڑھ سیالکوٹ میں نو گز لمبا مزار

وزیر آباد سیالکوٹ روڈ پر روحیلہ کے قریب سے ایک کچی سڑک فتح گڑھ کی طرف جاتی ہے یہ مزار فتح گڑھ سے جانب جنوب ہے مزار کی لمبائی نو گز ہے، جو پختہ تعمیر ہے، فتح گڑھ سے ایک سڑک بیگووالہ کی طرف جاتی ہے وہاں بھی نو گز لمبا مزار ہے، فتح گڑھ میں نو گز مزار پہلے کچا تھا تھوڑا عرصہ ہوا ہے اسے پختہ تعمیر کیا گیا ہے مزار کے قریب ہی ایک نالی بھی ہے جس میں سارا سال پانی بہتہ رہتا ہے عام قیاس یہی ہے، نو گز خانقاہوں میں دفن جو لوگ طبعی موت مرے تھے ان کے مزارات آبادیوں میں ہیں لیکن جو لوگ جنگ میں شہید ہوئے ان کے مزارات آبادیوں سے باہر کھلی جگہوں میں ہیں

marfatcom

کوٹلی جوئیاں ضلع سیالکوٹ میں نو گز لمبا مزار

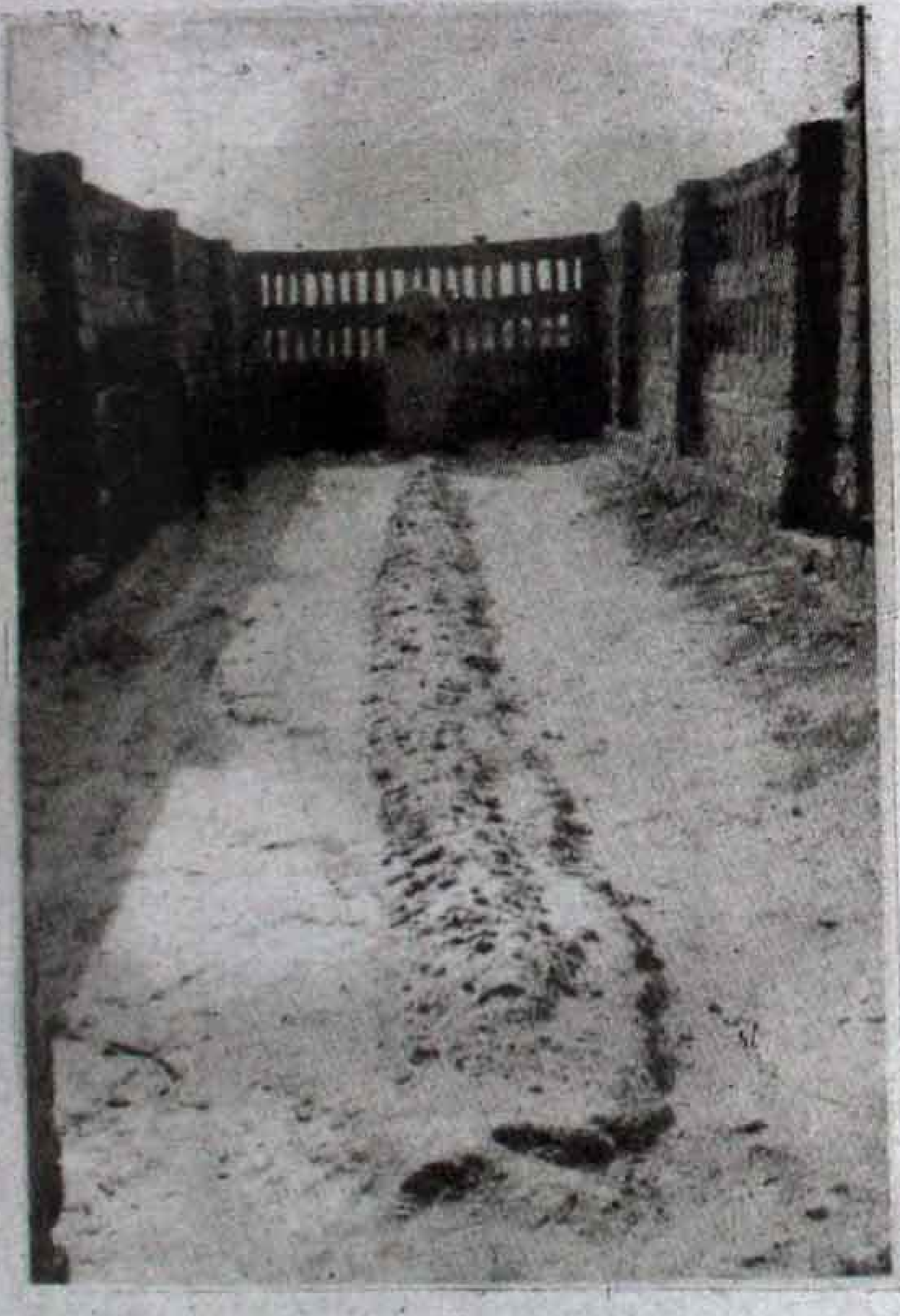

سمبڑیال سے ایک سڑک بیگووالہ کی طرف جاتی ہے بیگووالہ ایک مشہور تجارتی قصبہ ہے اس مرکزی حیثیت حاصل ہے بیگووالہ ریلوے اسٹیشن بھی ہے یہیں سے ایک سڑک کوٹلی جوئیاں کو جاتی ہیں ۔ کوٹلی جوئیاں کے سرسبز میدانوں میں نو گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر ہے جس کے ساتھ ہی ایک کمرہ بھی تعمیر کیا گیا ہے کوٹلی جوئیاں کے جانب مشرق بھی ایک لمبا مزار ہے جس کی چار دیواری حالیہ دنوں تعمیر ہوئی ہے نو گز مزارات کے نشانات سمبڑیال میں بھی موجود ہیں اور یہ سلسلہ سیالکوٹ ڈسکہ تک پھیلا ہوا ہے

marfat.com

حضرت پیر صوفی عبدالعزیز قادری نقشبندی
آستانہ عالیہ بھکڑیالی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

****

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قادریہ کے ایک عظیم تابندہ ستارے حضرت پیر صوفی عبدالعزیز قادریہ نقشبندی جو بھکڑیالی شریف والے حکیم صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ خواص کی نظر میں وہ سچے عاشق رسول، ولی کامل، پیکر خلق و محبت اور اخلاق الرسول تھے۔ جن کی طویل زندگی عوام و خواص دونوں کے لئے قابل تقلید اور نمونہ حیات تھی۔ آپ بزرگان سلف کے کردار کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کا ہر فعل سنت مصطفےٰ کے مطابق تھا۔ آپ کا سونا جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا سنت کے مطابق تھا۔ لباس اکثر سفید زیب تن ہوتا تھا۔ جوگیا رنگ کی چادر ہر موسم میں آپ کا امتیازی نشان تھی۔ آپ کی شخصیت اتنی پر کشش تھی کہ جو دیکھتا وہ دیکھتا ہی رہ جاتا۔ نفاست پسند تھے جو آخری دم تک قائم رہی۔ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ شب بیداری آپ کی عادث ثانیہ تھی۔ الغرض کہ آپ کی ذات ہر لحاظ سے قابل تقلید تھی۔ خدمت خلق اور محبت و شفقت کا جذبہ مکمل طور پر آپ میں پایا جاتا تھا۔ آپ نے اپنے فقر کو حکمت کے فن میں پوشیدہ کر رکھا تھا۔ یعنی جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ روحانی علاج بھی کر دیتے تھے۔ ہر مریض کو دوا کے ساتھ ساتھ دعا بھی دیتے تھے۔ ظاہری طور پر دوا دیتے تھے۔ اصل میں روحانیت سے علاج ہوتا تھا۔ اس لئے فالج زدہ لوگ اور پاگل لوگ آپ سے علاج کرواتے تھے۔ دوا کی پڑیا باندھتے ہی ایسی پھونک لگاتے کہ مریض کے ہاتھوں میں پڑیا پڑتے ہی علاج کا سماں ہو جاتا تھا۔ آپ نے مرشد کامل حضرت پیر نادر شاہ صاحب گیلانی سمبڑیاں کے حکم پر بھکڑیالی میں ایک عظیم مسجد تعمیر کرائی جو کہ بعد میں جامع مسجد نادرہ کہلائی۔ جس میں آپ تا حیات امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

آپ 1894ء میں بھکڑیالی چیماں میں جناب مولوی محمد ابراہیم کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قریبی گاؤں سے پائی۔ اور مڈل بیترانوالی سے پاس کیا پھر لاہور چلے گئے۔ مسجد وزیر خان میں سید محمد علی شاہ آف قلعہ گجر سے تلامذہ کیا۔ فارغ ہونے کے بعد گوندلانوالہ میں تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد میں آستانہ مرشد سمبڑیال تشریف لے آئے۔ کسب فیض حاصل کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں مرید تھے۔ مگر حضرت صوفی عبدالعزیز صاحب سب سے منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ مرشد پاک آپ پر ناز کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن اگر خدا نے پوچھا کہ نادر شاہ تو نے دنیا میں کیا کام کیا ہے؟ تو میں صوفی عبدالعزیز کو سامنے کر دوں گا۔ اور عرض کروں گا کہ اے خدا! یہ میری زندگی بھر کی کمائی ہے۔ شاہ صاحب نے مزید فرمایا کہ میری زندگی کے بعد اگر کوئی مجھے دیکھنے کی تمنا رکھتا ہو تو وہ صوفی عبدعزیز کو دیکھ لے۔ آپ کو زندگی میں بے شمار اولیاء اکرام کی زیارت اور خدمت کا موقع ملا۔ جن میں میاں شیر محمد شرقپور شریف میں غلام اللہ شرقپور، حافظ سید پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت ثانی صاحب، سید مہر علی شاہ، پیر ولایت حسین شاہ صاحب، پیر سید حاجی احمد شاہ

marfatcom

صاحب اور صاحبزادگان چورہ شریف اور مجاہد ملت صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی، صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب۔
آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ ہر سال آپ اپنے گاؤں میں مرشد کامل کی یاد میں ایک عرس مبارک کا اہتمام فرماتے تھے۔ طبیب ایسے کہ آدمی کو چلتے ہی دیکھ لیتے تھے تو مرض کا پتہ بتا دیتے تھے۔ پیشوا ایسے کہ قدموں میں آنے والے کا دامن فیض سے بھر دیتے تھے۔ کشف قلوب پر مکمل قابو تھا۔ دل میں خیال آتے ہی ظاہر فرما دیتے تھے۔ ذکر مرشد پر رقت آمیز ہو جاتے۔ نعت رسول مقبول سے اس قدر محبت تھی کہ نعت خواں کو دل کھول کر دولت سے مالا مال کر دیتے تھے۔ آپ نے اپنی بیشتر زندگی سفر میں بسر کی۔ کبھی تو تبلیغ و ارشاد کی خاطر اور کبھی مریض کی صحت کا علاج کرنے کے لئے۔ آخری 4 - 5 سال آپ نے باہر جانا ترک کر دیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر 90 سال ہو گئی تھی۔ لیکن چہرے سے بڑھاپا عیاں نہ تھا۔ دیکھنے والا اس چھ فٹ قد والی عظیم ہستی کو دیکھتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ اس عمر میں بھی آپ کا چہرہ جوانوں کی طرح تھا۔ اور نورانیت عیاں تھی۔ بوقت وصال بھی آپ نے مرشد کامل کی طرح صوفی محمد شفیع صاحب جو کہ آپ کے مرید صادق ہیں اور گوجرانوالہ محلہ امیر پارک جامع مسجد فاروق اعظم میں خطیب ہیں کی صورت میں اپنی نشانی چھوڑی آپ بروز ہفتہ 17 - نومبر 1990 کو 94 سال کی عمر میں اس جہان فانی سے دار البقاء کو سدھار گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

ہر سال 17 - نومبر کو آپ کے مزار پر ایصال ثواب کی محفل کا انعقاد ہوتا ہے اور 18 - نومبر کو آپ کا عرس مبارک بڑے اہتمام سے فتومنڈ گوجرانوالہ امیر پارک کی جامع مسجد فاروق اعظم میں منعقد ہوتا ہے۔ ہزاروں عقیدت مند حاضری دے کر سکون قلب کی نعمت سے مستفید ہوتے ہیں۔

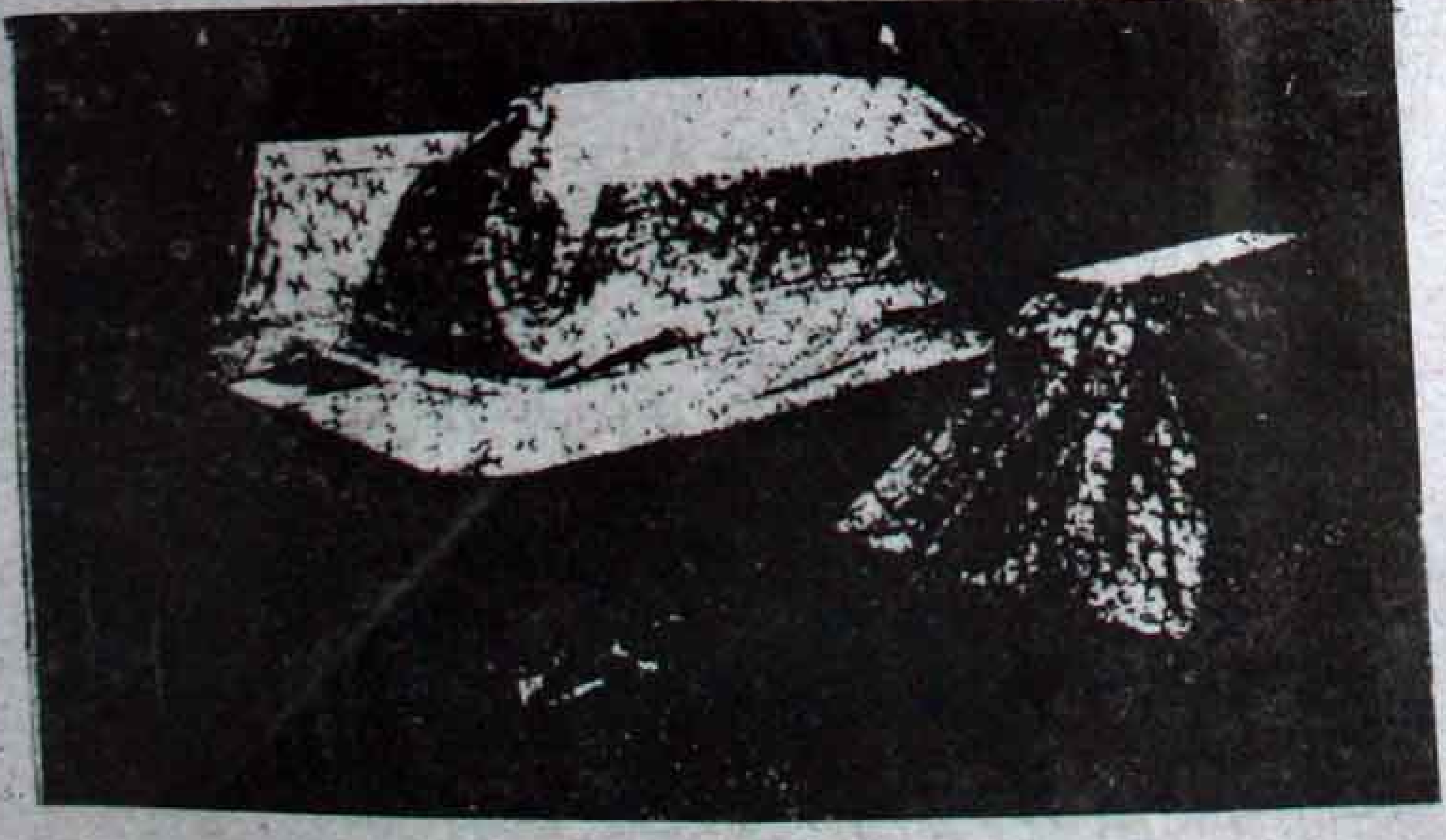

حاجی شاہ مقصود محلہ شاہ سیداں سیالکوٹ۔

marfatcom

وزیر آباد ڈسکہ سیالکوٹ کے گردونواح اور سمبڑیال روڈ پر قدیمی مزار

جدید دور میں ہر علاقہ میں سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ کچھ سڑکیں ہزاروں سالہ قدیمی شاہراہوں پر تعمیر کی گئی ہیں ایسی ایک سڑک جو وزیر آباد روڈ کے نام سے پکاری جاتی ہے یہ سڑک مغرب سے آنے والے حملہ آوروں، تجارتی قافلوں کی گزرگاہ رہی ہے۔ یہ سڑک ڈسکہ سے ہوتی ہوئی پسرور کی طرف جا نکلتی ہے۔ وہاں سے ماضی میں وسطی ہندوستان جانے کے لئے دو تین راستے اختیار کئے جاتے تھے۔ یہی سڑک ڈسکہ سے براستہ سمبڑیال سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے۔ اس سڑک کے گردونواح میں ہزاروں سالہ قدیمی نوگزی قبریں اس علاقہ کے قدیمی ہونے کی داعی ہیں۔ کہتے ہیں کہ تحقیق کبھی مکمل نہیں ہوتی۔ وزیر آباد ڈسکہ روڈ پر کئی نوگز لمبے مزار ہیں۔ دھان کی فصل پک کر تیار تھی کہ راقم نے اس سڑک پر تحقیقی سفر کا آغاز کیا۔ سورج کی کرنوں سے شبنم کے موتی چمک رہے تھے۔ ہم دھان کے کھیتوں سے گزرتے ہوئے سندھانوالہ گاؤں پہنچے۔ گاؤں سے باہر سرسبز باغیچہ میں نوگز لمبا مزار جو پختہ تعمیر کیا گیا چار دیواری بھی تھی۔ کاشت کار خاندان اس مزار کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ حافظ شمس الدین گجر گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس صفحہ نمبر 325 شمارہ نمبر 366 کے مطابق صاحب مزار کا نام ملک حاسلوار ہے۔

سندھانوالہ گاؤں کے قریب ہی قصبہ پھانگٹ میں دو نوگز لمبے مزار ہیں۔ ایک گاؤں کے وسط میں دوسرا گاؤں کے باہر کھیتوں میں ہے۔ دونوں قبریں پختہ تعمیر ہیں۔ پھانگٹ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور قصبہ ٹیک سنگھ ہے۔ قلعہ ٹیک سنگھ کے ملحقہ چک نگا گاؤں ہے۔ یہاں پر نوگز لمبا مزار ہے۔ جس کا رخ شمال جنوب کی بجائے مغرب اور مشرق کی طرف ہے۔ کشف القبور پر دسترس رکھنے والے ایک بزرگ کے مطابق یہ لوگ راہ حق میں جس رخ حق ہوئے اسی رخ ان کا مزار تعمیر کر دیا گیا۔ حافظ صاحب کے شجرہ کے مطابق صفحہ 3256 نمبر شمار 415 کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت سلمانؒ ہے۔ ان کا سلسلہ نسب انبیاء کرام سے ملتا ہے۔ اسی روڈ پر بمبانوالہ ہیڈ کے قریب ملیاں میں بھی نوگز لمبا مزار ہے۔ نہر کے پار ایک تباہ شدہ بستی ٹبہ ٹیلہ پر قدیمی مزار ہے۔ ٹبہ پر مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں۔ ڈسکہ سے ایک سڑک سمبڑیال کی طرف جاتی ہے۔ ہزاروں سالہ یہ پراسرار راستہ اپنے اندر کئی تاریخی داستانیں لئے ہوئے ہے۔ ویروالہ میں بھی نوگز لمبا مزار ہے جو درختوں کے جھنڈ میں ہے۔ حافظ شمس الدین صاحب آف گلیانہ نے اپنے علم کشف القبور کے ذریعے صاحب مزار کا نام صفحہ نمبر 326 نمبر شمار 421 پر ملک مرطوش بیان کیا ہے۔ قریب ہی بھوپالوالہ میں دو نوگز لمبے مزار ہیں۔ ایک آبادی میں ہے۔ دوسرا قدرے گاؤں سے باہر کنویں کے قریب ہے۔ حافظ صاحب کے قلمی نسخہ کے صفحہ نمبر 328 نمبر شمار 452 کے مطابق صاحب مزار کا نام فلسانوش علیہ السلام ہے۔ بھوپالوالہ میں مغل شہنشاہ اکبر کے دور کے ایک بزرگ حضرت سید میر ظریف ؒ کا مزار ہے۔ آپ کا تعلق مخدوم جہانیاں خاندان سے ہے۔ مزار پر چھت نہیں ہے۔ بارہ دروازے ہیں مزار کے چاروں طرف برج اور ڈاٹ نما گنبد ہیں۔ یہ مزار محکمہ آثار قدیمہ کی تحویل میں ہے۔ بہت شکستہ حالت میں ہے۔ حکومت نے اس قدیمی تاریخی روحانی مزار کی تعمیر کے لئے رقم بھی مخصوص کی ہے لیکن مرمت کا کام شروع نہیں ہوا۔ مزار کی دیواروں پر نقش ونگار کے آثار پائے جاتے ہیں۔ دیواریں چھوٹی اینٹوں سرخ مٹی چونا

marfat.com

سے تعمیر کی گئی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ مزار چھ سات فٹ نیچے زمین میں ہے۔

سمبڑیال قدیمی قصبہ ہے۔ قریب ہی روڈس کے قدیمی ٹبہ اور گوجر پور کے بہت بڑے ٹبہ پر 9 گز لمبے مزار ہیں۔ روڈس کی تاریخی کڑیاں پورن کے دور سے جا ملتی ہیں۔ اگوکی کے قریب بھی نو گز لمبا مزار ہے۔ چائنہ چوک سے ایک سڑک ہیڈ مرالہ کوٹلی لوہاراں اور کلووال کی طرف جاتی ہے۔ یہ قدیمی راستے اپنے اندر کئی تاریخی کڑیاں لئے ہوئے ہیں۔ چائنہ چوک سے گوجرانوالہ کے لئے سڑک نکلتی ہے۔ جہاں ٹبہ ٹیلے اس راستہ کے قدیمی ہونے کے داعی ہیں۔ چاروں طرف سے آنے والی تمام سڑکیں قلعہ سیالکوٹ پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ سیالکوٹ شہر میں امام الحقؒ حضرت پیر مرادؒ کے علاوہ ہر گلی محلہ میں بزرگوں اور اللہ کے نیک بندوں کے مزارات ہیں۔ بالخصوص شہر کے وسط اور چاروں طرف نو گز لمبے مزارات ہیں۔ سید پور روڈ، پریڈ گراؤنڈ میں نو گز لمبا مزار ہے۔ یہیں سے ایک سڑک پورن کے کنویں کی طرف جاتی ہے۔ ایک تباہ شدہ بستی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ سید پور روڈ پر مراکیول میں بابا نور شاہ بادشاہ کا مزار ہے۔ مزار پر تاریخ وصال شعروں میں درج ہے۔

یکزار دو صد ہشت دو نسبت
خانہ ہجرت رسول اللہ گشت
شد مرتب روضہ حضرت نور شاہ
بانی تعمیر دادا شاہ گشت

اسی روڈ پر موضع رحیم پور کھچیاں میں شہید بابا پیر ملاح عرف مورکاں والی سرکار کا مزار ہے۔ مورک رسی سے تیار کی جاتی ہے جو بیلوں گائے بھینسوں کو قابو میں رکھنے کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ اس مزار پر ہزاروں کی تعداد میں مورکیں درختوں پر لٹک رہی ہیں۔ جو منت ماننے والوں نے یہاں چڑھا رکھی ہیں۔ یہ مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ ملازموں کے وارے نیارے ہیں زائرین کے لئے یہاں لنگر پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے مطابق صاحب مزار کا نام ہمدانؒ ہے۔ پیر ملاح کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ بھی انبیاء کرام سے جا ملتا ہے۔ قریب ہی گرجا گھر کرچن ٹاؤن میں حضرت قاضی شہاب الدین شہید کا نو گز لمبا مزار ہے۔ سن 800ھ تحریر کیا گیا ہے۔ لیکن حافظ شمس الدین صاحب نے اپنے قلمی نسخہ میں صاحب مزار کا نام فلسونؒ لفظ ابوہ اودیبا مذکور کیا است ہے۔ مزار بہت شاندار انداز میں پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ زائرین کے آرام کے لئے کمرے تعمیر کئے گئے ہیں۔ سایہ دار درخت بھی قریب ہی بہت بڑا گرجا گھر اور عیسائیوں کا قبرستان ہے۔

سیالکوٹ کیپٹل روڈ کے قریب عیسائیوں کے قبرستان کے قریب گھوڑوں والی سرکار کا 22 گز لمبا مزار ہے۔ قریب ہی ٹبہ اور بڑے بڑے درخت ہیں۔ مزار کے اوپر سینکڑوں کی تعداد میں مٹی کے چھوٹے چھوٹے گھوڑے رکھے ہوئے ہیں جو کسی لشکر یا گھوڑا سوار فوج کی یاد تازہ کرنے کے لئے رکھے گئے ہیں۔ مزار کے قریب ٹبہ پر کسی تباہ شدہ بستی کے آثار پائے

marfat.com

جاتے ہیں۔

--

سیالکوٹ میں قدیمی روحانی تاریخی مقامات

ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں قدیمی آبی گزرگاہ کے کنارے نوگز لمبا مزار ہے جو پیر سہرا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حکیم خادم علی روڈ کے قریب گلی میں جناب حضرت حکیم خادم علی کے مزار کے قریب نوگز لمبا مزار ہے۔ شیخ مولا بخش کے تالاب چوک تلواڑہ مغلاں کے قریب قبرستان میں نوگز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ چھت بھی ہے۔ یہاں حضرت بابل شہید کا مزار ہے جو حضرت امام الحق کے خزانچی تھے۔ مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے قریب مغلیہ دور کی حویلی بھی ہے۔ جہاں لنگر پانی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ رنگپورہ کے قبرستان میں بھی نوگز لمبا مزار ہے۔

علامہ اقبال کا گھر سیالکوٹ

marfat.com

وزیر آباد روڈ سندانوالہ میں نو گز لمبا مزار

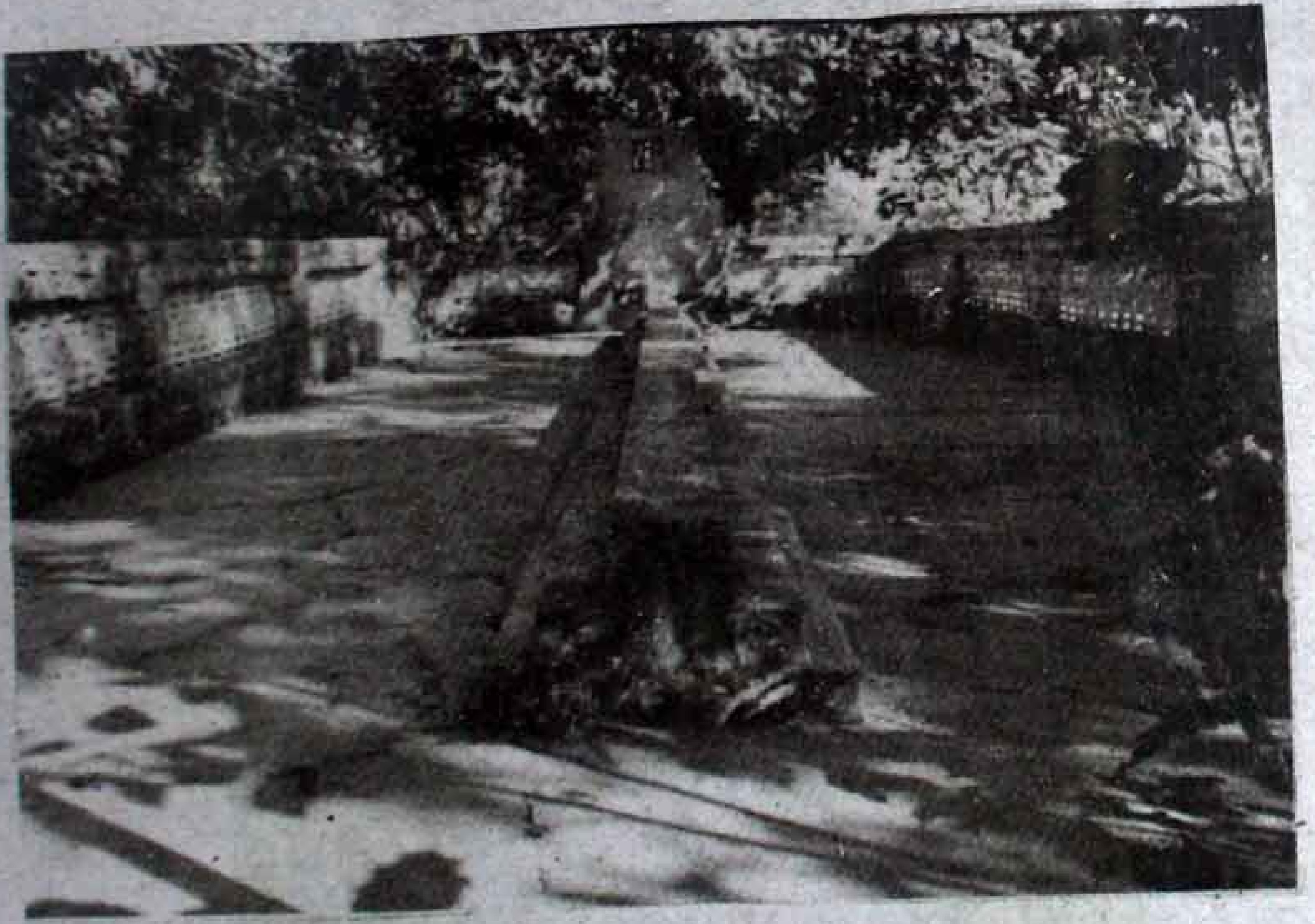

وزیر آباد سے ایک سڑک ڈسکہ کی طرف جاتی ہے اس سڑک کے قریب ایک قصبہ سندانوالہ ہے درختوں کے جھنڈ میں یہ نو گز لمبا مزار ہے مزار کی لمبائی نو گز ہے اور پختہ تعمیر ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 325 نمبر شمار 369 کے مطابق صاحب مزار کا نام ملک ھاسلوار ہے۔ سندانوالہ کے قریب موضع پھانگٹ میں بھی دو نو گز لمبے مزار ہیں اس قدیمی سڑک پر تین نو گزے مزارت ہیں۔ صدیاں گزرنے کے باوجود بھی ان کے نشان نہیں مٹ سکے۔ مزار کے چاروں طرف دور دور تک زرعی زمینیں جن میں دھان گندم کاشت کی جاتی ہے۔ پیداواری لحاظ سے یہ خطہ کافی خوشحال رہا

marfatcom

پھانگٹ (سیالکوٹ) نوگز لمبا مزار

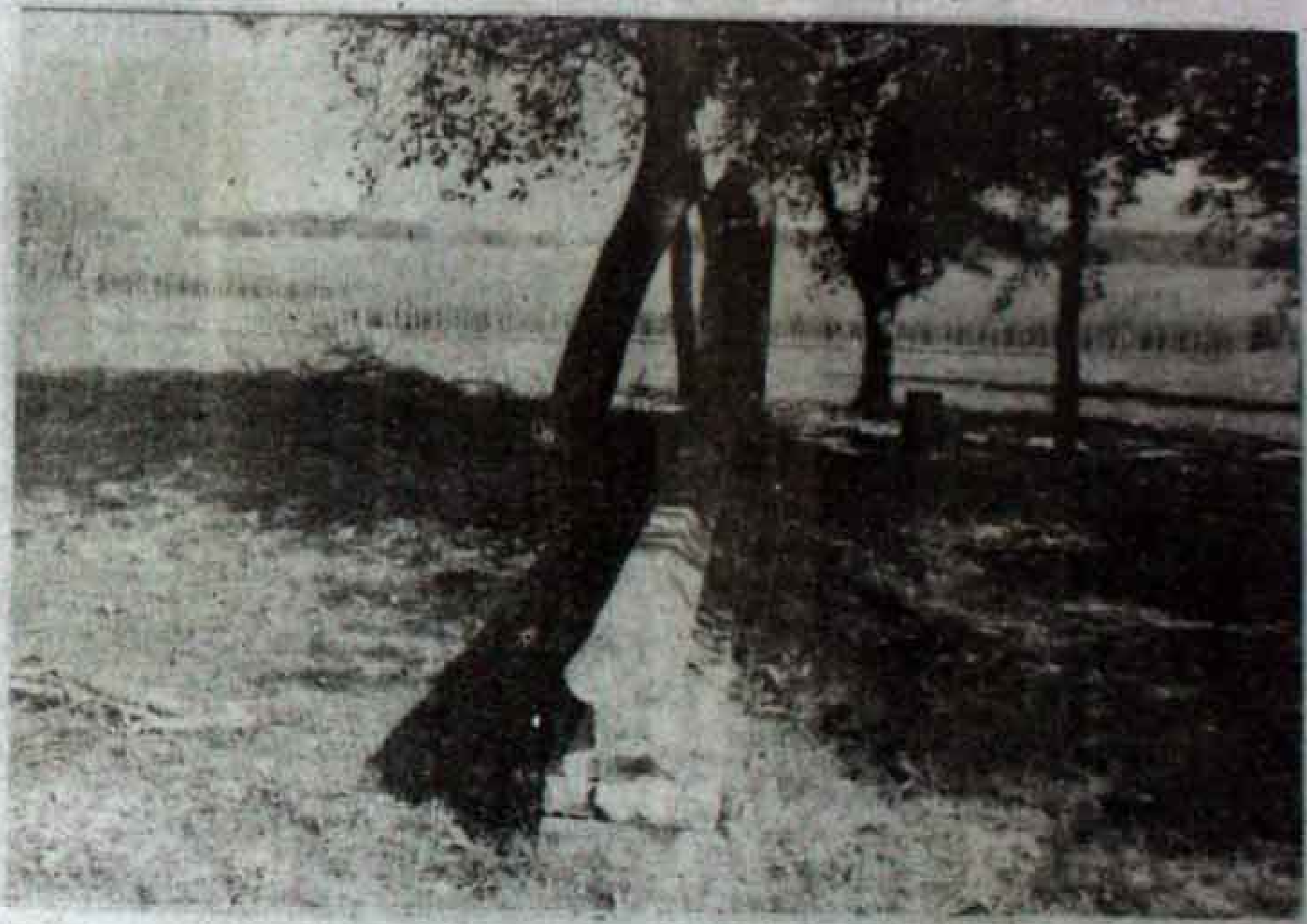

وزیر آباد ڈسکہ روڈ پر موضع پھانگٹ واقع ہے۔ یہ ایک قدیمی گزرگاہ ہے۔ مشرق اور مغرب کے درمیان ایک سڑک جو ہیڈ رسول ڈنگہ کنجاہ گجرات سے ہوتی ہوئی سیالکوٹ پسرور لاہور اور ہندوستان کی طرف جاتی تھی۔ مغرب سے آنے والے تجارتی قافلے حملہ آور وزیر آباد ڈسکہ پسرور روڈ پر بھی سفر کرتے ہیں۔ جسکی وجہ سے اس سڑک پر ٹیلے مزارات اس بات کے داعی ہیں کہ قدیم دور کا انسان اس سڑک پر آمد ورفت کرتا رہا۔ پھانگٹ ایک قدیمی قصبہ ہے۔ یہاں دو نوگز لمبی قبریں ہیں۔ ایک گاؤں سے باہر ہے۔ لیکن یہ گاؤں کے قریب ہے۔ پختہ تعمیر ہے اور اہل دیہہ یہاں عقیدت واحترام سے حاضری دیتے ہیں۔

marfatcom

پھانگٹ (سیالکوٹ) میں نوگز لمبا مزار

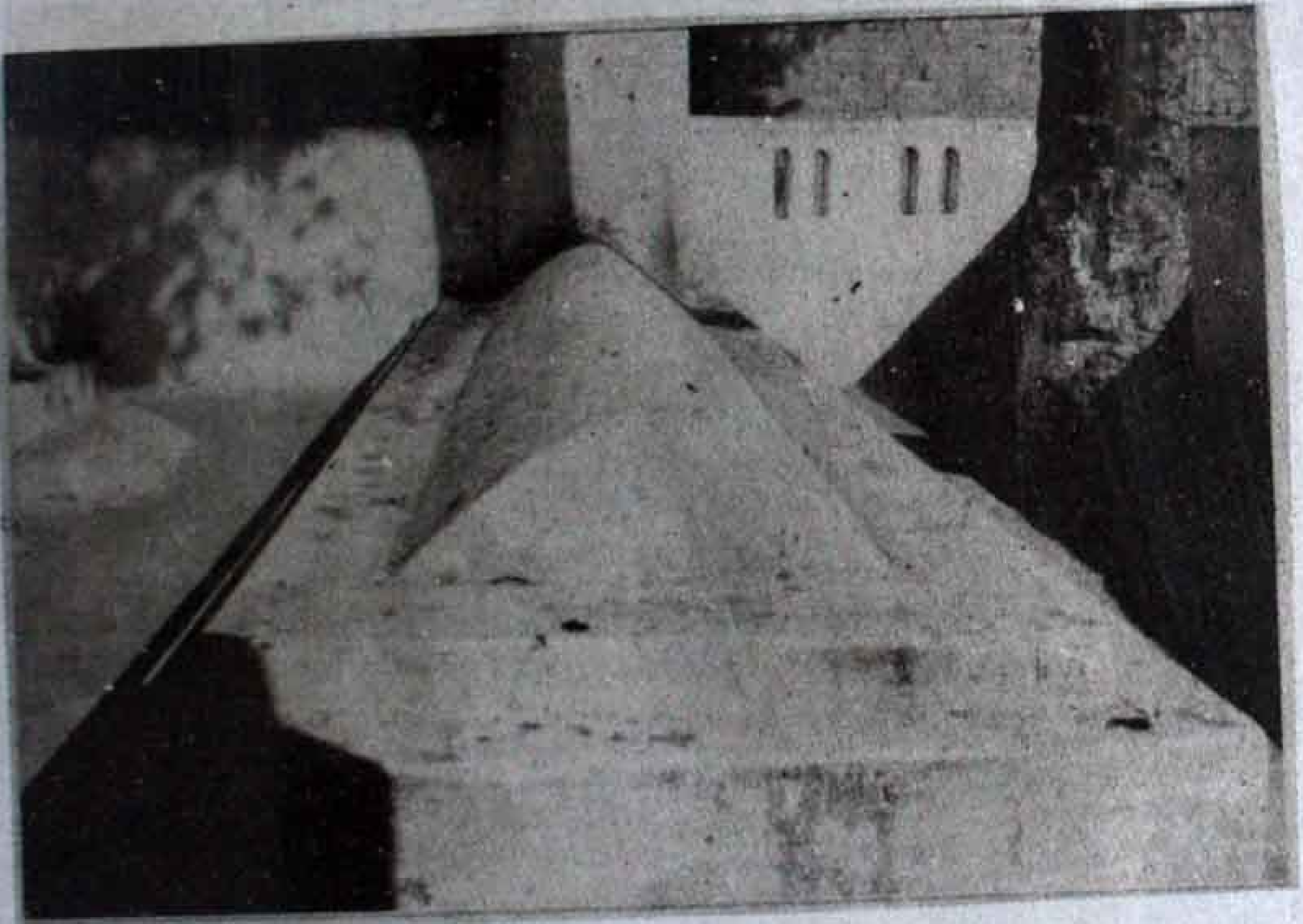

وزیر آباد سے ایک سڑک ڈسکہ پسرور کی طرف جاتی ہے ۔ اس سڑک پر سندانوالہ کے قریب موضع پھانگٹ ہے ۔ پھانگٹ میں قدم قدم پر آب پاشی کے لیے ٹیوب ویل نصب ہیں ۔ یہ بستی کافی پرانی ہے ۔ گاؤں کے جانب مغرب ہے ۔ یہ نوگز لمبا مزار ہے ۔ قریب ہی ایک کمرہ بھی تعمیر کیا گیا ہے ۔ قبر کے گردونواح کسانوں نے اپنے ڈیرے بنائے ہوئے ہیں ۔ مقامی آبادی اسے پیر نوگزہ کے نام سے پکارتی ہے ۔ جس علاقہ میں بھی یہ نوگزی قبریں ہیں ۔ ان کی تعداد پانچ کے لگ بھگ ہوتی ہے ۔ موضع پھانگٹ میں ایک اور نوگز لمبی قبر بھی ہے ۔ جو گاؤں کے درمیان واقع ہے ۔

****

marfatcom

ملیاں نزد بمبانوالہ ڈسکہ روڈ پر نو گز لمبا مزار

یہ مزار ملیاں کے قریب ڈسکہ روڈ پر واقع ہے مزار کے قریب ایک نہر بھی گزرتی ہے۔ نہر کے ملحقہ ایک بلند و بالا ٹبے پر ایک اور اللہ کے نیک بندے کا مزار ہے نہر کی کھودائی کیوجہ سے اس علاقہ کی حیثیت تبدیل ہو چکی ہے۔ ملیاں کے ٹبہ سے مٹی کے برتن پرانی تہذیب کے آثار پائے جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے یہاں کوئی شہر تباہ و برباد ہوا۔ پرانے زمانے میں شکست خوردہ قوم کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا جاتا اور انسانوں کو قتل کر دیا جاتا یا پھر ان بستیوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہو گا اور یہ بستیاں تباہ ہو گئی ہوں گی لیکن اللہ کے نیک بندوں کے نشان نہیں مٹ سکے

marfatcom

ڈسکہ روڈ بمبانوالہ (سیالکوٹ) بابا خدا بخش کا مزار

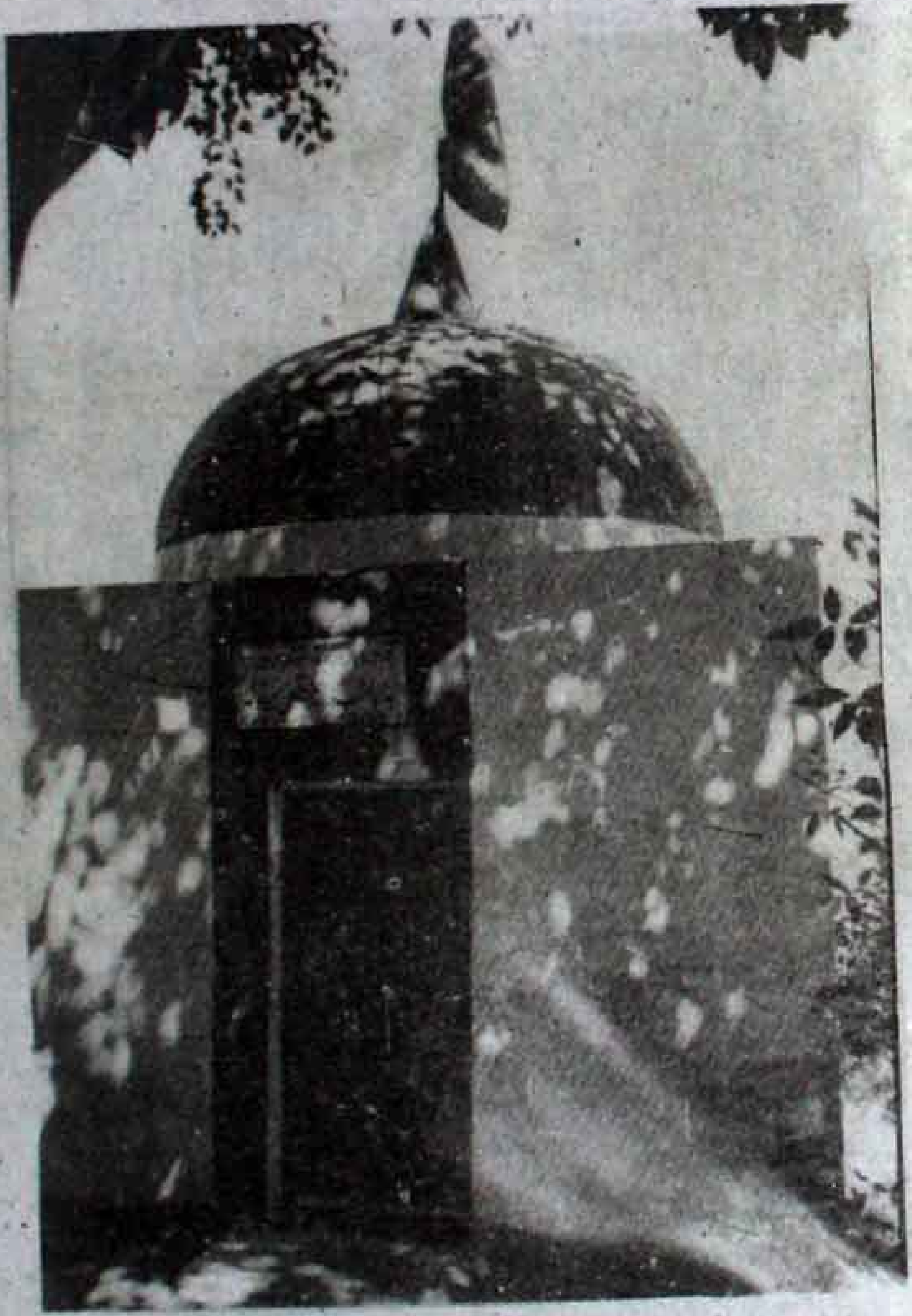

ڈسکہ ایک بہت پرانا قدیمی شہر ہے۔ ڈسکہ کے مختلف اطراف سے کئی سڑکیں نکلتی ہیں۔ ماضی میں یہاں مختلف سمت سے آنے والے قافلے یہاں قیام کرتے تھے۔ ڈسکہ کے ارد گرد نو گزی قبریں اور پرانے ٹبے ٹیلے بھی ہیں۔ ڈسکہ سے ایک سڑک سیالکوٹ کی طرف نکلتی ہے۔ ملیانوالہ کے قریب نہر کے کنارے ایک تباہ شدہ کے ٹبے پر ایک مزار ہے۔ جو کئی سو سالہ پرانا ہے اور صاحب مزار کا نام بابا خدا بخش تحریر ہے۔ اس ٹبہ سے مٹی کے پرانے برتنوں کے ٹکڑے اور پتھر چکیوں کے پاٹ ملتے ہیں۔ ٹبہ پر بہت قدیمی بوہڑ کے درخت بھی پائے جاتے ہیں۔ اس بستی کے قریب ہی ایک نو گز لمبی قبر ہے

marfatcom

ضلع سیالکوٹ کے گاؤں اوٹھیاں میں نو گز لمبا مزار

یہ مزار گوجرانوالہ سیالکوٹ روڈ نہر کے کنارے مشہور قصبہ اوٹھیاں میں ہے اوٹھیاں کے قریب ایک پرانی گزرگاہ ہے جس پر سے کئی قافلے اور اللہ کے نیک بندے گزرتے رہے یہ مزار اوٹھیاں کے قبرستان میں ہے۔ اور نو گز لمبا ہے اور مزار پر ہر سال عقیدت و احترام سے عرس بھی منایا جاتا ہے حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 326 نمبر شمار 426 کے مطابق صاحب مزار کا نام طیموش ہے جو حضرت موسیٰ کی اولاد سے بتائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ ہم نے پیغام دینے کے لیے جب کوئی نبی بھیجا اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔

marfatcom

ڈسکہ سمبڑیال روڈ ویروالہ میں نو گز مزار

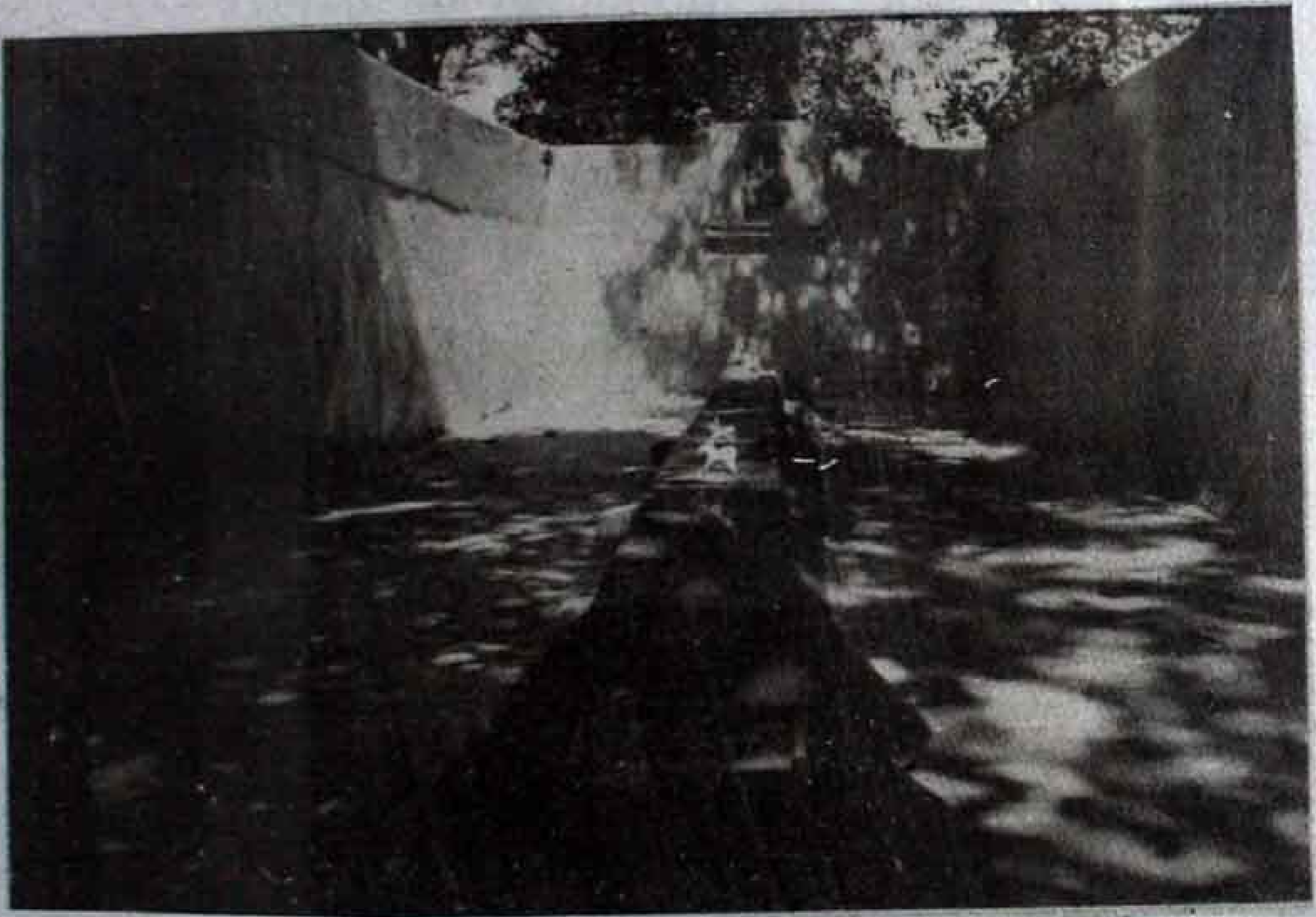

ویرووالہ قصبہ ڈسکہ سمبڑیال روڈ پر ہے۔ اس قصبہ کو آدم کے قریب سے ایک سڑک نکلتی ہے۔ لہلاتے کھیتوں سرسبز شاداب فصلوں کے درمیان یہ نوگز خانقاہ ہے۔ قبر کی لمبائی نوگز ہے۔ پختہ تعمیر ہے۔ چاردیواری بھی ہے۔ حافظ شمس الدین گلگیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 326 نمبر شمار 421 کے مطابق صاحب مزار کا نام ملک مرطوش ؒ ہے۔ آپ کا سلسلہ انبیاء اکرام سے جاملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور پاک ہستیوں کی جائے مدفن کا تقدس ہزاروں سال گزرنے کے باوجود قائم ودائم ہے۔ اس علاقہ میں قدم قدم پر آبی گزرگاہیں اور سیالکوٹ اور گجرات کے اضلاع میں قدرت کی اس چیز کی فراوانی ہے جسے پانی کہتے ہیں۔

marfatcom

قلعہ ٹیک سنگھ چک ککا کے قریب حضرت سلمان کا مزار

وزیر آباد سے ایک سڑک ڈسکہ کی طرف جاتی ہے۔ اس سڑک کے کنارے مشہور گاؤں چک ککا اور ٹھیک سنگھ کے قریب یہ مزار واقع ہے۔ مزار قبرستان میں ہے۔ مزار کی لمبائی 9 گز سے زیادہ ہے۔ قبروں کا رخ شمال اور جنوب کی طرف ہوتا ہے لیکن اس مزار کا رخ مشرق اور مغرب کی طرف ہے مزار پختہ تعمیر ہے۔ اور اس پر سبز رنگ کے غلاف بچھائے گئے ہیں۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ کے صفحہ 326، نمبر شمار 415 کے مطابق صاحب مزار کا نام سلمانؑ لکھے دا چک زیر پٹڑی نہر سیالکوٹ درج ہے

marfat.com

ضلع سیالکوٹ کے گاؤں لوڑھکی میں نو گز لمبا مزار

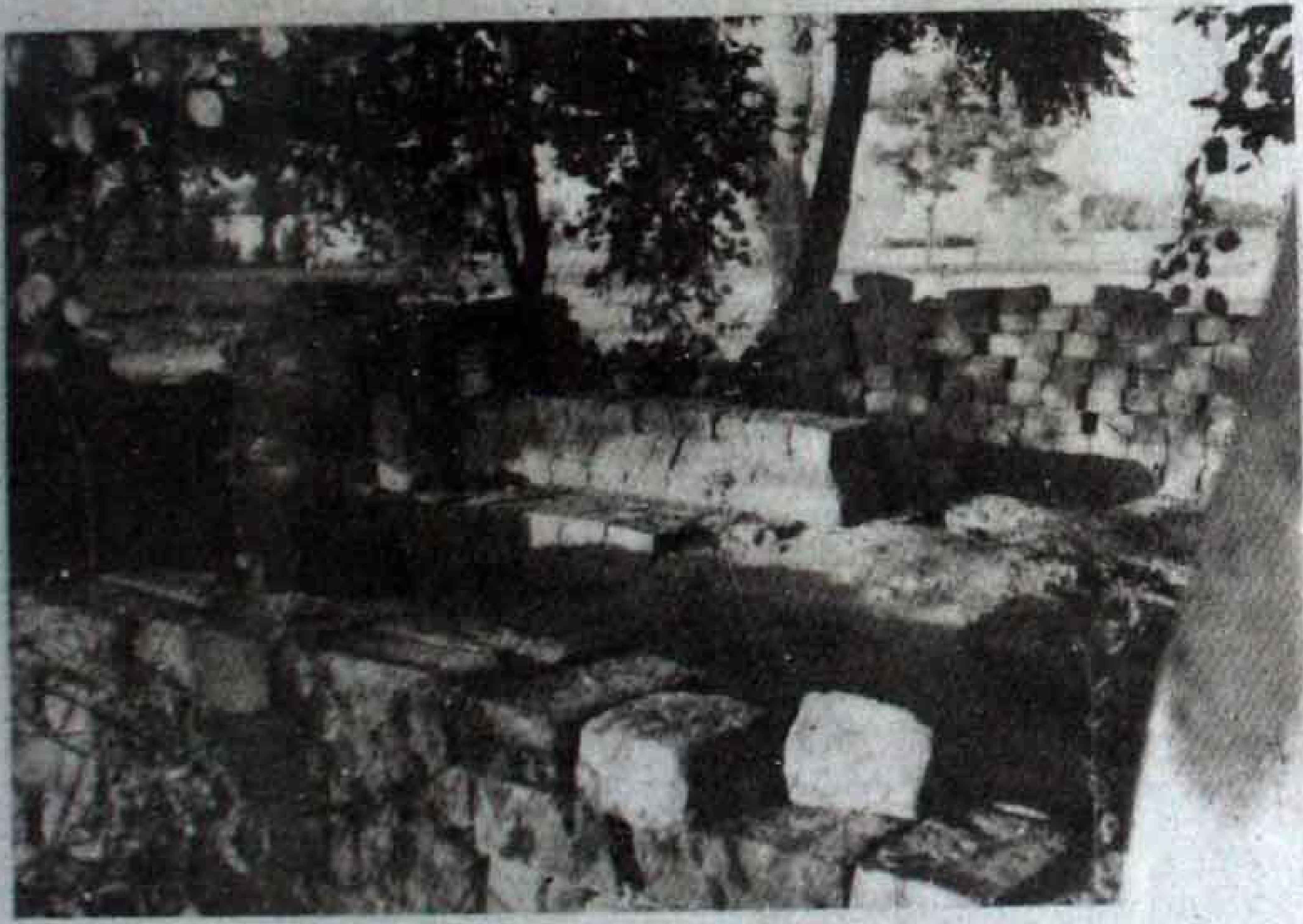

یہ مزار سیالکوٹ کے مشہور گاؤں لوڑھکی میں ہے اور یہ گاؤں ایمنہ آباد سیالکوٹ روڈ نہر کے کنارے پر واقع ہے لوڑھکی گاؤں بہت قدیمی ہے اور یہاں کئی قدیمی قبریں بھی ہیں۔ حالیہ دنوں مسجد کی تعمیر کے دوران ایک ایسی قبر ظاہر ہوئی کہ اس میں صاحب مزار کو اہل دیہہ نے صحیح حالت میں پایا سر اور ڈیش کے بال بھی درست حالت میں پائے گئے اور یہ بھی بات مشہور ہے کہ کفن بھی صحیح حالت میں تھا بعد میں اہالیان دیہہ نے قبر بند کر کے پختہ تعمیر کر دی یہ مزار گاؤں کے جانب جنوب زرعی اراضی میں ہے حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے مطابق صاحب مزار کا نام قبط ہے۔ صاحب مزار کو خلیفہ بتایا گیا ہے مزار پختہ تعمیر ہے لیکن ٹوٹ پھوٹ چکا ہے ایمنہ آباد ایک قدیمی شاہراہ ہے جو برصغیر کو دوسرے علاقوں سے ملاتی تھی

marfatcom

بھوپال والا (سیالکوٹ) میں نو گز لمبا مزار

سمبڑیال ڈسکہ روڈ کے درمیان قدیمی گزرگاہ پر ایک مشہور و معروف قصبہ بھوپال والا ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے اس بستی میں زیادہ آبادی ہندوؤں کی تھی۔ دھان کی فصل اور گندم کی پیداوار میں یہ علاقہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں ایک مزار ہے۔ جس کی لمبائی نو گز ہے۔ پختہ تعمیر ہے۔ چاردیواری بھی ہے۔ جس کے اوپر ایک ہزارہا سالہ برگد کا درخت بھی ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 328 نمبر شمار 462 کے مطابق صاحب مزار کا نام فاسانوشؒ ہے۔ آپ کا سلسلہ بھی انبیاء کرام سے جا ملتا ہے۔ آپ اللہ کے نہایت برگزیدہ نیک اور پاک بندے ہو گزرے ہیں۔

marfatcom

بھوپال والا میں سید میر ظریفؒ کا مزار

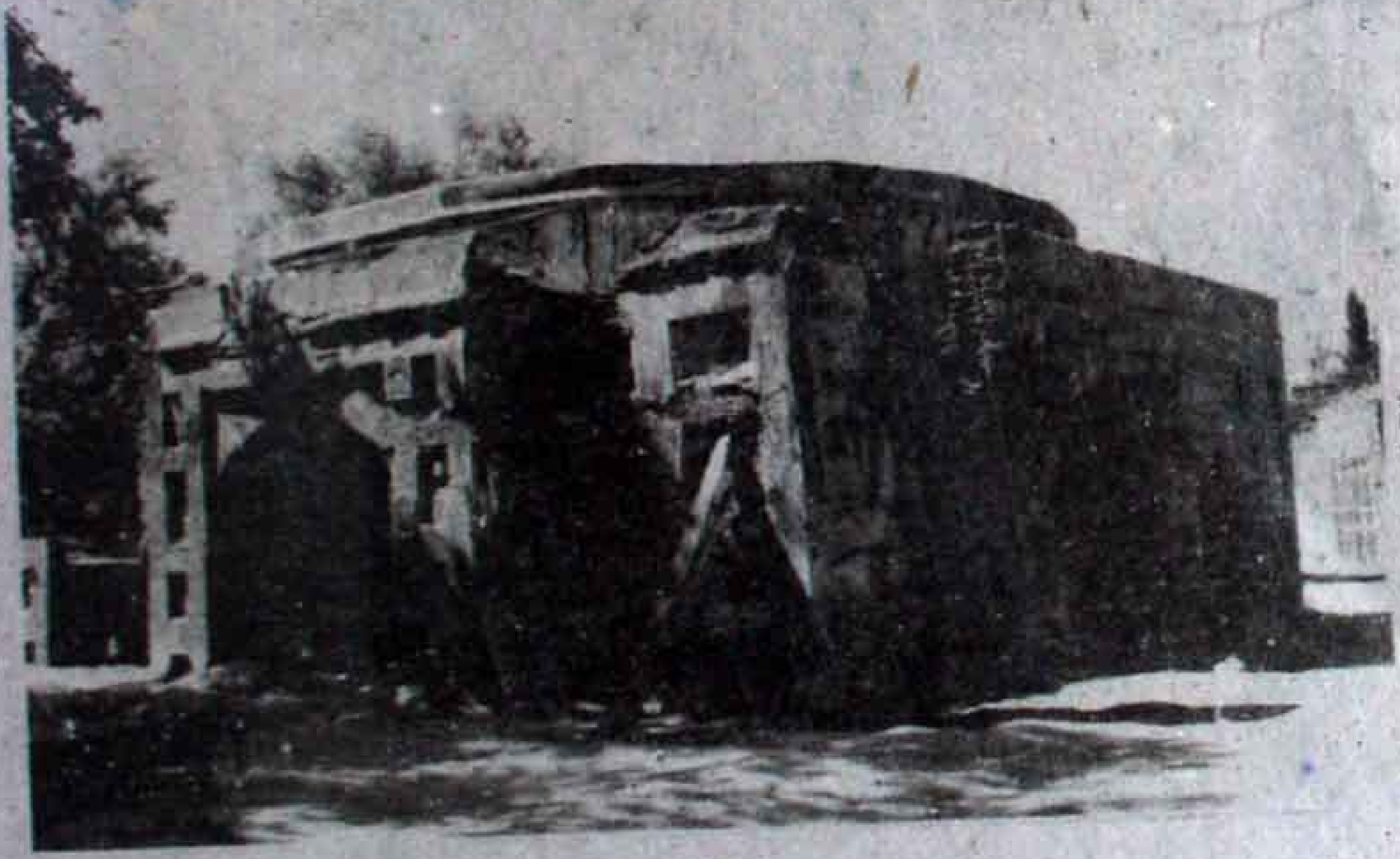

ڈسکہ سمبڑیال روڈ کے قریب مشہور قصبہ بھوپال ڈالا ہے۔ بھوپال والا ایک قدیمی قصبہ ہے۔ یہاں نوگز مزار بھی ہیں۔ بھوپال والا میں میر ظریف کا مزار ہے۔ آپ اکبر بادشاہ کے عہد میں ہو گزرے ہیں۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش تھے۔ آپ کے مزار پر حالات زمانہ کی تبدیلی کیوجہ سے گردونواح کی آبادی کی وجہ سے ارد گرد کافی مٹی کی تہہ بچھا دی گئی۔ یہ مزار محکمہ آثار قدیمہ کی تحویل میں ہے۔ اس کی مرمت تعمیر کے لیے محکمہ نے فنڈز وغیرہ تیار کر رکھے ہیں۔ مزار پر چھت وغیرہ نہیں ہے۔ چاروں طرف دروازے ہیں۔ چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ مغلیہ دور کی اس عمارت پر توجہ نہ دی گئی

marfatcom

حضرت مولانا محمد شریف ڈسکوی ؒ

****

حضرت مولانا محمد شریف بن حضرت مولانا صوفی ضمیر احمد ؒ رمضان المبارک 1343ھ مارچ 1925ء میں موضع باجرہ گڑھی ضلع سیالکوٹ کے ایک دیندار جوئیہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی چمڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اکثر بیشتر مسجد میں "اللہ ھو" کرتے رہتے تھے اور صحیح معنوں میں عاشق رسول ﷺ تھے۔

مولانا محمد شریف نے سات سال کی عمر میں مقامی سکول میں داخلہ لیا۔ لوئر مڈل کرنے کے بعد والد گرامی نے حضرت مولانا محمد عبدالغنی (ف 1943ء) مسجد دو دروازہ سیالکوٹ کی خدمت میں پیش کیا۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد بعمر شریف چودہ سال فقیہ اعظم خلیفہ امیر ملت حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی ؒ (ف 1951ء) کے حضور زانوائے تلمذ تہ کر کے بھرپور استفادہ کیا۔ بعد ازاں والد ماجد نے مدرسہ عالیہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف میں داخل کروا دیا۔ وہاں آپ نے سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین شاہ علی پور (ف 1961ء) حضرت مفتی آل حسن سنبھلی مراد آبادی جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب علی پور (ف 1980ء) اور حضرت علامہ مولانا عبدالرشید جھنگوی سے علوم متداولہ کا اکتساب کیا۔

علی پور سیداں کی طالب علمی کے دوران حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری ؒ (ف 1951ء) کی نظر کرم آپ پر ہوگئی۔ عصر کی نماز کے بعد عموماً حضرت امیر ملت قدس سرہ آپ کو طلب فرما کر ارشاد فرماتے کہ "محمد شریف، نعت شریف سناؤ" آپ بڑے ذوق و شوق سے نعت سناتے۔ ایک دن آپ کے والد گرامی (مولانا صوفی ضمیر احمد) حضرت امیر ملت قدس سرہ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے آپ حن بھی ساتھ تھے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے آپ کے والد ماجد سے سوال کیا۔

"صوفی ضمیر احمد کی کم کردے او؟"

تو انہوں نے عرض کیا۔ "ایں چم رنگنے آں"

یہ سماعت فرما کر حضرت امیر ملت قدس سرہ مراقبہ میں چلے گئے اور پھر تین دفعہ یہی سوال دہرایا مراقبہ سے سر اٹھا کر ارشاد کیا کہ:

"صوفی ضمیر احمد تسی چم رنگدے او تے جاؤ اساں نے تیرے پتر محمد شریف دا دل رنگ چھڈیا اے"

چنانچہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ایسا رنگ دیا کہ تازیست عزت و شہرت کی بلندیوں پر فائز رہے۔

علی پور سیداں شریف سے اکتساب علم کے بعد دورہ حدیث کرنے کی خاطر لائلپور (فیصل آباد) محدث پاکستان حضرت مولانا محمد سردار صاحب (ف 1962ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کے دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام سے دورہ حدیث کی سند 1950ء میں حاصل کی۔

آپ نے دوران طالب علمی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے دست حق پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی اور حضرت سراج الملت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب علی پوری ؒ (خلف اکبر و سجادہ نشین حضرت امیر ملت ؒ) نے

marfatcom

خلافت و اجازت سے نوازا تھا۔ علاوہ ازیں فقیہ اعظم مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی نے بھی خلافت عنایت کی تھی۔ حضرت مولانا محمد سردار احمد نے بھی سلسلہ قادریہ رضویہ میں مجاز کیا تھا۔ لیکن علی پور شریف سے ان کی محبت و عقیدت لازوال تھی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے منڈی وار برٹن ضلع شیخوپورہ میں جامع مسجد مدینہ کی بنیاد رکھی۔ وہاں آپ کو اس قدر کامیابی نصیب ہوئی کہ صرف چھ ماہ کے عرصہ میں مخالفین اہلسنت کو محلہ عید گاہ کا مدرسہ عربیہ دینیہ اور جامع مسجد غلہ منڈی خالی کرنا پڑی۔ جہاں آپ نے حضرت مولانا نور محمد قادری کو خطیب اور مدرس مقرر کیا۔

منڈی وار برٹن میں سات سال قیام کے بعد آپ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں منتقل ہو گئے۔ جہاں آپ نے " جامع مسجد نور " کے نام سے ایک مسجد تعمیر کروائی اور ایک " دارالعلوم نقشبندیہ جماعتیہ رضویہ " کا اجراء فرمایا۔ درس و تدریس کے فرائض کے علاوہ آپ نے خطابت اور اور روزانہ درس قران کی ذمہ داریاں بھی تازیست بڑے احسن انداز میں نبھائیں

آپ نے تحریک پاکستان میں اپنے پیرو مرشد حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر قیادت بھرپور حصہ لیا۔ 1953ء اور 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں مقام مصطفے کے تحفظ کی خاطر تین ماہ تک قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما رہے۔ 1970ء میں سواد اعظم کے دلوں کی دھڑکن اور نمائندہ " جمیعت علماء پاکستان " نے سیاسی میدان میں قدم رکھا تو آپ ضلعی صدر منتخب ہوئے۔ بھٹو دور میں علماء و مشائخ اور محب وطن سیاسی لیڈروں پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹے وہ ایک ناقابل فراموش داستان ہے حضرت مولانا نے بڑی پامردی سے حالات کا مقابلہ کیا۔

1977ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے جو عدیم المثال دھاندلی کی اور اس کے نتیجے میں " تحریک نظام مصطفے " چلی تو آپ نے جمیعت علمائے پاکستان ضلع سیالکوٹ کے صدر کی حیثیت سے بڑی جرات و مردانگی سے تحریک کی قیادت کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ " میں نے " تحریک نظام مصطفیٰ " میں جو کام کیا ہے، اگر قبول ہو جائے، تو امید ہے کہ میری بخشش کے لئے یہی ایک کام کافی ہے۔ "

آپ دو دفعہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ پہلی دفعہ 1955ء اور دوسری دفعہ 1973ء میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی حاضری قابل دید ہوتی تھی۔ آپ سچے عاشق رسول تھے۔ جب کوئی نعت پڑھتا آپ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل جاری ہو جاتا۔ دوران تقریر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آتے ہی حالت غیر ہو جاتی تھی۔

آپ خدا رسیدہ بزرگ اور کامل ولی اللہ تھے۔ لوگ آپ کو " مولوی " کم اور " فقیر " کی حیثیت سے زیادہ جانتے تھے۔ آپ کی تقریر میں بلا کی تاثیر تھی۔ لوگ دور دور سے آتے اور تقریر دلپذیر سن کو دولت ایمان سے بامراد ہوتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل ڈسکہ میں اہل سنت و الجماعت کی حالت ناگفتہ بہ تھی، آپ نے آکر اسے زندہ و جاوید بنا دیا۔ ہر سال آپ کے دارالعلوم کا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہوتا اور اکناف و اطراف ملک سے علماء و مشائخ تشریف لا کر عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب کو جلا بخشتے۔ جوہر ملت حضرت

marfatcom

پیر سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری (نبیرہ امیر ملت) کی زیر صدارت یہ جلسے تاریخی حیثیت اختیار کر جاتے۔
آپ کے بے شمار مرید اور تلامذہ اندرون ملک اور بیرون ملک پھیلے ہوئے ہیں۔ جو " مقام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ " اور " نظام مصطفی کے نفاذ " کے لئے سرگرم عمل ہیں۔
آپ کو کئی سال سے مرض دمہ کی شکایت تھی جس کی وجہ سے دونوں گردے ختم ہو گئے تھے۔ 1983ء میں مرض کا شدید غلبہ ہوا تو جنرل ہسپتال لاہور میں داخل ہوئے مگر۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

چنانچہ اسی مرض کی بناء پر 8 ذیقعد 1404ھ 6 اگست 1984ء بروز سوموار سورج طلوع ہونے سے قبل آپ کی مبارک روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب گوجرانوالہ نے پڑھائی اور پھر ہزاروں عقیدت مندوں کی آہوں اور سسکیوں کے دوران " قبرستان مستریاں " کالج روڈ ڈسکہ میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ جہاں اب شاندار مزار تعمیر ہو چکا ہے۔

==

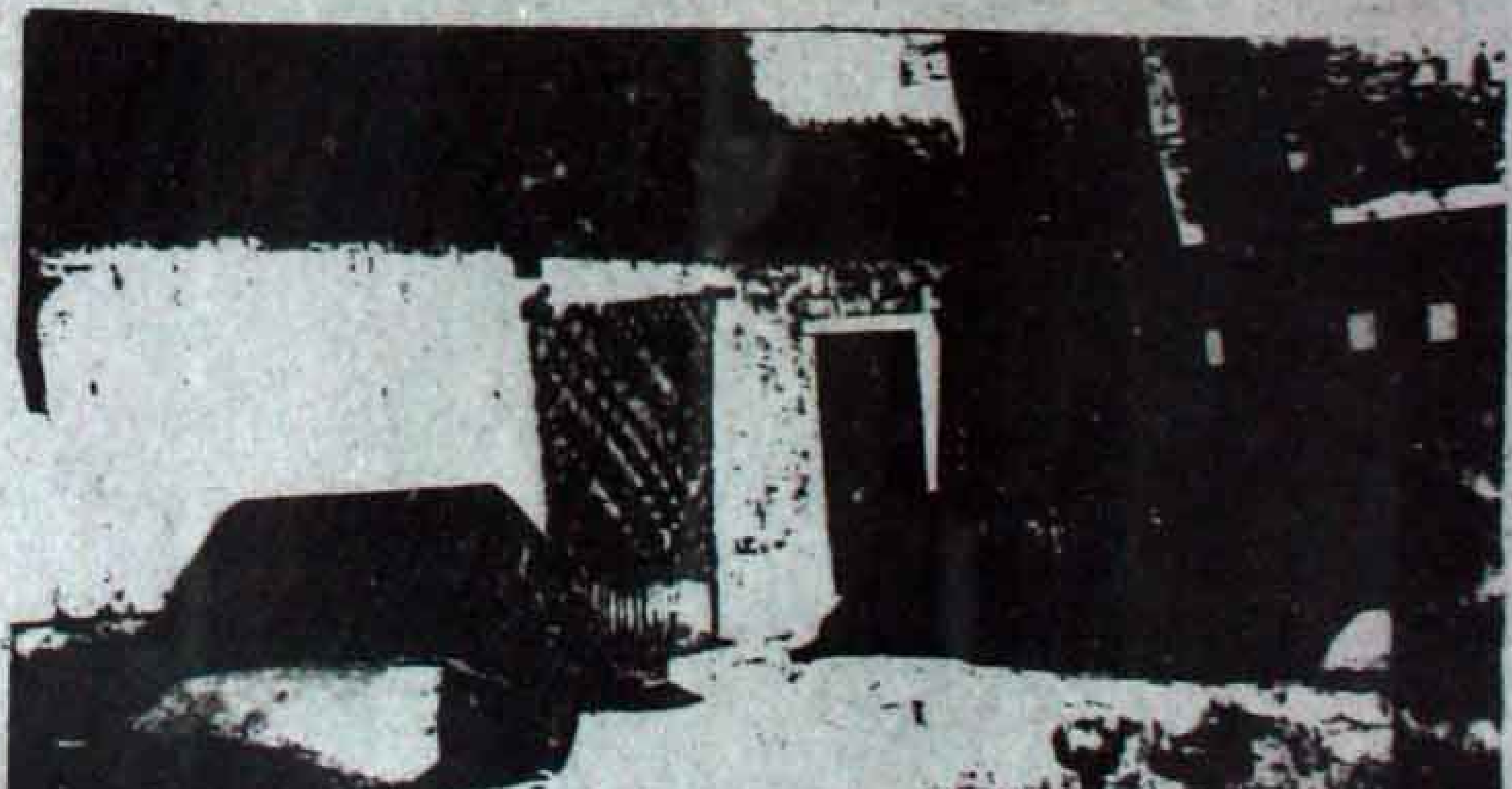

مزار سائیں جانے شاہ سیالکوٹ۔

marfatcom

صاحبزادہ فیض الحسن آستانہ عالیہ آلو مہار ضلع سیالکوٹ

****

صاحبزادہ سید فیض الحسن 1911ء میں اس عالم فانی میں مولود ہوئے ۔ آپ کی ولادت شاعر مشرق علامہ اقبال کے شہر سیالکوٹ کے ایک مضافاتی قصبہ آلو مہار شریف میں ہوئی ۔ مشرق کا یہ تابندہ آفتاب اس شان سے نمودار ہوا کہ اس کے سر پر امت مسلمہ کی راہنمائی کرنے والے روشن اور ابدی اصولوں سے چمکتا دمکتا تاج تھا ۔
حضرت صاحبزادہ کے والد گرامی کا نام حضرت سید محمد حسین شاہ تھا ۔ جو خود بھی فاضل ، عالم اور نابغہ روزگار اور یگانہ عصر بزرگ اور آلو مہار کے سجادہ نشین تھے ۔ جناب سید محمد حسین حکومت برطانیہ کے عہد میں فرسٹ کلاس آنریری مجسٹریٹ تھے ۔ لیکن آزادی وطن کی تحریک اور انگریز کی عمومی اسلام دشمنی کے خلاف احتجاج کے طور پر آپ اس عہدے سے مستعفی ہوگئے ۔

1933ء میں آپ کے محترم پدر گاہی نے وصال فرمایا ۔ آپ کی عمر اس وقت صرف 22 سال تھی ۔ مگر آپ کی مذہبی ، علمی اور ریاضی سطح اتنی بلند تھی کہ آپ کو درگاہ عالیہ آلو مہار شریف کا سجادہ نشین بنایا گیا ۔ آپ نے سجادگی کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھایا اور یہ ثابت کر دیا کہ آپ نہ صرف ہونہار ہیں بلکہ فہم و راست کے بھی مرد میدان ہیں ۔ آپ کے والد ماجد جو آپ کے مرشد طریقت بھی تھے ۔ انہوں نے روحانیت اور ولایت کی منازل آپ کو نہایت شاندار تربیت کے ساتھ سر کرائیں ۔
حضرت فرمایا کرتے تھے " ماں کی گود ہی وہ درس گاہ ہے جہاں سے بچہ جملہ علوم کی احساس و بنیاد حاصل کرتا ہے ۔ جب ماں کی جھولی مومنانہ ہے ۔ اس میں سنت فاطمہ کے تقاضے موجود ہیں تو اولاد یقیناً حسین صفت ہوگی ۔ اور اگر ماں چور ہوگی تو بیٹا ڈاکو ہوگا ۔ ماں جاہل ہوگی تو بیٹا احمق ہوگا ۔ اور اگر ماں بہادر ہوگی تو بیٹا غازی ہوگا ۔ اگر ماں سیاستدان ہوگی تو بیٹا حکمران ہوگا ۔ اور اگر ماں عبادت گزار ہوگی تو بیٹا ولی بنیگا ۔ ماں کنیز فاطمہ ہوگی تو کوئی وجہ نہیں کہ بیٹا خادم حسین نہ ہو " ۔

حضرت صاحبزادہ عمر بھر تحریک ختم نبوت سے منسلک رہے اور اس کے لئے آپ نے جس قدر جدوجہد کی حکومت پاکستان کو اس بات کا قائل ہونا پڑا کہ منکر حضور دراصل کافر ہی ہے اور اس کو غیر مسلم قرار دینا ہی ایمان کی تکمیل ہے ۔
آپ نے اپنا مقصد حیات صرف اور صرف دین اسلام کی بھلائی اور اس کے عروج کے لئے وقف کر دیا تھا ۔ آپ کے حالات زندگی پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ آپ محض وعظ کی حد تک تبلیغ نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ جہاں ضرورت پڑی وہاں آپ نے جہاد میں بھی حصہ لیا حکمران وقت کی مخالفت کی ۔ مصائب کو دعوت دی ، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرکے آپ نے اسیران کربلا کی سنت کو پورا کیا ۔ ہر حال میں صبر کا دامن تھامے رکھا ۔ کبھی خدا سے شکوہ نہ کیا ۔ ہمیشہ اس کی بندگی کا اقرار کیا ۔ آپ قرآن و سنت

marfatcom

کے ایسے پیروکار تھے جنہیں صرف خدا کے احکامات پر ہی کاربند رہنے کی چاہ تھی۔ آپ خدا کی ایسی برگزیدہ ہستی تھے جنہیں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی سے لگاؤ نہیں تھا۔ آپ صرف خدا پر توکل رکھتے تھے۔ اپنی ہر ضرورت صرف خدا سے بیان کرتے تھے۔ آپ جیسا صوفی انسان صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے۔

یہ 23۔ فروری 1984ء کا دن تھا اور دن کے گیارہ بجے کا وقت جب آپ کو گھبراہٹ کا احساس ہوا۔ آپ کے خدا کے پاس جانے کی ساعتیں قریب آ رہی تھیں۔ اہل خاندان ارد گرد کھڑے تلاوت قرآن پاک کر رہے تھے۔ آپ نے اہل خاندان کو بتایا "ایک روشنی کمرے میں آ رہی ہے اس لئے پردے ہٹا دو" پھر پردے ہٹا دیئے گئے۔ پھر آپ نقشبندیہ سلسلہ طریقت کے معمولات دہرانے لگے۔ معاً آپ کے چہرے کی دلکشی اور دل آویزی میں اضافہ ہونے لگا اور آپ مالک حقیقی سے جا ملے۔

===

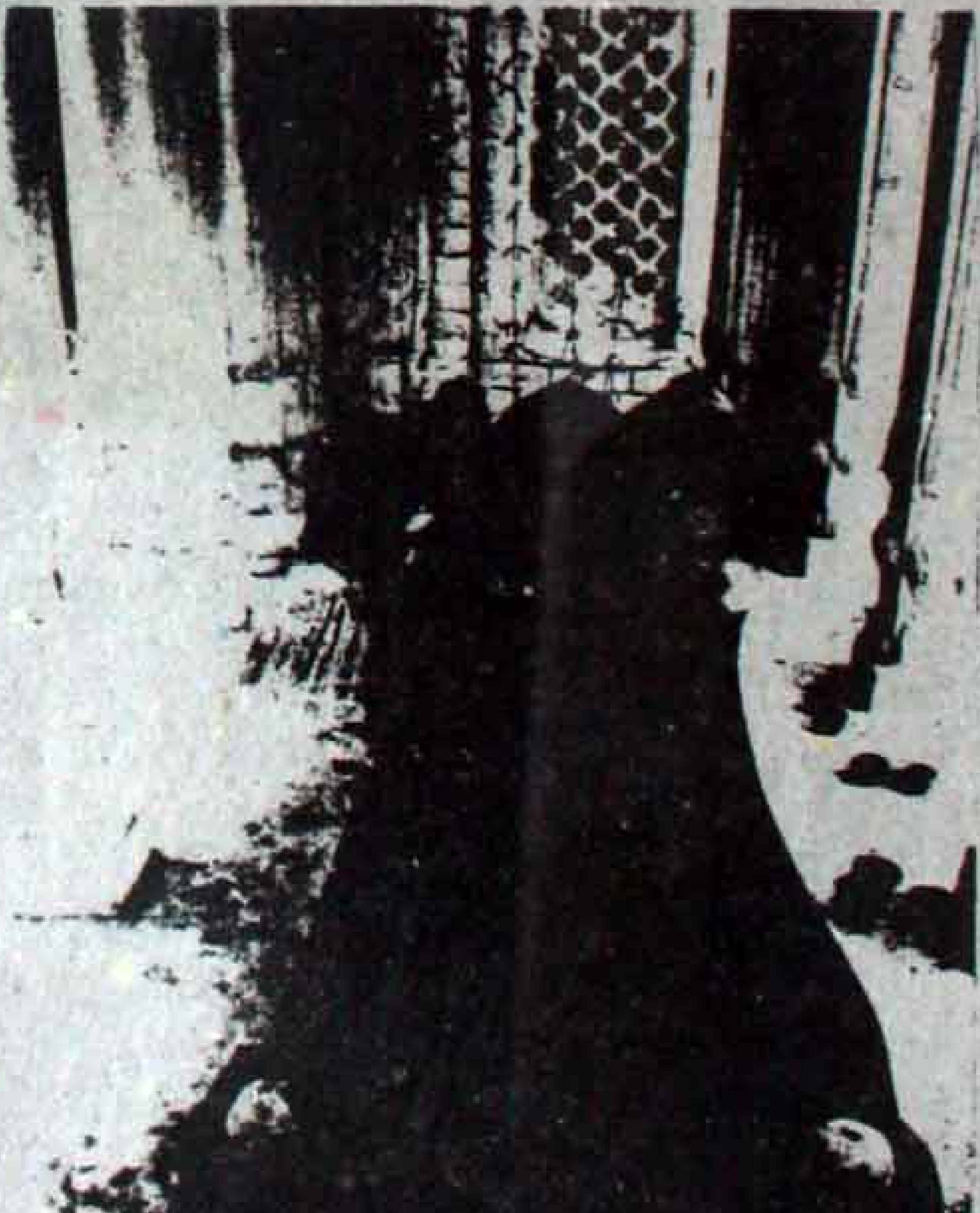

سائیں عبداللہ سیالکوٹی

marfatcom

ڈالو والی کے قریب دو 9 گز لمبے مزار

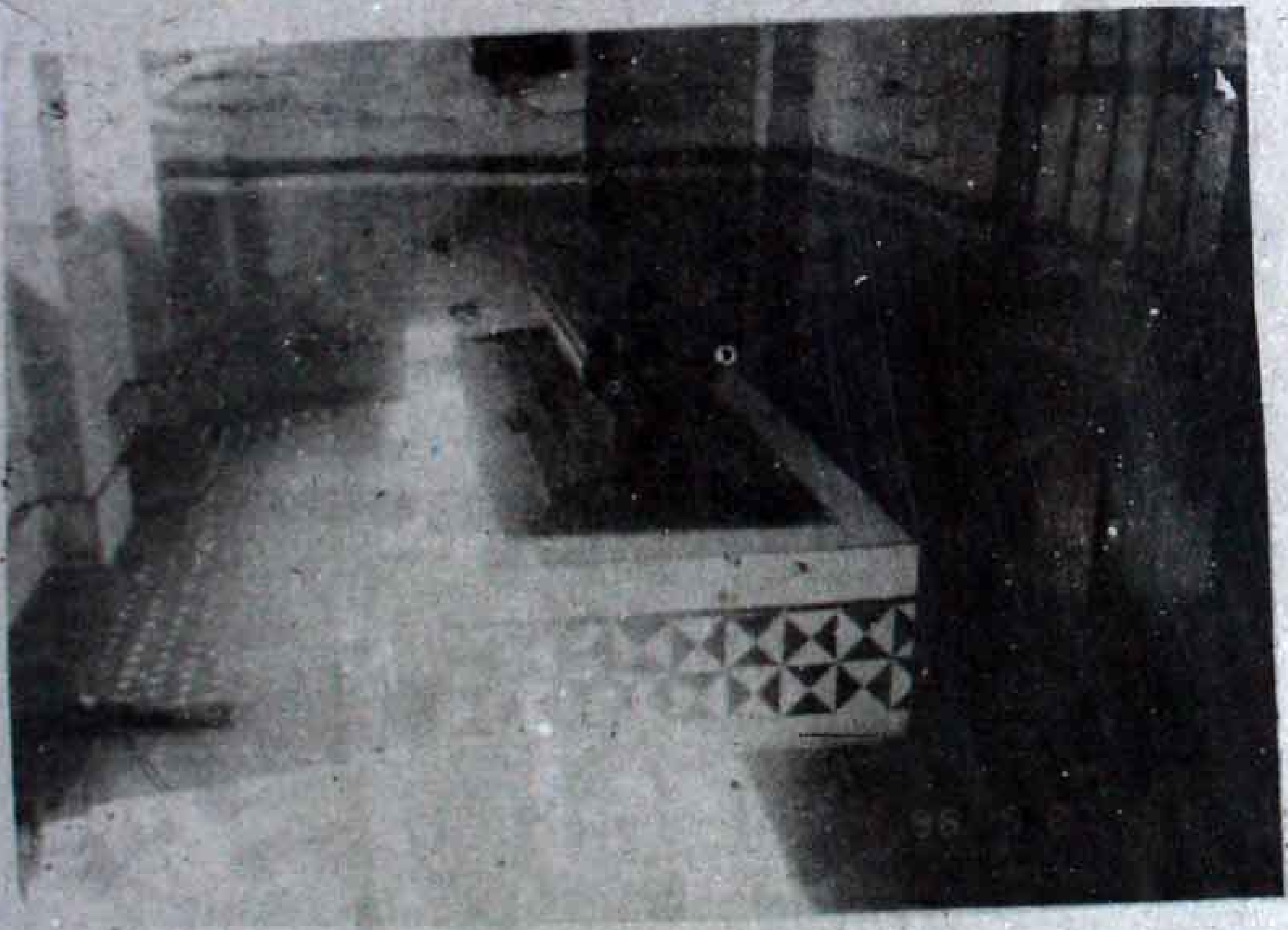

سیالکوٹ جموں روڈ ڈالو والی کے جانب جنوب تقریباً ایک کلو میٹر کے فاصلہ پر درختوں کے جھنڈ میں دو 9 گز لمبے مزار ہیں جو پختہ تعمیر کئے گئے ہیں اور ان پر چھت بھی ہے۔ قریب ہی ایک بزرگ کا مزار ہے۔ جو ان 9 گز لمبے مزارات کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ ان مزارات کے ساتھ کافی رقبہ بھی وقف ہے۔ جس کے کچھ حصہ پر سرکاری عمارت تعمیر کر دی گئی ہے۔ قریب ہی ایک بہت بڑا ٹبہ ہے۔ اس ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے ملتے ہیں۔ ماضی میں یہاں کوئی شہر آباد تھا۔ سیالکوٹ سے جموں کے لئے ریلوے لائن بچھائی گئی تھی۔ لوہے کی پٹریاں اکھاڑ لی گئی ہیں البتہ ٹریک اور پتھر ویسے ہی ملتے ہیں۔ ڈالو والی کو جموں کا دروازہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس علاقہ میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر قلعہ نما ٹبے اور 9 گز لمبے مزار ملتے ہیں۔ سیالکوٹ سے جموں جانے کے لئے قدیمی سڑک بھی ڈالو والی کے قریب سے گزرتی ہے۔ ڈالو والی کو اس علاقہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں کئی معرکے ہوئے۔

==

marfatcom

محبوب ذات سید احمد حسین گیلانیؒ

منڈیر شریف ضلع سیالکوٹ

****

محبوب ذات، حضرت سید احمد حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی سلسلہ عالیہ قادریہ کی ان قابل فخر و مایہ ناز ہستیوں میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے خدمت دین اسلام کو ہی نصب العین بنایا اور زندگی بھر ایک لمحہ بھی اپنے اس فرض منصبی سے غفلت اختیار نہیں فرمائی۔ آپ 12 ربیع الاول 1314ھ بروز جمعۃ المبارک مطلع رشد و ہدایت پر نجم تاباں کی صورت میں طلوع ہوئے۔ آپ صحیح النسب نجیب الطرفین گیلانی سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب سید الشہدا حضرت سیدنا حسن علیہ السلام سے ملتا ہے۔ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ شکم مادر سے ہی عشق الٰہی سے روشن دل لے کر زینت کائنات ہوئے تھے۔ اس لئے عہد طفولیت میں طبع مبارک عشق الٰہی کی طرف راغب تھی اور آپ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہے تھے۔ آپ نے پرائمری تک تعلیم روڑس اور اٹوکی کے مدارس میں حاصل کی اور اس کے بعد مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ راولپنڈی تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ عبدالرحمن اینڈ برادرز میں ملازمت اختیار فرمائی اور راولپنڈی میں ملازمت کے دوران ہر روز بلا ناغہ حضرت امام بری شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دیا کرتے تھے۔ اور جب آپ شیخ عبدالرحمن اینڈ برادرز (ملٹری سپلائرز) کی کافی شاپ میں منیجر ہوگئے تو اس دوران آپ کا قیام نواح پنڈی اور مری اپر ٹوپہ، کالاباغ لیر بازیان میں زیادہ تر رہا اس زمانہ میں آپ تمام دن ملازمت کے فرائض انجام دیتے اور تمام رات عبادت الٰہی میں گزارتے تھے۔ جب نیند غلبہ کرنے لگی تھی تو آنکھوں میں مرچیں ڈال لیا کرتے تھے تاکہ نیند نہ آئے اسی زمانہ میں ہی آپ پر جذب کا عالم طاری ہوا اور آپ راتوں کو پہاڑوں اور جنگلوں کی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے لو لگائے بیٹھے رہتے تھے۔ اس دوران آپ کو حضور محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور خود اپنی رہنمائی میں تمام منازل طے کرائیں اور اس کے بعد آپ کو ظاہری بیعت کرنے کا حکم فرمایا اور غوث اعظمؓ کے حکم کی تعمیل میں آپ نے اپنے ماموں جان سلطان المشائخ حضرت سید فتح علی شہباز سے بیعت کی اور مسند ارشاد کو زینت بخشی تو آپ کا سلسلہ فیضان ظاہری و باطنی جاری ہوگیا۔ اور آپ کے فیوضات اور کرامات کا شہرہ عام ہوگیا۔ اور طالبان ظاہری اور عرفان الٰہی کی پیاسی روحیں آپ کے پاس ہجوم کرنے لگیں جس کی وجہ سے آپ نے ملازمت کو خیرباد کہا اور اپنے آبائی گاؤں منڈیر سیداں (ضلع سیالکوٹ) میں تشریف لاکر فیضان رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا اور ایک سال بعد آپ انبالہ شریف تشریف لے گئے اور چار سال انبالہ شریف میں قیام فرمایا اور ہزاروں تشنگان ظاہری و باطنی کی سیرابی فرمائی اور دوبارہ منڈیر سیداں میں اپنا سلسلہ فیضان جاری فرمایا۔

آپ کا حلقہ فیضان بہت وسیع اور پورے برصغیر (پاک و ہند) میں پھیلا ہوا ہے اور آپ کا حلقہ ارادت لاکھوں میں شمار ہوتا ہے اور ایک کثیر تعداد میں غیر مسلم آپ کی نگاہ کیمیا کے اثر سے دولت اسلام سے مالا مال

marfat.com

ہوئے اور ایک کثیر تعداد میں طالبان ازلی نے آپ کی نورانی تربیت گاہ میں روحانی تربیت حاصل کر کے عرفان الٰہی میں اعلیٰ مقامات حاصل کئے ۔ آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ کا ایک بے پناہ سلسلہ کشف و کرامات جاری رہا ۔ آپ کی کرامات کو حیطہ تحریر میں لانا ایک مشکل کام ہے ۔ آپ کے وصال فرما جانے کے بعد بھی آپ کا سلسلہ فیضان ظاہری و باطنی آپ کی اولاد امجاد اور آپ کے خلفاء عظام کے ذریعے جاری و ساری ہے ۔

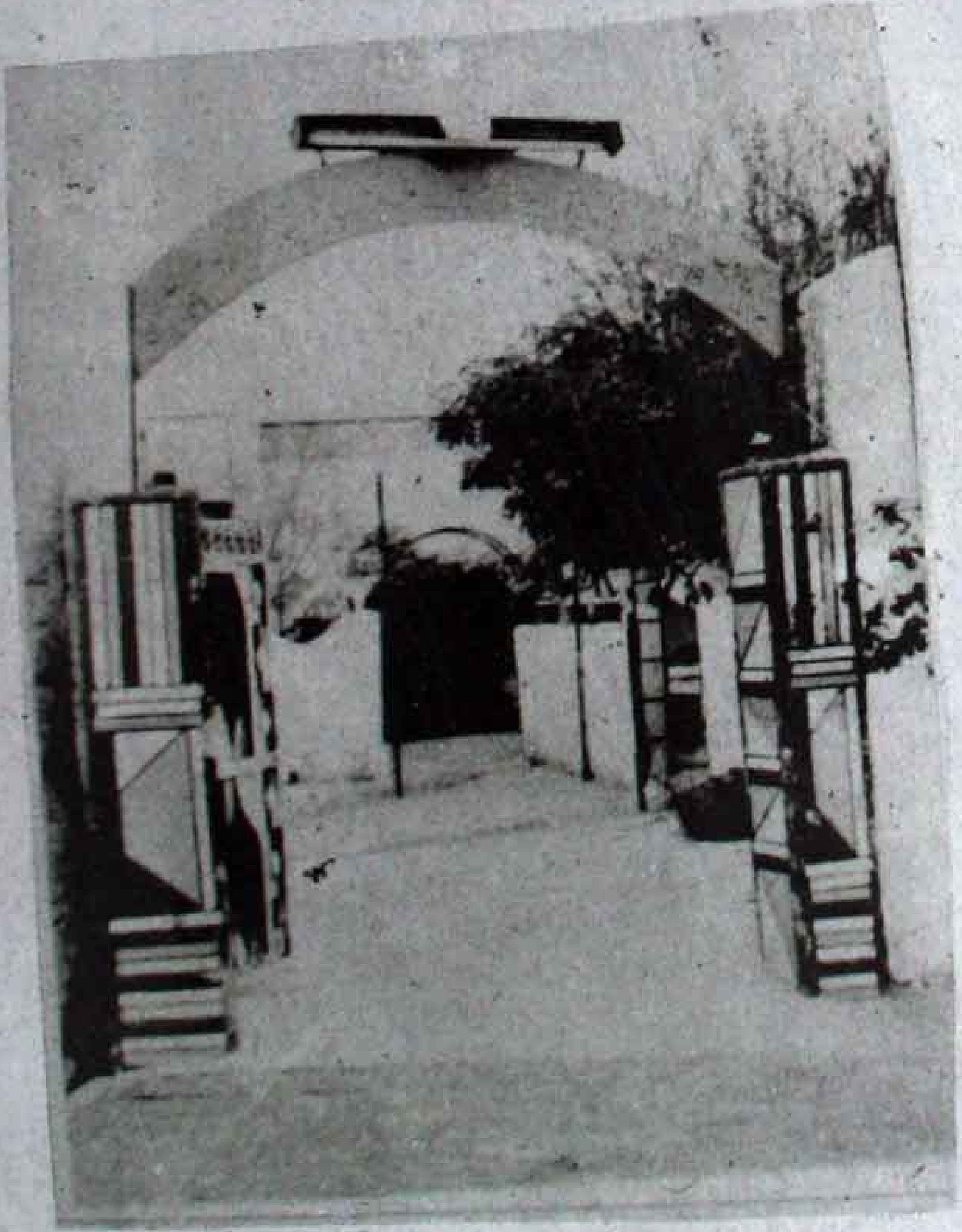

آستانہ عالیہ حضرت غلام حسین شاہ کوٹلی آرائیاں سیالکوٹ

marfatcom

سیالکوٹ میں اللہ کے نیک بندوں کے مزارات

****

سیالکوٹ کی دھرتی پر قدم قدم پر اللہ کے نیک بندوں کے مزار ہیں جن میں تقریباً 150 کے قریب 9 گز لمبے مزارات ہیں ۔ جن میں بیشتر انبیاء کرام مرسلین، ان کے خلفاء، غازیوں، شہداء کے مزارات ہیں ۔ اولیائے سیالکوٹ رشید نیاز کے مطابق مشہور اولیائے کرام درج ذیل ہیں :

حضرت پیر مراد بخش ؒ، حضرت سید امام علی الحقؒ، حضرت پیر بابل شہیدؒ، حضرت امام میراں برخوردارؒ، حضرت سید جلال شاہؒ، حضرت ملک شاہ ولی آگوکی، سید سرخ روح شہیدؒ، حضرت شاہ مونگا ولیؒ، حضرت سید علی المعروف سیداں شاہ ولیؒ، حضرت ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ، حضرت بابا گلو شاہ نوشاہی قادریؒ، حضرت سائیں پیر بخشؒ، حضرت سید نور محمد شاہ قادری المعروف نور شاہ گدیلہؒ، حضرت سائیں غفور المعروف مست شاہؒ، حضرت مولانا محمد شریف محدثؒ، حضرت سید شرف شاہ قلندری مشہدیؒ، حضرت خواجہ محمد شاہ دینؒ، حضرت سید شاہ داتن ابدالؒ، حضرت شاہ حمزہ غوث، حضرت سائیں عبدالعزیز قادری المعروف جیجو، حضرت سید عنایت شاہ ولی گیلانی، حضرت قبلہ محمد شفیع قادری قلندری، حضرت بابا نور دینؒ، حضرت نظیر صوفیؒ، حضرت الحاج محمد فاضل نوشاہی قادریؒ، حضرت حکیم محمد صدیق نقشبندی، اعلیٰ حضرت محمد شریف نقشبندیؒ، حضرت میاں فضل دین المعروف حضرت میاں صاحب نوشاہی قادریؒ، حضرت محبوب ذات منڈھیر شریف، حضرت سید رسول شاہؒ، حضرت سید عابد حسین شاہؒ، پاک دامن بیبیاں المعروف بیبیاں والی خانقاہ، سید میراں محمد صادق، حضرت سید میر علی شاہ المعروف بابا لاہوری شاہ، حضرت سائیں محمد دین المعروف سائیں منہا قادری، سلطان العارفین حضرت قبلہ خادم علی، پیر سید مفتی عبدالعزیز شاہ سیالکوٹیؒ، حضرت مولانا پیر محمد حسین مجددی پسروریؒ، شیخ المشائخ حضرت سیف اللہ نوری نوشاہی قادریؒ۔

ان کے علاوہ سیالکوٹ کی دھرتی پر قدیمی گزرگاہوں اور آبی ذخائر کے کنارے کئی اللہ کے نیک بندوں کے مزارات ہیں جنہیں مقامی زبان میں پنج پیر، پیر معصوم شاہ، پیر گجا اور پیر ہرا پیر سچا جیسے ناموں سے پکارتے ہیں ۔ سینکڑوں ہزاروں سال گزر گئے ہیں انسانی آبادیاں آباد ہوئیں ۔ صفحہ ہستی سے مٹتی گئیں لیکن اللہ کے نیک بندوں کے نشان آج بھی قائم و دائم ہیں ۔ جہاں مخلوق خدا دن رات حاضر ہو کر دینی و دنیاوی فیض حاصل کرتی ہے ۔ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کی قرآن پاک میں ہے کہ انہیں مردہ نہ کہو شہید زندہ ہوتے ہیں ۔ سیالکوٹ کی دھرتی کی یہ خوش نصیبی ہے کہ یہاں بستی بستی، قریہ قریہ شہداء کے مزار ہیں ۔ سیالکوٹ کی دھرتی پر ہر دور میں حق و باطل کے معرکے ہوئے ۔ یہ قدیمی مزار ان معرکوں کی داستانیں اپنے سینوں میں سمیٹے ہوئے رشد و ہدایت کے چراغ روشن کئے ہوئے ہیں ۔

===

marfatcom

سیالکوٹ ہیڈ مرالہ روڈ پر کالا خمرہ کا ٹبہ

****

دریائے چناب کے مشہور پتن سے سرزمین سیالکوٹ کو جانے والی کئی قدیمی گزر گاہیں ہیں ۔ ان گزر گاہوں پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر قلعہ نما ٹبے ٹیلے نظر آتے ہیں ۔ کالا خمرہ کا ٹبہ اس سڑک سے مشرق کی جانب ہے ۔ یہ ٹبہ کافی رقبہ پر پھیلا ہوا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی شہر تباہ ہوا ہے ۔ ٹبہ سے مٹی کے برتوں کے ٹکڑے انسانی ضروریات کی چیزوں کے آثار ملتے ہیں ٹبہ کافی بلندی پر ہے ٹبہ کے قریب ہی کوٹلی تیلیاں میں بھی 9 گز لمبا مزار ہے ۔ ایسا ہی ایک 9 گز لمبا مزار کالا خمرہ کے بالمقابل بستی حسن وال میں بھی ہے ۔ اس قدیمی راستے پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قدیمی 9 گز لمبے مزار ہیں ۔ اور 9 گز لمبے مزار ہی انہی قدیمی گزر گاہوں اور ٹبوں ٹیلوں پر ہیں ۔ کالا خمرہ کے ٹبہ پر جب کھدائی کی جاتی ہے تو مٹی کے برتن صحیح حالت میں ملتے ہیں ۔

===

marfatcom

مرد قلندر حضرت سلطان المشائخ سید چن بادشاہ گیلانی

............کپور والی ضلع سیالکوٹ

****

جو نہیں ہے آنکھ پرنم تو یہ گفتگو نہ پوچھو

یہ ہے درد کا افسانہ اسے بے وضو نہ پوچھو

سلطان الفقراء، قطب المشائخ حضرت مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو جگہ جگہ عرفان الٰہی کی شمعیں روشن فرمائی ہیں اور لنگر جاری فرمائے ہیں انہی میں سے ایک عظیم روحانی مرکز آستانہ عالیہ شاہ گیلانی کپور والی ضلع سیالکوٹ بھی ہے جو کپور والی سے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر نہر کے کنارے واقع ہے ۔ یہاں شاہ گیلانی اکادمی کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ بھی قائم ہے ۔ اور لنگر غوثیہ جاری ہے اور آپ کے خلیفہ مجاز مرد حقانی سلطان المشائخ حضرت پیر سید چن بادشاہ گیلانی کے ذریعے یہاں بھی آپ کے فیوض و برکات ظاہری و باطنی کا ایک بے پناہ سلسلہ جاری ہے ۔

پیر سید چن بادشاہ گیلانی 1950ء میں زینت کائنات ہوئے اور آپ صحیح النسب نجیب الطرفین گیلانی سید ہیں ۔ آپ کا سلسلہ نسب تینتالیسویں پشت میں سید الشہدا حضرت امام عالی مقام حسن المجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملتا ہے ۔ آپ کے اجداد کرام سے سب سے پہلے مظہر محبوب سبحانی حضرت سید عبدالوہاب جیلانی فرزند حضورت محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ وارد ہند ہوئے ۔ اور آپ نے سندھ میں دین الٰہی کی شمع روشن فرمائی ۔ آپ کا مزار مبارک حیدر آباد (سندھ) میں مرجع خلائق ہے ۔ آپ کے جد امجد قطب المشائخ حضرت سید محمد غوث شاہؒ نے مڈھ کنداں تحصیل و ضلع خوشاب کو اپنے فیوض و برکات کا روحانی مرکز بنایا اور آپ کے والد ماجد فخر ولائت حضرت پیر سید بہادر شاہ گیلانیؒ نے اپنے والد ماجد سے انعام الٰہی کا حصول فرما کر ساہنا شریف ضلع منڈی بہاؤالدین میں عرفان الٰہی میں شمع روشن فرمائی ۔

آپؒ نے ابتدائی تعلیم ساہنا شریف ضلع منڈی بہاؤالدین میں حاصل کی اور اس کے بعد سیالکوٹ میں تعلیم مکمل کی ۔ اور پھر ایک حساس ادارے میں اعلیٰ عہدے پر ملازمت حاصل کی ۔ 1965ء اور 1971ء کے معرکہ حق و باطل میں فریضہ جہاد ادا کیا اور ہر دو معرکہ ہائے حق و باطن میں بہادری کے اعزازات حاصل کئے ۔ ملازمت کے دوران 1968ء میں آپ کی ملاقات حضور سرکار بڑیلہ شریف (ضلع گجرات) سے ہوئی اور آپ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے ۔ اور آپ صحیح اتباع و ادب و حیا کے باعث آپ کے قلب انور میں بس گئے ۔ اور آپ نے اپنا انعام الٰہی کا بے پناہ خزانہ شاہ صاحب کے قلب انور میں سمو دیا ۔ اور آپ کو ٹبی آرائیاں ضلع سیالکوٹ میں اپنا آستانہ قائم کرنے کا حکم فرمایا ۔ اور جناب شاہ صاحب ملازمت سے فراغت حاصل کر کے ٹبی آرائیاں میں زینت مسند ارشاد ہوئے ۔ اور خلق خدا کی رہنمائی اور فیض [illegible]

marfat.com

مرشد پاک سرکار بڑیلہ شریف اکثر آپ کے آستانہ عالیہ میں رونق افروز ہوتے تھے اور متواتر کئی کئی دن قیام فرماتے تھے ۔ اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے آخری ایام میں بھی سرکار بڑیلہ شریف نے آپ کے پاس گیارہ روز قیام فرمایا اور آپ کو عرفان الٰہی کے اعلیٰ مدارج سے سرفراز فرمایا۔ آپ اپنے مرشد کامل کے فیضان نظر سے اپنی ذات میں تمام کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں ۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں امت مسلمہ کی اعانت و خدمت کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں ۔ آپ کے جنت نظیر آستانہ عالیہ میں لنگر جاری ہے ۔ جہاں بلا تمیز خورد و کلاں ، یار و اغیار سب کو مہمان اعلیٰ انداز میں مہمان نوازی سے نوازا جاتا ہے ۔ اور آپ شب و روز خدمت خلق میں سرگرم عمل ہیں ۔ ایک کثیر تعداد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہے ۔ مگر آپ میں تواضع و انکسار اور اخفائے حال کا جذبہ اس قدر غالب ہے کہ اس کی نظیر بھی مردان خدا میں بہت ہی کم ملتی ہے ۔

===

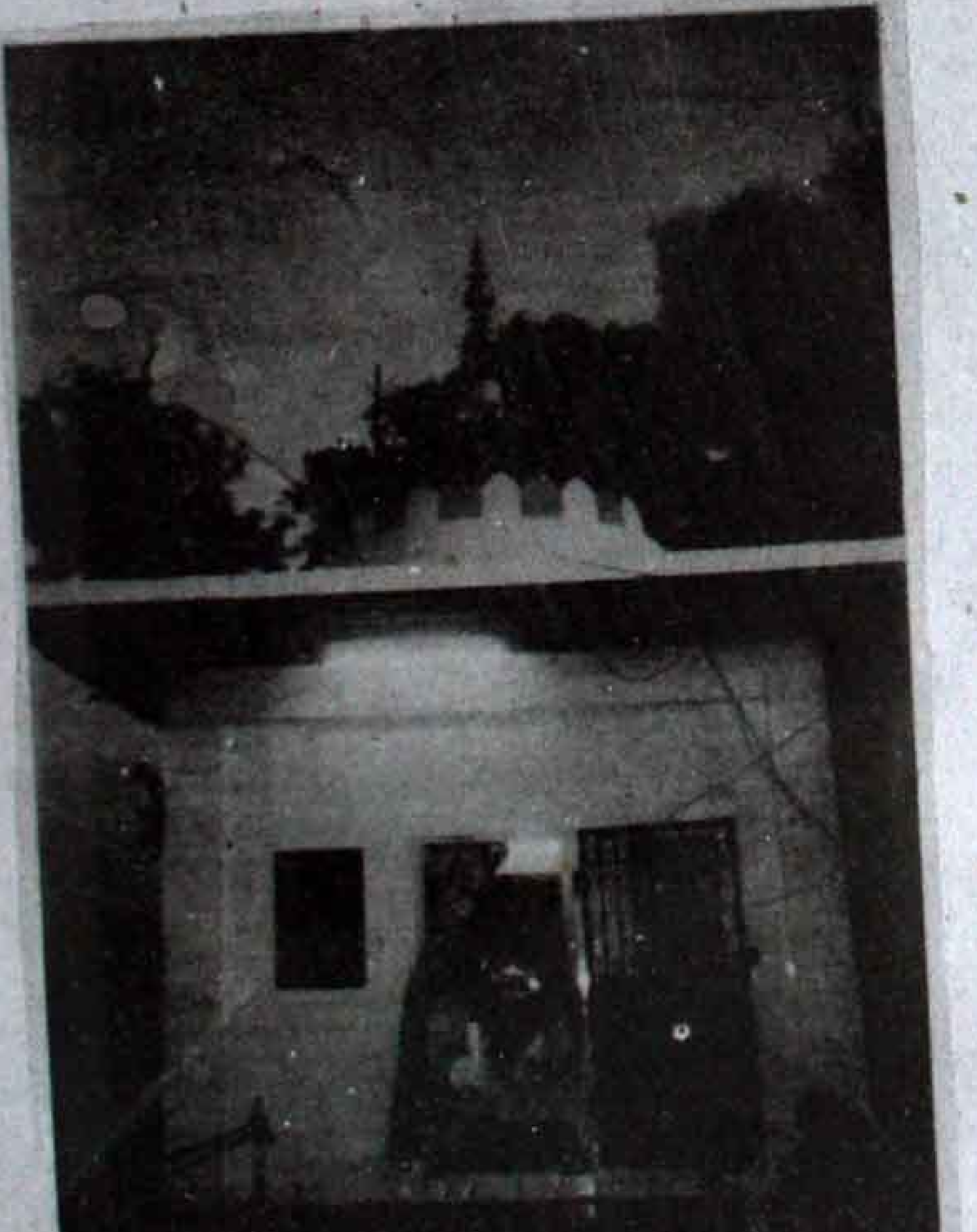

پسرور میں مائی اللہ رکھی کا مزار

marfatcom

ضلع سیالکوٹ

18 جنوری 1851ء سے لے کر تا حال تعینات ہونے والے ڈپٹی کمشنروں کے نام

(1) ـ جان انگس 18-1-1851 سے 1-1-1856

(2) کیپٹن آر جی ٹیلر 0-12-57 سے 0-12-57

(3) ایچ بوم ٹون 0-0-1857 سے 0-7-1857

(4) کیپٹن ڈبلیو، آر ایلیٹ 1-7-57 سے 26-3-58 تک

(5) ای اے پرنسپ 27-3-1858 سے 26-9-1859

(6) کیپٹن ایچ آر فسٹن 27-9-1859 سے 10-4-1861

(7) جے ڈبلیو میناب 11-4-1861 سے 17-6-1863

(8) سر اے ایچ لارنس 18-6-1863 سے 18-8-1863

(9) جے ڈبلیو میناب 19-8-1863 سے 15-2-1864

(10) ایچ ای پارکن 16-2-1864 سے 24-8-1864

(11) کیپٹن فورسٹر 25-8-1864 سے 29-9-1864

(12) میجر ٹی ڈبلیو مرسر 29-9-1865 سے 1-9-1864

(13) لیفٹیننٹ ایف ایم برچ 1-9-1865 سے 0-10-1865

(14) میجر آر ٹی ڈبلیو مرسر 1-10-1865 سے 1-4-1867

(15) جے جیل گرفن 1-4-1867 سے 1-6-1867

(16) میجر ٹی ڈبلیو مرسر 1-6-1867 سے 12-3-1869

(17) میجر ایف جی ملر 13-3-1869 سے 14-3-1870

(18) میجر سی وی جیکنز 15-3-1870 سے 6-2-1878

(19) مسٹر جے سمتھ 7-2-1878 سے 9-4-78

(20) مسٹر ایف پی بچ کرافٹ 10-4-1878 سے 27-11-1878

(21) لیفٹیننٹ کرنل ایف ایم برچ 28-11-1878 سے 10-10-1879

(22) مسٹر ایف پی بچ کرافٹ 11-10-1879 سے 6-1-1880

(23) مسٹر ٹی ڈبلیو سمتھ 7-1-1880 سے 18-3-1880

(24) مسٹر ایف پی بچ کرافٹ 19-3-1880 سے 18-1-1881

(25) لیفٹیننٹ کرنل ایف ایم برچ 19-1-1881 سے 8-5-1881

(26) مسٹر ایف پی بچ کرافٹ 9-5-1881 سے 5-8-1881

(27) لیفٹیننٹ کرنل ایف آئی ایم برچ 6-8-1881 سے 5-6-1883

(28) میجر جے ڈبلیو ہچنیسن 6-61883 سے 26-11-1883

(29) کیپٹن ایف ایم برچ 26-11-1883 سے 9-9-1884

(30) میجر ایم جی بیگس 9-9-1884 سے 15-10-1884

(31) کرنل ایف ایم برچ 15-10-1884 سے 18-11-1885

(32) برون بیننگ 18-11-1885 سے 12-1-1886

(33) میجر اے ایس رابرٹ 13-1-1886 سے 19-8-1887

(34) مسٹر ایل ڈبلیو ڈین 20-8-1887 سے 19-10-1887

(35) میجر اے ایس رابرٹ 20-10-1887 سے 26-3-1888

(36) میجر جے اے ایل منٹگمری 27-3-1888 سے 31-8-1890

(37) کیپٹن جے آر ڈنلوپ سمتھ 1-9-1890 سے 27-11-1890

(38) میجر جے اے ایل منٹگمری 28-11-1890 سے 31-5-1892

(39) میجر جے ایف کونولی 1-6-1892 سے 31-10-1892

(40) میجر جے اے ایل منٹگمری 1-11-1892 سے 26-7-1893

(41) اے ایف مارٹنگو 27-7-1893 سے 16-8-1893

(42) کرنل جے اے ایل منٹگمری 16-8-1893 سے 6-4-1894

(43) لیفٹیننٹ اے سی ایلیٹ 7-4-1894 سے 14-12-1894

(44) میجر ایف ایم ایجرٹن 4-12-1894 سے 21-3-1897

marfatcom

(45) ایچ ایس سمتھ 22-3-1897 سے 20-7-1897

(46) لیفٹیننٹ اے سی ایلیٹ 21-7-1897 سے 5-10-1897

(47) میجر ایف ایجرٹن 6-10-1897 سے 25-2-1898

(48) لیفٹیننٹ اے سی ایلیٹ 26-2-1898 سے 10-5-1898

(49) دیوان بہادر سوڈھی حاکم سنگھ 11-5-1898 سے 16-5-1898

(50) ایم اے جے ڈبلیو کٹنس 17-5-1898 سے 9-8-1898

(51) ایچ پی ٹولنٹن 10-8-1898 سے 23-10-1898

(52) دیوان بہادر سوڈھی حاکم سنگھ 24-10-1898 سے 30-11-1898

(53) سی ایف بنبری 1-12-1898 سے 31-10-1899

(54) پی ایچ برڈ 1-11-1899 سے 6-12-1899

(55) کیپٹن سی ایم والس 17-12-1899 سے 31-10-1900

(56) رے بہادر سوڈھی حاکم سنگھ 1-11-19900 سے 8-11-1900

(57) ایچ پی ٹولنٹن 19-11-1900 سے 8-7-1902

(58) سی ڈبلیو لوکھٹس 9-7-1902 سے 22-7-1902

(59) ایچ پی ٹولنٹن 23-9-1902 سے 19-6-1904

(60) رائے صاحب لالہ ارجن داس 20-6-1904 سے 19-7-1904

(61) ایچ پی ٹولنٹن 20-7-1904 سے 3-12-1904

(62) آر 4-12-1904 سے 16-3-1908

(63) ایس ایم جیکب 17-3-1908 سے 6-4-1908

(64) جے ایف کونولی 7-4-1908 سے 26-4-1911

(65) ایم ایچ بارکوٹ 27-4-1911 سے 2-5-1911

(66) ای کیو فیبریم 3-5-1911 سے 25-8-1911

(67) لیفٹیننٹ کرنل ایف پاپ ہیم یانگ 26-8-1911 سے 3-7-1912

(68) جے اے فرگوسن 4-7-1912 سے 1-10-1912

(69) لیفٹیننٹ کرنل پاپ ہیم یانگ 22-10-1912 سے 5-5-1913

(70) آر پی تھامسن 6-5-1913 سے 6-11-1913

(71) ای آر ایٹ 7-11-1913 سے 25-7-1915

(72) او جے بوڈھ 26-7-1915 سے 25-8-1915

(73) [illegible] ایٹ 26-8-1915 سے 14-8-1917

(74) لالہ کیسوداس 15-8-1917 سے 25-9-1917

(75) ای آر ایٹ 26-9-1917 سے 14-4-1918

(76) لالہ کیسوداس 15-4-1918 سے 13-5-1918

(77) ایم اے جے ڈبلیو 14-5-1918 سے 28-5-1918

(78) ایم ہریسن 29-5-1918 سے 16-6-1918

(79) سی ایف ایلبرون 17-6-1918 سے 4-4-1919

(80) شیپ شینکس 4-4-1919 سے 25-6-1919

(81) محمد امین اللہ خان 26-6-1919 سے 9-7-1919

(82) پنڈت گردھاری لال 9-7-1919 سے 4-8-1919

(83) ایچ کے تری واکس او بی ایس 4-8-1919 سے 1-1920

(84) منیسن ایچ 5-1-1920 سے 0-0-1922

(85) طلعت اے ڈبلیو جے 0-0-1923 سے 0-0-1924

(86) نہرن جے ڈبلیو 0-0-1924 سے 0-0-1927

(87) ٹنڈن بی آر 0-0-1927 سے 0-0-1929

(88) گری ایم ایم ایل 0-0-1029 سے 0-0-1930

(89) ملک ایچ ایس 0-0-1930 سے 0-0-1931

(90) گیان ناتھ بھگت 0-0-1931 سے 0-0-1932

(91) ایسٹیس ای اے آر 0-0-1932 سے 0-0-1933

(92) مسٹر آندرس جے ڈی 0-0-1934 سے 0-0-1935

(93) بارکلے این سی 0-0-1936 سے 0-0-1937

marfatcom

(94) چندرا سی این 0-0-1937 سے 0-0-1938

(95) کنگ سی او 0-0-1939 سے 0-0-1941

(96) سید فدا حسین آئی سی ایس 18-10-1941 سے 26-10-1943

(97) اختر حسین 27-10-1943 سے 6-7-1944

(98) گل 8-7-1944 سے 18-2-1947

(99) کے ایس راجہ محمد افضل 18-2-1947 سے 26-8-1947

(100) محمد احمد 27-8-1947 سے 21-2-1949

(101) احسان الدین 22-2-49 سے 1-5-49

(102) کے ایس سردار عبدس صمد 2-5-49 سے 5-4-50

(103) ایس اے حق 1-1-50 سے 22-12-51

(104) میاں غلام شبیر 23-12-51 سے 8-2-52

(105) ایس اے حق 9-2-52 سے 6-6-52

(106) خان سلمان سرور خاں 7-6-52 سے 18-10-53

(107) شہزادہ عالمگیر 19-10-53 سے 3-3-55

(108) ایس منظور الٰہی 4-3-55 سے 6-4-56

(109) علاؤ الدین احمد 7-4-56 سے 12-12-58

(110) فضل الرحمن خاں 23-12-58 سے 12-10-60

(111) ایس ایم کیو رضوی 13-10-60 سے 19-4-61

(112) خان طارق اسماعیل خاں 27-5-61 سے 9-1-62

(113) ایس حسنت احمد 10-1-62 سے 3-8-64

(114) ایس اے گیلانی 4-8-64 سے 13-2-65

(115) محمد محسن 14-2-65 سے 24765

(116) محمد ہمایوں 13-8-65 سے 13-9-65

(117) چودھری محمد صدیق 14-9-65 سے 20-9-66

(118) شاہ جہاں ایس کریم 21-9-66 سے 22-8-67

(119) محمد اصغر علی 22-8-67 سے 22-8-69

(120) ایس آر پوناگر 23-8-69 سے 25-4-70

(121) جمیل حیدر شاہ 26-6-1970 سے 24-8-1972

(122) چودھری معین افضل 24-8-1972 سے 23-4-74

(123) نوید آصف 9-3-74 سے 6-3-1976

(124) چودھری غلام حسین 6-3-76 سے 1608-77

(125) میاں محمد اکرم 18-8-77 سے 1-8-79

(126) ملک جہانگیر خان 1-8-79 سے 24-1-82

(127) چودھری حفیظ امرنہ 28-1-82 سے 16-12-83

(128) محمد اسماعیل قریشی 17-12-83 سے 17-4-85

(129) مسٹر شاہد نجم 18-4-85 سے 18-1-88

(130) مسٹر ظفر محمود 18-1-88 سے 6-8-1990

(131) مسٹر نذیر سعید 6-8-1990 سے 17-10-91

(132) مسٹر جاوید اسلم 17-10-91 سے 19-5-93

(133) مسٹر جنید اقبال 20-5-93 سے 31-7-93

(134) مسعود حسن قریشی 1-8-93 سے 19-4-94

(135) مسٹر طارق فیروز 20-4-1994 سے 16-11-95

(136) پرویز خسرو ملک 16-11-95 سے تا حال

===

marfatcom

گوجرانوالہ

marfatcom

گوجرانوالہ ایک گاؤں پھر ضلع اب ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے

گوجرانوالہ جی ٹی روڈ پر واقع ہے ۔ زرخیز علاقہ ہے ۔ اپر چناب گوجرانوالہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے سے گزرتی ہے ۔ کتاب پاکستان کے دلچسپ مقامات کے مطابق گوجرانوالہ کی بنیاد گوجروں نے رکھی ۔ اس کی بنیاد رکھنے والا ایک خان تھا ۔ بعد میں یہ خان پور کے نام سے پکارا جانے لگا ۔ بعد میں یہ گوجرانوالہ کے نام سے مشہور ہوا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے ۔ سکھ دور کی عمارتوں کے آثار پائے جاتے ہیں ۔ موہن سنگھ نے یہاں ایک باغ بھی تعمیر کرایا تھا ۔ اس باغ کے کچھ حصے پر میونسپل کمیٹی اور جناح باغ تعمیر کر دیا گیا ہے ۔ گوجرانوالہ ایک صنعتی شہر ہے ۔ چاولوں کے کارخانے کپڑا اون ، ہوزری ، فرنیچر ، سائیکلوں کے ٹائر ٹیوب ، پنکھے ، پائپ بجلی کا سامان ، برتن لوہے کا سامان ، ہارڈ ویئر کا سامان ، پمپ ، موٹریں ، واشنگ مشین ، کٹلری کے کارخانے ، کاموکی ، ایمن آباد ، ایک قدیمی شہر ہے ماضی میں اسے بہت زیادہ اہمیت حاصل رہی ۔

مغل دور میں ایمن آباد کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ۔ گردوارہ روڑی صاحب مقامی روایات کے مطابق بابر اور بابا گورو نانک کی ملاقات ایمن آباد میں ہوئی تھی ۔ دھونکل بھی اہم قصبہ ہے ۔ مقامی روایت کے مطابق اس قصبہ کی بنیاد راجہ دھروکال جو محمود غزنوی کے دور میں گزرا ہے نے رکھی تھی ۔ یہاں مشہور درویش حضرت سخی سرور کی بیٹھک بھی ہے ۔ یہاں ایک بہت بڑا قلعہ نما ٹبہ ہے ۔ وزیر آباد سے نکلنے والی قدیمی سڑک دھونکل کی طرف آتی ہے ۔ قلعہ دیدار سنگھ بھی گوجرانوالہ کا مشہور قصبہ ہے ۔ اس کی بنیاد 18 ویں صدی میں دیدار سنگھ نے رکھی تھی ۔ پنڈپاکھ یہاں پرانے [illegible] جس کی شادی سیالکوٹ کے راجہ سالوان

marfat.com

سے ہوئی تھی ۔ اس کا تعلق بھی اسی قصبہ سے تھا ۔ ہون ، کھوہ ، اہم قصبے ہیں گکھڑ اور سکھوں کے درمیان
یہاں ایک لڑائی بھی ہوئی تھی ۔
یہ قصبہ دریوں کیلئے مشہور ہے ۔ وزیر آباد کو تحصیل کا درجہ حاصل ہے یہاں کئی روحانی بزرگوں کے مزارات
ہیں ۔ وزیر آباد کئی بار اجڑا کئی بار آباد ہوا ۔ آخری بار شاہجہان کے دور کے گورنر وزیر خان نے اس کی بنیاد رکھی ۔
وزیر آباد سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور قصبہ سوہدرہ ہے ۔ سوہدرہ ماضی میں ایک بہت بڑا پتن ہوا کرتا تھا
اور بہت قدیمی شہر ہے ۔ خانکی بڑا مشہور قصبہ ہے یہاں ہیڈورکس تعمیر کیا گیا ہے ۔ قادر آباد میں دریا پر بہت
بڑا بیراج تعمیر کیا گیا ہے ۔ بیراج کی لمبائی 3373 کلومیٹر ہے ۔ 9 لاکھ کیوسک پانی کی نکاسی کی گنجائش ہے ۔
جاملکے چٹھہ ، احمد نگر ، علی پور چٹھہ ، علی پور چٹھہ قصبہ کی بنیاد اٹھارہویں صدی میں علی محمد چٹھہ نے رکھی ۔
سکھ دور میں ملتان کے گورنر سوہن مل کا تعلق بھی اس قصبے سے تھا ۔ انگریزوں سکھوں کے دور میں اسے
اکال گڑھ کے نام سے پکارا جاتا تھا ۔ آزادی کے بعد اسے علی پور چٹھہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے ۔
چاولوں کے کارخانے کافی تعداد میں ہیں ۔ رسول نگر ، گوجرانوالہ کا اہم قصبہ ہے ۔
ماضی میں یہ رام نگر کے نام سے مشہور تھا ۔ بہت بڑا پتن ہونے کی وجہ سے تجارتی قافلوں اور حملہ آوروں کی
گزرگاہ رہا ۔ یہاں راجہ رنجیت سنگھ کی گرمائی رہائش بھی ہے ۔ جو دریا کے کنارے تعمیر کی گئی ہے ۔ گرمی
کے موسم میں دریائے چناب کی لہریں اس مقام پر ٹھنڈی ہوائیں دیتی ہیں ۔
سکھوں کے دور میں یہ لاہور پشاور کے درمیان فوجوں کی آمدورفت کا اہم روٹ تھا ۔ یہ شہر کئی بار اجڑا کئی بار آباد
ہوا ۔ اس کی بنیاد اٹھارہویں صدی میں چٹھہ خاندان کے سربراہ نور محمد نے رکھی ۔ لاہور میں رکھی ہوئی مشہور
توپ زم زما یہاں سے ہی سکھوں کے ہاتھ آئی ۔ یہاں حضرت بابا گلاب شاہ اور کئی اولیاء کرام کے آستانے ہیں ۔
گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ کی جانب سے شائع کردہ رسالہ مہک کے مطابق گوجرانوالہ قدیمی قصبہ تھا ۔ اسے پنجاب
کا دارالحکومت ہونے کا شرف حاصل تھا ۔ ہمیں بدھ مت کے پیروکار چینی سیاح کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ
630 ق م میں اس نے اس علاقے میں ایک شہر کو دیکھا تھا جو سکیلا یا ٹکی کے نام سے مشہور تھا ۔ اور جو پانچ
دریاؤں کا سارے ملک کا دارالحکومت تھا ۔ اس شہر کی شناخت جنرل بکنگھم نے بھی کی ہے ۔ جو آسرو نامی جدید
طرز کے ایک گاؤں کے قریب ہے اور جہاں آج بھی بدھ مت کے ابتدائی دور میں تعمیر شدہ عمارتوں کے
کھنڈرات موجود ہیں ۔ اس عہد کی تاریخ کا پتہ ان سکوں اور بڑے بڑے حجم کے پتھروں کی دریافت سے چلتا
ہے ۔ جن پر اس عہد کی تاریخ کندہ ہے ۔ ایک روایت کے مطابق بدھ کے زمانے میں ریلوے لائن (کنہیا
کے باغ کے قریب) ایک ٹیلے کا وجود ہے ۔ یہ ٹیلہ پرانی آبادی کا نشان ہے ۔ اس روایت کے مطابق اسے
لیکھم پور کہتے تھے ۔
لیکھم پور کا اصل ٹبہ یہی ہے ۔ موجودہ جگہ جہاں گوجرانوالہ آباد ہے اس زمانہ میں بالکل اجاڑ تھی لیکھم پور میں
کوئی قوم رہتی تھی ۔ جسے کھوکھروں نے لوٹا تھا ۔ اس لئے اسے لیکھم کھوکھراں بھی کہتے تھے ۔ کھوکھر
یہاں اڑھائی ہزار سال کے قریب آباد رہے ۔ انہی کھوکھروں کی یادگار آج کا علاقہ کھوکھر کی ہے ۔ گوجرانوالہ

marfatcom

میں شہنشاہ، بادشاہ حملہ آور قیام کرتے رہے ۔ سرائے کچھی، سرائے گوجراں، سرائے کمبوہان، تھٹھہ، گوجرانوالہ کے قدیمی قصبے ہیں۔ سکھ دور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں یہ قصبہ آباد ہو گیا۔ ہری سنگھ نلوہ نے یہاں بارہ دری باغ بھی تعمیر کروایا۔ ہری سنگھ نلوہ سکھ فوج کا کمانڈر چیف تھا اور اس نے کئی لڑائیوں میں حصہ لیا ایک دور میں ہری سنگھ نلوہ کی حویلی اور باغ دونوں گوجرانوالہ کی خوبصورت عمارت میں شمار ہوتے تھے ۔ اس باغ میں ایک خوبصورت بارہ دری تھی ۔ ایک خوبصورت حوض تھا ۔ ہری سنگھ نلوہ فوجی دل و دماغ رکھنے کے باوجود عمارت تعمیر کرنے اور باغات لگانے کا بہت دلدادہ تھا۔ انگریزوں کے عہد میں گوجرانوالہ کے ڈپٹی کمشنر مسٹر آرتھر براندرتھ نے شہر کو خوبصورت بنانے کیلئے پرانی عمارتوں کے کھنڈرات پر کئی عمارات تعمیر کیں ۔ انہوں نے گوجرانوالہ میں کھیالی دروازہ، لاہوری دروازہ اور سیالکوٹی دروازہ تعمیر کرائے ۔ ان دروازوں میں سے سیالکوٹی دروازہ ، لاہوری دروازہ اور براندرتھ مارکیٹ اب بھی قائم ہیں ۔ لیکن کھیالی دروازہ منہدم ہو چکا ہے ۔ اس کے محض آثار ہی تلاش کئے جاسکتے ہیں ۔ جب پنجاب میں عملداری انگریزی ہو گئی تو بعد ڈپٹی کمشنر کرنل کلارک صاحب بجائے حویلی مہان سنگھ کے ایک بازار مربع تیار ہو کر رنجیت نگر نام رکھا گیا اور مسٹر آرتھر براندرتھ صاحب نے دروازہ کھیالی والا، لاہوری دروازہ ، دروازہ سیالکوٹ والا از سر نو تعمیر کرائے ۔ گوجرانوالہ میں افغان دور اقتدار کی یادگار ایک مسجد بھی ہے ۔ اسے شیرشاہ سوری کی مسجد کہتے ہیں ۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ شیرشاہ سوری نے روہتاس کی طرف جاتے ہوئے جب گوجرانوالہ میں قیام کیا تو اپنی قیام گاہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی ۔ یہ مسجد افغان طرز تعمیر کا نمونہ ہے اور کراؤن فونڈری کے عقب میں واقع ہے ۔ گو زمانہ کی دست برد سے اس مسجد کی خوبصورتی تو قائم نہیں رہی ۔ لیکن مسجد اب بھی موجود ہے ۔ گوجرانوالہ کے قریب ہی ایک بڑا خوبصورت اونچا مینار تھا ۔ یہ عمارت سب عمارتوں سے مشہور اور دلکش ہے مہان سنگھ کی سمادھ اس میں ہے ۔ براندرتھ صاحب نے جو اس ضلع کے ڈپٹی کمشنر تھے ۔ اس پر سونے کا کلس چڑھایا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور میں فوت ہوئے اور وہیں ان کی سمادھی بنائی گئی مگر گوجرانوالہ ان کا وطن ہونے کے باعث اس راکھ کا کچھ تھوڑا سا حصہ یہاں بھیجا گیا ۔ جو مہان سنگھ کی سمادھی کے پاس دبایا گیا۔ کہتے ہیں کہ جس عمارت میں اب بورڈ سکول کی ایک شاخ ہے ۔ وہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ پیدا ہوئے تھے ۔ گوجرانوالہ کے مشہور قصبے اور شہر وزیر آباد، سوہدرہ، ایمن آباد ، نظام آباد، دھونکل، احمد نگر، بدوکی، سید نگر، کوٹلہ پیراں، جلالپور کنہ ونکے کولو تارڑ ، اجنیال والی، بھگی چک بھٹی، کرتارپور ، ملیاں، چنڈالی ، نوکھر، چاہل، بھڑی شاہ رحمن، فیروزوالا، ابدال ، ست پورہ ، اروپ، برتالہ شرم سنگھ ، منڈیالہ وڑائچ، پنپاکھ، ڈوگرانوالہ ، لدھیوالہ ، مان، قلعہ دیدار سنگھ، تنگل دونا سنگھ، پل شاہدولہ ، گوناعور، کاموکے ، کوٹلی نواب سعداللہ خاں، نوشہرہ ورکاں ، کوٹ بھوانی داس ، موضع دھلن ، چھیہ سندھواں، قلعہ میاں سنگھ، مرالی والا، گوندلانوالہ ، کڑیال، جنڈیالہ شیر خاں، خانقاہ ڈوگراں والا، گوجرانوالہ میں مختلف حکمرانوں کے دور کی تاریخی قدیمی عمارتیں بھی ہیں ۔ چمن شاہ روڈ پر مسجد شیر شاہ سوری، رنجیت سنگھ کی جائے پیدائش جو رنجیت سنگھ کی حویلی کے نام سے مشہور ہے کے علاوہ دربار رنجیت سنگھ مشہور عمارتیں ہیں

marfat.com

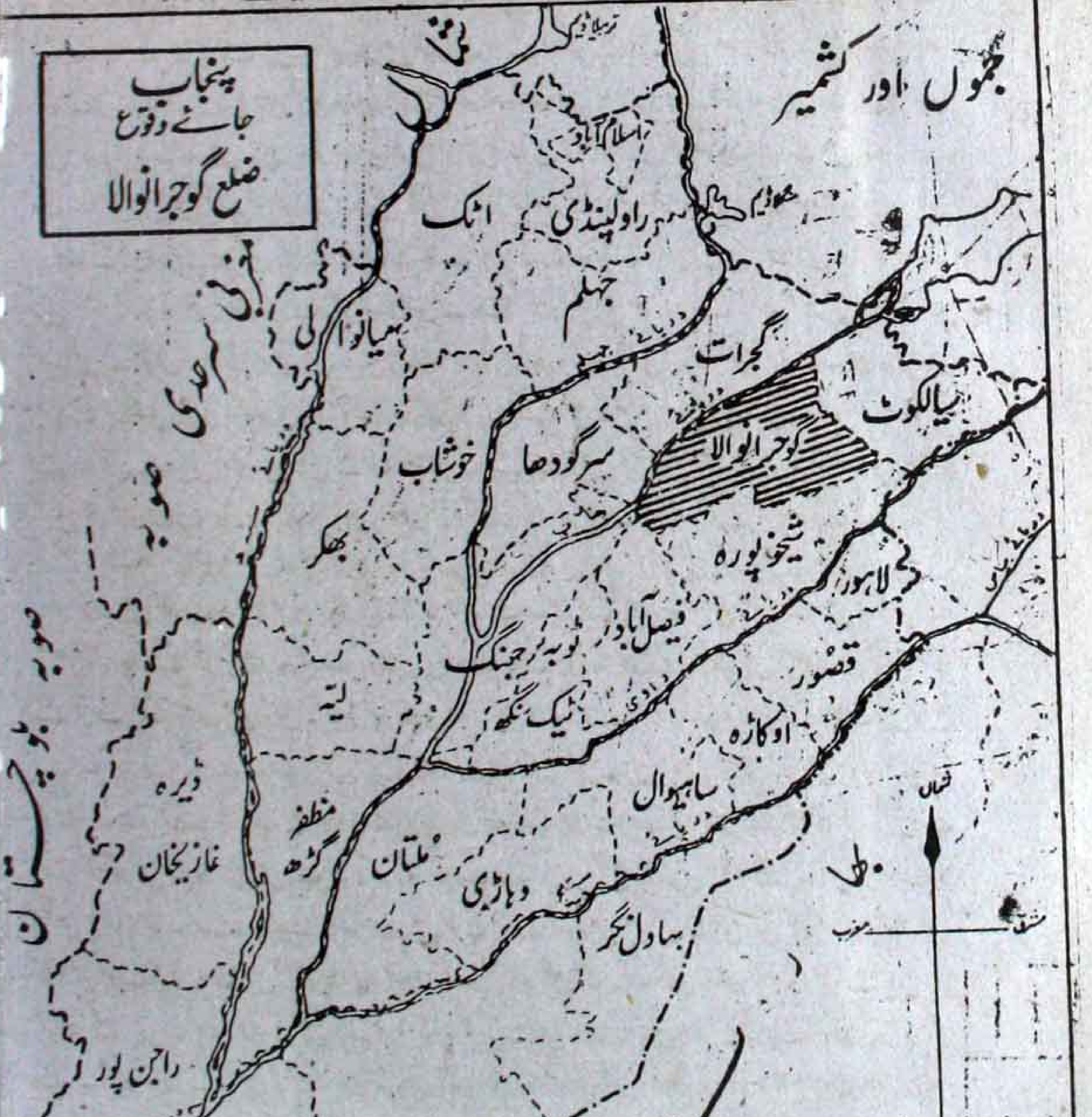
پنجاب
جائے وقوع
ضلع گوجرانوالا
جموں اور کشمیر
اسلام آباد
راولپنڈی
اٹک
جہلم
میانوالی
گجرات
سیالکوٹ
گوجرانوالا
سرگودھا
خوشاب
بھکر
شیخوپورہ
لاہور
فیصل آباد
ٹوبہ ٹیک سنگھ
جھنگ
لیہ
قصور
اوکاڑہ
ساہیوال
مظفر گڑھ
ملتان
وہاڑی
بہاولنگر
ڈیرہ غازیخان
راجن پور
بہاول پور
رحیم یار خان
صوبہ سندھ
شمال
جنوب
مغرب
پیمانہ
50 25 0 50 100 150

marfatcom

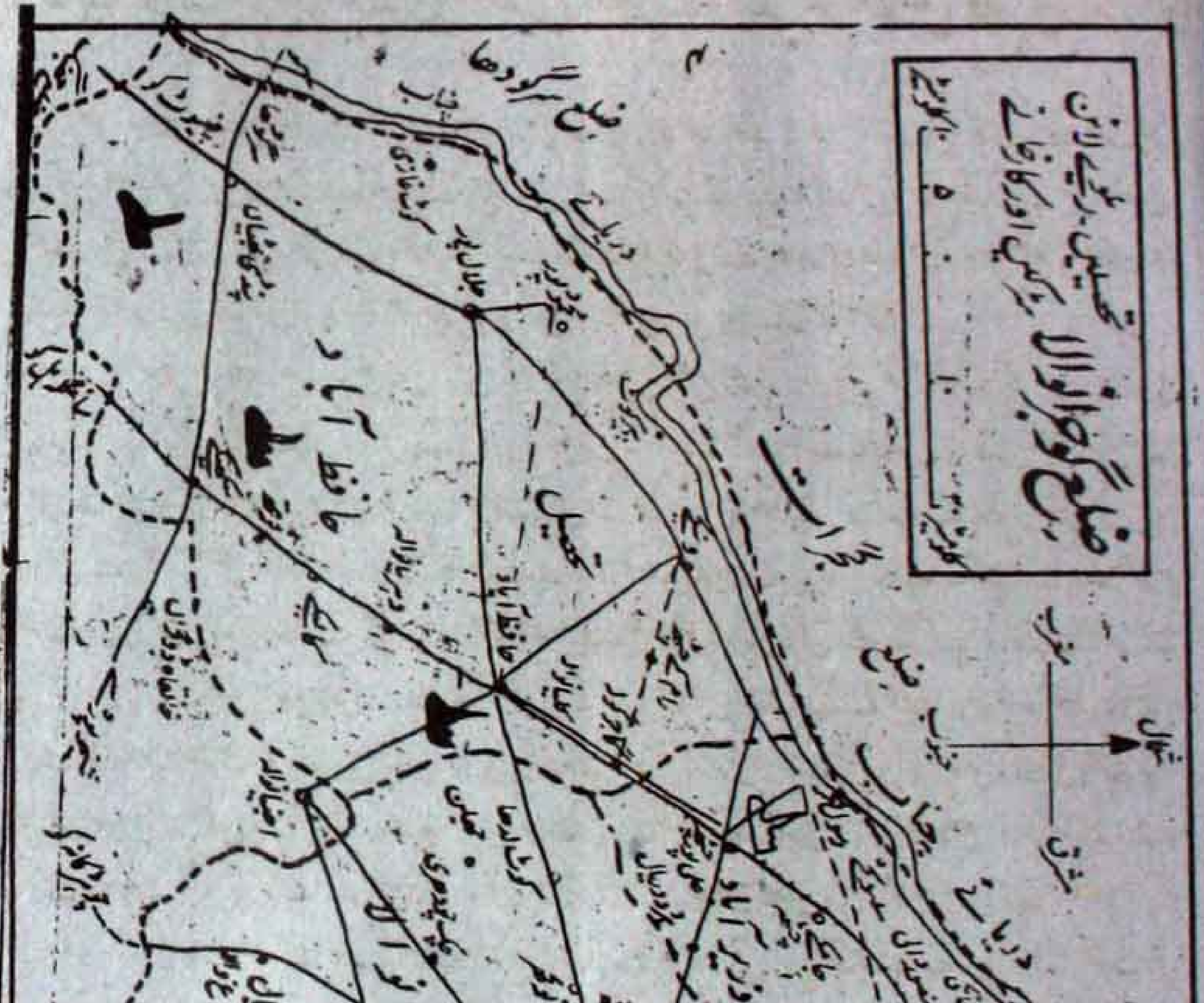

marfatcom

آستانہ عالیہ غوث العصر سلطان المشائخ حضرت محمد عمر عباسی قادری گوجرانوالہ

****

غوث العصر سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کا شمار سلسلہ عالیہ قادریہ کے باعث فخر و مایہ ناز مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ نے پنجاب میں امت مسلمہ کے لئے نازک ترین دور خطہ پنجاب میں سکھوں کی عملداری کے زمانہ میں وقت کے انتہائی پر آشوب حالات کا پامردی سے مقابلہ کیا اور دین اسلام تبلیغ و اشاعت کا تسلسل قائم رکھا اور شوکت اسلام کا علم بلند کیا اور دین اسلام کی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا۔

سرکار غوث العصر 1817ء میں موضع مان (ضلع گوجرانوالہ) میں مطلع رشد و ہدایت پر مہر عالم فروز کی صورت طلوع ہوئے۔ آپ قریشی ہاشمی خاندان مقدس کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب بتالیسویں پشت میں عم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے اور آپ کے خاندان عالی میں چودہ سو برس سے علم و فضل اور رشد و ہدایت کا ایک بے پناہ سلسلہ جاری و ساری چلا آتا ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت میاں محمد جیون صاحبؒ بھی ایک عظیم المرتبت عالم فاضل و ولی کامل تھے۔ آپ کو قدرت کاملہ نے پیدائشی طور پر بہت غیر معمولی ذہنی و روحانی صلاحیتوں سے نوازا تھا اس لئے آپ نے اپنے برادر اکبر آفتاب رشد و ہدایت فخر الاحیا حضرت سخی احمد یار عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی آغوش شفقت میں ہر دو جسمانی و روحانی، ظاہری و باطنی اور صوری و معنوی پرورش و تربیت پا کر اپنی ذات میں تمام کمالات ظاہری و باطنی کا جامع ہو کر مسند رشد و ہدایت کو زینت بخشی اور آپ کے حکم سے گوجرانوالہ شہر کو اپنے فیضان ظاہری و باطنی کا مرکز بنایا۔

آپ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اویسی نسبت سے سرفراز ہیں اور آپ کے اپنے پیرو مرشد حضرت سخی احمد یار صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی نورانی تربیت گاہ میں روحانی تربیت کے حصول کے دوران بھی آپ پر حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے براہ راست روحانی نوازشات بھی برابر جاری رہیں اور آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ سے روح مقدس بھی روحانی کمالات حاصل کئے۔ حضور فخر الاحیاءؒ سے روحانی تربیت کے حصول کے دوران جب آپ کے قلب انور کے اندر طلب الٰہی نے ایک زبردست آتش برپا کر رکھی تھی آپ نے ایک مقام حقیقت کے ادراک کے متعلق عرض پیش کی جو ابھی آپ کی روحانی استعداد سے بالاتر تھا۔ آنحضورؒ نے ارشاد فرمایا ابھی تم بچے ہو اس بوجھ کے متحمل نہیں ہو سکو گے تو آپ نے عرض کیا حضور کرم فرما دیجئے کیا ہوگا؟ یہی ہوگا کہ میں سوکھ کر کانٹا ہو جاؤں گا۔ آپ کے اصرار پر آنحضورؒ نے توجہ کرم فرما دی تو آپ کا جسم سوکھنا شروع ہو گیا اور آپ نے جسم اور سر مبارک پر ایک بال بھی نہ رہا۔ بہت سے قابل ترین اطباء سے علاج کرایا مگر سب بے سود اطباء اس بیماری کی تشخیص اور علاج سے عاجز تھے آخر اطباء نے مشورہ دیا کہ آپ کو گاؤں سے باہر دوسروں سے علیحدہ رکھا جائے اور آپ کے خورد و نوش کا بھی بندوبست علیحدہ ہی رکھا جائے۔ اس لئے آپ اپنے گاؤں سے باہر اپنی زمینوں میں رہتے تھے اور دن رات راضی برضائے مولیٰ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور قصیدہ مضریہ شریف

marfatcom

خوش الحانی سے پڑھتے رہتے تھے۔
آخر ایک روز دوپہر کے وقت آپ قصیدہ مضریہ پڑھ رہے تھے کہ ایک نور کا شعلہ روشن ہوا اور حضور رحمت دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے دیدار جمال بے مثال سے مشرف فرمایا اور اپنی چادر مبارک کا ایک کونہ آپ کے جسم مبارک پر لہرایا اور آپ اسی وقت اس طرح صحت مند اور تندرست و توانا ہو گئے کہ جیسے آپ کو کوئی مرض لاحق ہوا ہی نہ تھا۔ اور اس کے بعد آپ اکثر حالت خواب و بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے اور اپنے پیرو مرشد حضور فخر الاحیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست روحانی تربیت پا کر کائنات عالم میں ایک عظیم المرتبت و یگانہ روزگار ولی کامل کی حیثیت سے شہرہ آفاق ہوئے اور کائنات عالم میں آپ کے کمالات فقر و ولایت کا ڈنکا بجنے لگا۔
سرکار غوث العصر کو حضور پرنور بالا پیر حضرت میاں میر لاہوریؒ کے بعد برصغیر پاک و ہند میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس برصغیر کے تمام مشائخ کبار کے سجادہ نشینان میں سے اکثر نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور باقی مشائخ نے روحانی استفاضہ حاصل کیا ہے جن میں سرفہرست سجادہ نشینان دربار حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ، سجادہ نشینان دربار حضرت میاں میر صاحبؒ، حضرت داتا شاہ جمالؒ، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہوؒ، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ اور نائب رسول اللہ فی الہند حضرت خواجہ خواجگان اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی بھی آتے ہیں۔ آپ سے ہر چہار سلاسل عالیہ سے طالبان حق صاحب سلوک و صاحب منزل و مقام مجاذیب اہل شکر نے روحانی استفاضہ حاصل کر کے فقر و ولایت میں ارفع و اعلیٰ مقامات کا حصول کیا۔
آپ نے اپنی بے پناہ علمی مہارت اور اپنی نابغہ روزگار شخصیت کے تاثیر سے ایک کثیر تعداد مخلفین کی پیدا فرمائی اور ان کے ذریعے برصغیر پاک و ہند میں ایک عظیم دینی و روحانی انقلاب پیدا فرمایا۔ اور ایک طویل عرصہ تک دلوں کو توحید الٰہی اور عشق رسولؐ کے انوار سے روشن کرنے کے بعد یہ مرد وحید العصر 5 محرم 1309ھ بمطابق 1891ء کو اپنے محبوب حقیقی کے جوار رحمت میں جاگزیں ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے سلسلہ روحانیت کو آپ کے فرزند ارجمند سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آگے بڑھایا اور آپ کے حلقہ فیضان کی توسیع میں اپنی قابل قدر خدمات انجام دیں اور آپ کے واصل بحق ہو جانے پر آپ کے فرزند گرامی مخدوم العصر قطب الاولیا حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے آباؤ اجداد و مشائخ عظام کی مسند مبارکہ کو زینت بخشی اور اپنے اسلاف کی زریں روایات کو اس تابناکی و براقی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ جس کی نظیر تاریخ اولیا میں بہت کم ملتی ہے۔ آپ اپنے دور میں تمام اساطین علم و فن اور اکابر فضل و کمال کا واحد مرکز مانے جاتے تھے۔ وقت کے تمام علمائے حقانی نے آپ کو محترم مانا اور وقت کے تمام اولیائے کرام نے آپ کی صحبت کو بابرکت جانا اور مسائل کے اختلاف میں آپ کا فیصلہ معیار حق مانا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں آپ ایک کثیر الکلام اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کا عارفانہ کلام اسرار و رموز اور حقائق و معارف سے لبریز ہے۔ آپ کے کلام کے پانچ مجموعات اب تک دربار عالیہ حضرت غوث العصر گوجرانوالہ سے طبع ہو چکے ہیں آپ نے اپنے محبوب حقیقی کے جوار رحمت میں پہنچنے پر اپنے علم و فضل، کمالات و فقر و ولایت اور فیوض و برکات ظاہری و

marfat.com

باطنی کا کامل مکمل اور مجسم تھے امیر العصر و قطب المشائخ حضرت خواجہ محمد بشیر قادری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بعد خلق خدا کی رہنمائی و فیض رسانی کے لئے چھوڑا ۔ آج یہ تمام شخصیات اپنے اپنے حضرت غوث العصر کے انوار روحانی کو عام کرنے کے بعد دربار عالیہ قادریہ بازار فرادان والا گوجرانوالہ میں آن حضرت کے پہلو ابدی و استراحت فرما رہی ہیں مگر ان کی تعلیمات اور فیوض و برکات ظاہری و باطنی فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ شبیر احمد صاحب کمال عباسی مدظلہ العالی کے ذریعے کائنات میں جاری و ساری ہیں ۔ آپ اپنے اسلاف کی بہترین یادگار اور ان کے کمالات ظاہری و باطنی کے آئینہ دار ہیں۔ مولائے کرم آپ کو عمر خضری عنائت فرمائے ۔

گوجرانوالہ کے حضرت مخدوم العصر اور فیض یافتگان

****

حضرت امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر قادری

آپ کا وصال 25 جولائی 1985ء میں ہوا ۔ مزار درگاہ معلی غوث العصر گوجرانوالہ میں ہے ۔

حضرت حافظ عبدالحکیم عباسی قادری، حضرت پروفیسر صوفی عبدالعزیز قادری، حضرت صوفی محمد شریف غیرت قادری عباسی ، حضرت نذیر حسین خاور قادری ،

حضرت خواجہ بابو غلام سرور قادری

آپ کی ولادت 1886ء لاہور شہر میں ہوئی ۔ سلسلہ صدیقی قریشی تھا ۔ آپ بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں آپ کے فیض کا ایک وسیع سلسلہ جاری و ساری ہے ۔ آپ سرکار بڑیلہ شریف کے مرشد پاک ہیں۔ آپ کا وصال 29 جنوری 1849ء بروز جمعرات کو ہوا ۔ آپ کا باوا باغ گل بیگم لاہور میں ہے ۔

حضرت میاں نبی بخش قادری ،

حضرت پیر سید محمد شاہ گیلانی:

آپ نے سیالکوٹ میں وصال فرمایا ۔ درگاہ قادری متصل سنہری مسجد میں دفن ہوئے ۔

حضرت پیر رسول شاہ بخاری قادری :

آپ کا مزار پیر والا ضلع سیالکوٹ میں ہے ۔

حضرت ڈاکٹر فقیر محمد فقیر قادری :

آپ کا مزار کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں ہے ۔

حضرت استاد عشق لہر قادری ، حضرت منشی عمر دین قادری ، حضرت میاں فیروز دین قادری ، حضرت مولانا مولوی محمد غنی قادری، حضرت سائیں نور دین قادری، حضرت میاں محمد اسماعیل قادری، حضرت میاں لدھا قادری، حضرت باوا صاحب قادری، سہ ماہی رسالہ مفیض گوجرانوالہ صاحبزادہ شبیر کمال عباسی حضرت مخدوم العصر کے چند معروف ترین معاصرین کے نام تحریر کئے ہیں ۔ ان میں حضرت شیخ محمد بڈھا قادری، حضرت مخدوم سید

marfatcom

عنائت علی شاہ گیلانی قادری ؒ، حضرت مخدوم سید علی شاہ گیلانی قادری ؒ، حضرت مولانا مولوی محبوب عالم قادری ؒ، حضرت مولانا مولوی محمد عبید اللہ قادری ، حضرت مولانا مولوی غلام جیلانی قادری ، سجادگان فخر السخیا حضرت خواجہ سخی احمد یار عباسی قادری ؒ، حضرت خواجہ محمد رحیم اللہ عباسی قادری ؒ، حضرت میاں محمد صدیق قریشی قادری ؒ، حضرت پیر صاحب آف سرہند شریف ، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی قادری ؒ، حضرت صاحبزادہ غلام سرور مجدد نقشبندی ، حضرت پیر صاحبان آف چورہ شریف ، حضرت پیر سید حیدر شاہ نقشبندی ؒ، حضرت میاں امام دین لاہوری قادری ؒ، حضرت خواجہ دین محمد قادری ؒ، حضرت پیر سید شاہ زمان قادری ؒ، شاعر مشرق علامہ محمد اقبال ؒ، جسٹس دین محمد ؒ، (سابقہ گورنر سندھ) پروفیسر صوفی محبوب الٰہی ، پروفیسر محمد عبداللہ قادری ؒ، ابو الاکبر خان محمد ابراہیم خان بھٹی فاضل ؒ، مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی ؒ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹ ؒ،

=====

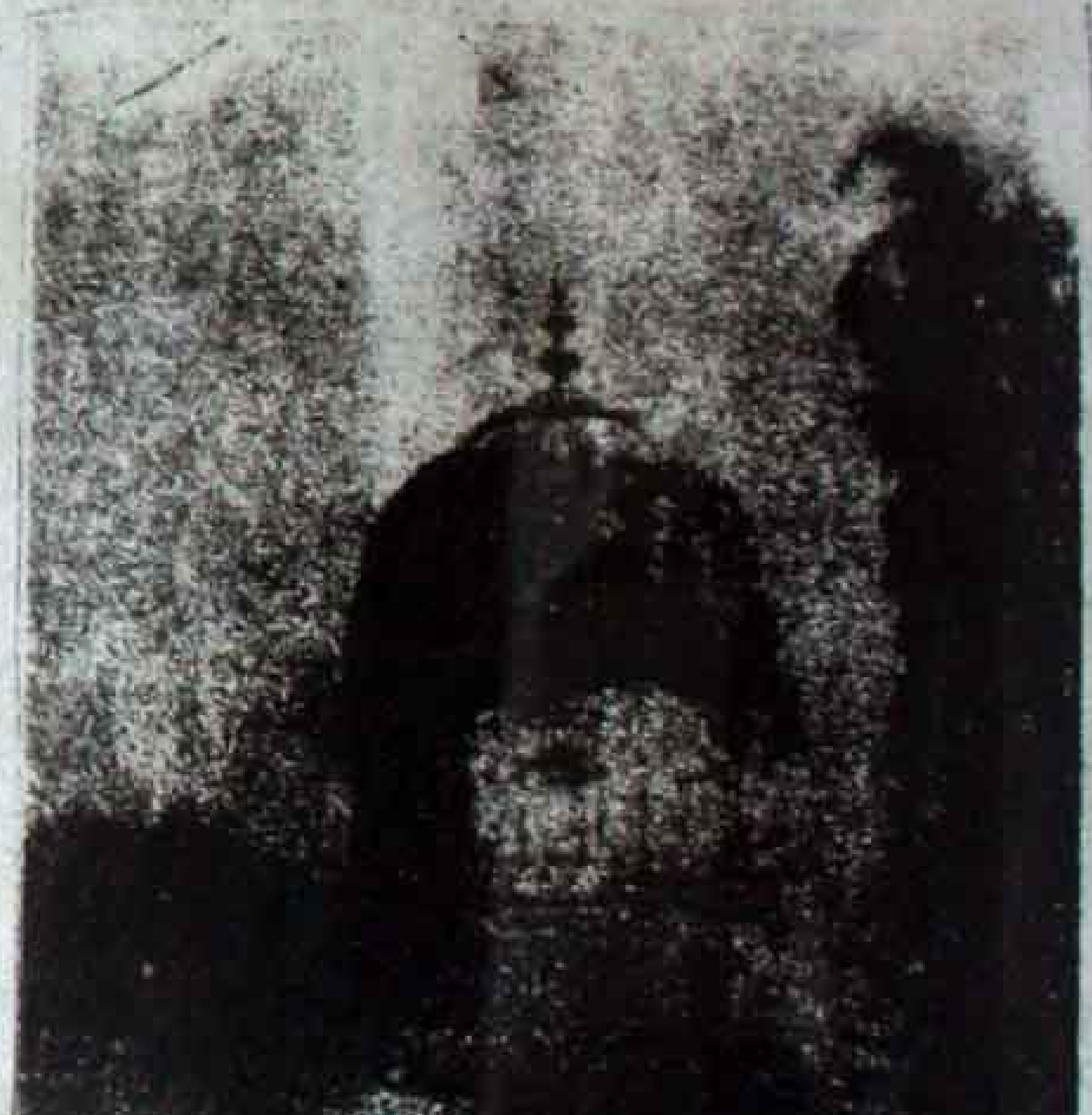

سمادھ مہاں سنگھ

marfatcom

ایمن آباد قدیمی قصبہ اور گردوارہ روڑی صاحب

جی ٹی روڈ گوجرانوالہ شہر کے وسط سے گزرتی ہے۔ گوجرانوالہ شہر سے چند میل کے فاصلہ پر مشہور قدیمی قصبہ ایمن آباد ہے۔ اس کی تعمیرلت جدید ہیں اس قلعہ نما بستی کے کئی دروازے ہیں۔ ایمن آباد کی تعمیر اس انداز سے کی گئی ہے کہ قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ شہر کے مختلف مقامات پر شاندار مندر ہیں۔ ایمن آباد کی جو مشہور بات ہے وہ بیساکھی کا میلہ ہے۔ میلے کا آغاز دیسی مہینے بیساکھ کی پہلی تاریخ کو ہوتا ہے اور 8 روز تک جاری رہتا ہے۔ قیام پاکستان سے قبل یہاں بہت بڑا میلہ لگتا تھا۔ یہ میلہ گردوارہ روڑی صاحب کے قریب لگتا ہے۔ یہ گردوارہ ایک بہت بڑی عمارت پر مشتمل ہے۔ یہاں قدیمی دور کا ایک مندر بھی ہے۔ سکھوں کے قیام کے لئے رہائش گاہ بھی ہے۔ چار پانچ کے قریب دروازے ہیں۔ جو اینٹیں تراش کر بنائے گئے ہیں۔ گردوارہ کے وسط میں مذہبی رسومات ادا کرنے کے لئے عبادت گاہ تعمیر کی گئی ہے اس کے جانب مغرب پانی کا بہت بڑا حوض تعمیر کیا گیا ہے۔ حوض کی دس کے قریب بڑی بڑی سیڑھیاں ہیں۔ حوض کے لئے پانی قریبی نہر سے لایا گیا ہے۔ نہر سے پانی لانے کا نظام زیر زمین ہے۔ حوض کے جانب جنوب ایک انتہائی

marfatcom

قدیمی دور کا کمرہ ہے ۔ جس میں بیٹھ کر حوض کا نظارہ کیا جاتا تھا ۔ اس گردوارہ کے قریب آموں کا باغ ہے ۔ جھنڈا لہرانے کے لئے لوہے کا بہت بلند پائپ نصب ہے ۔ عبادت گاہ کے قریب کمرے ہیں جن کے باہر برآمدے بھی ہیں اس گردوارہ کی جو حیران کن لاجواب بات ہے وہ بڑا دروازہ ہے جو کئی منزلہ ہے ۔ بڑے دروازے کے دائیں بائیں کئی سنگ مرمر کی تختیاں نصب ہیں ۔ جن پر سکھوں کی زبان میں عبارت تحریر ہے ۔ کچھ اور پتھر بھی نصب ہیں جن پر رقم دینے والے کا نام اور رقم کی مالیت درج ہے ۔ قریب ہی اصطبل بھی ہے ۔ مین دروازہ پر اینٹوں سے نقش ونگار کے علاوہ سکھوں کی زبان میں تحریریں ہیں ۔ یہ دروازہ کافی بلندی پر ہے اور کئی منزلہ ہے ۔ سکھوں کے نزدیک یہ گردوارہ اس لئے متبرک ہے یہاں بابا گرونانک نے قیام کیا تھا ۔ گردوارہ کے نام کئی سو ایکڑ اراضی بھی ہے ۔ ایمن آباد شہر میں ایک مقام چکی صاحب ہے ۔ یہ جگہ بھی سکھوں کے نزدیک متبرک ہے ۔ ایک کنواں بھی ہے وہ بھی سکھوں نے خریدا ہے ۔ گردوارہ روڑی صاحب مرمت کے قابل ہے ۔ معلوم ہوا ہے کہ کینیڈا اور دیگر ممالک میں رہائش پذیر سکھ فنڈ اکٹھا کر کے گردوارہ روڑی صاحب کو مرمت کروا رہے ہیں ۔ ایمن آباد شہر میں بیشتر عمارتیں بہت قدیمی دور کی ہیں ۔ یہ شہر کئی بار اجڑا کئی بار آباد ہوا ۔ ایک روایت کے مطابق اسے شیر شاہ سوری نے ازسرنو آباد کیا ۔ اس کا نام شیر گڑھ رکھا گیا ۔ مغرب سے آنے والے حملہ آور تجارتی قافلے ایمن آباد میں قیام کرتے ۔ سیالکوٹ کے علاوہ ڈسکہ کے قریب سے ایک سڑک ایمن آباد کے لئے نکلتی ہے ۔ ماضی میں یہ سڑک مصروف ترین سڑک تھی ۔ برصغیر میں داخل ہونے کے لئے اس سڑک کو استعمال کیا جاتا تھا ۔ ایمن آباد میں کئی بزرگوں کی قبریں بھی ہیں ۔ جو کئی سو سالہ قدیمی ہیں ۔ ایمن آباد میں شیر شاہ سوری کے دور کی مسجد کے آثار بھی پائے جاتے ہیں ۔ ایمن آباد کا بیساکھی کا میلہ برصغیر کے اہم ترین میلوں میں شمار ہوتا ہے ۔ قیام پاکستان کے بعد اس میلہ میں پہلے جیسی رونق نہیں رہی ۔ تاہم گردوارہ روڑی صاحب کی عمارت شاندار عمارتوں میں شمار ہوتی ہے ۔

ایمن آباد بہت قدیمی قصبہ ہے جو گوجرانوالہ سے 8 میل کے فاصلہ پر ہے جی ٹی روڈ قریب سے گزرتی ہے ۔ ریلوے اسٹیشن بھی ہے ۔ تاریخی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قصبہ کو راجہ سالوان یا سالبان نے بسایا تھا ۔ اسی راجہ نے سیالکوٹ کا شہر بھی آباد کیا تھا ۔ شیر شاہ سُوری نے پرانے قصبہ کو مسمار کیا ۔ سولھویں صدی عیسوی میں اسے دوبارہ تعمیر کروایا اور اس کا نام شیر گڑھ کے نام سے مشہور ہوا ۔ بعد میں مغلوں نے اسے ازسرنو آباد کیا اور مغل گورنر محمد امین نے ازسرنو تعمیر کیا اور اسی کے نام سے ایمن آباد مشہور ہوا ۔ مغلوں کے دور میں اس علاقہ کو مقامی حیثیت حاصل تھی ۔ بعد میں 1760ء میں راجہ رنجیت سنگھ نے اس پر قبضہ کرلیا اور راجہ دھیان سنگھ کو جاگیر میں فتح کیا ۔ ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ مغل شہنشاہ بابر نے ایمن آباد میں بابا گرونانک سے ملاقات کی تھی ۔ گرونانک نے ٹوٹی ہوئی اینٹوں کے ٹکڑے (روڑی) سے اپنا بستر بنایا تھا جس کی وجہ سے یہ گردوارہ روڑی صاحب کے نام سے مشہور ہے ۔

==

marfatcom

وانڈو کے قریب قلعہ نما مٹی کا ٹبہ

****

وانڈو کے قریب قدیمی گزرگاہ گزرتی تھی ۔ ٹبہ پر ماضی میں کوئی شہر آباد تھا پہلی صدی عیسوی میں یہاں راجہ دکرم دتیا کی حکومت تھی جو اس علاقہ کا بہت بڑا حکمران تھا ۔ جہاں سے دہلی امر تسر کو جانے والی سڑک جو ایمن آباد، وانڈو ، کالی صوبہ کے پاس سے گزرتی ہے یہ ٹبہ کسی قلعہ کی نشاندہی بھی کرتا ہے ۔ ماضی میں جنگ وجدل میں شکست کھانے والی قوم کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور ان کی بستی اجاڑ دی جاتی ہے ۔ ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے اور قدیمی دور کی اینٹیں بھی پائی جاتی ہیں ۔ یہ اینٹیں پہلی صدی عیسوی کے دور کی بیان کی جاتی ہیں یہاں کھدائی کے دوران دیواروں کی بنیادوں کے آثار بھی پائے جاتے ہیں ۔ یہ ٹبہ کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے ۔ ٹبہ پر مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے کافی تعداد میں ملتے ہیں اس ٹبہ کو اب ٹریکٹروں کے ذریعے ہموار کیا جارہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ آنے والے دور میں اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے

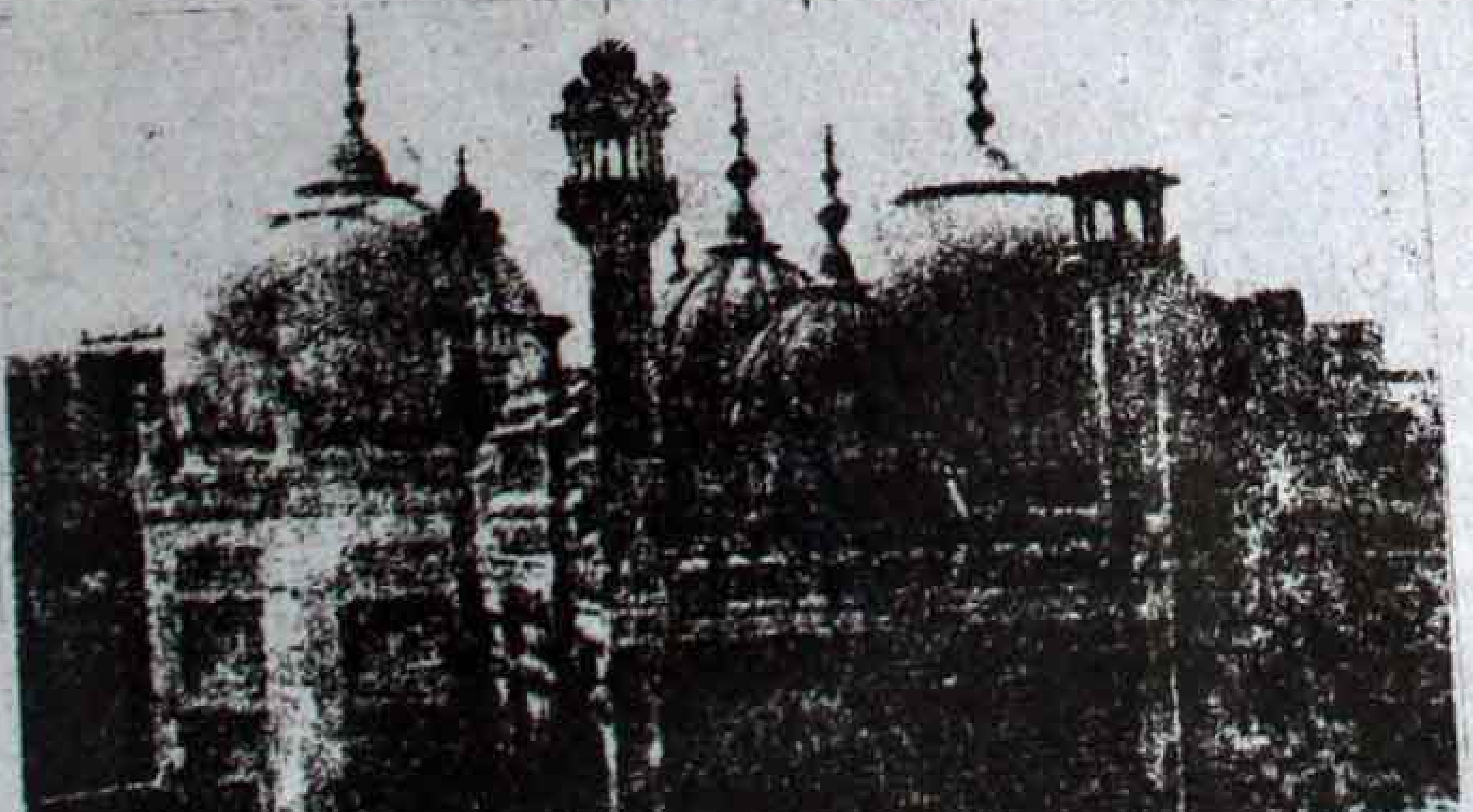

روضہ مبارک حضرت خواجہ محمد عمرؒ قادری ،حضرت خواجہ محمد عبداللہؒ قادری
ملحقہ مسجد درگاہ قادریہ

marfatcom

گوجرانوالہ کے اولیاء کرام صوفیائے عظام و عالم فاضل لوگ

حضرت شاہ رحمنؒ نوشاہی

****

ضلع گوجرانوالہ کے مشہور مذہبی اور معاشرتی تہواروں میں سے ایک عرس بھڑی شاہ رحمنؒ ہے ۔ یہ سالانہ عرس اس جگہ پر منایا جاتا ہے ۔ جہاں عظیم روحانی شخصیت حضرت شاہ رحمنؒ کی آخری آرام گاہ ہے ۔ حضرت شاہ رحمن وہ برگزیدہ صوفی تھے کہ جن کے فیوض روحانی کی بدولت اس علاقہ کے ہزاروں انسانوں کے تاریک دل ایمان کی روشنی سے منور ہو گئے ۔ ان کی تمام زندگی علم و عمل کا نمونہ تھی ۔ وہ خود بھی ایک صوفی باعمل تھے اور اپنے مریدوں سے بھی اسی اخلاص ایمانی، پابندی شریعت نبویؐ اور سربلندی کردار کی توقع رکھتے تھے ۔ ان کی تعلیمات نہایت سادہ اور دلوں میں گھر کرنے والی تھیں ۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے ارادت مند بھی شعائر اسلامی کی اسلامی کی پاسداری کے پیکر بن گئے ۔ جو بھی ایک بار ان کے حلقہ تربیت میں آیا وہ ہمیشہ کیلئے انہی کا ہو کر رہ گیا۔

بچپن کے زمانے میں ایک بار حضرت رحمن شاہ اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ بمقام بچہ چٹھہ کھیل رہے تھے کہ ادھر سے حضرت حاجی محمد قادری عرف حضرت نوشہ گنج بخشؒ گزرے اور کچھ دیر قیام کے لئے اس گاؤں میں ٹھہر گئے ۔ حضرت پاک رحمن کھیلتے کھیلتے ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان پر نگاہ عنایت فرمائی ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت پاک رحمن بے ہوش ہو گئے ۔ دوسرے لڑکے فوراً ان کے گھر پہنچے اور والدہ کو تمام ماجرا سنایا، والدہ اپنے بیٹے کی بیہوشی کا سن کر وہاں پہنچیں اور لڑکے کو اٹھا کر حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی خدمت میں پیش کر کے اس کی بیہوشی پر اپنی بے قراری کا اظہار کیا تو حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے فرمایا کہ بچہ بالکل ٹھیک ہے ۔ آپ اس کو گھر لے جائیں اجب یہ سن بلوغت کو پہنچے تو ہمارے پاس لے آیئے گا۔

سن بلوغ کو پہنچنے تک آپ کی یہی کیفیت مدہوشی رہی ۔ آپ کی والدہ کو شیخ سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا اور وہ انہیں لے کر حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی خدمت میں لے گئیں ۔ انہوں نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا تو یہ فوراً ٹھیک ہو گئے اور اپنی عمر کا ایک عرصہ پھر اس شیخ کامل کی صحبت میں گزار دیا۔ شیخ نے بیعت کرنے کے فوری بعد ہی اس خاص توجہ سے نوازا کہ یہ معرفت اور طریقت کی منازل بڑی تیزی سے طے کرنے لگے اور جلد ہی فنافی الشیخ کا رتبہ حاصل کر لیا ۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ روزانہ ساہن پال (جہاں شیخ کی قیام گاہ تھی) سے شام کو اپنے گاؤں چلے آتے کہ کہیں وہاں قیام سے مجھ سے بے ادبی نہ ہو جائے ۔ دو سال یہی معمول رہا۔

امتحان کی ابتدائی منازل طے ہو گئیں تو شیخ نے ہر روز آنے کی تکلیف اٹھانے سے روک دیا اور آپ کو چھ مہینے اپنے پاس اور چھ مہینے اپنے گاؤں میں رہنے کا حکم دے دیا۔

آپ ریاضت نفس کے بڑے قائل تھے اور اسے نجات کا باعث سمجھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ نفس کے

marfatcom

ساتھ جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔ اسی عبادت و ریاضت کے سلسلہ میں آپ نے شیخ کی رہنمائی کی بدولت کئی چلے کاٹے اور تزکیہ نفس اور تربیت روحانی کے مراحل ایمانی سے گزرتے رہے۔ جب حضرت نوشہ گنج بخش کے عالم فانی سے کوچ کا وقت آیا تو انہوں نے سب مریدوں سے ان کی خواہشیں دریافت کیں۔ کسی نے مال و زر مانگا تو کسی نے دولت اور امیری، مگر آپ نے عرض کیا کہ حضرت میری تو یہی خواہش ہے کہ مجھے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپ کے قدموں میں اٹھائے، آپ کا ساتھ بخشے اور امیری سے بچائے کیونکہ امیری سے آدمی سرکش ہو جاتا ہے۔ میرے لئے دال روٹی ہی کافی ہے۔ حضرت نوشہ گنج نے فرمایا کہ اے عبدالرحمن جا تو نے سب کچھ لے لیا۔ دنیا تیرے قدموں میں ہوگی اور تو اس کی پرواہ تک نہ کرے گا اور فقر کی شاخ کی خدمت کرے گا۔

اپنے شیخ کامل کی وفات کے بعد آپ کچھ عرصہ بچہ چٹھہ میں رہے اور پھر تقریباً تیس سال کی عمر میں موجودہ گاؤں بھڑی شاہ رحمن میں تشریف لے آئے۔ آپ کے آنے سے پیشتر اس جگہ ایک شہر موسوم بہ اورنگ پور دھلہ تھا۔ یہ شہر زلزلے کی وجہ سے غرق ہوگیا۔ آپ کے اس جگہ پر قیام پذیر ہونے سے یہ ویران جگہ پھر بھڑی شاہ رحمن کے نام سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آباد ہوگئی۔

ان دنوں بھڑی شاہ رحمن میں ایک بزرگ سید محمود شاہ نامی رہا کرتے تھے۔ وہ اپنی والدہ کو کندھوں پر اٹھا کر جنگل میں پھرایا کرتے تھے۔ ایک بار وہ والدہ کو جنگل میں بٹھا کر دور چلے گئے کہ تاریک بادل امنڈ آئے۔ شاہ عبدالرحمن کا ادھر سے گزر ہوا تو ان کی والدہ کو بارش سے بچانے کیلئے محفوظ مقام پر لے آئے اور سردی سے بچانے کیلئے آگ روشن کر دی۔ جب سید محمود شاہ اپنی والدہ کی تلاش میں وہاں پہنچے تو پہلے تو ناراض ہوئے اور پھر اپنی والدہ کی زبانی حضرت عبدالرحمن کی خدمت گزاری کا پتہ چلا تو غصہ کافور ہوگیا اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے اللہ نے عطا کیا ہے وہ سب آپ کی نذر کرتا ہوں اور ہم چاروں بھائی بعد از مرگ بھی آپ کے چاروں طرف پہرہ دیا کریں گے۔ چنانچہ آپ کے مزار کے مغرب میں سید محمود شاہ کا مزار ہے اور ان کے بقیہ تین بھائیوں کے مزارات باقی تین سمتوں میں ہیں۔

حضرت شاہ عبدالرحمن اگرچہ تارک الدنیا تھے مگر پھر بھی شریعت کے اہم فریضہ کی ادائیگی کیلئے دو مرتبہ شادی کی۔ آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ سے تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں جن میں سے ایک کی شادی حضرت عبدالرحیم سے ہوئی۔ جو آپ کے رشتہ دار تھے اور آپ ہی سے بیعت بھی تھے۔ ایک دن حضرت عبدالرحیم نے حضرت شاہ عبدالرحمن سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے بعد کون آپ کے سلسلہ روحانی کو آگے بڑھائے گا۔ تو حضرت شاہ عبدالرحمن نے فرمایا کہ خداوند کریم آپ کو ایک نیک بخت فرزند عطا کریں گے جو ہمارے فقر کے سلسلہ کی توسیع کریں گے اور وہ درحقیقت دوئم عبدالرحمن ہوں گے۔ چنانچہ آپ کی دعا پوری ہوئی۔ حضرت عبدالرحیم کو خدا نے تین بیٹے دیئے جن میں سے سب سے چھوٹے کا نام دولہا محمد زمان تھا۔ یہی محمد زمان آگے چل کر اپنی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ اور فقر و استغنا کی بدولت دوئم عبدالرحمن مشہور ہوئے۔ حضرت محمد زمان اپنے والد سے بیعت تھے، ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور آکر نویں مسجد میں آپ نے درس

marfatcom

حاصل کیا اور علوم ظاہری کی تکمیل کی آپ کمال درجہ کے عالم تھے اور عالم بھی باعمل شریعت کے حامی اور اس پر سختی سے کاربند تھے ۔ ان سے پہلے دربار شاہ رحمنؒ کی کوئی زمین نہ تھی ۔ آپ نے زمین خرید کر دربار کے نام وقف کی، لنگر کا سلسلہ جاری کیا۔ حجرے تعمیر کروائے ۔ آپ فی الحقیقت دوئم عبدالرحمن تھے اور حضرت شاہ رحمن کا تمام سلسلہ روحانیت آپ ہی کی وجہ سے پھیلا اور آپ ہی نے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کی شاخ ڈالی اور اس سلسلہ کو پورے برصغیر پاک و ہند میں پھیلا دیا۔

حضرت شاہ رحمن اس دنیا میں زندگی کے لیل و نہار اللہ تعالیٰ کی مرضی میں گزار کر 1125ھ کو عالم فانی سے عالم بقاء کو سدھارے ۔ آپ کے روضہ کی اولین تعمیر برخوردار ہرل کے ہاتھوں ہوئی جو آپ کی بیعت سے شرف یاب ہونے سے قبل مغل فوج میں کسی اعلیٰ عہدے پر فائز تھے ۔ بادشاہ نے کسی کام پر خوش ہو کر انہیں انعام دینا چاہا تو برخوردار ہرل نے کہا کہ اگر آپ انعام دینا ہی چاہتے ہیں تو میرے پیشوا حضرت شاہ عبدالرحمنؒ کا مزار پرانوار موضع بھڑی شاہ میں شاہی خزانہ سے تعمیر کروا دیجیے ۔ چنانچہ شاہی خرچ پر یہ مزار آپ کی وفات کے تقریباً بارہ برس بعد تعمیر ہوا ۔ یہ مزار چھوٹی اینٹوں اور سیمنٹ سے اس خوبی سے بنایا گیا کہ خوبصورتی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا ۔ اس مزار کو پھر دوبارہ سیمنٹ وغیرہ کیا گیا ۔

تیسری دفعہ 1364ھ میں مزار پر سفید رنگ مرمر لگایا گیا ۔ مزار کے اندر ایک آب شفا ہے جو کہ شاہجہان سلطان ہندوستان نے عرب سے منگوا کر دیا۔ نیز یاد رہے کہ آپ کو مقبرہ کے اندر ایک صندوق میں بند کر کے دفن کیا گیا ہے اور صندوق زنجیروں سے لٹک رہا ہے ۔ پہلے روضہ پر جانے کیلئے سات سیڑھیوں سے گزرنا پڑتا تھا اور نیچے آپ کی قبر تک پہنچنے کیلئے ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جس سے گزر کر صندوق کے پاس پہنچا جاتا تھا مگر اب اس دروازہ کو بند کر دیا گیا ہے اور سیڑھیاں اب صرف تین رہ گئی ہیں اور باقی سیڑھیاں زمین میں دب گئی ہیں ۔

آپ کا مزار مرجع خلائق ہے ۔ آپ کے عرس کے ایام میں لاکھوں عقیدت مند دور دراز کے شہروں سے حاضر ہوتے ہیں اور فیوض روحانی حاصل کرتے ہیں ۔ آپ کے دربار کا تمام انتظام اب محکمہ اوقاف نے سنبھال رکھا ہے اور حکومت کی زیر نگرانی آپ کے عرس کی تقریبات پروقار اور شایان شان طریقے سے منعقد کی جاتی ہیں ۔

گوجرانوالہ نمبر مک کے مطابق حضرت شاہ رحمن نوشاہی کے علاوہ جن اولیائے کرام اور صوفیائے عظام عالموں فاضلوں کے بارے میں تحریر کیا گیا ان کی تفصیل یوں ہے ۔

مولانا غلام احمد چشتی، محمد عمرالدین طالب چشتی گڑھ شنکری، حضرت میاں محمد کریم اللہ قادریؒ، باوا جی عبدالحقؒ ، مولانا محمد عمراتالویؒ ، سید نورالحسن شاہ بخاریؒ ، حضرت محمد حسین شاہؒ ، مولانا عبدالعزیز سالویؒ، قاضی عالم الدین مترجم مکتوبات مجددؒ ، مولانا نور حسین گرجاکھیؒ ، حضرت مولانا احمد علیؒ ، مولانا محمد علی مظفریؒ ، مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ ، حضرت خواجہ پیر محمد بڈھاؒ ، مولانا عبدالغفور ہزارویؒ ، مولانا عبدالرحمن جامیؒ ، حضرت سید بشیر احمد سوہدرویؒ جو گوجرانوالہ کے مشہور اولیاء کرام صوفیاء عظام عالم فاضل ہو گزرے ہیں ۔

marfatcom

رسول نگر

****

یہ قصبہ دریائے چناب کے بائیں کنارے آباد ہے ۔ قریباً 1732ء کے لگ بھگ منچر چٹھہ کے رہنے والے زمیندار نور محمد چٹھہ نے اس قصبہ کو آباد کیا تھا ۔ پہلے اس کا نام کوٹ نور تھا ۔ جب نور محمد چٹھہ نے مغل سلطنت کے زوال کے زمانے میں طوائف الملوکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چٹھہ ریاست کی بنیاد ڈالی تو یہ قصبہ چٹھہ ریاست کا دارالحکومت قرار پایا ۔ نور محمد کی وفات پر جب اس کا بیٹا پیر محمد صاحب اقتدار ہوا تو اس نے اس قصبہ کو خوب رونق دی اور اس کا نام اپنے مرشد شاہ عبدالرسول کے نام رسول نگر بدل دیا ۔

چٹھہ خاندان نے اپنی ریاست کو مضبوط و مستحکم بنانے کیلئے مختلف نوعیت کے جنگی اور دفاعی اقدامات کئے ۔ اس نے اپنے علاقہ کی حفاظت کے لئے فوج رکھی ۔ توپیں بنوائیں، بارہا سکھوں سے لڑائیاں لڑیں اور اپنی دلیری و شجاعت کی بدولت سکھوں کے اس علاقہ میں قدم نہ جمنے دیئے ۔ جب مہان سنگھ چکر سکیہ کا زور ہوا تو اس نے سکھوں کی مدد لے کر رسول نگر پر بار بار چڑھائی کی مگر کامیاب نہ ہوا ۔ پھر اس نے سردار پیر محمد چٹھہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا، گرنتھ کی قسم کھا کر اسے اپنے پاس بلایا اور قید کر لیا اور پھر سردار پیر محمد چٹھہ کے کل علاقہ پر قبضہ کرلیا ۔ سردار مہان سنگھ نے رسول نگر کو اس قدر لوٹا کہ گھروں کے برتن بھی سکھ اٹھا کر لے گئے ۔ تمام مسجدیں گرادی گئیں ۔ بڑی بڑی حویلیاں جلا کر خاک کر ڈالیں اور حکم دیا کہ آئندہ اس قصبہ کو کوئی رسول نگر نہ کہے بلکہ اسے رام نگر کہا جائے ۔ طویل عرصہ تک دو نام مشہور رہے ۔ مسلمان اس قصبہ کو رسول نگر کہتے تھے جبکہ ہندو اسے رام نگر کا نام دیتے تھے ۔ سرکاری دفاتر میں بھی یہ قصبہ رام نگر کے نام سے ہی درج ہوتا رہا ۔

سکھوں کے قبضہ سے پہلے یہ قصبہ آبادی سے معمور اور آباد تھا ۔ ہر قسم کی خرید و فروخت اس قصبہ میں ہوا کرتی تھی ۔ سکھوں نے اجاڑنے کے بعد اسے آباد کرنے کی کوشش کی مگر اس کی چھنی ہوئی رونق لوٹ نہ کر آ سکی ۔

انگریزی دور حکومت میں جب شیخوپورہ ضلع تھا تو یہ قصبہ تحصیل کا صدر مقام تھا ۔ 1856ء میں اس قصبہ کے بجائے وزیر آباد میں تحصیل کا محکمہ مقرر ہو گیا اور یہ قصبہ ایک بار پھر بے رونق ہو گیا ۔ 1905 بکرمی میں جب سردار چتر سنگھ اور سنگھ اٹاری والا نے سکھوں کا بھاری گروہ جمع کر کے سرکار انگریزی کے ساتھ جنگ کی تو قصبہ رسول نگر (رام نگر) کے پاس سخت لڑائی ہوئی ۔ فریقین میں سے ہزاروں آدمی مارے گئے انگریزی فوج کے جو سپاہی اس جنگ میں کام آئے ان کی قبریں اس قصبہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بنائے ہوئے شاندار سرکاری باغ میں موجود ہیں ۔

اس دور میں یہاں لکڑی کی تجارت بہت ہوتی تھی ۔ گھی چینی وغیرہ بکثرت ملتے تھے ۔ تمام اجناس کی تجارت ہوتی تھی ۔ اس قصبہ کے بنے ہوئے کمبل پورے پنجاب میں مشہور تھے ۔ اس قصبہ کے ترکھان بہت عمدہ کشتیاں بنایا کرتے تھے ۔ اس زمین پر کاشت کیا جانے والا تربوز بہت شیریں اور خوشگوار ہوتا تھا ۔ 1877ء

marfatcom

میں اس قصبہ کی دو تہائی عمارات خام اور ایک تہائی پختہ ہیں ۔ تین ہزار دس گھر تھے ۔ پانچ سو ترانوے دکانیں تھیں ۔ ان میں سے دو ہزار نو سو اکیس گھر اور چار سو پچپن دکانیں پختہ اور باقی خام تھیں ۔ اس وقت قصبہ کی آبادی 7518 نفوس پر مشتمل تھی ۔ اور اس قصبہ کی بیشتر املاک پر ارائیں اور اروڑہ اقوام کے افراد قابض تھے ۔ سردار جواہر سنگھ کی حویلی نہایت خوبصورت اور لائق تعریف تھی ۔ اس دور کے ذیلدار کا نام باکھ سنگھ کھتری تھا ۔ چٹھوں نے اپنے دور حکومت میں اس قصبہ کے گرد خوبصورت شہر پناہ تعمیر کی تھی ۔ جو بعد میں مسمار ہو گئی ۔ دریائے چناب اس قصبہ سے تھوڑے فاصلہ پر بہتا ہے اور ایک نالہ دریا کا اس کے پرلی طرف بہتا ہے ۔ جو تین سو گز چوڑا ہے بمطابق وائٹ تھگرا ہے دو 1877ء کی رپورٹ سیل پڑے ایک اور نالا بہتا تھا جس کی گہرائی سردی کے موسم میں تین فٹ تک ہوتی ہے ۔

قیام پاکستان کے بعد اس قصبہ کو اس کا پرانا اسلامی نام رسول نگر حاصل ہو گیا ۔ انگریزی عملداری میں بھی اس قصبہ کی ترقی و آبادی کیلئے بہت کام ہوا ۔ قیام پاکستان کے بعد اس قصبہ نے نمایاں ترقی کی ہے ۔

رسول نگر کے سلسلہ میں اب ہم دو تاریخی کتب کے اقتباسات پیش کرتے ہیں ۔ پہلے عبرت نامہ مولفہ مفتی علی الدین خلف مفتی خیرالدین لاہوری (1270ھ) سے اقتباس ملاحظہ کیجئے ۔

" اسے اب مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر رام نگر کے نام سے پکارتا ہے ۔ یہ ایک مشہور شہر ہے دریائے چناب کے کنارے سید نگر اور احمد نگر چوہدری پیر محمد زمیندار قوم جٹ ، علی محمد سید محمد اور احمد خاں نے سلاطین دہلی کے زمانے میں اپنے نام پر آباد کئے ۔ چونکہ یہ مقامات مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا چڑہت سنگھ کے دارالحکومت کے قریب تھے ۔ اس لئے سردار مذکور ان مقامات پر حملہ آور ہو کر دست درازی کرتا اور جٹ حتی المقدور خوب داد شجاعت دیتے ۔ چنانچہ تمام پنجاب میں ان کے مانند کسی اور نے سکھوں کے خلاف شجاعت و دلاوری اور نبرد آزمائی کا مظاہرہ نہیں کیا ۔ اس کے بعد نظام الدین خاں اور قطب الدین خاں نے مہاراجہ سے دو تین لڑائیں کیں مختصر یہ کہ سردار چڑہت سنگھ رات دن لڑائیوں کے باوجود ان کے ملک پر تسلط نہ کر سکا اور اس کے بعد سردار مہان سنگھ نے رسول نگر کا نام رام نگر رکھ دیا ۔ سردار دل سنگھ گل سردار مذکور (مہاسنگھ) کے ماموں نے علی پور کو اکال گڑھ سے موسوم کر کے اپنا دارالحکومت مستحکم بنایا ۔ اس طرح سے مذکورہ مقامات کی آبادی زیادہ ہو گئی ۔ اب دونوں مقامات مذکورہ اپنے بانیوں کی نسبت سے خوب آباد ہیں اور بس ۔

" تاریخ مشتمل براحوال ہندو ملوک آن " موءلف سید احمد شاہ بٹالوی (1818ء) کے مطابق (یہ قصبہ) اس وقت خاصا پر رونق اور آباد ہے ۔ تقریباً دس ہزار مکانات اور ڈیڑھ ہزار دکانیں آباد ہیں ۔ شہر کے اکثر حصے کی عمارتیں پختہ ہیں اور کچھ حصہ کچی عمارتوں پر مشتمل ہے ۔ اب پختہ اور پر تکلف حویلیاں بنائی گئی ہیں ۔ رنجیت سنگھ نے قلعے کی کچی دیواریں جنگی اعتبار سے بہت مضبوط تعمیر کی ہیں اور یہ پیر محمد اور جان محمد متدین ، بہادر اور فوج و حشمت والے لوگ تھے اور بادشاہ گردی کے زمانے میں پوری عزیمت کے ساتھ ہمیشہ سکھوں سے برسرپیکار ہے "

marfatcom

رسول نگر قدیمی قصبہ

ہزاروں سالہ پرانی سرزمین رسول نگر جس کا پہلا نام رام نگر تھا، اس سرزمین کو دیکھنے کے لئے دریائے چناب کے پار براستہ وزیر آباد رسول نگر کے لئے روانہ ہوئے تاریخی کتابیں گواہ ہیں کہ سرزمین گجرات کی سرحدیں راوی کے کنارے سیالکوٹ جہلم تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں رام چندر کے دور کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ آثار گجرات کے علاوہ سیالکوٹ اور دریائے چناب کے کنارے پائے جاتے ہیں۔ یہی جستجو راقم کو رسول نگر سابقہ نام رام نگر اور ایمن آباد تک لے آئی۔ ماضی میں دریائے چناب کے کنارے جوکالیاں، سعد اللہ پور، رسول نگر، سوہدرہ، بہلولپور، نوشہرہ مغلاں، پنڈی میانی، عدالت گڑھ جیسے بڑے بڑے شہر آباد تھے جو اب بھی آباد ہیں۔ بیشتر دریا برد ہو چکے ہیں۔ جدید دور میں دریائے چناب پر وزیر آباد کے قریب جی ٹی روڈ پر پل تعمیر کیا گیا ہے۔ اب ہر قسم کی ٹریفک اس سڑک اور پل پر سے گزرتی ہے۔ کشتیوں کے ذریعے دریا عبور کرنے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ جی ٹی روڈ پر وزیر آباد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں چار سڑکیں آکر ملتی ہیں۔ پشاور، راولپنڈی، گجرات سے آنے والی سڑک وزیر آباد سے گزر کر لاہور کی طرف جاتی ہے۔ لاہور سے آنے والی سڑک وزیر آباد سے ہوتی ہوئی پشاور، راولپنڈی کی طرف جاتی ہے۔ ایک سڑک سوہدرہ سیالکوٹ کی طرف جا نکلتی ہے۔ ماضی میں سوہدرہ کو خاصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہ قلعہ نما بستی کئی میلوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ 100 دروازوں کی وجہ سے اس کا نام سوہدرہ مشہور ہے۔ یہاں دو نو گزلبی قبریں ہیں۔ تاریخ کی کڑیاں ملاتی ہوئی یہ سڑک سیالکوٹ کی طرف جا نکلتی ہے۔ وزیر آباد سے چوتھی سڑک رسول نگر کی طرف جاتی ہے۔ وزیر آباد ایک قدیمی اور تاریخی قصبہ ہے۔ جسے مغلیہ دور میں وزیر خان نے آباد کیا۔ وزیر آباد میں نالہ پلکھو کے کنارے مغلیہ دور کی ایک تاریخی عمارت سمن برج بھی ہے۔ اس قلعہ نما عمارت کا ہاتھی گیٹ اس بات کا داعی ہے کہ شہنشاہ جہانگیر کشمیر جاتے ہوئے یہاں قیام کیا کرتا تھا۔ ہاتھی گیٹ کے دو برج شکستہ حالت میں ہیں۔ یہ عمارت کئی کمروں پر مشتمل ہے۔ چاروں کونوں پر بزرگوں کی قبریں ہیں۔ شیش محل تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ سمن برج کے اندر باغ کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ سکھوں کے دور میں یہ عمارت ان کی قیام گاہ رہی۔ 1855ء میں راجہ فقیر اللہ خان نے یہ عمارت 10 ہزار روپے میں انگریز سے خریدی۔ چٹھہ چیمہ خاندانوں کی سرزمین پر ٹوٹی پھوٹی سڑک پر سفر کرتے ہوئے ریلوے کراسنگ کے قریب ایک سڑک مشہور بزرگ جی شاہ رحمان کے آستانہ کی طرف جاتی ہے۔

marfatcom

حضرت سید سجاد علی چشتی نظامی عرف بابا گلاب شاہؒ

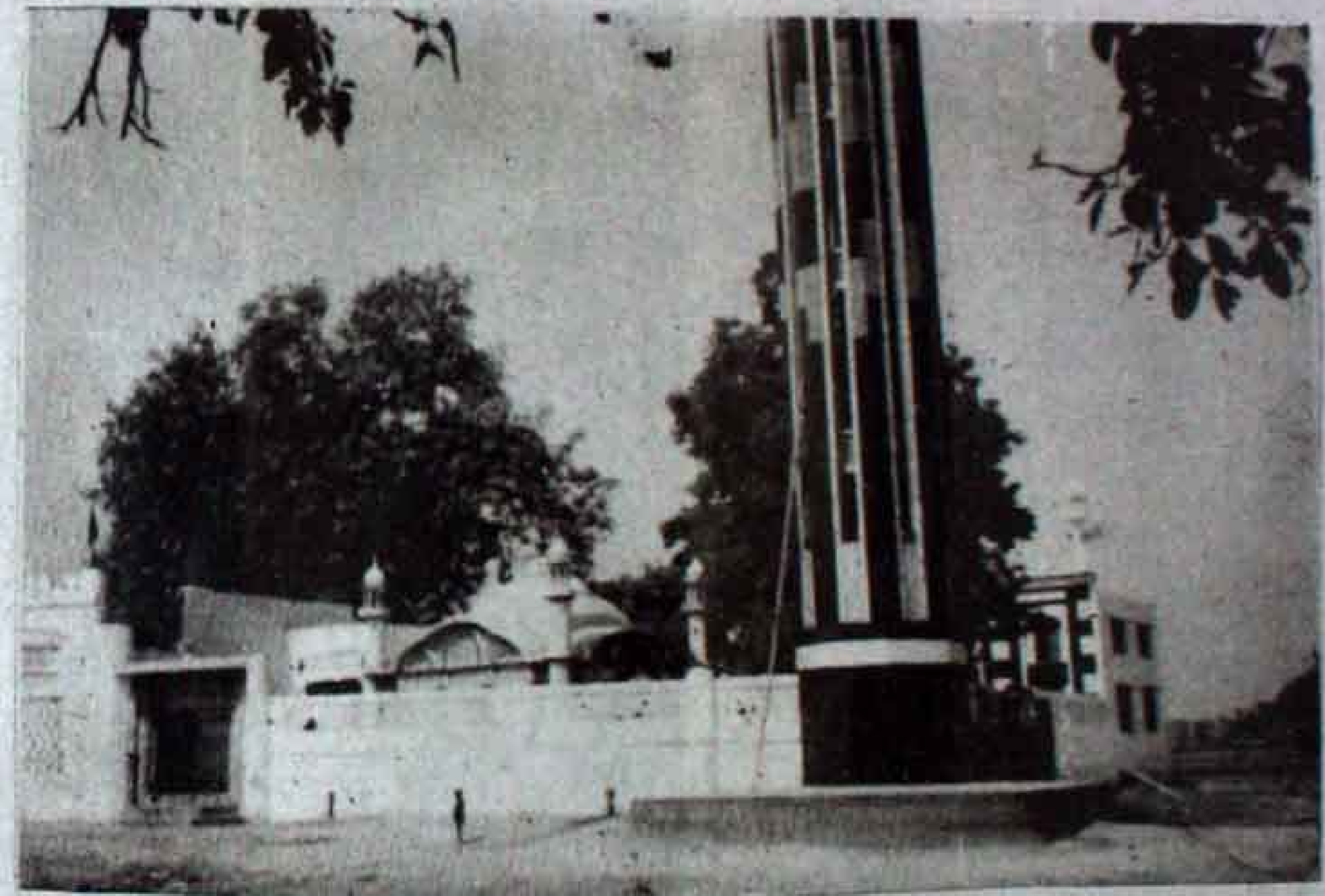

رسول نگر میں کئی روحانی شخصیات کے آستانے بھی ہیں۔ ان میں مشہور روحانی بزرگ حضرت سید سجاد علی چشتی نظامی عرف بابا گلاب شاہ کا مزار بھی ہے۔ آپ نے 1299ھ میں وفات پائی۔ آپ ریاست رام پور سے تشریف لائے۔ طوس پور میں مجاہدہ کیا۔ قطب کا مقام ملا۔ مرشد پاک نے حکم دیا شہر رام نگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے دین کی تبلیغ کرو۔ آپ کے آستانہ پر بیٹھے ہوئے ایک بزرگ نے بتایا کہ آپ کے مرشد کا نام سید امیر علی شاہ تھا۔ جو ہندوستان کے ایک شہر بھلیر کے رہنے والے تھے۔ سید امیر علی شاہ کے مرشد پاک کا نام حافظ جمال ملتانی ان کے مرشد کا نام خواجہ نور محمد مہاروی تھا۔ بابا گلاب شاہ کا دربار محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ یہاں لنگر پانی کا اہتمام نہیں ہے۔ آپ کی بیٹھک کے قریب آپ کے جوتے حقہ کپڑے شیشے کے صندوق میں بند کر کے نمائش کے لئے رکھے گئے ہیں۔ جوتا دیسی طرز کا ہے۔ حقہ پنجاب کے حقوں کی طرح ہے کپڑے کھدر کے ہیں اور رنگدار ہیں۔ آپ کا مزار سفید سنگ مرمر سے شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے باہر تاریخ وفات فارسی زبان میں درج ہے۔

آپ کے آستانہ کے قریب بابا لال بادشاہ قادری عرف بابا بادشاہ بابا جیون شاہ دربار سید ملنگ شاہ کے مزارات ہیں جو پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے درویش ہو گزرے ہیں۔ کفار کو راہ راست پر لانے کے لئے تبلیغ کرتے رہے۔

marfatcom

باباگلاب شاہ کی بیٹھک

باباگلاب شاہ کی بیٹھک کے قریب آپ کے جوتے حقہ کپڑے شیشے کے صندوق میں بند کر کے نمائش کے لیے رکھے گئے ہیں جو تا دیسی طرز کا ہے۔ حقہ پنجاب کے حقوں کی طرح ہے کپڑے کھدر کے ہیں اور رنگدار ہیں۔ آپ کا مزار سفید سنگ مرمر سے شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے باہر تاریخ وفات فارسی زبان میں درج ہے۔ دریغا کہ شد شاہ شیر کشیدہ زور د حقیقت گلاب ازاں عامر دل بجستم سنیس بگفتم مجام محبت خراب 1299ھ
پنجابی زبان میں بھی ایک بورڈ پر تحریر نظم کی صورت میں درج ہے

بلخ بخارہ تو قندھاروں جے پور ہندو وچ آیا
ظاہر باطن فیض پہنچا کے قدم مبارک چایا
وچ پنجاب چناب کنارے ڈیرہ لایا
رام نگر دے بھاگ جگائے رسول نگر بنایا

marfatcom

غوث زماں غلام رسول المعروف پیر پٹھان حضرت میاں صاحبؒ

رسول نگر میں دوسری روحانی شخصیت غوث زمان پیر پٹھان کا آستانہ مبارک ہے۔ آپ کا نام غلام رسول المعروف حضور پیر پٹھان، حضرت میاں صاحبؒ ہے۔ آپ کا وصال 1297ھ میں ہوا۔ آپ کے سلسلہ سے کئی اولیاء کرام ہو گزرے ہیں۔ آپ بنی اسرائیل کی نسل سے تھے۔ آپ کے سلسلہ میں سرکار شمس الدینؒ سرکار محمد شفیعؒ، حضرت غلام رسولؒ، حضرت گل حسینؒ، حضرت نور حسینؒ، حضرت فضل حسینؒ ہو گزرے ہیں۔ آستانہ کے قریب ایک قدیمی مسجد بھی ہے۔ تاریخ تعمیر مسجد فارسی زبان کے قطعات میں تحریر ہے۔

واہ کہ تعمیر گشت مسجد نو مطلع نور وحدت و توحید
مژدہ نیک تقویٰ دادا زا اہل ایمان رانوائے نوید
صاحب جاہ پیر نور حسین کردہ تجویز ایں بنائے سید
سال تکمیل ایں عمارت برک خوش بگو خانہ خدائے حمید

آستانہ میں تمام اولیاء کرام کے مزارات خوشنما اور خوبصورت انداز میں سفید سنگ مرمر سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ سال میں بڑا عرس 18 پھاگن یکم مارچ کو منعقد ہوتا ہے۔ حضرت پیر پٹھانؒ کی بہت زیادہ کرامات ہیں ملک بھر کے کونے کونے میں آپ کے مریدین ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آستانہ شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ لنگر کا اہتمام بھی ہے۔

marfatcom

علی پور چٹھہ میں شاہ بخاری کا مزار

گوجرانوالہ حافظ آباد روڈ پر ایک قدیمی قصبہ علی پور چٹھہ ہے۔ یہاں سڑک کے کنارے ایک مغلیہ دور کا شاہ بخاری کا مزار ہے۔ مزار کے قریب ایک قدیمی مسجد بھی ہے۔ شاہ بخاری مغلیہ دور میں ہو گزرے ہیں۔ آپ کا عرس ہر سال عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ مزار کے قریب تاروں پر سینکڑوں کی تعداد میں عورتوں کے دوپٹے پائے جاتے ہیں۔ شاید کسی منت مراد کے سلسلے میں یہ دوپٹے چڑھاوے کے طور پر رکھے گئے ہوں۔ کیونکہ اس میں بیشتر مزارات پر تولیے، سبز جھنڈے، یا سبز کپڑے کے ٹکڑے مزار پر چڑھانے کا عام رواج ہے۔ مزار اور مسجد کی تعمیر مغلیہ دور کی ہے۔ اور اہل دیہہ عقیدت و احترام سے حاضری دیتے ہیں۔ خصوصی طور پر عورتیں زیادہ عقیدت رکھتی ہیں

marfatcom

گوجرانوالہ کا تاریخی قصبہ پنپاکھ

****

قدیم زمانہ میں اس سرزمین پر پلپا چمبال نامی ایک راجہ تھا، جس کی بیٹی لونا راجہ سالباہن والی سیالکوٹ کی رانی تھی۔ اس نے اس جگہ ایک شہر آباد کیا۔ جب اس کی بیٹی لونا جوان ہوئی۔ اور اس کے حسن و جمال کا شہرہ پھیلا تو راجہ سالباہن نے رشتہ طلب کیا مگر راجہ پلپا نے منظور نہ کیا۔ اس پر راجہ سالباہن نے غضبناک ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ راجہ مارا گیا اور لونا کو راجہ سالباہن زبردستی لے گیا اور اسے اپنی رانی بنا لیا۔ اس جنگ کی بدولت یہ شہر ویران ہو گیا اور طویل عرصہ تک ویران رہا۔ اس ٹیلہ کو لوگ پنپاکھ کہا کرتے تھے۔

اسی مقام پر انتر نامی جاٹ وڑائچ نے جدید آبادی کی اس گاؤں کا نام اسی قدیم نام سے پکارا جاتا رہا۔ اس دن سے یہ قصبہ برابر آباد ہے۔ ایک روایت کے مطابق پنپاکھ ہردو اور سانکے تین بھائی تھی۔ ان تینوں سکھ بھائیوں کے ناموں کی نسبت سے پنپاکھ، ہردوپور اور سانکے کے دیہات آباد ہو گئے۔ مدتوں بانی کی اولاد پنپاکھ کی مالک رہی۔ سکھوں کے دور میں جب اس قصبہ پر سردار مہان سنگھ کا قبضہ ہو گیا تو بازی خاں زمیندار اس پر حملہ آور ہوا اور ایک لڑائی کے بعد مغلوب ہو کر واپس چلا گیا۔ سلطنت مغلیہ کو زوال آیا تو یہاں کے اکثر باشندے تباہی و بربادی کے خوف سے اس گاؤں کو چھوڑ کر دہلی، لاہور، پٹیالہ، سیالکوٹ، کشمیر اور دوسرے علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔ بلکہ یہاں تک مشہور ہے کہ خاندان بھابڑہ گوٹ برڑ میں جو شخص بھی ہے اس کے بزرگ اس قصبہ سے اٹھ کر گئے ہوں گے۔ اس قوم کا بزرگ بابا گجا تھا جس کی سمادھ اس گاؤں میں موجود ہیں۔ 1870ء میں اس گاؤں کی آبادی 1820 تھی جبکہ 407 گھر اور 20 دکانیں تھیں۔

marfatcom

حضرت جتی شاہ رحمان

جتی شاہ رحمان بہت بڑے ولی اللہ شاہ جہان کے دور میں ہو گزرے ہیں، گاؤں کا نام بھی آپ کے نام پر ہے۔ پہلے گاؤں کا نام دالم پور گوگا تھا۔ آپ کی 18 کے قریب بیٹھک اور 4 خلیفہ تھے۔ ان کا نام سلطان مرید علی، شاہ جمال، عاشق علی، شاہ گل شیر تھے۔ آپ کی طریقت روحانی جلالی قلندری ہے۔ آپ کی ایک بیٹھک جلالپور جٹاں گجرات کے قریب مشہور قصبہ میونوال جتی شاہ رحمان میں بھی ہے۔ وہاں آپ کے خلیفہ کا مزار ہے۔ ہر سال بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ جتی شاہ رحمان نے کشمیر سے چلہ کشی کے بعد سیالکوٹ حضرت امام الحق کے مزار پر حاضری دی۔ وہاں سے اشارہ ہوا گوجرانوالہ دالم پور گوگا میں ڈیرہ جماؤ چنانچہ سیالکوٹ سے رسول نگر تشریف لائے وہاں آپ کی ملاقات سائیں لال دریائی سے ہوئی۔ سائیں لال دریائی سے کہا ہمیں کھانا کھلاؤ۔ سائیں لال دریا میں کود گیا دریا سے گرم گرم حلوہ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ رسول نگر سے آپ دالم پور گوگا موجودہ جتی شاہ رحمان تشریف لائے۔ آپ نے مسجد تعمیر کروائی۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔ وفات سے قبل آپ نے اپنا روضہ تعمیر کروایا۔ غسل کے بعد فرمایا میری ڈیوٹی بدل چکی ہے۔ روضہ کی طرف چل پڑے سرنگ کے راستے

marfatcom

روضہ میں داخل ہو گئے۔ آپ کے دربار پر عورت کا داخلہ ممنوع ہے۔ آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ آپ کے مرید خرگوش کا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ کا عرس ہر سال 24 مئی کو منایا جاتا ہے۔ آپ کا روضہ ملتانی طرز تعمیر پر مغلیہ دور کے ڈیزائن پر بنایا گیا ہے۔ رسول نگر روڈ پر دریائے چناب سے نکالی گئی نہر بھی ہے اس نہر سے آبپاشی کے لئے مزید چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی گئی ہیں۔ نہر کے پل پر اچھی خاصی رونق ہوتی ہے۔ تفریح کے لئے یہ بہترین جگہ ہے۔ تھوڑے سے فاصلہ پر ہیڈ خانکی ہے جو دریائے چناب کے کنارے پر آباد ہے۔ ماضی میں بہت بڑا پتن ہوا کرتا تھا۔ شاہی دستے تجارتی قافلے حملہ آور دریائے جہلم عبور کرنے کے بعد براستہ ڈنگہ گجرات کے قصبے پرانا منگووال سے گزرتے ہوئے سعد اللہ پور، جو کالیاں کے پتن سے دریا کو عبور کر کے رسول نگر داخل ہوتے۔ اسی طرح شمال مغرب جانے والے رسول نگر کے پتن سے دریا کو عبور کرتے۔ اب بھی رسول نگر میں دریائے چناب کے کنارے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی گرمی قیام گاہ کے قریب ملاحوں کی بستی ہے۔ رسول نگر جس کا پرانا نام رام نگر ہے، کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔ یہاں ہندوؤں کے مندر سکھوں کے گردوارے بھی ہیں۔ پرانا شہر بلندی پر آباد تھا۔

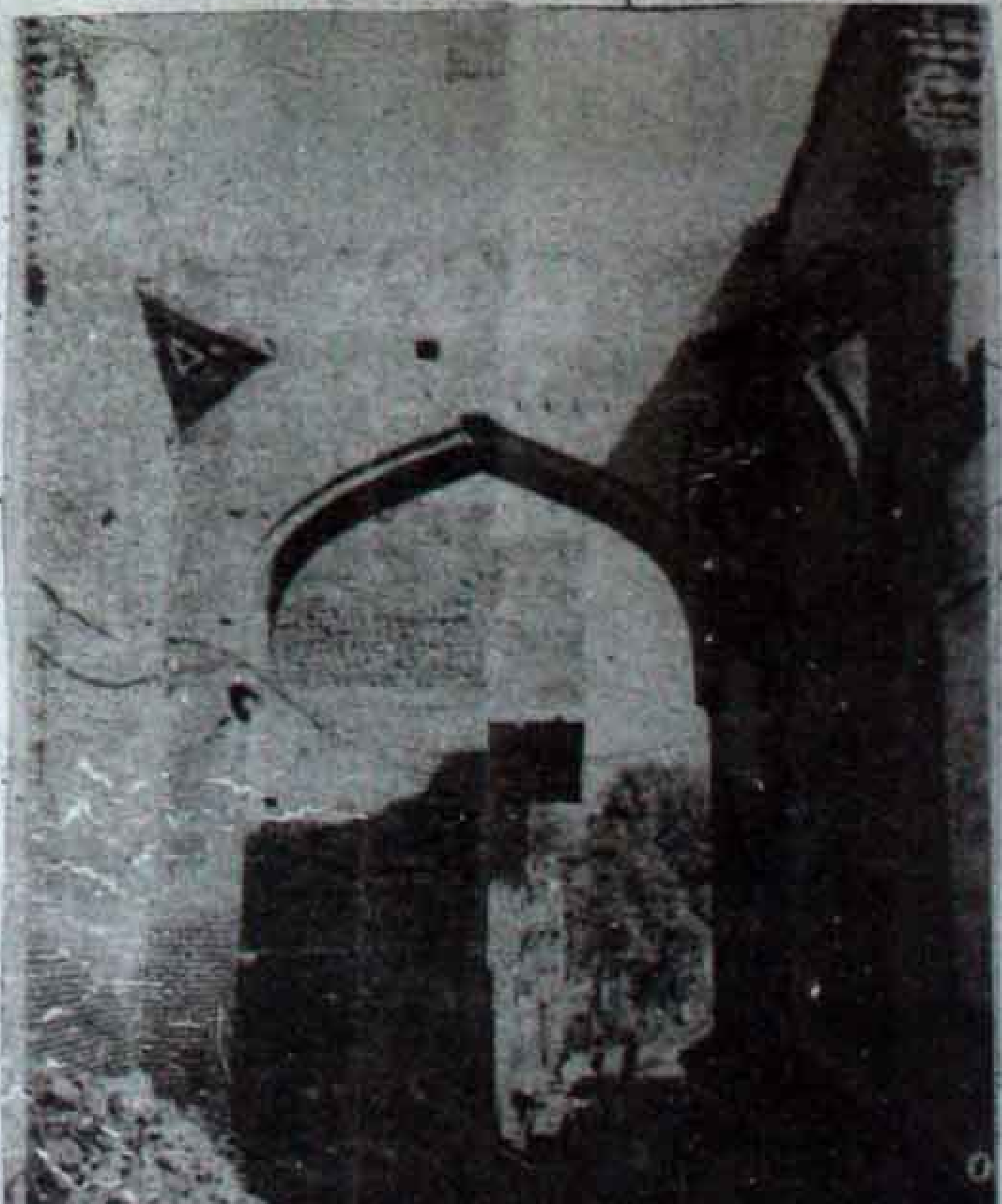

[illegible] آباد کے قریب شیش محل کا دروازہ

marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی گرمائی رہائش گاہ

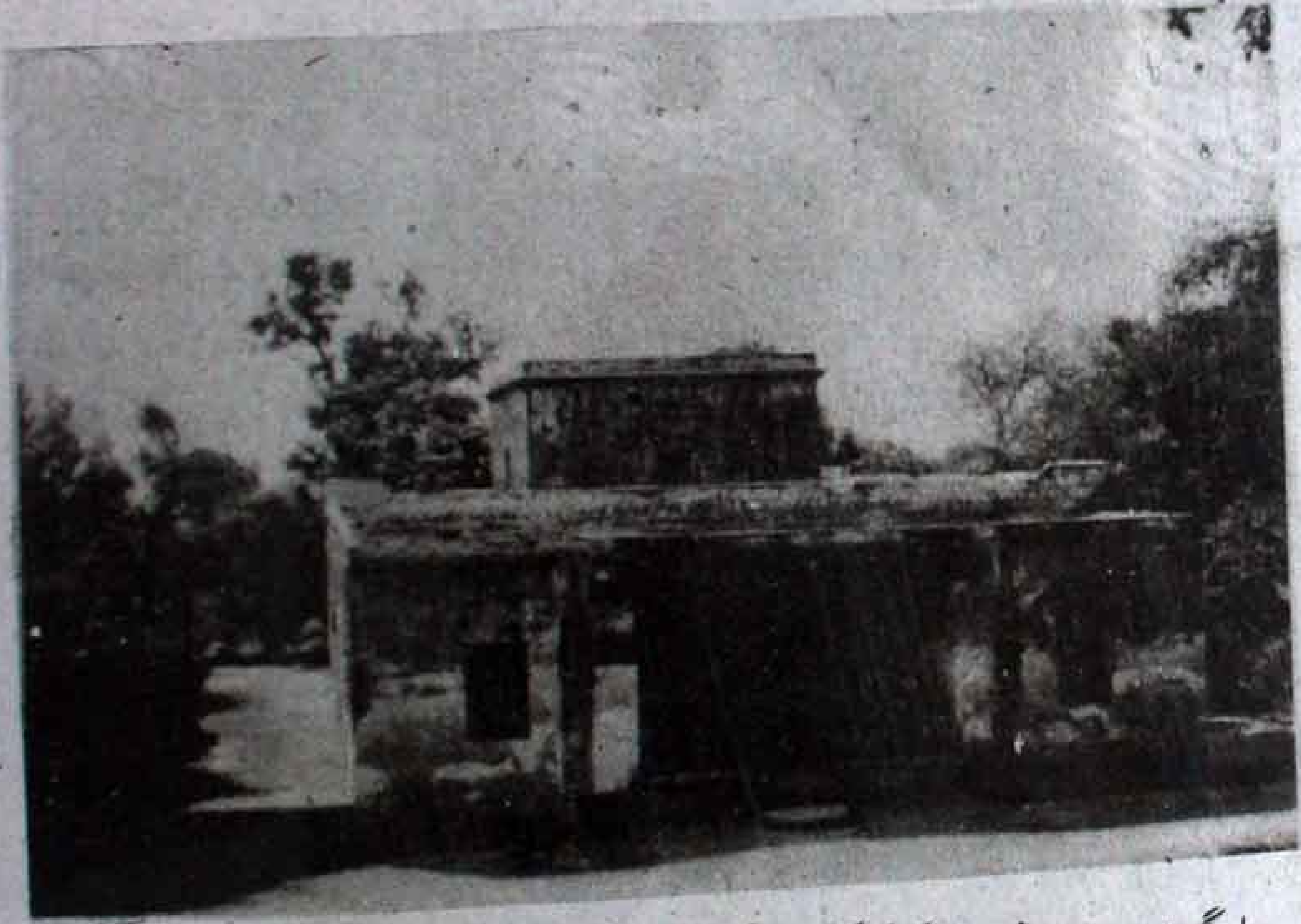

رسول نگر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی گرمائی رہائش گاہ بھی ہے ۔ اس زمانہ میں دریائے چناب رسول نگر کے بالکل قریب بہتا تھا۔ اب بند کی وجہ سے دریا کافی دور چلا گیا ہے ۔ سکھوں کی اس تاریخی عمارت کے قریب 1848ء کی جنگ جو انگریزوں اور سکھوں کے درمیان ہوئی تھی، انگریز فوجی سپاہیوں کی قبریں بھی ہیں ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی یہ قیام گاہ چھوٹی چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہے ۔ اس کے چار کمرے ہیں۔ ایک بڑا کمرہ اور اس کے تین طرف چھوٹے کمرے ہیں دو برآمدے بھی ہیں برآمدہ کے دونوں جانب چھوٹے کمرے ہیں بڑے کمرہ میں میز اور چار کرسیاں پڑی ہیں جو پرانے زمانے کی ہیں ۔ چھت پر خالص دیار کی لکڑی ڈالی گئی ہے ۔ کمروں کے باہر چاروں طرف پختہ راستہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ چاروں کونوں پر حفاظتی برج تعمیر کئے گئے ہیں ۔ قریب ہی گھوڑوں کا اصطبل بھی ہے ۔ جس کی صرف ایک دیوار باقی رہ گئی ہے ۔ یہ قیام گاہ رسول نگر سے باہر ملاحوں کی بستی کے قریب ہے ۔ عمارت کے باہر سنگ مرمر سے تراشا پتھر نصب ہے جس پر یہ عبارت تحریر ہے ۔

"مقام رہائش مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر موسم گرما 1830ء تا 1837ء" ۔ یہ عمارت سکھ دور کی نشانی ہے جو محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے اور مرمت طلب ہے ۔

marfatcom

رسول نگر (گوجرانوالہ) میں انگریز فوج کے افسروں کی قبریں

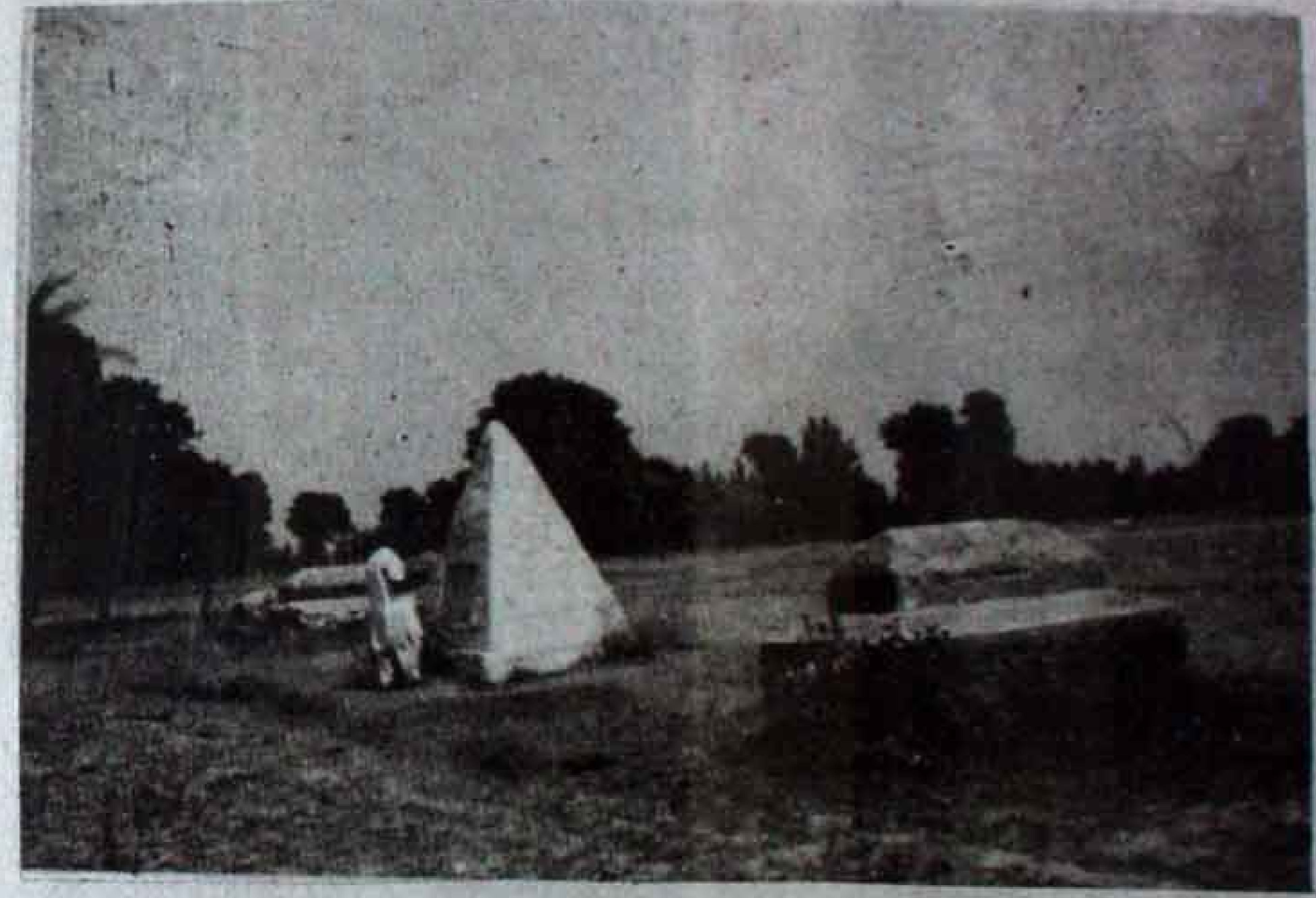

اس قیام گاہ کے بائیں جانب انگریز افسروں اور سپاہیوں کی قبریں ہیں۔ اس عمارت پر سفید سنگ مرمر کا ایک اور کتبہ نصب ہے جو انگریزی میں تحریر ہے جس کی عبارت یوں ہے۔

"22 نومبر 1848ء کو کیولری ایکشن کے دوران اس مقام پر مارے جانے والوں کی یاد میں۔ انگریز فوج کے 16 مارے گئے 64 زخمی ہوئے 10 لاپتہ ہوئے" آفیسر جو مارے گئے بریگیڈیئر جنرل سی آر کرٹن سی جی کمانڈنگ کیولری ڈویژن لیفٹیننٹ کرنل ڈبلیو ہولاک کے ایچ چودہ لائٹ ڈریگن صوبیدار میجر میر شیر علی سردار بہادر اٹھ لائٹ ڈریگن کیولری 78 زخمی جو بعد میں فوت ہوا کیپٹن فشگیرانڈ 14 لائٹ ڈریگن 26 نومبر 1848ء۔ اس عمارت کے قریب چند انگریز سپاہیوں کی قبریں ہیں جو پختہ تعمیر کی گئی ہیں باقی کچی ہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل ولیم ہولاک کی قبر پر بھی مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے۔

"لیفٹیننٹ کرنل ولیم ہولاک 14 لائٹ ڈریگن تاریخ پیدائش 1793ء فوج میں بھرتی 1808ء" یہ کتبہ 1984ء میں دوبارہ مرمت کر کے نصب کیا گیا۔ انگریزی عبارت Chivalry Need Not Disdain To Mare a Pilgrimage to This Spot. مہاراجہ رنجیت سنگھ کی اس قیام گاہ کے پاس ایک سرسبز باغ بھی تھا جو بعد میں تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ چونکہ اس زمانے میں دریائے چناب سے نہریں یا بند تعمیر نہیں کئے تھے، موسم گرما میں پانی بہت زیادہ ہوتا تھا اس لئے اس قیام گاہ کو دریا کی ٹھنڈی ہوائیں خوشگوار بنا دیتی تھیں۔ رسول نگر کے بعد انگریزوں اور سکھوں کے درمیان دوسرا معرکہ دریا کے پار گجرات کے گاؤں سعد اللہ پور کے مقام پر ہوا۔ سعد اللہ پور کے قریب دریائے چناب کے کنارے ایک مقام قتل گڑھ کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں جنگ میں مارے جانے والوں کے نام درج ہیں۔ سکھوں اور

marfatcom

انگریزوں کے درمیان ایک اور زبردست معرکہ چیلیانوالہ کے میدانوں میں ہوا۔ انگریز فوج کی قیادت جنرل گف کر رہے تھے جبکہ سکھ فوج کے سالار شیر سنگھ تھے۔ یہ معرکہ 1849ء میں ہوا۔ یہاں تقریباً سولہ سترہ سو کے قریب انگریز فوج اور بڑے بڑے آفیسر مارے گئے۔ جن کی یاد میں یہاں ایک خوبصورت یادگار تعمیر کی گئی تھی۔ دو مینار بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔ سرخ مینار پر لڑائی کے واقعات انگریزی اردو پنجابی فارسی زبان میں تحریر کئے گئے ہیں۔ صلیبی نشان کے مینار پر پتھر پر مارے جانے والے فوجی افسروں کے نام درج ہیں۔ سکھوں اور انگریزوں کے درمیان آخری معرکہ شاہ جہانگیر گجرات کے قریب ہوا یہاں انگریز آفیسروں کی پانچ قبریں ہیں جو مسمار ہو رہی ہیں۔ رسول نگر میں سکھوں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ اس علاقہ کے قریب جو پرانی بستی ہے وہ کھوکھر کے ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔ کھوکھر کے گوجرانوالہ سیالکوٹ روڈ پر واقع ہے۔ سڑک کے قریب قبرستان میں دو نوگز لمبی قبریں ہیں جانب شمال صاحب مزار کا نام منجوشؒ ہے جانب جنوب سلمانؒ ہے جو مزار پختہ تعمیر شدہ ہے۔ شمال والے مزار پر چھت بھی ڈالی گئی ہے۔ جدید تعمیر کے نیچے پرانی تعمیرات ہیں۔ گرد و نواح میں کھجوروں کے درخت ہیں۔

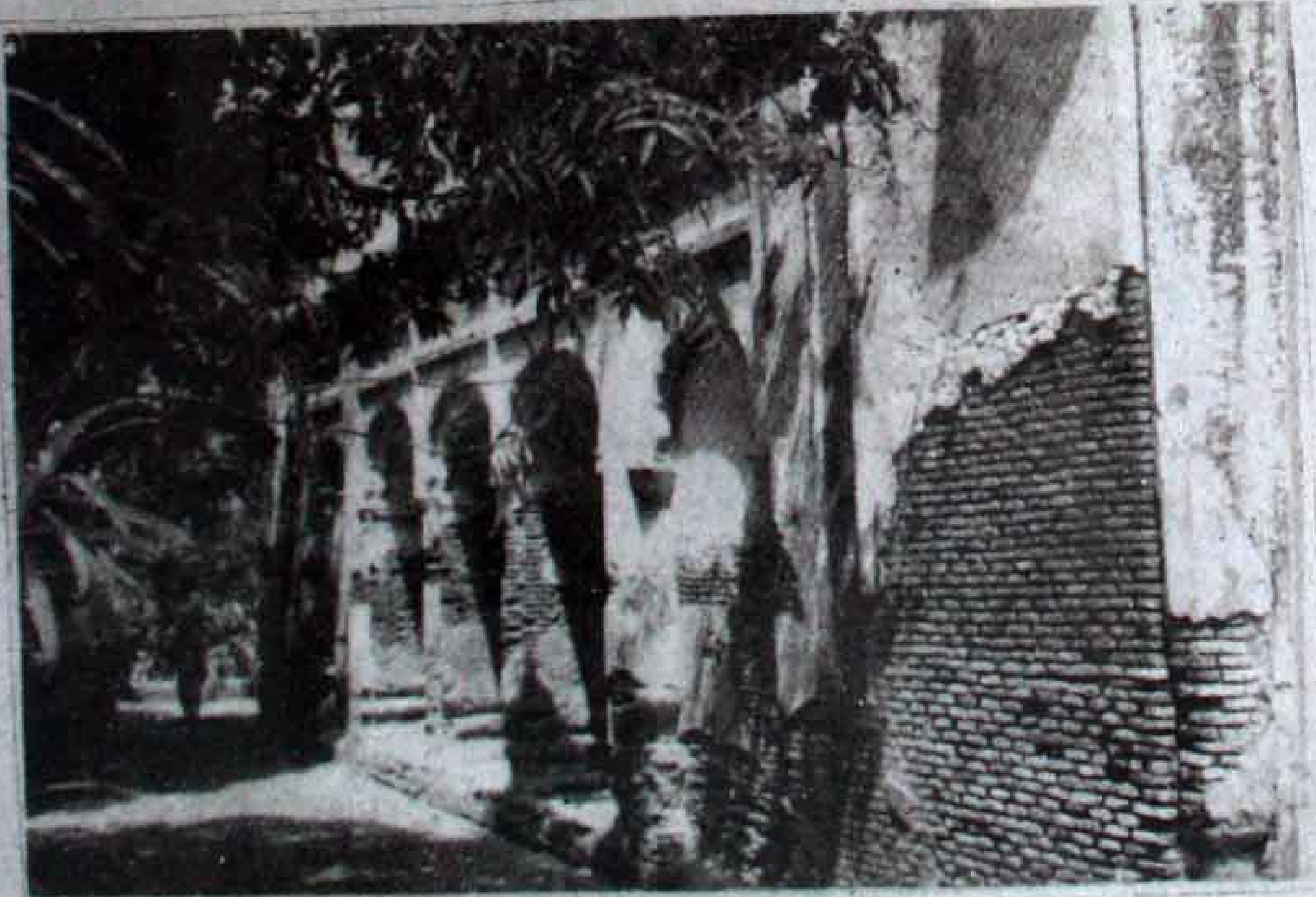

رسول نگر میں دریائے چناب کے کنارے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی گرمائی رہائش گاہ

marfatcom

گوجرانوالہ سیالکوٹ روڈ کے قریب 9 گز لمبا مزار

٭ مزار گوجرانوالہ سیالکوٹ روڈ پر پرانی چونگی کے نزدیک محلہ نور پورہ میں ہے ۔ مزار ایک چھوٹے سے کمرے میں ہے ۔ جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ ساتھ ہی مسجد بھی ہے ۔ سید صادق علی شاہ دربار کے متولی ہیں ۔ انھوں نے بتایا کہ یہ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے ہیں ۔ اہل نظر اہل بصیرت یہاں حاضری دیتے ہیں ۔ اس مزار کے جانب جنوب کھوکھر کے میں بھی 9 گز لمبے مزار ہیں قدیم دور میں یہاں کوئی پرانی بستی تھی اور قدیمی گزرگاہ جو سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے اس علاقہ سے گزرتی ہے جہاں مغرب سے آنے والے قافلے سیالکوٹ کے راستے ہندوستان کی طرف جاتے تھے ۔ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود بھی اللہ کے نیک بندوں کے نشان قائم و دائم ہیں

marfatcom

کھوکھر کے نزد گوجرنوالہ میں نو گز لمبا مزار

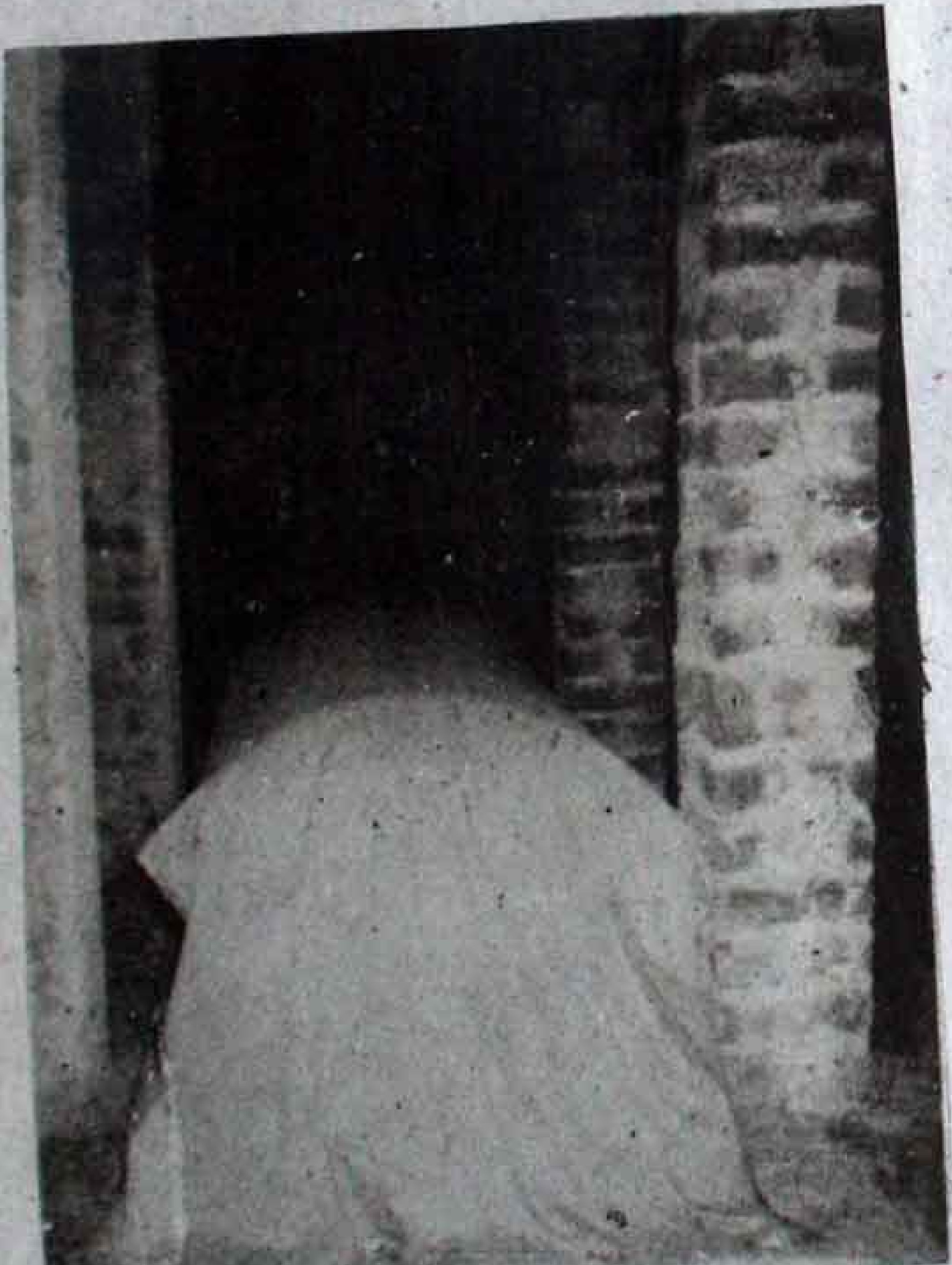

کھوکھرؒ کے گوجرانوالہ کے قریب سیالکوٹ روڈ پر اب ایک محلہ کا نام ہے قدیمی دور میں گوجرانوالہ نام کا کوئی شہر یا بستی نہ تھی البتہ کھوکھر کے کے آثار بتاتے ہیں کہ یہ قدیمی بستی تھی اور کھوکھر کے بر لب سڑک واقع ہے یہ مزار کھوکھر کے کے قبرستان میں ہے مزار کی لمبائی نو گز ہے اور اس کے اوپر چھت بھی ہے جدید تعمیرات کے نیچے ایسی تعمرات کے آثار ملتے ہیں، جو قدیم زمانہ کی ہو سکتی ہیں مزار پختہ تعمیر ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوارالشمس کے صفحہ 228 نمبر شمار 482 کے مطابق صاحب مزار کا نام سلیمان بتایا گیا ہے اس مزار کے قریب جانب جنوب پاؤں کی جانب ایک اور نو گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر ہے کتاب کے حاشیہ میں اس بات کی نشاندہی یوں کی گئی ہے سلیمان منجوش برادر یکجا کھوکھر کے نزد گوجرانوالہ

marfatcom

کھوکھر کے نزد گوجرانوالہ میں نوگز لمبا مزار

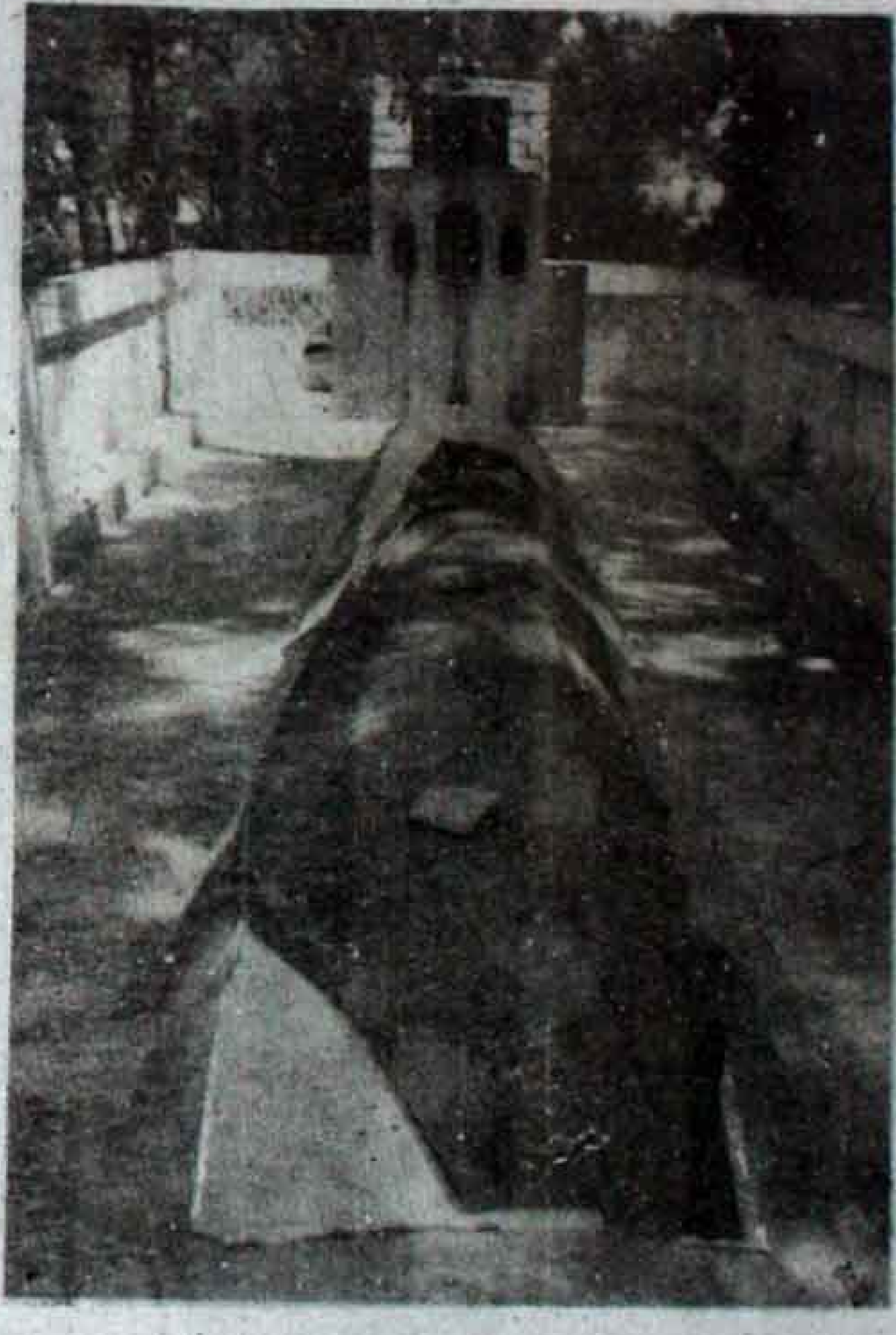

یہ مزار بھی کھوکھر کے قبرستان میں ہے یہاں کھجوروں کے درخت اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ علاقہ بہت قدیمی ہے حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 228 نمبر شمار 483 کے مطابق صاحب مزار کا نام منجوش بتایا گیا ہے اور مزار پختہ تعمیر ہے اس کی لمبائی نوگز ہے ماضی میں یہاں کوئی قدیمی گزرگاہ تھی۔ ماضی میں یہ اللہ کے نیک بندے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے آئے ہوں گے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے جبکہ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ ہم نے ہر قوم ہر بستی اور ہر قبیلہ کے پاس نبی بھیجے ہیں

marfatcom

وزیر آباد کے قریب جنڈیالہ میں حضرت شمعونؑ کا نو گز لمبا مزار

****

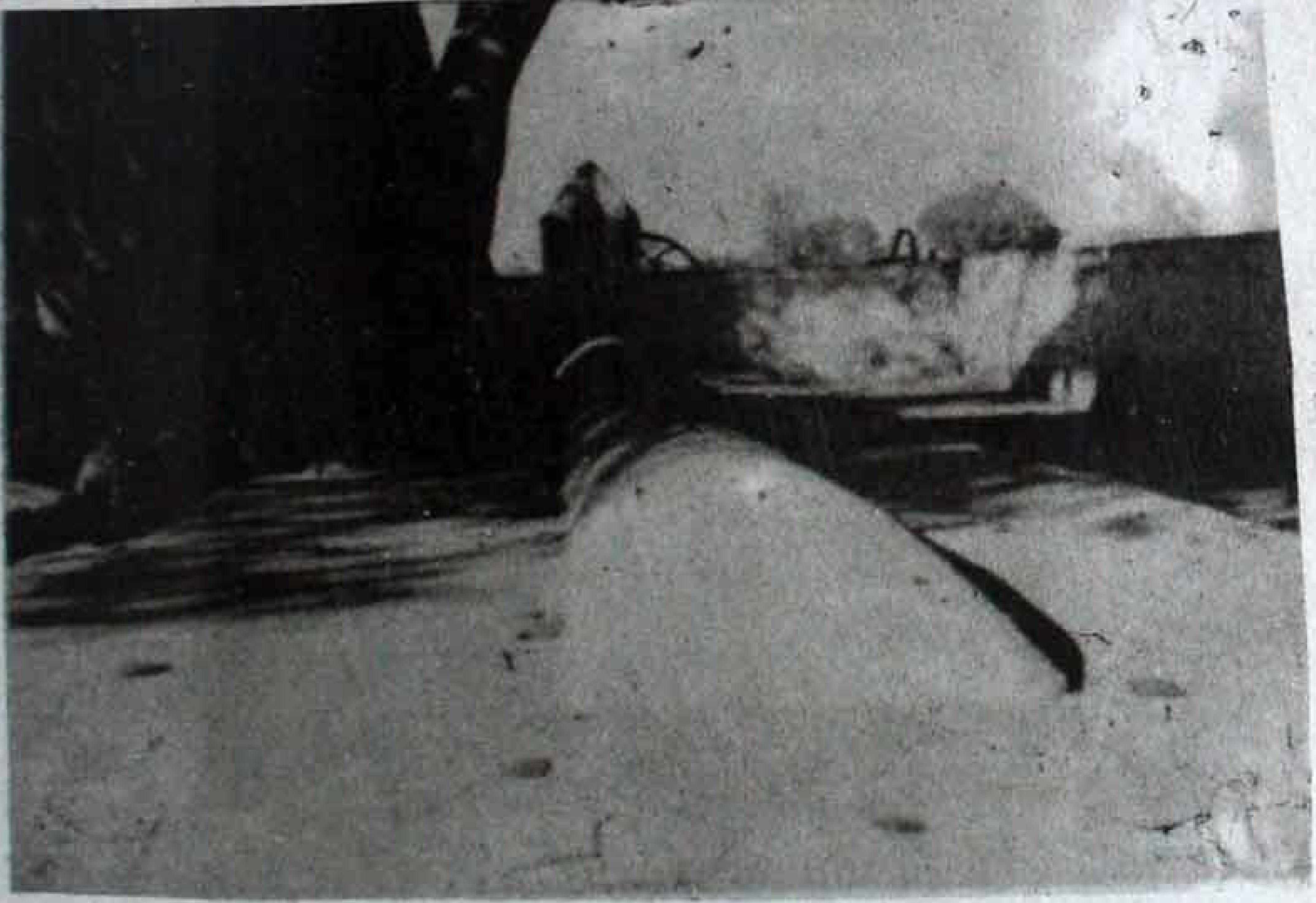

وزیر آباد سے جو سڑک لاہور کی طرف جاتی ہے۔ وزیر آباد سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور قصبہ جنڈیالہ ہے۔ جی ٹی روڈ کے جانب مشرق گجروں کا ایک محلہ جو گجروں کی بستی کے نام سے مشہور ہے۔ اس محلہ میں ایک 9 گز لمبا مزار ہے۔ جو پختہ تعمیر ہے۔ مزار کی چار دیواری بھی ہے۔ مزار کے اوپر پیپل کا ایک بہت بڑا درخت بھی ہے۔ جو بہت قدیمی معلوم ہوتا ہے۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 332، 22 نمبر خانہ میں صاحب مزار کا نام حضرت شمعونؑ تحریر ہے۔ نام کے ساتھ جنڈیالہ نزد وزیر آباد لکھا ہوا ہے۔ نام کے ساتھ چند اور نام بھی درج ہیں۔ صاحب مزار حضرت موسیٰ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں۔ جس کے ساتھ فارسی زبان میں یہ تحریر درج ہے۔ اسماء مرسلین کہ ہر یک اصحابی سلیمان علیہ اسلام و غازی شدہ اند لیکن بعد انتقال سلیمانؑ مدت ہندہ 17 سال در حرب عظیم در سک ہندو افغانستان شہید شدند۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی قدیمی گزرگاہ تھی۔ جنڈیالہ کے مغرب کی جانب مردیکے میں بھی دو 9 گز لمبے مزار ہیں۔ قریب ہی موضع گھونیاں والا میں 9 گز لمبا مزار ہے۔ تمام مزارات کی لمبائی نو گز کے قریب ہے۔ جو پختہ تعمیر ہیں۔ چار دیواری بھی ہے۔

===

marfatcom

گکھڑ

****

ظہیرالدین بابر شہنشاہ ہند کے عہد میں یہ قصبہ آباد ہوا۔ اس دور میں کوٹ چیمہ کے جوگی جاٹ نے یہ قصبہ آباد کر کے اس کا نام اپنے بیٹے گکھڑ کے نام پر گکھڑ رکھا۔ بعد میں زمینداروں میں ناچاقی شروع ہو گئی تو یہ قصبہ ویران ہو گیا۔ آہستہ آہستہ پچھلی آبادی کے ساتھ ساتھ نئی آبادی کی بنیاد پڑی۔

شاہان مغلیہ کے زمانے میں یہ قصبہ بہت مشہور تھا۔ سردار نور محمد چٹھہ نے جب چٹھہ ریاست قائم کی تو اس نے اس قصبہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد پیر محمد چٹھہ نے بھی اس قصبہ کو اپنی سلطنت میں شامل کئے رکھا۔ جب سردار مہان سنگھ اور اس کی اولاد نے چٹھہ ریاست پر قبضہ کر لیا تو یہ قصبہ بھی سکھوں کی حکومت میں شامل ہو گیا۔ تاریخ مخزن پنجاب (1877ء) کے مطابق اس کے مالک اس دور میں چیمہ جاٹ زمیندار تھے۔۔ یہ قصبہ چونکہ جی ٹی روڈ کے کنارے واقع ہے۔ اس لئے یہ ویران ہو ہو کر بھی آباد ہوتا رہا۔

لشکر کے پڑاؤ کے لئے ایک خاص مقام بھی مخصوص کیا گیا تھا اس دور میں اس قصبہ کی اکثر عمارتیں کچی تھیں۔ چار سو دو گھر تھے۔ پچپن دکانیں تھیں۔ جن میں سے پچیس دکانیں پختہ تھیں۔ اس زمانہ میں اس قصبہ کی آبادی دو ہزار نو سو تیس افراد پر مشتمل تھی۔ اس کے زمینداران خوشحال تھے۔ محمد خاں نمبردار اس علاقہ کا ذیلدار تھا۔

بعد میں یہ قصبہ ترقی کرتا رہا۔ قیام پاکستان کے بعد اس قصبہ نے ترقی کر کے شہر کی صورت اختیار کر لی۔ ان دنوں یہاں طلبہ و طالبات کے ہائی سکولوں کے علاوہ اساتذہ کی تربیت کا عظیم الشان قومی سطح پر علمی ادارہ گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج گکھڑ کے نام سے موجود ہے۔۔ یہ شہر میونسپلٹی کا درجہ رکھتا ہے۔۔ یہ شہر اب تمام جدید سہولتوں سے بہرہ یاب ہے۔

===

marfatcom

گکھڑ کے قریب بدو کے گوہسیاں میں قدیمی مندر

****

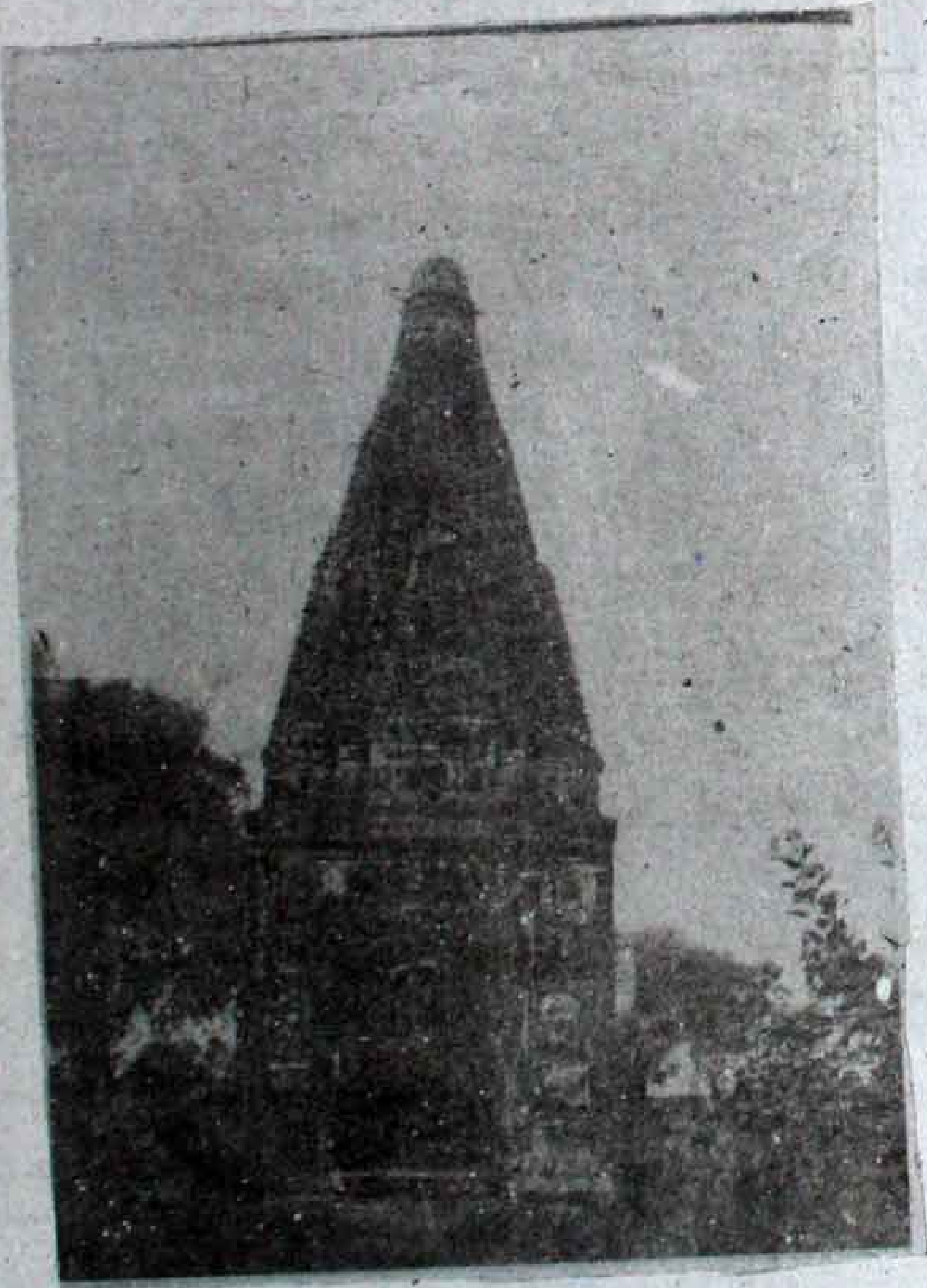

گکھڑ گوجرانوالہ کا اہم تجارتی قصبہ ہے ۔ یہاں کی دریاں بہت مشہور ہیں ۔ جی ٹی روڈ گکھڑ کے درمیان سے گزرتی ہے ۔ گریڈ اسٹیشن کے قریب مغرب گی جانب ایک سڑک بدو کے گوہسیاں کی طرف جاتی ہے ۔ بابر بادشاہ کے وقت مسمی بدو قوم جٹ چیمہ نے موضع تلونڈی کھجوروالی سے آکر اس قصبہ کو آباد کیا اور قصبے کانام اپنے نام پر رکھا۔ زمیندار قوم، گوہسیاں، فقیر یہاں آباد ہیں ۔ یہاں ایک قدیمی معدر ہے ۔ اس مندر کی کہانی بابا رامانند سے منسوب ہے ۔ جو 1504ء میں پیدا ہوا ۔ 7 سال کی عمر میں اپنے باپ کے مال مویشی کھیتوں میں لے جاتا ۔ مال مویشی دوسرے مالکوں کے کھیتوں میں داخل ہو جاتے اور ان کی فصل کا نقصان ہو جاتا ۔ وہ لوگ رامانند کے والد کے پاس شکایت لے کر گئے کہ ان کے مال مویشی نے ان کی فصل اجاڑ کر رکھ دی ہے ۔ لیکن رامانند نے کہا کہ وہ اپنی فصلیں جا کر دیکھیں وہ صحیح حالت میں ہیں ۔ جب انھوں نے جا کر دیکھا تو فصلیں

marfatcom

صحیح حالت میں تھیں بلکہ پہلے سے زیادہ پیداوار تھی۔ وہ رامانند کے قائل ہو گئے۔ رامانند جب جوان ہوئے تو اس کی شادی کا اہتمام کیا جانے لگا۔ تو وہ کہیں غائب ہو گئے۔ کافی تلاش کے بعد ان کا کھوج کہیں نہیں ملا وقت کے ساتھ لوگ رامانند کو بھول گئے بلکہ اس کی والدہ ہر روز اس مقام پر جا کر آہ و بکاہ کرتی جہاں رامانند غائب ہوئے تھے۔ ایک روز رامانند کی والدہ بیٹے کے غم میں رو رہی تھی کہ اچانک رامانند ظاہر ہوا اور ماں سے کہا کہ وہ ایک شرط پر مجھے ہر روز یہاں مل سکتی ہے کہ وہ اس ملاقات ہرف کا کسی سے ذکر نہ کریں لیکن رامانند کی والدہ یہ وعدہ نہ نبھا سکی۔ اس ملاقات کا راز افشا کر دیا۔ اس کے بعد رامانند ہمیشہ کیلئے غائب ہو گئے۔ چنانچہ رامانند کی یاد میں یہ مندر تعمیر کیا گیا ہے۔ بیساکھی کے موقع پر یہاں بہت بڑا میلہ لگتا تھا۔ 1865ء میں دیوان کرپارام آف ایمن آباد جو کشمیر کا وزیر تھا۔ چھوٹی اینٹوں سے یہ یادگار تعمیر کروائی وہ مقام جہاں رامانند اور اس کی والدہ کی ملاقات ہوتی تھی۔

بیری کے درخت کے نیچے آج بھی چھوٹے مندر ہیں دیئے اور موم بتیاں جلائی جاتی ہیں اور بچوں کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ مندر کے چاروں طرف پانی کا تالاب ہے۔ ہندو عورتوں کے غسل کے لئے پردہ دار تالاب تعمیر کیا گیا ہے۔ مندر میں داخل ہونے کے لئے تالاب کے اوپر ایک ڈاٹ نما دروازہ بنا کر اوپر راستہ تعمیر کیا گیا ہے۔

پیپل اور بوہڑ کے قدیمی درخت بھی ہیں دریا میں اترنے کے لئے 12 سیڑھیاں تعمیر کی گئی ہیں۔ مندر سفید سنگ مرمر سے تعمیر ہوا ہے۔ پانی کے لئے ایک کنواں بھی بنایا گیا تھا۔ مندر کے دروازے پر سورج دیوتا کا نشان ہے۔ قریب ہی ایک یادگار ہے جس پر یہ تحریر درج ہے۔ یادگار ناتھ مل و پالا رام گلاٹھی گلاٹھی سیوک رائی ماتاہڈال ذئی گوجرانوالہ 25 بیساکھ 1995ء بکرمی، سانحہ بابر کے موقع پر اس مندر کو کافی نقصان پہنچا۔ مندر کے اوپر نصب پیتل کے بادنما سے ڈال کر اکھڑ دیئے گئے اور سنگ مرمر کو توڑ دیا گیا۔ مندر کے قریب کئی قدیمی عمارتوں کے آثار ملتے ہیں ایک بہت بڑا ہال جس کی دیواریں اب بھی موجود ہیں

marfatcom

اولیائے وائیں شریف گوجرانوالہ

****

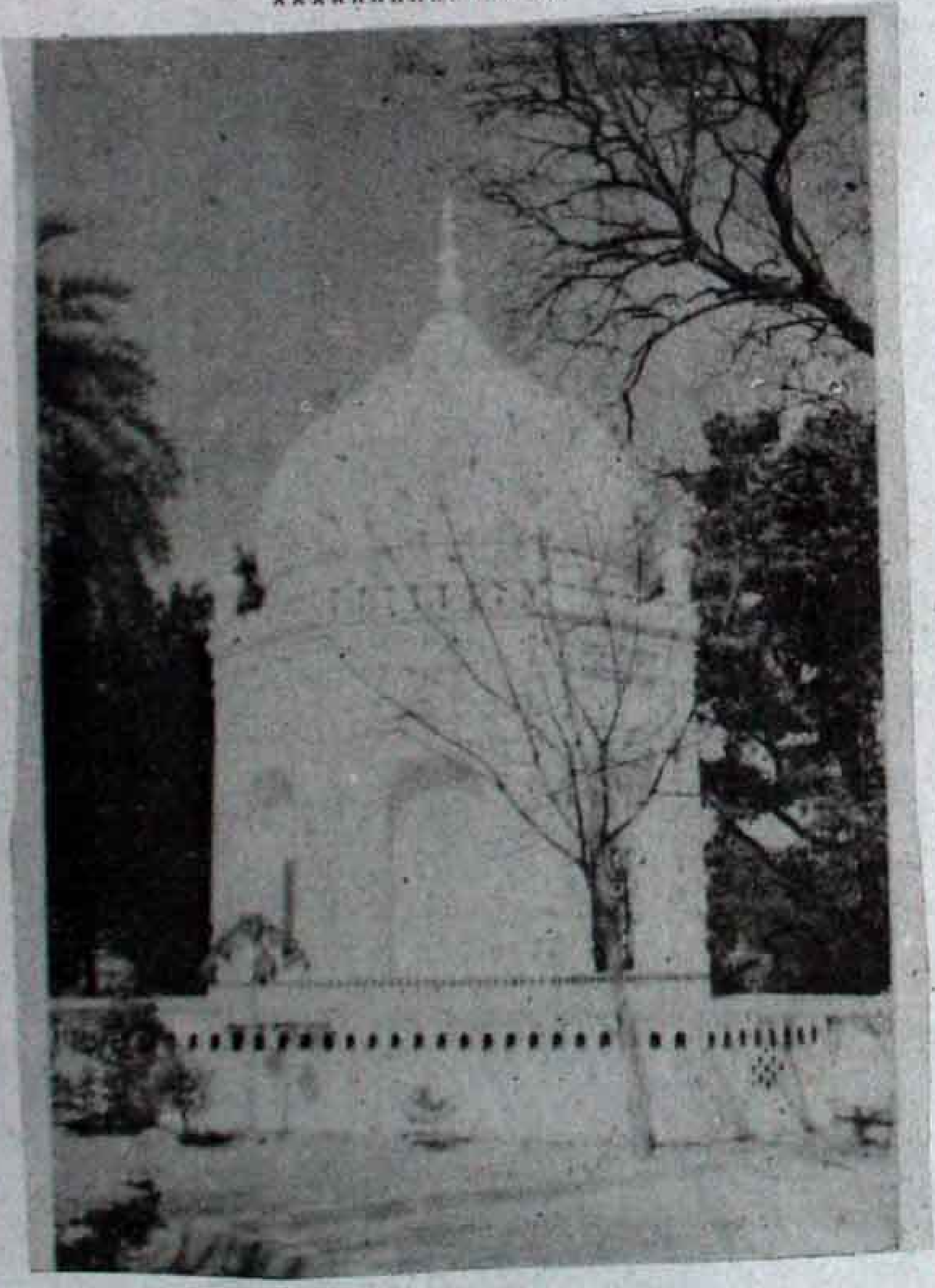

وزیر آباد سے وائیں شریف کا مشہور روحانی قصبہ تھوڑے سے فاصلے پر ہے ۔ یہاں ایک بزرگ کے درویش والی اللہ ہو گزرے ہیں ۔ جو وائیں ولی سرکار کے نام سے مشہور ہیں ۔ آپ کا نام پیر حیدر شاہؒ ہے ۔ مزار شاندار اور خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ آپ کا عرس ہر سال عقیدت سے منایا جاتا ہے ۔ عرس کے موقع پر ارادت مند دور دور سے حاضر ہوتے ہیں ۔ دن رات عام لنگر تقسیم ہوتا ہے ۔

marfatcom

گکھڑ کے قریب بدو کے "گوہسیاں" میں ایک بزرگ کا مزار

****

گکھڑ کے قریب بدو کے گوہسیاں میں سائیں مست سرکار کا مزار ہے ۔ بدو کے ایک قدیمی قصبہ ہے ۔ یہاں ایک احاطہ میں سائیں مست سرکار کا مزار ہے ۔ جو بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں ۔ مزار پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ مزار کے اوپر گنبد بھی ہے ۔ سائیں مست سرکار کا عرس ہر سال عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے ۔

----

marfatcom

دھونکل کے ٹبہ پر نوگزہ مزار اور حضرت سلطان سخی سرور کی بیٹھک

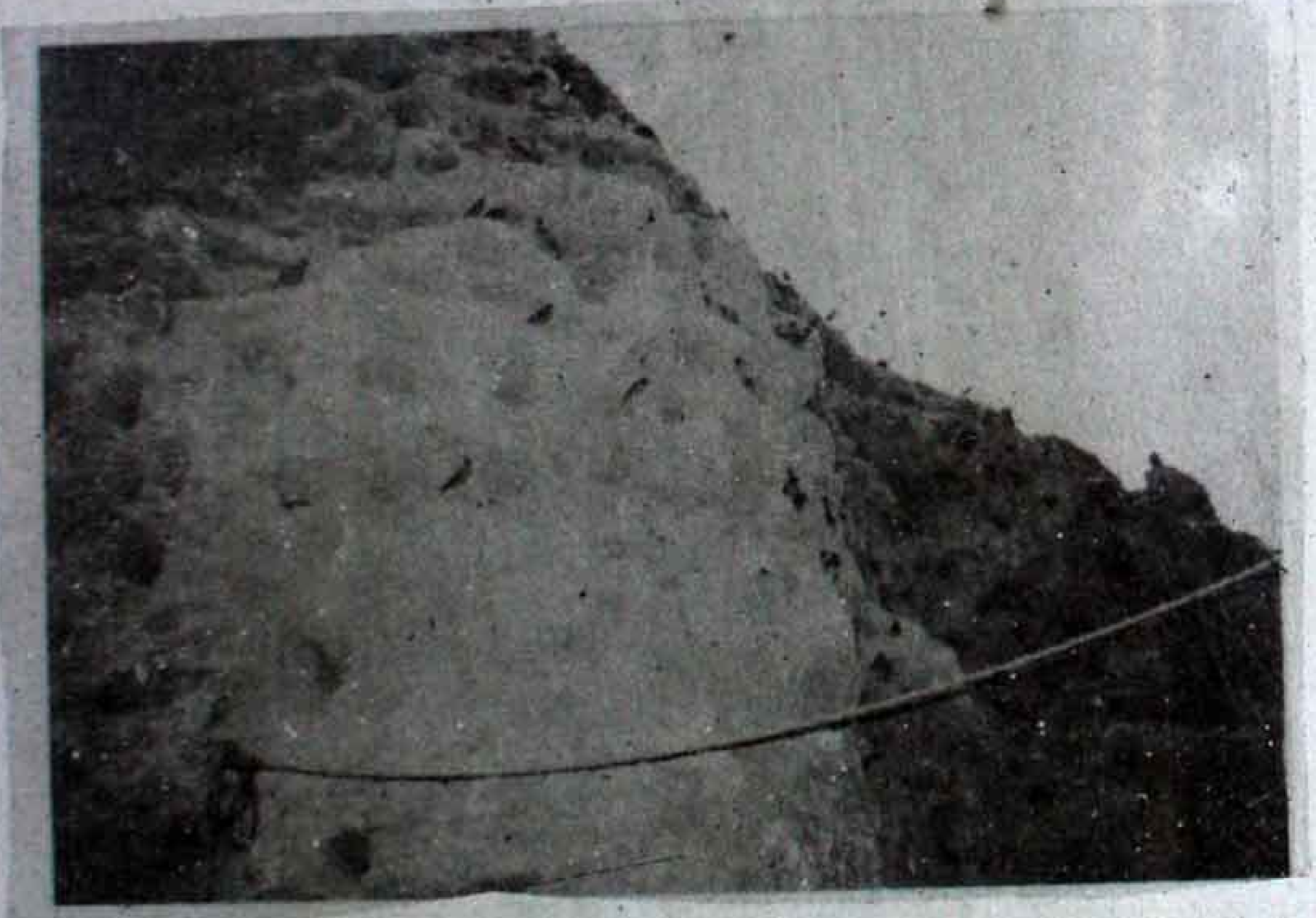

گجرات سے ایک سڑک وزیر آباد کے لئے جاتی ہے۔ دھونکل وزیر آباد سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ سرسبز کھیت قیمتی اجناس پیدا کرتے ہیں۔ گندم اور چاول اس علاقہ کی سب سے بڑی پیداوار ہیں۔ دھونکل کے گرد و نواح کی قدیمی بستیوں اور گزرگاہوں کے آثار ملتے ہیں۔ ان قدیمی بستیوں میں نوگز لمبے مزارات اس بات کے داعی ہیں کہ یہ بستیاں ہزاروں سالہ قدیمی ہیں۔ وزیر آباد اور ہیڈ برج کے قریب قدیمی نوگز لمبا مزار ہے۔ دوسرا مزار ریلوے لائنوں میں ہے۔ بھروکی چیمہ میں حضرت ناتن النبی کا قدیمی مزار ہے۔ جنڈیالہ ڈھاب والا میں حضرت شمعون کا نوگز لمبا مزار ہے۔ مردیکے میں دو نوگز لمبے مزار ہیں۔ آبادی دیہ میں صاحب مزار کا نام شمائیل ہے۔ گھنیانوالہ میں نوگز لمبا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام مرطوش ہے۔ اسی طرح سوہدرہ جو کئی بار اجڑا اور آباد ہوا اس قلعہ نما شہر میں بھی دو نوگز لمبے مزار ہیں۔ جو مختلف ادوار میں یہاں آئے۔ اس علاقہ کی زرخیزی ہر دور میں پرکشش رہی۔ دھونکل ایک قدیمی قصبہ ہے۔ پرانا شہر ایک ٹبہ نما قلعہ اور بند و بالا ٹیلہ پر آباد ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر دور دور تک انسانوں کی نقل و حرکت دیکھی جا سکتی ہے۔ اس ٹبہ پر ہزاروں سالہ قدیمی نوگز لمبا مزار ہے۔ ٹبہ کی چوٹی پر بابا غلام علی سائیں کا مزار ہے۔ ایک بوہڑ کا قدیمی درخت ہے۔ دوسرا مزار بھی ملحقہ ہے۔ اس ٹبہ پر جا بجا مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک بات حیران کن ہے کہ ٹبہ پر مزار کے قریب جو بڑی بڑی اینٹیں فرش پر نصب ہیں وہ لمبائی چوڑائی موٹائی میں سکندر اعظم کے دور کی معلوم

marfatcom

ہوتی ہیں۔ ایسی اینٹیں راقم کو سرائے عالمگیر کے قریب بیسہ کلاں اور منگووال غربی کے قریب کیرانوالہ سیداں کے تباہ شدہ شہر اور ٹبہ سے ملی ہیں جو جسامت کے لحاظ سے ایک جیسی ہیں۔ دھونکل کا یہ قلعہ بہت بلند اور کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ جانب جنوب قلعہ کی دیوار کچھ مٹی کی تہہ نظر آتی ہے جس کی تہہ میں ہڈیوں کے ٹکڑے مٹی کے برتن ملتے ہیں۔ یہ قلعہ نما ٹبہ تقریباً 100 فٹ بلند ہے۔ جدید تعمیرات کی وجہ سے قلعہ کا کافی رقبہ ہموار کر لیا گیا ہے۔ دھونکل کی جانب مشرق پیر مراد کا مزار ہے۔ یہ مزار بھی ہزاروں سالہ قدیمی ہے اور پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ دھونکل کے جنوب میں سیالوں کے ڈیرہ کے قریب بھی ایک قدیمی ٹبہ ہے جو کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے، پرانا بوہڑ کا درخت اس کے قریب ایک قدیمی مزار ہے۔ جہاں میلہ وغیرہ لگتا ہے۔ اس ٹبہ پر کوئی شہر آباد تھا۔ جو کسی حملہ میں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ دھونکل کے ایک بزرگ باسی نے بتایا کہ یہ ہندوؤں کا شہر تھا۔ بعد میں اسلام کی روشنی پھیلی اور ہندوؤں کی تعداد نصف ہو گئی۔ یہ شہر راجہ تلکیر کے نام پر آباد تھا۔ برصغیر کی پرانی تاریخ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر راجوں مہاراجوں کی حکومتیں قائم تھیں۔ قدیم دور کا انسان قلعہ نما بستیوں میں رہائش پذیر ہوتا تھا تاکہ وہ قدرتی آفات چوروں اور بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رہ سکیں۔

دھونکل کے قدیمی ہونے کے علاوہ یہ قصبہ روحانی مقام حاصل کر گیا ہے۔ یہاں حضرت سلطان سخی سرور رحمۃ اللہ کی بیٹھک ہے۔ یہ احاطہ بھی وسیع رقبہ میں ہے۔ زائرین کے آرام کے لئے کمرے تعمیر کئے گئے ہیں۔ مغلیہ طرز تعمیر کی عکاسی ہوتی ہے۔ شاہ جہاں کے دوران میں اس روحانی مقام کو جدید انداز میں تعمیر کیا گیا بیٹھک کے اندر دیواروں میں بیل بوٹے اور نقش نگاری کی گئی ہے۔ برآمدہ صحن بھی خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ بیٹھک کے اندر بہت بڑا ٹل لٹک رہا ہے۔ ایسے ٹل جو مغلیہ دور میں شاہی خزانہ میں نصب ہوا کرتے تھے۔ روایت مشہور ہے کہ دل کی مراد مانگنے کے لئے

marfat.com

ٹل کو ہاتھ میں پکڑ کر حرکت دی جاتی ہے۔ بیٹھک کے اندر وہ مقام نمایاں ہے۔جہاں حضرت سخی سرورؒ نے کئی سال قیام کیا۔
بیٹھک میں استعمال کی گئی لکڑی ساگوان کی ہے۔ جو مضبوطی میں اپنی مثال آپ ہے۔ بیرونی دروازہ کے قریب ایک برآمدہ نما کمرہ ہے۔جہاں حضرت سلطان سخی سرورؒ کی گھوڑی باندھی جاتی تھی۔ بیرونی دیوار پر نقش ونگار بالکل تازہ معلوم ہوتا ہے۔
صحن اور بیرونی راستہ چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ اینٹیں سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود صحیح اور سلامت ہیں۔
بیٹھک کے جانب مغرب کئی قدیمی قبریں ہیں۔ قریب ہی ایک کنواں ہے۔ یہ کنواں بھی چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کنواں پر گنبد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تعمیر کروایا تھا۔ کنواں کے قریب مال مویشی گھوڑوں کے لئے پانی کے چھوٹے چھوٹے حوض تعمیر کئے گئے ہیں۔ یہ پانی کا چشمہ حضرت سخی سرورؒ کی دعاؤں سے پھوٹ پڑا تھا۔

دھونکل میں حضرت سلطان سخی سرورؒ کی بیٹھک ہے۔ آپ کی آمد سے ہندوؤں کی اس بستی میں لاتعداد لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کا روضہ مبارک ڈیرہ غازی خان میں ہے۔ آپ کا اصل نام سید احمد سلطان ہے۔ لیکن سخی سرور کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ چونکہ دریادل تھے جو کچھ آپ کے پاس آتا خدا کی راہ میں لٹا دیتے۔ شادی میں جو سامان ملا وہ

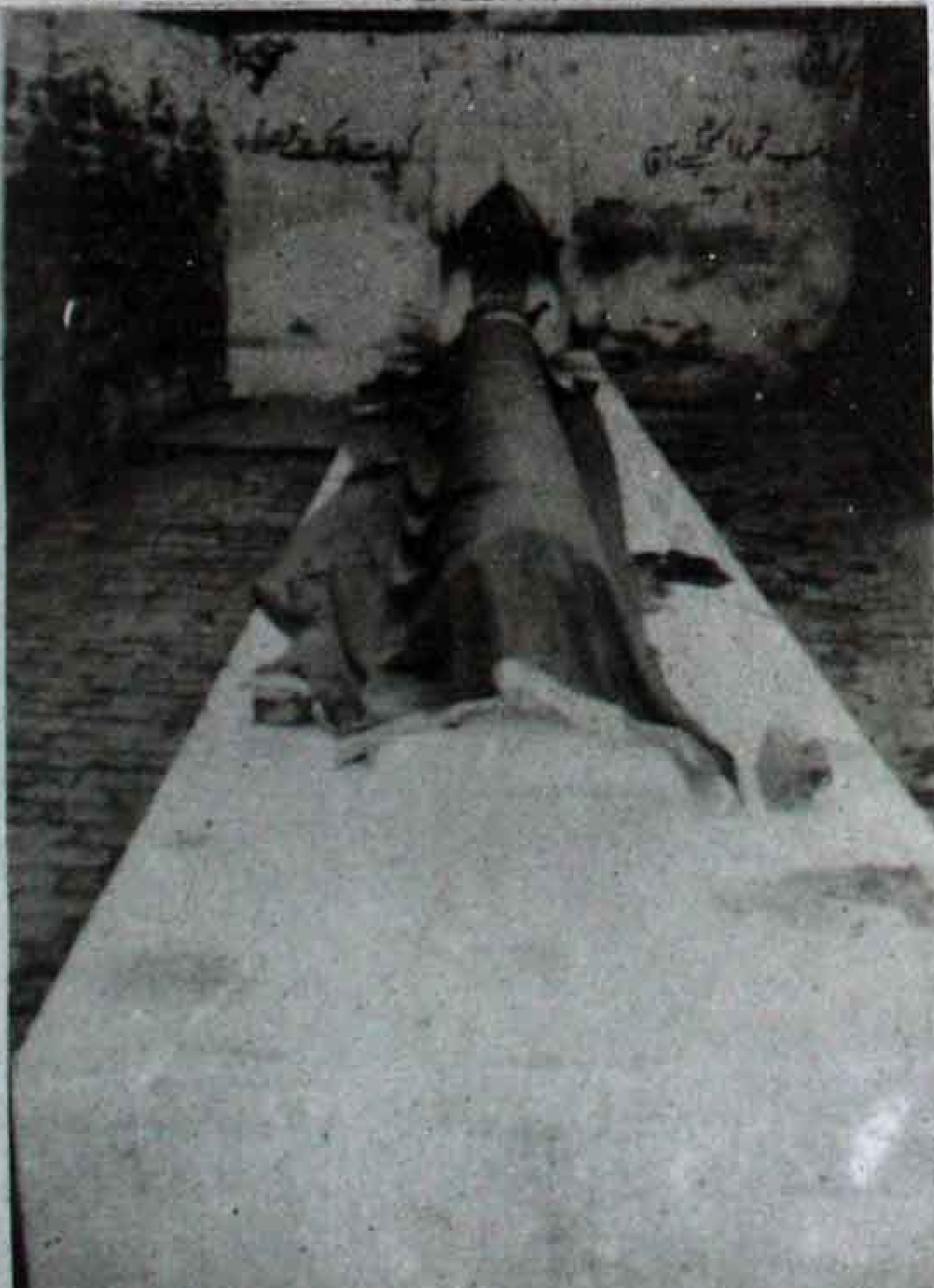

دھونکل کے ٹبہ پر 9 گز لمبا مزار

marfatcom

بھی آپ نے محتاجوں میں تقسیم کردیا اس لئے آپ لوگوں میں سخی مشہور ہوئے۔ آپ کے بزرگ عرب کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد حضرت زین العابدین بغداد سے برصغیر پاک وہند میں تشریف لائے۔ ملتان کے قریب شاہ کوٹ میں 1126ء میں قیام پذیر ہوئے۔ یہاں رکنے سے قبل آپ 22 سال روضہ رسول پر خدمت سرانجام دیتے رہے۔ ایک روز سرکار دو عالمؐ نے خواب میں ہندوستان جانے کا حکم دیا۔ آپ فوراً ہندوستان آگئے۔ آپ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ گزر اوقات کے لئے زراعت کے علاوہ بھیڑ بکریاں بھی پال رکھی تھیں۔ حضرت سخی سرور یہاں 1120ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن میں بہت ذہین تھے۔ لاہور میں مولانا سید محمد اسحاق سے ظاہری علوم حاصل کیا۔ علم حاصل کرنے کے بعد آپ نے واپس آکر باپ کا پیشہ اختیار کیا لیکن زیادہ تر وقت اللہ کی یاد میں گزارتے۔ تلاش حق کے لئے کئی مقامات کی سیر کے لئے نکل پڑے۔ عراق میں سلسلہ چشتیہ قادریہ سہروردیہ سے فیض حاصل کیا۔ آپ حضرت مودود چشتی کی خدمت میں رہ کر سید عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے ان سے سلسلہ قادریہ میں فیض پایا۔ ان بزرگوں کے علاوہ حضرت سخی سرورؒ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے بھی خصوصی فیض پایا۔ انہوں نے خرقہ خلافت عطا کی۔ آپ کا ذاتی رحجان بھی سلسلہ سہروردیہ کی طرف رہا۔ جس کی وجہ سے آپ کا شمار سلسلہ سہروردیہ کے بزرگوں میں ہوتا ہے۔ بغداد سے واپسی پر آپ نے چند روز لاہور میں قیام فرمایا۔ پھر سوہدرہ میں دریائے چناب کے کنارے یاد الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں آپ کی بزرگی ولایت کا چرچہ دور دور تک پھیل گیا لوگوں کا ہجوم ہر وقت حاضر خدمت رہتا۔ یہاں جو کچھ میسر آتا فوراً راہ خدا میں لٹا دیتے۔ یہاں بھی سخی داتا سرورؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ دھونکل میں آپ نے چند سال قیام فرمایا۔ یہ جگہ اجاڑ اور ویران تھی۔ آپ کی دعاؤں سے یہاں پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے دینی و دنیاوی فیض کی جھولیاں بھر کر لے جاتے۔ دھونکل کے نمبردار کا لڑکا کہیں گم ہوگیا۔ نمبردار نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا لڑکا شام تک واپس آجائے گا۔ چنانچہ شام تک نمبردار کا لڑکا گھر واپس آگیا۔ آپ کو وطن سے نکلے ہوئے کئی سال ہوگئے تھے۔ واپس شاہ کوٹ ملتان تشریف لے گئے۔ اسی دوران آپ کی بزرگی ولایت کے چرچے برصغیر کے کونے کونے میں پہنچ چکے تھے۔ خدا کی مخلوق میلوں سفر کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی لیکن آپ کے خالہ زاد بھائی آپ کی شہرت سے حسد کرنے لگے۔ جب خالہ زاد بھائیوں کی عداوت انتہا کو پہنچ گئی تو آپ نقل مکانی فرما کر ڈیرہ غازی خان تشریف لے گئے۔ کوہ سلمان کے دامن میں نگاہیہ کے مقام پر قیام فرمایا اور یاد الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ یہاں بھی آپ سخی سرور کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہاں بھی آپ کی خدمت میں ہر مذہب وملت کے لوگ حاضر ہوتے کئی غیر مسلم آپ کی نگاہ کرم سے مسلمان ہوئے۔ 53 سال کی عمر میں 1121ء کو آپ کے خالہ زاد بھائیوں نے آپ کو شہید کردیا۔ آپ کا مزار اقدس ڈیرہ غازی خان کے مغرب کی جانب تیس میل دور بستی سخی سرور میں ہے۔ جہاں مخلوق خدا دن رات حاضری دیتی ہے۔ دھونکل میں آپ کی بیٹھک کی قدیمی تاریخی روحانی عمارت محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ یہ عمارت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ رنگ وروغن صفائی نہ ہونے کے برابر ہے۔ البتہ مغلیہ دور کی تعمیرات اور نقش ونگار ابھی تک نمایاں ہیں۔ لکڑی پر جو کام کیا گیا ہے وہ بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ پانی کا وہ چشمہ جو آپ کی دعاؤں سے جاری ہوا تھا جس پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے گنبد تعمیر کروایا وہ بھی دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ

marfatcom

سے ٹوٹ پھوٹ رہا ہے۔ اس کنواں کو صاف کر کے پانی کو بطور تبرک مخلوق خدا میں تقسیم کیا جائے۔ اس قدیمی تاریخی روحانی عمارت کی مرمت کی جائے۔ دھولکل کے جانب مغرب سڑک کے کنارے سخی سرور کے ساتھ آئے ہوئے آپ کے خدمت گزار کا مزار ہے۔ سخی سرور کے قیام کی وجہ سے بلند و بالا قلعہ نما ٹبہ اور اس پر ہزاروں سالہ قدیمی نوگز لمبا مزار ٹبہ پر سکندر اعظم کے دور کی نصب شدہ اینٹیں اس بات کی داعی ہیں کہ دھولکل کی تاریخ ہزاروں سالہ پرانی ہے۔

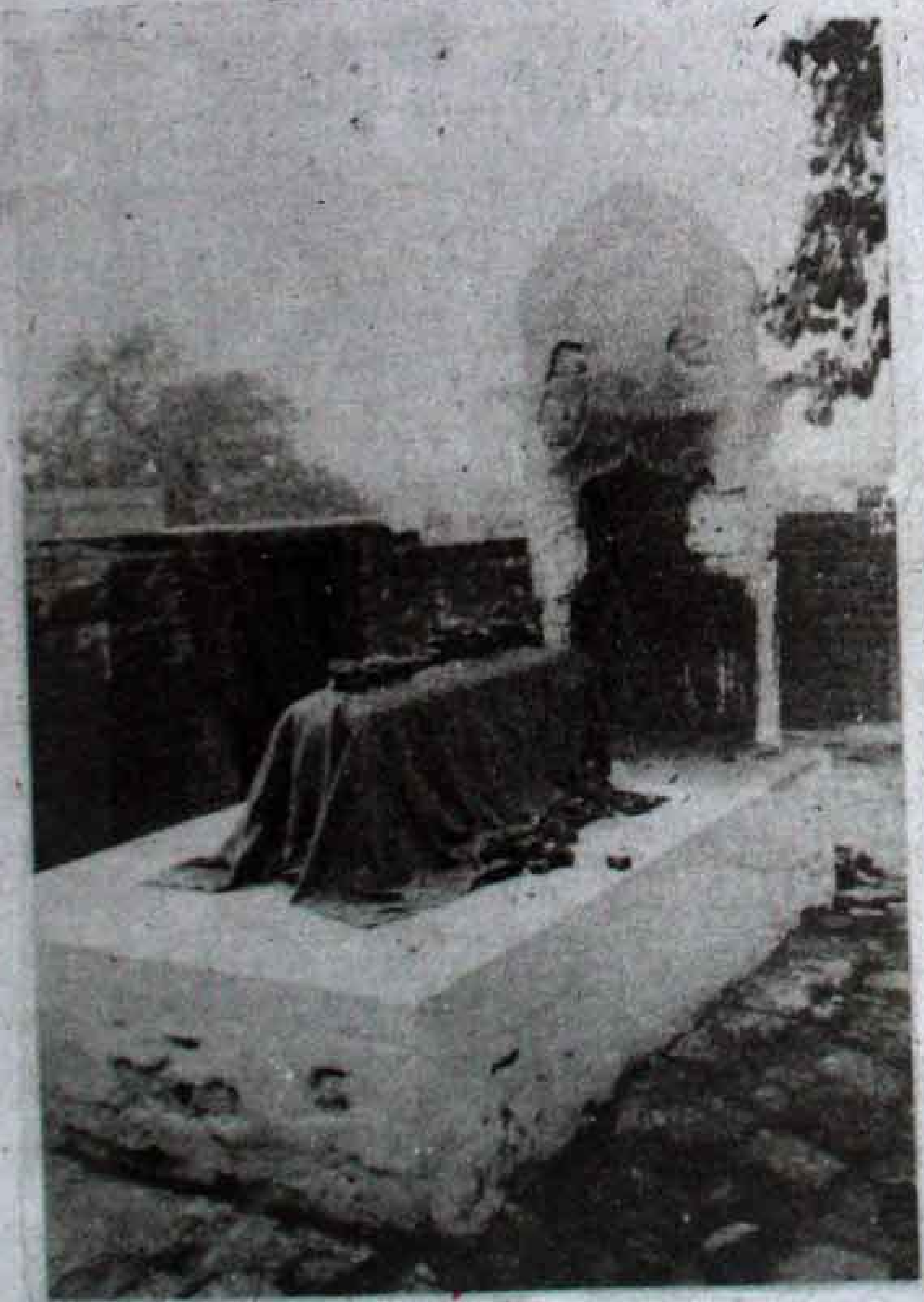

دھولکل کے ٹبہ پر قدیمی مزار

marfatcom

بھروکی چیمہ میں حضرت ناتن النبیؑ کا نو گز لمبا مزار

المشہور پیر شہاب

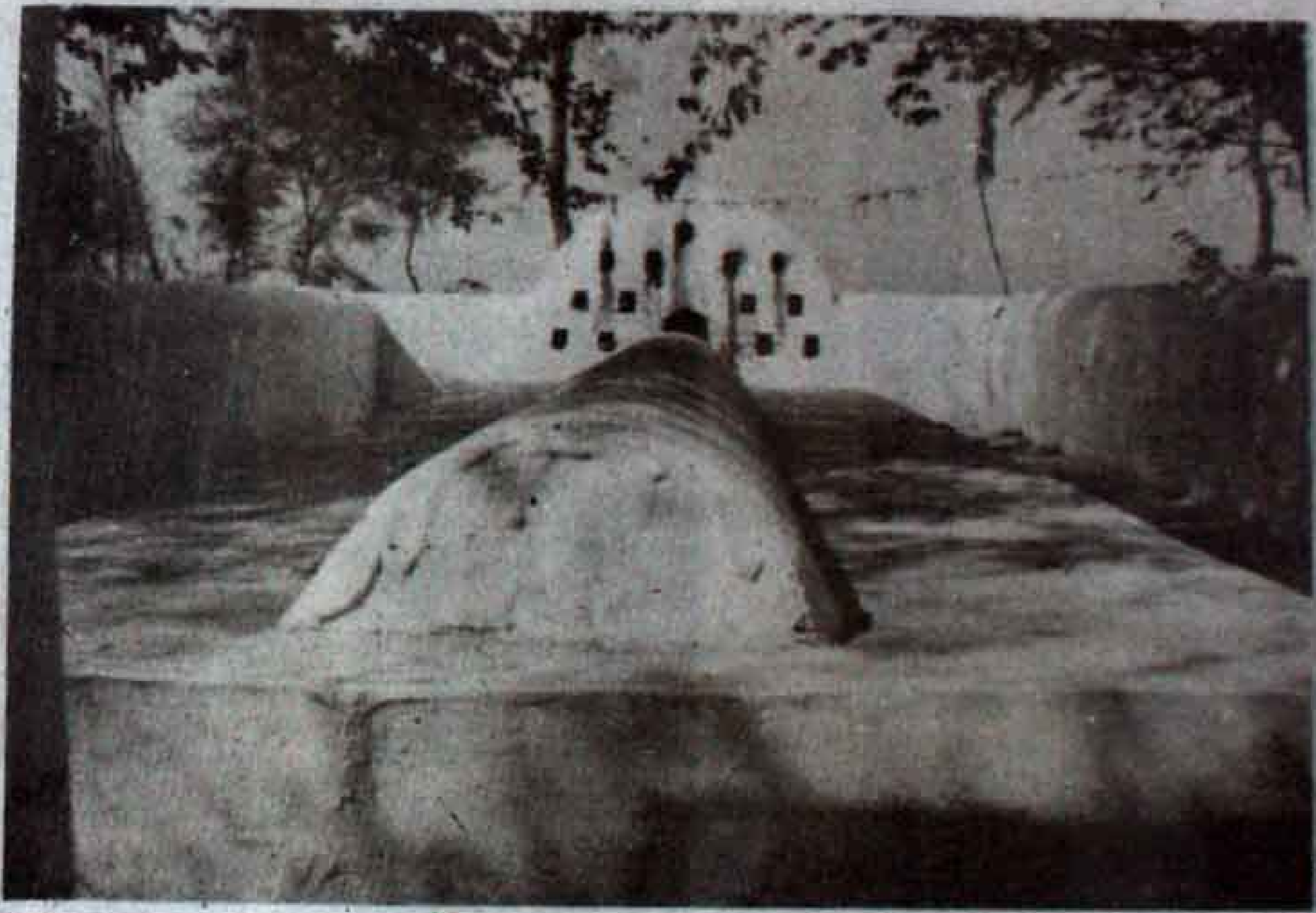

وزیر آباد کے قریب بائی پاس سڑک سے ایک چھوٹی سی سڑک بھروکی چیمہ کی طرف جاتی ہے ۔ بھروکی چیمہ کے جانب جنوب ایک نو گز لمبا مزار ہے ۔ یہ مزار پختہ تعمیر ہے اور چار دیواری بھی ہے ۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 322 کے مطابق صاحب مزار کا نام ناتن النبیؑ ہے رمضان شریف میں راقم حاضری کے لیے وہاں پہنچا تو میرے ساتھ والے آدمی نے کہا افطاری کا وقت ہو چکا ہے ۔ کس چیز سے افطار کیا جائے اتنا کہنا ہی تھا ایک آدمی دال روٹی چاول لے کر مزار پر پہنچ گیا ہم نے افطاری کی مزار پر کوئی غیر شرعی حرکت نہیں ہوتی

marfatcom

وزیر آباد روڈ گھنیانوالہ کے قریب حضرت مرطوش کا نو گز لمبا مزار

وزیر آباد سے ایک سڑک علی پور چٹھہ رسول نگر کی طرف جاتی ہے۔ گھنیانوالہ وزیر آباد سے دس بارہ کلو میٹر کے فاصلہ پر پختہ سڑک پر واقعہ ہے۔ یہ مزار گھنیانوالہ کے جانب شمال بھٹہ خشت کے نزدیک ہے۔ مزار کی لمبائی 9 گز کے قریب ہے۔ چار دیواری بھی ہے۔ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 332 پر یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ آپ حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے تھے۔ نام کے اوپر خلیفہ غازی بھی تحریر کیا گیا ہے۔ نام کے نیچے گھنیانوالہ نزد وزیر آباد تحریر ہے۔ یہ علاقہ بھی بہت زرخیز ہے۔ گندم چاول کی پیداوار میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس قدیمی گزرگاہ کے قریب کئی قدیمی مزار ہیں۔ جو اس علاقہ میں قدیمی بستیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس قدیمی راستہ سے تجارتی قافلے اور حملہ آور گزرتے رہے۔ مزار کے سر کی جانب چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔ قریب ہی چھوٹا سا باغ بھی ہے۔ پینے کے پانی کے لئے ایک نلکا بھی نصب کیا گیا ہے۔

marfatcom

وزیر آباد کے قریب مردیکے میں شمائیل کا 9 گز لمبا مزار

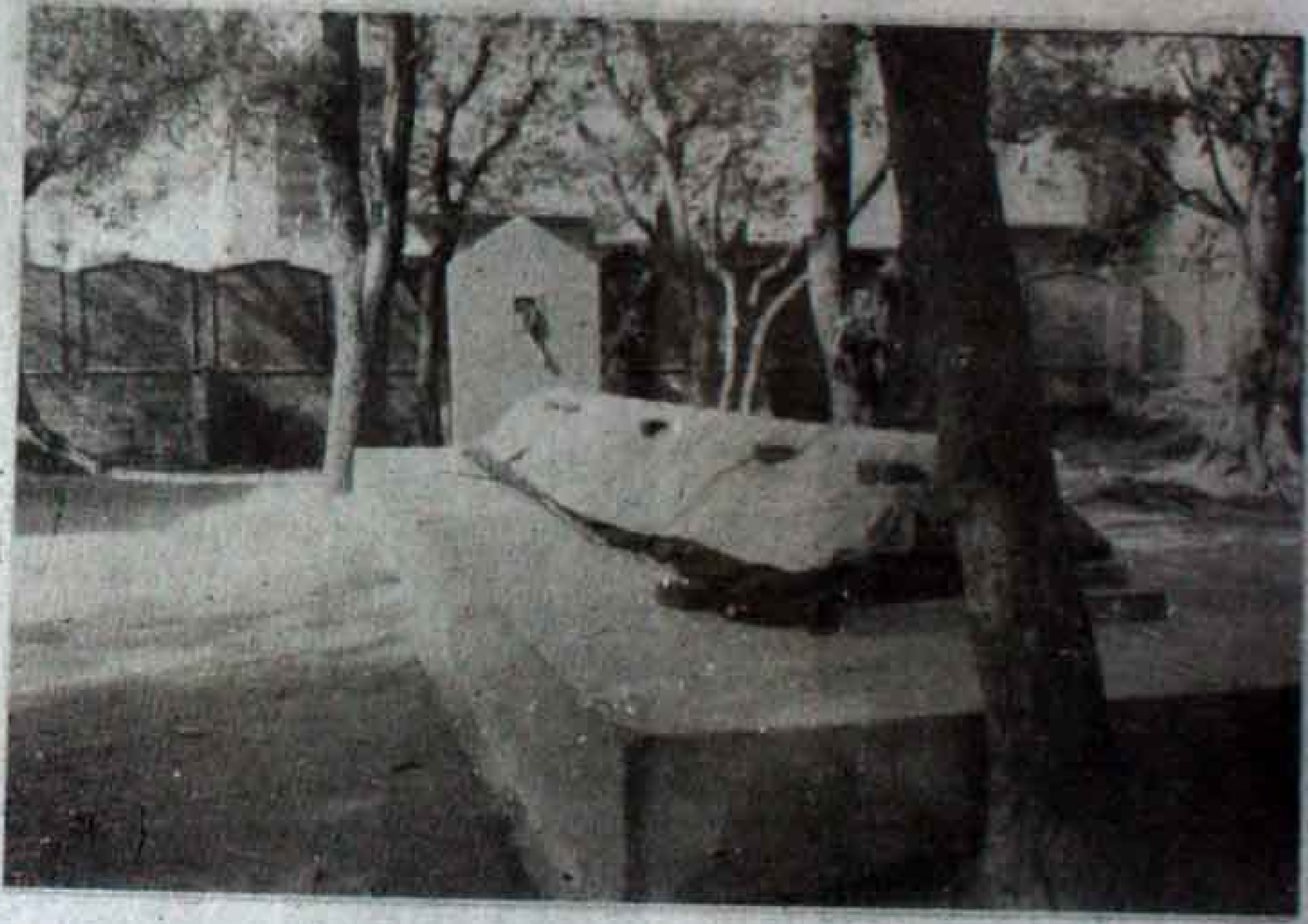

وزیر آباد کے قریب ایک سڑک بھروکی چیمہ کی طرف جاتی ہے نہر کے پل کے قریب مردیکے گاوں ہے یہ مزار گاوں کے قریب ہے مزار پختہ تعمیر ہے لمبائی نو گز ہے ، حافظ شمس الدین گلیانوی کی قلمی دستاویز کے مطابق صاحب مزار کا نام شمائیل ہے مزار کی دیکھ بھال کی جاتی ہے کوئی بے ادبی یا خلاف شرع بات دیکھنے میں نہیں آتی اہل دیہہ پوری عقیدت سے حاضری دیتے ہیں اور صفائی اور دیکھ بھال بھی کرتے ہیں

marfatcom

مردیکے نزد وزیر آباد میں نو گز لمبا مزار

وزیر آباد کے قریب ایک سڑک بھروکی چیمہ کی طرف جاتی ہے اس سڑک پر نہر کے کنارے ایک راجباہ جنڈیالہ کی طرف جاتا ہے ۔ اسی سڑک کے قریب مشہور گاؤں مردیکے ہے ۔ جس کا جدید نام منظور آباد رکھا گیا ہے ۔ مردیکے گاؤں کے جانب مغرب کھیتوں میں ایک 9 گز لمبا مزار ہے ۔ یہ مزار پختہ تعمیر ہے ۔ مقامی روایات کے مطابق یہ چار لمبی قبریں ایک لائن میں ہیں ایک بھروکی چیمہ میں دو مردیکے میں اور چوتھی جنڈیالہ میں ہے ۔ یہ قبر گاؤں مردیکے سے باہر ہے

marfatcom

وزیر آباد میں تھانہ صدر کے قریب 9 گز لمبا مزار

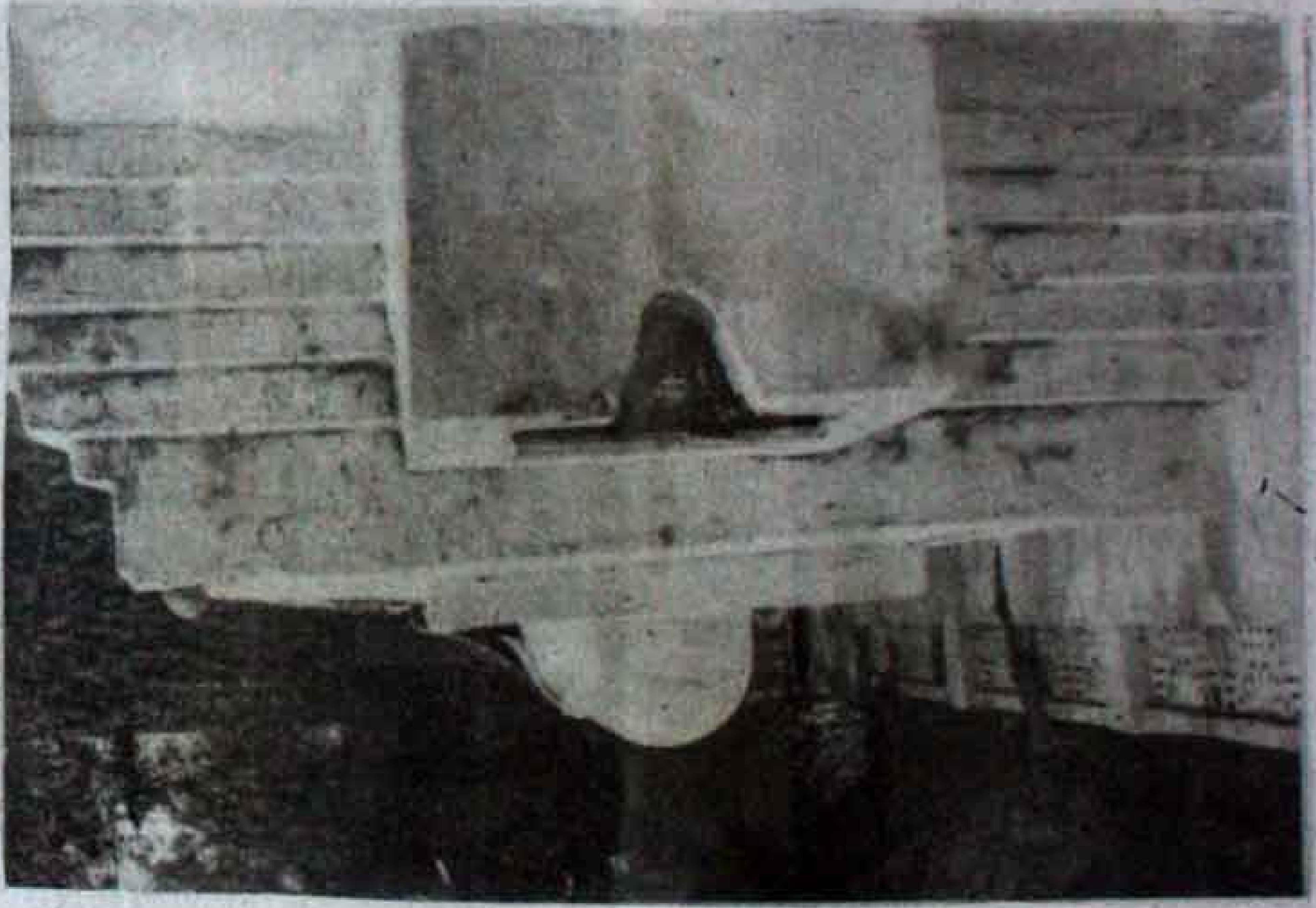

یہ مزار ریلوے لائن کے قریب اور ہیڈ برج کے جانب مغرب تھانہ صدر کے قریب واقع ہے۔ مزار پختہ تعمیر ہے۔ اور ہزاروں سالہ قدیمی ہے اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مزار کے جانب مغرب جو درخت ہے اس کی عمر بھی ہزاروں سال کے قریب ہو گی اور درخت کی تمام ٹہنیوں نے عقیدت اور احترام کے طور پر تمام مزار پر سایہ کر رکھا ہے۔ دکھی اور بھٹکی ہوئی مخلوق یہاں حاضر ہو کر سکون قلب حاصل کرتی ہے۔ اور دل کی مرادیں پوری کرتی ہے۔ یہاں کوئی غیر شرعی حرکت دیکھنے میں نہیں آئی۔ مزار کے جانب مغرب حضرت مولانا عبدالغفور کا مزار مبارک ہے

marfatcom

وزیر آباد کے قریب قدیمی عمارت

یہ قدیمی عمارت وزیر آباد کے قریب سے گزرنے والے جی ٹی روڈ ریلوے اسٹیشن کے قریب ہے حال ہی میں اس کی مرمت کی گئی ہے اس کے اندر قبریں بھی ہیں چاروں طرف دروازے ہیں عام قیاس یہ ہے کہ یہ شیرشاہ سوری کے دور کی عمارت ہے اور بعض روایات کے مطابق شیر شاہ سوری کے دور میں مسافروں کے آرام اور قیام کے لیے یہ عمارت تعمیر کی گئی اور وہاں ڈاک کو وصول کرنے کا نظام تھا لیکن عمارت کے اندر جو قبریں ہیں ہو سکتا ہے کسی بڑی شخصیت یا کسی فوجی جرنیل کی جائے مدفن ہو، طرز تعمیر مغل دور کی ہے اب یہ عمارت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے

marfatcom

وزیر آباد

marfatcom

وزیر آباد - تاریخ و تہذیب کی گمشدہ عظمتوں کا امین

اگر تاریخ کے آئینے میں دیکھا جائے تو کبھی دریائے چناب کے کنارے پر وزیر آباد اور سوہدرہ دو چھاؤنیاں ہوتی تھیں - درۂ خیبر کے راستے حملہ آوروں کو روکنے کیلئے یہ چھاؤنیاں سدراہ بنا کرتی تھیں - جب حملہ آور گجرات سے آگے بڑھتے تو وہ لاہور جانے کیلئے چناب کو قادر آباد، ونیکی کے علاقے سے پار کرتے اور دہلی جانے کیلئے وزیر آباد کے علاقے سے گزرا جاتا - تاریخ بتاتی ہے کہ سکندر اعظم نے پہلے راستے کو منتخب کیا تھا - ایک عرصہ تک وزیر آباد کی یہ عسکری حیثیت قائم رہی - سکھوں کے زمانے تک اسے خاصی اہمیت حاصل تھی - مغل بادشاہ جہانگیر کو کشمیر جانے کے لئے اسی راستے سے گزرنا ہوتا تھا -

وزیر آباد کی بنیاد نواب وزیر خاں نے رکھی تھی - نواب وزیر خاں عہد شاہجہاں میں لاہور کا صوبے دار تھا - اس نے اسے آباد کر کے اپنے نام پر اس کا نام وزیر آباد رکھا اور ایک جامع مسجد عالی شان لاہور میں تعمیر کرائی جو مسجد وزیر خاں کے نام سے مشہور ہے - یہ شخص قوم کا مغل لاہور کا رہنے والا تھا - اصل نام علم الدین تھا - طبیب حاذق تھا - ایک دفعہ جہانگیر کی ملکہ نور جہاں بیمار ہو گئی تو نواب وزیر خاں نے اپنے علاج کے ذریعے اسے اچھا کر دیا - اس طرح اسے شاہی دربار میں خصوصی رسوخ حاصل ہوا - اس نے پنجاب میں بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں - اپنی آبادی سے لے کر آج تک یہ شہر ویران نہیں ہوا - البتہ اس پر بہت سی آفتیں وارد

وزیر آباد میں شیش محل

marfatcom

ہوتی رہیں۔ جب افغان حملہ آور پنجاب پر حملہ کرتے تو لاہور سے پہلے اس شہر کو لوٹا جاتا۔
سکھوں نے اس شہر پر کئی حملے کئے سردار مہان سنگھ کی اجازت سے سردار گوربخش سنگھ وجودھ سنگھ یہاں قیام پذیر ہوئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ تین بار اس شہر پر حملہ آور ہوا۔ تو یہاں کے سردار ہر بار اسے نذرانہ دے کر ٹالتے رہے۔ آخر فقیر عزیزالدین ایک بڑی فوج لے کر رنجیت سنگھ کے حکم سے اس پر حملہ آور ہوا۔ سردار مغلوب ہوئے اور اس شہر پر رنجیت سنگھ کی عملداری ہو گئی۔
نواب وزیر خاں نے اس شہر کے گرد ایک فصیل بنوائی۔ اس فصیل میں مختلف دروازے تھے گجراتی دروازہ، رسول نگری دروازہ اور لاہوری دروازہ وغیرہ۔ رنجیت سنگھ کے ایک مقرب دیوان حکمت رائے نے وزیر آباد میں ایک شیش محل بنوایا تھا جس پر اس دور میں اسی لاکھ کے لگ بھگ خرچ آیا تھا۔ اس عمارت کے لئے شیشے باہر سے منگوائے گئے تھے۔ اس کے ساتھ پائین باغ اور بارہ دریاں بھی تھیں۔ باغ میں فوارے اور آبشاریں تھیں۔ آج اس خوبصورت تعمیر کے باقیات اپنی خستگی میں بھی شوکت دیروز کی بہت سی جھلکیاں لئے ہوئے ہیں۔
جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کا دور آیا تو اس شہر کی ترقی کیلئے مزید کوششیں کی گئیں۔ منشی امید چند اپنی تصنیف سفرنامہ پنجاب (1859ء) میں رقم طراز ہیں۔
یہ شہر سکھوں کی عملداری میں بہت نامور ہوا۔ چنانچہ ابو طویلہ صاحب فرانسیس جو مہاراجہ کا ملازم تھا اس نے

وزیر آباد کے قریب نظام آباد میں مرزا صاحب کی قدیمی حویلی

marfatcom

اس شہر کو بہت آباد کیا کہ چوپڑ کا بازار اور شہر پناہ اوس کے تیار کروائے ہوئے ہیں اور پلکھو ندی کے کنارے پر ایک مکان سمن برج بہت نفیس اور دلچسپ مکان ہے اور اس کے احاطہ میں باغیچہ بھی لگا ہوا ہے۔ مہاراجہ جب ادھر تشریف لاتے ہیں تو اسی مکان میں ٹھہرتے ہیں۔ اس ندی کے قریب تر ایک اور باغ ٹھاکر داس نے لگایا ہے کہ اس باغ اور بارہ دری کی تیاری میں اس کا بہت سا روپیہ خرچ ہوا ہے اور واقعی یہ باغ قابل دیکھنے کے ہے۔ چھاؤنی انگریزی یہاں سے بفاصلہ چار کوس ہے۔

سکھوں کی تعمیرات کے سلسلہ میں مہان سنگھ کا تذکرہ کرتے ہوئے سید احمد شاہ بٹالوی "تاریخ مشتمل براحوال و ملوک آن" (1233ھ) میں رقم طراز ہیں۔

"مہان سنگھ نے کاروان سرائے کے نزدیک ایک باغ تعمیر کیا تھا۔ اس شہر کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ تقریباً بارہ ہزار مکانات اور دو ہزار دکانیں آباد ہیں۔ شمالی دیوار کے ساتھ ایک نالہ بہتا ہے اور یہاں سے دریائے چناب

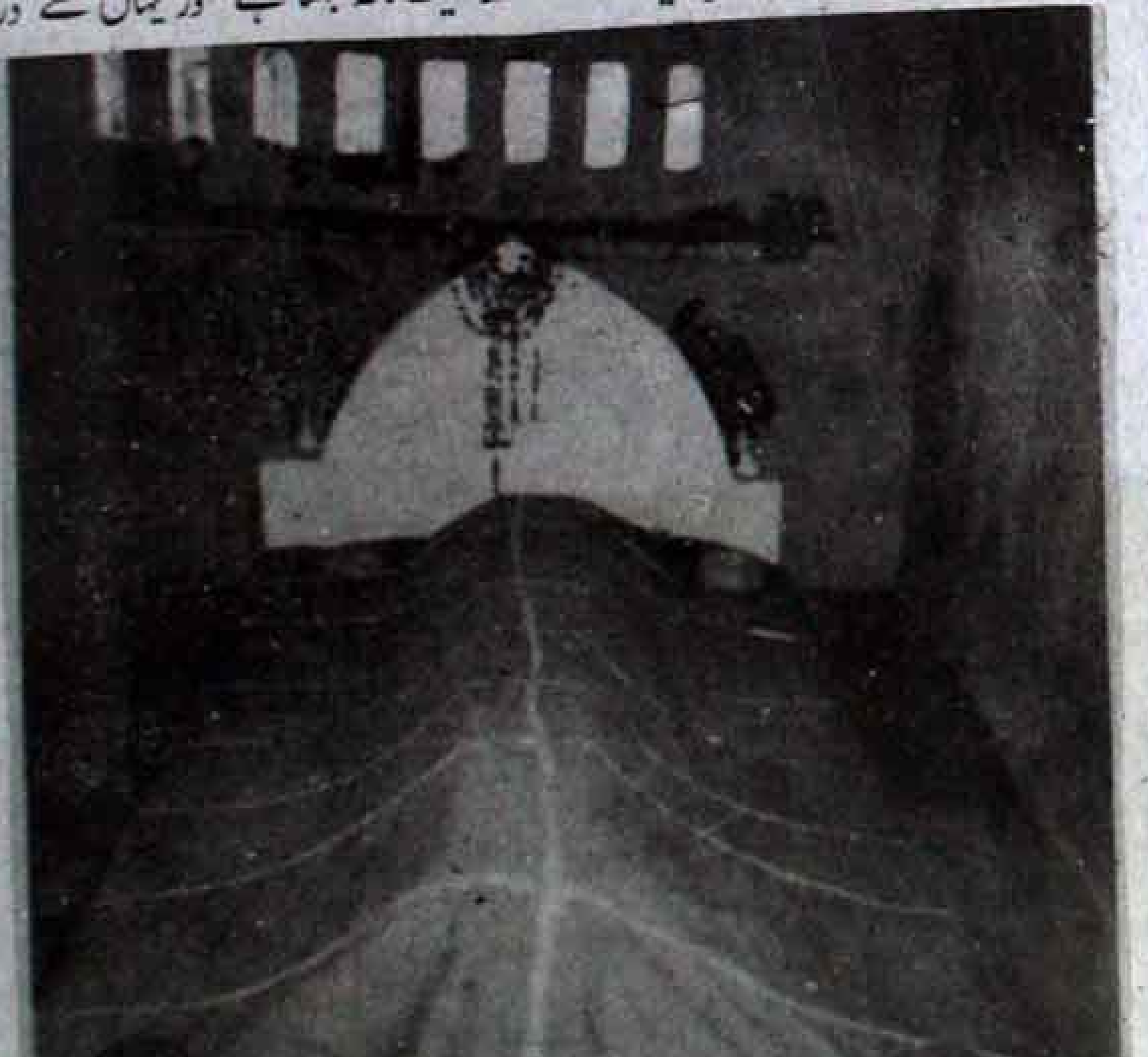

وزیر آباد میں حضرت منو شاہ کا مزار

marfatcom

نصف کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شہر کا اکثر حصہ پختہ اور تھوڑا سا کچا ہے اور اس جگہ راج گھاٹ واقع ہے۔ شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر شیخ الھند کا مزار ہے جو کہ ولی اللہ گزرے ہیں اور بندہ (بیراگی) کی جنگ میں شہر بٹالہ سے باہر سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اس جگہ ایک گاؤں ہے جو کوٹلہ شیخ الھند کے نام سے معروف ہے"

اسی سلسلہ میں مفتی علی الدین (عبرت نامہ جلد اول (1270ھ) کی تحریر ملاحظہ کیجئے۔

"سکھ گردی کے زمانہ میں مہاراجہ سرواچڑت سنگھ کے قبضے میں آگیا۔ سردار مذکور نے یہ اپنے سالے جودھ سنگھ کو جاگیر کے طور پر دے دیا جو عمر بھر اس کا حکمران رہا۔ جب جودھ سنگھ کا ساغر کامرانی و زندگانی سے لبریز ہوا اور سنگ فنا پر گر کر پارہ پارہ ہوا۔ مہاراجہ نے یہ مذکورہ شہر اس کے بیٹے گنڈا سنگھ سے لے کر فقیر عزیز الدین کی کملداری میں داخل کیا۔ 1834ء میں ابوطویلہ صاحب بہادر کی عملداری میں دے دیا۔ اگرچہ پہلے کی نسبت آبادی کی رونق بہت کم ہو گئی ہے تاہم جو کچھ ہے بہت خوب ہے۔ شہر مذکور سے ایک کوس کے فاصلے پر قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت شیخ الھند کا نہایت شاندار مقبرہ تیار کیا گیا ہے۔ شیخ موصوف اپنے زمانے میں مستجاب الدعوات تھے اور آج ان کے سجادہ نشین بڑے متقی بزرگ ہیں اور دور و نزدیک کے سب لوگ ان کا بہت ادب کرتے ہیں"

رنجیت سنگھ کے دور میں اس شہر کا نکھار اور وقار دیدنی تھا اور یہ اس کے انتہائی عروج کا دور تھا۔ جس کے بعد

پلکھو کے قریب وزیر آباد کا فضائی منظر

marfat.com

زوال و غروب کے مرحلے شروع ہو گئے اور اس شہر کی جملہ تابانیاں وقتی طور پر تاریخ کے غبار میں دھندلا گئیں۔ رنجیت سنگھ کے دور میں مستری کرم دین وزیر آباد کے ایک عظیم اسلحہ ساز تھے۔ وزیر آباد اسلحہ سازی کا مرکز تھا اور یہاں توپیں بنتی تھیں۔ بعد میں توپ سازی کی جگہ تلوار سازی نے لے لی اور آج چاقو، خنجر اور کٹلری میں وزیر آباد کو اہمیت حاصل ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری وزیر آباد کی تعمیرات کرتے ہوئے "تاریخ مخزن پنجاب" میں لکھتے ہیں۔

"پلکھو ندی کے کنارے پر ایک مثمن برج مقطع و خوشنما رنجیت سنگھ کے حکم سے بنوایا جس میں وہ خود آکر اترتا تھا۔ باغ بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بنوایا ہوا یہاں تھا۔ جس مقام پر مہاراجہ کا باغ بنایا گیا تھا پہلے وہاں مکانات عجیب وزیر خاں کے بنائے ہوئے تھے۔ وہ سب گرائے گئے اور باغ و برج جدید اب تک موجود ہے۔ پہلے پہل سرکار انگریزی نے یہاں فوج کی چھاؤنی مقرر کی تھی۔ مگر بسبب خرابی آب و ہوا کے برخاست ہو گئے اس شہر میں اکثر اشیاء پاپوش و قلمدان و صندوقچہ و ڈبیا وغیرہ خوشنما بنتی ہیں اور واسطے خوشنمائی کے جو ڈبیا پر ریشم جمایا جاتا ہے وہ صنعت اسی شہر میں ہے"

"کتاب سیر پنجاب کامل" (مولف رائے کالی رائے صاحب 1872ء) میں اس شہر کے انگریزی عملداری کے دور کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اب مسٹر جان انگسن صاحب بہادر نے ایک سرائے و چاہ قابل دید کی تیار کرائی۔ وزیر آباد میں بہت عمدہ

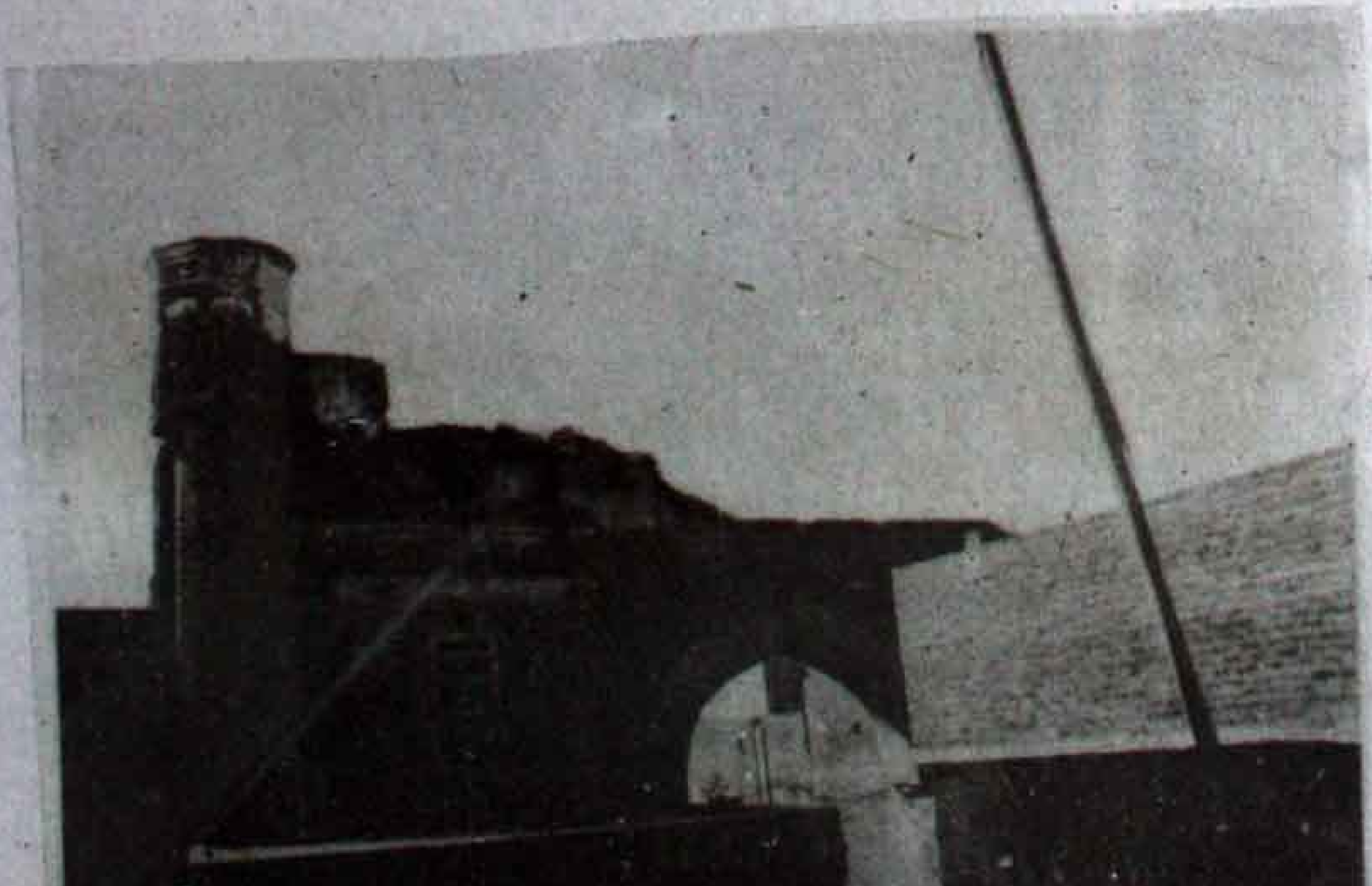

وزیر آباد شیش محل کا ایک منظر

marfatcom

باغ ہیں ایک مکان مشہور ثمن برج تعمیر عہد رنجیت سنگھ میں ہوا بہت خوشنما عمارت ہے ۔ باغ اور سیرگاہ خوب مگر سرکار انگریزی کے عمل میں ضبط ہو کر پانچ ہزار روپیہ "و باتھ راجہ فقیر اللہ خاں راجوری والا کے فروخت ہوا ۔ اب وہ وہاں رہتے ہیں" یہ راجہ فقیر اللہ خاں راجہ رحیم اللہ خاں والئی ریاست راجور کے پوتے تھے ۔

جب ہندوستان کی ضلع بندی کی گئی تو یہ شہر بھی مقام ضلع قرار پایا تھا ۔ پھر 1851ء میں سیالکوٹ مقرر ہوا اور یہ قصبہ اس کی ایک تحصیل قرار پایا ۔ پھر 1852ء میں یہ تحصیل ضلع گوجرانوالہ سے متعلق ہو گئی اور اس کا عملہ تحصیل ، تحصیل ڈسکہ میں مامور ہو گیا 1856ء میں قصبہ رام نگر سے تحصیل اٹھ کر اس قصبہ میں مامور ہوئے ۔ تاریخ مخزن پنجاب 1870ء میں اس دور کا احوال یوں درج ہے ۔

" مالکان دیہہ زمینداران اقوام متفرق ہیں مگر ارائیں بکثرت ہیں اور جاٹ بھی کس قدر ہیں ۔ خاندان قاضیوں کا قدیمی ہے اور قاضی غلام قادر ایک طبیب و فاضل آدمی اس خاندان میں مشہور ہے ۔ اور قوم جاٹ میں چودہری غلام قادر جاگیردار ہے ۔ قصبہ میں بادکش یعنی پنکھا خوب بنتا ہے ۔ اور پھٹہ پشاور سے منگایا جاتا ہے ۔ کوہستانی لکڑی لائق عمارت کے یہاں کثرت سے بکتی ہے اور ایک نامی منڈی لکڑی کی یہاں موجود ہے ۔ عمارت اس کی عموماً پختہ ہے ۔ چار ہزار تین سو پچاس گھر اور آٹھ سو پچاس دکانیں ہیں اور پندرہ ہزار سات سو تیس آدمی کی مردم شماری ہے ۔ باغ بھی اکثر ہیں ۔ جن میں سے باغ دیوان کھاکر داس چوپڑہ و کرپارام چوپڑہ کا اچھا ہے اور مسٹر بیچ صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر کی بنوائی ہوئی منڈی جس میں غلہ بکتا ہے نہایت اچھی ہے ۔ جس کا

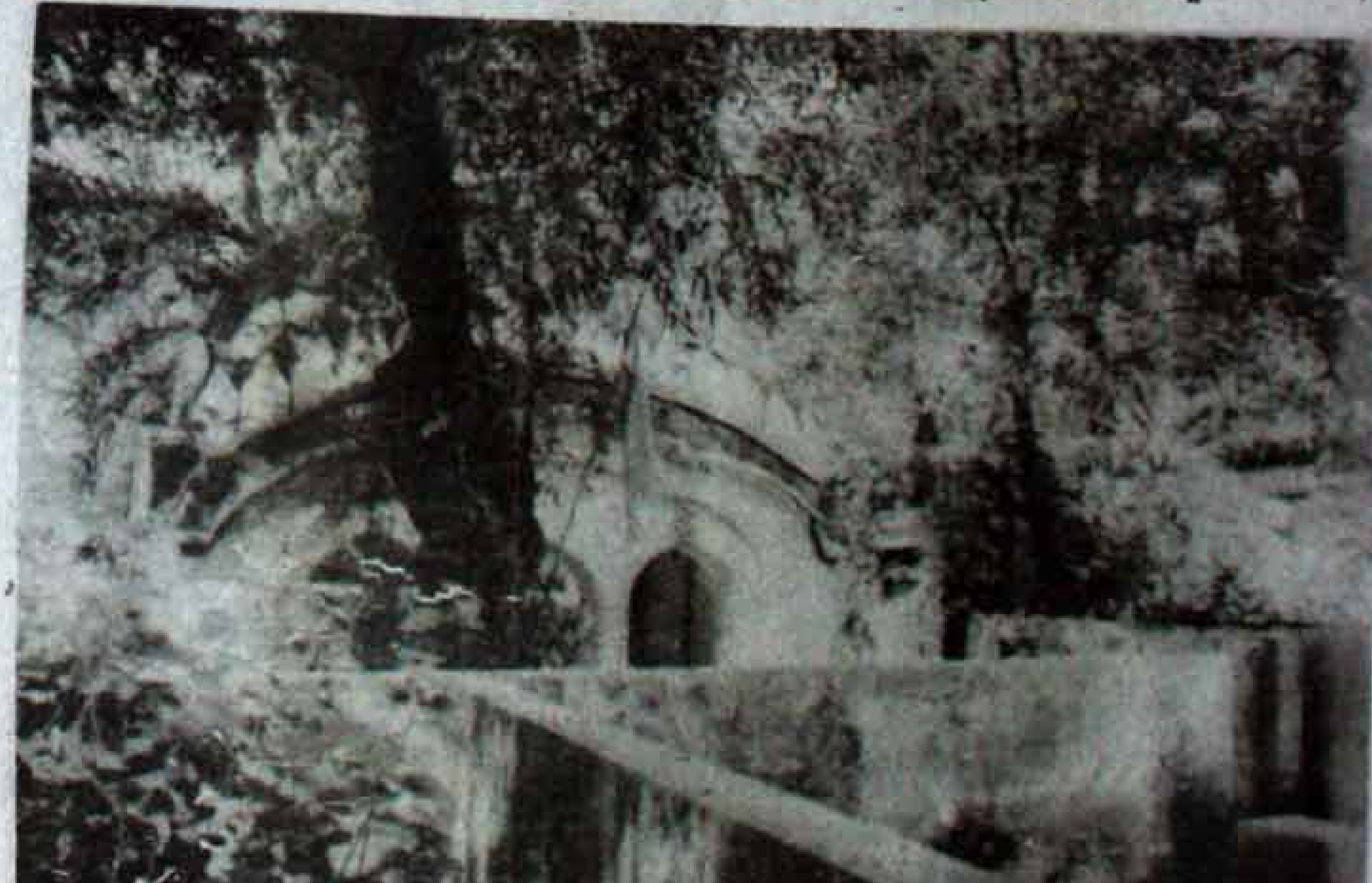

وزیر آباد میں پیر مٹھا کا مزار

marfatcom

نام بج گنج رکھا ہے ۔ اس قصبہ میں میلہ بیساکھی کا بڑا ہجوم دریا کے کنارے اور شہر کے بازاروں میں ہوتا ہے ۔
قصبوں اور شہروں کی آبادی میں اتار چڑھاؤ واقع ہوتے رہتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ ممتاز برطانوی مورخ اور ماہر اعداد و شمار مسٹر ڈبلیو ہنٹر کی رپورٹ کے مطابق 1881ء میں وزیر آباد کی آبادی 16464 افراد پر مشتمل تھی جبکہ حکومت پنجاب کے شائع کردہ جغرافیہ ضلع گوجرانوالہ کے مطابق 1904ء میں اس شہر میں 15786 افراد آباد تھے ۔ اسی رپورٹ کے مطابق ابتدائی طور پر گوجرانوالہ ضلع وزیر آباد کے وسیع علاقے کا ایک حصہ تھا ۔ یہ سارا علاقہ رچنا دواب کے سارے بالائی حصے پر مشتمل تھا ۔ اس دور میں وزیر آباد اور گوجرانوالہ آبادی اور دولت کے اعتبار سے ضلع کے صف اول کے شہروں میں شمار ہوتے تھے ۔
برطانوی عہد حکومت کے ابتدائی دور میں وزیر آباد میں ایک بہت بڑی فوجی چھاؤنی بھی قائم کی گئی تھی ۔ اس کا ثبوت وزیر آباد میں یورپی باشندوں کے دو قبرستانوں سے ملتا ہے جو آج بھی موجود ہیں ۔ وزیر آباد کے قریب دریائے چناب پر لوہے کا پل بنا ہوا ہے جس پر سے ریل گزرتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ یہ پل اتنا لمبا بنایا گیا تھا کہ

وزیر آباد کے پیر سٹھا قبرستان میں شیخ نجم الدین کا مزار

marfatcom

دنیا میں اس کے برابر کوئی پل نہیں تھا۔ تقسیم برصغیر سے طویل عرصہ پیشتر جب انگلستان کے ولی عہد آئے تھے تو انہوں نے اپنے دست مبارک سے چاندی کی ایک میخ اس میں گاڑی تھی اب یہ پل چھوٹا کر دیا گیا ہے۔ 1904ء میں یہاں شفاخانہ، ڈاک گھر، سرائے اور پادریوں کا مدرسہ تھے ایک اسلامیہ سکول تھا جسے قاضیوں کا مدرسہ کہتے تھے۔ اس میں پرائمری تک تعلیم ہوتی تھی۔ 1897ء میں ایک وکٹوریہ ڈائمنڈ جوبلی ہائی سکول لوگوں نے چندہ اکٹھا کر کے بنایا تھا۔

شاہراہ اعظم کے کنارے واقع ہونے کی بنا پر یہ شہر آبادی اور دیگر وسائل کے لحاظ سے مسلسل ترقی کرتا رہا۔ جلیانوالہ باغ کے ردعمل کے طور پر یہاں کے حریت پسندوں نے استقامت و پامردی سے بھرپور احتجاج کیا۔ تحریک خلافت کے سلسلہ میں اس شہر کے اصحاب ایمان نے مدتوں قربانی و ایثار کی بدولت عظمت اسلام کی شمع جلائے رکھی۔ مولانا ظفر علی خاں کو اس شہر سے اخلاقی و عملی قوت فراہم ہوتی تھی۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء نے اس شہر میں فکر و عمل کی وہ شمعیں روشن کیں کہ ایک زمانہ ان سے مستفیز ہوتا رہا تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کیلئے وزیر آباد شہر اور علاقہ کے عوام نے ولولہ انگیز کردار ادا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد اس شہر کی تہذیب و ترقی کیلئے بہت سے اقدامات کئے گئے۔ تحصیل کا صدر مقام ہونے کی بناء پر اس شہر میں بہت سے اعلیٰ دفاتر موجود ہیں۔ تحصیل کچہری سول ہسپتال دفتر اے سی کے علاوہ یہاں گورنمنٹ ظفر علی خاں کالج بھی موجود ہے۔ یہاں کا ریلوے جنکشن ملک بھر میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

وزیر آباد کے قریب کوٹلہ پیراں کے روحانی مزارات

marfatcom

الغرض وزیر آباد کا شہر صرف صنعت و حرفت میں ہی ممتاز نہیں بلکہ اپنا ایک عظیم سیاسی تمدنی اور ثقافتی پس منظر رکھتا ہے ۔ دیدہ بینا زلف یار کی طرح بل کھاتے ہوئے راستوں اور چناب کی رواں دواں لہروں کو دیکھے تو اسے حسن و کمال کی دلکش روایتیں فکر و نظر کی عظیم داستانیں، شہنشاہوں کے نقوش قدم کی تابانیاں اور حملہ آوروں کی بگٹٹ یلغاروں کی فتنہ سامانیاں زمانے کی رو کے ساتھ ساتھ رنگ ڈھنگ اور آہنگ بدلتی نظر آئیں گی۔ اس سرزمین نے شہنشاہوں کے قدم بھی چومے ہیں اور اقلیم فقر کے تاجداروں کی پابوسی کا شرف بھی حاصل کیا ہے ۔ شمع حریت کے پروانوں کی طرح آتش نمرود میں جل کر امر ہو جانے کا اعزاز بھی حاصل کیا ہے اور خاک و خون میں لوٹ کر دو قومی نظریئے کے نخل سرسبز کی دائمی لہلہاہٹ کے سامان بھی پیدا کئے ہیں

====

وزیر آباد میں حضرت صمد شاہ کا مزار

marfatcom

دریائے چناب کے کنارے وزیر آباد تاریخی شہر

****

نالہ پلکھو اور دریائے چناب کے کنارے ہزاروں سالہ پرانی تہذیب کے آثار ملتے ہیں۔ دریائے چناب اور پلکھو کے کنارے وزیر آباد ایک قدیمی شہر ہے۔ ماضی میں یہاں ایک بہت بڑا پتن ہوا کرتا تھا۔ مختلف شہروں کو جانے والے قدیمی راستے وزیر آباد کے گردو نواح سے گزرتے یہاں تجارتی قافلے اور حملہ آوروں نے پڑاؤ کیا۔ وزیر آباد کے قریب سوہدرہ قدیمی شہر ہے۔ سوہدرہ کو سلطان محمود غزنوی کے جرنیل ایاز نے دوبارہ تعمیر کیا۔ سوہدرہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اس کے سو 100 دروازے تھے۔ دریائے چناب کے کنارے یہ عالیشان شہر تھا۔ مغل گورنر نواب علی مردان خان نے دوبارہ تعمیر کروایا۔ باغ کے علاوہ پانی کی سپلائی کے لئے ایک نہر بھی تعمیر کروائی۔ باغ نو لکھا کے نام سے مشہور تھا۔ سوہدرہ میں کئی تہذیبیں آباد ہوئیں اور مٹتی گئیں۔ اب کہیں کہیں پرانی تہذیب کے آثار ملتے ہیں۔

جس کا ذکر تاریخی کتابوں میں ملتا ہے۔ دریائے چناب کے کنارے یہ بھی ایک قدیمی شہر ہے۔ سوہدرہ میں جہاں بھی کھدائی کی جائے تو مٹی کے برتوں کے ٹکڑے اور انسانی ہڈیاں پائی جاتی ہیں۔ یہاں تین 9 گز لمبے مزار بھی ہیں۔ جو کسی پرانی تہذیب کی نشاندہی کرتے ہیں۔ وزیر آباد سے ایک سڑک سوہدرہ، وزیر آباد

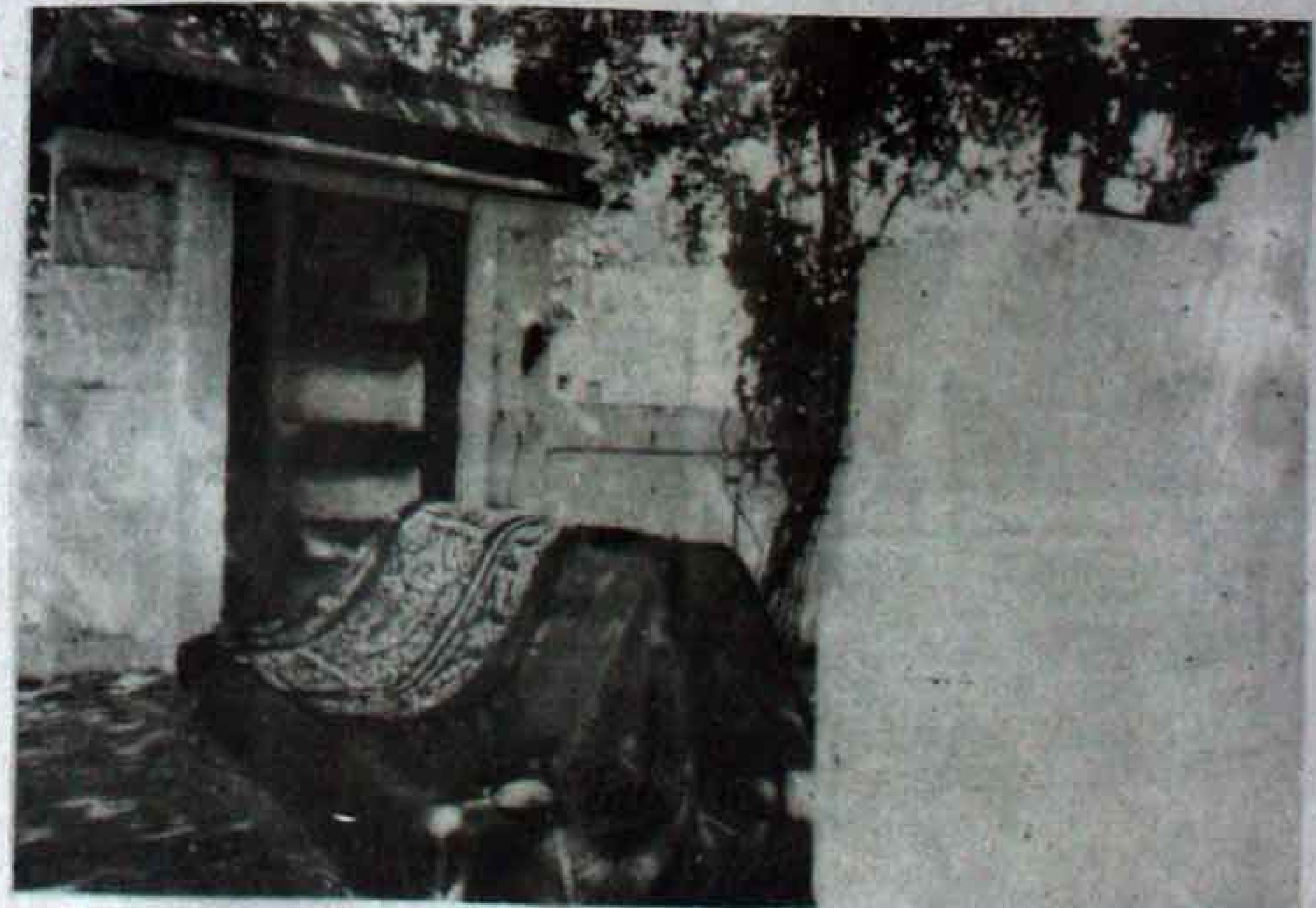

وزیر آباد میں حضرت صدراللہ شاہ کا مزار

marfatcom

سیالکوٹ کے لئے دوسری سڑک ڈسکہ پسرور کے لئے تیسری سڑک نظام آباد دھونکل کے لئے ۔ جی ٹی روڈ کے علاوہ علی پور چٹھہ ، رسول نگر کی طرف یہ سڑک نکلتی ہے ۔ جی ٹی روڈ نے وزیر آباد کو گجرات اسلام آباد سے ملا رکھا ہے ۔ وزیر آباد ایک صنعتی شہر ہے ۔ ریلوے جنکشن فیصل آباد ، سیالکوٹ نارووال کے لئے ٹرینیں جاتی ہیں ۔ اس کے علاوہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے ۔ وزیر آباد کے قریب دریائے چناب پر الیگزنڈر پل تعمیر کیا گیا ہے ۔ اس پل کا افتتاح پرنس آف ویلز جو ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا نے 22 جنوری 1876ء میں کیا ۔ پل کی لمبائی 9300 فٹ کے قریب ہے ۔ جس کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ لوہے سے تعمیر شدہ یہ پل دنیا کے لمبے ترین پلوں میں ہے ۔ وزیر آباد کا شہر مغل وزیر خاں کے دور میں آباد ہوا ۔ وزیر خاں شاہ جہاں کے دور میں گجرات کا حاکم تھا ۔ اسی وزیر خاں نے لاہور میں مسجد تعمیر کروائی ۔

انگریزوں کے دور حکومت میں وزیر آباد کچھ عرصہ کے لئے انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا ۔ اس لئے یہ ہیڈ

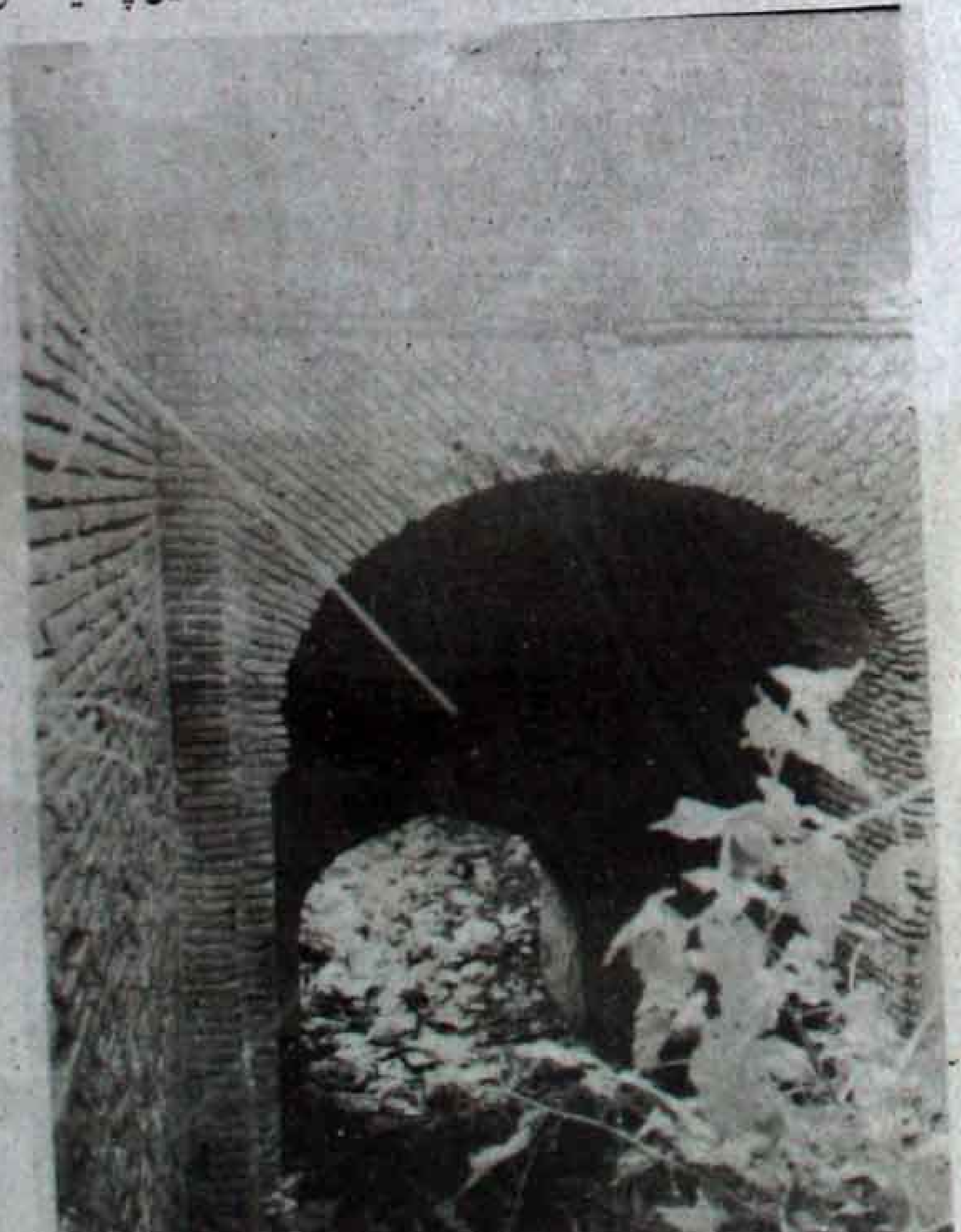

وزیر آباد کے قریب نظام آباد میں شیر شاہ سوری کے دور کی تعمیر کردہ ایک باؤلی کا دروازہ

marfat.com

کوارٹر تھا۔ ضلعی ہیڈ کوارٹر اور کنٹونمنٹ بھی رہا۔ بعد میں یہ سیالکوٹ منتقل کر دیا گیا۔ وزیر آباد ایک صنعتی شہر ہے۔ یہاں پر چھریاں، چاقو بنائے جاتے ہیں۔ قالین سازی کے علاوہ ہڈیوں اور چاول چھڑنے کے کارخانے ہیں۔ پرانی عمارتوں میں ثمن برج، شیش محل کے علاوہ شیر شاہ سوری کے دور کی تعمیر کردہ باولی، مسجد بھی ہے۔ باولی اور مسجد دھونکل کو جانے والی قدیمی سڑک پر ہے۔ باولی کے قریب کئی سو سالہ بوہڑ کا درخت بھی تھا۔ راقم نے جب باولی کے فوٹو کے لئے موقع ملاحظہ کیا تو اس قدیمی درخت کو کاٹ رکھا تھا۔ ماضی میں اس درخت کے نیچے تجارتی اور شاہی فوجیں کام کرتی تھیں۔ باولی اور اس کے قریب چند مقامات پر

پرانی قبریں بھی ہیں۔ جو چھوٹی اینٹوں سے بنائی گئی ہیں۔ یہ قبریں بھی شیر شاہ سوری کے دور کی معلوم ہوتی ہیں۔ جی ٹی روڈ کے قریب شیر شاہ سوری کے دور کی ایک پرانی عمارت بھی ہے۔

اس عمارت کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ عمارت ڈاک کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ جن دنوں یہ عمارت محکمہ آثار قدیمہ تعمیر کر رہا تھا تو کھدائی کے دوران یہاں قدیمی قبریں بھی دریافت ہوئیں۔ یہ سڑک اسٹیشن کے قریب جی ٹی روڈ کے کنارے ہے۔ قریب ہی تھانہ صدر کے پاس 9 گز لمبا مزار ہے۔ اہل کشف کے مطابق یہاں نبی دفن ہیں۔ قریب ہی بھٹی میں شیخ القران حضرت پیر خواجہ عبدالغفور چشتی نظامی قادری جنیدیؒ کا مزار بھی ہے۔ نالہ پلکھو کے کنارے پیر مٹھا قبرستان کے قریب کوٹلہ پیراں میں حضرت احمد شاہ المعروف شیخ الہند اور ان کی اولاد کے مزارات ہیں۔ حضرت احمد شاہ المعروف شیخ الہند جہانگیر کے دور

وزیر آباد کے قریب نظام آباد میں شیر شاہ سوری کے دور کی تعمیر کردہ باولی کی تباہی کے آثار

marfatcom

میں ہو گزرے ہیں۔ جو بغداد سے آئے تھے۔ بغداد سے ایران و سندھ میں وعظ کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے۔ کہتے ہیں کہ آپ کا مزار شہنشاہ جہانگیر نے تعمیر کروایا تھا۔ مزار مغلیہ طرز کی عکاسی کرتا ہے۔ نقش و نگار کے علاوہ فارسی میں چھ اور دوسری تحریر لکھی نظر آتی ہے۔ آپ بہت بڑی ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ پیر مٹھا کے قبرستان میں حضرت بابا پیر مٹھا کا روضہ مبارک بھی ہے۔ انہی کے نام سے یہ قبرستان مشہور ہے۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ اسی قبرستان میں حضرت شیخ نجم الدین المعروف سکندر بادشاہ کا مزار ہے۔ جن کے مزار پر یہ تحریر درج ہے۔ سرچشم عشق شہنشاہ ہندوستان اول ٹاپوئے ہند قطب الاقطاب حضرت شیخ نجم الدین تاریخ وصال 5 فروری 1911ء بمقام شمس برج وزیر آباد مزار کے کتبہ پر یہ معلوماتی تحریر بھی درج ہے۔ مصر کے شہر سکندریہ میں پیدا ہوئے۔ دنیاوی تعلیم سکندریہ میں حاصل کی۔ آپ سن بلوغت میں پہنچے تو عشق حقیقی کی مستی میں کھو گئے۔ اس تشنگی اور جدوجہد میں سلسلہ قادریہ میں فیض پایا۔ مزید چمک کے لئے آپ دربار عالیہ قبلہ پیراں پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حضور بغداد میں عرصہ تین سال حاضر رہے۔ اسی عرصہ میں آپ قبلہ حضرت سخی سرور سرکارؒ کی قلندری کا شکار ہو گئے۔ پھر آپ مدینہ شریف تشریف لے گئے۔ اور روضہ اطہر شہنشاہ انبیاء حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کے مطابق آپ کو پاک و ہند کے علاقہ میں زیر نگرانی قبلہ حضرت سخی سرور سرکار تعینات کیا اور روحانی اعزاز ٹاپوئے ہند سے نوازا گیا۔ قبرستان پیر مٹھا کے قریب صوفی بزرگ درویش محمد صدیق کا آستانہ مبارک بھی ہے۔

وزیر آباد میں حضرت خاکی شاہ کا مزار

marfatcom

وزیر آباد سمن برج کے قریب قدیمی قصبہ میں حضرت سخی روڑے شاہ صاحب کا مزار ہے جو پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کی دیکھ بھال افتخار حسین کرتے ہیں۔ ان کے مطابق حضرت سخی روڑے شاہ صاحب دیال پور جہاں امرتسر سے تشریف لائے تھے۔ سلسلہ قادریہ ہے۔ آپ بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ حضرت سخی روڑے شاہ کے مزار کے قریب حضرت شاہ حسین کا مزار ہے۔ یہ محلہ بھی گلی شاہ حسین کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔ اسی محلہ میں مدھا شاہ بخاری کا مزار ہے اور سمن برج کے اندر بھی ایک بزرگ درویش ولی اللہ کا مزار ہے۔

وزیر آباد اسٹیشن کے قریب ریلوے لائن میں حضرت داتا شاہ نور کا مزار ہے۔ آپ بھی بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ انگریزوں کے دور میں جب ریلوے لائن بچھائی جا رہی تھی تو آپ کے مزار کو ہٹانے کی کوشش کی گئی لیکن انگریز کامیاب نہ ہو سکے۔ اور آپ کا مزار اسی جگہ تعمیر کیا گیا۔ پاک بھارت جنگ کے دوران دربار کے قریب گرنے والے تمام بڑے بڑے بم ناکارہ ہو گئے۔ وزیر آباد کو تباہی و بربادی سے بچا کر محافظ شہر کا حق ادا کیا۔ ساتھ ہی پاکستان ریلوے کے تیل کے ڈپو کو بموں سے بچا کر ہمسایہ ہونے کا حق ادا کیا۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ وزیر آباد میں سائیں محمد حسین عرف گڈے والی سرکار کا مزار بھی ہے۔ جو حضرت سائیں کانواں والی سرکار کے خلیفہ ہو گزرے ہیں۔ وزیر آباد کے کرہ مائی دا نزد نالہ پلکھو حضرت بابا منوں شاہ کا مزار ہے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ وزیر آباد کے

وزیر آباد میں حضرت شہنشاہ کا مزار

marfatcom

ہر محلے میں کسی نہ کسی درویش ولی اللہ کا آستانہ ہے۔ حضرت بابا شہنشاہ کا مزار مسجد میں ہے۔ جس پر فارسی اور پنجابی میں شعر درج ہیں۔

(1) ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور دا اولیاء

(2) جس جائی چہ مطلب ہووے مرد پہنچاوں کھلیاں
ملن مراداں منگیاں نوں پاکاں دے در ملیاں

گلہ موج دین میں بابا حضرت مہدی شاہ کا دربار ہے۔ لاہور کے حضرت مادھو لال حسین شاہ کے خلیفہ حضرت بابا خاکی شاہ بخاری کا مزار بھی وزیر آباد میں ہے۔ قبرستان اور جامع مسجد سول ہسپتال کے قریب مخلوق خدا دن رات جس مزار پر حاضری دیتی ہے۔ یہ مزار حضرت حافظ معینی قادری کا ہے۔ آپ تقریباً تین چار سو سال قبل ہو گزرے ہیں۔ آپ کے مزار کی جانب دو تین اور بزرگوں کے مزار بھی ہیں۔ ایک قبر حافظ استاد مراد بخش کی ہے۔ حضرت حافظ معینی قادری کا عرس 6 اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔ حضرت بابا امر اللہ شاہ ولی کا مزار بھی وزیر آباد میں ہے۔ جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ محلہ شاہ صدق میں حضرت بابا صدق کا مزار ہے۔ آپ کا سلسلہ بخاری بیان کیا جاتا ہے۔ آپ ہی کے سلسلہ کے ایک درویش فتح اللہ شاہ بخاری

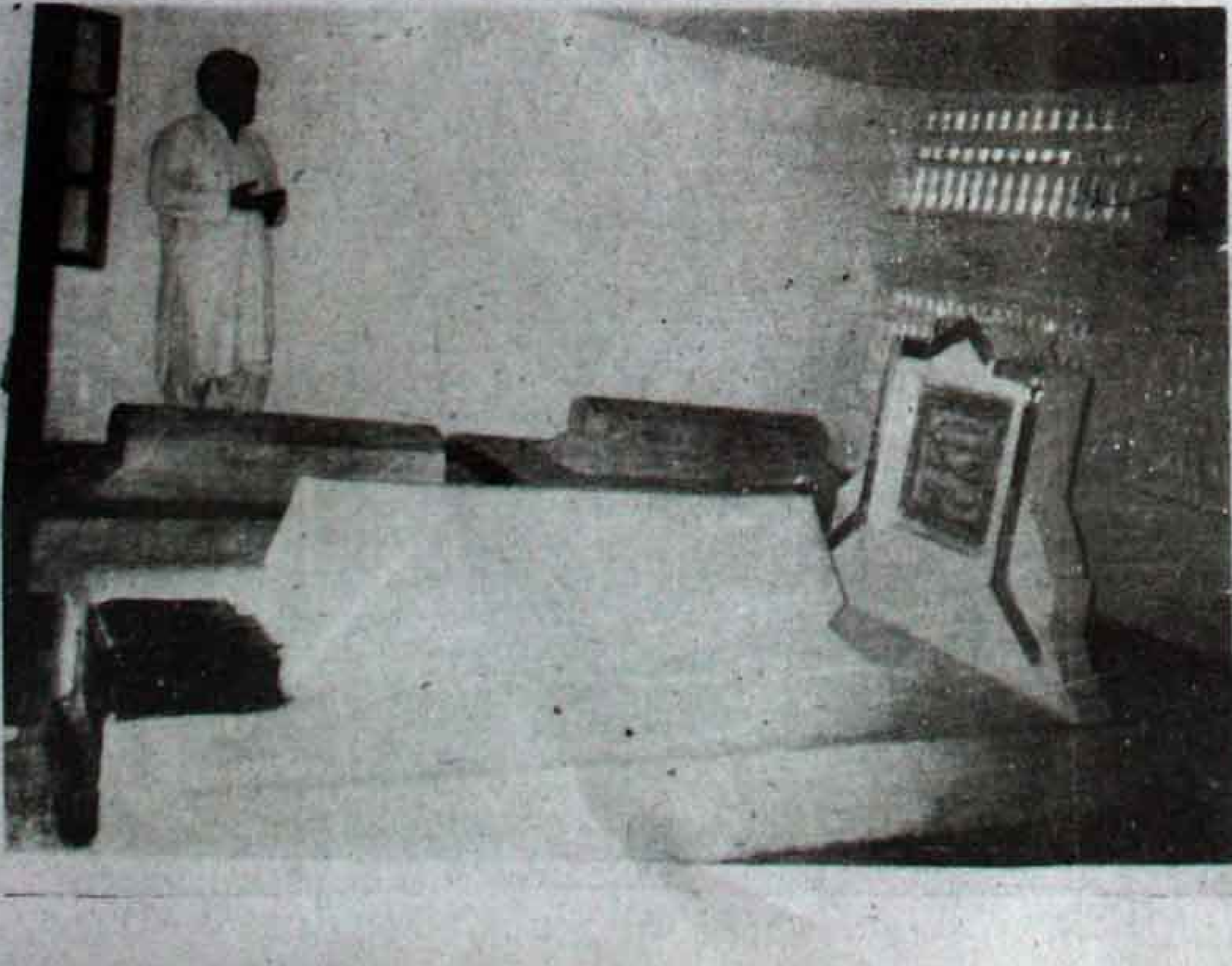

وزیر آباد میں معینی صاحب کا مزار

marfat.com

جن کا مزار لٹھری سانسی ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔ حضرت بابا شاہ صدیق کے مزار کے قریب حضرت معصوم شاہ کا مزار ہے۔ حضرت ضلع شاہ حضرت بابا گلاب شاہ آف رسول نگر کے خلیفہ تھے۔ انکا مزار بھی وزیر آباد میں ہے۔ جو پختہ تعمیر ہے اور نیم کے بڑے بڑے قدیمی درخت ہیں۔ حضرت ضلع شاہ کے مزار کے قریب رام سروپ کی بھی قبر ہے۔ وزیر آباد کے صوفی بزرگ درویش امجد سلطان نے بتایا کہ رام سروپ کی قبر پر ہندو اور مسلمان بھی عقیدت واحترام سے حاضری دیتے تھے۔ ان بزرگوں کے مزارات اور قدیمی شاہرائیں اس بات کی داعی ہیں کہ وزیر آباد بہت قدیمی شہر ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ کو شیر شاہ سوری کے دور میں مسجد اور باولی پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ ہمارے یہ قیمتی اثاثے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور ہمارے قیمتی اثاثے بے توجہی کی وجہ سے مٹتے جارہے ہیں۔

وزیر آباد کے قصبہ نظام آباد شیر شاہ سوری کے دور کی تعمیر کردہ مسجد

marfatcom

سمن برج وزیر آباد

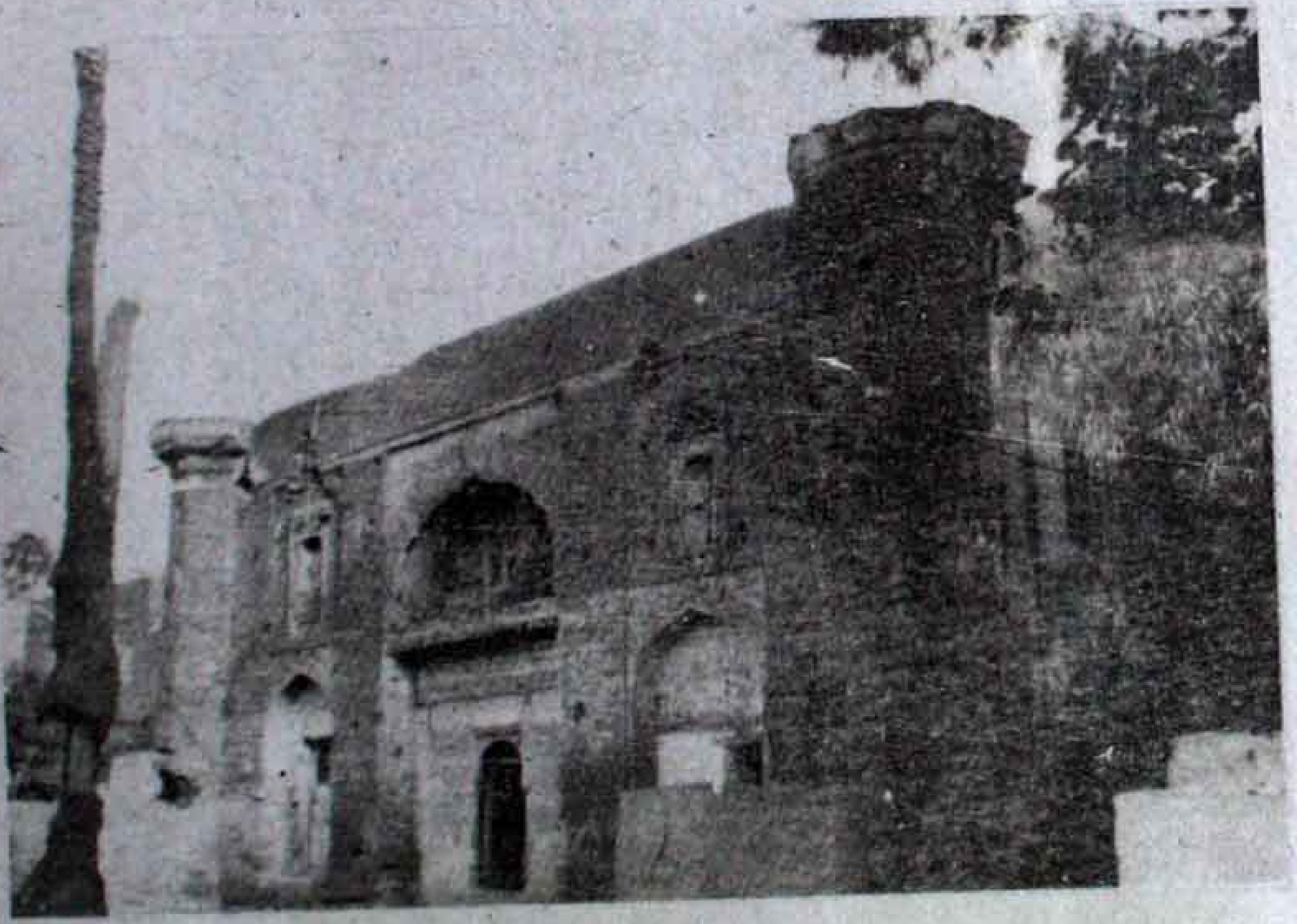

وزیر آباد جو ایک قدیمی تاریخی شہر ہے۔ جسے مغلیہ دور میں وزیر خاں نے آباد کیا تھا اور اسی کے نام سے یہ وزیر آباد مشہور ہے سمن برج ایک تاریخی قلعہ نما عمارت ہے سب سے بڑے دروازے کا نام ہاتھی گیٹ ہے۔ مغل شہنشاہ جہانگیر کشمیر جاتے ہوئے یہاں اکثرو پیشتر قیام کرتا تھا سمن برج کے اندر مغلیہ دور کی رہائش گاہیں ہیں۔ نقش ونگار خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ سمن برج کے جانب شمال نالہ پلکھو بہتا ہے۔ سمن برج کے اندر باغات بھی تھے چاروں میناروں کے قریب بزرگوں کی قبریں ہیں شیش محل بھی تھا جو تباہ وبرباد ہو چکا ہے

marfatcom

آستانہ عالیہ حضرت شیخ القران خواجہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی

.... مہر آباد شریف وزیر آباد

رسالہ شیخ القرآن کے مطابق حضرت شیخ القرآن خواجہ پیر محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی چشتی نظامی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد نے تقریباً 1200ھ میں علاقہ سوات سے ہجرت کر کے " چمبہ پنڈ " تحصیل ہری پور ہزارہ میں آکر سکونت اختیار کی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے جد اعلیٰ حضرت علامہ محمد غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھائی محمد نذیر صاحب سب سے پہلے " چمبہ پنڈ " تشریف لائے اور یہیں پر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ یہاں پر ایک جامع مسجد تعمیر کی اور اس کے ساتھ دارالعلوم کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ حضرت علامہ محمد غلام کے بڑے صاحبزادے جامع معقول و منقول عالم باعمل ماہر علم میراث حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علم فقہ، منطق اور علم میراث میں جو شہرت حاصل کی کم ہی کسی کو ملی ہوگی۔ لوگ ہزاروں میل پیدل چل کر آپ کے پاس تعلیم حاصل کرنے آتے۔ آپ کے شاگردوں میں ٹھٹھہ، سوات، قندھار، کابل اور قلات کے نامور علماء شامل ہیں۔ جن میں خصوصی طور پر قابل ذکر حضرت مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قطب الدین غور غشتوی، حضرت مولانا سید امیر احمد اور حضرت مولانا میاں مولا بخش صاحب

marfatcom

ابن میاں فضل الٰہی حضرو والے وغیرہ شامل ہیں ۔ آپ پشتو زبان میں درس دیا کرتے تھے ۔ حضرت مولانا محمد عالم نے اپنے زمانے کے سلسلہ قادریہ کے قیوم زماں حضرت خواجہ محمد عبدالغفور صاحب سیدو شریف رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی ۔ جن کے خلفاء میں حضرت مولانا فضل الٰہی حضرو، پیر صاحب مانکی شریف ، حضرت عبدالرحمن چھوہر شریف اور حضرت قاضی سلطان محمود صاحب اعوان شریف (گجرات) والے شامل ہیں ۔ پیر صاحب سیدو شریف نے اپنے خلفاء کی موجودگی میں اپنے مرید خاص حضرت مولانا محمد عالم صاحب کے علم و عمل اور تقویٰ و طہارت کو دیکھتے ہوئے وصیت فرمائی تھی کہ آپ نے میرا جنازہ پڑھانا ہے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

9 ذوالحجہ 1330ھ / بمطابق یکم اپریل 1910ء بروز جمعۃ المبارک کی صبح صادق کے وقت حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی تو حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد عالم کے پیر طریقت قیوم زماں حضرت پیر خواجہ محمد عبدالغفور سیدو شریف کی نسبت سے اپنے بیٹے کا نام محمد عبدالغفور رکھا جو بعد میں حضرت شیخ القرآن کے نام سے مشہور ہوئے ۔

حضرت شیخ القرآن خواجہ محمد عبدالغفور ہزاروی بچپن ہی سے بہترین صلاحیتوں کے مالک تھے ۔ دنیاوی کھیل سے شروع ہی سے دور رہے اور علم کی تلاش میں ساری زندگی وقف کر دی ۔ ابتدائی کتب سے لے کر فقہ تک کی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں ۔ اس کے بعد بھوئی ضلع اٹک تشریف لے گئے ۔ اور وہاں جا کر استاذ العلماء حضرت مولانا احمد دین صاحب اور مولانا محب النبی صاحب سے تعلیم حاصل کی ۔ حضرت شیخ القرآن کے اساتذہ کرام میں حضرت کے پیر طریقت آفتاب شریعت قبلہ عالم غوث زماں حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے ۔ آپ نے خیر و برکت کے خیال سے اکثر کتابوں کا آغاز قبلہ عالم حضرت گولڑوی سے کیا ۔ ایک بار درخواست کی کہ قبلہ میرے لئے خصوصی دعا فرمائیں کہ میں مولوی بن جاؤں ۔ جواب میں آپ نے فرمایا ۔ محنت کرو ۔ میں نے عرض کیا ۔ قبلہ حضور کے ارشاد گرامی کی ضرور تعمیل کروں گا لیکن آپ دعا فرمائیں ۔ چنانچہ آفتاب گولڑہ قبلہ عالم اعلیٰ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب نے دعا کی اور پیش گوئی کے طور پر فرمایا " فکر نہ کر تو بڑا مولوی ہوگا " چنانچہ دربار عالیہ گولڑہ شریف کی اکثر مجالس میں آپ نے اس بات کا ذکر کیا کہ میں حضور قبلہ عالم کی دعا اور ان کے کرم کا زندہ ثبوت ہوں ۔

دہلی میں دوران تعلیم محدث اعظم حضرت مولانا سردار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی ۔ انہوں نے منظر الاسلام بریلی شریف میں پڑھنے کا مشورہ دیا ۔ چنانچہ آپ بریلی تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھا اور سند فراغت حاصل کی ۔ علمی قابلیت اور ذہانت کو دیکھتے ہوئے استاد مکرم حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان بریلوی نے آپ کو ابو الحقائق کا خطاب دیا اور اپنے مدرسے میں بطور مدرس آپ کی خدمات کو حاصل کیا ۔

marfatcom

حضرت شیخ القرآن بریلی شریف میں کچھ عرصہ تک درس و تدریس کا کام سرانجام دیتے رہے۔ پھر آپ گجرات (پنجاب) تشریف لے گئے۔ اور انجمن خدام الصوفیا کے تحت درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ساتھ ساتھ شیشیانوالہ گیٹ گجرات کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

آپ کے شاگردوں میں مبلغ یورپ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب سجادہ نشین نیریاں شریف آزاد کشمیر، پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا محمد فاضل نقشبندی، ڈھانگری شریف (میرپور) حضرت پیر سید عابد حسین شاہ آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف، استاذ العلماء مولانا غلام جیلانی صاحب مانسہرہ، حضرت شیخ الحدیث ابو الحسنات محمد اشرف صاحب سیالوی، حضرت صاحبزادہ محمد عبدالصبو ہزاروی، اساتذہ العلماء حضرت علامہ محمد عبدالحق صاحب مہتمم جامعہ امادیہ بندیال، حضرت پیر خادم حسین صاحب چورہ شریف، علامہ مفتی ہدایت اللہ صاحب پیروری مہتمم مدرسہ ہدایت القرآن ملتان، حضرت علامہ مولانا مقصود احمد صاحب، خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش، حضرت مولانا محمد شاہ گجراتی صاحب پیر طریقت حضرت مولانا محمد سلیم صاحب نقشبندی، سجادہ نشین فیصل آباد، مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب پرنسپل جامع کھڑی شریف آزاد کشمیر، حضرت مولانا محمد شمس الزماں صاحب خطیب جامع مسجد بیڈن روڈ، صاحبزادہ پیر سید خادم حسین شاہ صاحب چورہ شریف، حضرت مولانا غلام محمد صاحب بھور شریف ضلع میانوالی، مولانا محمد فاضل صاحب فیصل آبادی، حضرت مولانا غلام رسول صاحب سمندری والے، حضرت مولانا سعید احمد صاحب مجددی گوجرانوالہ وغیرہ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

تحریک پاکستان کے حوالے سے آپ کی خدمات بے مثل و بے نظیر ہیں۔ آپ نے 1936ء میں باقاعدہ طور پر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ مسلم لیگ میں شمولیت سے قبل بھی ملی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے۔ جب تحریک نیلی پوش مسجد شہید گنج کے لئے چلی تو اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور اس تحریک کے روح رواں ملک لال خان اور مولانا ظفر علی خان کے ساتھ دن رات کام کیا۔ چنانچہ آپ کو مجلس اتحاد ملت کا نائب صدر منتخب کر لیا گیا۔ مجلس اتحاد ملت دو سال تک مسجد کی بازیابی کے لئے سرگرم عمل رہی۔ خاطر خواہ نتیجہ ظاہر نہ ہوا تو قائدین مجلس نے مجلس کو توڑ کر مسلم لیگ میں شامل ہونے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ 19 اپریل 1938ء کو کلکتہ میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں جس کی صدارت بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح فرما رہے تھے تو اس عظیم الشان اجلاس میں حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی نے اسٹیج پر کھڑے ہو کر ایک دلآویز اور پرجوش تقریر کی اور فرمایا آج سے ہم نے مجلس اتحاد ملت کو توڑ کر مسلم لیگ میں مدغم ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ہم مسلم لیگ کے پرچم تلے قائداعظم کی رہنمائی میں ملک و قوم کی خدمت کریں گے۔ اس جماعت کے رجیش نیلی پوش اب مسلم لیگ کے سپاہی ہوں گے۔ آپ کی دلپذیر تقریر سن کو قائداعظم بہت متاثر ہوئے۔

بلکہ 1953ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو آپ نے اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ملک بھر میں کئی جلسے

marfat.com

گئے ۔ پولیس آپ کو گرفتار کرنے کے لئے مختلف مقامات پر چھاپے مارتی رہی ۔ بالآخر دوران تحریک آپ نے لیاقت باغ راولپنڈی میں ہونے والے عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرنے کے بعد از خود گرفتاری پیش کی ۔ اور راولپنڈی جیل میں سات ماہ تک گرفتاری کے ایام گزارے ۔

حضرت شیخ القرآن کو حضرت خواجہ سائیں گوہر الدین جندھڑوی سے ایک خاص تعلق رہا ۔ آپ مسلسل کئی سال سے شیخ کی صحبت میں رہے ۔ اور اکتساب فیض کیا ۔ حضرت خواجہ سائیں گوہرالدین صاحب جندھڑوی حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی ، خواجہ پیر طریقت حضرت معصوم بادشاہ صاحب چورہ شریف ، حضرت خواجہ نور احمد صاحب سہروردی چکوال اور حضرت پیر علاؤ الدین قادری بغداد شریف کی طرف سے آپ کو خلافت عطا ہوئی ۔

9 اکتوبر 1970ء بمطابق 7 شعبان المعظم کی صبح آپ سیر کے لئے گھر سے باہر نکلے ۔ ابھی جی ٹی روڈ نالہ پلکھو کے قریب لگے ہوئے جنگلے کے پاس ہی پہنچے تھے کہ پنجاب گڈز کا ایک ٹرک آپ سے ٹکرایا ۔ آپ کے جسم پر ظاہراً کوئی زخم نہیں تھا ۔ مگر آج کا دن آپ کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوا ۔ ہسپتال میں قریبی احباب سے چند باتیں کیں اور فرمایا کہ میں نے ڈرائیور کو معاف کر دیا ہے ۔ میرا وقت پورا ہو چکا ہے ۔ 10 اکتوبر کو ساڑھے گیارہ بجے ایم سی پرائمری سکول نمبر 1 سے آپ کا جنازہ اٹھایا گیا ۔ چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس لگائے تھے ۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق 50 ہزار افراد نے آپ کے جنازہ کو کندھا دیا ۔ جنازے میں شرکت کے لئے مشرقی پاکستان سے بھی اکثر علماء تشریف لائے ۔ تقریباً ایک لاکھ سے زائد افراد نے آپ کے استاد مکرم حضرت مولانا علامہ محب النبی صاحب کی امامت میں ریلوے گراونڈ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی ۔ نماز جنازہ سے قبل حضور قبلہ عالم سلطان العارفین محبوب الٰہی حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالشکور صاحب ہزاروی کی دستار بندی کی ۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کو اپنی زرخرید جگہ مہر آباد شریف میں سپرد خاک کر دیا گیا ۔ جہاں پر اب ایک عالی شان مزار مبارک تعمیر ہو چکا ہے ۔

marfatcom

اشرف الاولیاء حضرت صاحبزادہ غلام مرتضیٰ صدیقیؒ

اشرف الاولیاء صاحبزادہ غلام مرتضیٰ کا مولد و مسکن مدینۃ الاولیاء لاہور (شریف) ہے۔ آپ قریشی ہاشمی خاندان عالی کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب 42 ویں پشت میں خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد محترم سلطان الاکابر حضرت خواجہ پیر غلام سرور قادری لاہوریؒ ہیں جن کا شمار سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ مگر آپ پر اخفائے حال کا غلبہ بھی بدرجہ اتم تھا۔ آپ گمنامی و پنہائی کے خواہاں تھے مگر وہ گمنامی و پنہائی آپ کو نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ قدرت کاملہ نے ایک جہان کو آپ کے فیوض و برکات ظاہری و باطنی سے مالامال کرتا تھا۔ اس لئے آپ جس قدر خلقت سے بھاگتے اور دامن چھڑاتے اسی قدر خلقت والہ و شیدا آپ کے پیچھے بھاگتی اور دامن گیر ہوتی چلی گئی اور آپ کا شہرہ عام ہوتا چلا گیا اس طرح ایک نہایت کثیر تعداد بندگان خدا آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہو کر انعام الٰہی سے سرفراز ہوئے۔

جناب صاحبزادہ صاحبؒ بھی آں حضور کی عظیم شخصیت سے متاثر ضرور تھے اور آپ کے تعلیم فرمودہ اوراد و اذکار بھی کرتے رہے۔ مگر جناب اس لگن سے جو من کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیتی ہے اس سے لذت آشنا نہ ہو سکے اور حضور پرنور اس دار فانی سے عالم بقاء میں منتقل ہو گئے اور اپنے محبوب حقیقی سے وصال دوام کی نعمت سے سرفراز ہو گئے۔ آں حضور کے وصال کے بعد جناب صاحبزادہ صاحبؒ آپ کی نعمت کبریٰ و عظمیٰ کے وارث حقیقی امیر ہفت کشور سلطان الفقراء قطب المشائخ حضرت مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ (سرکار بڑیلہ شریف) رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور آپ کی نورانی تربیت گاہ میں اعلیٰ انداز میں روحانی پرورش و تربیت حاصل کر کے عرفان الٰہی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے اور آپ سے خلافت حاصل کر کے نتھن شریف ضلع اوکاڑہ میں آستانہ عالیہ قادریہ میں زینت مسند ارشاد ہے۔ یہ آستانہ عالیہ وہ ہے کہ جسے سب سے پہلے آپ کے پیر و مرشد سرکار بڑیلہ شریف نے اپنے فیوض و برکات ظاہری و باطنی کا مرکز بنایا تھا ایک قلیل عرصہ تک آپ نے مسند ارشاد کو زینت بخشی اور ایک کثیر تعداد میں خلق خدا کو فیض یاب فرمایا اور آخر 1401 ھ کو دربار عالیہ بڑیلہ شریف میں عرس مبارک کی تقریب میں شمولیت کی غرض سے نتھن شریف سے آ رہے تھے کہ راستے میں طبع مبارک علیل ہو گئی اور آپ نے وزیر آباد میں قیام فرمایا۔ علالت شدت اختیار کر گئی اور آپ وزیر آباد میں ہی انتقال کر گئے۔ آپ کا مزار پرانوار قبرستان سائیں ہاشم ڈسکہ روڈ وزیر آباد مرجع خاص و عام ہے۔

marfatcom

وزیر آباد پیر مٹھا کے قریب پیر محمد صدیق صاحبؒ کا آستانہ

****

وزیر آباد کے قریب مشہور قبرستان پیر مٹھا ہے ۔ اس قبرستان میں اولیائے کرام کے مزار ہیں ۔ قبرستان کے جانب شمال ایک بہت بڑی جامع مسجد ہے اور مسجد کے شمال کی جانب ایک بزرگ درویش صاحبزادہ محمد صدیق کا آستانہ ہے ۔ جہاں روحانی محفلیں منعقد ہوتی ہیں ۔ مخلوق خدا دینی و دنیاوی فیض کے لئے یہاں حاضر ہوتی ہے ۔ جامع مسجد صدیقیہ کا بلند و بالا مینار دور دور سے دکھائی دیتا ہے

marfatcom

حضرت داتا شاہ نور ولیؒ

وزیر آباد میں حضرت داتا شاہ نورؒ کا مزار

marfat.com

سوہدرہ کے ٹبہ پر 9 گز لمبا قدیمی مزار

****

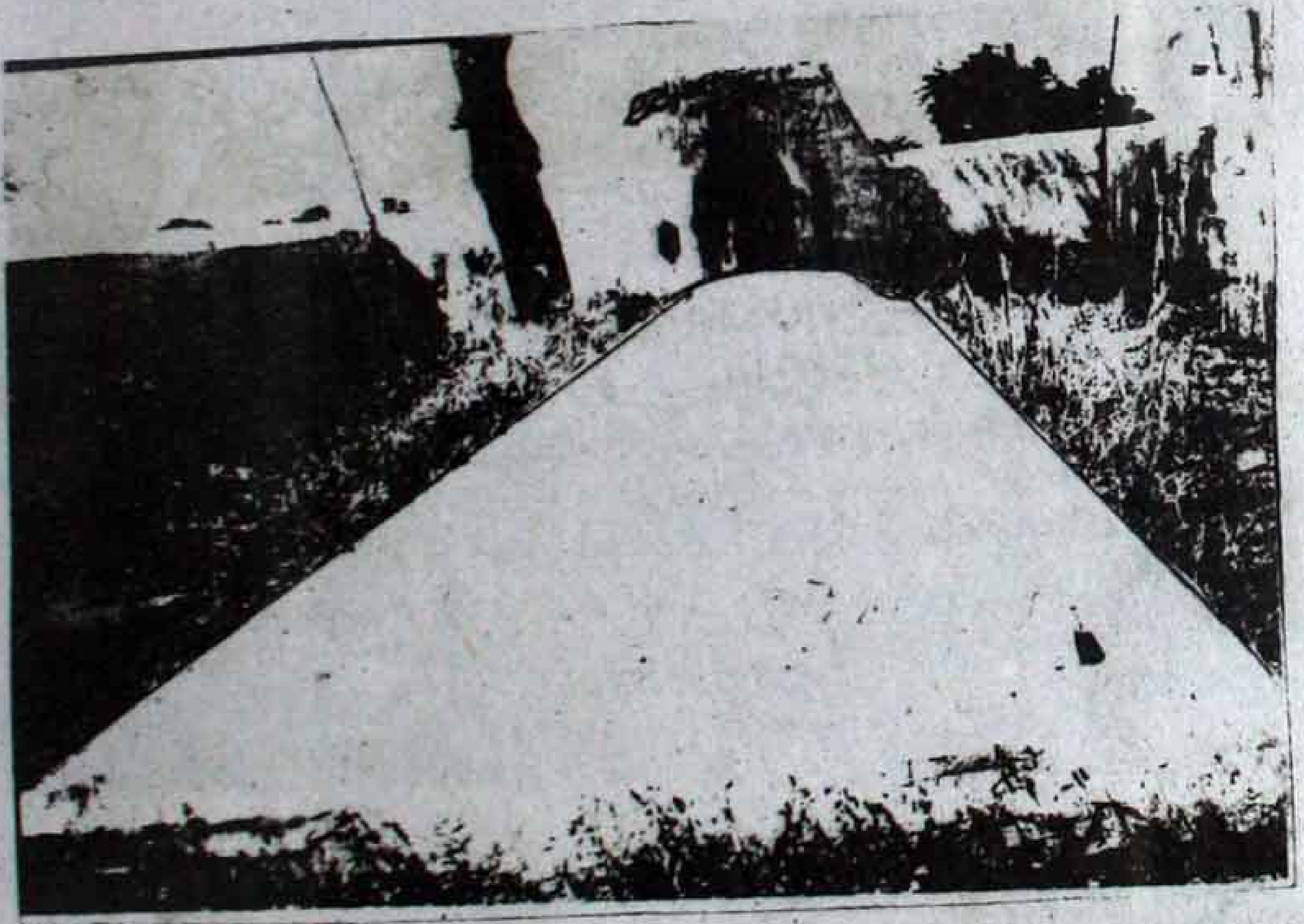

تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سوہدرہ بہت قدیمی شہر ہے۔ کسی زمانے میں یہ بہت بڑا شہر اور پتن ہوا کرتا تھا۔ دریائے چناب کو عبور کرنے کے بعد شاہی دستے اور تجارتی قافلے سوہدرہ میں قیام کرتے تھے۔ کسی زمانے میں دریائے چناب سوہدرہ کے قریب بہتا تھا۔ یہ شہر کئی بار آباد ہوا۔ کئی بار اجڑا اور کئی بار دریائے چناب کی طغیانی نے اسے اچھا خاصا نقصان پہنچایا۔ سوہدرہ کے کاشتکار بیان کرتے ہیں کہ ہم جب زمین کی کھدائی کرتے ہیں تو زمین سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے اور قدیم زمانہ میں انسان کے استعمال میں ہونے والی اشیاء کے آثار ملتے ہیں۔ یہ 9 گز لمبا مزار سوہدرہ کے ٹبہ پر ہے۔ چار دیواری بھی ہے۔ ٹبہ کافی بلندی پر ہے۔ ٹبہ کے ارد گرد مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں۔ ہزاروں سال عمر پانے والے ون کے درخت بھی مزار کے قریب ہیں۔

===

marfatcom

سوہدرہ میں نو گز لمبا مزار

یہ مزار مشہور تاریخی قصبہ سوہدرہ کے جانب شمال واقع ہے کبھی دریائے چناب سوہدرہ کے قریب بہتا تھا اب دریا نے اپنا رخ بدل لیا ہے جلالپور جٹاں سے ایک سڑک پنڈی میانی نزد داؤدپور سے ہوتی دریائے چناب کے تپن پر ختم ہوتی تھی قافلے اور حملہ آور کشتی کے ذریعے دریا عبور کر کے سوہدرہ میں داخل ہوتے تھے سوہدرہ کی تاریخ ہزارہا سال پرانی ہے یہ مزار بھی اللہ کے کسی نیک بندے کا ہے مزار پختہ تعمیر ہے اور مزار کی لمبائی نو گز ہے چار دیواری ہے قریب ہی آبی ذرائع بھی ہیں

marfatcom

سوہدرہ کے قریب نو گز لمبا مزار

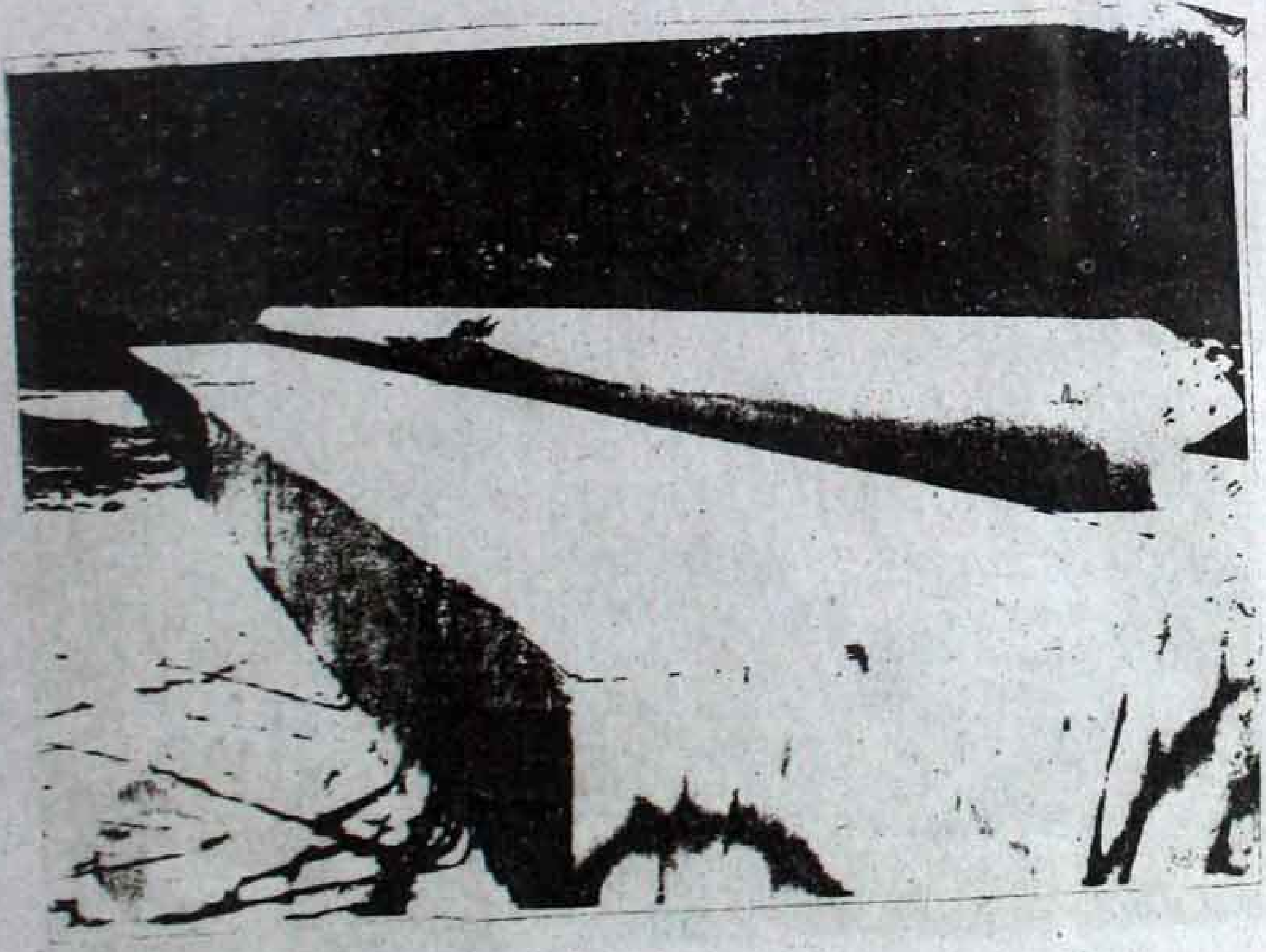

سوہدرہ بہت قدیمی قصبہ ہے پہلا شہر ایک بلند ٹبہ پر آباد تھا جو تباہ و برباد ہو چکا ہے اس ٹبے سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے چکیوں کے پاٹ اور ہڈیوں کے نشان بھی ملتے ہیں سوہدرہ کے ٹبہ پر ایک نو گز لمبا مزار ہے ۔ جو پختہ تعمیر ہے ۔ چار دیواری بھی ہے ۔ اسی ٹبہ کی جانب مشرق ایک اور نو گز مزار بھی ہے ۔ جو پختہ تعمیر ہے ۔ کہتے ہیں کہ سوہدرہ کو سلطان محمود غزنویؒ کے وزیر ایاز نے آباد کیا تھا اس کے سو دروازے تھے جس کی وجہ سے اسے سوہدرہ کہا جاتا ہے ۔ مقامی روایات کے مطابق سوہدرہ وزیر آباد سے لیکر روحیلہ تک پھیلا ہوا تھا ۔

marfatcom

شیخ طریقت حضرت پیر سید بشیر احمد خورشیدؒ (سوہدروی)

****

آپ کا سالانہ عرس 4 مئی کو سوہدرہ میں عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ نجیب اللہ ملک کے مطابق حضرت پیر سید بشیر احمد خورشید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ چودہویں صدی کے آغاز میں ضلع گجرات کے مشہور تاریخی قصبہ جلالپور جٹاں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حافظ سید ضیاء الدین ایک جید عالم دین تھے۔ آپ نے قرآن و حدیث کی تعلیم جلالپور جٹاں میں ہی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ میں چلے آئے اور فریضہ تبلیغ دین میں مصروف ہوگئے۔ آپ کا سلسلہ عالیہ سہروردیہ ہےؒ۔

سوہدرہ میں آپ نے جامع مسجد آرائیاں میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینا شروع کئے اور اپنی خطابت سے دین اسلام کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ آپ نے انجمن حزب الاحناف کی بنیاد رکھی اور اس کے تحت ہر ماہ باقاعدگی سے اجلاس بھی منعقد ہوتے رہے۔ آپؒ نے جامع مسجد میں ایک دینی مدرسہ جاری کیا۔ جس میں درس قرآن مجید کیلئے ایک عالم و فاضل اور باعمل بزرگ حاجی برکت علی کاشمیری کو مقرر کیا۔ جنہوں نے دین اسلام کی ترویج و اشاعت کی خاطر سات سال تک عوام کی بے لوث خدمت کی۔

آپ نے مذہب و روحانیت کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ آپ کی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز تحریک حریت کشمیر سے ہوا ہے۔ اس تحریک میں آپ نے جس جوش و ولولہ اور جذبہ کا ثبوت دیا وہ ضرب المثل ہے، آپ کشمیری مسلمانوں کی دلی تمناؤں، آرزوؤں اور امنگوں کے ترجمان، مخلص

رہنما اور جرات مند علمبردار تھے۔ آپ نے تحریک حریت کشمیر میں اپنی جرات اور اولوالعزمی کا شاندار ثبوت دیا۔ آپ اس سلسلہ میں گرفتار کر لئے گئے اور جیل میں بھی رہے۔ آپ نے ڈوگرہ سامراج کی پرزور مذمت کی اور اسلامی خیالات اور جذبات سے لبریز تقاریر کیں۔ 21- اپریل 1931ء کو جموں میں توہین قرآن پاک کا روح فرسا واقعہ رونما ہوا۔ اس کے نتیجے کے طور پر 13 جولائی 1931ء کو سری نگر سنٹرل جیل کے سامنے مسلمانوں پر گولی چلائی گئی۔ جس سے دو درجن مسلمان شہید ہوگئے۔ اس موقع پر پیر صاحب ڈیڑھ صد سرفروشان اسلام کو ساتھ لے کر میدان جہاد میں نکلے اور قیادت کا حق ادا کیا۔

1940ء میں جب برصغیر کے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں پاکستان کو اپنی منزل قرار دیا تو آپ بھی اس کے حصول کی جدوجہد میں شریک ہوگئے۔ تحریک پاکستان کے دوران آپ نے شہروں اور مختلف دیہاتوں کا دورہ کیا اور لوگوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے استحکام اور تحفظ پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ مہاجرین کی آبادکاری کے لئے شب و روز کام کیا۔ 1953ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ تو آپ نے نہایت جرات سے ختم نبوت کی اہمیت پر ایمان افروز تقاریر کیں اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کیلئے عوامی سطح پر قراردادیں منظور کرائیں۔

marfatcom

اس سلسلہ میں بھی آپ گرفتار ہو کر نظر بند ہوئے ۔

1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں آپ نے اپنے علاقے میں دفاعی کمیٹیاں قائم کیں اور مجاہدین کی امداد کے لئے عملی اقدامات کئے ۔ 1970ء کے انتخابات میں جب پاکستان میں سوشلزم کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیااور مسلمانوں کو اسلام کے اقتصادی نظام کی افادیت کا سبق دیا اور پاکستان میں نظام مصطفیؐ کے قیام کیلئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہے ۔

30 ربیع الثانی 1390ھ بمطابق 4 مئی 1973ء بروز جمعۃ المبارک راولپنڈی سے واپس سوہدرہ تشریف لاتے ہوئے الہ آباد (نزد وزیر آباد) میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی ۔ آپ کی میت سوہدرہ لائی گئی اور دوسرے روز سسکیوں اور آہوں کے ہجوم میں مفتی عبدالشکور ہزاروی نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ اور جامع مسجد آرائیاں کے پہلو میں سپرد خاک کر دیئے گئے ۔ سید محمد عفی اعظم المعروف چن پیر آپ کے فرزند اور جانشین ہیں ۔ آپ کا سالانہ عرس 4 مئی کو سوہدرہ میں عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے ۔ دن رات عام لنگر تقسیم ہوتا ہے

مزار والیٔ شریف

marfatcom

سوہدرہ تاریخی شہر

رسالہ ملک گوجرانوالہ نمبر میں سوہدرہ کی مفصل تاریخ بیان کی گئی ہے۔ قصبہ سوہدرہ، سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل وزیر آباد میں دریائے چناب کے بائیں کنارے پر وزیر آباد سے مشرق کی جانب 5 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ سوہدرہ کا اصل بانی سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام ایاز تھا۔ چونکہ اس کی تجویز تھی۔ کہ اس شہر کی فصیل کے ایک سو دروازے ہوں۔ اسی سبب سے اس کا نام سودھرہ مشہور ہوگیا۔ اس نے یہاں ایک پختہ قلعہ کی بنیاد ڈالی اور فصیل و عالیشان حویلیاں تعمیر کیں مگر پھر لاہور کی از سر نو تعمیر کے سلسلہ میں الجھ جانے پر اس شہر کی طرف مزید توجہ نہ کر سکا۔

طبقات ناصری میں ناصر الدین محمود کے دہلی سے روانہ ہو کر دریائے چناب کے کنارے پہنچنے پر اس علاقہ کو "آب سدرہ" لکھا گیا ہے۔ متذکرہ بالا آب سدرہ جو دریائے چناب کیلئے استعمال ہوا ہے۔ دیگر ابتدائی کتب میں لفظ چندراہ آیا ہے۔ جس سے ان کی املا دریائے چناب ہے۔ آٹھویں صدی ہجری سے تاریخی کتب میں اس املا میں فرق آنا شروع ہوتا ہے۔ تاریخ فیروز شاہی میں مغلوں کے حملے کی پسپائی کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے "آب سودرہ" لکھا گیا ہے۔ محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ جب امیر ناصر الدین سبکتگین کو محمود غزنوی کی ولادت کی خبر ملتی ہے۔ تو وہ اس وقت آب سودرہ کے کنارے تھا۔

دریائے چناب جسے ہم نے آب سودرہ سے تعبیر کیا ہے۔ ایک اہم مقام شمار ہوا ہے۔ امیر سبکتگین اور پھر سلطان محمود غزنوی کو راجہ جے پال اور پھر راجہ انند پال کو شکست فاش دینے کیلئے دریائے چناب کو ہی عبور کیا۔ اس وقت کی ہندو شاہیہ حکومت کا پایہ سلطنت یعنی موجودہ ہند اور اس سلطنت کی حدود کشمیر کے پہاڑوں کے ساتھ ساتھ دریائے چناب کو حد قائم کر کے ملتان تک پھیلی ہوئی تھی۔ محمود غزنوی سے پیشتر ہندو راجاؤں کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے کیلئے دریائے چناب کو عبور کرنا پڑتا تھا۔ غرض متذکرہ بالا بیان سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ دریائے چناب دراصل حکومت جے پال اور ہندو شاہیہ کا حد فاصل اور سوہدرہ اس کے مشرقی کنارے پر ایک پڑاؤ کی حیثیت رکھتا تھا۔

الیگزینڈر کننگھم نے لکھا کہ برہمن سودھرہ کو سیودرا کہتے ہیں۔ جب کہ جاہل عوام اسے عام طور پر سمدا راجہ سے منسوب کرتے ہیں۔ جو سعوڈیوں کا رئیس تھا۔ اور راجہ رسالو پسر سلیوا ہن کا مد مقابل تھا۔ سوہدرہ کے قدیم کنویں سے گنیش کا ایک قدیم بت بھی برآمد ہوا تھا جو اس امر کی دلیل ہے کہ سوہدرہ میں واقعی قدیم ہندو اقوام مقیم تھیں۔ مگر سوہدرہ کا ذکر کسی غیر اسلامی تاریخ میں نہیں ملا۔

ملک ایاز عہد غزنہ میں لاہور کا پہلا حاکم تھا۔ سلطان محمود کا پوتا امیر مجدود جو لاہور کا اصل حاکم تھا۔ چونکہ بچہ تھا۔ اس لئے ملک ایاز جو اس کا اتالیق تھا۔ صحیح معنوں میں اس علاقہ کا انتظام چلا رہا تھا۔ اس سے پیشتر سوہدرہ لاہور مرکزی حکومت کے ماتحت ضلع یا تحصیل کی حیثیت رکھتا تھا۔ چونکہ یہ دریائے چناب کے کنارے افواج کے ٹھہرانے

marfatcom

کا بہت بڑا پڑاؤ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے مورخین کے بقول اسے ایاز نے اس کے مناسب تاریخی مقام کا تعین کرتے ہوئے شایان شان طریقے سے آباد کیا تھا۔ سوہدرہ کے باغات اور آثار کا تذکرہ بہت سی تاریخوں میں ملتا ہے۔ آئین اکبری میں سوہدرہ کا ذکر صوبہ لاہور کے تحت یوں ملتا ہے۔ سوہدرہ دریائے چناب کے کنارے واقع ہے۔ اور یہاں ایک خشتی بلند مینار ہے۔ یہ مینار دراصل بادشاہوں کے ٹھہرنے کا اہم مقام تھا۔ جہانگیر نے اپنی توزک میں لکھا ہے کہ جلوس کے بائیسویں سال جشن نوروز برلب آب چناب منایا گیا۔ دراصل یہ جشن سوہدرہ میں منایا گیا تھا۔ اسی توزک جہانگیری میں خسرو کی گرفتاری کا تفصیلی تذکرہ بھی ملتا ہے۔ کہ جب خسرو نے شکست کھائی تو اسے بچ کر نکلنے کی خاطر دریا عبور کرنا چاہا مگر لب دریائے چناب بمقام سودھرہ گرفتار ہوا اور جہانگیر کے حضور پیش کیا گیا۔

شاہ جہاں کے زمانے میں سوہدرہ کا علاقہ امیر الامراء علی مراد خاں کو بطور جاگیر بخشا گیا تو اس نے یہاں ایک نیا شہر اپنے بیٹے ابراہیم خاں کے نام پر ابراہیم آباد کیا۔ اس میں ایک وسیع باغ لاہور کے شالامار باغ کے مقابلے میں بنایا گیا۔ یہاں حویلیاں بھی بنائیں گئی۔ جن کی عمارت پر چھ لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ علی مردان خاں باغ کو سیر کرنے کیلئے نالہ طوی سے کاٹ کر ایک نہر لایا۔ علی مردان خاں کو دو ہزار قصبات کا مالیہ عنایت کیا گیا تھا۔ تاکہ وہ شہر سوہدرہ اور باغ کو عمدگی سے سیراب و آباد کر سکے۔ ابراہیم خاں خلف علی مردان اپنے اخیر ایام میں ابراہیم آباد سوہدرہ کیا جسے وہ اپنا وطن خیال کرتا تھا۔ اس کے چند ماہ بعد وہ وہیں فوت ہو گیا۔ اس کا مزار وہیں ہے۔ مگر آج اس کا کوئی پتہ نہیں۔ سلطنت مغلیہ کے زوال پر سکھوں نے اس قصبہ کو کئی بار لوٹا گجرات کے بھنگی صاحب سنگھ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ستارا چمکا تو اس نے صاحب سنگھ بھنگی کی ریاست سوہدرہ واپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

سوہدرہ بذات خود عام سڑک سے الگ ایک ٹیلے پر آباد ہے۔ اگرچہ ٹیلا اتنا بلند نہیں رہا۔ یہ تمام ضرور ہوتا ہے کہ اگر کھدائی کی جائے تو کچھ نہ کچھ مفید آثار ونشان ضرور میسر آسکیں گے۔ البتہ پیر منارہ کے آثار آج سے نصف صدی پیشتر محلہ پیر منارہ میں نظر آتے تھے۔ جو کہ اب بالکل غائب ہیں۔ ہاں اس کی اینٹیں آج بھی متعدد دوکانوں میں لگی ہوئی نظر آتی ہیں۔ کننگھم بیان کرتا ہے کہ اس قسم کی اینٹیں گیارہ انچ مربع اور قریباً دو انچ موٹی تھیں۔ اس مینار کی بنیاد پانی کی تہہ تک کھودی گئی تھی نمعلوم اس عمارت کی تعمیر میں کس قسم کا مصالحہ لگایا گیا تھا۔ جو اتنا اونچا مینار کھڑا ہو گیا۔ اس مینار کی بلندی ایک سو فٹ بیان کرتے تھے۔ اس کے اندر ایک گول پیچدار سیڑھی تھی۔ جو چوٹی تک جاتی تھی۔ یہ مینار جامع مسجد سے وابستہ تھا۔ اس کی پانچ منزلیں تھیں۔ اس کے کھنڈرات کو لوگ اب بھی پیر مینار کہتے ہیں یہ حصہ محلہ پیر مینار کہلاتا ہے۔ روایت ہے کہ اسی مسجد اور مینار کو بعد میں قطب الدین ایبک نے دیکھا تو اسی نمونہ پر دہلی میں مسجد قوت الاسلام کے ساتھ قطب مینار تعمیر کروایا۔

سوہدرہ کے مشرقی جانب لاہور کے نولکھا باغ کی طرز پر ایک نولکھا باغ تھا۔ اس کے علاوہ جنوبی جانب ایک بہت بڑا پختہ تالاب ہے۔ جس کا ابھی تک زیادہ حصہ قائم ہے۔ ظاہر ہے یہ بھی کسی وقت شہر کے اندر ہوگا۔ مگر اب قصبہ سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس تالاب کے قریب ہی دو قدیم عجیب وغریب بناوٹ کے ہندو مندر بے آباد پڑے ہیں۔ جن پر نوکدار مخروطی گنبد بھی ہیں۔

marfat.com

پیر مینار سے ذرا آگے مغرب کی جانب مستان شاہ کا مزار ہے ۔ یہ اپنے ساتھ ایک دلچسپ حکایت لئے ہوئے ہے ۔ یہ مزار راجہ رنجیت سنگھ کا بنایا ہوا ہے ۔ راجہ رنجیت سنگھ کا باپ مہان سنگھ جس کی دو رانیاں تھیں ۔ گوجرانوالہ میں معمولی سی گدی کا سردار تھا ۔ بڑی رانی سے رنجیت سنگھ تھا ۔ جس کی ماں مر چکی تھی ۔ چھوٹی رانی اپنے پنج سالہ کنور کو لے کر مستان شاہ مجذوب کے پاس پہنچی کہ سائیں جی دعا کرو میرا لڑکا راجہ بن جائے ۔ رنجیت سنگھ بھی ذرا سے فاصلہ پر بیٹھا ہوا اپنی ایک آنکھ سے سب کچھ دیکھ رہا تھا ۔ مجذوب نے اسے گھورا اور رانی سے کہنے لگا کہ تمہارا لڑکا تو راجہ نہیں بنے گا ۔ البتہ یہ کانا ضرور راجہ بن جائے گا ۔ رانی تلملا اٹھی آخر رنجیت سنگھ راجہ بن گیا ۔ مستان شاہ کے انتقال پر راجہ ہونے پر وہ سوہدرہ آیا اور مستان شاہ کی قبر پر مقبرہ تعمیر کرایا ۔ یہ مقبرہ اوائل انیسویں صدی میں تعمیر ہوا تھا ۔ مگر مقبرہ کا پلستر ابھی تک درخشاں ہے ۔

سکھوں کی طوائف الملوکی زمانے میں سوہدرہ پر دیوان رتول نے قبضہ کیا ۔ 1847ء میں یہاں سکھوں کی ایک جنگ ہوئی ۔ جس میں انگریز کامیاب ہوئے ۔ 1849ء سے یہ علاقہ بھی انگریزوں کے قبضہ میں آگیا ۔ سوہدرہ کے حالات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعی ایک قدیم بستی ہے ۔ اور دریائے چناب کے کنارے واقع ہونے کی بناء پر ہمیشہ اسے خاصی اہمیت حاصل رہی ہے ۔ ہندو شاہیہ سلطنتوں میں یہ حد فاصل بھی تھا ۔ سب سے بڑی اہمیت اس مقام کی یہ ہے کہ یہ کشمیر کے راستے پر تھا ۔ اور اسی وجہ سے علی مردان خاں نے اسے حاصل کر کے ازسرنو اپنے بیٹے ابراہیم کے نام پر آباد کر کے شالامار باغ لاہور کے مقابلہ پر ایک باغ لگایا تھا ۔ آج اگرچہ اس قصبہ

میں آثار و نشانات بہت کم دکھائی دیتے ہیں ۔ مگر اس سے اس کی تاریخی اہمیت اور حیثیت میں کوئی فرق رونما نہیں ہوتا کیونکہ ورجنوں تواریخ اور تذکروں میں اس تاریخی قصبہ کا تفصیلی یا اختصار سے ذکر ضرور ملتا ہے ۔

===

آستانہ عالیہ حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری
کیلیاں والا شریف

****

حضرت سید نور الحسن شاہ 20 جنوری 1889ء کو حضرت کیلیانوالہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم سید غلام علی شاہ خود اپنے وقت کی معروف روحانی شخصیت تھے۔ یہ حضرت اللہ بخش تونسوی سے سلسلہ بیعت رکھتے تھے۔ پیشے کے لحاظ سے استاد تھے۔ اور تمام زندگی اسی پیشے کے ساتھ وابستگی میں بسر کر دی۔ آپ کا سلسلہ 47 واسطوں سے حضور نبی کریمؐ تک پہنچتا ہے۔

گھر کا ماحول انتہائی مذہبی اور روحانی تھا۔ اس لئے ان کی روحانی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رہا اور یہ عبادت و تذکار خداوندی کے ذریعہ اپنی ایمانی صلاحیتوں کو جلا بخشتے رہے۔ کاشت کاری کے سلسلہ پر بھی پوری توجہ صرف کی۔ ٹھیکیداری بھی کی۔ خوشنویسی بھی سیکھی۔ اور چند ایک کتب بھی تحریر فرمائیں۔ مگر جلد ہی اس کام کو خیر باد کر دیا۔ البتہ جب آپ حضرت میاں شیر محمد شرق پوری سے بیعت ہوئے تو آپ کے ارشادات پر مشتمل دو کتابیں حکایات الصالحین اور "مراۃ المحققین" اپنے ہاتھ سے لکھ کر اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کیں جو بعد میں طبع بھی ہوئیں۔

جب سید نور الحسن شاہ بخاری اپنے برادر اکبر کے ہمراہ حضرت میاں شیر محمد شرق پوری کی خدمت میں حاضری دی۔ شیر ربانی نے سید نور الحسن کو سامنے کرتے سے پکڑ لیا اور ان کے بھائی سے دریافت کیا کہ ان کا نام کیا ہے۔ انہوں نے آپ کا نام سید نور الحسن عرض کیا تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ نور بنا دوں؟۔ سید نور الحسن فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کبھی بڑے سے بڑے افسر سے بھی مرعوب نہیں ہوا۔ لیکن حضرت میاں صاحب کا اس قدر رعب چھایا کہ میں بول نہ سکا۔ میاں صاحب نے ان پر قلبی توجہ فرما کر کہا مربعوں کے تبادلے کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ اگر چاہو تو ہم تمہاری قسمت کا تبادلہ کر دیتے ہیں۔

اس وقت تو آپ حضرت میاں شیر محمد شرق پوری سے اجازت لے کر اپنے گاؤں چلے آئے مگر کیفیت یہ ہو گئی کہ رات بھر نیند نہ آتی تھی۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ سینہ پھٹ جائے گا۔ کچھ دنوں بعد میاں صاحب قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ اور وہاں باقاعدہ شرف بیعت سے نوازے گئے۔ آہستہ آہستہ مرشد اور مرید کا ارتباط روحانی اس قدر بڑھا کہ یہ مہینوں شرق پور شریف میں رہتے تھے۔ اور چند یوم کیلئے بھی اپنے گاؤں آنا گوارا نہ تھا۔ جب میاں صاحب گاؤں جانے کا حکم دیتے تو حکم مرشد سمجھ کر گاؤں چلے آتے مگر دل شرق پوری شریف کے بے تاج سلطان کے قدموں تلے ہی لوٹتا رہتا۔ اسی محبت واردات اور عشق و عقیدت کا نتیجہ یہ نکلا کہ روحانی مدارج بھی طے ہوتے گئے۔ سلوک کی راہ یقین کا سفر بھی جاری اور دنیاوی و ظاہری تعلیم و تربیت کا انتظام بھی ہوتا رہا۔ غرض مرشد کی نگاہ کرم سے عشق و عقیدت کی بھٹی سلگتی رہی۔

marfatcom

حضرت میاں صاحب کی نگاہ کیمیا اثر انہیں یوں سرفراز منزل کر گئی۔ کہ یہ جو میاں صاحب کے حلقہ ارادت میں آنے سے قبل واجبی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ یکایک علم و حکمت اور ایمان و یقین کی گتھیاں سلجھانے لگے اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ نے اپنے روحانی مشاہدات اور علمی کمالات کا نچوڑ الانسان فی القرآن کی صورت میں اہل بصیرت کے سامنے پیش کیا تو دنیا آپ کی روحانی عظمت کے ساتھ ساتھ آپ کی فقہی بصیرت اور علمی رفعت کی بھی قائل ہو گئی۔ یہ سب حضور ﷺ کی سچی اتباع اور طلب صادق کا فیضان تھا۔ کہ آپ کی روشن تحریریں دلوں کی تاریک وادیوں کو نور بصیرت سے منور کرنے لگیں۔ اور طالبان راہ حق آپ کے فیوض و برکات کو اپنے دامان طلب میں سمیٹنے لگے۔

حضرت میاں شیر محمد شرق پوری نے آپ کو خلافت عطا فرما کر حضرت کیلیانوالہ شریف کے علاقہ کے عوام کی تربیت روحانی کا حکم دیا تو اپنے گاؤں چلے آئے۔ شیخ طریقت سے فرقت قلب و نظر پر بار گزرتی تھی۔ اس لئے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ کر شیخ کے قدموں میں پہنچ جاتے تھے۔ آہستہ آہستہ علاقہ بھر کے عوام جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگے۔ اور اس طرح حضرت شرق پوری کی جلائی ہوئی شمع ایمانی ضلع گوجرانوالہ ہی نہیں بلکہ پنجاب بھر کے قصبات و دیہات کے متلاشیان حق و صداقت کے دلوں میں ایمان و آگہی کے اجالے بکھیرنے لگی۔ آپ کی عظمت کردار اور خاندانی نجابت تو ویسے ہی مسلمہ تھی۔ حضرت شیخ کی دعاؤں اور روحانی نوازشات نے آپ کو تبلیغ اسلام اور ترویج و اشاعت سنت نبوی ﷺ کے سلسلے میں علم و عمل کا رنگ بکھیرتا ہوا آفتاب بنا کر مطلع ایمان پر جگمگا دیا تھا۔

سید نورالحسن شاہ بخاری صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی زبان کی تاثیر سے علم و حکمت کے عقدے حل ہوتے اور آپ کی نگاہ کی تاثیر سے گم گشتگان منزل کو صراط مستقیم کا شعور ملتا جو بھی حاجت مند آتا اس درویش کی بارگاہ سے سرفراز فیض یاب ہو کر جاتا۔ حاضری دینے والوں کے دل بھی منور ہوتے اور نگاہیں بھی نور یقین سے مستنیر ہوتیں آپ کی بیسیوں کرامات مشہور ہیں۔ جن سے آپ کی روحانی قدر و منزلت اور ایمانی جلالت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مگر آپ کی سب سے بڑی کرامات یہ تھی کہ آپ نے حضرت شرق پوری کا روحانی مشن جاری رکھا۔

آپ کی تاریخ وفات 21 نومبر 1952ء بمطابق 3 ربیع الاول 1372ھ ہے۔ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال گیارہ مہینے تھی۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ عمر تاریخ وصال اور وقت وصال میں آپ کی مطابقت اپنے شیخ طریقت حضرت شرق پوری کے ساتھ انتہائے کمال پر ہے۔ کہ اپنے مرشد کامل کی ظاہر و باطن میں ایسی اتباع کا نمونہ عوام و خواص کے سامنے پیش کر کے دکھایا جس کی مثال نہیں ملتی۔ یعنی وصال کی تاریخ اور وقت میں ایک منٹ بھی فرق نہیں ہوا۔ عمر اور اقوال و اعمال میں بھی پوری مطابقت رکھتے تھے۔ اسی لئے حضرت شیر ربانی اپنی زندگی میں ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نے مجھے دیکھنا ہو وہ ان کو دیکھے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا آپ تو اپنے شیخ کی مراد تھے۔ آپ کے جنازے میں ہزاروں علماء و مشائخ اور ارادت مندوں نے شرکت کی۔

=====

marfatcom

سرگودھا

marfatcom

سرگودھا کا قدیمی تاریخی پس منظر

****

سرگودھا شہر کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ۔ لیکن مجموعی طور پر اس ضلع کی تاریخ انتہائی قدیم ہے ۔ اس میں شاہ پور ، تخت ہزارہ اور بھیرہ جیسی قدیم بستیاں ہیں ۔

یکم جولائی 1982ء کو اس ضلع کے مغربی حصہ یعنی تحصیل خوشاب کو علیحدہ ضلع کا درجہ دے دیا گیا ہے اور اب ضلع سرگودھا صرف چار تحصیلوں پر مشتمل ہے ۔ جن کے ابتدائی حالات تاریخ کے دھندلکوں میں گم ہو جاتے ہیں ۔ بھیرہ کا تاریخی قصبہ تو وادی سندھ کی تہذیب کے عروج (تقریباً 5000 ق م) سے بھی قبل بتایا جاتا ہے ۔ دنیا کی قدیم ترین کتابوں میں سے ایک رگ وید کے اس علاقے میں تخلیق ہونے کے شواہد ملتے ہیں دلی کے بار بار اجڑنے کا ذکر تو کتابوں میں عام ہے لیکن اس ضلع کی بعض بستیاں جس طرح متعدد بار مسمار

بم چوک سرگودھا جہاں 1965ء کی جنگ میں بم گرائے گئے

marfatcom

ہوئیں وہ بھی کسی قیامت سے کم نہ تھیں۔

قدیم زمانے سے ہی یہ علاقہ حملہ آوروں کے راستے میں پڑتا تھا۔ مغلوں، بلودھیوں، ابدالیوں نے بھی اس علاقے پر حملے کئے۔ دریائے جہلم میں بار بار طغیانی اور ہیضے کی وباء سے ان علاقوں میں خاصا مالی و جانی نقصان ہوا۔ گزٹ ایئر ضلع شاہ پور میں احمد شاہ ابدالی کے حملے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ 1757ء کے حملے میں سرگودھا کے تین بڑے شہر ملیا میٹ ہو کر رہ گئے ان میں سے بھیرہ اور میانی تو اپنے کھنڈروں پر پھر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گئے لیکن چک ساہنو کا مٹی کے ڈھیر کے علاوہ کچھ نہ بچا۔

انگریزوں کی آمد:

انگریزوں کے پنجاب پر قبضہ 1849ء کے وقت ضلع کا زیادہ تر علاقہ بے آباد جنگل تھا۔ گاؤں دور دور بکھرے ہوئے تھے۔ درخت کم اور جھاڑیاں زیادہ تھیں۔ زیادہ تر زمین دن، کری، جنڈ سے ڈھکی ہوئی تھی۔ انگریزوں نے اناج کے حصول کے لئے اس علاقہ کو ترقی دی اور دریائے جہلم سے رسول کے مقام سے بند باندھ کر نہر لوئر جہلم نکالی۔ جس کا افتتاح 1903ء میں ہوا۔ انگریزوں نے اپنی رہائش کے لئے شاہ پور کے پرانے شہر کی بجائے سرگودھا کے مقام پر اپنے بنگلے بنوائے اور یہ علاقہ سول لائن کہلاتا ہے۔ ریلوے لائن کی دوسری جانب ایک خوبصورت شہر تعمیر کرایا۔ سرگودھا پہلے ایک نئی تحصیل بنائی گئی اور کرانہ بار میں واقعہ 21 دیہات ضلع جھنگ سے الگ کر کے اس نئی تحصیل میں شامل کر دیے گئے۔ 1914ء میں ضلع ہیڈکوارٹر شاہ پور سے یہاں

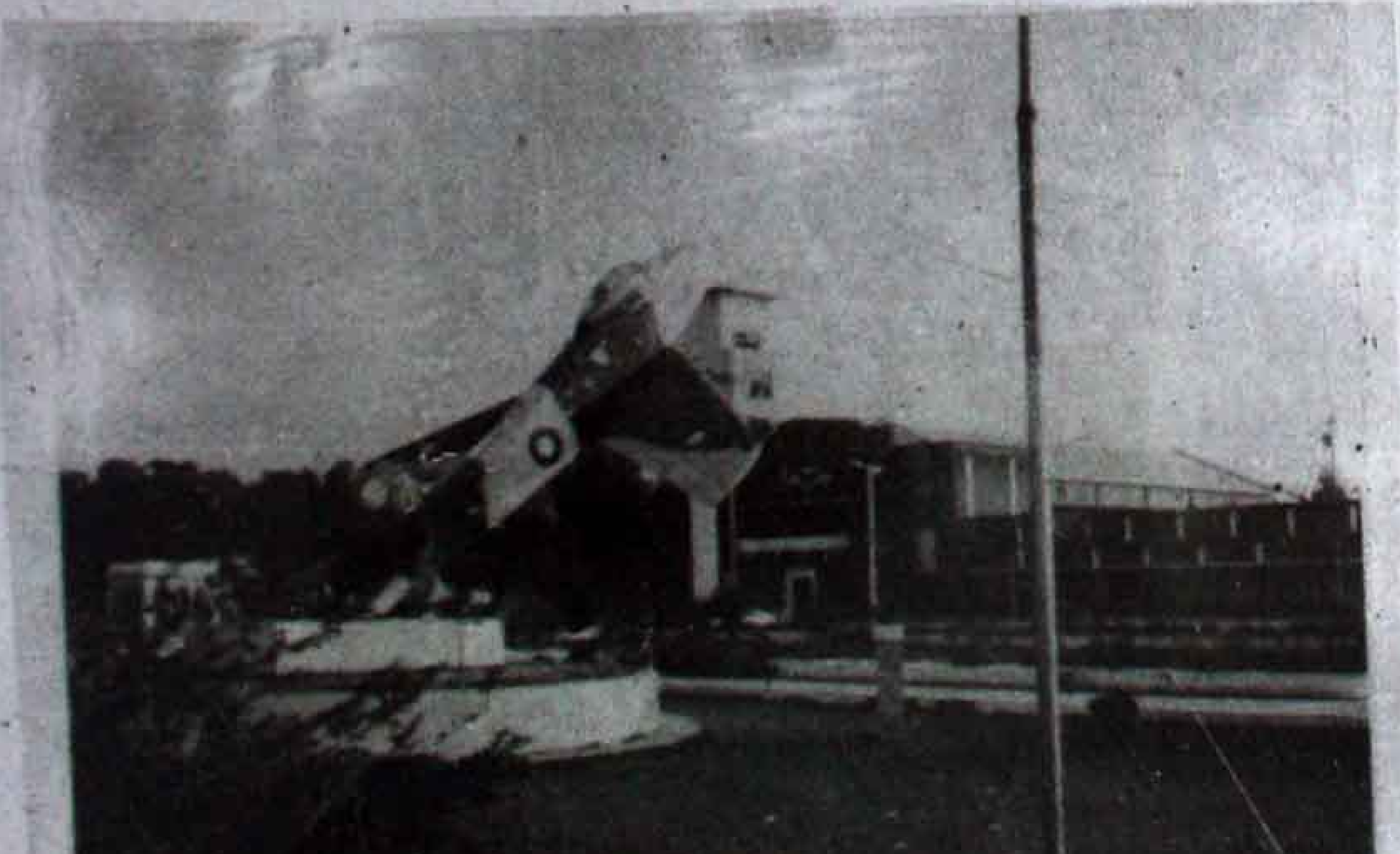

جناح ہال سرگودھا

marfat.com

منتقل ہوئے ۔ پھر کافی عرصہ تک اس کو ضلع شاہ پور بمقام سرگودھا کہا جاتا تھا اور بعد میں 1940ء میں اس ضلع کا نام بھی سرگودھا کے نام پر رکھ دیا گیا۔

سرگودھا کے تحصیل ہیڈ کوارٹر بننے کا ذکر ہو چکا ہے سرگودھا کا نام سائیں گودھا کے نام پر پڑا ۔ پنجابی میں سر تالاب کو کہا جاتا ہے سائیں گودھا کی کسی زمانہ میں موجودہ سول ہسپتال کے احاطے میں ایک تالاب کے کنارے ایک جھونپڑی ہوا کرتی تھی ۔ چنانچہ سرگودھا کا پورا نام سر + گودھا بن گیا۔

سرگودھا ایک جدید خوبصورت شہر ہے اس کے پرانے بلاکوں میں کھلی سڑکیں اور ہر بلاک کے درمیان ایک وسیع میدان ہے ۔ برصغیر میں شاید ہی کسی شہر کو اتنی مقدار میں کھلی گراونڈ میسر ہوں ۔ علاوہ ازیں شہر میں چار بڑی سیرگاہیں ہوا کرتی تھیں ۔ ایک کمپنی باغ تھا دوسرا چلڈرن پارک تیسرا لیڈی پارک چوتھی بہت بڑی گراونڈ سی تھانے کے پہلو میں تھی ۔ جہاں ہاکی، فٹبال اور دیگر کھیل کھیلے جاتے تھے ۔ اس گراونڈ میں اب پریس کلب، سول ہسپتال کی ذیلی شاخ مولا بخش ہسپتال مسجد شہدا اور کچھ عمارتیں بن گئیں ہیں ۔ اس طرح کمپنی باغ میں میونسپل لائبریری اور نیشنل سنٹر بن گیا ہے ۔ چلڈرن پارک میں ایک سکول اور ایک مسجد تعمیر ہوئی جبکہ لیڈی پارک میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بنا ہوا ہے ۔ لیڈی پارک کے خاتمے اور ہسپتال کی تعمیر دونوں سے بیماریوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اس شہر کی اہمیت یہاں کی فوجی چھاؤنی کی وجہ سے بھی ہے ۔ علاوہ ازیں یہ شہر ہوائی فوج کا اہم مرکز ہے ۔ یہاں P.A.F کا بہت بڑا بیس ہے یہاں کے P.A.F کالج میں ملک بھر سے طالب علم آتے ہیں ۔ ہوائی فوج کے مستقبل کے افسروں کی بنیادی تربیت گاہ ہے ۔

اس شہر کے جیالے نوجوانوں اور فوج نے 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں اس کی بنا پر سرگودھا شہر کو لاہور اور سیالکوٹ کا ہم پلہ شہر قرار دیا گیا ۔ اس شہر کو اب شاہینوں کا شہر بھی پکارا جاتا ہے ۔ چند سال قبل میونسپل کارپوریشن نے شہر کے ایک اہم چوک میں تانبے کا ایک خوبصورت شاہین بنوا کر نصب کروایا تھا ۔ میونسپل کارپوریشن کا دفتر لیڈی پارک میں فائر بریگیڈ کے عقب میں بنوا دیا گیا ہے ۔ جبکہ پرانے دفتر کی جگہ شاپنگ سنٹر تعمیر کر دیا گیا ہے ۔

تحصیل سے ڈویژن ہیڈ کوارٹر : سرگودھا کو 1960ء میں ڈویژنل ہیڈ کوارٹر بننے کا شرف حاصل ہوا جس میں سرگودھا ، فیصل آباد، میانوالی اور جھنگ کے اضلاع شامل ہوئے مگر بعد ازاں ضلع میانوالی میں ضلع بھکر، سرگودھا میں ضلع خوشاب اور فیصل آباد میں ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ اور فیصل آباد کے اضلاع پر مشتمل فیصل آباد ڈویژن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے ۔ لیکن اس شہر کو وہ سہولتیں آج تک فراہم نہیں کی گئیں جو بطور ڈویژنل ہیڈ کوارٹر دوسرے شہروں کو میسر ہیں ۔ مثلاً یہاں ریڈیو اسٹیشن، ٹیلی ویژن سٹیشن اور یونیورسٹی نہیں ہے جبکہ آرٹ کونسل کا قیام حال ہی میں عمل میں آیا ۔ 1981ء میں اسے اے کلاس ٹاؤن قرار دیا گیا اور میونسپل کمیٹی سے میونسپل کارپوریشن کے درجہ پر فائز ہوا ۔

ضلع کا محل وقوع : ضلع سرگودھا چار تحصیلوں یعنی تحصیل سرگودھا، تحصیل بھلوال، تحصیل شاہ پور، تحصیل

marfatcom

ساہیوال پر مشتمل ہے۔ تحصیل بھلوال کے شمال میں ضلع جہلم کی تحصیل پنڈ دادن خان ہے۔ شمال مشرق جانب ضلع ضلع منڈی بہاؤالدین کی تحصیل پھالیہ اور دریائے چناب جو ضلع حافظ آباد کو ضلع سرگودھا سے جدا کرتا ہے جنوب میں ضلع جھنگ اور مغرب میں ضلع خوشاب اور میانوالی واقع ہیں۔ اور سطح سمندر سے 592 فٹ اونچا ہے۔

تاریخی مقامات:

بھیرہ = تاریخی مقامات کے سلسلہ میں بھیرہ کے قدیم شہر کو اولیت حاصل ہے خود بھیرہ کا پرانا شہر آثار قدیمہ کے زمرے میں آتا ہے اس کا نقشہ لاہور اور پشاور کے پرانے شہروں کا سا ہے۔ بھیرہ میں عظیم الشان قلعہ کے کھنڈرات ہیں علاوہ ازیں بابر کے بنائے ہوئے باغ صفا کے کچھ نشانات ابھی تک باقی ہیں۔ شیر شاہ سوری

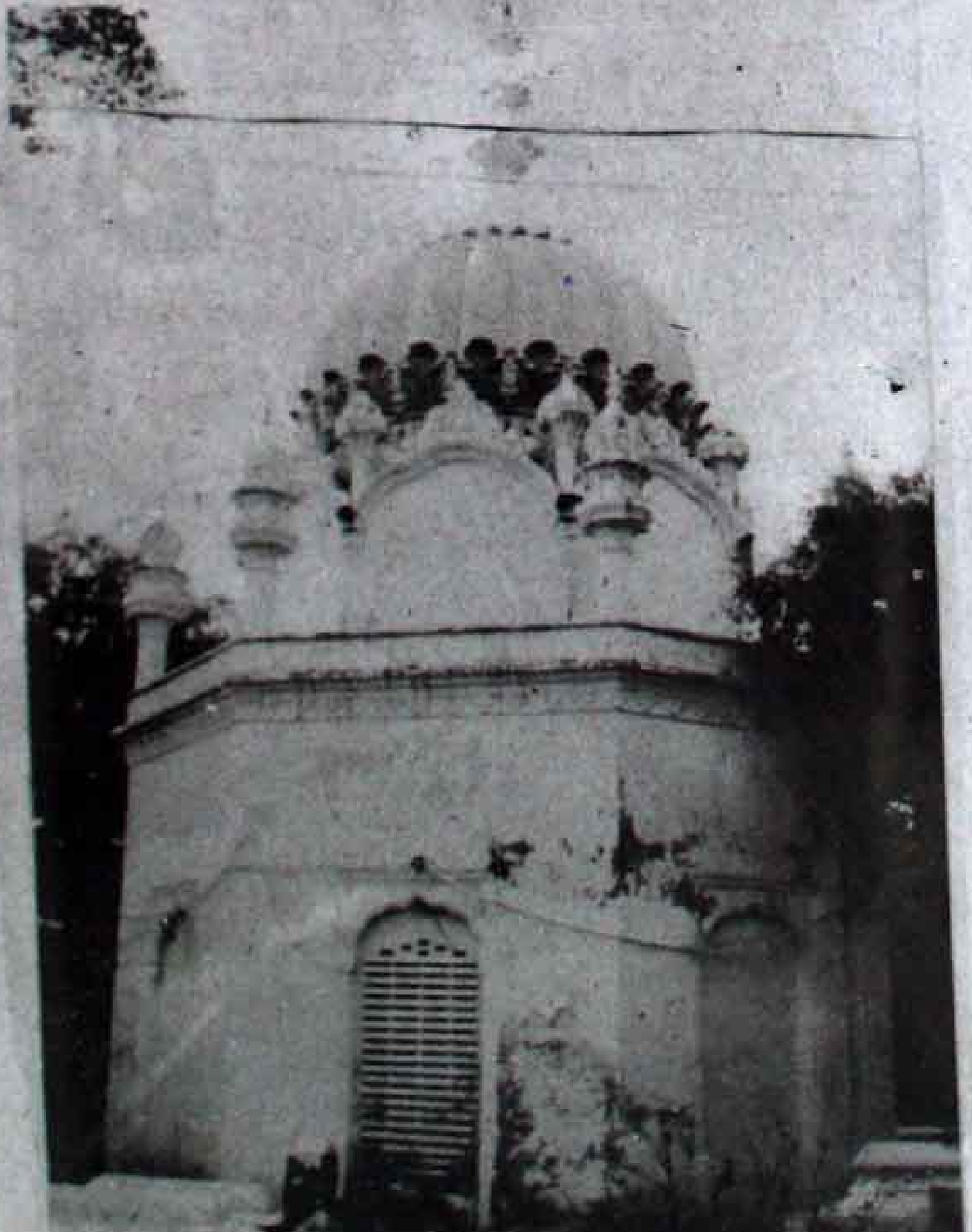

مزار حضرت بابا سمان شاہ

marfatcom

کی تین گنبد والی مسجد عیدگاہ نیز اورنگزیب کی تعمیر کرائی ہوئی مسجد بھیرہ کی قابل دید عمارتیں ہیں میراں احمد کا مزار یہاں آج بھی مرجع خلائق ہے بھیرہ کسی زمانے میں لکڑی کی تراش خراش کے فن میں بہت آگے تھا یہاں کا بنا ہوا ہے ایک دروازہ آج بھی لاہو کے عجائب گھر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شاہ پور: سرگودھا کے شمال مغرب میں تقریباً 30 میل کے فاصلے پر قدیم تاریخی شہر شاہ پور واقعہ ہے۔ شاہ پور شہر میں شاہ شمس کا مزار اور تخت ہزارہ میں مغل فقیر شمس الدین کا مزار بھی مرجع خلائق ہے۔

دھریمہ: سرگودھا سے آٹھ میل کے فاصلے پر دھریمہ نام کی ایک چھوٹی سی بستی بھی قدامت کے لحاظ سے بڑی اہم ہے یہاں پر بھی بزرگوں کے کئی مزار ہیں۔ مسافروں اور زائرین کیلئے ایک بہت بڑا کمرہ بھی بنا ہوا ہے۔ دھریمہ میں ایک قبر کی لوح پر شاہ جہاں کے بیٹے شاہ شجاع کا نام لکھا ہوا ہے۔ شاہ شجاع اورنگ زیب کے ساتھ تخت نشینی کی جنگ ہارنے کے بعد فرار ہو گیا تھا۔ اور ایک روایت ہے کہ وہ پناہ کے لئے اپنے مرشد کے پاس دھریمہ آیا اور یہیں اس کی وفات ہوئی

بھیرہ کے قریب میانی کے قصبہ سہاں والا میں تباہ شدہ ٹبہ

marfatcom

شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ

شمس العارفینؒ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ کا شمار سلسلہ عالیہ چشتیہ کے شہرہ آفاق مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے مشائخ عظام کی زریں روایات کو جس تابناکی و براقی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور تجدید و احیائے دین کے فرض کو جس حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا ہے وہ بھی تاریخ عالم کا ایک جزو بن چکا ہے۔ آپ غوث زمان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام سے ہیں۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اشاعت کا سب سے زیادہ کام آپ نے ہی کیا ہے۔

سرکار شمس العارفینؒ 1214ھ، 1799ء میں موضع سیال شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی درسی تعلیم حفظ قرآن پاک اور عربی و فارسی کی تکمیل اپنے آبائی وطن میں ہی کی بعد ازاں حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ کے مدرسہ میں متواتر تین سال تک دینی تعلیم کے سلسلہ میں مشغول رہے اور منطق و فلسفہ اور فقہ کی تعلیم اخلاص (حالیہ ضلع اٹک) کے مدرسہ میں دو سال تک مقیم رہ کر حاصل کی اور حضرت مولانا محمد علی مکھڈی جس وقت تلاش شیخ میں مکھڈ سے روانہ ہوئے تو اس وقت خواجہ شمس الدین کی عمر مبارک اٹھارہ برس تھی۔ مولانا صاحبؒ نے آپ کو بھی ساتھ لے لیا۔ تلاش حق کا جو جذبہ طوفان کی صورت میں مولانا مکھڈوی کے دل کی دنیا کے اندر موجزن تھا۔ حضرت قبلہ عالم سیالویؒ کے من کی دنیا میں بھی اس نے ایک آگ پیدا کر دی تھی اور دونوں تونسہ شریف پہنچے تو آفتاب ولایت خواجہ خواجگان حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کے چہرہ انور پر

marfatcom

موجود انوار دیکھ کر آپ نے دست عقیدت دراز کیا اور بیعت سے مشرف ہوئے اور پھر سولہ سال تک اپنے شیخ کامل کی صحبت میں رہے۔ خوب خدمت کی تمام مدارج روحانی کی تکمیل فرمائی اور بے پناہ فیوضات حاصل کیے۔ شیخ کامل نے آپ کو توجہات خاص کا مرکز بنایا۔ آپ کو اپنے شیخ کے ساتھ جس قدر محبت و عقیدت اور حصول فیض میں یکسوئی حاصل تھی اس کے متعلق آپ کا یہ واقع مشہور ہے۔ ایک دفعہ بارگاہ سلیمانی میں باریابی نصیب ہوئی تو ایک ضعیف لڑکھڑاتا ہوا شخص آیا اور سلام کرنے کے بعد حضرت کے پاس بیٹھ گیا۔ جب اٹھا تو حضرت پیر پٹھان ؒ نے اپنے پروانوں سے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ سب ان کی طرف لپکے لیکن حضرت خواجہ شمس الدین اپنے شیخ کی خدمت میں بدستور بیٹھے رہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ملنے کیوں نہیں گئے۔ آپ نے عرض کیا خضر علیہ السلام جن کی بارگاہ میں حاضری دینے آئیں میں انہیں چھوڑ کر خضر علیہ السلام کی طرف کیوں جاؤں۔ حضور تونسوی نے یہ سن کر فرمایا "اللہ! میرے سیالاں کو رنگ لائیں" بعد ازاں آپ کی دعا واقعی رنگ لائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شناسائے رموز حقیقت اور واقف اسرار طریقت ہونے کا شرف عطا کیا۔ آپ لوگوں کو ہمیشہ اتباع شرع کی تلقین کرتے اور شریعت حق کی مخالفت کرنے والوں کی محبت سے اجتناب کی تعلیم دیتے۔ سیال شریف کو آپ نے رشد وہدایت کا مرکز بنایا۔ وہاں سے آپ نے اپنے مقدس مشن کا آغاز کیا۔ آپ نے سیال شریف میں زائرین اور فقراء کیلئے ایک وسیع لنگرخانہ قائم کیا اور ان کے قیام کیلئے رہائش گاہیں تعمیر کرائیں۔ 1842 میں سیال شریف میں ایک عظیم الشان اسلامی درسگاہ کی بنیاد بھی رکھی۔ جس میں آپ کی زیر سرپرستی جید علماء علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت کی خدمت اقدس میں ہر قسم کے لوگ آیا کرتے تھے۔ فقیر بھی امیر بھی۔ گدا بھی نواب بھی سالک بھی۔ قلندر بھی۔ عالم بھی اور ان پڑھ بھی اور اس غریب نواز کے دراقدس پر ہر آنے والا اپنی استعداد اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق کچھ نہ کچھ لے کے ہی جاتا۔ اسی حضرت سے بے انداز کرامات نے ظہور میں آئیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین نے نماز ظہر کے بعد پنجابی کے یہ الفاظ فرمائے " بانو ڈبدی پئی اے " میاں غلام محمد پٹواری نے دن وقت اور تاریخ نوٹ کر لی۔ چند روز کے بعد خوش نصیب بانو حاضر دربار ہوئی اور اپنی سرگزشت حضرت کے گوش گزار کی آپ نے فرمایا اس ذکر کو چھوڑ دو ولی اور بات سناؤ وہ خاموش ہو گئی اس کے بعد غلام محمد نے پوچھا تو وہ کہنے لگی۔ ایک دن جہلم سے پنڈ دادنخان کے لئے تین کشتیاں روانہ ہوئیں۔ ان میں سے ایک کشتی پر میں دیگر پیر بھائیوں کے ہمراہ سوار تھی ہماری کشتی درمیان میں تھی۔ سیلاب زوروں پر تھا اتفاق سے ایک بہت بڑے بھنور نے ہماری کشتی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ ملاحوں نے ہر چند کوشش کی مگر بے سود پہلی کشتی کا چکر کھایا اور ڈوب گئی۔ پھر ہمارے والی کشتی بھی بھنور میں آ گئی ہم سب زندگی سے مایوس ہو گئے ہیں۔ دیوانہ وار مجھے سر اٹھی اور پیر سیال کو امداد کیلئے پکارا۔ مرشد کامل کی باطنی توجہ سے ہماری کشتی کو غرق ہونے سے بچالیا۔

marfatcom

ایک اور واقعہ جس کے راوی حضرت مولانا معظم الدین صاحب مرولوی قدس سرہ ہیں۔ جنہیں بارگاہ شیخ میں طویل حاضری کا شرف حاصل ہے فرماتے ہیں۔ ایک روز حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نماز ظہر کیلئے وضو فرما رہے تھے۔ خادم وضو کرا رہا تھا کہ اچانک حضرت نے اس کے ہاتھ سے کوزہ جھپٹ کسی غیر چیز کے دے مارا۔ خادم پریشان ہو گیا کہ مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ افسردہ خاطر ہو گیا اور حجرہ میں مقیم مولانا مرولوی کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا مولانا نے خادم کو تسلی دی اور کہا فکر نہ کرو کوئی بات نہیں فقیر کا کوئی عمل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا تم اس کوزے کی ٹھیکریاں سنبھال کر رکھو۔ خادم نے کوزے کی ٹھیکریوں کو سنبھال کر رکھ لیا۔ چند ماہ بعد بخارا کے علاقے کا ایک آدمی آیا اور جب اس نے حضرت کی زیارت کی توزور زور سے کہنے لگا "ہمیں بود ہمیں بود" یعنی یہی وہ شخص ہے۔ ہم نے اس سے ماجرا پوچھا تو اس نے بتایا کہ بارگاہ ایزدی میں دعا مانگا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے غوث زمان کی زیارت کی توفیق عطا فرما۔ مجھے حضرت کی زیارت کرائی گئی اور سیالاں کا نام بھی بتایا گیا۔ میں اپنے علاقہ سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ ایک شیر گرجتا ہوا حملہ آور ہوا میں نے پکارا اے سیالاں کے غوث میری مدد فرما تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ شیر کے ماتھے پر ایک کوزہ آ لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اس کوزے کی ٹھیکریاں سنبھال کر رکھ لیں۔ خادم کی سنبھالی ہوئی ٹھیکریاں اور اس کی لائی ہوئی ٹھیکریاں جوڑی گئیں تو حضرت کا کوزہ مکمل ہو گیا۔

آنحضور شمس العارفین نے جن علماء کو منازل عرفان طے کرا کر خرقہ خلافت عنایت فرمایا ہے ان سے نمایاں آفتاب علم و معرفت، مجدد ملت حضرت مولانا خواجہ محب النبی، عبدالغنی چشتی بریلوی، غوث الامت حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑی، فخر المشائخ حضرت سید حیدر شاہ جلالپوری، حضرت مولانا محمد معظم الدین مرولوی، حضرت مولانا فضل دین چاچڑوی، حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی، حضرت مولانا غلام قادر بھیروی لاہوری، حضرت مولانا پیرامیر شاہ بھیروی قابل ذکر ہیں۔ ان خلفاء میں سے اوالذکر چار خلفاء کے کارنامے نمایاں اور بے حد ممتاز ہیں اور ان کے سلسلے درگاہ عالیہ بریلہ شریف (ضلع گجرات) گولڑہ شریف (ضلع راولپنڈی) جلالپور شریف (ضلع جہلم) اور مرولہ شریف اب تک شان و شوکت سے جاری ہیں۔

حضرت شمس العارفین کے تین فرزندان گرامی تھے۔ حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد دین، قمرالملت والدین، سجادہ مشخنۃ۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کا سالانہ عرس مبارک ہر سال ماہ صفر المظفر بائیس سے چوبیس تاریخ تک آستانہ عالیہ سیال شریف منعقد ہوتا ہے۔ جس میں ملک کے طول و عرض سے لاکھوں مریدین اور مقتدین شریک ہو کر نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں

marfatcom

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سیال شریف ضلع سرگودھا

حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی ضلع سرگودھا کے ایک مشہور قریہ طیبہ سیال شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت جمادی الاول 1324ھ بمطابق 1904ء میں ہوئی۔ آپ کا نام محمد قمر الدین تجویز کیا گیا۔ آپ کے والد گرامی خواجہ ضیاء الدین قدس سرہ جلیل القدر، فاضل، مجاہد اسلام اور پیکر حریت و شجاعت تھے۔ حضرت خواجہ قمر الدین مادر زاد ولی تھے۔ بچپن سے ہی آپ میں ایسے آثار نمودار ہونے لگے جو آپ کی عظیم شخصیت کی غمازی کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب ابھی آپ صرف تین برس کے تھے آپ نے یہ معمول بنا لیا گھر میں جو کپڑا بھی ہوتا اس کو پگڑی بنا کر سر پر باندھ لیتے تھے۔ بعض اوقات تو اتنے کپڑے باندھ لیتے کہ آپ کے ننھے سے سر پر پگڑیوں کا انبار لگ جاتا تھا۔ آپ کے اس طرز عمل کی خبر کسی طرح آپ کے دادا جان حضرت ثانی کو ہوگئی۔ ان کی محبت کے جذبات میں جوش آگیا۔ اسی وقت پوتے کو بلایا اور اپنے پاس محفوظ تبرکات کے صندوق سے آپ، جتنی دستاریں آپ کے پیر خانہ سے عطا ہوئی تھیں یا حضرت شمس العارفین کے جو عمامے بطور تبرک محفوظ تھے۔ سب کے سب نکال لے اور اپنے دست مبارک سے اس نونہال کے سر پر باندھ دیے۔

خواجہ سیالوی نے 1932ء بمطابق 1351ھ میں علوم سے فارغ التحصیل ہو کر سند فراغت حاصل کی۔ 1938ء میں آپ حج کی سعادت و زیارت سے مشرف یاب ہونے کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ مدینہ طیبہ میں اندلس کے قاضی شیخ ابوبکر النغابی نے ایک ملاقات میں آپ کو سند حدیث عطا فرمائی۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں مدرسۃ صولتیہ کے شیخ الحدیث علامہ عمرو ممدان المکی نے بھی آپ کو سند حدیث عطا فرمائی۔

حضرت خواجہ طبقہ علماء میں متبحر اور ممتاز حاصل شمار کئے جاتے تھے۔ اور مزرہ مشائخ میں جان محفل ہوا کرتے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد کے صحیح جانشین اوصاف مشائخ کے جامع اور حد درجہ زیرک انسان تھے۔ آپ چرخ شریعت و طریقت کے نیر تاباں تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے جب وصال فرمایا تو آپ نے آستانہ عالیہ سیال شریف کی مسند سجادگی کو رونق بخشی اور پیر سیال کی جانشینی کا حق ادا کیا۔

حضرت خواجہ نے ہزاروں گم کردہ راہوں کو اپنی روحانی توجہ کی بدولت راہ راست سے ہمکنار کیا۔ حرماں نصیبوں کو سکون و طمانیت کی دولت عطا کی۔ ان گنت نفوس آپ کے انفاس طیبہ کی وجہ سے اللہ پاک اور حبیب خدا احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے انوار سے جگمگا اٹھے۔ آپ سیدھے سادھے مسلمانوں کے ایمان اور خوش عقیدگی کے تحفظ کی خاطر ہمیشہ فرق باطلہ کی تردید میں سینہ سپر رہے۔ مناظروں اور مباحثوں سے ان کے شکوک و شبہات کے مسکت اور شافی جواب دیے گئے۔

حضرت خواجہ سیالوی عربی فارسی، اردو اور پنجابی زبانوں میں بھی گفتگو فرمالیا کرتے تھے۔ انشاء عربی پر آپ کو

marfat.com

قدرت کاملہ حاصل تھی۔ عربی میں کمال درجے کا شغف رکھنے کے علاوہ آپ کو اس زبان میں بلا تکلف مضمون لکھنے کی بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ اللہ تعالی نے آپ کو اس غضب کا حافظہ عطا فرما رکھا تھا کہ سالوں پڑھی ہوئی کتابوں کے مضامین آپ کے پیش نظر رہتے تھے۔ آپ کے استاد محترم علامہ معین الدین اجمیری آپ کی ذہانت و ذکاوت کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ سیالوی نے جہاد کشمیر میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ فرنٹیئر کے سرحدی علاقوں سے بیش قیمت آتشیں اسلحہ خرید کر مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔ جہاد کشمیر کے لئے آپ نے ملک گیر مہم چلائی اور لوگوں کو اس جہاد میں شامل ہونے کی طرف راغب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق جہاد کشمیر میں شامل ہوئے۔

حضرت سیالوی نے مہاجرین کی آباد کاری میں بھی حکومت کا ہاتھ بٹایا اور اپنی ذاتی مدد سے بے شمار مہاجروں کے گھر آباد فرمائے۔

1965ء کی جنگ کے موقع پر آپ نے اپنی تمام پونجی "دفاعی فنڈ" میں جمع کروا دی اپنے مریدوں اور متعلقین کو بھی زیادہ سے زیادہ ملکی مدد میں شمولیت کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ کے ایثار و قربانی کا اس وقت یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے اہل خانہ کے زیورات بھی ملک پر قربان کر دیئے۔ اور اپنے احباب کو قنوت نازلہ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

پاکستان میں نظام مصطفی کے قیام کے لئے آپ نے انتھک جدوجہد فرمائی۔ آپ نے شدید بیماری کے باوجود اسلامی نظریاتی کونسل کے لئے دن رات قابل قدر کام کیا۔ حضرت کی ان خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمن نے انکشاف کیا کہ حضرت نے نظریاتی کونسل کے لئے ہمیشہ تنخواہ کے بغیر کام کیا حتی کہ سفر خرچ کے لئے بھی آپ نے کوئی پیسہ نہیں لیا۔

12 - جولائی 1981ء کو حضرت خواجہ سرگودھا سے چند میل دور پل گیارہ پر ٹریفک کے ایک حادثے میں بری طرح زخمی ہوگئے۔ آپ کو فی الفور سرگودھا کے ہسپتال میں داخل کیا گیا مگر وہاں آپ کی حالت بہتر نہ ہو سکی۔ پھر آپ کو کمبائن ملٹری ہسپتال لاہور لایا گیا جہاں آپ 20 - جولائی 1981ء بمطابق 17 رمضان المبارک 1401 ھ اپنے خالق و مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کو سیال شریف میں آپ کے نامور والد حضرت خواجہ ضیاء الملک والدین کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

marfat.com

سرگودھا شہر میں حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہید پانی پتی نوٹاں والی سرکارؒ کا مزار

سرگودھا شہر کے بڑے قبرستان کے ملحقہ حضرت میاں عبدالرشید قلندر شہید پانی پتی المعروف نوٹاں والی سرکارؒ کا آستانہ مبارک ہے۔ آستانہ کے قریب ہی جامع مسجد بھی ہے۔ اور مشرق کی جانب بہت بڑا لنگر خانہ ہے۔ جہاں دن رات مریدین لنگر پکاتے ہیں اور زائرین کو کھلاتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ قلندریہ ہے۔ بو علی شاہ قلندر سے فیض پایا پیر بنگوٹی شریف سے بھی قادری سلسلہ کا فیض ملا۔ حضرت پیر ولایت علی شاہ جن کا مزار ملیر کینٹ کراچی میں ہے۔ حضرت میاں فیض اللہ خان کا مجو جن کا مزار سوات میں منگورہ کے قریب ہے۔ دونوں بزرگوں سے چشتی نظامی، نقشبندی فیض پایا۔ آپ ظاہری طور پر مجذوب لیکن ولی کامل اور سالک تھے۔ لنگر اور آستانے کا اہتمام مریدین ہی کرتے ہیں۔ آپ کے مریدین پورے پاکستان میں ہیں اور جمعہ کے روز دور دراز سے زائرین حاضری دیتے ہیں۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔ شہادت سے قبل مسجد میں عبادت کر رہے تھے۔ فرمایا " حضرت عمر، حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد میں شہید ہوئے تھے۔ 23 جولائی 1993ء کو آپ کو مسجد میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار پر گنبد بھی ہے۔

marfat.com

حضرت سخی شاہ سلیمان نوری حضوری ؒ

..........پرانا بھلوال سرگودھا

ضلع سرگودھا کی مشہور تحصیل بھلوال شہر کے جانب شمال مشرق پرانے بھلوال کے نام سے ایک قصبہ مشہور ہے ۔ جہاں حضرت سخی شاہ سلیمان نوری حضوری ؒ کا آستانہ مبارک ہے جو سلسلہ نوشاہیہ کے بانی مجدد اعظم حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش کے مرشد ہیں ۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ مخلوق خدا یہاں دن رات حاضر ہو کر دینی و دنیاوی فیض حاصل کرتی ہے ۔ حضرت سخی شاہ سلیمان نوری حضوری 914ھ بغداد کے علاقہ ہرات گاؤں میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد کا نام حضرت شیخ عبداللہ تھا ۔ آپ ہاشمی قریشی سلسلہ سے ہیں ۔ آپ کے مرید خاص حضرت نوشہ گنج بخش قادری ؒ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں ۔ اور سلسلہ نوشاہیہ کے بانی تھے جن کے لاکھوں مریدین اور خلفاء ہیں ۔ خصوصی فیض سے نوشہ صاحب کو نوازا ۔ کتاب سر مکتوم میں ہے کہ حضرت شاہ سلیمان قادری نے جب آپ ؒ کو خلافت سے مشرف کیا تو آپ ؒ کو مجلس محمدی میں حاضر کیا ۔ اس وقت حضور ﷺ کی مجلس اعلیٰ منعقد تھی ۔ چہار یار ظاہری اور چہار یار باطنی موجود تھے ۔ انہوں نے حضور نبوی ﷺ میں عرض کیا کہ یہ میرا بچہ ہے ۔ اس کو قبول فرمائیں ۔ اور اپنی نعمتوں سے بہرہ ور فرما دیں ۔ تو اس وقت آنحضرت ﷺ نے بمعہ صحابہ کرام آپ کو اپنے اپنے فیوض و برکات سے نوازا ۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ صحن میں ایک کمرہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ جہاں نوشہ پاک ؒ نے چلہ کشی کی تھی ۔ آپ کا مزار ضلع سرگودھا کے پرانا بھلوال سرگودھا روڈ پر ہے ۔

marfatcom

صابری دربار عالیہ کلس شریف

کلس شریف کا شمار جغرافیائی اعتبار سے دور افتادہ و پسماندہ مضافات میں ہوا کرتا تھا جو تین اضلاع گجرات، سرگودھا اور جہلم کے نقطہ مماس پر واقع ہے۔ دریائے جہلم کے جنوبی کنارے ملکوال ریلوے اسٹیشن سے چھ میل مغرب کی طرف یہ گاؤں آباد ہے۔ یہ گاؤں زندگی کی تقریباً تمام سہولیات سے محروم چلا آرہا ہے لیکن آج کل بفضل تعالیٰ جناب زینت اولیاء، جمال اصفیاء پیر سیدن شاہ صابری اور ان کے فرزند ارجمند یکتائے روزگار حضرت پیر سید گلزار حسین شاہ صاحب کی محنت شاقہ سے یہ گاؤں شہر نما دکھائی دیتا ہے۔ مذکورہ اوصاف حمیدہ کی حامل شخصیات کی جدوجہد سے یہ علاقہ رشد و ہدایت کا بہترین نمونہ بن چکا ہے۔ حضرت پیر سیدن شاہ صاحب اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تمام عمر مخلوق خدا کی رہنمائی میں بسر کی۔ آپ کا شجرہ نسب والد کی طرف سے حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی اور ننھیال کی طرف سے جناب قطب الاقطاب حضرت بابا فرید گنج شکرؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے دینی تعلیم مفتی غلام مرتضیٰ صاحب آف میانی کے زیر سایہ حاصل کی۔ طب کے سلسلہ میں میاں سلطان محمود صاحب سکنہ کوٹلی گل محمد سے فیض حاصل کیا۔ علم حق سرکار کو غیب سے عطا ہوا۔

علم حق در سینہ فی آید بطرف سینہ با
بے معلم ظلف ایں مکتب سخنور می شود،

اوائل عمری میں ہی آپ کے تعلقات یکتائے روزگار اصحاب سے پیوستہ ہونے لگے۔ مثلاً سائیں کرم الٰہی المعروف کانوانوالی سرکار، پیر مہر علی شاہ صاحب آستانہ عالیہ گولڑہ شریف، جناب حضرت محمد عمر آستانہ عالیہ بیربل شریف

marfat.com

آپ کے بچپن کے معاصرین میں شمار ہوتے ہیں۔ شہسواری آپ کا مرغوب مشغلہ تھا اس ذوق کی تکمیل کے لیے آپ نے بہترین نسل کے گھوڑے پال رکھے تھے۔ آپ کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری سے جا ملتا ہے۔ جن کا دربار اقدس رڑکی ضلع سہارنپور (انڈیا) میں مرجع خاص و عام ہے۔ حضرت سیدن سرکار کا وجود مسعود سراپا کرامت تھا۔ آپؒ سے غیر ارادی طور پر کرامات ظہور پذیر ہوتی تھیں۔ آپ ان پر قطعاً ناز نہ فرماتے اور نہ ہی طبیعت میں تکبر کا شائبہ تک گزرا۔ آپ صدق و صفا مہر و وفا عجز و خلوص، طینت پاک اور متانت و جلالت کا مرقع تھے۔ آپ نے 24 نومبر 1973ء بوقت صبح صادق وصال فرمایا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ کا مزار مبارک اسی جگہ ہے جہاں آپ نے تمام زندگی بسر کی۔ حضرت پیر سید گلزار حسین شاہ صاحب آپ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ اخلاقی، روحانی، دینی، علمی اور عملی اعتبار سے صائب اور پروقار شخصیت کے حامل تھے۔ آپ اس معتبر گھرانے میں 1934ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی سے غیر معمولی ذہانت، متانت، فراست اور لیاقت کے مالک تھے۔ آپ کے والد نے آپ کی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر کڑی نظر رکھی۔ 1946ء میں والد رشید کے ہمرکاب ہو کر حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اس دور کے سجادہ نشین میاں عبدالرحیم قدوسی صابری نے آپ کے دستار بندی فرمائی۔ 1973ء سے 1993ء تک کا عرصہ آپ نے مسلک اور مخلوق خدا کی خدمت کرتے ہوئے گزارا۔ آپ نے اس دوران لنگر خانے میں مہمان خانے اور مزار سے منسلک مسجد تعمیر فرمائی۔ پاک پتن میں تمام صابری ارادت مندوں کے لئے رہائشی مکانات تعمیر کروائے۔ علاوہ ازیں آپ نے سرکار بابا فریدؒ کے حجرہ صابری کی ازسرنو تعمیر کے سلسلہ میں گراں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے عشق رسول ﷺ میرا سرمایہ حیات اور میرا دین و ایمان ہے۔ آپ نے 1952ء میں تاہل اختیار کی۔ آپ کی شادی مبارک شاہ ہاشمی کے گھرانے میں ہوئی۔ جناب مبارک شاہ صاحب حضرت بہاؤالدین ملتانی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے ہاں حضور حق سے 1953ء میں اولاد نرینہ پیدا ہوئی۔ جس کا نام پیر سیدن سرکار نے شمیم صابر رکھا۔ اور بشارت دی کہ بچہ بفضل تعالیٰ نیک صورت و نیک سیرت ہوگا۔ حضرت گلزار صاحب نے دو مرتبہ حجاز مقدس کی راہ لی۔ آپ سائلوں اور محتاجوں کے حق میں بہت مشفق و مہربان تھے۔ آپ نے 28 نومبر 1991ء کو وصال فرمایا اور حضرت سیدن کے پہلو میں مدفون ہیں۔ آپ

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

کی منہ بولتی تصویر تھے۔ حضرت گلزار صاحب کے رحلت فرمانے کے بعد بمطابق وصیت جناب شمیم صاحب جلوہ افروز مسند ہوئے۔ آپ کی دستار بندی حسب دستور مسلک حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد کے سجادہ نشین جناب سید منصور اعجاز قدوسی نے فرمائی۔ اس تقریب سعید کا انعقاد 2 جنوری 1992ء کو گلزار حسین شاہ صاحب کے چہلم پر ہوا۔ جناب شمیم صاحب کی تربیت دو کامل ولیوں یعنی دادا صاحب اور دادی اماں کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔

marfatcom

جنھوں نے اخلاق سازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی ۔ دینی و دنیاوی علوم سے جناب کو آراستہ کرنے کا سلسلہ تقریباً 40 سال جاری رہا ۔ یہی وجہ ہے کہ فرض شناسی، دیانت داری، سخاوت، فیاضی، توکل، تدبر، دانائی، حسن فہمی، صبر و رضا جیسی صفات حسنہ آپ کو ورثہ میں ملیں ۔ آپ دربار عالیہ کی توسیع اور مہمانوں کی مزید بہتر استراحت کے انتظام میں کوشاں ہیں ۔ اس مختصر عرصہ میں جس استقلال اور حسن تدبر سے کلس شریف پر کام ہوا اور ہو رہا ہے ۔ یہ جناب شمیم صاحب کی صلاحیتوں کا مظہر ہے ۔ علاوہ ازیں جناب شمیم صاحب نے 1994ء میں جناب پیر یاسین رحمتہ اللہ علیہ بانی کلس کا روزہ تعمیر کرایا ۔

این سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

جناب شمیم صاحب اپنے آباؤ اجداد کی طرح اپنے شب و روز کی مصروفیت خدمت خلق میں گزارتے ہیں ۔ سالانہ عرس اور ختم شریف کا باقاعدگی سے اہتمام و انصرام فرماتے ہیں ۔ دور افتادہ علاقہ جات سے آنے والے لوگوں کے دلوں کو ذکر الٰہی اور یاد رسول اللہ سے گرماتے ہیں ۔

جناب سجادہ نشین زائرین اور ارادت مندوں کو خطاب فرما کر پند و نصائح سے نوازتے ہیں ۔ بہر صورت زندگی کے تمام امور عام میں شریعت مطاہرہ کی پاسداری کا بکمل لحاظ رکھا جاتا ہے ۔ آپ حدود و قیود و شریعت سے متجاوز ہونے والوں کو سخت ناپسند فرماتے ہیں ۔ آپ عامتہ الناس کو شریعت کے زریں اصولوں اور فیوض و برکات سے روشناس کرواتے ہیں ۔ آپ حاضرین و زائرین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا اتباع کرتے ہوئے جذبہ تبلیغ اسلام بیدار کرنے میں کوشاں رہتے ہیں ۔ آپ اپنے آقا و مولا کے دین کا جھنڈا بلند کرنے میں شب و روز کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں فرما رہے ۔ خدا کرے کہ یہ لطف و کرم ، جود و سخا اور روحانی بارش تاقیامت جاری رہے ۔

الٰہی تابود خورشید و ماہی

چراغ چشتیاں را روشنائی

marfatcom

بھیرہ ایک تاریخی شہر

بھیرہ شہر دریائے جہلم کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ شاہ پور ملتان کو جانے والی قدیمی شاہراہ بھیرہ کے قریب سے گزرتی ہے۔ ملکوال سے بھی ایک قدیمی راستہ بھیرہ کی طرف جاتا ہے۔ بھیرہ کی تاریخ ہزاروں سالہ پرانی ہے۔ تاریخ بھیرہ ابوشاہین فاروقی کے مطابق حضرت سلیمانؑ جن کے اشارے پر حیوان اور جن کام کرتے تھے اس پیغمبر کی پذیرائی کے لئے موروں کے پر بھیرہ سے حاصل کئے جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں راقم جب بھیرہ کی تاریخ مرتب کرنے کے لئے وہاں گردونواح گھوما تو چند نوگز لمبے مزارات دیکھنے میں آئے جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ بھیرہ میں سکندر اعظم، موریہ سلطنت، سلطان محمود غزنوی، مغل شہنشاہ بابر، شیر شاہ سوری، احمد شاہ ابدالی، رنجیت سنگھ کے علاوہ کئی حملہ آوروں کی آمد پائی جاتی ہے۔ بھیرہ بہت قدیم شہر ہے۔ تنکو فسکی نے درست کہا تھا "دریائے جہلم کے کنارے 5 لاکھ سال قبل مسیح کے انسان کی موجودگی کے آثار ملتے ہیں" تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ بھیرہ شہر کئی ہزار سال قبل مسیح آباد تھا کئی بار اجڑا کئی بار آباد ہوا پھر مسمار ہوا۔ قانون قدرت ہے کہ جب کوئی قوم عنان مملکت سنبھالنے کی اہل نہیں رہتی تو اس کے بداعمال قہر خداوندی کو خود ہی دعوت دیتے ہیں کبھی وہ بن قبائل کی صورت میں کبھی چنگیز و ہلاکو کی شکل میں اور کبھی نادر شاہ کے روپ میں عذاب بن کر نازل ہوتا ہے اور قدرت نااہل قوم سے حکومت جیسی امانت چھین لیتی ہے اور کسی دوسری اہل قوم کو ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ بھیرہ بھی حکمرانوں کے ناطے اجڑتا رہا اور آباد ہوتا رہا اور اب تک قدیم ہندوستان کی تاریخ کی مانند اس کے حالات ناپید رہے۔ بھیرہ کا پرانا شہر ٹبہ کی شکل میں دریائے جہلم کے دائیں کنارے موضع احمد آباد کے قریب دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ قریب ہی میانی میں جو نمک میانی کے نام سے مشہور ہے، کے

marfatcom

قریب بہت بڑا مٹی کا قلعہ نما ٹبہ ہے۔ قدیمی دور کا انسان اس لحاظ سے ذہین تھا کہ جب وہ کوئی شہر آباد کرتا تو سطح زمین سے بلند وبالا ٹبے پر رہائش پذیر ہوتا تاکہ وہ دشمنوں کے حملہ اور قدرتی آفات سے محفوظ رہے۔ 1993ء میں جب دریائے جہلم میں شدید طغیانی آئی تو گردونواح کی آبادیوں کے لوگ سیلاب سے محفوظ رہنے کے لئے اس ٹبہ پر منتقل ہو گئے۔ یہ ٹبہ تقریباً 2 کلو میٹر لمبائی اور ایک کلو میٹر چوڑائی میں پھیلا ہوا ہے۔ اس ٹبہ پر 6 کے قریب نو گز لمبے مزار ہیں۔ 5 مزار ٹبہ کی چوٹی پر ہیں اور ایک مزار ٹبہ کے جانب مشرق ہے۔ ٹبہ کے اوپر مٹی کے برتنوں کی ایک تہہ بچھی ہوئی ہے۔ یہ ٹبہ اصحاب کے نام سے مشہور ہے۔ بعض لوگ اس ٹبہ کو قدیم بھیرہ کا ہم عصر کہتے ہیں۔ بھیرہ کی پرانی تہذیب کے مطابق بھیرہ، ہڑپہ، ٹیکسلا، موہنجوداڑو سے بھی قدیم ہے۔ موجودہ بھیرہ ایک قلعہ نما شہر میں آباد ہے۔ جس کے بارہ تیرہ دروازے ہیں۔ یہ دروازے مختلف شہروں کی سمت میں تعمیر کئے گئے ہیں اور ان شہروں کی مطابقت سے ان دروازوں کے نام ہیں۔ بھیرہ کے گردونواح میں تقریباً 5 نو گز لمبے قدیمی مزار ہیں۔ بھیرہ کے ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک سڑک مونا کی طرف جاتی ہے۔ اس قدیمی سڑک پر فتح گڑھ کے قریب 2 نو گز لمبے مزار ہیں جو پختہ تعمیر ہیں۔ چار دیواری بھی ہے۔ چار دیواری کے اندر ہزاروں سالہ ون کے قدیمی درخت ہیں۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے ہاں پائے جانے والے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 329 نمبر شمار 501 کے مطابق صاحب مزار کا نام سلطان بھور ہے۔ نام کے نیچے لکھا ہے۔ "درمیان مونا و بھیرہ" بھیرہ کے قریب میانی میں بھی نو گز لمبا مزار ہے۔ اسی شجرہ کے صفحہ 327 نمبر شمار 440 کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت طینوشؒ ہے۔ یہ مزار بھی پختہ تعمیر کیا گیا ہے اور میانی کے کالج کے بالمقابل ہے۔ بھیرہ کے ریلوے

بھیرہ کے قریب قبرستان میں سائیں منظور الٰہی چشتی صابری قلندری کا مزار

marfatcom

اسٹیشن کے سامنے بھی نوگز لمبا مزار ہے۔ قریب کسی شہر کے تباہ ہونے کے آثار ملتے ہیں۔ بھیرہ کے قریب قبرستان میں ایک مغل شہزادی کی قبر ہے۔ جسے ان دنوں اہل بھیرہ نے پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کیا ہے۔ مقامی روایات کے مطابق یہ مغل شہنشاہ ظہیرالدین بابر کی بیٹی کی قبر بیان کی جاتی ہے۔ کچھ لوگ اسے کسی دوسرے مغل شہنشاہ کی بیٹی بیان کرتے ہیں۔ بھیرہ کے قریب ذین پور میں 2 نوگز لمبے مزار ہیں۔ یہ بھی پختہ تعمیر کیے گئے ہیں۔ بھیرہ ماضی میں ایک بہت بڑی تجارتی منڈی تھا۔ دریائے جہلم ندی نالوں کی وجہ سے بھیرہ سرسبز اور شاداب تھا اور یہاں اجناس کی فراوانی تھی۔ تجارتی مرکز ہونے کی وجہ سے سرزمین عرب کے تجارتی قافلوں کی آمد یہاں پائی جاتی ہے۔ عرب تاجروں نے خشکی کے راستے پانچ دریاؤں کی سرزمین کے ساتھ تجارتی روابط رکھے تھے۔ جن کی تائید چینی سیاحوں نے اپنے سفرناموں میں کی ہے۔ بھیرہ سنسکرت کے دو لفظوں "بھے" (یعنی ڈر اور خوف) اور "ہرا" (یعنی جدا اور پاک) سے مرکب ہے۔ یعنی ایسی جگہ یا مقام جہاں انسان ہر قسم کے خوف اور خدشات سے محفوظ ہو۔ دوسرے لفظوں میں اسے دار الامن کہا جاسکتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ شہر کے ایک طرف دریا اور گھنا جنگل تھا اور دوسری طرف پہاڑ تھے۔ اس طرح دریا، پہاڑ اور گھنے جنگلات سے گھرا ہوا یہ شہر زمانہ قدیم میں دشمن کے حملوں سے محفوظ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اس کا نام بھیرہ رکھا گیا۔ بھیرہ کے اردگرد کئی پرانے ٹبے ٹیلے اور تباہ شدہ بستیوں کے آثار ملتے ہیں۔ ان میں کھدائی کے دوران قدیم زمانے کی اشیاء بھی ملتی ہیں۔ قدیمی بستی کے تباہ شدہ مکانات کے ٹبوں ٹیلوں پر خورے خان ؒ ایک بزرگ کا مزار ہے۔ تاریخ بھیرہ از ابو شاہین فاروقی کے مطابق بھیرہ شہر کی تاریخ کی کڑیاں حضرت نوح ؑ کی اولاد کے اس قدیم عہد سے جا ملتی ہیں جب حضرت نوح ؑ کی

بھیرہ کے قریب میانی میں کالج کے بالمقابل حضرت طینوش ؑ کا مزار

(آپ کا سلسلہ انبیاء کرام سے جا ملتا ہے)

marfatcom

اولاد سے ہندنامی شخص سورج ایک جری اور بہادر شخص نے تمام شمال مغربی ہندوستان کو فتح کر رکھا تھا جس کا دارالحکومت دریا گھنے جنگل اور پہاڑ کے درمیان ہی شہر بھیرہ تھا۔ راجہ سورج کی شہرت اس علاقہ میں دور دراز تک پھیل گئی اور گردونواح کے ممالک کے ساتھ تجارتی رابطے تھے۔ سورج کے بعد ماہراج کیدار شکن نامی راجاؤں نے یہاں یکے بعد دیگرے حکومت کی۔ بھیرہ اس لئے بھی مشہور ہے کہ اس کے نزدیک نمک کے پہاڑ ہیں۔ یہ نمک کے پہاڑ سکندر کے حملے کے وقت بھی موجود تھے اس دور میں نمک کے پہاڑوں سے بہت آمدن ہوا کرتی تھی۔ بھیرہ پر کئی ہندو خاندان جن میں چندر گپت موریہ وغیرہ بھیرہ پر حکمرانی کرتے رہے۔ 450ء میں ایک وحشی ہن قوم جو منگولیہ سے نکل کر دنیا کو برباد کرتی پنجاب میں داخل ہوئی انہوں نے علاقہ تباہ و برباد کر دیا۔ سلطان محمود غزنوی نے جب اس علاقہ پر حملہ کیا تو سلطان محمود غزنوی کے ساتھ البیرونی جس کا پورا نام ابوریحان محمد بن احمد البیرونی تھا، کی بھی بھیرہ میں آمد بیان کی جاتی ہے۔ البیرونی اپنے وقت کا ایک عظیم انسان تھا۔ جس کی علمی قابلیت نے قرون وسطیٰ کو دنیائے علم کا ایک زریں دور بنا دیا۔ وہ بیک وقت

بھیرہ میں اسٹیشن کے قریب ... گز لمبا مزار

marfatcom

سیاح، ریاضی دان، ماہر علم و نجوم، جغرافیہ دان، ماہر فلکیات، کیمیا دان، مورخ، معدنیات و طبقات الارض اور خواص الادویہ کا ماہر، آثار قدیمہ کا عالم اور اپنے دور کے تمام سائنسی علوم پر حاوی تھا۔ اس کی جامعیت اور علمی دنیا میں عظمت اور اہمیت کا اقرار مشرق و مغرب کے بہت سے تذکرہ نگاروں نے کیا ہے اور دنیا کے تمام بڑے بڑے عالم اور سیاست دان ان کو خراج تحسین پیش کر چکے ہیں۔ البیرونی نے کئی کتابیں تحریر کی ہیں ان کی مشہور کتاب "کتاب الہند" جو ہندوؤں کے قائد روایت کے بارے میں الصیدنہ قانون، قانون مسعودی، تحقیق الہند، الآثار الباقیہ، لوازم الحرکین، کتاب الجماہر مصرنات الجواہر ان کتابوں کا دنیا کی بیشتر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ مسلمان البیرونی پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ بھیرہ پر مغلوں کے دور میں بھی کئی حملے ہوتے رہے۔ یوں یہ شہر کئی بار آباد اور برباد ہوا۔ بھیرہ میں کئی تاریخی قدیمی عمارتیں پائی جاتی ہیں۔ 1540ء میں شیر شاہ سوری نے ایک مسجد تعمیر کی جو جامع مسجد بھیرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ تیرتھ یاترھی بھی ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کے کئی قدیمی مزار ہیں۔ مغلوں کے بعد بھیرہ پر سکھوں نے بھی حکومت کی۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ اس قلعہ نما شہر کے کئی دروازے تھے ان دروازوں کے نام لاہوری گیٹ، کشمیری گیٹ، کابلی گیٹ، لوہاراں والا گیٹ، حاجی گلاب گیٹ، ملتانی گیٹ، پیراں والا گیٹ، چنیوٹی گیٹ، بھیرہ شہر کے اندر بازار گلیاں تنگ اور پر پیچ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر موڑ ہیں جو جنگی نقطہ نظر کے تحت تعمیر کئے گئے ہیں۔

دنیا کے قدیم ترین شہر دریاؤں کے کنارے تعمیر کئے جاتے تھے۔ بھیرہ پرانا شہر جہلم کے کنارے پر ہے۔ برصغیر میں داخل ہونے کا قدیمی راستہ بھیرہ کے قریب سے گزرتا ہے۔ بھیرہ کے لوگ بڑے مخلص اور صاف گو ہیں۔ راقم کو جب

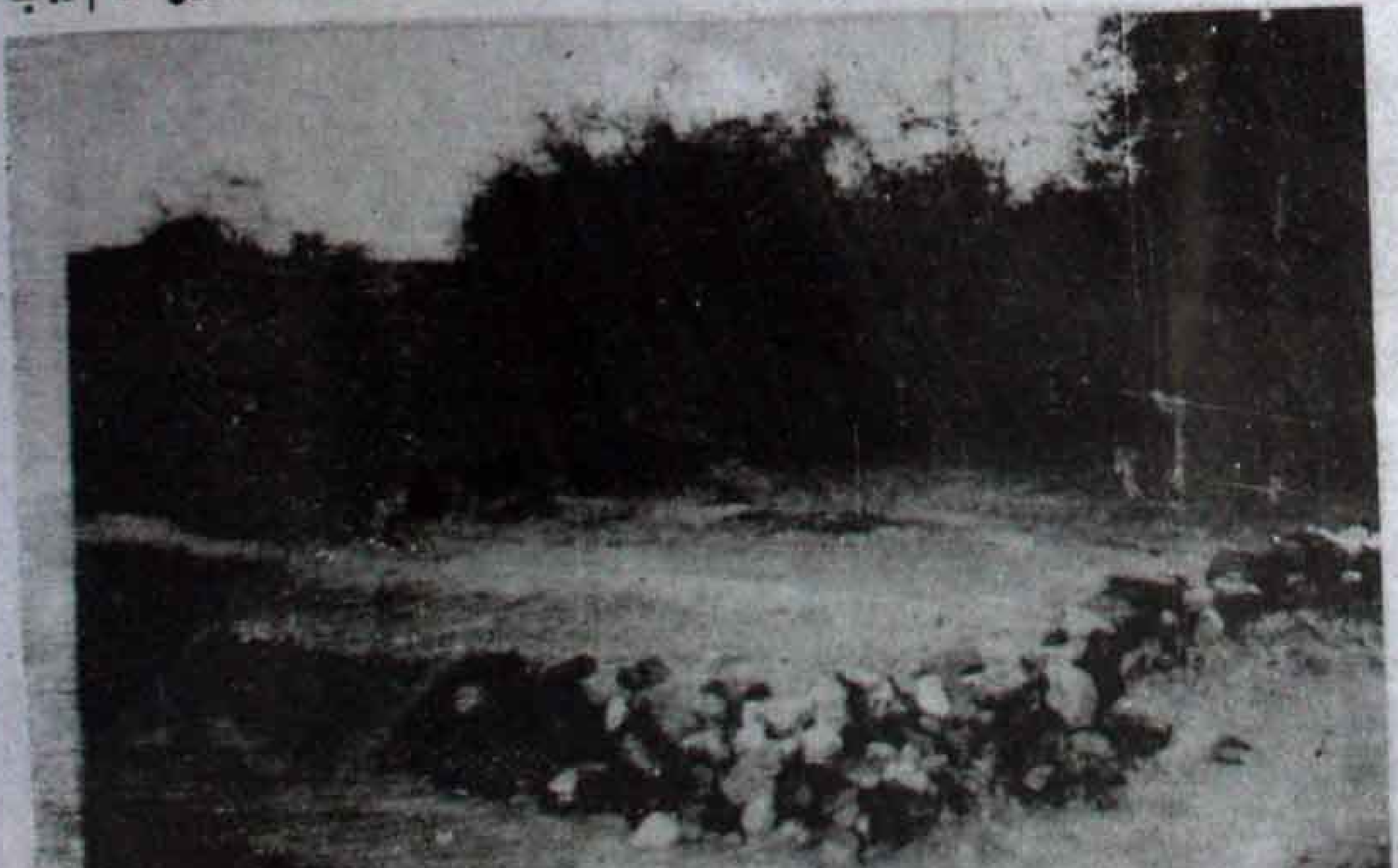

میانی بھیرہ کے قریب قصبہ ساں والا کے ٹب پر چھ نو گز لمبی قبریں

marfatcom

گردونواح گھومنے پھرنے کے لئے تانگہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو یہ لوگ بڑے پیار اور محبت سے ملے اور مقررشدہ نرخوں سے ایک پیسہ بھی زیادہ وصول نہ کیا اور جہاں جہاں قدیمی مقامات پر گیا بھیرہ کا کوئی نہ کوئی آدمی بڑے خلوص سے میرے ساتھ چلتا رہا۔ بھیرہ کے بارے میں بڑے لوگوں نے کیا خوب کہا حضرت مولانا محمد علی جوہر نے کہا کہ مہمان نوازاور اسلام دوستی اہل بھیرہ کا طرہ امتیاز ہے۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نے کہا کہ بھیرہ اسلام کے شیدائیوں کا گھر ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری نے کہا کہ بھیرہ ذہین و فطین لوگوں کی بستی ہے۔ حفیظ جالندھری نے کہا کہ میں بھیرہ جیسے علمی شہر میں اپنی آمد پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ ملک عمر حیات ٹوانہ مرحوم نے کہا کہ بھیرہ اولیاؤں کی سرزمین ہے۔ نواب محمد حیات مرحوم ولد سر سکندر حیات مرحوم وزیر اعظم پنجاب نے کہا کہ بھیرہ خطہ یونان ہے سید حبیب مرحوم مدیر سیاست نے کہا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں آکر کوئی شخص بھی اجنبیت محسوس نہیں کرتا۔ پنڈت نہرو آنجہانی نے کہا بھیرہ شاہوں اور راجاؤں کی عظمت کا امین ہے۔ حضرت مولانا ظفر علی خان نے کہا کہ۔

حیات نو کے جلوے دیکھ لے پنجاب میں آکر
مسلمانوں کی سطوت کا بنا گہوارہ بھیرہ ہے

میاں عبدالحی مرحوم وزیر تعلیم پنجاب نے کہا کہ بھیرہ میں ہر طرف علم و حکمت کے موتی بکھرے پڑے ہیں۔ نواب

بھیرہ کے قریب پیر مصطفٰی کا مزار

marfatcom

افتخار حسین خان آف ممدوٹ مرحوم نے کہاکہ بھیرہ مردم خیزی میں اپنی مثال آپ ہے۔ خان عبدالقیوم خان مرحوم نے کہاکہ بھیرہ کا سیاسی مقام بہت بلند ہے۔ مولانا مفتی محمود نے کہاکہ بھیرہ اللہ والوں کا گھر ہے۔ جہاں وحدت کے گیت گائے جاتے ہیں۔ بھیرہ کے ریلوے اسٹیشن کے جانب شمال حضرت پیر مصطفیٰؒ کا مزار ہے جس کی تعمیر مغلیہ دور کی معلوم ہوتی ہے۔ مزار کے گردونواح کئی سو سالہ قدیمی درخت ہیں۔ اس مزار کے قریب کئی بزرگوں کی قبریں بھی ہیں۔

بھیرہ کے قریب دین پور میں قدیمی 9 گز لمبے مزار

marfatcom

سرگودھا کا مشہور شہر بھیرہ جو قدیمی شہر ہے

میانی جو بھیرہ ملکوال ریلوے اسٹیشن پر واقع ہے۔ یہ بھی دریائے جہلم کے کنارے ہے یہاں سے پند دادنخان جانے کے لئے پتن ہے یہ نمک کی منڈی کیلئے مشہور ہے۔ عام زبان میں اسے نون میانی (نمک میانی) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

وجیہہ بھی ایک قدیمی شہر ہے۔ یہاں پرانے زمانے کے کھنڈرات ہیں۔ نوگزے مزار بھی ہیں۔ بدھ دور کے اسٹوپے بھی پائے جاتے ہیں۔ بھلوال بھی سرگودھا کی تحصیل ہے۔ یہ منڈی مویشیاں کے لئے مشہور ہے۔ چینی کے کارخانے بھی یہاں ہیں۔ پھلروان سلانوالی مشہور قصبے ہیں۔ اب نکلیسر سے 5 میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پہاڑوں میں قلعہ نما کھنڈرات و مندر بھی ہیں۔ جو کشمیری طرز تعمیر پر بنائے گئے ہیں۔ ماضی میں یہاں ایک شہر بھی تھا۔ 11، 12 صدی عیسوی کے سکے بھی یہاں سے ملتے ہیں۔ کوٹ مومن، جاوریاں سرگودھا کے مشہور قصبے ہیں۔ بھیرہ جو اس خطہ میں سب سے قدیمی شہر ہے۔ یہاں اولیاء کرام کے آستانے بھی ہیں۔ ان میں فقیر عزیز الدین، الحاج حافظ حکیم فیض بخش، میاں امام دین، مولانا احمد دین بگوی، مولانا عبدالعزیز بگوی، مولانا محمد ذاکر بگوی، مولانا محمد یحییٰ بگوی، مولانا محمد نصیر الدین بگوی، حافظ پیر حیات محمد، حضرت پیر سید محمد شاہ، حضرت پیر سبحان شاہ، دیوان فتح شاہ، پیر امیر شاہ، حافظ پیر محمد شاہ، حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری، مشہور و معروف ہیں جنہوں نے رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کیں۔

بھیرہ کے قریب قبرستان میں مغل شہزادی زین کا مزار...

marfatcom

پیر امیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ

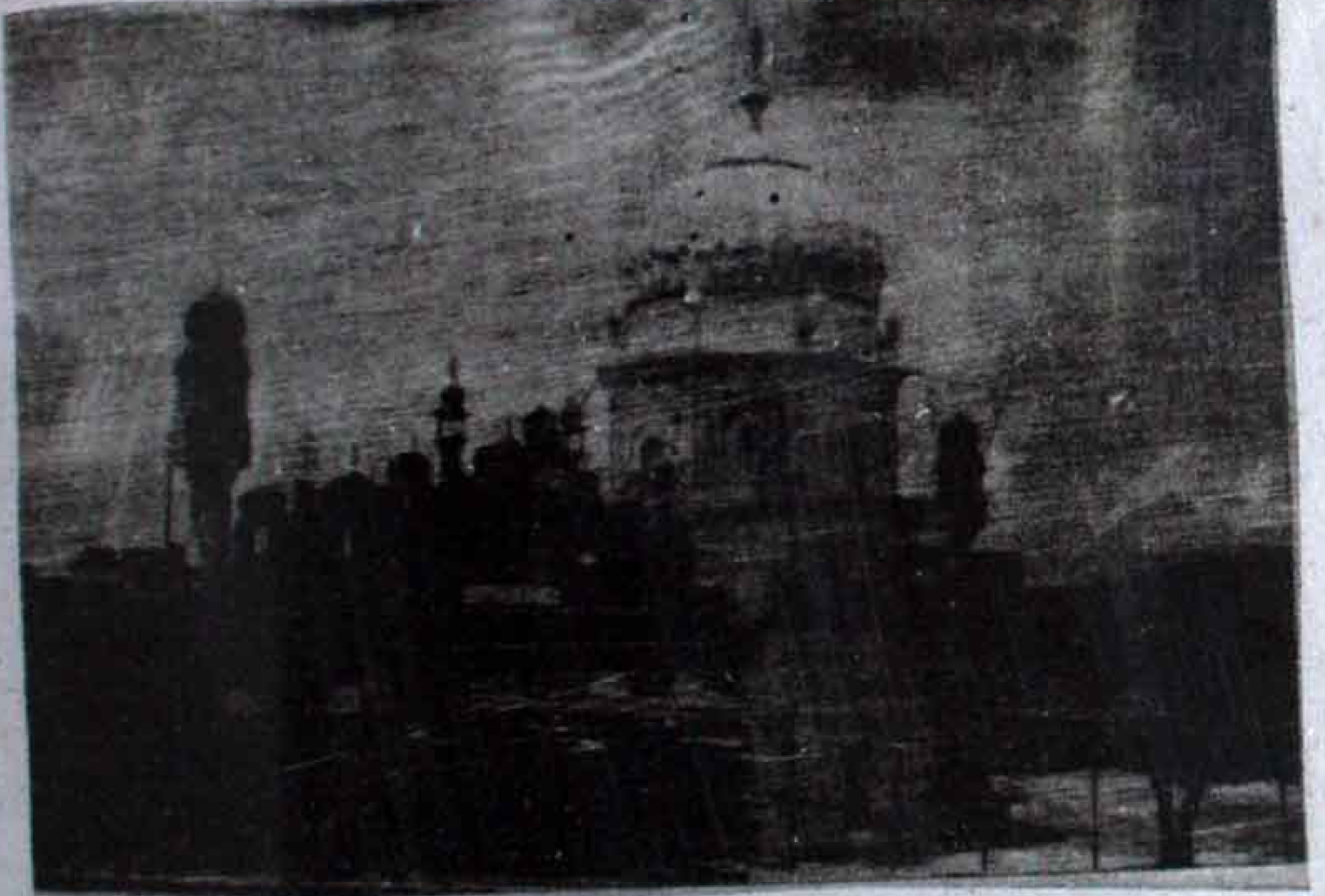

تاریخ بھیرہ از ابو شاہین فاروقی کے مطابق حضرت پیر امیر شاہؒ کا مقام پیدائش بھیرہ ضلع سرگودھا ہے۔ حضرت پیر بہادر شاہ گیلانی بھیرہؒ کے خاندان غوثیہ کے عارف کامل گزرے ہیں۔ آپ ایک عرصہ ان کی خدمت میں رہے اور ان کی شفقت اور روحانی توجہ سے بہرہ اندوز ہوئے۔ علاوہ ازیں حضرت پیر سیالویؒ نے آپ کو شرف بیعت بخشا اور خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ احکام شریعت کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ آپ نے قریباً نوے سال کی عمر میں بروز شنبہ دس جمادی الثانی 1344ھ کو اس دار فانی سے عالم باقی کر طرف رخت سفر باندھا آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ پیر صدیق شاہؒ پیر حافظ محمد شاہؒ اور پیر فتح شاہؒ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے منجھلے فرزند کو اپنا جانشین مقرر کیا دیا تھا۔

حافظ پیر محمد شاہ رحمہ

آپ نے کم سنی ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور پھر مختلف مقامات پر علوم دینیہ کی تحصیل فرمائی۔ آپ نے حضرت ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار عالیہ سیال شریف کی خدمت میں کافی عرصہ گزارا اور طریقت و حقیقت کی منزل طے کیں آپ کو اشاعت علم کا بہت شوق تھا۔ آپ نے 1925ء میں تعلیم المسلمین غوثیہ کے نام سے ایک انجمن قائم کی اس کی نگرانی میں محمدیہ غوثیہ پرائمری سکول قائم کیا گیا۔ اس کے علاوہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی بنیاد رکھی گئی جس میں درس نظامی کے مطابق علوم اسلامیہ کی تدریس کا انتظام تھا نیز تبلیغ اسلام کے لئے ایک جماعت جند اللہ نام کی قائم کی۔ تحریک پاکستان میں بھی آپ نے عملی حصہ لیا اور گرفتار بھی ہوئے کشمیر میں جہاد کے موقع پر آپ نے گرانقدر خدمات انجام دیں آپ کا وصال بتاریخ 24 شعبان

marfatcom

1376ھ بمطابق 26 مارچ 1952ء کو ہوا آپ کے قائم کئے ہوئے دارالعلوم کے سرپرست جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ہیں۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری

وفاقی شرعی عدالت کے رکن، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کے مہتمم اور دارالمال اسلامی بنک کے اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی طرف سے نمائندہ کا تعلق جنوبی ایشیاء کی عظیم و قدیم بستی بھیرہ سے ہے۔ آپ کی ولادت اسی بستی کے علمی اور روحانی گھرانے

میں ہوئی ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے بزرگوں کے 1925ء میں قائم کئے گئے دارالعلوم میں حاصل کی۔ پرائمری کا امتحان پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں داخلہ لیا اور 1936ء میں میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم اور فارسی زبان کا علم اپنے محترم استاد محمد قاسم آف بالاکوٹ سے حاصل کرتے رہے۔ ایف اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے بی اے پرائیویٹ

کیا اور 1941ء میں مولوی فاضل کی امتیازی سند حاصل کی۔ ازاں بعد دورہ حدیث کے لئے جامعہ نعیمیہ مراد آباد چلے گئے جہاں آپ نے ایک سال قیام کیا اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے 1951ء میں جامع الازہر میں داخلہ لیا۔ جامعہ الازہر کا نصاب چھ سال کا ہوتا ہے جسے آپ نے تین ہی سال میں مکمل کر لیا اور یونیورسٹی میں دوسری پوزیشن حاصل کی واپسی پر آپ نے ایک دینی مدرسہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے نام سے قائم کیا۔ جس کا آغاز پانچ طلباء سے کیا گیا۔ اس کے قیام کا مقصد دینی علوم کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ کی

marfat.com

تدریس بھی تھا۔ آپ علماء دین کے لئے اقتصادیات اور سوشلزم کے مطالعہ کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ آج یہ دارالعلوم ایک عظم الشان عمارت میں قائم ہے جہاں سینکڑوں بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کی اسلامی خدمات کے اعتراف کے طور پر حکومت مصر نے ماہ رمضان 1413ھ بمطابق مارچ 1993ء میں ایوارڈ دیا جو آپ کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ

انگریز نے برصغیر پر قبضہ کے فور بعد مسلم نوجوانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کے لئے ایسے تعلیمی ادارے قائم کر دیئے جہاں تعمیر کردار کی بجائے تخریب ہونے لگی۔ ایسے ہی حالات سے ماثر ہو کر اکبرالہ آبادی مرحوم و مغفور نے کہا

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

انگریز کی اس اسلام دشمنی کو دیکھ کر مسلم زعما و علماء نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے دینی ادارے قائم کرنے کی طرف توجہ دی اور ملک کے مختلف حصوں میں ایسے ادارے قائم کر دیئے جہاں اسلامی روایات کے مطابق مسلمان طلباء کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے انتظامات کئے گئے اسی سلسلہ کی ایک کڑی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا بھی ہے جہاں زیر تعلیم طلباء کو درس نظامی کے ساتھ ساتھ فاضل عربی اور دورہ حدیث کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کروایا جاتا ہے۔ ادارہ کی تعلیمی کارکردگی کے پیش نظر یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے انفرادی استحقاق کے ساتھ اس ادارہ کی سند کو ایم اے عربی اور اسلامیات کا درجہ دے رکھا ہے سرکاری تعلیمی بورڈز کے مختلف امتحانات میں اس ادارہ کے طلباء پندرہ گولڈ میڈل اور پانچ سلور میڈل حاصل کر چکے ہیں۔ جامعہ الازہر مصر نے اس ادارہ کی سند کی معادلت منظور کرتے ہوئے ہر سال اس ادارہ کے ہونہار طلباء کے لئے چار وظائف منظور کئے ہیں۔ چنانچہ اس وقت اس ادارہ کے چھ طلباء جامعہ الازہر میں زیر تعلیم ہیں۔ یہ ادارہ اپنی ایک عظیم الشان عمارت رکھتا ہے۔ جس کے اکیڈمک بلاک کے چالیس کمرے ہیں اور 500 طلباء کے لئے جدید ہوسٹل تعمیر کیا گیا ہے۔ ایک آڈیٹوریم ہے جو لائبریری اور لیکچر ہال پر مشتمل ہے۔ اساتذہ کے لئے الگ کوارٹر ہیں۔ ادارہ میں مڈل پاس طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے طالبات کے لئے الگ غوثیہ گرلز کالج ہے۔ جہاں بچیوں کو ایف اے اور فاضل عربی کے امتحانات پاس کرائے جاتے ہیں۔ ادارہ کی

ترقی کے لئے جسٹس پیر کرم شاہ الازہری کے علاوہ ان کے خلف الرشید صاحبزادہ محمد امین الحسنات جو کہ جامع ام القری مکہ مکرمہ سے اسلامک لاء ہیں، ہمہ وقت سرگرم عمل ہیں

marfatcom

بھیرہ میں حضرت میراں سید احمد شاہؒ کا مزار

حضرت میراں سید احمد شاہؒ بہت بڑے ولی اللہ اور درویش ہو گزرے ہیں۔ آپ کی پیدائش 979ھ بمقام بیجاپور میں ہوئی۔ آپ کا اصل نام سید احمد تھا اور میراں غوث پاک کا دیا ہوا نام تھا۔ کیونکہ آپ بغداد میں مسلسل 21 سال تک پیران پیر کے مزار پر حاضر رہے۔ غوث پاک نے ایک بار خواب میں آپ سے فرمایا۔ سید احمد تم نے ہمیں میراں کہا

ہماری دعا ہے دنیا تمہیں میراں میراں کہتی رہے گی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی اور اس کے بعد والد محترم بیجاپور سے دہلی منتقل ہو گئے۔ دہلی میں آپ نے علوم دینی و دنیاوی حاصل کیا۔ آپ کے مرشد کا نام حضرت غلام یاسینؒ تھا۔ جن سے آپ نے ظاہری اور باطنی فیض حاصل کیا۔ مغل شہنشاہ جہانگیر کے دور میں آپ قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ آپ انصاف کی وجہ سے دور دور تک مشہور ہوئے۔ جب شہنشاہ جہانگیر نے اپنے دربار میں سجدہ تعظیمی کا فران جاری کیا تو آپ نے اس عہدہ سے استعفیٰ دے کر دہلی سے ترک سونت اختیار کر لی۔ آپ نے علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے لئے اپنی زندگی میں بہت زیادہ سفر کیا۔ آپ نے کئی سال حضور نبی اکرمؐ کے روضہ پر حاضری دی۔ چنانچہ آپ کو حضور نبی اکرمؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ساتھ ہی پنجاب میں تبلیغ اسلام کا حکم ملا۔ تبلیغ اسلام کی خاطر آپ ضلع سرگودھا کے علاقہ سون میں انگا شاہ بلور کے مقام پر تشریف فرما ہوئے۔ وہاں آپ نے مسجد میں قیام فرمایا۔ آپ نے ایک پہاڑی پر ڈیرہ لگایا اور اپنا فیض جاری کیا۔ دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دینی اور دنیاوی فیض حاصل کرتے۔ کچھ عرصہ بعد

marfatcom

آپ بھیرہ میں تشریف لائے اور مسجد حکیماں والی میں قیام فرمایا۔ آپ کے ہاتھوں کئی غیر مسلم مسلمان ہوئے۔ غیر مسلموں کے ساتھ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ آپ بیشتر وقت یاد الٰہی میں گزارتے۔ آپ کا وصال 113 برس کی عمر میں 1094ھ میں ہوا۔ آپ کا روضہ مبارک بھیرہ میں محلہ پراچگان میں ہے۔ مزار مبارک پر یہ شعر درج ہیں۔

بفضل اللہ تو خواہ ہر آنچہ خواہی
کہ بکشائندہ ہر مشکل مزار است
چرانائید دریں درگاہ ہر کس
کہ ایں دربار فخر روزگار است
اگر پرسش کسے سال وصالش
بگو پر فیض بس ایں یادگار است

(1096ھ)

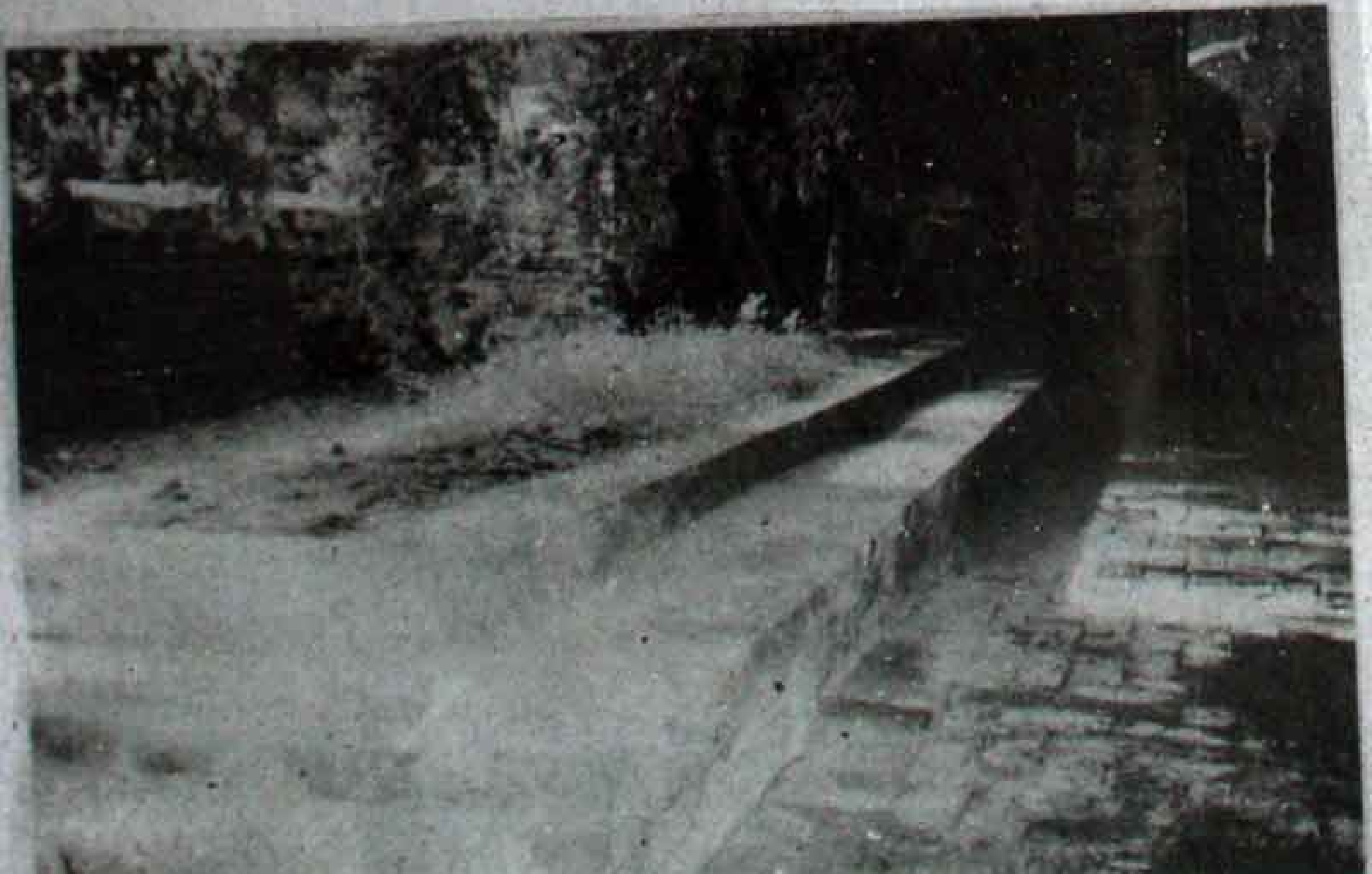

کوٹ نزد فتح گڑھ بھیرہ میں 9 گز لمبا مزار

marfatcom

بھیرہ اور مونہ کے قدیمی راستہ میں

سلطان بھور کا مزار

****

بھیرہ ایک قدیمی شہر ہے۔ بھیرہ کی تاریخ کی کڑیاں ہزاروں سال پرانی ہیں۔ دریائے جہلم کے کنارے ماضی میں کئی شہر آباد تھے۔ کچھ تو حملہ آوروں نے تباہ و برباد کر دیئے۔ یا پھر سیلاب کی تباہ کاریوں سے صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ بھیرہ سے مونہ کے لئے قدیمی راستہ جس کے آثار اب تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ مزار ریلوے اسٹیشن بھیرہ سے فتح گڑھ کموٹ سے چند کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ چار دیواری کے اندر دو قدیمی نو گز لمبے مزار ہیں جن کی لمبائی 9 گز ہے۔ ہزاروں سالہ قدیمی ون کے درخت اس چار دیواری کے اندر ہیں۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ کے صفحہ نمبر 329 نمبر شمار 501 کے مطابق صاحب مزار کا نام سلطان بھورؒ ہے۔ آپ کا سلسلہ انبیائے کرام سے جا ملتا ہے۔ سینکڑوں ہزاروں سال گزر چکے ہیں لیکن اللہ کے نیک بندوں کے نشان قائم و دائم ہیں۔

marfatcom

☆مصنف کی شائع شدہ کتاب☆

☆گجرات تصاویر کے آئینے میں

☆گجرات تاریخ کے آئینے میں

☆سیالکوٹ سے خیبر تک

☆پاکستان میں محبوبان خدا کے نوگزلبے مزار گندھارہ تہذیب تصاویر کے آئینے میں خطہ یونان گجرات

☆جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں قدیمی تاریخی روحانی مقامات

☆اولیائے ہند مسلمانوں کی عظمت کے نشان دہلی کی کہانی تصاویر کی زبانی

☆مصنف کی آئندہ شائع ہونے والی کتب☆

☆حجاز مقدس کا روحانی سفر مکہ مکرمہ مدینہ منورہ جدہ کے قدیمی تاریخی روحانی مقامات

☆دہلی کا روحانی سفر

☆پشاور سے کوئٹہ تک

☆کچہری میں تیس سال

☆زوال پزیر نظام کے آخری ایام

☆گجرات سیاست کے آئینے میں

☆گجرات کی روحانی علمی ادبی شخصیات شاعر ادیب دانشور اور محقق

☆گجرات صنعت وحرفت کے آئینے میں

☆خاکسار تحریک اور علامہ عنایت اللہ المشرقی

☆پاکستان کا مطلب یہ نہیں تھا

☆سیالکوٹ تاریخ کے آئینے میں

☆منڈی بہاؤالدین آزاد کشمیر تاریخ کے آئینے میں

marfatcom

خوشاب

نقشہ ضلع خوشاب

پیمانہ بحساب
۱ = ۴ میل

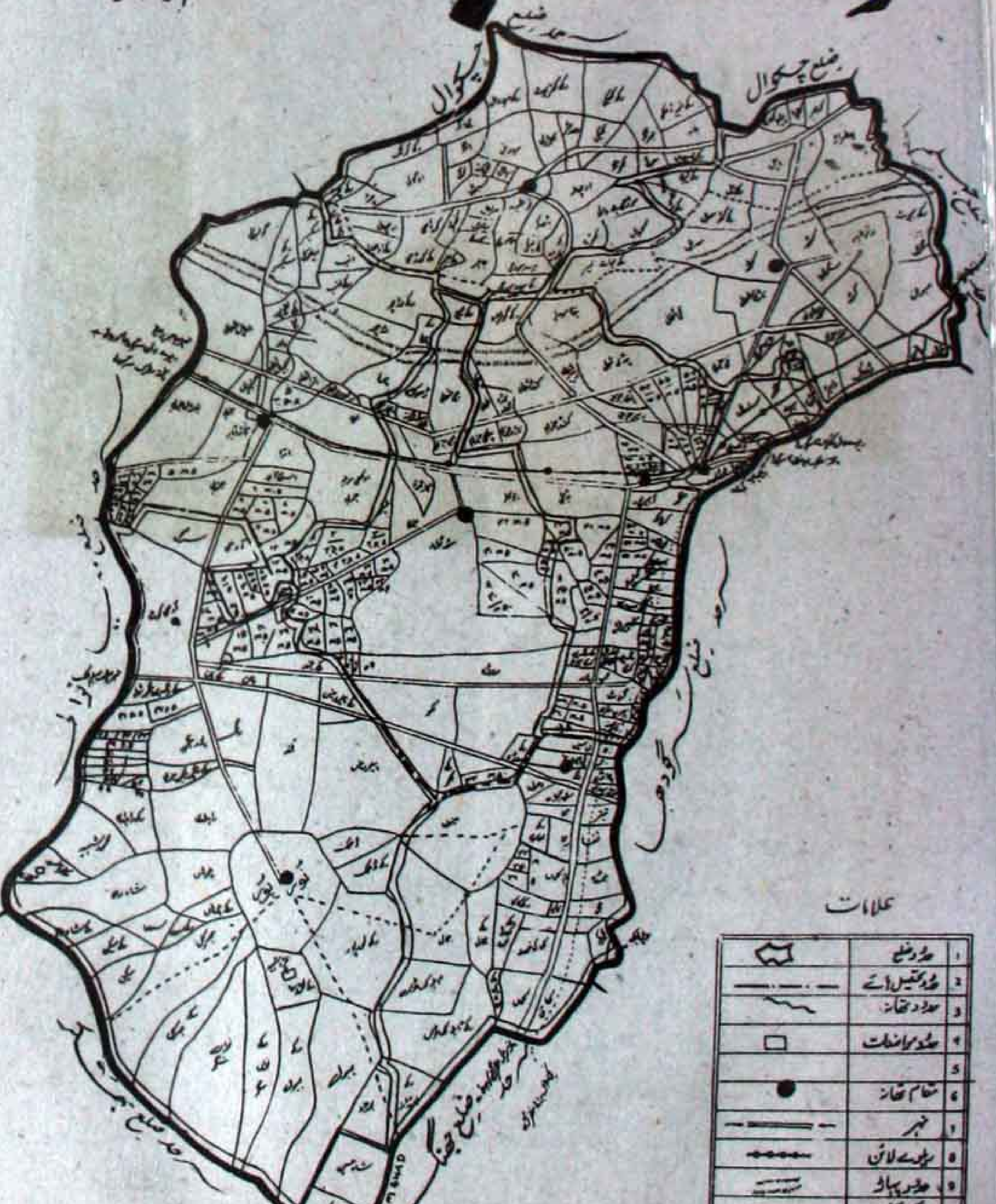

تاریخ خوشاب

خوشاب کا ایک قدیمی دروازہ

خوشاب ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے۔ جس کا ذکر ظہیر الدین بابر نے اپنی تصنیف تزک بابری میں بھی کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس شہر کی بنیاد سکندر لودھی نے رکھی جو بہلول خان لودھی کا بیٹا تھا۔ مگر جنگی نقطہ نظر سے خوشاب کو ہمیشہ انتہائی اہمیت حاصل رہی ہے۔ کیونکہ دریا جہلم کو پار کرنے کے لئے تمام مسلمان حملہ آور جرنیلوں نے اس شہر کو اپنی گزر گاہ بنائے رکھا۔ اس ضلع میں سلسلہ کوہ جس کو کوہستان نمک کہا جاتا ہے موجود ہے جو کشمیر سے لے کر بلوچستان اور افغانستان کے پہاڑوں سے ملا ہوا ہے۔ ان پہاڑوں میں تمام تر آبادی اعوان قبیلہ کی ہے جو عربی النسل ہیں اور عون قطب شاہ کی اولاد ہیں کیونکہ عون قطب شاہ کی شادی عبداللہ صومعی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اور عون قطب شاہ کے صاحبزادگان آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ عون قطب شاہ کا نسب بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے کیونکہ اعوان قبیلہ حضرت غازی عباس علمدار رضی اللہ تعالی عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ زمانہ قدیم میں جب ہندوستان میں اسلام کو متعارف کرنے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنے خالہ زاد بھائیوں خواجہ معین الدین اجمیری اور عبداللہ گولڑہ ابن عون قطب شاہ کو ہندوستان روانہ کیا۔ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے ہوتے ہوئے اجمیر شریف میں اپنا تبلیغی سلسلہ شروع کر دیا جبکہ عبداللہ گولڑہ نے وادی سون ضلع خوشاب کے علاقہ میں قیام فرمایا اور سلسلہ تبلیغ جاری رکھا پھر اپنے دوسرے بھائی کو بھی یہاں بلوالیا اور

marfatcom

یہاں پر موجود پہاڑی لوگوں کو اسلام سے روشناس کرایا۔ تبلیغ کے ساتھ ساتھ عبداللہ گولڑہ ہندوستان کی بابت مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہتے جو انکی اطلاعات کی روشنی میں اپنے جرنیلوں کو ہندوستان روانہ کرتے اس طرح یہ پہاڑی سلسلہ مسلمان حملہ آور جرنیلوں کو خفیہ راستہ اور پناہ گاہ کا کام کرتا تھا۔ تمام مسلمان جرنیل جن میں احمد شاہ ابدالی، امیر تیمور، شیر شاہ سوری، نادر شاہ درانی وغیرہ شامل ہیں اسی پہاڑی سلسلہ میں سے ہو کر پہلا پڑاؤ خوشاب میں ڈالتے تھے کیونکہ یہ قلعہ نما شہر تھا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد دریائے جہلم کو عبور کر کے ہندوستان میں لاہور، ملتان، امرتسر اور دہلی تک کی جنگیں لڑکر پھر واپسی پر بھی اسی شہر میں قیام کرتے۔

1757ء میں احمد شاہ ابدالی اس علاقہ میں عمل دخل رکھتا تھا مگر 1796ء میں چتر سنگھ نے یہ علاقہ اس سے چھین لیا اور پھر سکھوں کا تسلط ہو گیا۔ کوہستان نمک پر چتر سنگھ کی عمل داری ہو گئی، جبکہ نور پور کے علاقہ پر ملک شیر خان قابض ہو گیا۔ اعوان قبیلہ کے لوگوں نے ٹوانوں کے ساتھ مل کر ملک گل جہان کی سرکردگی میں سکھوں کے ساتھ مقابلے جاری رکھے اور جلد ہی یہ علاقے سکھوں سے واگزار کرا لئے اس دوران شیر شاہ سوری کا گزر ہوا تو اس نے خوشاب قیام کیا۔ دریا کا پانی نوش کرنے کے بعد بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا " خوش آب " اسی وجہ سے یہ شہر خوشاب کے نام سے مشہور ہو گیا۔ پھر 1818ء میں جب رنجیت سنگھ نے پنجاب میں حکومت سنبھالی تو اپنے جرنیل ہری سنگھ نلوہ کو خوشاب میں آباد قوموں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جس نے پھ سلکہ اعوان قبضہ پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ برج موہرا میں گلاب سنگھ کو عملداری دے دی گئی اور وادی سون میں سکیسر نامی ہندو مہاراجے کو عملدار بنا دیا گیا۔ سکھوں کی یہ حکومت 1837ء تک قائم رہی۔ ٹوانوں کے دو بہادر جرنیل ملک شیر محمد ٹوانہ اور ملک فتح شیر ٹوانہ نے ملتان پر سکھوں کے خلاف انگریزوں کی مدد سے چڑھائی کی اور اس حملہ میں سکھوں کو شکست ہوگئی اور ملتان انگریزوں کی تسلط میں آیا۔ ٹوانوں کے اس احسان کا بدلہ انگریزوں نے اس طرح دیا کہ ٹوانوں کو حملوں میں امداد فراہم کرتے رہے اس وقت ٹوانوں کے دو مشہور جرنیل ملک فتح خان جھئی اور ملک فتح خان موتیانوالہ اتنے بہادر تھے کہ انہوں نے نور پور تھل کا علاقہ سکھوں سے آزاد کرا لیا اور مٹھہ ٹوانہ کو اپنا مرکزی قلعہ بنا لیا۔ ملک فتح خان جھئی کی اولاد سے ملک خالق یار ٹوانہ ڈی آئی جی پولیس رہے ہیں۔ جن کی بہادری کے قصے مشہور ہیں۔ ٹوانوں کے ان بہادر جوانوں نے ملک گل جہان اعوان آف وڑچھہ کا ساتھ دیا اس طرح سکھ اس علاقہ سے پسپا ہو کر بھاگ گئے۔ اور علاقے پر ٹوانہ قبیلہ نے اپنا تسلط قائم کر لیا۔ ٹوانہ قبیلہ، اعوان قبیلہ کے لوگوں سے رقبہ جات کی آمدنی سے حصہ لیتا تھا۔ جس کو عرف عام میں " ٹکہ " کہتے تھے۔ انگریزی دور کی آمد آمد تھی کہ چیلیانوالہ میں جنگ کے دوران ٹوانہ قبیلہ کے لوگوں نے انگریزوں کو عملی امداد دے کر اتنا ممنون احسان کر لیا کہ انگریزوں نے خوشاب اور شاہ پور کے علاقے کھلے عام ٹوانوں کو جاگیر کے طور پر دے دیئے۔ 1857ء میں خوشاب کے ساتھ جہلم کے کچھ دیہات شامل کر دیئے گئے۔ 1862ء میں نور پور کو بنوں سے علیحدہ کر کے خوشاب کے علاقے کے ساتھ ملا دیا گیا۔ اور سکیسر، نلی وغیرہ کو تحصیل میانوالی میں شامل کر دیا گیا۔ آخر کار 1940ء میں جب سرگودھا کو ضلع بنا دیا گیا تو خوشاب کو تحصیل کا درجہ حاصل ہو گیا اور ساتھ ہی انگریزوں نے جمہوری نظام

marfatcom

کو متعارف کروا دیا تو ٹوانوں کے سرکردہ عمر حیات ٹوانہ کے عمل دخل تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا میں زیادہ رہا۔ جنہوں نے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منظم کرنے کے لئے ذیلداری طریقہ اپنایا۔ اس طرح تمام خوشاب میں ذیلداریاں قائم کر دی گئیں۔ اس ذیلداری طریقہ کے ذریعے ٹوانوں نے تحصیل خوشاب پر اپنی سیاسی برتری قائم رکھی۔

آخر کار یکم جولائی 1982ء کو خوشاب کو ضلع کا درجہ حاصل ہوگیا۔ جس میں خوشاب اور نور پور کی تحصیلیں شامل کی گئیں۔

جغرافیہ

ضلع خوشاب سرگودھا ریج کے چار اضلاع میں سے ایک ہے۔ ضلع خوشاب 31.35 طول بلد اور 27.73 عرض بلد کے درمیان واقع ہے۔ ضلع خوشاب کے شمال میں تحصیل تلہ گنگ، ضلع چکوال، شمال مشرق کی جانب ضلع جہلم کی تحصیل پنڈدادنخاں، مشرق کی طرف دریائے جہلم اور ضلع سرگودھا کی تحصیل شاہ پور جنوب میں ضلع جھنگ کی تحصیل جھنگ، جنوب مغرب میں ضلع بھکر کی تحصیل کلور کوٹ اور مغرب میں ضلع میانوالی کی تحصیل میانولی واقع ہیں۔ ضلع خوشاب کو انتظامی لحاظ سے دو سب ڈویژنوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک صدر سب ڈویژن یعنی تحصیل خوشاب اور دوسرا ڈویژن نور پور ہے۔ جو ضلعی ہیڈ کوارٹر سے 85 کلو میٹر کے فاصلے پر جنوب مغرب میں واقع ہے تحصیل نور پور کا علاقہ ریگستان ہے جبکہ تحصیل خوشاب کا علاقہ زیادہ تر پہاڑ، مہاڑ بارانی اور کدھی پر مشتمل ہے۔

پہاڑ

ضلع خوشاب میں جو پہاڑی سلسلہ واقع ہے اس کو کوہستان نمک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ کوہ کشمیر سے بلوچستان اور افغانستان تک پھیلا ہوا ہے ضلع خوشاب کی حدود میں واقع اس سلسلہ کوہ میں ایک وادی ہے جس کو وادی سون کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور وادی سون ایک صحت افزا مقام کے طور مشہور ہے اس علاقہ کا کل رقبہ 236737 ایکڑ ہے جس کے غربی کنارہ پر سکیسر اور شرقی کنارہ پر پدھراڑ ہے۔ اس علاقہ میں 59 دیہات شمار کئے گئے ہیں۔ یہ علاقہ دنیا کی تمام قدرتی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ موجودہ دور میں یہ علاقہ سبزیوں کی کاشت کے لئے بہت مشہور ہے۔ اس وادی میں جہاں چند سال پہلے اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعہ سفر کیا جاتا تھا کنووں سے نکال کر پانی پینے اور زراعت کے لئے استعمال ہوتا تھا وہاں اب ہر گاؤں میں پختہ سڑک، بجلی، سکول، ہسپتال کی سہولت موجود ہے اور لوگ آسانی سے آجاسکتے ہیں اور کنوؤں سے بجلی کی موٹروں کے ذریعہ پانی نکال کر زرعی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے علاقہ میں سیاحوں کی تفریح کے لئے اور شکار کے لئے شکار گاہیں اور جھیلیں موجود ہیں جن میں اوچھالی، کھبکی اور جاہلر کی جھیلیں مرغابی کے شکار کے لئے کئی مربع میل میں پھیلی ہوئی ہیں اسی

marfatcom

طرح سیرو تفریح کے لئے سوڈھی اور کنٹھی باغ مشہور ہیں جن میں سرکاری ریسٹ ہاؤس موجود ہیں اور کافی اضلاع کے افسران وہاں گرمیوں میں تفریح کیلئے آتے ہیں کیونکہ سطح سمندر سے 4000 فٹ بلندی پر واقع ہونے کے سبب یہاں پر گرمی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے اور پہاڑی دروں سے ہوا ہر وقت چلتی رہتی ہے۔

اس وادی کا مرکزی شہر نوشہرہ ہے۔ جہاں پر تھانہ، ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کی عدالت، ڈاک خانہ، تار گھر اور ٹیلی فون کی سہولت موجود ہے۔ ضروریات زندگی آسانی سے دستیاب ہیں۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر کے برابر ہسپتال بھی یہاں موجود ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے کالج بھی موجود ہیں۔ شعبہ سرکار کا ایک ایک دفتر بھی یہاں موجود ہے تاکہ لوگوں و معمولی معمولی کام کاج کے سلسلہ میں ضلعی دفتروں میں نہ آنا پڑے۔ یہاں کے لوگ زیادہ تر فوجی ملازم ہیں اور پنشنرز کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جو مختلف محکموں میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ اس وادی میں واقع سکیسر نامی پہاڑی سطح سمندر سے 5000 فٹ بلندی پر واقع ہے۔ اس مقام پر کسی وقت چار اضلاع کی حدود ملتی تھی اور ہر ضلع کا ریسٹ ہاؤس وہاں پر موجود تھا اور گرمیوں میں ڈپٹی "مہتمم پولیس" وغیرہ وہاں پر ہی قیام کرتے تھے۔ اب چکوال ضلع بننے کے بعد اس مقام پر تین ضلعوں کی حدیں ملتی ہیں جن میں ضلع چکوال، ضلع خوشاب، ضلع میانوالی شامل ہیں۔

خوشاب میں شیر شاہ سوری کے دور کی تعمیر کردہ مسجد جسے اب جدید انداز میں تعمیر کیا گیا ہے

marfatcom

امام الاولیا غوث الاتقاء حضرت پیر سخی شاہ
سید محمد معروف چشتی قادری خوشاب

حضرت سخی پیر محمد شاہ معروف فاروقی النسل ہیں اور شیخ الاسلام حضرت بابا خواجہ فرید الدین گنج شکر سے خلافت سلسلہ چشتیہ حاصل ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت پاکپتن شریف کے نواح بستی چشتیاں میں ہوئی۔ آپ بلند پایہ ولی، شہباز چشتیہ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غوث کے مقام پر فائز کیا ہے۔ آپ سالکوں، عارفوں، زاہدوں کے راہنما کاملوں کے رہبر ہیں۔

آپ کی بیعت طریقت حضرت میراں مخدوم سید مبارک حقانی جلالی جلی کے دست حق پر ہوئی۔ آپ سے نیا سلسلہ نوشاہیہ قادریہ جاری ہوا۔ جن میں خاص طور پر قابل ذکر اجلہ خلفاء حضرت سخی شاہ سلیمان نوری کے مرید حضرت شیخ الاسلام حاجی محمد نوشہ گنج بخش ہیں۔ انہوں نے آپ کی اشاعت کو مسلمانوں میں عام کیا اور ہزاروں گمراہوں کو راہ ہدایت ان کی توسط سے ملی۔ آپ بہت بڑے بزرگ ولی کامل وجد و سماع تھے۔ آپ کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ قوالی سننا پسند فرماتے اور وجد میں رہتے۔ آپ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے بڑے پیشوا تھے۔ آپ دو سلسلوں سے فیض یاب ہیں۔ آپ کی تمام تعلیم قرآن و حدیث سنت نبوی کے مطابق ہوئی۔ آپ شریعت کے پابند اور طریقت کی مکمل تفسیر تھے۔ آپ پر اپنے مرشد

marfatcom

برحق کی جلالیت و روحانیت کا رنگ چڑھا ہوا ہے ۔ آپ باکرامت زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ ہیں ۔ آپ نے تمام زندگی اسلام کی تبلیغ اور عشق مصطفےٰ کی شمع روشن رکھی ۔ آپ نے مسلمانوں کے دلوں کو عشق مصطفیٰ ﷺ سے زندہ اور اطیعو اللہ و اطیعو الرسول کا مکمل درس تاحیات دیا ۔ آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کی مکمل اطاعت و تابعداری کا درس دیا ۔ آپ ایک عاشق رسول ہیں ۔ آپ کا آستانہ مبارک آج بھی لاکھوں لوگوں کے لئے رشد و ہدایت کا مرکز اور بیماریوں کا شفاخانہ، غمگینوں کے لئے سکون و آرام کی جگہ ہے ۔ آج بھی آپ کا فیض جاری و ساری ہے ۔ ہر سال آپ کا عرس 10 محرم الحرام کو ہوتا ہے ۔ تمام مشائخ قادریہ اور معتقدین حضرات اور مریدین کی کثیر تعداد عرس کے موقع پر آتے ہیں ۔ اور مکمل اخوت اور بھائی چارہ کا ثبوت ملتا ہے ۔ آپ کا دربار خوبصورت شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ آپ کا وصال مغل شہنشاہ اکبر کے دور میں ہوا ۔ محکمہ اوقاف کی جانب سے روضہ کی دیوار کے ساتھ آپ کے مختصر حالات درج ہیں ۔ آپکا اسم مبارک حضرت سخی سید معروف چشتی قادری تاریخ پیدائش 11 ربیع 909ھ میں بستی چشتیاں پاک پتن کے نواح میں ہے ۔ آپ کا وصال 10 محرم الحرام شنبہ 987ھ بمطابق 8 مارچ 1579ء موضع کھرولیاں نزد ضلع شاہ پور میں ہوا ۔ مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دور میں آپ کا شجرہ نسب حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر اور ولی کامل سلطان المشائخ حضرت ابراہیم بادشاہ بلخ بن ادھم سے جا ملتا ہے اور 27 واسطوں کے بعد حضرت غوث اعظم سے جاملتا ہے آپ کو حضرت عمر فاروق حضرت ابراہیم بن ادھم اور حضرت فرید الدین گنج شکر کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے مزار کے قریب آپ کے خدمت گزار حضرت پیر محمد شاہ قادری نوشاہی جن کا وصال 1935ء میں ہوا کا روضہ ہے ۔ اور قریب ہی ان کے خادم راج محمد کا مزار ہے جن کا وصال 28 اگست 1979ء کو ہوا ۔ رشید احمد نوشاہی قادری نے مزار کی دیکھ بھال اور مرمت اور اضافی تعمیرات کا کام کیا ہے ۔ ان کا نام سنگ مرمر کے پتھر پر نصب ہے جو اپنا زیادہ وقت آستانہ کی خدمت میں گزارتے ہیں ان کے مطابق حضرت سخی معروف شاہ، شاہ مبارک حقانی اوچ شریف کے مرید تھے حضرت شاہ مبارک حقانی پوڑا لکھی میں تشریف فرما تھے کہ حضرت سخی معروف بیعت کے لیے حاضر ہوئے مرشد نے فرمایا اے معروف شیر کے پنجے میں مت آؤ مرشد پاک کی طبیعت جلالی تھی ۔ مرشد کے حضور حاضر ہوئے حضرت شاہ مبارک نے نظر اٹھائی اور حضرت شاہ معروف حضرت صاحب کا چہرہ دیکھتے ہی گر پڑے اور بے ہوش ہوگئے مرشد پاک نے شفقت فرمائی اور آپ کو بیعت کر لیا ۔ اس کے بعد آپ شاہ معروف کو اپنے ساتھ لاہور لے گئے لاہور جانے کے بعد آپ نے شاہ معروف کو فرمایا کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اوچ شریف دفن کرنا چنانچہ آپ کے وصال کے بعد حضرت سخی معروف نے اونٹوں کا اہتمام کر کے آپکا جسد مبارک اوچ شریف پہنچایا ۔ وہیں پر دفن کیا ۔ حضرت شاہ مبارک حقانی کا روضہ اوچ شریف کے اوچہ قبرستان میں ہے ۔ آپ کے مرشد حضرت سید شمس الدین کا روضہ بھی اوچ شریف میں ہے حضرت سخی معروف نے اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق لکھی بند بمقام بولا خوشاب کے قریب 24 سال تک رشد و ہدایت کا

marfatcom

سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد آپ موضع کھرولیاں نزد شاہ پور تشریف لے گئے ۔ وہیں پر آپ کا وصال ہوا۔ اس علاقہ میں خشکی بلوچ لوگ آباد تھے آپ نے خواب میں ان لوگوں کو کہا دریا آرہا ہے مجھے بھی دریا سے نکال کر دریا کے جانب مغرب دفن کرو چنانچہ آپ کا تابوت نکال کر یہاں دفن کیا گیا۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔

سیرت حضرت شاہ معروف خوشاب کے مطابق:

ایک رات چور آپ کے حجرہ مبارک میں گھس آیا اور کچھ اسباب گٹھڑی میں باندھ کر لے جانے لگا تو اندھا ہو گیا۔ غائب سے صدا آئی کہ اسباب رکھ دے اور چلا جا۔ اس نے گٹھڑی رکھ دی اور بینا ہو کر چلا گیا۔ دوسری رات آپ شاہ معروف نے وہی گٹھڑی اٹھائی اور اس کے پاس لے گئے ۔ معذرت کی اور فرمایا کہ کل رات تم نے محنت کی اور خالی ہاتھ آیا یہ تمھاری اجرت ہے ہم نے تم کو بخش دی آپ کی بخشش اور خلق کا یہ نتیجہ نکلا کہ چور غائب ہو گیا ۔ اور مرید ہو کر باکمال ہو گیا۔ منقول ہے کہ جس وقت آپ نے سلمان نوری بادشاہ کو بیعت کیا تو ان کو خلافت واجازت دیتے وقت فرمایا اپنے دائیں طرف دیکھو جب انھوں نے عالم ارواح میں نظر ڈالی تو ایک بلند قدامت حسین وجمیل نورانی وجود نظر آیا۔ حضور (شاہ معروف) نے فرمایا کہ اس کا نام حاجی محمد نوشہ گنج بخش ہے سب اسی کی امانت ہے اور اسی سے فیض یاب ہوگا۔

حضرت تخی معروف شاہ کے مزار پر عبدالرشید راقم ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کو چادر پیش کر رہے ہیں

marfatcom

آپ کے خلفاء : خلفاء عظام تو کافی مشہور ہیں ۔ جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(1) حضرت شیخ سلیمان نوریؒ

(2) حضرت شیخ عبداللہ المعروف منگو قریشی بھلوالی ۔ دونوں بزرگوں کا مزار مبارک بھلوال شہر میں ہے گورستان سلیمانیہ میں قائم ہے حضرت شیخ عبداللہ کے چار بیٹے تھے۔

(3) سید عبداللطیف ہمدانی انکا سلسلہ جاری ہے ۔ ان کا مزار شریف بھلوال میں ہے ۔

(4) حضرت شاہ محمد شیرازی شاہ پوریؒ ان کا مزار شریف شاہ پور شہر میں ہے یہ حضرت امام جعفر صادق کی اولاد میں سے ہیں۔

ان کا المعروف نام مبارک شاہ محمد تھا۔ اور شیراز کے رہنے والے تھے ۔ قصبہ شاہ پور شہر میں ان کا وصال ہوا یہ مائی جیوندی کے بیٹے ہیں۔ جنکو شاہ حضرتؒ نے غار سے نکالا تھا ان کے بیٹے تھے ۔

(1) حضرت سید شاہ محمد شیرازیؒ (2) حضرت سید کبیر شاہؒ جو روضہ میں دفن ہیں (3) سید جہاں شاہ اور حضرت کبیر شاہؒ کے لخت جگر حضرت پیرو شاہ تھے ۔ اور پیرو شاہ کے بیٹے حضرت سیدن شاہؒ تھے جنکا عرس چوا سیدن شاہ میں ہوتا ہے ۔ (5) حضرت مہر علی شاہ رانجھہؒ ان کا مزار شریف شہر چاواں (سیال شریف ساہیوال) جھنگ روڈ پر ہے ۔

(6) حضرت بی بی بھاگ بھریؒ یہ حضرت سلیمان شاہ نوریؒ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

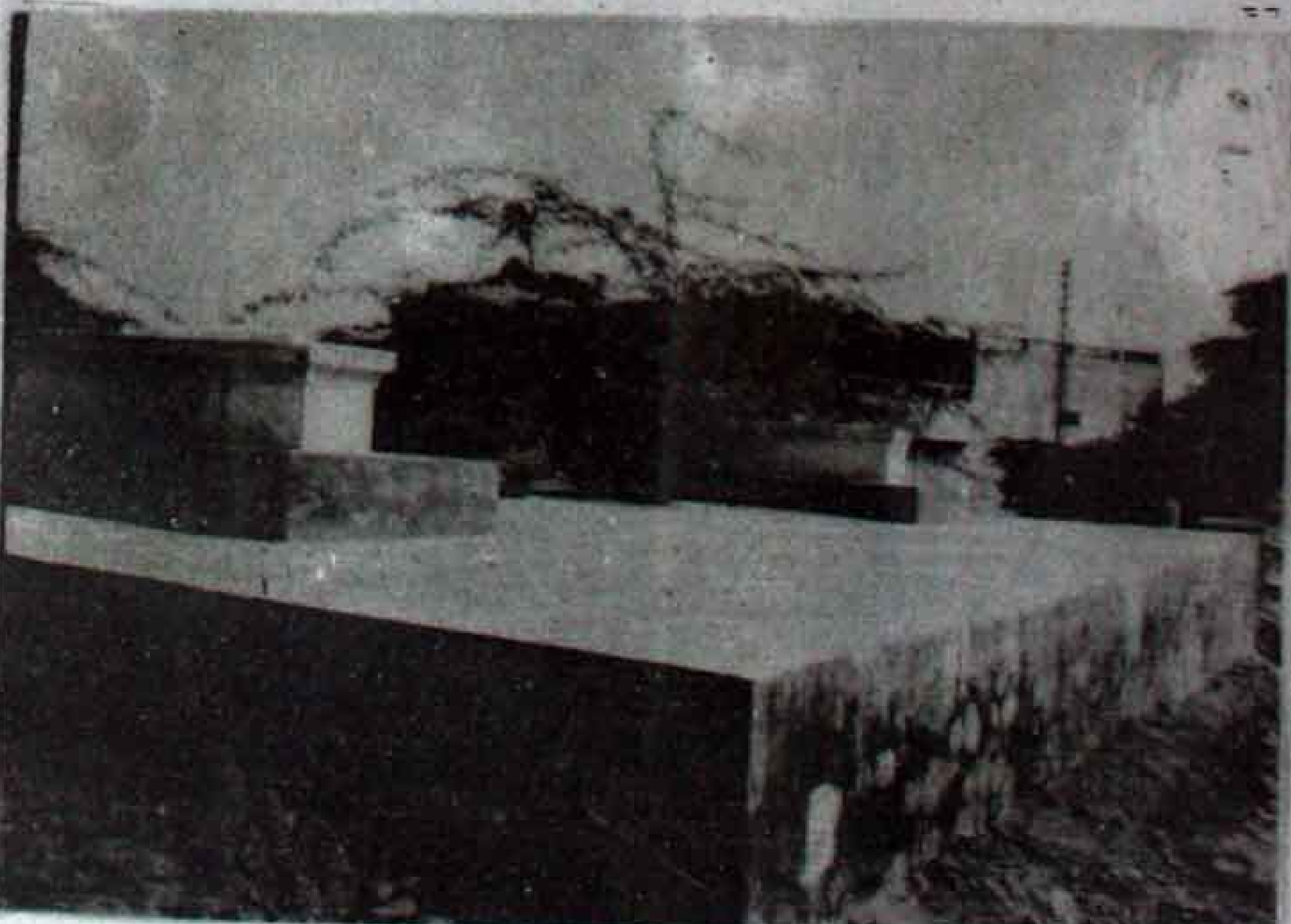

خوشاب بادشاہاں کے مزار کے قریب شیر شاہ سوری کے سپہ سالاروں کے مزار

marfatcom

تاریخی شہر خوشاب اور اولیاء کرام کے آستانے

****

یہ تاریخی شہر ہزاروں سالہ قدیمی گزرگاہ جو ٹیکسلا سے ہوتی ہوئی چکوال اور کلر کہار کی طرف آتی ہے۔ کلر کہار کو باغ وفا کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ یہاں مغل شہنشاہ بابر نے بھی قیام کیا۔ کلر کہار سے ایک سڑک راج کٹاس پنڈ دادنخان کی طرف آتی ہے۔ جبکہ دوسری جانب جنوب پر واقع ہے خوشاب کی طرف جاتی ہے۔ خوشاب ایک قدیمی شہر ہے یہ دریائے جہلم کے کنارے آباد تھا۔ دریائے جہلم نے اس شہر کو کئی بار برباد کیا اور یہ شہر کئی بار آباد ہوا۔ یہ تجارتی نہر تاریخی ن لئے ہے کہ یہاں تجارتی قافلے آکر ٹھہرتے اور برصغیر پر حملہ کرنے والے شہنشاہ جن کا گزر اس علاقہ میں ہوتا رہا اس شہر میں قیام کرتے اور دریائے جہلم کے ٹھنڈے میٹھے پانی سے اپنی اور گھوڑوں، اونٹوں، ہاتھیوں کی پیاس بجھاتے۔ شمال کی جانب سے جن گزرگاہوں سے یہ تجارتی قافلے اور حملہ آور گزرتے وہاں کا پانی کڑوا ہوتا جس جگہ موجودہ شہر خوشاب آبا ہے یہاں بھی بیشتر مقامات پر پانی کڑوا ہے۔ لیکن دریائے جہلم کے پانی کی وجہ سے اس شہر کو خوشاب یعنی اچھا پانی کا نام دیا گیا ہے۔ موجودہ شہر خوشاب جو قلعہ بند شہر ہے اس کے تین دروازے ختم ہو چکے ہیں۔ اس کا ایک ہی دروازہ جو کابلی گیٹ کے نام سے مشہور ہے اب بھی موجود ہے۔ خوشاب میں اولیائے کرام کے

مزار بادشاہاں خوشاب

marfatcom

کئی آستانے ہیں ۔ یہاں سید عبداللہ شاہ' شیر شاہ، گھوڑے شاہ، حافظ دیوان شاہ، شیرازی نوری حضوری کے علاوہ دربار شریف بادشاہاں بھی ہے ۔ دربار بادشاہاں کے جانب مشرق قبرستان جو انجیر کے نام سے مشہور ہے یہاں شیر شاہ سوری کے سپہ سالاروں کی قبریں بھی ہیں جو پختہ، چھوٹی اینٹوں سے گنبد نما تعمیر کی گئی ہیں جو گر چکی ہیں اب از سر نو تعمیر کی گئی ہیں ۔ مقامی آبادی کے مطابق اللہ کے ان نیک بندوں نے خواب میں اشارہ کیا کہ ہمارے مزار گر چکے ہیں انہیں دوبارہ تعمیر کیا جائے ۔ چنانچہ یہ مزار از سر نو تعمیر کئے گئے ہیں ۔ قبروں کے اوپر پتھر پر دونوں کے نام بھی درج ہیں ۔ ان پتھروں پر جو مغرب والی قبر پر عالم شیر شاہ بن نیک خان کا نام درج ہے دوسری پر محمد یار بن شاہ نیک خان تحریر ہے ۔ اور قرآنی آیات بھی کندہ کی گئی ہیں ۔ مقامی روایات کے مطابق یہ دونوں بھائی شاہی فوج میں جرنیل تھے ۔ اس قبرستان کی جانب مغرب حضرات بادشاہان کے مزارات ہیں ۔ جہاں دن رات بہت زیادہ مخلوق خدا کا جمگھٹا رہتا ہے ۔

مزار کے جانب شمال ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے ۔ مسجد کے باہر درجنوں نلکے نصب ہیں ارادت مند (زائرین) ان نلکوں کا پانی ایک کنواں میں جمع کرتے ہیں جو وضو کے لئے استعمال کرتے ہیں ان تمام نلکوں کا پانی کڑوا ہے ۔ بادشاہوں کا مزار خوبصورت اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ عالی شان گنبد بھی ہے ۔ مزار ایک جگہ پر ہیں ۔ روضہ کے باہر نصب شدہ ایک بورڈ پر یہ تحریر درج ہے ۔ حضرات بادشاہان سائیان خوشاب شریف عرس مبارک 9 ، 10 شوال مختصر حالات زندگی ۔ آپ حضرت والا شان کا سلسلہ

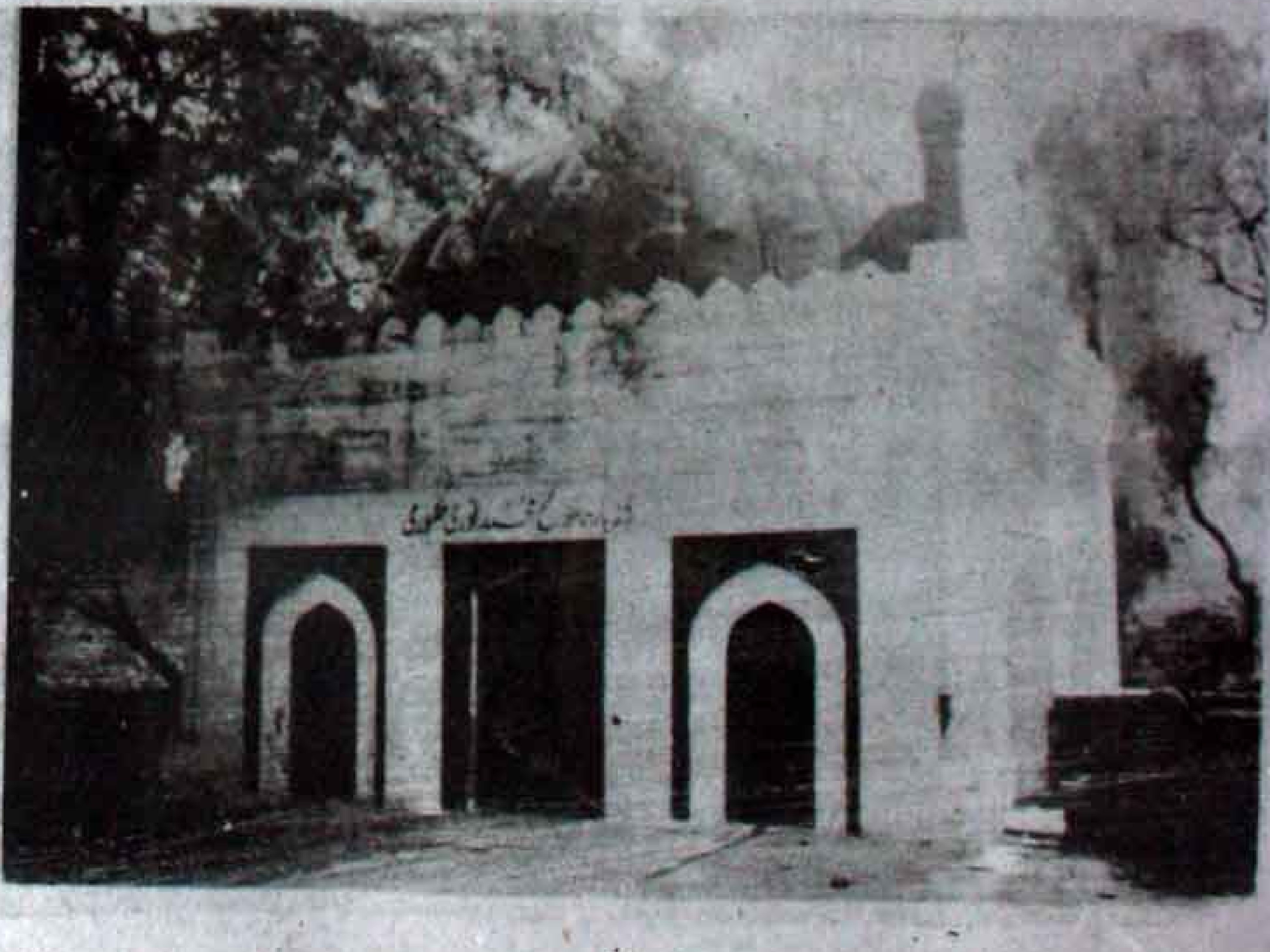

دربار حضرت حافظ محمد فتح نوری حضوری کا مزار

marifatcom

حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرزند ارجمند حضرت سید عبدالوہاب سے 15 واسطوں سے جا ملتا ہے۔ خوشاب تشریف آوری 1529ء تا 1531ء کے درمیان ہوئی۔ آپ دریا سے پانی لا کر مسافروں، پیاسوں کو تھل بیابانوں میں جا کر پلاتے۔ اشاعت دین کے لئے یہاں رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کیں اور بادشاہوں کا خطاب پایا۔ ان میں ایک بادشاہ کا نام حضرت سخی سید احمد شاہ تاریخ پیدائش 1496ء دہلی شریف تاریخ وصال 1578ء خوشاب شریف دوسرے درویش کا نام سخی سید محمود شاہ تاریخ پیدائش 1499ء تاریخ وصال 1529ء خوشاب شریف، محرم کی 7، 8، 9 تاریخ کو یہاں دینی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ مقامی روایات کے مطابق یہ دونوں بزرگ ہمایوں کی فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔

بزرگوں کی دعاؤں سے ہمایوں کو فتح نصیب ہوئی کہتے ہیں کہ ہمایوں نے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ دعا کیجئے کہ دہلی فتح ہو جائے۔ اس نے بتایا کہ آپ کی فوج میں اللہ کے درویش ہیں ان سے دعا کروائی جائے۔ ہمایوں نے عرض کی کہ ان کی شناخت کیا ہے۔ اس بزرگ نے فرمایا۔ تمہاری یہ فوج اس مقام پر خیمہ زن ہے۔ رات کو ایک سخت طوفان آئے گا۔ تمام خیمے اڑ جائیں گے لیکن جن کے خیمے صحیح ہوں گے ان سے دعا کروائی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک زبردست طوفان آیا تمام فوج کے خیمے الٹ پلٹ ہوگئے لیکن آندھی و طوفان میں ان بزرگوں کے خیمے صحیح رہے۔ ہمایوں نے ان درویشوں سے عرض کی کہ دعا کیجئے کہ خدا مجھے جنگ میں کامیابی عطا فرمائے۔ چنانچہ ہمایوں کو کامیابی حاصل ہوئی اور وہ ہندوستان کا بادشاہ بنا اور ان بزرگوں کو بادشاہوں کا خطاب دیا اور عرض کی کہ اس علاقہ کے بادشاہ آپ ہیں۔ چنانچہ اس روز سے آپ بادشاہوں کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان بزرگوں کے مزار کے قریب مٹی کے ایک تبہ کے آثار بھی ملتے ہیں۔ اڈا کے قریب حافظ فتح نوری حضوری کا مزار ہے۔ مزار عالی شان انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ گنبد بھی ہے۔ قریب ہی ایک مسجد بھی ہے۔ آپ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں ہو گزرے ہیں۔ آپ کے مرشد کا نام حضرت محمد اسماعیل شاہ المعروف میاں وڈا جن کا مزار لاہور میں ہے۔ خوشاب شہر کے وسط میں ایک جامع مسجد جو شیر شاہ سوری کے دور میں بیان کی گئی ہے اس مسجد کو از سر نو تعمیر کیا گیا ہے۔ مسجد بہت وسیع و عریض ہے۔ درمیانی گنبد جوں کا توں رہنے دیا گیا ہے۔ جو مغلیہ طرز تعمیر کی عکاسی کرتا ہے۔ مسجد کے اس حصہ کی دیواریں چوڑی ہیں جو چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہیں۔ خوشاب کے لوگ چاؤ اور خلوص والے ہیں۔ لیکن پسماندگی نے اس علاقہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

خوشاب سرگودھا سے تقریباً 45 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ سرگودھا اور خوشاب کے درمیان دریائے جہلم کی چوڑائی اچھی خاصی ہے۔ دریا پر انگریزوں نے لوہے کا بہت بڑا پل تعمیر کیا ہے۔ درمیان سے ریلوے لائن گزرتی ہے۔ دائیں بائیں گاڑیوں کے گزرنے کے لئے سڑک تعمیر کی گئی ہے۔ پل پر تعمیر کا سال 1931ء درج ہے۔ پل کی لمبائی 2385 فٹ ہے۔ ماضی میں شاہ پور کو اس علاقہ میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ انگریزوں کے دور حکومت میں شاہ پور کو ضلع کا درجہ حاصل تھا۔ آزادی کے بعد سرگودھا کو ضلع کا درجہ دے

marfat.com

کر ڈویژن بنا دیا گیا اور شاہ پور کو تحصیل کا درجہ دیا گیا۔ شاہ پور کا تھانہ قلعہ نما عمارت میں ہے۔ دریائے جہلم قریب ہی بہتا ہے۔ امیر تیمور نے 1398ء میں خوشاب پر حملہ کیا اور مغل شہنشاہ بابر نے 1503ء میں خوشاب کو فتح کیا۔ نواب احمد یار خان نے جو کہ خوشاب کا نواب تھا محمد شاہ کے دور میں ایک قلعہ اور باغ تعمیر کروایا۔ 1865ء عیسوی دریائے جہلم کی طغیانی کی وجہ سے یہ شہر دریا برد ہوا۔ نواب احمد یار خان یہاں کی اہم شخصیت ہو گزرے ہیں۔ خوشاب کو اب ضلع کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

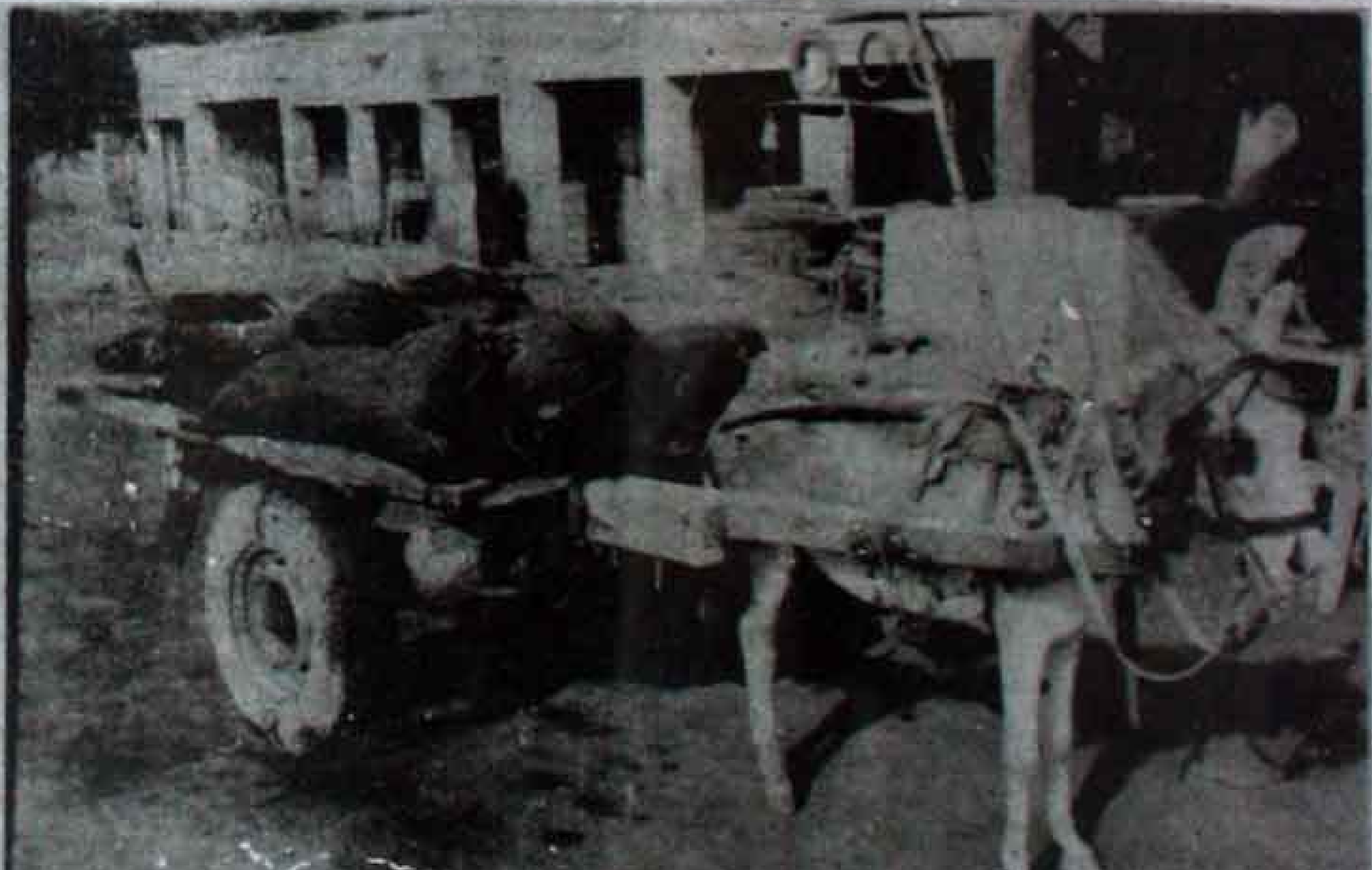

خوشاب کے معنی ہیں اچھا پانی: لیکن خوشاب میں ابھی بھی کڑوا پانی ہے، یہ میٹھا پانی گدھا گاڑی پر سپلائی کیا جارہا ہے

marfatcom

منڈی بہاؤالدین

منڈی بہاؤالدین کی مکمل تاریخ راقم کی
شائع ہونیوالی کتاب گجرات تاریخ
کے آئینے میں تحریر کی گئی ہے اس
وقت منڈی بہاؤالدین گجرات کی
تحصیل تھی۔

marfat.com

نقشہ ضلع منڈی بہاؤالدین

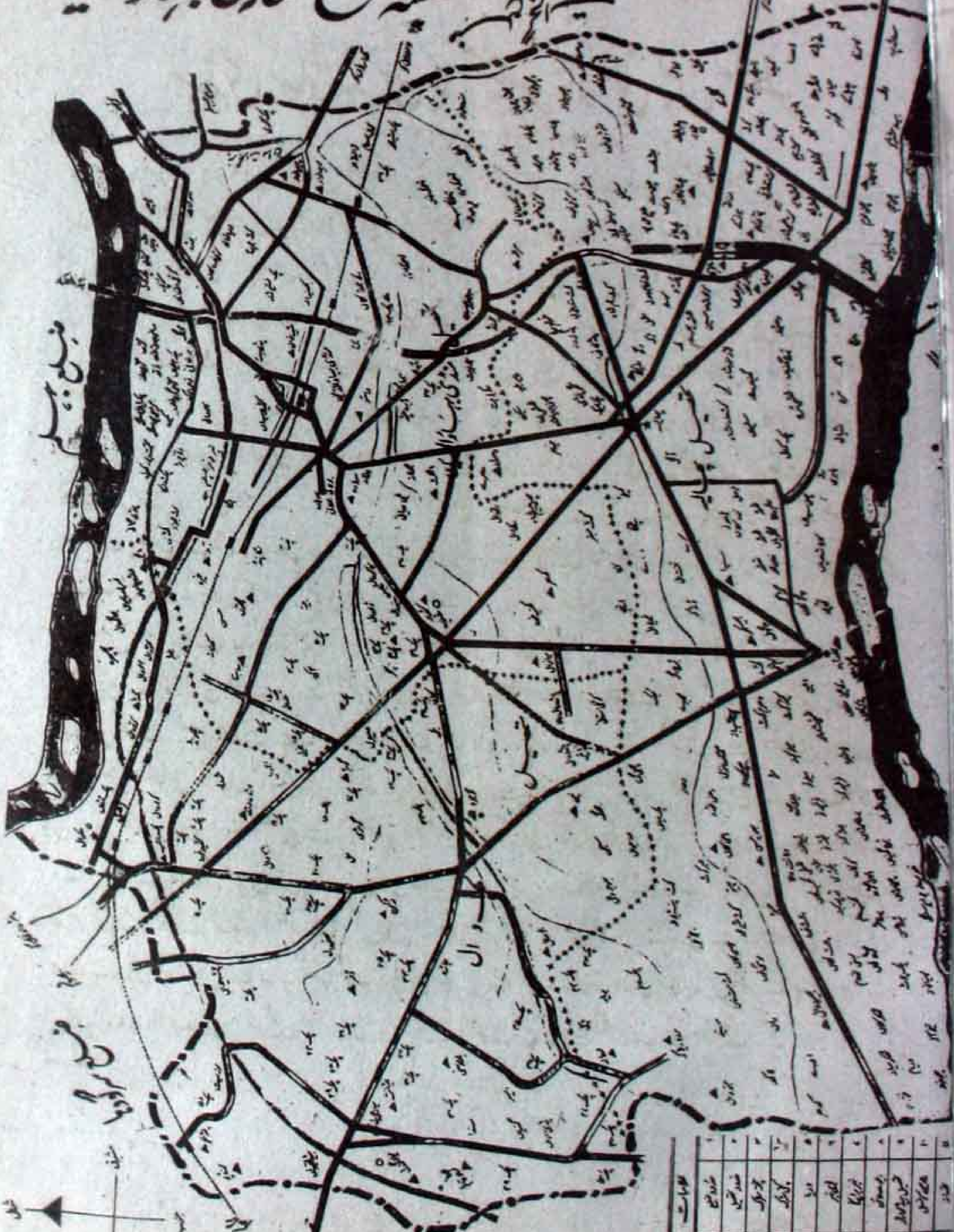

marifatcom

منڈی بہاؤالدین کا مختصر تاریخی پس منظر

****

منڈی بہاؤالدین 1993ء سے قبل ضلع گجرات میں شامل تھا۔ سیاستدانوں کی کش مکش کی وجہ سے منڈی بہاوالدین کو ضلع گجرات سے علیحدہ کر دیا۔ اور 1993ء میں منڈی بہاوالدین کو گجرات سے علیحدہ کر کے اسے ضلع کا درجہ دے دیا گیا۔ پھالیہ، ملکوال کو تحصیل کا درجہ دے دیا گیا۔ اور تیسری تحصیل منڈی بہاؤالدین تشکیل دی گئی۔ ضلع بھر میں نہری نظام کا جال بچھا ہوا ہے۔ دریائے جہلم منڈی کے شمال مغرب کی طرف بہتا ہے۔ دریائے جہلم سے نکلنے والی نہریں منڈی بہاؤالدین کی سرزمین پر بنائی گئی ہیں۔ گندم، چاول، تمباکو، گنا مشہور فصلیں ہیں۔ پنجاب میں سب سے زیادہ مالیہ دینے والا ضلع منڈی بہاؤالدین ہے۔ قدیمی گزر گاہیں جو پنڈدادنخان سے ہوتی ہوئی منڈی بہاؤالدین، سرگودھا، ملکوال، شاہ پور کی طرف جا نکلتی ہیں۔ ان گزر گاہوں سے تجارتی قافلے اور حملہ آور بھی گزرتے رہے۔ پھالیہ کو تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ پھالیہ سکندر اعظم کے گھوڑے کا نام تھا۔ پھالیہ کے قریب ہیلاں کے کھنڈرات اس بات کے داعی ہیں کہ ہیلاں سکندر اعظم کی محبوبہ ہیلن کے نام سے منسوب ہے۔ ہیلاں کا ذکر راقم کی تحریر کردہ کتب "گجرات تصاویر کے آئینے میں" "گجرات تاریخ کے آئینے میں" آچکا ہے۔ قادر آباد، چیلیانوالہ، مونگ، مانگٹ، ملکوال، شہیدانوالی، تاریخی قصبے ہیں۔ منڈی بہاؤالدین کے شمال کی طرف دریائے جہلم، مغرب کی طرف ضلع سرگودھا، خوشاب، جنوب کی طرف گوجرانوالہ اور مشرق کی طرف ضلع گجرات ہے۔ مشہور تھانے پاہڑیانوالی، پھالہ، قادر آباد، کٹھیالہ شیخاں، منڈی بہاؤالدین صدر و سٹی، ملکوال، میانہ گوندل ہیں۔ قدیمی شاہراہیں، ریلوے اسٹیشن، منڈی بہاؤالدین کے وسط سے گزرتی ہیں۔ اور ملکوال ریلوے کا جنکشن ہے۔ مشہور اقوام جٹ، وڑائچ، گوندل، تارڑ، رانجھا، چیمہ کے علاوہ سادات، بٹ، شیخ کے علاوہ مسلم شیخ کافی تعداد میں اس علاقہ میں آباد ہیں۔ روحانی آستانے سیدا شریف، بھکھی شریف، کدھر شریف، مانگٹ شریف، مگھو پنڈی میں ہیں۔ جہاں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔ شاہ تاج شوگر مل سب سے بڑی شوگر مل ہے۔ یہ قصبہ اب ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ منڈی بہاوالدین شہر کے چاروں جانب بڑے بڑے دروازے ہیں، سڑکیں کشادہ ہیں۔ منڈی بہاؤالدین شہر کی بنیاد انگریزوں کے دور میں رکھی گئی۔

marfatcom

آستانہ عالیہ ڈیرہ میاں صاحب آف کدھر شریف کے صاحبزادہ حافظ ڈاکٹر محمد فرخ آئی سپیشلسٹ۔
چالیس سال کی عمر میں ایک لاکھ 80 ہزار آنکھوں کے مریضوں کا آپریشن مفت کر چکے ہیں
پاکستان کا واحد ہسپتال، جہاں مریضوں کا علاج اور آپریشن مفت ہوتا ہے

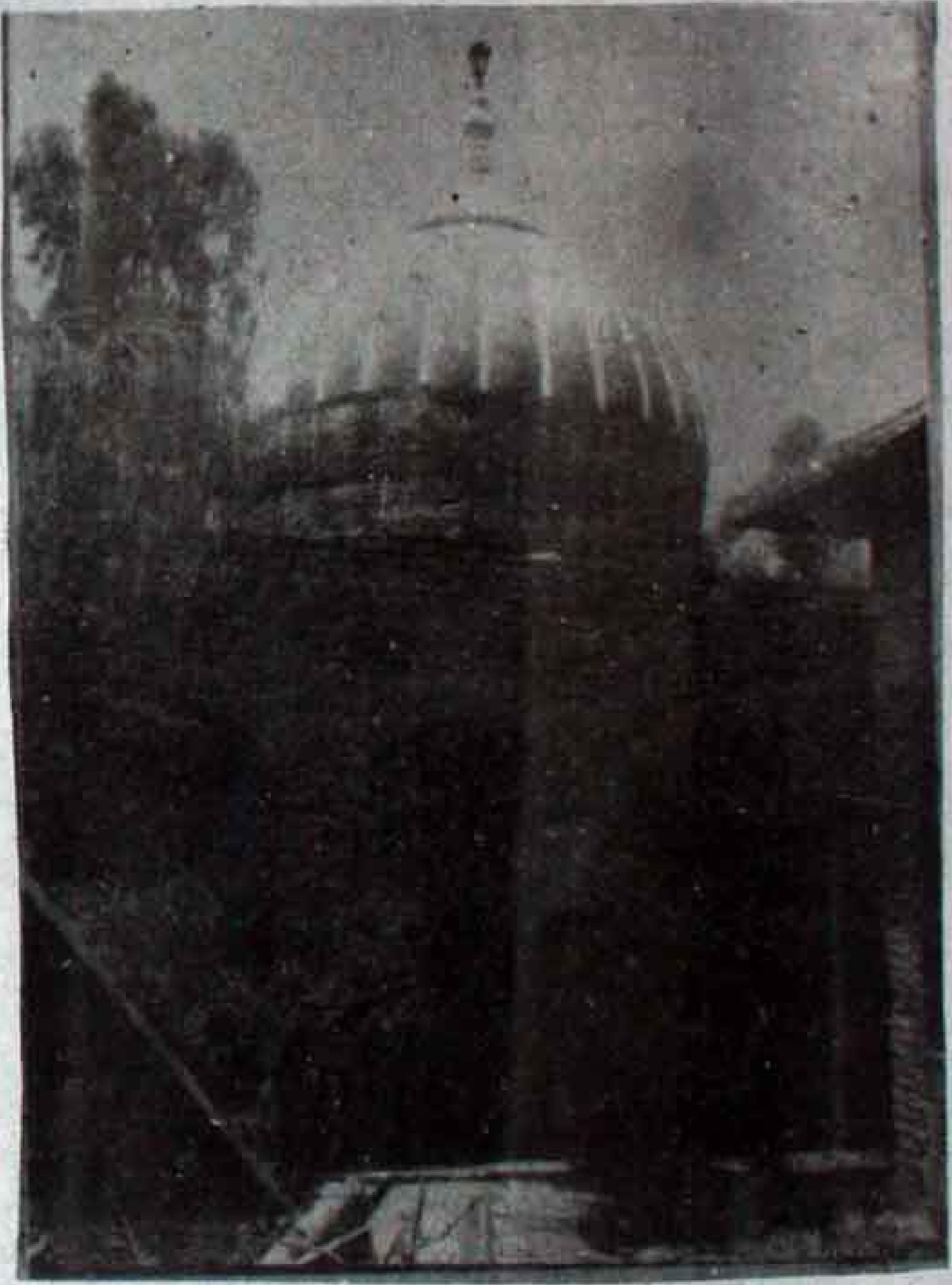

تاریخی روحانی قدیمی بالخصوص نو گز لمبے مزارات کے بارے میں کتاب گجرات تصاویر کے آئینے میں زیر طبع تھی۔ احسان اللہ اور میں موٹر سائیکل پر پھالیہ سے ہوتے ہوئے آستانہ عالیہ بھکھی شریف پر پہنچے قریب ہی تباہ شدہ بستی کے نزدیک ایک نو گز لمبے مزار پر حاضری کے بعد واپسی پر میں نے آستانہ عالیہ ڈیرہ میاں صاحب کدھر شریف پر حاضری دی۔ آستانہ عالیہ میں صاحبزادہ حافظ ڈاکٹر محمد فرخ حفیظ و امراض چشم کے ماہر ڈاکٹر اور سرجن ہیں سے ملاقات ہوئی۔ وہ بڑے پیار سے ملے اور لنگر کا کھانا پیش کیا واپسی پر سبز چادروں سے دستار بندی کی۔ میں نے آستانہ عالیہ کے بارے میں جو فوٹو اور معلومات حاصل کی تھیں وہ بارش میں تلف ہو گئیں۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب کی ریش مبارک کا ایک بال بھی سفید نہیں تھا یہی کہتے رہے بزرگوں نے جائے نماز دے دیا ہے۔ اس کی حفاظت کر رہا ہوں۔ میری ان سے خط و کتابت جاری رہی۔ لیکن آستانہ عالیہ کے فوٹو اور معلومات حاصل نہ کر سکا۔ اس دوران میری دونوں کتابیں گجرات تصاویر کے آئینے

marfatcom

میں" اور "گجرات تاریخ کے آئینے میں" شائع ہو گئیں۔ لیکن دونوں کتابوں میں اس روحانی مقام کا ذکر نہ ہو سکا تیسری کتاب جو "سیالکوٹ سے خیبر تک" تقریباً بارہ اضلاع کی تاریخ نارووال، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، سرگودھا، منڈی بہاؤالدین، گجرات، میرپور جہلم چکوال، راولپنڈی اٹک نوشہرہ، پشاور اور سرحدی علاقہ جات پر مشتمل ہے اس روحانی تاریخی کتاب میں ضلع منڈی بہاؤالدین کے ضلع میں اولیاء اکرام کے بارے جس معلومات کی ضرورت تھی۔ وہ حاجی محمد عنایت صابری نے پوری کر دی۔ کبھی اخباروں میں حاجی محمد عنایت صابری کا نام پڑھا تھا۔ بعد میں وہ جبری مشقت اور محبوس مزدوروں کو ان کے بنیادی حقوق دلانے کے لئے جدوجہد میں حاجی عنایت صابری پیرزادہ امتیاز سید اور راقم نے اکٹھے ہی قدم رکھا۔ ایک روز میں نے ان سے ایک سوال کیا کہ آپ اپنے نام کے ساتھ صابری کیوں لکھتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا یہ نام آستانہ عالیہ کلس شریف کے نام سے منسوب ہے راقم نے حاجی عنایت صابری سے آستانہ عالیہ کس شریف پر حاضری کی خواہش ظاہر کی۔ حاجی محمد عنایت صابری نے جب اپنے پیرخانہ پر حاضری کا سنا تو بہت خوش ہوئے۔ اپنے پیرخانہ کا نام سن کر ہر عقیدت مند کو خوشی ہوتی ہے۔ کلس شریف پر حاضری سے پہلے وہ مجھے گلو پنڈی حضرت شاہ مردانؒ کے آستانہ پر لے گئے۔ جن کے فیوض برکات سے آستانہ عالیہ کلس شریف میں روحانیت کے چشمے جاری ہیں۔ اس کے بعد میں نے ان کے ہمراہ میکانہ صابری میں حاضری دی۔ دوسری ملاقات میں راقم نے حضرت میاں صاحب کدھر شریف کے روضہ مبارک پر حاضری کا ارادہ ظاہر کیا حاجی محمد عنایت صابری تمام مصروفیات چھوڑ کر میرے ہمراہ کدھر شریف حضرت میاں صاحب کے دربار پر حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت بہاول شیرؒ اور حضرت پیر یعقوب شاہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ حضرت میاں صاحب کدھر شریف کا دربار پھالیہ سے دس بارہ کلو میٹر کٹھیالہ شیخاں روڈ پر برلب سڑک ہے۔ کدھر ایک قدیم بستی ہے گاؤں ٹبہ پر ہے۔ جانب شمال بھی ٹبہ پر کسی قدیم بستی کے تباہ ہونے کے آثار ملتے ہیں۔ ٹبہ پر مٹی کے برتنوں ٹکڑے چکیوں کے پاٹ ملتے ہیں۔ آستانہ عالیہ حضرت میاں صاحب کدھر گاؤں سے قدرے فاصلہ پر ہے۔ آستانہ گردو نواح صرف چند مکانات ہیں۔ لیکن یہاں ظاہری اور باطنی فیوض کے چشمے جاری ہیں۔ حضرت میاں صاحبؒ کا خاندان عرصہ ساڑھے تین سو سال سے سلسلہ روحانیت سے وابستہ ہے۔ آپ حضرت میاں نور محمدؒ آف راجیکی کی اولاد اور گیارھویں پشت سے ہیں۔ آستانہ عالیہ ڈیرہ میاں صاحب میں حضرت میاں عبدالحفیظ ان کے بزرگ حضرت میاں عبدالرحیم اور حضرت میاں محمد سعیدؒ کے مزارات ہیں۔ سلسلہ قادری نقشبندی ہے سیال شریف سے فیض یافتہ ہیں۔ آستانہ عالیہ پر عرس مبارک 27 ویں شب معراج کو ہوتا ہے۔ عرس کے موقع پر سینکڑوں ارادت مند حاضری دیتے ہیں۔ عرس پر نماز ظہر سے عصر تک قرآن خوانی ہوتی ہے۔ نماز عصر سے مغرب تک حمد و ثناء اور نعت خوانی ہوتی ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں ہی لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ عرس کے موقع پر باورچی داتا دربار سے لنگر پکانے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ داتا صاحبؒ کے دربار سے لائی چادروں سے چادر پوشی کی جاتی ہے۔ آستانہ عالیہ پر تعمیر کردار، تعلیم قرآن، رفاعی مرکز اور خدمت خلق کا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ دن رات لنگر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سو کے لگ بھگ زیر تعلیم طلباء کو مفت تعلیم کے علاوہ، رہائش، کھانا اور لباس بھی مہیا کیا جاتا ہے۔ میاں چندہ سسٹم یا نذرانہ قبول کرنے کا سلسلہ نہیں ہے۔ اس آستانہ عالیہ کی سب سے انوکھی بات یہ ہے کہ صاحبزادہ حافظ محمد فرخ حفیظ پاکستان کے بہت بڑے ڈاکٹر ہیں ماہر امراض چشم ہیں جب سے آستانہ کے فرائض سنبھالے ہیں۔ آرام و آسائش کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ وہ چالیس سال کی عمر میں ایک لاکھ اسی ہزار مریضوں کا مفت آپریشن کر چکے ہیں۔ روزانہ سینکڑوں آنکھوں کے مریض کو مفت چیک کیا جاتا ہے۔ ان مریضوں سے کوئی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی بلکہ دوائیاں بھی مفت مہیا کی جاتی ہیں۔ داخلہ بھی مفت ہوتا ہے۔ راقم جب آستانہ پر پہنچا تو رفاعی ادارہ میں

marfatcom

سینکڑوں مرد اور خواتین جو آنکھوں کے مریض تھے بہت بڑے برآمدے کے علاوہ صحن اور دیگر کمروں میں اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ صاحبزادہ ڈاکٹر محمد فرخ حفیظ سادگی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ شاہانہ زندگی کو ترک کر کے بوریا نشین ہیں۔ پاکستان کے دوسرے سرجنوں ڈاکٹروں کی طرح وہ عالی شان رہائش گاہ میں نہیں رہتے۔ صرف چند فٹ کے کمرے میں رہائش پذیر ہیں۔ جہاں صرف ایک ہی چارپائی آسکتی ہے۔ نہ ان کے پاس پاکستان کے دوسرے پیروں اور سجادہ نشینوں کی طرح پجارو گاڑی ہے۔ اور نہ کوئی کوٹھی کار ہے فقیر کی یہی پہچان ہے دنیا کے مال و دولت کی اس کے سامنے کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ درویش ان چیزوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ صاحبزادہ ڈاکٹر محمد فرخ حفیظ میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ دو تین سال قبل ان کی داڑھی بالکل سیاہ تھی۔ لیکن آج خدمت خلق کرتے کرتے راتوں کو جاگ جاگ کر دکھی مخلوق کی آنکھوں کا آپریشن کر کے ان کو بصیرت بخشنے والے ڈاکٹر محمد فرخ حفیظ کی تمام داڑھی مبارک سفید ہو چکی ہے۔ سادہ لباس سادہ خوراک سادہ رہائش سارا آستانہ سادگی کی ایک مثال قائم کر رہا ہے۔ عام سی کرسی اور ایک تختہ جس سے میز کا کام لیا جاتا ہے۔ چاروں طرف سینکڑوں مریض آپریشن کے دنوں میں مریضوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔ تقریباً دو سو کینال رقبہ پر ہر طرف آنکھوں کے مریض ہی مریض نظر آتے ہیں۔ راتوں کو جاگ جاگ کر ایک رات میں سینکڑوں مریضوں کی آنکھوں کا آپریشن کرنا اور انہیں شفاء بخشنا ایک درویش کا ہی کارنامہ ہو سکتا ہے۔ خدمت خلق کا یہ جذبہ ہمیشہ درویشوں فقیروں کی میراث رہا ہے۔ اس میراث کو صاحبزادہ ڈاکٹر محمد فرخ حفیظ سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔ اور دکھی مخلوق کو روشنی بخش رہے ہیں وہ جمعہ کی نماز خود پڑھاتے ہیں۔ اگر آستانہ عالیہ پر موجود ہوں تو فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں خود ہی پڑھاتے ہیں۔ درس بھی دیتے ہیں جمعرات کی رات ملنے والے عقیدت مندوں سے ملاقات کی جاتی ہے۔ ایک بار حکومتی ادارہ کے ایک ذمہ دار شخص نے آستانہ عالیہ کے لئے ایک لاکھ روپے دینے کا اعلان کیا۔ صاحبزادہ صاحب نے فوراً اٹھ کر سٹیج پر کھڑے ہو کر وہ رقم لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حکومت کا خزانہ صرف غریب عوام کے لئے ہوتا ہے۔ آستانوں کے لئے فقیر یا درویش جب حکومت سے نذرانے وصول کرے گا۔ تو وہ حق بات نہیں کہہ سکتا۔ راقم پاکستان کے بڑے بڑے آستانوں پر حاضری دے چکا ہے۔ لیکن خدمت خلق کا جذبہ آستانہ عالیہ میاں صاحب آف کدھر شریف کے علاوہ کہیں نہیں دیکھا۔ آنکھوں کا آپریشن مارچ، اپریل، اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں کیا جاتا ہے۔ ان دنوں ڈاکٹر صاحب کم و بیش ایک ہزار نسخے روزانہ لکھتے ہیں۔ کئی بار لکھتے لکھتے انگلیاں جواب دے دیتی ہیں۔ لیکن یہ روحانی طاقت ہی ہے جو مدد کرتی ہے اور یہ کام سرانجام دیتی ہے۔ میرے اندازہ کے مطابق پاکستان کے آنکھوں کے کس ڈاکٹر نے چالیس سال کی عمر میں ایک لاکھ 80 ہزار آنکھوں کے آپریشن نہیں کئے۔ یہ بات ورلڈ گنیز بک آف ریکارڈ میں تحریر کرنے کے قابل ہے۔ آستانہ عالیہ کدھر شریف کے اولیاء اکرام کا تعلق سندھ کے سومرو خاندان سے ہے۔ جو سندھ پر کئی سال حکمرانی کرتے رہے۔ آستانہ عالیہ حضرت میاں صاحب کے رفاہی مرکز میں آنکھوں کے مریض کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ دوائیاں بھی مفت دی جاتی ہیں۔ آپریشن کے دوران مریضوں کو سات آٹھ روز تک داخل رکھا جاتا ہے۔ ان سے کوئی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی۔ بلکہ عینک بھی مفت دی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب بعض اوقات دوسرے علاقوں کے فری آئی کیمپوں میں مریضوں کے مفت آپریشن کرتے ہیں۔ صوفی محمد افضل نے دوپہر کا لنگر پیش کیا اور قاری مشتاق احمد ہمیں سڑک تک الوداع کہنے آئے۔ پاکستان کے ایک بہت ہی بڑے مفت علاج کرنے والے ہزاروں انسانوں کو آنکھوں کی روشنی دینے والے آستانہ عالیہ سے الوداع ہوئے۔

marfatcom

مگھو پنڈی میں آستانہ عالیہ حضرت مردان علی شاہؒ

پھالیہ منڈی بہاؤالدین کی تحصیل ہونے کے علاوہ بہت قدیمی بستی ہے۔ ملتان بصرہ شاہ پور کو جانے والی قدیمی سڑک پھالیہ کے قریب سے گزرتی ہے۔ پھالیہ سکندر اعظم کے گھوڑے کا نام بیان کیا جاتا ہے۔ پھالیہ کے قریب ہی دریائے جہلم کے کنارے مونگ کے میدانوں میں سکندر اعظم اور اس دھرتی کے سپوت راجہ پورس کا معرکہ ہوا پھالیہ اور مونگ کا قلعہ ہیلاں کے میدان اپنے اندر کئی داستان لئے ہوئے ہیں۔ پھالیہ کے چاروں طرف اولیاء کرام کے آستانے بنی نوع انسان کے دلوں کو منور کر رہے ہیں۔ پھالیہ کے مشرق کی جانب رنمل شریف میں مجدد اعظم حضرت نوشہ گنج بخش" کا مزار ہے۔ دوسری جانب دوگل اور سیدا شریف میں حضرت محبوب عالم کا آستانہ مبارک ہے۔

پھالیہ کے قریب مانگٹ ہی میں سکھوں کا گردوارہ اور پانچ سو سالہ قدیمی مسجد بھی ہے۔ جو تاحال کچی ہے۔ غرض

marfatcom

کہ پھالیہ کے گردونواح اللہ کے نیک بندوں کے آستانے ہیں۔ایسا ہی ایک آستانہ گھوپنڈی حضرت سید مرادان علی شاہؒ کا آستانہ مبارک ہے۔گھوپنڈی پھالیہ سے شمال کی جانب تقریباً ڈیڑھ دو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔حضرت سید مردان شاہ کا مزار پختہ اور شاندار انداز میں بنایا گیا ہے۔قریب ہی ایک خوبصورت مسجد بھی ہے۔لنگر خانہ بھی ہے۔اور زائرین کے آرام کیلئے صاف ستھرے کمرے بھی ہیں آستانے کے قریب اہتمام کیلئے مقامی آبادی کے مریدین نے انجمن شاہ مردان تشکیل دے رکھی ہے۔جو دربار کی نگرانی اور لنگر کا بندوبست کرتی ہے۔مزار کے دروازوں پر باب کلیر باب اجمیر باب سیدن ؒ تحریر ہے۔مزار پر اعلیٰ قسم کی نقش ونگاری کی گئی ہے۔اور صفائی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔عرس کے موقع پر استعمال ہونے والی تمام اشیاء انجمن شاہ مردانؒ نے بنا رکھی ہیں۔دربار میں بجلی کا کوئی اہتمام نہیں۔محکمہ واپڈا کو دلوں کو روشن کرنے والے مزار پر روشنی کا اہتمام کرنا چاہیے۔کتاب "شاہکار صابر" حصہ اول سیرت سیدن از پیر گلزار حسین شاہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق

آپ کا اسم مبارک سید مردان علی شاہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔

آپکی ولادت باسعادت موقع بارہ خانیاں گیلانیاں ضلع گڑگانواں (ہندوستان) میں ہوئی "گیلانی سید" آپ سید عبدالقادر جیلانی سی اللہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے ہیں۔

طریقت " چشتی صابری " ہے۔ابتدائی تعلیم وتربیت اور روحانی بیعت حضرت پیر احمد شاہ صاحب صابری کے زیر سایہ "آستانہ صابری" دھلی میں ہوئی اخلاقی دینی اور روحانی تکمیل کے بعد آپ کے مرشد کامل آپ کو بطور ہدیہ حضور مخدوم علاؤالدین علی احمد صابرؒ کے دربار مقدس کلر شریف میں پیش کر گئے۔یہاں پر آپ فیوض باطنی سے مالا مال ہوئے۔اور پھر یہاں سے سفر پنجاب کا حکم ملا۔

"ان اللہ تعدوا الامانات الی اھلحا۔"

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اماتیں امانت داروں تک پہنچاؤ۔

بادشاہ جہان حضرت مخدوم صابرؒ پاک کے حسب ارشاد فیضان صابری کی مقدس امانت لیکر پنجاب کی طرف روانہ ہوئے۔راستہ میں اضلاع انبالہ اور لدھیانہ میں اپنے مرشد کامل کا عطا کردہ سرمہ ممیرہ نابینا لوگوں کو تلاش کر کے ڈالتے رہے۔اور ان لوگوں کو بفضل تعالیٰ اللہ بینائی ملتی رہی۔اس علاقہ میں آپ کا نام سرمہ شاہ مشہور ہو گیا۔ایک عرصہ تک آپ نے یہ فیض عطا کیا۔

اس کے بعد اپنی اصل منزل کی طرف رواں ہوئے۔گجرات سے پھالیہ کی جانب کچی سڑک پر سفر جاری رکھا۔اس زمانہ میں مزکورہ سڑک پر پانی میسر نہ تھا۔اور مسافروں کو بڑی تکلیف پیش آتی تھی۔آپ بھی اس صورت حال سے دو چار ہوئے۔لوگوں کی اس تکلیف کا آپ کو بہت احساس ہوا۔پھالیہ سے چوہدری سکھا خاں تارڑ سے فرمائش کر کے ایک مشکیزہ بنوایا اور تقریباً چھ سال تک لوگوں کو سڑک پر پانی پلاتے رہے۔

اس کے بعد حضرت کلس شریف تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا کے قریب (کانواں دولی نزد چک نظام) میں قیام پذیر ہوئے اور فیضان باطنی اور ظاہری سے لوگوں کو سیراب کرتے رہے۔یہاں پر ہی اپنے حقیقی امانت دار حضرت پیر

marfatcom

شاہ صاحب آف کلس شریف کو شرف بیعت بخشا اور بتایا کہ میں نے آج وہ امانت جو میرے سپرد کی تھی اصل امانت دار تک پہنچادی ہے۔ علاوہ ازیں چند اور حضرات بھی مشرف بیعت ہوئے جن کے اسمائے گرمی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت پیر شاہ ولد یاسین شاہ آف کلس شریف

۲۔ پیر عبداللہ شاہ ولد پیر شاہ صاحب آف کلس شریف

۳۔ پیر غالب شاہ آف کتووال نزد ملکوال

۴۔ * سائیں قدر بخش صاحب سکنہ مگھوپنڈی

۵۔ * کرم دین عرف سائیں کماں سکنہ مگھوپنڈی

* ان ہر دو حضرات کی اولاد تاحال غلامان دربار ہیں

۶۔ چوہدری سکھ خان تارڑ سکنہ پھالیہ

۷۔ شرف دین گوندل سکنہ چک نظام تحصیل بھلوال

۸۔ چوہدری تاجہ خان تارڑ سکنہ مگھوپنڈی نزد پھالیہ

وصال سے کچھ عرصہ پیشتر آپ مگھوپنڈی نزد پھالیہ تشریف لے آئے اور قیام فرمایا۔ ایک دن اچانک فرمایا کہ میری آخری قیام گاہ یہاں پر ہو گی یہ سن کر چوہدری تاجہ خان تارڑ نے ایک ایکڑ اراضی دربار عالیہ کے لئے حضرت کی نذر کر دی۔ جس میں روضہ مقدس۔ مسجد شریف اور دربار عالیہ کی ہے۔

تعمیر روضہ:۔ حضرت پیر سیدن شاہ صابری جو کہ حضرت پیر شاہ صاحب مذکور کے پوتے ہیں نے روضہ اقدس۔ مسجد شریف لنگر خانہ اور محفل خانہ وغیرہ پہلی دفعہ 1930ء میں اور تعمیر ثانی 1964ء میں فرمائی۔

آپ کا وصال 1840ء میں ہوا مگھوپنڈی میں دفن ہوئے۔ سالانہ عرس مبارک۔ حضرت دربار گوہر یار پریوں تو جمعرات حاضری والوں کو جم غفیر ہوتا ہے مگر سالانہ عرس مبارک 10-11 ہاڑھ منعقد ہوتا ہے

عرس کے موقع پر زائرین دور دور سے آتے ہیں از و تمندول میں دن رات عام لنگر تقسیم ہوتا ہے اور محفل سماع کے علاوہ حمد ثنا بیان بھی ہوتا ہے

جھاڑو کش

غلام حیدر درباری۔ غلام رسول درباری۔ محمد عنائت درباری۔ محمد ولائت صابری سیدنی۔ محمد خاں درباری۔ محمد نوار درباری

marfatcom

علامہ حضرت مولانا محمد سعید سلیمانیؒ مانگٹ شریف

****

منظور حسین مصطفائی کے مطابق حضرت مولانا ابو زبیر عبدالمصطفیٰ الشاہ محمد سعید سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ سنی حنفی نقشبندی آف مانگٹ شریف کا خاندان کسی تعارف کا محتاج نہیں ۔ اس لئے کہ یہ خاندان صدیوں سے علماء و مشائخ کا خاندان چلا آ رہا ہے ۔ اس خاندان کی علمی و روحانی خدمات کی تفصیلات کافی طویل ہیں ۔ آج سے کوئی ساڑھے سات سو سال قبل یہ خاندان اس وقت کی مشہور ریاست ملتان میں آباد تھا ۔ پھر گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ موضع تالی منگیانی ضلع جھنگ میں آباد ہوا یہی وہ زمانہ تھا جب قطب الاقطاب حضرت شیخ الاسلام رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ سہروردی ملتانی کی ذات گرامی مرجع خلائق تھی اور ان کا روحانی و علمی پھریری چار دانگ عالم میں لہرا رہا تھا ۔ ان کا تذکرہ سن کر جھنگ سے مولانا الشاہ محمد سعید سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ اور ان کے برادر خواجہ محمد یوسف راہ سلوک و طریقت کی رہنمائی کیلئے حضرت شاہ رکن عالم نوی متوطن ملتان شریف کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے ۔ حضرت نے قبول فرما کر ایک عرصہ خدمت اقدس میں رکھا اور ظاہری و باطنی تربیت مکمل کرنے کے بعد خواجہ محمد سلیمانؒ و خواجہ محمد یوسفؒ کو خصوصی شفقتوں سے نوازتے ہوئے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان سہروردیؒ اور ان کے برادر عزیز خواجہ محمد یوسف سہروردیؒ کے درمیان بے پناہ عقیدت و احترام کا جذبہ مثالی معنوں میں موجود تھا ۔ دونوں بھائیوں نے تبلیغ و اشاعت دین کے فریضہ کو سرانجام دینے کی غرض سے موضع ٹالی منگیانی سے چنیوٹ اور حافظ آباد کے علاقوں کا رخ کیا ۔ مختلف مقامات پر تبلیغی مہمات طے کرتے ہوئے یہ قافلہ بستی مولر نزد حافظ آباد پہنچا تو قافلہ جس میں کہ خاندان کے چند افراد کے کچھ خدام موجود تھے کو ٹھہرنے کا حکم دیا گیا ۔ قافلہ کے ہمراہ مال و مویشی اور سواریوں کے جانور بھی تھے ۔ سایہ دار درختوں کی کمی تھی قریب ہی ایک جھنڈ نظر آیا جو کہ خشک تھا حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ نے اپنی سواری اس کے ساتھ باندھ دی تو وہ خشک جھنڈ سرسبز ہو گیا ۔ اس کے پتے نکل آئے ۔

یوں آپ کی کرامت سے اطراف و اکناف میں آپ کی روحانی عظمت و کمال کا ڈنکا بجنے لگا ۔ دور و نزدیک سے لوگ دعاؤں کیلئے حاضر ہونے لگے ۔ کہتے ہیں کہ یہیں ایک عمر رسیدہ بوڑھی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اولاد نرینہ کے لئے دعا کو کہا ۔ خواجہ سلیمانؒ نے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے تو نجانے ان کی دعا میں کیا اثر تھا کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا ۔ آپ نے عمر رسیدہ بوڑھی کو بچے کی نوید سنائی اور اسی وقت اس کا نام بھی تجویز فرمایا ۔ آپ کے تقویٰ و بزرگی اور نورانی صورت اعلیٰ اخلاق و بلند کرداری کی بدولت بے شمار غیر مسلم حلقہ گوش اسلام ہوئے ۔

بستی مولر میں کچھ عرصہ قیام کے بعد یہ خاندان موضع آدھی نزد مانگٹ آ کر آباد ہوا ۔ یہ موضع آدھی مانگٹ سے کوئی چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے ۔ اس زمانے کی ضروریات کے مطابق خواجہ محمد سلیمان سہروردیؒ نے

marfat.com

جب یہاں آ کر ڈیرہ لگایا تو مال و مویشی اور سواری کے جانوروں کے سائے کے لئے عارضی طور پر بنایا گیا۔ ساتھ ہی بھینسوں کے لئے واڑہ بنایا اور مختصر سی بستی بسا کر رہنے لگے۔

خواجہ محمد سلیمان سہروردی اور ان کے بھائی خواجہ محمد یوسف سہروردی جلد ہی یہاں رشد و ہدایت کے سلسلے میں مصروف ہو گئے ان کی بزرگی و عظمت اور روحانی و علمی عظمت کی وجہ سے جلد ہی علاقہ میں تعارف ہو گیا۔ آپ کا ڈیرہ مخلوق خدا کی نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ اس دوران ایک ایسا واقع رونما ہوا جس نے اس علاقہ میں گہرے اثرات مرتب کئے۔ ہوا یہ کہ مانگٹ میں ہندو سکھ اور مسلمان سبھی رہتے تھے۔ چوری چکاری کا عام رواج تھا۔ مال و مویشی چوروں کی دست برد میں رہتے تھے۔ ایک دن موضع مانگٹ کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ وہ حضرت خواجہ کے مویشی چوری کریں گے۔ اپنے ارادے اور پروگرام کے تحت یہ لوگ موضع آدھی پہنچے۔ جانور کھونٹوں سے کھولے اور لے جانے لگے۔ جب اس درویش خدا کی حدود سے نکلنے لگے تو آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ یہ لمحات چوروں کے لئے بڑے تکلیف دہ تھے وہ جب حضرت خواجہ محمد سلیمان سہروردی کی رہائش گاہ کی جانب قدم اٹھاتے تو آنکھیں روشن ہو جاتیں۔ جب جانوروں کو لے جانے کی نیت سے سمت مخالف میں قدم اٹھاتے تو بینائی باقی نہ رہتی۔ اس کیفیت نے ان کو بے حد مرعوب کیا۔ وہ جانور چھوڑ کر واپس آ گئے۔

صبح ہوئی تو سارے دیہات کے نامور لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ ماجرا رکھا اور کہا کہ ہمارے قصبہ مانگٹ میں کوئی پیر فقیر اور ولی اللہ ہیں لہذا آپ سب لوگ ہمارے ساتھ چلیں پہلے تو ان سے معافی مانگیں گے پھر انہیں درخواست پیش کریں گے کہ وہ ہمارے یہاں آ جائیں۔ سارے دیہات کے سرکردہ افراد موضع آدھی میں خواجہ صاحب کے حضور حاضر ہوئے اور وہ تمام افراد جو حضرت کے چھن سے جانور چرانے گئے تھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور ہم سے بے ادبی ہوئی ہمیں معاف کر دیں۔ آپ نے کمال شفقت سے کام لیتے ہوئے معاف فرمادیا اور فرمایا ہم یہاں خود نہیں آئے کسی کے بھیجے ہوئے ہیں۔

جب تمام سرکردہ افراد نے مانگٹ میں بسنے کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا آج نہیں کل بتائیں گے۔ اگلے روز لوگ پھر امید بھری عقیدتوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپ نے یوں موضع مانگٹ میں قیام پذیر ہوئے۔

موضع آدھی میں رونما ہونے والے واقعہ چوری اور آپ کی کرامت کی خبر گردونواح میں پھیلی تو آپ کی عظمت و جلال اور بزرگی کا شہرہ عام ہو گیا۔ مانگٹ چونکہ کئی دفعہ آسمانی آفات اور روز روز کی تباہی و بربادی کی زد میں آ چکا تھا لہذا آپ کے یہاں قیام سے اہلیان مانگٹ بڑے خوش ہوئے اور ان میں روحانی مسرت کی لہر دوڑ گئی کہ چلو اب اس بندہ خدا کے وجود کی برکت سے یہاں پر ہم اللہ کی رحمت و انعام سے سرفراز ہوں گے۔

موضع مانگٹ میں منتقل ہو کر اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے دونوں بھائیوں نے مل کر ایک چھوٹی مسجد تعمیر کی اور دینی علوم کی ترویج میں مصروف ہو گئے۔ خواجہ محمد یوسف کے سپرد مسجد کی خدمت ہوئی اور دیگر امور میں زیادہ تر خواجہ محمد سلیمان سہروردی پر ذمہ داریاں عائد ہوئیں۔ خواجہ محمد سلیمان نے اپنے چھوٹے بھائی خواجہ محمد یوسف سے مشورہ کیا کہ اس کی شادی کریں لیکن چھوٹے بھائی نے عرض کیا کہ پہلے

marfatcom

آپ شادی کریں آپ کی اولاد قیامت تک باقی رہے گی اور میں مسجد کی خدمت کرتا ہوں قیامت تک میری یہ مسجد باقی رہے گی۔

دونوں بھائیوں نے مانگٹ میں اس مسجد کی بنیاد 775ھ میں رکھی تھی۔ ان دونوں خدا کے محبوب ولیوں نے صدیوں پہلے اپنے ہاتھوں سے جس مسجد کی بنیاد رکھی تھی وہ آج صدیوں بعد بھی ان کی زندہ کرامت بن کر اپنی اصلی صورت میں موجود ہے۔ انقلابات زمانہ اور حالات کی گردش بھی اس مسجد کو اپنی اصلی صورت میں رہنے سے رکاوٹ نہ بن سکی۔ اب 1416ھ گزر رہی ہے اور آج بھی یہ مسجد اہل نظر اور صاحبان بصیرت کو دعوت نظارہ دے رہی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ سکھا شاہی کے دور میں بعض شرپسندوں نے اس مسجد کو گرانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے کہتے ہیں جب اس مسجد کی چھت گرانے کے لئے کلہاڑی چلائی جاتی تو مسجد کے ستونوں سے خون کے قطرات ٹپکنے لگتے۔ کسی نے مسجد کو آگ لگائی، مسجد دھویں سے سیاہ ہو گئی لیکن آگ نے اسے جلانے سے انکار کر دیا۔ یہ بستی کئی دفعہ غیر آباد بھی ہوئی زلزلے بھی آئے لیکن مسجد سلیمانی جیسے تھی ویسی ہی رہی۔ اور جہاں پہلے روز قائم ہوئی رہیں آج بھی باقی ہے۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان سہروردیؒ اور خواجہ محمد یوسف سہروردیؒ تاحیات مانگٹ شریف میں قیام پذیر رہ کر امر بالمعروف و نہی المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ان دونوں بزرگوں نے قبرستان میں اپنی تدفین کی جگہ کا انتخاب خود ہی فرما دیا تھا وفات کے بعد دونوں بھائیوں کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ و تدفین ہوئی دونوں بزرگوں کے مزارات ایک ساتھ ہیں۔ صاحبزادہ عبدالجلیل علی احمد رضا نے کچھ عرصہ قبل مزار شریف تعمیر کرایا یہ خوبصورت مزار آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ اور یہ مزار سینکڑوں سال گزرنے کے بعد آج بھی گم کردہ راہوں اور ہدایت کے طالبوں کیلئے روشن قندیل ہے۔ ہزاروں مشتاقان دید آپ کے مرقد انور پر حاضری دیتے اور دلوں کو معرفت الٰہی سے منور کر کے واپس لوٹتے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ اور خواجہ محمد یوسف کا مزار مبارک مانگٹ کے بڑے قبرستان میں واقع ہے۔ جہاں اس بستی کے ہزاروں بے کس اور غریبوں کا مسکن ہے۔

دونوں بھائی سلوک کے مجاہد اور طریقت کے مسافر تھے۔ حضرت شاہ رکن عالم نوری ثم ملتانی کی رفاقت و تربیت نے انہیں مملکت فقر کا بادشاہ بنا دیا تھا۔ آستانہ کا اہتمام صاحبزادہ عبدالجلیل علی احمد رضا کے ذمہ ہے ہر سال عرس پر مزار ارادت مند حاضری دیتے ہیں دن رات لنگر تقسیم ہوتا ہے حمد ثناء اور شان اولیاء بیان کی جاتی ہے

marfatcom

زلفاں والی سرکار .... حضرت گوہر شاہؒ

****

حضرت پیر باوا گوہر شاہ صاحب ایک اعلیٰ اور بلند پایہ بزرگ تھے ۔ آپ کی زبان مبارک میں بڑی مٹھاس تھی ۔ آپ زیادہ تر خاموش رہتے ۔ آپ نے ہمیشہ افہام و تفہیم ، بھائی چارے ، شرافت اور میانہ روی کا درس دیا اور اسی پر عمل پیرا رہے ۔ مگر جہاں حق و صداقت اور اسلام کا معاملہ آیا تو وہاں حق کا ساتھ دینے کے لئے ڈٹ جایا کرتے تھے ۔ حضرت پیر گوہر شاہؒ آپ سرکار بہت کم کھاتے پیتے اور یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے ۔ آپ کو زیادہ تر زلفاں والی سرکار کہا جاتا تھا ۔ کیونکہ آپ نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں ۔

حضرت گوہر شاہ صاحبؒ کے والد بہت بڑے ولی اللہ تھے ۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت پیر ماہی شاہؒ صاحب تھا ۔ حضرت گوہر شاہؒ اپنے والد ماجد کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے ۔ حضرت پیر ماہی شاہ نے آپ کو سینے سے لگا کر سینہ نور سے روشن کر دیا ۔ حضرت ماہیؒ آپ سے بہت پیار کرتے تھے ۔ آپ نے بھی اپنے والد ماجد کی بہت خدمت کی اور ان کا بنیادی کاموں میں بھی ہاتھ بٹایا اور الفت و خدمت میں بھی ان کے شانہ بشانہ رہے ۔

آپ سرکار نے اپنے جیسے ہی انسان مرید کئے اور ان پر فیض کی بارش کر دی ۔ پالکی کا سلسلہ بھی آپ ہی سے شروع ہوا ۔ پالکی والی سرکار بھی آپ کو ہی کہا جاتا تھا ۔ کیونکہ آپ پالکی میں بیٹھ کر بھیڑی شاہ رحمان حافظ آباد جایا کرتے تھے ۔ جہاں 9 ۔ جیٹھ کو حضرت سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش کا میلہ لگتا ہے ۔ پالکی کے ساتھ آپ کے مرید اور خلیفہ بھی جایا کرتے تھے ۔ چوبیس گھنٹے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ۔ آپ کے بارہ خلیفہ ہوئے ہیں ۔ بابا نور دین ننکانہ کوٹ ، سائیں عبداللہ بھورے والا چکے شریف ، باوا مکھن شاہ لوہے والا ، باوا ولی شاہ من کلہ ، باوا فضل شاہ ماڑی ، سائیں لدھا گھکے شاہ ، بابا سید جیون شاہ جہانیاں ، محمد شاہ خوشانی ، سائیں خدا بخش چھتاں والی ۔

حضرت پیر باوا گوہر شاہؒ کے خلفاء کے اپنے اپنے گاؤں علاقے میں مزار ہیں ۔

آپ ایک مکمل ولی کامل تھے درویش تھے ۔ حضرت پیر داتا گوہر شاہؒ کا دربار شریف موضع رنمل شریف تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین میں حضرت پیر سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری کے مزار کے مشرق کی طرف ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 24 - 25 جیٹھ کو ہوتا ہے ۔ جس میں ہزاروں عقیدت مند شرکت فرماتے ہیں ۔

===

marfatcom

سراج السالکین پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحبؒ بھکھی شریف

جلال الملت والدین حافظ علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری قدس سرہ 1333ھ بمطابق 1915ء قصبہ بھکھی شریف میں پیر طریقت حضرت پیر سید محمد عالم شاہ مشہدی قادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1355ھ مطابق 1935ء) کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب تیس واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت سید محمد عالم شاہ صاحب نہایت متقی، صاحب استقامت و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ بیعت سلطان الاولیاء حضرت سید ظہور الحسنین شاہ صاحب قادریؒ نابینا سرکار بٹالہ شریف (بھارت) سے تھا اور اپنے والد ماجد قطب دوراں حضرت حاجی شاہ مشہدی قادریؒ سے مجاز تھے۔ تقویٰ، پرہیزگاری، صفائی قلب و نظر کا عظیم پیکر تھے۔ آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔ حضرت حافظ الحدیث قدس سرہ کی والدہ مکرمہ کا نسبی تعلق کوٹ پھلے شاہ (پاہڑیانوالی، گجرات) کے عظیم حسینی مشہدی خاندان سے تھا۔ آپ حد درجہ کی زاہدہ، عابدہ، مستجاب الدعوات اور سیف اللسان ولیہ کاملہ تھیں۔ حضرت حافظ الحدیثؒ کے اجداد میں اعلیٰ سرکار سید قطب شاہ، سید پیر خیر الخیال المعروف خیالی شاہ مشہدی، سید داؤد شاہ مشہدی، سید سخین شاہ مشہدیؒ صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

حضرت حافظ الحدیث چار سال کی عمر میں چیچک کے عارضہ کی وجہ سے بصارت سے محروم ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بصیرت کاملہ سے وافر حصہ عطا فرمایا۔ بصارت کے زائل ہونے پر ایک شخص نے آپ کے والد سے اظہار افسوس کیا تو انہوں نے فرمایا بہت سے آنکھوں والے اس کے محتاج ہوں گے۔ حضرت حافظ الحدیث کی حیات مبارکہ نے ان کے اس قول پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

تعلیم

حافظ غلام محی الدین اور حافظ محمد اسماعیلؒ سے آپ نے قصبہ حضور پور ضلع سرگودھا میں قرآن مجید حفظ کیا۔ 1355ھ مطابق 1936ء میں تحصیل درسیات کی ابتداء کی۔ جامعہ نعمانیہ امرتسر جامعہ فتحیہ اچھرہ اور دیگر مدارس میں رہ کر دس سال کے عرصہ میں فنون درسیات کی تکمیل کی۔ اسی دوران 1941ء میں اپنے آبائی قصبہ بھکھی شریف میں جامعہ محمدیہ اہلسنت کے نام سے عظیم ادارہ کی بنیاد رکھی اور جامعہ میں فاضل اساتذہ کا تقرر کر کے ان سے درسیات کی فوقانی کتب پڑھیں اور وسطانی درجہ تک کتابیں پڑھائیں۔ 1365ھ شوال المکرم میں دورہ حدیث کے لئے بریلی شریف (بھارت) حاضر ہوئے اور دار العلوم مظہر اسلام میں صدر الشریعت مولانا امجد علی اعظمی اور محدث اعظم سردار احمدؒ سے کتب احادیث پڑھیں اور درجہ حدیث کے امتحان میں دار العلوم میں اول پوزیشن حاصل کی۔ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفی رضا خانؒ نے سند تکمیل کے ساتھ ساتھ سارے فضلاء میں نے صرف آپ کو روایت حدیث کے لئے سند اتصال عطا فرمائی اور

marfatcom

آپ کو اپنے ہاں چند ماہ ٹھہرا کر فتویٰ میں خصوصی تربیت اور سلسلہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا۔

بیعت وخلافت

حضرت حافظ الحدیث کو سراج السالکین، قدوۃ الواصلین قبلہ عالم حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری خلیفہ مجاز مجدد طریقت قطب عالم اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ آپ کو اپنے شیخ کامل سے حد درجہ کی محبت اور کمال درجہ کا ربط حاصل تھا اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت حافظ الحدیث قبلہ عالم کیلانی کا عظیم شاہکار تھے۔ قبلہ عالم کیلانی کو اپنے مرید کامل پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنی زندگی میں کتنے ہی طالبوں کو تربیت کے لئے حافظ الحدیث کے سپرد کیا۔ قبلہ عالم سرکار کیلانی قدس سرہ آپ کو رخصت فرمانے پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ہر کہ کارش از برائے حق بود
کار او پیوستہ بارونق بود

لیکن اپنے وصال مبارک سے پہلے تین ملاقاتوں 13 ذوالحجہ 1371ھ، 11 محرم الحرام اور 2 ربیع الاول شریف 1372 ھ کو رخصت فرماتے ہوئے یہ آیۃ کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ

مزید برآں آپ زبدۃ العارفین سند الکاملین حضرت پیر سید چراغ علی شاہ مراڑوی (والٹن لاہور) خلیفہ مجاز قطب ربانی اعلیٰ حضرت سرکار لاثانی علی پوری کے محبوب و مراد تھے۔ حضرت مراڑوی نے آپ کو خواب میں طلب فرمایا۔ اگلی صبح آپ حاضر ہوئے تو مسلسل تین گھنٹے توجہ دینے کے بعد خلافت سے نوازا۔ سلسلہ قادریہ رضویہ میں مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب سے اجازت کے علاوہ حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے سلاسل اربعہ میں اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا۔

معمولات

نصف شب کے بعد آپ بیدار ہوتے تو خود ہی وضو فرماتے۔ دو رکعت تحیۃ الوضو ادا فرماتے بعد ازاں آٹھ رکعت تہجد دو دو رکعت کے اس طریقہ سے ادا فرماتے کہ پہلی رکعت زیادہ طویل دوسری اس سے تھوڑی کم اسی طرح تدریجاً کمی فرماتے جاتے۔ تہجد میں پانچ پاروں کی تلاوت آپ کا معمول تھا۔ تہجد سے لے کر نماز فجر تک درود پاک اور دیگر وظائف میں مشغول رہتے۔ پھر نماز فجر کی امامت فرماتے۔ درمیانہ آواز میں قرات کے باوجود ایک میل تک آواز صاف سنائی دیتی۔ سوز کا عالم یہ تھا کہ دوران قرات آپ کی ہچکیاں بندھ جاتیں اور الفاظ کی ادائیگی مشکل ہو جاتی۔ نماز فجر کے بعد کھجور کی گٹھلیوں پر درود پاک پڑھتے۔ پھر نہایت سوز سے دعا فرماتے۔ بعد ازاں اشراق تک وظائف فرماتے اور اشراق کے نوافل ادا کر کے مطالعہ فرماتے۔ پھر صبح کا ناشتہ اس کے بعد اسباق کا سلسلہ دو بجے تک جاری رہتا اس کے بعد ظہر کی نماز

marfatcom

ادا فرماتے ۔۔ پھر مسائل کے حل اور مہمانوں سے ملاقات کے لئے بیٹھک میں تشریف لاتے ۔ عصر تک نورانی مجلس میں جلوہ فرما ہوتے ۔ عصر کی نماز کے بعد صحت کے دنوں میں سیر کے لئے تشریف لے جاتے ۔شام کی نماز کے بعد دو رکعت دو سنت اور دو رکعت نفل کے بعد دعا فرماتے اور وظائف میں مشغول ہو جاتے ..... پھر چار رکعت نماز اوابین ادا کر کے کھانے کے لئے گھر تشریف لے جاتے ۔ کھانے کے بعد پھر مہمانوں سے ملاقات فرماتے اور نماز عشاء کی ادائیگی سنت کے مطابق دیر سے ہوتی اور رات گئے تک پر نور مجلس جاری رہتی ۔ آپ کا طریقہ مبارکہ تھا کہ بات کی مناسبت سے آیات طیبات اور احادیث مبارکہ اس طرح بیان فرماتے کہ سامعین کا ایمان تازہ اور منور ہو جاتا ۔ اس دور میں جبکہ ہمتیں پست ہو چکی ہیں آپ نہ صرف فرائض و واجبات اور سنن بلکہ مستحبات تک کی پابندی فرماتے ۔ آپ رخصت نہیں بلکہ ہمیشہ عزیمت کا راستہ اختیار فرماتے اور متعلقین کو بھی اس کی تلقین فرماتے ۔

وصال

شبانہ روز مجاہدہ، ریاضت، علمی اور تحقیقی مصروفیات نے آپ کی صحت پر بہت اثر کیا ۔ قویٰ میں اضمحلال پیدا ہوا تو عوارض نے حملہ کر دیا ۔ اس پر مستزاد حاجت مندوں کا ہجوم اور آپ کا کسی کو بھی رد نہ فرمانا آپ کی ہمعصر شخصیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کام کے وقت کام اور آرام کے وقت صرف آرام کو معمول بنایا مگر آپ کے متعلق مشاہدہ یہی ہے کہ جس وقت بھی کوئی سائل حاجت مند مستفتی دینی یا دنیوی امور میں رہنمائی کے لئے حاضر ہوا آپ نے اسی وقت اذن باریابی عطا فرمایا اور اس کے لئے کسی بڑے چھوٹے کی بھی کوئی قید نہ تھی ۔ صبر کا یہ عالم تھا کہ انتہائی تکلیف میں بھی حال دریافت کیا گیا تو فرماتے بالکل ٹھیک ہوں ۔ اکثر کہتے رضائے رب پہ راضی رہو منہ سے کچھ نہ کہو جبکہ حاضرین کے دکھ درد سن کر تسلی اور دعائیں دیتے ۔ صحت روز بروز بگڑتی چلی گئی اور بالآخر علماء عصر کا امام، اتقیاء کا تاج، شفقت و رأفت کا پیکر، علم و عمل کا مخزن اور رشد و ہدایت کا آفتاب 70 سال پورے عالم کو اپنے فیوض و برکات سے منور فرمانے کے بعد 4 ربیع الاول 1406ھ بمطابق 18 نومبر 1985ء بروز سوموار صبح 7 بج کر 30 منٹ پر سینکڑوں تلامذہ، ہزاروں ارادت مندوں، لاکھوں محبین کو پرنم چھوڑ کر خود مقصود حقیقی کا وصال پا گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون)

==

marfatcom

عالم باعمل پیرِ سید محمد یعقوب شاہ رضوی آف پھالیہ شریف

****

آپ یکم مارچ 1932ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی۔ دینی تعلیم اپنے حقیقی چچا شیخ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ کے دارالعلوم جامعہ رضویہ بھکھی شریف سے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کے دارالعلوم فیصل آباد چلے گئے۔ اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد استاد محمد محدث اعظم پاکستان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور استاد محترم کے حکم پر پھالیہ تشریف لے آئے اور اپنے خطاب کے فرائض سرانجام دینا شروع کیا اور علاقہ میں تبلیغ اور دین کی اشاعت کے لئے کام کیا۔ آپ داعی اتحاد بین المسلمین تھے۔ انہوں نے ذکر خدا اور عشق رسول ﷺ، پیغام صحابہؓ درس اہلسنت اور شان اولیاء اللہ کا درس گاؤں گاؤں قریہ قریہ، شہر شہر، ملک اور بیرون ملک پہنچایا۔ یہ وہ شخصیت ہیں جو آج ہم میں نہیں مگر ان کے دیئے ہوئے اصول اور مشن دین اسلام کی اشاعت ہمارے پاس ہیں۔ قرآن و حدیث پر مبنی اور کارکردگی کی وجہ سے علاقہ میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ آپ کی تقاریر خطبات کی وجہ سے کئی غیر مسلم خاندان دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جہاں کہیں بھی کانفرنس، خطبہ ہوتا لوگ آپ کی تقریر سننے کے لئے سینکڑوں میل سفر کر کے تقریر سنتے اور ان کے پر مغز خطاب سے فیض یاب ہوتے آپ کی تقاریر میں اتنا اثر ہوتا کہ جب آپ خطاب کر رہے ہوتے تو مجمع پر سکتہ طاری ہو جاتا اور دنیا مافیہا سے بیگانہ ہو کر آپ کے خطاب سنتے۔ آپ نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور ایماندار سیاست کی وجہ سے جس کا اعتراف ان کے حریف بھی کرتے ہیں آپ نے تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے سیاست میں رہتے ہوئے علاقے کے عوام کی موثر انداز میں خدمت کی۔ ان کی خدمات کو عوامی اور سماجی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سیاست میں وہ عوام کی خدمت پر یقین رکھتے تھے۔ الیکشن 90ء میں عوام نے انہیں اپنا نمائندہ منتخب کیا اور بعد ازاں پنجاب اسمبلی میں جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی لیڈر رہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں نے انہیں اپنا مشیر مقرر کیا۔ آپ اکثر طلبہ پر زور دیا کرتے تھے کہ نظام مصطفیٰ کے لئے کام کریں آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ انسان میں چار خوبیاں ہونی چاہئے۔ اگر مسلمان بھوکا رہے تو روزے کی نیت کرے اگر پیٹ بھر کر کھالے تو اس کی عید ہو جاتی ہے۔ اگر نظام مصطفیٰ کے لئے جان چلی جائے تو شہادت نصیب اگر بچ جائے تو غازی کہلاتا ہے۔ حضرت صاحب نے اپنے خطاب میں ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کا درس دیا۔ آپ اسلام کی اشاعت کے لئے کام کرتے رہے۔ آپ نوجوانی سے لے کر آخری سانس تک تبلیغ کرتے رہے جس سے پورا علاقہ منور ہوتا رہا۔ ان کے جلائے ہوئے دینی تعلیم کے روشن ستارے ملک بھر کے کونے کونے میں پھیل کر دین اسلام کی خدمت اور تبلیغ اشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد سابقہ وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں مرحوم نے پیر بنیامین اور علاقے کے عوام کی خواہش پر انٹر کالج پھالیہ کو پیر یعقوب شاہ ڈگری کالج کا نام دیا۔ اور علاقہ میں اتنا کام کروایا کہ سبھی لوگ حیران ہوگئے کہ شاہ صاحب نے تاریخ کو روشن کر دیا۔ آپ 60 سال کی

marfatcom

عمر میں فوت پا گئے ۔ وقت رخصت دنیا آپ کی زبان مبارک پر یہ سرحا ۔

محمدؐ کی الفت بڑی چیز ہے ...... خدا دے یہ دولت بڑی چیز ہے

آپ کے جنازہ میں تقریباً اڑھائی لاکھ افراد نے شرکت کی ۔ آپ کا عرس مبارک یکم اکتوبر کو انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے ۔ جس میں ہزاروں عقیدت مند حضرات شریک ہوتے ہیں ۔ ان کی چادر پوشی کے فرائض سجادہ نشین پیر سید محمد بنیامین رضوی سرانجام دیتے ہیں ۔

===

daily nawa-i-waqt lahore

DAILY
NAWA-I-WAQT
LAHORE

روزنامہ
نوائے وقت
بانی حمید نظامی مرحوم
ایڈیٹر مجید نظامی
لاہور

لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد، ملتان سے بیک وقت شائع ہوتا ہے

29 ربیع الاول 1421ھ 3 جولائی 2000ء 19 ہاڑ 2057 ب

ایم زمان کھوکھر کی کتاب "اولیائے ہند مسلمانوں کی عظمت کے نشان دہلی کی کہانی تصاویر کی زبانی" شائع ہو گئی

گجرات (نامہ نگار) گجرات کے معروف قانون دان ادیب صحافی محقق ایم زمان کھوکھر کی تحریر کردہ چھٹی کتاب "اولیائے ہند مسلمانوں کی عظمت کے نشان دہلی کی کہانی تصاویر کی زبانی" شائع ہو گئی ہے۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں اولیائے کرام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت قاضی حمید الدین ناگوری، حضرت لیب اللہ حوکل، حضرت شاہ شرف الدین بو علی شاہ قلندر، حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر اولیاء، حضرت شاہ کمال قادری اور دیگر اولیائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ مسلمان بادشاہوں سلطان شمس الدین التمش، رضیہ سلطانہ، سلطان ناصر الدین، محمود شاہ، سلطان غیاث الدین، جلال الدین فیروز شاہ خلجی، سلطان علاؤ الدین خلجی، سلطان بہلول لودھی، سلطان فیروز شاہ تغلق، سلطان سکندر لودھی، شہنشاہ ہند اکبر اعظم، شیر شاہ سوری، شہاب الدین محمد شاہ جہاں، محی الدین اورنگزیب عالمگیر، سلطان فتح علی ٹیپو اور دیگر بادشاہوں کا ذکر ان کے کارناموں اور ان کی تعمیر کردہ تاریخی روحانی عمارتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تیسرا حصہ دارالحکومت دہلی اور عہد سلاطین مغلیہ دور کی تعمیر کردہ عمارتوں دہلی کے چودہ دروازے، محمد تغلق باؤلی قلعہ قدم شریف، ترکمان گیٹ، دہلی کا لال قلعہ، فیروز شاہ کوٹلہ، تاج محل، قلعہ آگرہ، باغ محل فتح پور سیکری، گردوارہ سیس گنج اور دیگر عمارتوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کے ہر صفحہ پر روحانی قدیمی تاریخی مقامات کی تصویریں ہیں۔ کتاب کی تکمیل کے لئے ایم زمان کھوکھر نے چار بار ہندوستان کا سفر کیا۔ کتاب میں سولہ روحانی تاریخی عمارتوں حضرت غریب نواز معین الدین چشتی، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر، قطب مینار، پرانا قلعہ، مقبرہ ہمایوں، قلعہ آگرہ، تاج محل آگرہ، لال قلعہ دہلی، جامع مسجد دہلی، مقبرہ صفدر جنگ دہلی، ہندوستان میں سب سے پہلی مسجد قوت الاسلام دہلی کی رنگین تصویریں ہیں۔

marfatcom

پھالیہ کے قریب حضرت خواجہ میاں بہاول شیرؒ کا مزار

پھالیہ سے ایک سڑک کٹھیالہ شیخاں کی طرف جاتی ہے۔ پھالیہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر کالج روڈ کے قریب حضرت خواجہ میاں بہاول شیرؒ کا روضہ مبارک ہے جو محلہ دریا بہاول شیر کالج رود کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ شاندار گنبد اور نقش ونگار ہیں۔ آپ کا عرس تین چار چیت یعنی پندرہ سولہ مارچ کو پوری عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ آپ درویش اور ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ آپ کی کئی کرامات مشہور ہیں۔ عرس کے موقع پر کئی تفریحی پروگرام جن میں اونٹ اور گھوڑوں کے ناچ کے علاوہ لوک فنکار اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ عرس کے موقع پر علاقہ بھر کی اہم شخصیات حاضری دیتی ہیں۔ عرس کے لئے شائع شدہ اشتہار کے مطابق آستانہ کا انتظام صاحبزادہ محمد حسینی پیر صاحب صاحبزادہ میاں غلام عباس صاحب صاحبزادہ میاں الطاف حسین صاحب کرتے ہیں۔ عرس کے موقع پر زائرین میں دن رات لنگر تقسیم ہوتا ہے اور عرس کی ابتداء حمد و ثناء تلاوت قرآن پاک اور نعت وانی سے ہوتی ہے۔ پھالیہ کے علاقہ میں حضرت بہاول شیرؒ کا ایک مثالی عرس ہوتا ہے۔ حضرت بہاول شیرؒ چنیوٹ سے آئے تھے اور ان کا سلسلہ نقشبندی ہے۔

marfatcom

گجرات

گجرات کی مکمل تاریخ راقم کی تحریر کردہ کتب "گجرات تصاویر کے آئینے میں"، "گجرات تاریخ کے آئینے میں" شائع ہو چکی ہیں۔

گجرات ایک قدیمی شہر

موجودہ گجرات شہر کو مغل شہنشاہ اکبر نے آباد کیا۔ گجرات کا پرانا شہر جس کا نام اودھے نگری تھا کئی بار اجڑا کئی بار آباد ہوا۔ اس شہر کی بنیاد سورج بنسی خاندان کے راجہ بچن پال نے رکھی۔ راجہ بچن پال دوسری صدی عیسوی میں اس دوآبہ کا حکمران تھا۔ جس نے دریائے چناب کے کنارے شہر بنا کر اسے پایہ تخت بنایا۔ یہ شہر جلد برباد ہو گیا۔ 118ء میں سیالکوٹ کے راجہ رسالو کی بھورانی گوجرال نے اس شہر کو ازسرنو بسایا۔ ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ راجہ رسالو کے بیٹے بدرسین نے بچن پال کو شکست دے کر اودھے نگری شہر کو تباہ و برباد کر دیا ایک اور کتاب دیس پنجاب کے مصنف اکبر ملک کے مطابق اس شہر کو ایک شخص گجر نے دسویں صدی عیسوی میں آباد کیا تھا۔ وہ راجپوتوں کے گوجر قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس نے اپنی قومیت کو برقرار رکھتے ہوئے اس شہر کا نام گجرات رکھا۔ علی خاں گجر کے بسائے ہوئے شہر کو سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد حکومت میں منگولوں نے ہندوستان پر ایک حملے کے دوران میں 1303ء میں تباہ و برباد کر ڈالا۔ دو سو سال تک گجرات پھر گمنامی کے گڑھے میں پڑا رہا یہاں گجر جاٹ قبیلوں کے افراد آ کر آباد ہوتے رہے۔ دہلی کے بادشاہ بہلول لودھی کے عہد حکومت میں گجرات کی قسمت پھر جاگ اٹھی۔ بہلول لودھی سے پہلے گجرات صوبہ سیالکوٹ کے ایک ضلع کا صدر مقام تھا۔ بہلول لودھی نے بہلول پور آباد کر کے گجرات کو سیالکوٹ سے علیحدہ کر کے ایک نیا صوبہ بنا دیا بابر کے حملے سے پہلے گجرات بھی ابتری کا شکار رہا۔ شیر شاہ سوری نے بھی اس شہر کو بارونق بنانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ 1556ء میں جب اکبر ہندوستان کا شہنشاہ بنا تو اس نے پوری شان و شوکت سے اس شہر

marfatcom

کو آباد کیا اکبر نامہ کے مطابق اکبر کا اس علاقہ میں گزر ہوا تو اس نے گردونواح کے گوجر قبیلوں کو زیر کرنے کیلئے گجرات کو ضلع کا صدر مقام قرار دیا۔ چونکہ شہر کی حالت نہایت خستہ اور خراب تھی اس لئے شہنشاہ نے برباد شدہ عمارات کو ازسر نو تعمیر کرانے کا حکم دیا۔ جب شہر کی حالت بہتر ہو گئی تو نصف حصے میں گوجر اور نصف حصے میں جاٹ قوم کے افراد آباد ہو گئے۔ شہنشاہ نے اس نئے شہر کا نام گجرات اکبر آباد رکھا۔ ضلع گجرات اکبر آباد کو دو پرگنوں گجرات اور ہرات میں تقسیم کیا گیا۔ پرگنہ گجرات میں زیادہ تر لوگ گوجر اور ہرات میں جاٹ لوگ آباد تھے۔ بعد ازاں جب ضلع کی آبادی بڑھ گئی اور دو پرگنوں کے ذریعے دیوانی نظم و نسق مشکل ہو گیا تو ایک اور پرگنہ شاہ پور جہاں پور بنا دیا گیا۔ یہ تیسرا پرگنہ شہنشاہ شاہ جہاں کے عہد میں بنا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک ضلع کی آبادی بہت بڑھ گئی ہو گی۔ اکبر کے عہد کی کئی دستاویزیں ابھی تک بعض قانون گو خاندان کے افراد کے پاس محفوظ پڑی ہیں۔ ان کی چھان بین سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں ضلع گجرات میں 2534550 مواضع تھے۔ 1510296 بیگھے اراضی زیر کاشت تھی اور سالانہ مالیہ 1632550 روپے تھے۔

شہنشاہ اورنگزیب کی وفات تک گجرات کی حالت نہایت اچھی رہی مگر 1707ء کے بعد سلطنت کے دیگر حصوں کی طرح یہاں بھی بد نظمی پھیل گئی۔ 1738ء میں گجرات پر بادشاہ نے چڑھائی کی اور اسے جی کھول کر لوٹا چنانچہ اس شہر کی گزشتہ عظمت بالکل ختم ہو گئی۔ 1741ء میں راولپنڈی کے گکھڑ سردار مقرب دل نے گجرات پر حملہ کیا اور شہر پر قبضہ کر کے خود حاکم بن بیٹھا۔ 1748ء سے 1761ء تک یہ شہر لگاتار بد قسمتی کا شکار بنا رہا۔ کیونکہ اس دوران میں پنجاب پر احمد شاہ درانی کے حملوں کی وجہ سے گجرات کو بھی کئی بار تاخت و تاراج ہونا پڑا۔ گو شہر اور گردونواح میں مقرب خان کی حکومت تھی۔ مگر وہ صرف برائے نام تھی ہر طرف بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ گجرات پر مقرب خاں کی برائے نام حکومت 1765ء تک قائم رہی۔ 1765ء میں لاہور اور امرتسر کا سکھ حاکم گوجر سنگھ بھنگی ایک لشکر کثیر لے کر گجرات پر حملہ آور ہوا۔ مقرب خاں نے شہر کے باہر سکھ لشکر کا مردانہ وار مقابلہ کیا مگر اسے شکست ہوئی اور وہ دریائے جہلم کی طرف فرار ہو گیا۔ چنانچہ گجرات پر گوجر سنگھ کا قبضہ ہو گیا۔ 1767ء میں جب احمد شاہ نے پنجاب پر آخری حملہ کیا تو گوجر سنگھ گجرات چھوڑ کر بھاگ نکلا مگر احمد شاہ کی واپسی پر اس نے پھر گجرات پر قبضہ جما لیا۔ کچھ عرصہ گوجر سنگھ نے اپنے بیٹے صاحب سنگھ کو گجرات کا حاکم مقرر کر دیا اور خود لاہور امرتسر میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی تگ و دو کرنے لگا۔ باپ کی غیر حاضری میں صاحب سنگھ نے اپنے بھائی سکھا سنگھ کو قتل کر ڈالا۔ اس پر گوجر سنگھ سخت ناراض ہوا اور صاحب سنگھ کو سزا دینے کیلئے گجرات پر حملہ آور ہوا۔ مگر جلد ہی باپ بیٹے میں صلح ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد صاحب سنگھ نے اپنے باپ کو پھر ناراض کر دیا۔ کیونکہ اس نے باپ کی حکم عدولی کرتے ہوئے گوجرانوالہ کے چٹھہ قبیلہ کے ایک سردار کو گجرات میں پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ بیٹے کی نافرمانی سے گوجر سنگھ کو سخت صدمہ ہوا اور اس غم میں 1788ء میں اس کا لاہور میں انتقال ہوا۔ اب صاحب سنگھ نہایت اطمینان سے گجرات پر حکومت کرنے لگا۔ 1797ء میں جب زمان شاہ والئے کابل نے پنجاب پر حملہ کیا تو صاحب سنگھ کو کچھ عرصہ

marfatcom

کیلئے گجرات سے بھاگنا پڑا۔ مگر زمان شاہ کی کابل کی طرف واپسی کے بعد صاحب سنگھ گجرات لوٹ آیا اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے لگا۔ اسی زمانہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا اقتدار بھی بڑھتا چلا گیا۔ اس لئے گوجر سنگھ کو عیش و عشرت کی زیادہ بہار دیکھنی نصیب نہ ہوئی 1810ء میں اچانک فقیر عزیز الدین کی حکمت عملی سے گجرات پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کا قبضہ ہو گیا۔ صاحب سنگھ کو معزول کر دیا گیا مگر مہاراجہ صاحب سنگھ کو اس کی والدہ مائی لچھی کی درخواست پر ضلع سیالکوٹ میں جاگیر بخش دی۔ گجرات پر قبضہ کرنے کے بعد مہاراجہ نے ضلع کو تعلقوں اور ذیلوں میں تقسیم کر دیا۔ ضلع کا صدر مقام شہر گجرات ہی رکھا۔ راجہ نے ضلع کے تمام تعلقے سکھ سرداروں کو بطور جاگیر دے دیئے مگر تعلقہ گجرات کو براہ راست خالصہ کے زیر انتظام رکھا۔ رنجیت سنگھ نے فقیر نورالدین کو گجرات کا حاکم مقرر کیا نورالدین کے بعد فقیر عزیز الدین کو گورنر بنایا گیا۔ سکھوں کی انگریزوں سے دوسری بڑی لڑائی کے شروع میں کچھ عرصہ تک شہر گجرات پر سکھوں کا قبضہ ہی رہا مگر چیلیانوالہ اور گجرات کی لڑائیوں کے بعد پنجاب کے دیگر علاقوں کی طرح گجرات پر بھی انگریزی حکومت قائم ہو گئی۔ شہر گجرات کی پرانی عمارتوں میں صرف چند ایسی ہیں جو قابل ذکر ہیں۔ شہر کے وسط میں ایک پرانے قلعے کے کھنڈرات ملتے ہیں۔ یہ قلعہ غالباً دوسری صدی عیسوی میں تعمیر ہوا تھا۔ مگر شہر کی طرح یہ بھی حوادثات زمانہ کا شکار ہوتا رہا اور آخر میں اسے شہنشاہ اکبر نے نئی زندگی بخشی۔ مگر اب اکبر کے بنائے ہوئے قلعے کے نشان بھی مٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اس میں سے اب صرف کسی کسی جگہ دیواریں موجود ہیں جن کی بلندی بیس سے تیس فٹ تک ہے۔ قلعے کے مشرق اور مغرب کی طرف ایک دروازہ تھا اور انہی دروازوں اور دیواروں کے اندر موجودہ گجرات کا بیشتر حصہ آباد ہوا۔ شہنشاہ اکبر کے تعمیر کرائے ہوئے چند حمام ابھی تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ روایت ہے کہ ان میں سے ایک صرف ایک چراغ کے روشن ہونے سے گرم ہوتا تھا اور وہ چراغ ایک بار روشن ہونے سے بجھ نہ سکتا تھا۔ اکبر کے عہد کی ایک باولی بھی ملتی ہے۔ شہر کے قریب بیگم پورہ میں مسلمانوں کا ایک قدیم قبرستان ہے اور اس کے قریب ایک پرانی مسجد بھی ہے۔ شہر کے ایک محلہ گڑھی شاہدولہ میں حضرت شاہدولہ صاحب کا مزار ہے۔ جہاں ہر سال عرس مبارک پر دور دراز سے زائرین شریک ہوتے ہیں۔ یہ بزرگ دہلی کے سلطان بہلول لودھی کے خاندان سے تھے اور مغل شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں اس شہر میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔ ان کے مزار پر جائیں تو چھوٹے سر والے بچے اور بچیاں ملیں گی۔ جو عرف عام میں شاہدولہ صاحب کے چوہے اور چوہیاں مشہور ہیں۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ بے اولاد شخص حضرت شاہدولہ صاحب کے مزار پر آ کر یہ اقرار کریں کہ اولاد پانے پر وہ پہلا بچہ حضرت شاہدولہ صاحب کے مزار پر نذر کر دیں گے تو یقیناً ان کے ہاں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ گجرات سے متعلقہ یہ تاریخی واقعات تو تھوڑے عرصہ کے ہیں گجرات میں تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب نو گز لمبے مزار پرانے تباہ شدہ شہروں کے آثار گجرات میں آبی گزرگاہوں کے کنارے پائے جاتے ہیں جو اس بات کے داعی ہیں کہ جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے گجرات میں انسانی آبادیوں کے آثار ملتے ہیں۔ پانی انسانی زندگی کا اہم جزو ہے آبی گزرگاہیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ہیں۔ زرخیز زمین اجناس کی پیداوار میں اپنی مثال آپ ہے۔ موسم معتدل ہوا اور فضا میں ہے۔ یہ بارشیں فصلوں پر بہت

marfat.com

مفید ہوتی ہیں ۔ میدانی علاقہ کی یہ پٹی دور دور تک پھیلی ہوئی ہے ۔ موجودہ دور میں بھی اجناس مال مویشی صوبہ سرحد ، افغانستان ، شمالی علاقہ جات کی ضرورت اس خطہ سے پوری ہوتی ہے ۔ ہزاروں سال سے بہنے والے دریاء چناب اور جہلم ، توی کے اندر کئی تہذیبیں غرق ہو چکی ہیں ۔ ان تہذیبوں کے آثار عموماً ملتے رہتے ہیں ۔ حملے آور تجارتی قافلے برصغیر میں داخل ہونے کے لئے گجرات کی قدیمی گزرگاہوں سے گزرتے رہے ۔

گجرات میں ہرے بھرے میدانوں میں ندی نالوں دریائے چناب دریائے جہلم ، دریائے مناور توی یعنی ان آبی گزرگاہوں کی وجہ سے یہاں قدیم انسانوں کے آثار پائے جاتے ہیں ندی نالوں پرانی گزرگاہوں کے کنارے تباہ شدہ بستیوں کے قریب بیشتر مقامات پر 9 گز لمبے مزار ہیں کئی مزار ایک سو کنال رقبہ سے لے کر سات آٹھ سو کنال رقبہ میں صدیوں پرانے درختوں کے جھنڈ میں ہیں ۔ یہ مزار گجرات کے چاروں طرف پائے جاتے ہیں ۔ حافظ شمس الدین آف گلیانہ ، ضلع گجرات نے جن مزارات کی نشاندہی کی ہے ۔ ان میں بڑیلہ شریف میں حضرت قنبیطؑ کا 70 گز لمبا مزار ہے ۔ بی رنگڑہ میں منطوشؑ کا 30 گز لمبا مزار ہے ۔ موٹا میں حضرت مرطوشؑ کا مزار ہے ۔ چانگا والی نزد گجرات میں حضرت مرطوشؑ کا مزار ہے ۔ بہلول پور کے جنگل میں ملک حمزہ نوشؑ کری کے ٹبہ پر حضرت بلوانؑ ، کوٹلہ کے قریب بنگیال میں حضرت ہاسلوارؑ منے پور میں حضرت سانیالؑ ، کھوڑی میں نوبابا گیران والا نزد دولت نگر طرطوشؑ ، کھاریاں روڈ مرزا طاہر میں سلوانامؑ عدالت گڑھ میں انوشؑ ، نجان میں فینوشؑ ، جیدپور میں ساسانوشؑ ، جوسرائے میں نعماطوشؑ ، امرہ خورد میں ملک رخیمؑ ، میانی پنڈی میں ملکانامؑ ، رنگڑہ میں بوریاؑ ، کوٹ امیر حسین میں شمعونؑ ، شیخ چوگانی میں طانوخؑ اور امونؑ مل نزد اعوان شریف میں حمیالانؑ امرہ کلاں میں ملک برداؑ جلالپور صوبتیاں میں سفد اولؑ ، باہروال میں بطسانوشؑ ، باگڑیاں میں ملک بلغارؑ ، اسی گاؤں میں دوسرا مزار جعلاطوسؑ دولت نگر میں سمداروشؑ ، چیلیانوالہ میں حسلانؑ ، چک جانی میں بخشانؑ ، کھوکھر میں سلمانؑ ، دھمہ میں جندائیل ، ناگریانوالہ میں ساولعام ، پنڈی لوہاراں حیدر میں سلمانؑ ، ٹنڈالی میں شمداروسؑ ، جیونجل میں نعماطوشؑ ، سوہل میں قرطوشؑ ، جکڑ میں یوحنّاؑ ، ککرالی میں مرطوشؑ سمرالہ میں حاوانامؑ کوٹلی کوہالہ میں بررخؑ ، چوہدووال میں حطارؑ ، جلالپور صوبتیاں میں فیمانؑ ، کوٹلہ قاسم علی خاں میں بطسانوشؑ ، شاہدوال نزد گجرات میں محمائیلؑ ، چک لشکری بہاؤ گھسیٹ پور میں شمعونؑ ، چیچیاں فتح پور روڈ پر قرعانؑ ، فتالیاں میں شمعونؑ ، جھنڈے والی میں محلائیلؑ ، کنجاہ میں دقیانوسؑ ، پیپالہ نزد کنجاہ ایوشؑ ، ٹبھوڑاں والا میں ناتنؑ ، ریحان میں شمسائیل ، سمرالہ میں تبتؑ اور لاوی کے قدیمی مزارات ہیں ۔ جلالپور جٹاں میں حضرت فیمانؑ ، ڈالیہ میں حضرت سموائیلؑ ، ریحان میں سرسیاؑ ہرسیاؑ ، ساساہامؑ ، صفدانؑ کے مزارات ہیں ۔ گجرات کے قریب آزاد کشمیر کے قصبہ مناور چھمب کے قریب منڈیالہ میں حضرت نعمانؑ ، بدوچک میں کیمورث ، ملکا کے قریب بابا پہاون جی ، وٹالہ میں ہرشیاؑ ، المعروف پیر موگادی ، وودن میں ملک برھماؑ ، چھمب میں فلسانوش ، دیوا میں مرشیاؑ المعروف پیر کانجی تگیال نزد مناور ناموسؑ اور مناور کے قریب حضرت طینوشؑ کے مزارات ہیں ۔ مزارات کی لمبائی 9 گز ہے جو پختہ اور شاندار انداز میں تعمیر کئے گئے ہیں ۔

marfatcom

ماہنامہ الملنگیہ اوکاڑا

جلد نمبر ۹ — ماہ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ بمطابق جولائی ۱۹۹۹ء، — ۹/۴ شمارہ نمبر

تبصرۂ کُتُب

مصنفین تبصرے کے لئے اپنی کتابیں بھیج سکتے ہیں۔ (ادارہ)

- نام کتاب: "جنوبی پنجاب، سندھ، بلوچستان میں اولیاء کرام"
- مصنف: ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ
- ناشر: یاسر اکیڈمی بالمقابل گلی سیشن ہاؤس کچہری روڈ گجرات
- صفحات: (۶۰۰) چھ سو
- قیمت: ۳۰۰/- تین سو روپے

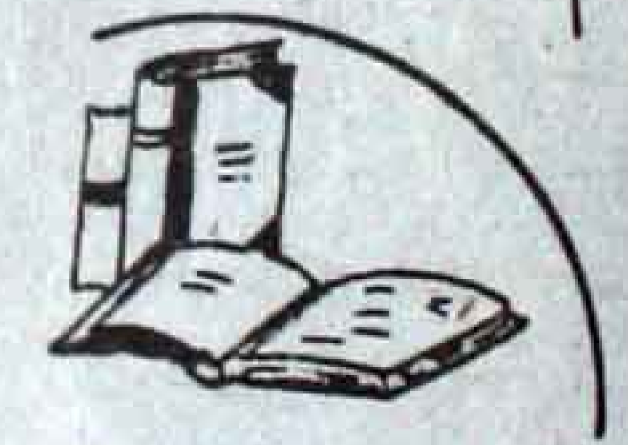

کتاب "جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیائے کرام" ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی تحقیقی کاوش ہے۔ جو کہ تاریخ اور تصوف سے لگاؤ رکھنے والے قارئین کیلئے ایک انمول تحفہ ہے جس میں جنوبی پنجاب، سندھ، بلوچستان کے اولیائے کرام کا تذکرہ اور قدیمی تاریخی روحانی مقامات کا ذکر ہے نیز اہم مقامات کی تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں۔

یہ کتاب مصنف کی سلسلہ وار پانچویں اشاعت ہے اس سے قبل بھی شائع شدہ کُتب بے حد مقبول ہوئیں اور ملک بھر میں بھی بڑی پذیرائی حاصل ہوئی کتاب واقعی مصنف کی انتھک محنت اور تحقیق کا نچوڑ ہے اور مصنف کی اولیائے کرام، بزرگانِ دین سے والہانہ عقیدت و محبت کا ثبوت ہے۔ کتاب کا ورق رنگین اور اولیائے کرام کے مزارات و قدیمی تاریخی مقامات کی جھلک پیش کرتا ہے۔ اولیاء کرام سے عقیدت رکھنے والے حضرات کیلئے یہ کتاب گراں قدر سرمایہ ہے۔ اولیائے کرام کی حالاتِ زندگی، واقعات، تعلیمات روحانی و دینی خدمات ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ جو کہ معروف قانون دان اور محقق ہیں ان کی باقی کُتب،

- "گجرات تصاویر کے آئینے میں"۔
- "سیالکوٹ سے خیبر تک"
- "پاکستان میں محبوبانِ خدا کے نوگزے لمبے مزار"
- "گندھارا تہذیب تصاویر کے آئینے میں"۔
- "خطہ یونان گجرات"۔

مصنف کی ان کتابوں پر تبصرہ انشاء اللہ الملنگیہ کے آئندہ شماروں میں شائع کیا جائے گا۔ کتاب "جنوبی پنجاب میں اولیاء کرام" کے صفحہ ۳۴۹ پر اولیائے اوکاڑا کے ذکر میں حضرت ملنگی بابا اولیاءؒ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

marfatcom

آزاد کشمیر کا دار الخلافہ ... مظفر آباد

****

پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے 138 کلومیٹر کے فاصلہ پر آزاد کشمیر کا دارالحکومت مظفر آباد اپنی بے پناہ خوبصورتی کی وجہ سے خصوصی توجہ کا حامل ہے۔ جہاں سیاحوں کے لئے ہر ممکن سہولیات میسر ہیں۔ جدید ترین فائیو سٹار ہوٹل، گیسٹ ہاؤسز اور محکمہ سیاحت آزاد کشمیر کے ریسٹ ہاؤسز سیاحوں کو کشمیر کے خوبصورت نظاروں سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ درمیانے درجے کے ہوٹلوں سے فائیو سٹار ہوٹل تک موجود ہیں۔ جن میں طعام کے علاوہ قیام کا بھی عمدہ انتظام ہوتا ہے۔ مظفر آباد شہر میں ریڈیو سٹیشن، ٹیلیفون و تار، کالج، ہسپتال، یونیورسٹی کے علاوہ تمام بڑے بینکوں کی خوبصورت عمارتیں موجود ہیں۔ ترقیاتی ادارہ مظفر آباد کی شب و روز محنت سے مظفر آباد شہر میں بے شمار تفریحی پارکوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ مظفر آباد میں ہوائی سروس کے علاوہ ٹرانسپورٹ کا بھی ایک عمدہ نظام ہے۔ یہاں سے پاکستان کے علاوہ آزاد کشمیر کے کسی بھی علاقے کے لئے با آسانی ٹرانسپورٹ کی سہولت میسر آسکتی ہے۔ ترقیاتی ادارہ کی کوششوں سے مظفر آباد کے ایک صحت افزا مقام پر چیئر لفٹ کی تنصیب کا کام بھی جاری ہے۔

مقامی طور پر یہاں اخروٹ کی لکڑی کا خوبصورت عمارتی سامان تیار کرنے کے علاوہ لکڑی پر خوبصورت نقش و نگار اور خواتین کے ملبوسات پر کشمیری کڑھائی کی جاتی ہے جو یہاں کے ہنر مندوں کی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مظفر آباد میں دریائے نیلم کے بائیں کنارے پر واقع قلعہ پلیٹ کے آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے

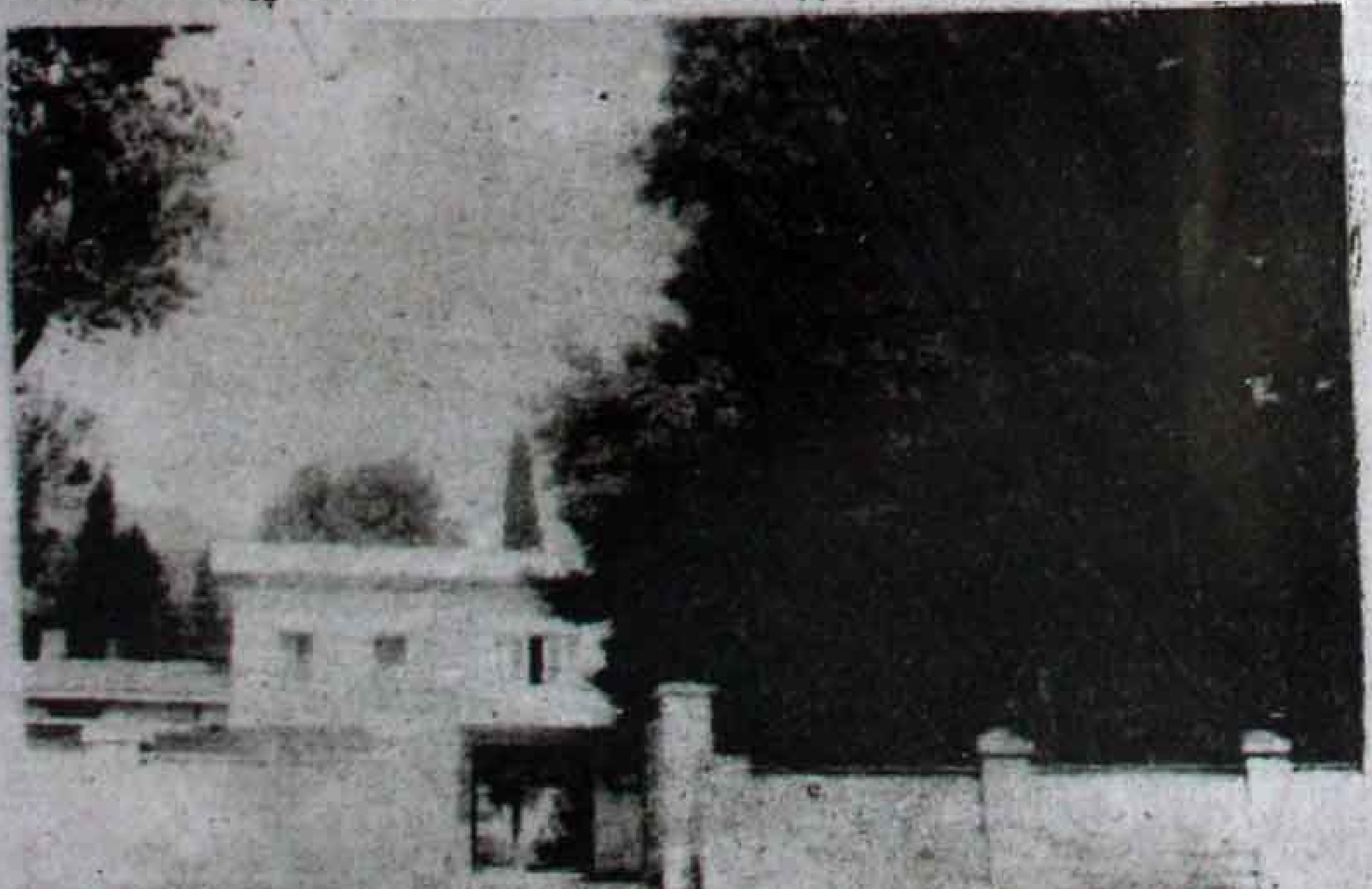

پرانا سیکرٹریٹ مظفر آباد آزاد کشمیر

marfatcom

اہمیت کے حامل ہیں۔ اس قلعہ کو تفریح گاہ کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ سیاحوں کی دلچسپی کے لئے محکمہ سیاحت نے یہاں ایک عجائب گھر بھی تعمیر کیا ہوا ہے۔ اس میں کشمیر کی تہذیب و تاریخ اور تحریک آزادی سے متعلق اشیاء کے نادر نمونے موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پلیٹ میں واقع اس قلعہ کی تعمیر کا آغاز "چک خاندان" کے دور حکومت میں 1545ء میں ہوا تھا۔ اس کی تکمیل میں مظفر آباد شہر کے بانی سلطان مظفر (جن کے نام کی مناسبت سے اس شہر کا نام مظفر آباد پڑا) کے عہد میں ہوئی جبکہ بعد میں ڈوگرہ اور سکھ حکمرانوں نے وسیع تر سیاسی و فوجی مقاصد کے تحت اس قلعہ کی از سر نو تعمیر و توسیع کی۔ مظفر آباد شہر کے دائیں بائیں سے بہنے والے دریائے نیلم اور جہلم کے علاوہ شہر کے گردو نواح میں پھیلے ہوئے پہاڑوں کے وسیع سلسلے شہر کی موسمی تبدیلیوں کے موجب بنتے ہیں۔

خوبصورت سرسبز وادیوں چشموں دریاؤں کی سرزمین مظفر آباد ایک خوبصورت اور تاریخی مقام ہے۔ یہاں قدرت کے حسین مناظر اور قدم قدم پر اولیاء کرام کے آستانہ ہیں۔ مظفر آباد میں دریائے جہلم اور دریائے نیلم آکر ملتے ہیں۔ دریائے کاغان بھی قریب ہی بہتا ہے دریائے نیلم اور جہلم مظفر آباد کے شمال اور جنوب میں بہتے ہیں جہاں ایک قدیم قلعہ بھی واقع ہے۔ کشمیر کے مختلف علاقوں کو جانے والی سڑکیں مظفر آباد سے نکلتی ہیں۔ مظفر آباد راولپنڈی سے 86 میل کے فاصلے پر ہے اور ایبٹ آباد 49 میل کے فاصلے پر ہے۔ مظفر آباد کی بنیاد سلطان مظفر خاں نے رکھی۔ حضرت سائیں سہیلی سرکار کا مزار مظفر آباد کے شہر میں ہے۔ مظفر آباد کے گردو نواح کئی مشہور شہر ہیں ان میں دیر کوٹ، اٹکوٹ، کنڈل شاہی، آٹھ مقام مظفر آباد سے 8 میل کے فاصلے

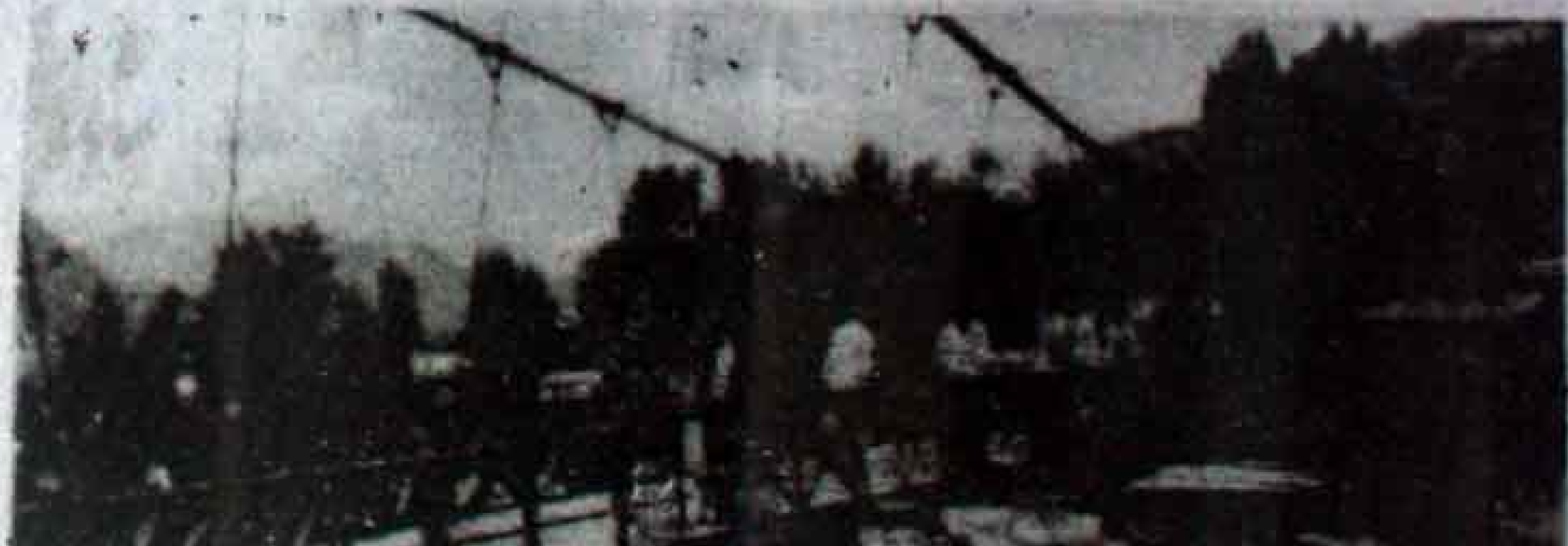

راقم مظفر آباد کے پل پر

marfatcom

پر وادی نیلم میں ہے ۔ دواریاں ، شاردا ، چکال ، نون بگلہ ، راول کوٹ کو مظفر آباد کے علاوہ کوہالہ سے بھی سڑک جاتی ہے ۔ راول کوٹ سطح سمندر سے ساڑھے پانچ ہزار فٹ بلند ہے ۔ پلندری، کوٹلی ، بھمبر ، سہانی ، میرپور، پونچھ ، باغ ، آزاد کشمیر کے مشہور ضلع ہیں یہ تمام علاقے پہاڑوں سے گھرے ہوئے ہیں ۔ چشمے اور دریا اس علاقہ میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی اور قدرت کے مناظر سے بھرے پڑے ہیں ۔

مظفر آباد شہر کے شمال میں دریائے نیلم کے ساتھ ساتھ دونوں جانب 200 کلومیٹر تک پھیلی ہوئی خوبصورت وادی " وادی نیلم " کے نام سے مشہور ہے ۔ کاغان اور کشمیر کے دامن میں واقع اس وادی کو دو سلسلہ کوہ جو کہ 765 میٹر اور 4575 میٹر بلند ہیں ،ایک دوسرے سے جدا کرتے ہیں ۔ وادی نیلم کے موسمی حالات سدا بہار جنگلات ٹھنڈے میٹھے چشموں آزاد فضاؤں میں سریلے نغمے بکھیرتے ہوئے پرندوں اور خوبصورت قدرتی نظاروں کی وجہ سے سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں ۔ خصوصاً موسم گرما میں سیاحوں کی خاصی تعداد اس طرف رخ کرتی ہے ۔ کنڈل شاہی مسالحہ ، کٹن ، اٹھ مقام، نیلم، دواریاں، شاردا ، ہلمت وغیرہ وادی نیلم کے مسحور کن قدرتی حسن سے مالا مال ہیں ۔ وادی کے بیچوں بیچ بل کھاتا ہوا دریائے نیلم جسے ماضی میں کشن گنگا کہا جاتا تھا انتہائی وقار کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے ۔ مچھلی کے شکار کے لئے دریا سیاحوں کی دلچسپی کا سامان مہیا کرتا ہے ۔ کنڈل شاہی کے مقام پر ایک بجلی گھر بھی تعمیر کیا جارہا ہے ۔ یہاں پر فطرت اپنے جمال اور بانکپن کے ساتھ جلوہ افروز ہے ۔

۔ کشمیر کی سرزمین بہت قدیمی ہے ۔ کشمیر کی

مظفر آباد دریائے نیلم کا ایک منظر

marfatcom

اہمیت تاریخ میں بہت زیادہ ہے۔ کشمیر ہر حکمران کی کمزوری رہا ہے۔ دنیا کی حسین وادی جو اپنے حسن میں ثانی نہیں رکھتی۔ ٹھنڈے میٹھے پانی کے ذخیرے، جڑی بوٹیاں اور حسین مناظر کی وجہ سے اس خطہ کو جنت نظیر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ تاریخی کتابوں میں حضرت سلیمان کا کشمیر میں آنا پایا جاتا ہے۔ مغل حکمران اور بیشتر شہنشاہ گرمیوں کے موسم میں کشمیر میں قیام کرتے۔ ہندوؤں کے علاوہ مسلمانوں اور سکھوں نے بھی کشمیر پر حکمرانی کی۔ پاک و ہند کی اہم شخصیات کا تعلق کشمیر سے رہا۔ ریاست جموں کشمیر تقریباً 80 ہزار مربع میل کی حدود میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ ایشیاء کے وسط میں نیم براعظم ہندوستان اور پاکستان کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے ارد گرد ہندوستان اور پاکستان کی مملکتوں کے علاوہ شمالی مشرق میں تبت اور چین شمال میں سوویت روس اور شمال مغرب میں افغانستان واقع ہیں۔ کشمیر (ریاست جموں و کشمیر) کو آسانی اور اختصار کی غرض سے عموماً کشمیر کے مختصر نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی حدود میں تاریخ کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ اور یہ ریاست دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح کبھی بھی ایک ہی حالت میں قائم نہیں رہی۔ کشمیر کی تاریخ عروج زوال کی ایک لمبی داستان ہے۔ کشمیر کے قدیم ترین زمانے کی جو تاریخ اس وقت دستیاب ہے اس کی رو سے کشمیر میں باقاعدہ حکومت آج سے صدیوں پہلے معرض وجود میں آئی تھی۔ اور کشمیر کے فرماں رواؤں میں سب سے پہلے بادشاہ کا نام جو ہمیں تاریخ میں ملتا ہے۔ راجہ آد گوند ہے لیکن تاریخ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس وقت کشمیر کی سلطنت کی ہیت ترکیبی کیا تھی۔ اور اس کی حدود کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ بعد کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر کی سلطنت بعض اوقات اتنی وسیع بن

دریائے نیلم قلعہ مظفر آباد کے تین طرف بہتا ہے

marfatcom

گئی کہ راجہ ملوک کے زمانے میں اسکی علمداری قندہار اور باخت تک وسیع ہوگئی - اور بعض اوقات تاریخ کے حوادث کی وجہ سے اس سلطنت کی حدود سکڑ کر صرف وادی تک محدود ہو کر رہ گئی - کسی وقت کشمیر کی الگ سلطنت بالکل نیست نابود ہوگئی - اور کسی وقت یہ خطہ زمین چین کی حکومت کے تابع اور زیر نگین ہوگیا - ایک طویل عرصہ کیلئے ہندوستان کے ہندو بادشاہوں کے ماتحت رہنے کے بعد یہ ریاست مسلمان حکمرانوں کی سلطنتوں کا جزو بنی رہی یہ ریاست کبھی غیر ملکی حملہ آوروں کے حملہ کا شکار ہوگئی - اور کبھی اندرونی فسادات کی آماجگاہ بنی رہی لیکن اس تمام عرصہ میں تاریخ کے ابتدائی زمانہ سے لیکر آج تک اس کا اصلی نام کشمیر یا کشیر قائم رہا - ظاہر ہے کہ یہ نام آنے والے وقتوں میں بھی قائم رہے گا - مظفر آباد میں سول سیکرٹریٹ اور دوسرے محکموں کے دفاتر ہیں - اور سابق صدر کے ایچ خورشید کا مزار بھی شاندار انداز میں تعمیر ہے - اور اولیاء کرام میں حضرت سائیں سہیلی سرکارؒ کے مزار پر پوری طرح عقیدت و احترام سے حاضری دی جاتی ہے - یہ مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے - مظفر آباد کے اس علاقہ میں غزنیوں افغانوں کے لشکروں نے پڑاؤ کیا - کشمیر میں داخل ہونے والا یہی ایک راستہ تھا - جتنے بھی حملہ آور آئے انھوں نے اس مقام پر پڑاؤ کیا - اکبر نامہ ، شاہ جہاں نامہ ، تزک جہانگیری ، سرالمتاخرین اور دیگر معاصر تاریخوں کے حوالے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دریائے نیلم کو ہمیشہ حملہ آوروں نے اس مقام سے عبور کیا - اور یہی جگہ مظفر آباد کا مرکز تھا - جہاں سے باہر سے تجارتی سامان آتا تھا - اور خچروں کے ذریعے دور افتادہ علاقوں میں پہنچتا تھا - موجودہ وقت اس پورے ضلع کا نام مظفر آباد ہے - مگر حقیقتاً مظفر آباد اس قطعہ کا نام تھا جہاں مظفر آباد کا شہر آباد تھا - اور موجودہ وقت جلال آباد گارڈن ہے - اور

اس مقام پر دریائے جہلم آپس میں ملتے ہیں

marfatcom

اس کی حدود اسی حصہ کے قریب وجوار تک تھیں ۔ جہاں اب مظفر آباد کا شہر آباد ہے ۔ اس جگہ کو چکری کی کہتے جہاں لوگوں کے مال مویشی چرا پھرا کرتے تھے ۔ مظفر آباد کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی دنیا کے کسی حصہ کی ہو سکتی ہے ۔ جس طرح دنیا کے بیشتر حصوں پر ہزاروں دفعہ آبادیاں قائم ہو کر امتداد زمانہ کے ہاتھوں پیوند خاک ہوئیں ۔ قدرت کاملہ نے اس سرزمین پر بھی یہ عمل بارہا دہرایا ہے ۔ اور اس کا زندہ ثبوت مٹی کے برتنوں کی وہ ٹھیکریاں ہیں جو جابجا بکھری ہوئی ہیں ۔ اور جن کے مشاہدے سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پرانے زمانے میں یہاں آبادیاں قائم ہو کر مٹتی رہی ہیں ۔ اور ہم سے پہلے گزرنے والے انسان ان ٹھیکریوں کی صورت میں ہمارے لیے اپنی تاریخ کے اوراق چھوڑ گئے ہیں حضرت سائیں سیلی سرکارؒ 1890ء کے لگ بھگ مظفر آباد میں آئے ۔ مظفر آباد میں دس سال قیام کرنے کے بعد آپکا وصال ہوا۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔ مظفر آباد میں حضرت سائیں سخی سیلی سرکارؒ کو وہی مقام حاصل ہے جو لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کو حاصل ہے ۔ ایک بار کشمیر کا مہاراجہ پرتاب سنگھ عام آدمی کے روپ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس پر سائیں سخی سیلی سرکارؒ نے فرمایا کہ پرتاپ سنگھ تم اپنے آپ کو لوگوں سے چھپا سکتے ہو مگر ان فقیروں سے نہیں چھپا سکتے ۔ راجہ بہت متاثر ہوا راجہ نے ان کیلئے لکڑیاں بھیجنا شروع کر دیں ۔ روضہ کے قریب ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کی گئی ہے ۔ آپکا عرس مبارک 13 جنوری کو شروع ہوتا ہے اور 21 جنوری کو اختتام پذیر ہو جاتا ہے ۔

راقم مظفر آباد میں دریائے نیلم کے کنارے

marfat.com

قلعہ مظفر آباد
"تاریخی پس منظر"

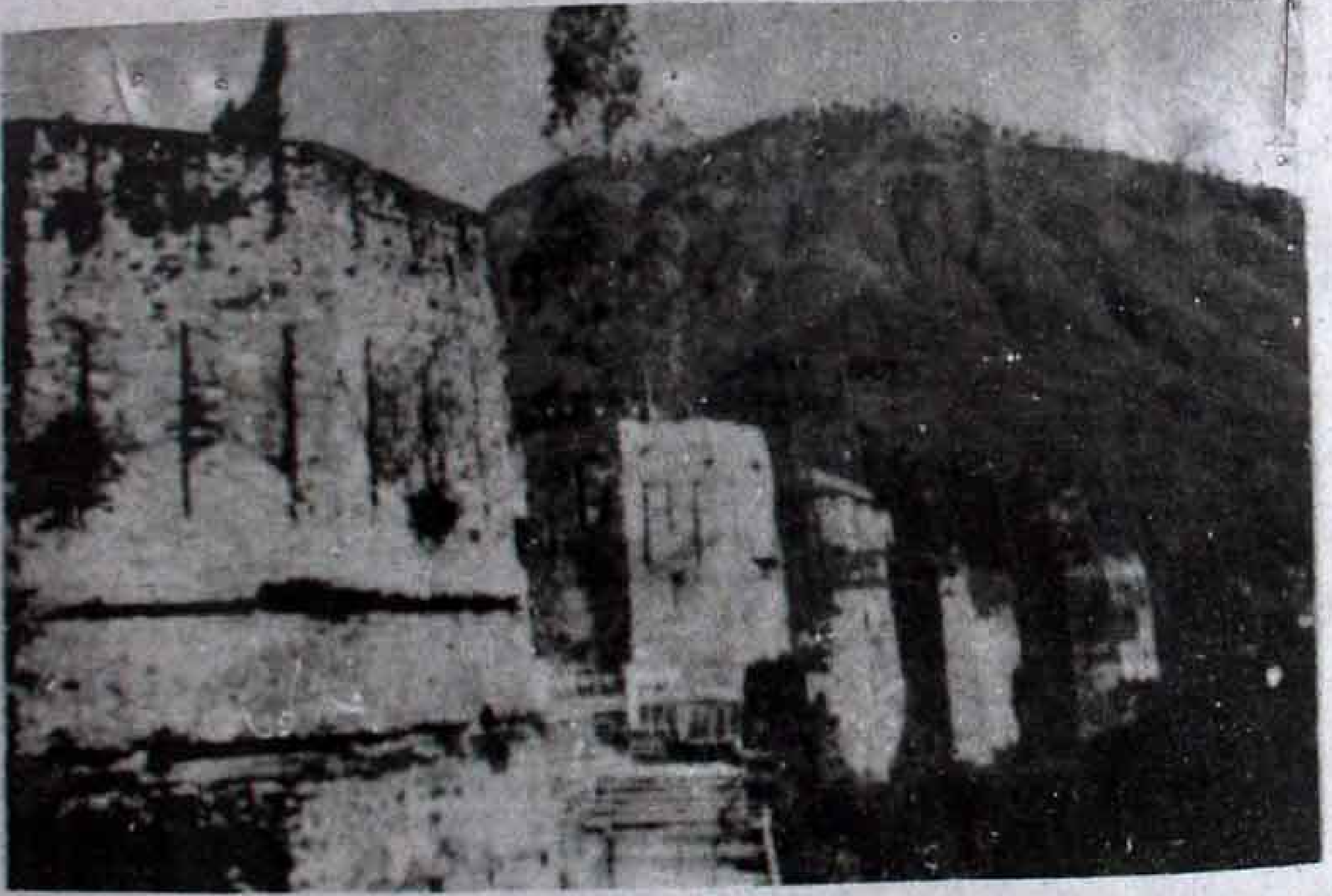

مغل شہنشاہ اکبر اعظم اور کشمیر پر قابض چک خاندان کے درمیان اکثر جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں اسلیئے اپنے دفاع کو مضبوط بنانے کیلئے چکوں نے 962 ہجری بمطابق 1529ء میں اس قلعہ کی تعمیر کا آغاز کیا اسکی تکمیل بانی مظفر آباد شہر سلطان مظفر آباد کے عہد میں 1062ھ میں بمطابق 1665ء میں ہوئی مغلوں کے زیر تسلط آنے کے بعد قلعے کی تاریخی اہمیت قدرے کم ہو کر رہ گئی کیونکہ انکی قلمرو میں بخارا کابل اور بدخشاں ایسے اہم تاریخی مقامات وجہ توجہ رہے لیکن درانی عہد میں اس قلعہ کی عظمت اور شہرت پھر بحال ہو گئی ۔ ڈوگرہ سکھ حکمرانوں، مہاراجہ گلاب سنگھ وار رنبیر سنگھ نے سیاسی اور فوجی مقاصد کے حصول کیلئے اس قلعے کی از سر نو تعمیر و توسیع کی پرتاب سنگھ کی وفات اور ہری سنگھ کے آغاز حکومت کے بعد ڈوگرا فوج یہاں سے واپس چلی گئی ۔ اور قلعہ کو بالکل چوپٹ چھوڑ گئی ۔

قلعہ کی تعمیر میں بلند پایہ کاریگروں اور فن تعمیر کے ماہروں نے حصہ لیا یہ قلعہ تینں اطراف سے دریا کی لپیٹ میں ہے جبکہ اسکی چوتھی سمت خشکی کا قطعہ ہے ۔ قلعہ کے شمالی حصے میں درجہ بندی تھی ۔ آخری حصہ میں سیڑھیاں اور کناروں پر نشست گاہیں تھیں ۔ قلعہ کا مشرقی حصہ دریا کے کنارے تک پختہ تھا ۔ ملاقاتیوں کیلئے قلعہ سے باہر سرائے تعمیر تھی ۔ قلعہ کی تعمیر کے وقت اس بات کا بخوبی انتظام کیا گیا کہ دریا کی غضبناک موجیں اسے نقصان نہ پہنچا سکیں لیکن تند و تیز طغیانیوں کی وجہ سے اسکا شمالی حصہ دریا برد ہو جانے کے باوجود یہ قلعہ آج بھی صدیوں کی تاریخ اپنے سینے میں سموئے نہایت عظمت و شان کے ساتھ ایستادہ ہے ۔

marfat.com

حضرت سید سائیں سخی سہیلی سرکار رحمتہ اللہ علیہ
........مظفر آباد (آزاد کشمیر)

****

کتاب اولیائے کشمیر از سید محمد آزاد کے مطابق حضرت سید سائیں سہیلی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کو آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد میں بالکل وہی حیثیت حاصل ہے جو لاہور میں داتا دربار کو یا اسلام آباد، راولپنڈی میں حضرت سید بری شاہ لطیف رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مقدس کو حاصل ہے۔
جس طرح ان مزارات مقدسہ پر رات دن زائرین کی آمد ورفت جاری رہتی ہے۔ اسی طرح سید سائیں سہیلی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا آستانہ عالیہ بھی رات دن مرجع خاص وعام رہتا ہے۔ اور ہر سال 13 جنوری کو جب عرس مبارک کی تقاریب کا آغاز ہوتا ہے سے صبح تو 20 جنوری تک دربار عالیہ کے قرب وجوار میں زائرین کا ایک شہر آباد ہو جاتا ہے۔
اور شدید سردی ہونے کے باوجود آزاد کشمیر اور پاکستان کے گوشے گوشے سے عقیدت مند نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے حاضری دیتے ہیں۔ پاکستان کے اکثر شہروں کے لوگ یہاں اپنے اپنے سٹال لگاتے ہیں اور دور دور سے گوہر

marfatcom

مراد حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔

حضرت سائیں سہیلی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک سول سیکرٹریٹ کے قریب گورنمنٹ ریسٹ ہاؤس سے متصل ایک گوشے میں ایک چھوٹے سے برساتی نالے کے کنارے گزشتہ ایک سو سال سے ایک عظیم روحانی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مزار مقدس کے سامنے سے دریائے نیلم بل کھاتا ہوا گزرتا ہے۔ مگر اس ولی کامل کے احترام میں یہاں اس کی تندو پرشور اور سرکش موجیں بھی سکوت اختیار کر لیتی ہیں۔

مظفر آباد کا ایک جائزہ

موجودہ وقت مظفر آباد کے جس گوشے میں حضرت سائیں سخی سہیلی سرکار رحمتہ اللہ علیہ آسودہ خاک ہیں۔ یہ گوشہ اپنے پیچھے بڑے طویل پرپیچ اور تابناک تاریخ رکھتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے غیر ملکی فاتحین کے لشکر کشمیر کی فتح کے لئے آگے بڑھتے رہے ہیں۔ اس گوشہ پر غزنیوں، مغلوں، افغانوں اور سکھوں کے لشکروں نے پڑاؤ کیا۔ کیونکہ دریائے نیلم پر پل کے آثار بتاتے ہیں کہ ریاست کشمیر میں داخل ہونے والا قدیم راستہ یہی تھا۔ اور باہر سے جس قدر بھی حملہ آور اس سمت میں آتے تھے۔ اس حصہ میں خیمے لگاتے تھے۔ جہاں آزاد کشمیر کا موجودہ سیکرٹریٹ ہے۔ اور جب یہ مقام لشکر گاہ بنتا تھا تو جلال آباد گارڈن تک خیمے ہی خیمے ہوتے تھے۔ اور یہاں سستانے اور آرام کرنے کے بعد فاتحین کشمیر کی وادی پر یلغار کیا کرتے تھے۔

اکبر نامہ، شاہجہاں نامہ، توزک جہانگیری اور دیگر معاصر تاریخوں کے حوالے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دریائے نیلم کو ہمیشہ حملہ آوروں نے اسی مقام سے عبور کیا اور یہی جگہ مظفر آباد کا مرکز تھا۔ جہاں باہر سے تجارتی سامان آتا تھا اور خچروں کے ذریعہ دور افتادہ مقامات تک پہنچتا تھا۔ موجودہ وقت اس پورے ضلع کا نام مظفر آباد ہے۔ مگر حقیقتاً مظفر آباد اسی قطعہ کا نام تھا جہاں مظفر اباد کا شہر آباد ہے۔ اور موجودہ وقت جلال آباد گارڈن ہے۔ اور اس کی حدود اسی حصہ کے قرب و جوار تک تھیں۔ جہاں اب مظفر آباد کا شہر آباد ہے۔ اس جگہ کو چکڑی کہتے تھے۔ جہاں لوگوں کے مال مویشی چرا پھرا کرتے تھے۔ مظفر آباد کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی دنیا کے کسی حصے کی ہوسکتی ہے۔ جس طرح دنیا کے بیشتر حصوں پر ہزاروں دفعہ آبادیاں قائم ہو کر پیوند خاک ہوئیں۔ قدرت کاملہ نے اس سرزمین پر بھی یہ عمل بارہا دہرایا ہے۔ اور اس کا زندہ ثبوت مٹی کے برتنوں کی وہ ٹھیکریاں ہیں جو جا بجا بکھری ہوئی ہیں جس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پرانے زمانے میں یہاں آبادیاں قائم تھیں اور ہم سے پہلے گزرنے والے انسان اور ٹھیکریوں کی صورت میں ہمارے لئے اپنی تاریخ کے اوراق چھوڑ گئے ہیں۔

جس مقام پر آج اعلیٰ حکام کے بنگلے ہیں مظفر آباد اسی قطعہ کا نام تھا اور اس گاؤں کو آباد کرنے والا راجہ مظفر خان تھا جو ان نواحات میں حکمران کی حیثیت رکھتا تھا۔ پرانی عمروں کے لوگوں میں راجہ مظفر خان کے بارے میں جو روایات موجود ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ راجہ مظفر خان کا قلعہ نما مکان جلال آباد گارڈن کے بالائی حصہ میں

marfatcom

اس مقام پر واقع تھا۔جہاں حال ہی میں آزاد کشمیر ریڈیو کا نیا ٹرانسمٹر تعمیر ہوا ہے ۔ راجہ مظفر خان کا مکان اس مقام پر بھی تھا۔جہاں اب ضلعی عدالتیں ہیں ۔

راجہ مظفر خان کے خاندان کے پاس جو دستاویزات موجود ہیں ان کے مطابق بمبہ خاندان کے اس نامور راجہ مظفر خان کے دوسرے بھائی راجہ احمد خان، راجہ شیر احمد خان، راجہ سلطان خان، راجہ آدم خان اور راجہ جلال خان تھے ۔ مگر مرکزی قیادت راجہ مظفر خان کے پاس تھی اور بقیہ بھائی راجہ مظفر خان کے ماتحت تھے ۔ راجہ سلطان خان کھوڑی کے علاقہ کا راجہ تھا ۔ راجہ آدم خان کو گوٹھ کا علاقہ ملا تھا ۔ اور گبر اور کرناہ تک کے علاقہ اسی راجہ کے ماتحت تھے ۔ راجہ احمد خان اور راجہ شیر خان بھی مظفر آباد کے نواحی دیہات پر حکمران تھا ۔ راجہ مظفر خان نے راجہ جلال خان کو اپنی مدد کے لئے ہی ساتھ رکھا ہوا تھا ۔ اور اس کا مکان جلال آباد گارڈن کے بالائی حصہ میں ڈھلوان پر تھا ۔ اور جلال آباد گارڈن میں جہاں اب چاروں طرف جدید طرز کے بنگلے بن گئے ہیں راجہ مظفر خان کا خاندانی قبرستان تھا ۔

مظفر آباد کی قدیم تاریخ کے اوراق کشمیر کی تاریخ کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ ہیں ۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ کشمیر کی تاریخ میں اس علاقہ کے حالات بہت مہمل ملتے ہیں ۔ صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ اس درے کی طرف سے کشمیر پر حملے ہوتے رہے اور ان پہاڑی علاقوں میں آبادی بہت کم تھی ۔ مغل عہد میں یہاں کھکھہ اور بمبہ قبائل کی آبادی تھی ۔ جو ہمیشہ آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے تھے ۔ افغان عہد تک مظفر اباد کے ایک حصہ پر بمبہ راجے متصرف تھے اور دوسرے حصوں پر کھکھوں کی حکمرانی تھی اور اس عرصہ میں دوسرے قبائل بھی اکا دکا آباد تھے ۔

جب کشمیر پر سکھوں کی حکومت قائم ہوئی تو مظفر آباد کے بمبہ خاندان کو نیست و نابود کرنے کے لئے سکھوں نے پے در پے یلغاریں کیں مگر ہر دفعہ سکھ فوجوں کو بمبوں اور کھکھوں کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی ۔ کیونکہ باہمی اختلافات کے باوجود سکھوں کے مقابلے میں دونوں قبیلے متحد ہو جاتے تھے ۔ یہ کیفیت 1800ء سے لے کر 1846ء تک بدستور جاری رہی ۔ چنانچہ 1846ء میں جب معاہدہ امرتسر کے تحت کشمیر ڈوگرہ راجہ گلاب سنگھ نے قبضہ کیا تو مظفر اباد کے بمبہ اور کھکھہ راجے اگرچہ سیاسی طور پر کمزور اور منتشر ہو چکے تھے مگر اس کے باوجود ان کی خاندانی حیثیت برقرار رہی ۔ کیونکہ دونوں خاندانوں کو ڈوگرہ راجہ نے معمولی معمولی جاگیریں دے کر اپنا مطیع بنا لیا تھا اور انھوں نے بھی اپنی کمزوری کے سبب وسیع تر شورشوں اور بغاوتوں سے دست کشی اختیار کر لی ہی ۔

حضرت سید سائیں سخی سہیلی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی مظفر آباد میں آمد 1890ء کے لگ بھگ ہوئی ۔ ایک روایت کے مطابق مظفر آباد تشریف لانے کے بعد آپ دس سال تک بقید حیات رہے اور 1900ء میں انھوں نے اس جہان ناپائیدار سے رحلت فرمائی ۔

marfatcom

حضرت سید سائیں سہیلی سرکار کی سفری داستان

اس روایت کی تصدیق تواتر سے ہے کہ حضرت سید سہیلی سرکار، حضرت شاہ فتح حیدر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ان کو سلوک و طریقت کی منزلوں سے روشناس کرایا مگر ان کے حلقہ ارادت میں کتنی مدت رہے یہ بات پورے وثوق سے نہیں بتائی جاسکتی۔ حاجی سلیمان خان اپنے والد یوسف خان کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ حضرت سید شاہ فتح حیدر سے فیض حاصل کرنے کے بعد آپ سیہون شریف تشریف لے گئے اور وہاں حضرت لعل شہباز قلندر کے دربار پر چلہ کشی کر کے واپس آگئے کیونکہ انہیں مجاہدے اور ریاضت کی باقی منزلیں انہیں علاقوں میں طے کرنی تھیں جن کے لئے ان کو مرشد کی طرف سے حکم مل چکا تھا۔ اور یہ حسن ابدال، ہری پور، حویلیاں، ایبٹ آباد، نواں شہر، بگڑا، مانسہرہ اور مظفر آباد وغیرہ کے علاقے تھے۔ روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیہون شریف سے واپسی کے بعد حضرت سید سائیں سہیلی سرکار کچھ عرصہ حسن ابدال رہے اس کے بعد کوٹ نجیب اللہ واپس آئے اور یہاں سے ہو کر واپس اس مقام پر چلہ کشی کی جہاں اب تک ان کی بیٹھک ہے اور جسے بوہڑ والا تکیہ کہتے ہیں۔ یہاں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ بے خورد و نوش تین ماہ تک محو عبادت و ریاضت رہے اور یہاں جب لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تو آپ اٹھ کر حویلیاں چلے آئے اور یہاں ایبٹ آباد کی طرف آنے والی سڑک کے کنارے دو تین ماہ تک عبادت کرتے رہے۔ یہاں معاملہ یہاں بھی پیش آیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ لوگوں کی آمدورفت ہونے لگی ہے تو آپ نے اپنی گودڑی سنبھالی اور اس پہاڑی علاقے کی راہ لی جس کو عبور کر کے لورہ کی طرف راستہ جاتا ہے۔ اس پہاڑی سلسلے کے درمیان ایک گاؤں بگڑا ہے اور اس گاؤں سے متعلق بھی ایک روایت ہے جس کے راوی گوہر رحمن ولد خواجہ محمد خان سکنہ کردلمہ ڈاکخانہ بگڑا ہے۔ بگڑا تحصیل ہری پور کا ایک گاؤں ہے۔ گوہر رحمن اپنے والد خواجہ محمد خان کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ 23، 24 سال کی عمر میں جب حضرت سید سائیں سہیلی سرکار اس طرف آئے تو یہاں سے تقریباً چار میل اوپر بابا سعد اللہ خان نامی ایک شخص کے گھر رہنے لگے۔ ان کے ہاں رہتے ہوئے کچھ دن ریاضت کرنے کے بعد ان کے گھر کا کام کاج کرنے لگے۔ کبھی بھینس چراتے کبھی ان کے لئے چارہ کاٹتے، کبھی جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا لاتے اور اسی وجہ سے بابا سعد اللہ خان اور ان کے سارے گھر والے ان پر بے حد خوش تھے کہ یہ رات دن کام کرتے رہتے ہیں اور کسی قسم کی مزدوری بھی طلب نہ کرتے تھے۔

ایک دن آپ بھینس چرا رہے تھے کہ سخت ژالہ باری شروع ہوگئی۔ بابا سعد اللہ کا ایک لڑکا بھاگا ہوا جب ان کی خبر لینے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ چاروں صرف ژالہ باری شروع ہے مگر جہاں بھینس چر رہی ہے اور حضرت سید سہیلی سرکار بیٹھے ہیں وہ جگہ بالکل خشک ہے۔ اور وہاں ایک اولہ بھی نہیں گرتا۔ حضرت سائیں سہیلی سرکار نے لڑکے کو دیکھتے ہی شدت سے منع کیا کہ وہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرے۔ اس طرح آپ کی یہ کرامت کچھ عرصہ کے لئے لڑکے نے پوشیدہ رکھی۔ مگر جب سھ ف صح لڑکے نے اپنے والد کو بتایا تو آپ وہاں سے فوراً ایبٹ آباد کی طرف چلے آئے۔ اور یہاں نواں شہر کے قریب ہاڑیاں والے قبرستان میں چلہ کشی شروع کر دی۔ مگر دو تین ہفتوں کے بعد یہاں سے قریب ہی ایک گاؤں باہنڈی میں چلے گئے اور ایک غار میں عبادت کرتے رہے۔

marfatcom

کہا جاتا ہے کہ یہاں حیات اللہ نامی ایک شخص ان کو حقہ پلایا کرتا تھا۔ خوش ہو کر جب اس کی طرف توجہ دی تو یہ بھی فقیر (درویش) ہو گیا۔ اور یہاں اب تک اس کا مزار موجود ہے۔ اس گاؤں میں چند دن حاجب مند کی وہ حاجت لمحوں میں پوری ہو جاتی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے اندازہ روحانی قوتوں اور اندرونی برکات سے نواز رکھا تھا۔ اور ظاہر ہے جو شخص تمام زندگی اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دے اللہ وتبارک تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ اس کا ہو جاتا ہے اور جو اس کا ہو گیا۔ اللہ بھی اس کا ہو گیا۔ ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ مومن کا ہاتھ۔

حضرت سید سہیلی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں اس قسم کی کوئی روایت موجود نہیں ہے کہ انہوں نے شادی بھی کی تھی یا نہیں۔ بلکہ جس قسم کی روایات مشہود ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ شروع سے ہی مجاہدوں، مراقبوں اور یاد الہیٰ میں مصروف رہتے تھے اور خانگی زندگی کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

مظفر آباد میں بھی وہ جتنا عرصہ بقید حیات رہے انہوں نے نہ تو کسی کے گھر کے اندر رہنا پسند کیا اور نہ ہی سڑک کے کنارے اپنے لئے کوئی چھپر یا جھونپڑی تعمیر کروائی۔ بلکہ وہ تو اس بات کے مصداق تھے کہ "ہر ملک ما است کہ ملک خدائے ما است" گرمی ہو یا سردی، وہ عالم استغراق میں ایک ہی حالت میں رہتے تھے۔ ضلع ہزارہ میں ان سے جو نشست گاہیں منسوب ہیں ان میں نشست گاہ سلطان پورہ ایبٹ آباد، نشست گاہ ہری پور تکیہ بوہڑ والا، نشست گاہ ہری پور متصل فیکٹری، نشست گاہ ایبٹ آباد بالمقابل ہسپتال، نشست گاہ سلہڈاں، نشست گاہ نوشہرہ، نشست گاہ مانسہرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور اسی طرح حدود مظفر آباد میں بھی چند نشست گاہوں کی نشاندہی ہوتی ہے مگر ان مقامات پر ایسے آثار بالکل نہیں ملتے کہ انہوں نے کہیں کوئی جھونپڑی یا چار دیواری تیار کروائی ہو۔

سید سہیلی سرکار مظفر آباد کے قریب تعمیر کردہ مسجد

marfat.com

بلکہ ان کا ڈیرہ کھلے آسمان تلے ہوتا تھا۔ اور اسی حالت میں ہی ان کی رحلت ہوئی۔

مظفر آباد ریاست جموں و کشمیر کا دارالحکومت بنا تھا اور اس شہر کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سید سائیں سہیلی سرکار کو مختص فرما دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ پہاڑوں، جنگلوں اور بیابانوں میں ریاضت کرتے ہوئے آج سے تقریباً ایک صدی قبل اس گوشہ میں جلوہ فگن ہوئے۔ آج ان کے آستانے عالیہ کو آزاد کشمیر میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اور ہر روز عقیدت مند سینکڑوں میل سفر طے کر کے آپ کے دربار پر حاضری دیتے ہیں اور آپ کی برکت اور فیضان سے مظفر آباد کے اس شہر کو آزاد کشمیر کے دارالحکومت کا درجہ حاصل ہوا ہے۔

آپ اس قطعہ ارضی میں جہاں آج سے تقریباً ایک سو سال پہلے نشاندہی کرتے رہے وہاں شاندار بنگلے اور باغیچے دکھائی دیتے ہیں۔ جن راہوں سے آپ گزرتے رہے آج وہاں پختہ سڑکیں بن چکی ہیں۔ اور یہ نقشہ جو آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ یہ آج سے سو سال پہلے ایک ولی کامل اور فقیر گدڑی پوش کا مرتب کردہ ہے جسے اللہ وتبارک تعالیٰ نے ان پہاڑوں کی طرف بھیجا۔ اور جس کا نام ان پہاڑوں، وادیوں اور کوہساروں کے بچے بچے کی زبان پر ہے۔

1900ء کے لگ بھگ جب آپ کی رحلت ہوئی آپ بالکل اسی جگہ فروکش تھے۔ جہاں موجودہ وقت آپ کا مزار مبارک ہے۔ سردیوں میں جب دھوپ نکلتی تھی تو آپ سڑک کے کنارے بالکل اسی مقام پر تشریف رکھتے تھے جہاں اب اس مزار مبارک کا بڑا گیٹ ہے۔ اور عموماً اسی جگہ بیٹھے رہتے تھے۔ جہاں اب آپ کا مزار ہے۔

راقم کھڑی شریف میاں محمد صاحب کے روضہ پر

marfatcom

اولیائے کشمیر

****

سید محمود آزاد نے تذکرہ اولیائے کشمیر میں جن اولیاء کرام کی تفصیل دی ہے وہ یوں ہے ۔

حضرت سید شرف الدین عبدالرحمن عرف بلبل شاہؒ:

حضرت سید شرف الدین عبدالرحمان عرب بلبل شاہؒ کو کشمیر کے اسلامی عہد کی تاریخ میں بہت بلند مقام حاصل ہے کیونکہ ان ہی کے فیضان نظر سے اس وادی میں گریز کا غیر مسلم حکمران رنچن دائرہ اسلام میں آیا ۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس پورے ملک میں ہر طرف دین اسلام کی قندیلیں روشن ہونے لگیں ۔ وہ صاحب کشف وکرامات ولی اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ عالم دین اور اسلام کے سرگرم مبلغ تھے ۔ ان کی یہی حیثیت انہیں تمام اولیاء کرام کشمیر میں ممتاز کرتی ہے کیونکہ جب ان کے دست حق پرست پر کشمیر کے بدھ حکمران رنچن نے دین اسلام قبول کیا تو اس کی تقلید میں وادی کشمیر کے ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہوئے ۔ اسطرح یہاں کے معاشرے میں ایک عظیم انقلاب آیا اور آنے والی صدیوں میں یہاں تاریخ کا رخ بدل گیا ۔

حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ:

وادی کشمیر اور اس کے طبقات میں دین اسلام کی اشاعت کیلئے جو کوشش اور جدوجہد حضرت امیر کبیر سید میر علی ہمدانیؒ نے کی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ۔ کیونکہ انہی کی سعی جمیلہ سے کشمیر کے غیر مسلم معاشرے میں تغیر عظیم پیدا ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس ملک کے چاروں طرف اسلام کے روشنی پھیل گئی ۔ مطالعہ شاہ ہمدانؒ

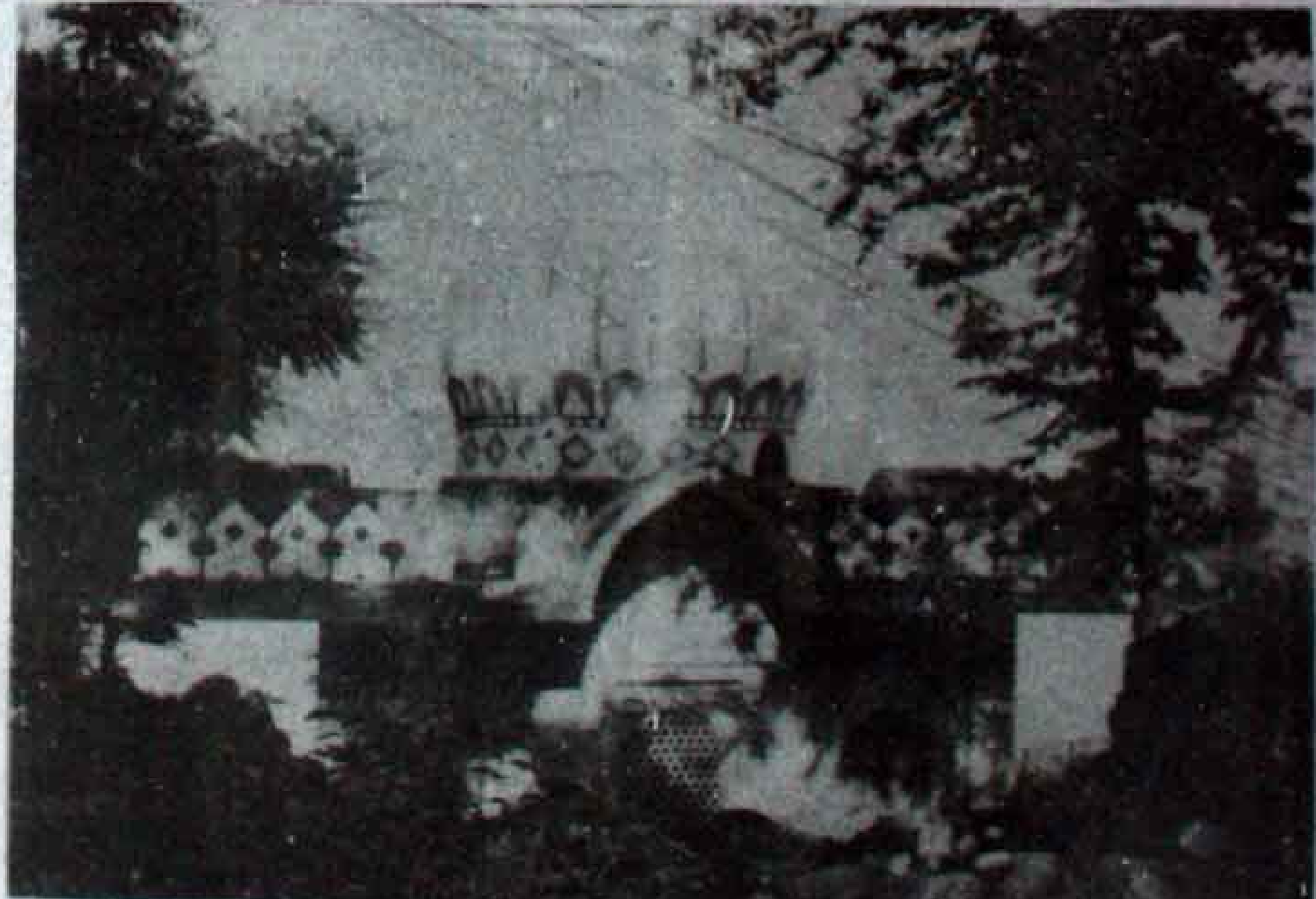

marfatcom

حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کی ذات گرامی میں حضرت علامہ اقبال کے مرد مومن کی ساری صفات تمام و کمال موجود تھیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ نے انہیں سید السادات سالار عجم کے لقب سے یاد فرمایا ہے ۔ اور ان کے ہاتھ کو معمار تقدیر امم قرار دیا ۔ حضرت شاہ ہمدان کے عربی رسائل کا خطی نسخہ دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہے ۔

حضرت شاہ ہمدان کی یہ گراں قدر تصنیف اپنے اندر حکمت ، نصیحت کا ایک خزانہ رکھتی ہے اس پر امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم کا رنگ غالب ہے ۔ اور اندازہ ہوتا ہے کہ کشمیری مسلمان حضرت شاہ ہمدان کی یادگار خانقاہ معلی کا اس قدر احترام کرتے ہیں کہ اس آستانہ مبارک کے احاطے میں بڑے سے بڑے مجرم اپنے جرائم کا اعتراف کر لیتے تھے ۔ یہ ایک زندہ مثال ہے کہ درگار حضرت شاہ ہمدان میں کوئی کشمیری مسلمان جھوٹ نہیں بولتا ۔ آپ کے خلفاء نورالدین جعفر بدخشی ، حضرت سید خواجہ اسحق ختلانی ، حضرت شیخ قوام الدین ، حضرت سید حسین سمنانی ، سید جلال الدین عطائی ، سید کمال ، سید کمال ثانی ، جمال الدین ، سید فیروز ، سید محمد کاظم ، پیر سید فخرالدین ، پیر سید رکن الدین ، سید قطب ، سید احمد ، پیر محمد قادری ، مظہر ایقان ، شیخ احمد ، سید احمد ، سید نصیحت اللہ ، سید محمد حصاری ، سید محمد خاوری ہیں ۔

حضرت سید حسین سمنانیؒ:

حضرت سید حسین سمنانیؒ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے چچازاد بھائی تھے ۔ سمنان ایران کا قصبہ ہے ۔ یہیں کے رہنے والے تھے ۔ اس نسبت سے سمنانی کہلائے ۔ حضرت رکن عالم کے مرید اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہم عصر پیر بھائی تھے ۔ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں باطنی قوت سے بھی نوازا رکھا تھا ۔

حضرت سید تاج الدینؒ:

حضرت سید تاج الدین بھی حضرت سید پیر علی ہمدانیؒ کے چچازاد بھائی تھے ۔

حضرت سید حسین منطقیؒ ، حضرت سید جمال الدین بخاری ، حضرت سید حبیب سرخابی ، حضرت سید برخوردارؒ ، حضرت سید محمد منطقی ، حضرت سید حسین بلادریؒ ، حضرت سید محمد رفائیؒ ، حضرت سید ناصر بہقیؒ ، حضرت سید بلالؒ ، حضرت سید محمد امین اویسیؒ ، حضرت سید محمد کرمانیؒ ، حضرت سید نصیرالدین خانیاریؒ ، حضرت سید حاجی صرار ، حضرت سید حمزہ کریری حضرت میر محمد یوسفؒ ۔

حضرت شیخ نورالدین ولیؒ:

حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کا مزار مبارک وادی کشمیر کے ایک ملحقہ نواحی علاقہ چرار شریف میں گزشتہ چھ سو سال سے مرجع خاص و عام ہے وادی کشمیر میں حضرت شاہ ہمدانؒ کے آستانہ مبارک کے بعد چرار شریف دوسرا بڑا روحانی مرکز ہے ۔ جہاں ہر روز ہزاروں کی تعداد میں زائرین حاضری دے کر سرنیاز خم کرتے ہیں ۔

محبوب العالم حضرت شیخ حمزہ مخدومؒ:

marfatcom

مخدوم حضرت شیخ حمزہؒ کا شمار وادی کشمیر کے جید اولیاء کرام میں ہوتا ہے ۔ اور سرینگر کوہ ماراں کے دامن میں ن کا مزار مبارک دن رات مرجع خاص و عام ہے ۔ جس طرح کشمیری مسلمانوں کو حضرت شاہ ہمدان اور حضرت نورالدین ولیؒ سے دلی عقیدت ہے اسی طرح انہیں مخدوم عالم حضرت شیخ حمزہؒ سے بھی دلی عقیدت ہے ۔

حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ:

وادی کشمیر کے جلیل القدر عالم دین صرفی اور شاعر حضرت شیخ یعقوب صوفی عاصمی خاندان کے شیخ حسن گنائی کے فرزند تھے ۔ جنھوں نے اپنے علمی اور روحانی کمالات کے سبب اپنے ملک کشمیر اور بیرون کشمیر بے مثال شہرت حاصل کی ۔ اور جسکا اعتراف اکبر دربار کے علماء ودانشوروں نے کشادہ دلی سے کیا ۔

حضرت میر محمدؒ:

حضرت میر محمدؒ حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ سے فیض یافتہ تھے ۔

روضہ مبارک مائی بیگم صاحبہ، مظفر آباد

marfatcom

حضرت خواجہ طاہر رفیقؒ:

حضرت خواجہ طاہر رفیقؒ کشمیر کے عشائی خاندان سے تعلق رکھتے تھے تاریخ حسن کی روائیت کے مطابق انہیں ایک دفعہ خواجہ خضرؑ کے دیدار کا شرف حاصل ہوا اور ان پر اسرار الہی کا دروازہ کھل گیا۔

حضرت سید خاوند محمود نقشبندیؒ:

آپ کا تعلق سادات بخارا سے تھا۔ سید شریف کے بیٹے تھے۔ جنکا شجرہ نسب پانچ واسطوں سے حضرت سید علاؤالدین عطار تک پہنچتا ہے۔ آپ اوائل عمر میں حضرت خواجہ اسحاق بیدی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور سلوک و طریقت کی تربیت پانے کے بعد سفر کیلئے سامان باندھا بخارا سے نکل کر کچھ عرصہ گجرات میں قیام کیا اس کے بعد کشمیر تشریف لے آئے۔

شاہ معین الدین نقشبندیؒ:

آپ نے ظاہری و باطنی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ صاحب کشف و کرامات ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے عالم دین بھی تھے۔ اس لحاظ سے کشمیر میں آپ کی تدریس و تبلیغی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔

حضرت خواجہ علاؤالدین نقشبندیؒ:

آپ حضرت خواجہ نظام الدین کے بیٹے تھے۔

حضرت شیخ یعقوب چھتہ بلیؒ:

حضرت شیخ مراد نقشبندیؒ:

آپ ملا محمد طاہر مفتیؒ کے فرزند تھے۔ شروع سے ہی اللہ والوں کی محبت میں بیٹھنے کا اشتیاق تھا۔ ان کے دل میں معرفت الہی کے حصول کا شوق موجزن تھا۔ آپ کا سلسلہ بیعت کبرویہ اور سہروردیہ میں بھی تھا۔ آپنے کشمیر میں روحانی خدمات کے ساتھ ساتھ اشاعت دین اور مسلمانوں کیلئے اپنی زندگی خدمت میں گزاری۔ آپ 1140ھ میں فوت ہوئے اور بورہ گیر میں دفنائے گئے۔

حضرت خواجہ عبداللہ بلخیؒ:

حضرت خواجہ عبداللہ بلخیؒ کا ذکر بھی وادی کشمیر کے اولیاء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ نے ہزارہا لوگوں کو دینی و روحانی فوائد پہنچائے۔ آپ 1127ھ میں حج کی غرض سے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہیں رحلت فرمائی۔

حضرت خواجہ عبید اللہ بخاریؒ:

حضرت خواجہ عبید اللہ فاروقی الاصل تھے۔ آپ حضرت شیخ الیاس کے فرزند تھے جنکا شجرہ نسب حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد کرو:

marfatcom

آپ وادیِ کشمیر کے اولیاء کرام میں نامور گزرے ہیں۔ اپ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔

حضرت شیخ محمد فاضل زون میری ؒ:

حضرت محمد فاضل زون میری کا شمار کشمیر کی وادی میں جید اولیاء اللہ اور صاحب کشف و کرامات بزرگوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے کئی اولیاء کرام سے باطنی فیض پایا۔ انہیں قادریہ سلسلہ میں بیعت کی اجازت تھی۔ آپ کی کئی کرامات ہیں۔

حضرت خواجہ حسین ؒ، حضرت بابا عبدالغفور ؒ، حضرت خواجہ نورالدین آفتاب نقشبندی ؒ، حضرت خواجہ کمال الدین نقشبندی ؒ، حضرت خواجہ سیدالدین نقشبندی ؒ، حضرت خواجہ عبدالکریم نقشبندی ؒ، حضرت خواجہ شاہ نیاز نقشبندی ؒ، آپ حضرت خواجہ عبدالرحیم نقشبندی ؒ کے فرزند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی، اور دینی علوم سے نوازا آپ نہایت درجہ عبادت گزار تھے۔

حضرت خواجہ محمد شاہ نقشبندی ؒ:

حضرت پیر پیرے شاہ غازی ؒ دمڑیاں والی سرکار کھڑی شریف میرپور آزاد کشمیر۔

حضرت سید سائیں سخی سہیلی سرکار ؒ: حضرت پیر سید علی شاہ صاحب سوہاوی ؒ، حضرت پیر سید جنید شاہ ؒ، حضرت سائیں کملا بادشاہ ؒ، حضرت سائیں علی بہادر خان ؒ، آپ تحصیل باغ کے خوبصورت گاؤں باغ سر کے رہنے والے تھے۔ بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔

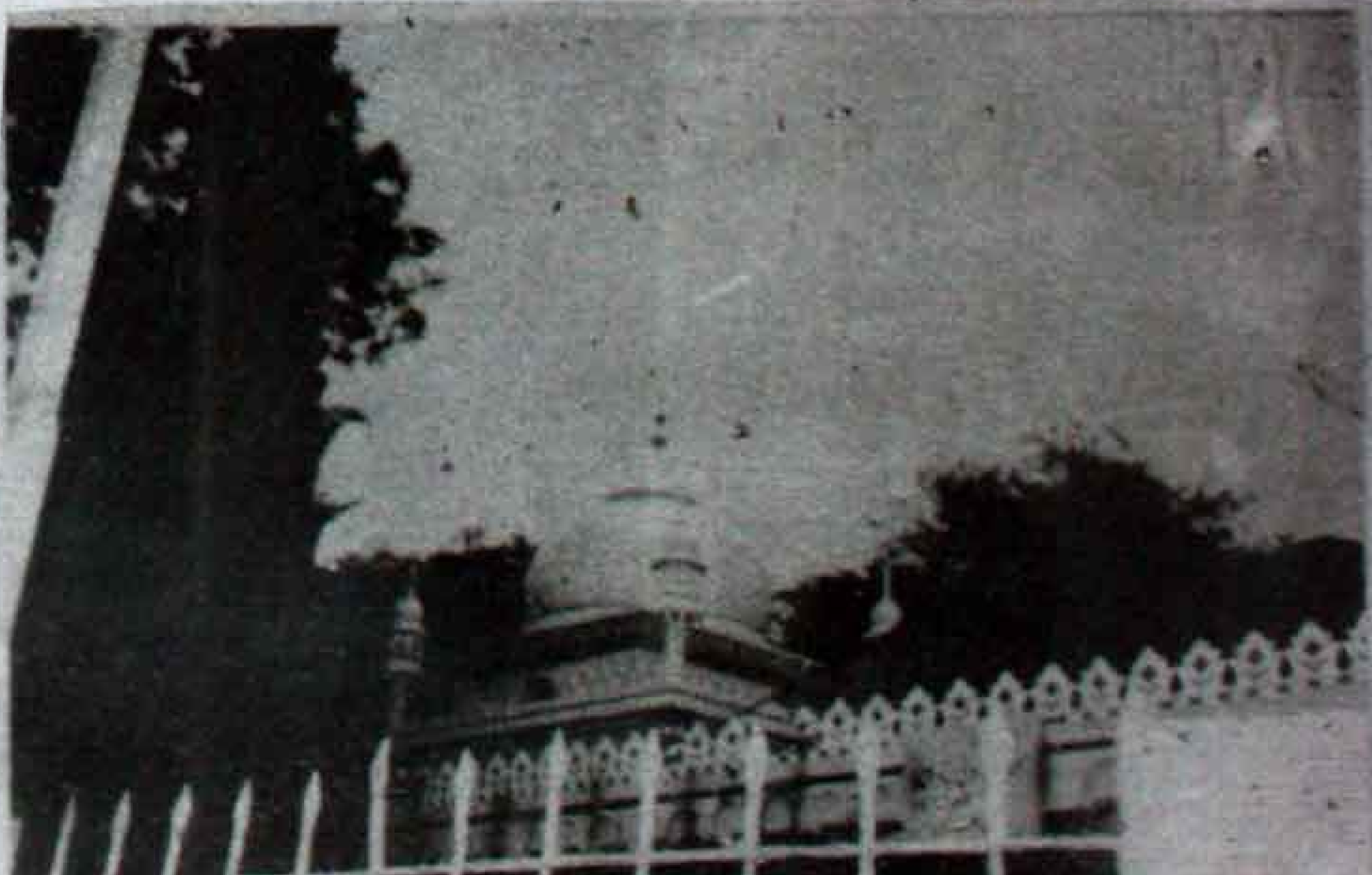

روضہ مبارک عنایت شاہ ولی بادشاہ مظفر آباد

marfat.com

حضرت مائی طوطی صاحبہ :

مائی صاحبہ بہت بڑے درویش اور ولی اللہ ہو گزری ہیں آپ جو منہ سے کہہ دیتی وہ فوراً پورا ہو جاتا ۔ آپ کے مزار پر دن رات مخلوق خدا کا تانتا بندھا رہتا ہے ۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 6 جون کو محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام منایا جاتا ہے ۔ عرس مبارک تقریبات نہایت ہی احسن طریقے سے منائی جاتی ہیں ۔ دن رات زاہرین میں لنگر تقسیم ہوتا ہے ۔

حضرت پیر صبح خان ؒ باڑی گمل :

حضرت پیر صبح خان ؒ کا شمار وادی باغ کے اولیاء کاملین میں ہوتا ہے ۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ زندہ غائب ہو گئے ۔ اس وجہ سے انہیں یہاں کے لوگ زندہ ولی کہتے ہیں ۔ اور گزشتہ تقریباً چار سو سال سے انکا آستانہ باڑی گمل بازار کے نزدیک مرجع خاص و عام ہے ۔

حضرت پیر سید شمس الدین شاہ صاحب گیلانی قادری بدہالوی ؒ :

آپکا مزار بدہال شریف میں ایک روحانی مرکز ہے ۔ 1944ء میں آپکا وصال ہوا ۔

حضرت غلام محی الدین غزنوی ؒ :

آپ بھی بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں آپکا آستانہ نیریاں شریف ضلع پونچھ میں ہے ۔

حضرت باباشادی شہید ؒ :

آپکا ذکر راقم کی پہلی کتاب گجرات تاریخ کے آئینے میں ہو چکا ہے ۔

حضرت پیر سردجے شاہ باجیؒ :

آپ مظفر آباد کشمیر کے اولیاء کرام میں ولی کامل ہیں آپ کا مزار مظفر آباد کے قریب ماچس فیکٹری دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے ۔

حضرت سید شاہ عنایت ولیؒ :

پانچ سو سال ہوئے آپ نے اس پہاڑی علاقہ میں دینی تعلیم کو عام کیا اور روحانیت کی شمعیں روشن کیں آپ گوجر خاں کے نواحی گاؤں سید کسری کے رہنے والے تھے ۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں ۔ آپ کا مزار سنگ مرمر سے تعمیر کیا ہے ۔ جو بہت خوبصورت اور شاندار ہے ۔

حضرت پیر سید محمد علی شاہ ؒ :

حضرت پیر سید محمد علی شاہ کا مزار مبارک مظفر آباد سے دس میل دور شمال مشرق کی طرف کھوڑی کے تاریخی مقام پر مرجع خاص و عام ہے ۔ اور یہاں رات دن زاہرین کا ہجوم رہتا ہے ۔

حضرت سید شاہ حسین بخاری ؒ :

پیر چناسی مظفر آباد اور لیپہ کے درمیان ایک ماہی پشت پہاڑی ہے ۔ اور اسی سلسلہ کے ایک پرفضاء مقام پر حضرت سید شاہ حسین بخاری کا مزار ہے ۔ جو یہاں کے لوگوں میں بے حد متبرک مقدس سمجھا جاتا ہے ۔ قریب و جوار کے لوگ یہاں کثرت سے آتے ہیں ۔ اور عقیدت کے پھول نچھاور کر کے اپنی حاجتیں پوری

marfat.com

ہونے کیلئے دعائیں مانگتے ہیں۔

حضرت پیر اسی مارؒ:

پیر چناسی کے پہاڑی سلسلہ میں آگے جا کر حضرت پیر اسی مار کا مزار ہے۔ جو اس علاقہ کے لوگوں میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔

حضرت پیر ملک صاحب دین گوراہ:

پونچھ کی سرزمین پر دو اولیاء اللہ ہو گزرے ہیں۔ جنکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ زندہ غائب ہوئے ہیں۔ ملایاں قبیلہ سے حضرت پیر مسیح خاںؒ جن کی زیارت باڑی گمل بازار کے نزدیک مرجع خاص و عام ہے۔ اور سدھن قبیلہ سے حضرت پیر ملک صاحب دین خان جن کی بیٹھک گوراہ تحصیل پلندری میں گزشتہ سو سال سے روحانیت کا ایک عظیم مرکز تصور کی جاتی ہے۔

حضرت قبلہ پیر ثانی صاحبؒ، حضرت پیر سید فضل شاہ صاحبؒ آپکا مزار کٹڑی سیداں میں ہے۔

ناگا پیر لوہر کوٹ:

ناگا پیر کوٹ کی زیارت مظفر آباد اور ضلع باغ کی سرحد میں واقع ہے۔ پہاڑ کی بلندی تقریباً ہزار فٹ تک ہے۔

حضرت سائیں ہنسو آف ڈھلی، حضرت بابا جمال شاہ کوٹلی، حضرت بابا شیر شاہ بادشاہ کوٹلی۔

حضرت پیر سید فقیر شاہؒ: آپکا مزار مظفر آباد کے بالائی پہاڑی کے دامن میں ہے۔

حضرت پیر سید مالک شاہؒ دیوان شریف:

حضرت پیر سید ملک شاہ صاحبؒ کا مزار مبارک بتیراں سیداں تحصیل پلندری کے قریب مشرق کی طرف ہے۔

حضرت سائیں کالو بادشاہؒ سرساوہ: حضرت سائیں کالو بادشاہ کا مزار گزشتہ 80 سال سے سرساوہ ضلع کوٹلی میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت پیر سید بڈھا شاہؒ چناٹ۔

حضرت سائیں سید قمر علی شاہ بادشاہ عباس پور:

آپکا مزار مبارک سوہاگ بمقام چھاترہ تحصیل عباس پور میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت سائیں دھیروپ بادشاہؒ:

موضع دھمن پکھوناڑ تحصیل پلندری ضلع پونچھ میں حضرت سائیں دھیروپ بادشاہ کا مزار مبارک ایک خاص روحانی مرکز ہے۔ ان کی بے شمار کرامات ہیں۔

حضرت شاہ سلطان مظفر آباد:

حضرت شاہ سلطان کا مزار مبارک مظفر آباد کے قریب دریائے نیلم کے کنارے ہے۔ گرمیوں کے موسم میں جب پہاڑی برف پگھلتی ہے تو دریائے نیلم کا جوبن دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔ اس دریا میں جب پانی بہت زیادہ ہو تو مزار مبارک تک جاتا ہے اور اس کی موجیں حضرت شاہ سلطان کے پاؤں چوم کر گزرتی ہیں۔ 1993ء کے طوفانی سیلاب کے دنوں سارا مزار پانی میں ڈوب گیا۔ لیکن قبر کو ذرا برابر بھی نقصان نہ پہنچا۔

marfat.com

حضرت عاشق علی مظفر آباد:
آپ کا مزار مبارک مظفر آباد کے محلہ شاہ ناڑہ میں ہے
حضرت سائیں سخی سرکار ڈنہ ڈنگا کوٹ :
حضرت سائیں سخی سرکار کا اصل نام سخی محمد صاحب اور ان کا تعلق یہاں سہو تر کے خاندان سے ہے ۔
حضرت رنگیا امام بخاری حضرت سید رنگیا امام کی بیٹھک رنگیا میں ہے ۔
حضرت سائیں مست بادشاہ :
حضرت سائیں مست بادشاہ کا مزار مبارک موضع منجھاڑی تحصیل پلندری ضلع پونچھ میں ہے ۔
حضرت پیر حبیب اللہ شاہ بخاری بساہنوی :
آپ کا آستانہ مبارک موضع جبی سیداں بساہاں شریف تحصیل حویلی میں ہے ۔
حضرت پیر سید سائیں خاکی شاہؒ:
آپکا مزار مبارک موضع کرہناکھ میں ہے ۔
حضرت میاں عطا محمد مچھیاروی :
حضرت الحاج میاں محمد برکت اللہ جھاگوی :
آپ کا شمار وادی نیلم مظفر آباد کے اولیائے کاملین میں ہوتا ہے ۔ ان کا آستانہ عالیہ دواریاں شریف ہے ۔
حضرت سید منگے شاہ کوٹ جے مل :
حضرت حاجی الف دینؒ کوٹلی :
آپکا آستانہ مبارک کوٹلی آزاد کشمیر میں ہے ۔
حضرت پیر سید بھولا شاہؒ:
آپکا مزار مبارک منگ بجری کے بالکل سامنے نالہ ماہل کے کنارے ایک چھوٹے سے گاؤں آرنیلہ میں گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔
حضرت شاہ محمد غازیؒ:
وادی نیلم مظفر آباد کے ایک موضع میر کلسی میں حضرت شاہ محمد غازیؒ کا مزار مبارک ہے ۔
حضرت حافظ محمد یونسؒ:
حضرت سید علی عمر شاہؒ:
حضرت پیر سید نیاز علی شاہؒ:
حضرت پیر سید نیاز علی شاہ پیراں حسینی قادری چشتی نظامی قدس سرہ العزیز:
پیکر صدق ووفا حضرت پیر سید طفیل حسین شاہ صاحب قادری چشتیؒ
حضرت سائیں عظیم خانؒ:
سائیں یوسف ثانیؒ:

marfatcom

حضرت پہاڑ بادشاہؒ: آپکا مزار مبارک موضع ڈب سوہا تحصیل بھمبر میں ہے۔

حضرت مائی صاحبہ دھنیؒ:

مظفر آباد چھلا بانڈی کے سامنے دریائے نیلم کے بائیں کنارے پر ایک مقام دھنی ہے جسے اب مائی دھنی صاحبہ کہتے ہیں۔

حضرت سید جمعہ شاہ پیر پنجال ، حضرت حاجی سکندر شاہؒ:

مائی ایؒ:

حضرت مستھا باجیؒ:

حضرت سائیں نور علیؒ:

روضہ حضرت سائیں سہیلی سرکار کا بیرونی منظر

marfatcom

ماہنامہ احوال و آثار لاہور	37	ماہ جون 98ء

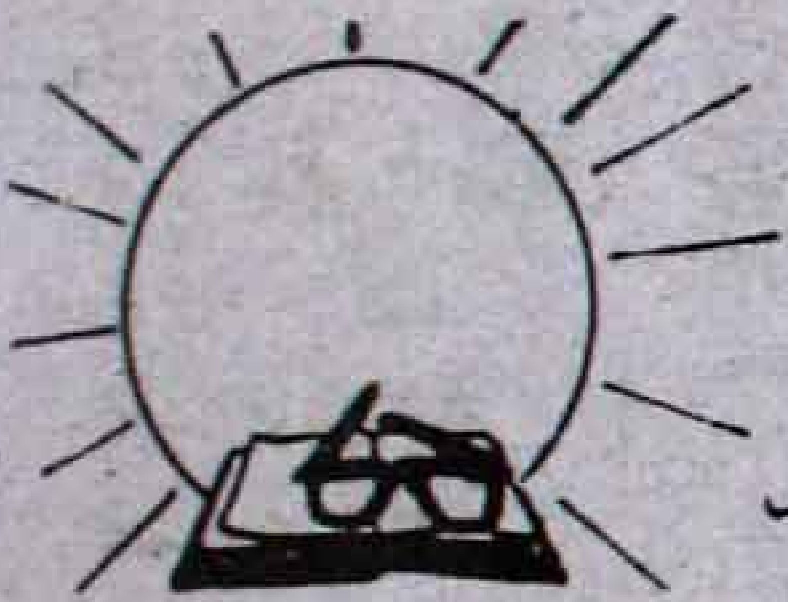

نئی مطبوعات

نام کتاب ------- گجرات تاریخ کے آئینے میں

صفحات ------- ۶۱۶

مصنف ------- ایم زمان کھوکھر (بی۔اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ)

دوسرا ایڈیشن ------- ۱۹۹۸ء

تعداد ------- ایک ہزار

قیمت ------- ۳۰۰ روپے

ناشر ------- یاسر اکیڈمی گلی بالمقابل سیشن ہاؤس کچہری روڈ گجرات

زیرِ تبصرہ کتاب کے مصنف ہفتہ روزہ آئینہ گجرات کے ایڈیٹر، معروف قانون دان اور کئی ایک کتب کے مصنف ہونے کے ناطے کافی پاپولر ہیں موصوف ایک عرصہ سے تاریخی آثار کی تلاش و تحقیق میں سرگرداں ہیں، یہی وجہ ہے کہ دور دراز اور مشکل راستوں سے گذر کر ایک مورخ کی حیثیت سے وہ وادی تحقیق و تصنیف کی منزلیں سر کرتے چلے جا رہے ہیں ایم زمان کھوکھر کے سلسلہ تحقیقات کی دوسری کڑی ہمارے سامنے ہے اس میں ضلع گجرات میں ولیوں، صوفیوں، عالموں، مجاہدوں، غازیوں، شہیدوں، تاریخی عمارتوں، مزارات اور علم و معارف کے خزانوں کی پوری تصویر نظر آتی ہے ایم زمان کھوکھر کی یہ کاوش بنظر غائر دیکھنے کے بعد ہی یہ رائے دی جا سکتی ہے کہ جناب نے اس سلسلے میں کتنی محنت، عرق ریزی اور جانکاہی کے ساتھ کام کیا ہے۔ مختلف برادریوں، قوموں اور حکمرانوں کا تذکرہ بھی محفوظ ہو گیا ہے۔ بعض نوادرات، نایاب سکے اور پتھر کے مجسموں کی تصویریں جابجا نظر آ رہی ہیں مزارات اور اہم مقامات کی سینکڑوں تصاویر سے مزین یہ کتاب اہل دل کے لئے ایک خوبصورت تحفہ ہے۔ غیر مجلد ٹائٹل کو مختلف تصویروں سے جاذب نظر بنا دیا گیا ہے۔

marfatcom

جہلم کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے

بہادروں غازیوں کی سرزمین جہلم جس کے دامن میں کئی تہذیبیں دفن ہیں۔ ان تہذیبوں کے آثار اسی خطہ کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں زمانہ قدیم سے تاریخ کے اوراق کھلتے اور بند ہوتے رہے۔ پہاڑی سلسلہ کے دامن میں کوہستان نمک کی وجہ سے یہ علاقہ قدیم ترین تہذیب کا گہوارہ رہا۔ حملہ آور تجارتی قافلے اولیاء کرام اس علاقہ سے گزر کر برصغیر میں داخل ہوئے۔ دریائے جہلم نے حملہ آوروں کی للکار کو روکا۔ جہلم کا حوالہ ہندوؤں کی مقدس کتاب مہابھارت میں ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ جہلم کا خطہ بہت ہی قدیمی ہے۔ جہلم کے گردونواح میں ہی سکندر اعظم نے دریا کو عبور کیا۔ جہلم کبھی دریا کے مشرقی کنارے پر آباد تھا۔ تاہم مغربی کنارے پر بھی ایک چھوٹا سا شہر آباد تھا۔ 1532ء میں چند

دریائے جہلم کے کنارے مسجد افغاناں جو شیر شاہ سوری کے دور کی ہے

marfatcom

ماہی گیروں نے یہاں چند مکانات اس ئے قصبے میں تعمیر کئے۔ جہلم میں شیر شاہ سوری کے دور کا اصطبل نما قلعے کے آثار بھی ملتے ہیں۔ سکھوں کے دور میں یہاں قلعے کے آثار پائے جاتے ہیں۔ پرانے قصبے کا نام اندر کوٹ تھا۔ انگریزوں کے دور میں کچھ عرصہ کے لئے جہلم کو ڈویژن ہیڈ کوارٹر بنایا گیا تھا۔ بعد میں یہ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر راولپنڈی منتقل کر دیا گیا۔ کوہستان نمک کی وجہ سے جہلم کو اہم حیثیت حاصل رہی ہے۔ دریائے جہلم پر 1894ء میں تقریباً ایک میل لمبا پل تعمیر کیا گیا۔ پاکستان میں یہ پل کافی لمبا شمار کیا جاتا ہے۔ پل پر کھڑے ہو کر جہلم شہر کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ دریا کے کنارے مکانات مسجدوں کے مینار دیکھنے والوں کے لئے باعث کشش بنتے ہیں۔ گرمیوں اور برسات کے موسم میں دریا عروج پر ہوتا ہے۔

دریا کے مغربی کنارے پر حضرت سلمان پارس کا مزار بھی ہے۔ جہلم میں صوفی درویش بابا کریم شاہ کا مزار بھی ہے۔ اسی کنارے پر افغان مسجد بھی مشہور ہے جو شیر شاہ سُوری کے دور کی بتائی جاتی ہے۔ جہلم صنعتی شہر ہونے کے علاوہ یہاں لکڑی کی بہت بڑی منڈی ہے۔ بڑے قصبوں میں دینہ جہاں سے منگلا میر پور کو سڑک جاتی ہے اور دینہ ہی سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر نالہ گھان کے کنارے شیر شاہ سُوری کا تعمیر کردہ قلعہ روہتاس بھی ہے۔ جہلم سے تقریباً 20 میل کے فاصلہ پر ٹلہ جوگیاں واقع ہے۔ سلسلہ کوہستان نمک تقریباً ساڑھے 3 ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ ماضی میں یہ ٹلہ ہندوؤں کے مذہبی پیشوا گورکھ ناتھ بال ناتھ پورن بھگت کے لئے مشہور رہا۔ اس مقام پر ہندوؤں کی عبادت گاہیں تعمیر کی گئی ہیں اور صحت افزاء مقام ہے۔ 1748ء میں احمد شاہ درانی نے ٹلہ جوگیاں پر قبضہ کیا۔ ٹلہ جوگیاں کے علاوہ سوہاوہ، دھمیک جو تاریخی قبضہ ہے، قدیمی گزرگاہ اس علاقہ میں تھی۔ شہاب الدین محمد غوری کا مزار بھی اسی مقام پر ہے۔ اس کے علاوہ جلالپور شریف، پنڈ داد نخان، دلاور، للہ، جہلم کے مشہور قصبے ہیں اور پنڈ داد نخان کو تحصیل کا درجہ حاصل ہے۔ جہلم کے خطہ میں سکندر اعظم کے علاوہ محمود غزنوی، محمد غوری، امیر تیمور، ظہیر الدین بابر، شیر شاہ سُوری، ہمایوں اور دوسرے مغل بادشاہوں کے علاوہ درانیوں، سکھوں کی عمل داری میں یہ علاقہ رہا۔

جہلم کے ضلع میں مشہور اقوام گکھڑ، جنجوعہ، راجپوتوں کی مختلف قسمیں سادات، قریشی، کھوکھر، جالب، اعوان، میرا، کھوٹ، جٹ، پھپھرا، للہ، جوٹالہ، گجر، مغل، شیخ اور دیگر اقوام آباد ہیں۔ جہلم زراعت کے علاوہ زیادہ پہاڑی سلسلہ ہے۔ کانوں سے نمک کوئلہ، جپسم اور دیگر معدنیات پائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں ٹیکسٹائل مل جو فوجی ٹیکسٹائل مل کے نام سے مشہور ہے۔ شیشے کا کارخانہ، سگریٹ سازی کی فیکٹریاں، چپ بورڈ کے علاوہ سیمنٹ کے کارخانے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت بڑی فوجی چھاؤنی بھی ہے۔ تعلیمی اداروں کے علاوہ میونسپل کمیٹی، مارکیٹ کمیٹی، ضلع کونسل، کنٹونمنٹ بورڈ اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ انتظامی امور کے دوسرے دفاتر بھی یہاں قائم ہیں۔ پہلے ضلع جہلم کی حدود جہلم کے مغربی کنارے سے شروع ہوتی تھی جو اب پی کی پہاڑیوں تک بڑھا دی گئی ہے۔ دوسری جانب اس ضلع کی تحصیل چکوال کو ضلع کا درجہ دے کر علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ جہلم کے مشرق کی جانب آزاد کشمیر، منگلا ڈیم اور ماٹی منگلا کا مشہور قلعہ ہے۔ منگلا کے مقام پر ڈیم تعمیر کر کے نہریں نکالی گئی ہیں اور پن بجلی پیدا کی جارہی ہے۔ مغرب کی جانب ضلع چکوال اور منڈی بہاؤالدین کی سرحدیں ہیں۔ شمال کی جانب راولپنڈی اور جنوب کی جانب گجرات ہے۔ سرائے

marfatcom

عالمگیر کا علاقہ جو گجرات سے علیحدہ کر کے جو تقریباً 1590 دیہات پر مشتمل ہے، سرائے عالمگیر میں پران، کھوہار کے علاوہ کئی قدیمی بستیاں جو دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر ہیں، نہر جہلم پر جگو، علی بیگ، جاتلاں ہیڈ تعمیر کئے گئے ہیں تاکہ پانی کی سرکش لہروں کو قابو کیا جا سکے۔ مقامی آبادیاں نہر کے اس پانی سے محروم ہیں وہ پانی کو دیکھ تو سکتے ہیں لیکن استعمال نہیں کر سکتے۔ پاک فوج میں زیادہ تعداد جہلم اور چکوال کے علاقے کی ہے۔ 1971ء کی جنگ میں سب سے زیادہ جنگی قیدی اسی علاقے کے تھے۔ پہاڑی علاقہ ہونے کے علاوہ جہلم کی سرحدیں کشمیر سے جا ملتی ہیں۔ یہاں پر قدم قدم پر برساتی نالے اور آبی گزرگاہیں ہیں۔ جہلم کئی سڑکوں سے ملک کے دوسرے شہروں سے ملا ہوا ہے۔ یہاں میرپور آزاد کشمیر کے لئے، راولپنڈی اسلام آباد کے لئے، گجرات لاہور کے لئے، سرائے عالمگیر اور بھمبر کے لئے، ٹلہ جوگیاں دارا پور اور چکوال کے لئے بھی سڑکیں یہاں سے جاتی ہیں۔ جہلم کا علاقہ قدیمی دور سے ہی حملہ آوروں اور تجارتی قافلوں کی گزرگاہ رہا۔ پائی کوٹی، ابدوپور، دارا پور کے کھنڈرات اس بات کے داعی ہیں کہ جہلم کی سرزمین قدیم ترین تہذیبوں میں سے ہیں۔ اس علاقہ کی خوش قسمتی ہے کہ فاتح ہند شہاب الدین محمد غوری کا مزار اس سرزمین پر ہے۔ اس کے علاوہ چار انبیاء کرام کے مزارات بھی جہلم کی سرزمین میں ہیں۔ جن کا ذکر تفصیلاً کتاب میں کیا گیا ہے۔

جہلم میں شیر شاہ سوری کا اصطبل

marfatcom

جہلم میں حضرت حام علیہ السلام حضرت قتلان علیہ السلام، المعروف پیر شہاب، حضرت قینان علیہ السلام المعروف سلمان پارس، حضرت فرطوش علیہ السلام کے مزار

حضرت حام حضرت قتلان مرسل اور حضرت مرطوش انبیاء کرام سے ہیں

جہلم کی سرزمین بہت پرانی ہے۔ ہندوؤں کی مقدس کتاب مہابھارت میں بھی جہلم کا ذکر پایا جاتا ہے۔ لیکن جہلم کے قدیمی ہونے کی سب سے بڑی دلیل اس خطہ میں دو مرسل اور دو انبیاء کرام کے مزارات ہیں۔ حضرت حامؑ کا مزار تحصیل پنڈ دادنخان کے قریب غریب وال سیمنٹ فیکٹری کے نزد روال میں ہے۔ روال کے لئے چن وال سے تھوڑے فاصلہ پر مجاہد آباد چوک سے پکی سڑک جاتی ہے۔ حضرت قتلانؑ المعروف پیر شہاب کا مزار جہلم سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر جی ٹی روڈ کے کنارے رانی گھی ملز کے پاس ہے۔ حضرت قینانؑ کا مزار دریائے جہلم کے کنارے ہے جو حضرت سلیمان پارس کے نام سے مشہور ہے۔ جہلم میں چوتھا مزار حضرت فرطوشؑ ہے جو ٹاہلیاں والا روڈ کے قریب راجہ مقصود نمبردار کی رہائش گاہ کے قریب ہے۔ یہ چاروں مزار پختہ تعمیر کئے گئے ہیں۔ حضرت حامؑ جو حضرت نوحؑ کے بیٹے بیان کئے گئے ہیں، حضرت حامؑ کے علاوہ حضرت سامؑ اور یافتؑ بھی حضرت نوحؑ کے بیٹے بیان کئے گئے ہیں۔ ان تینوں کی اولاد دنیا میں پھیل گئی۔

حضرت حامؑ کے 9 بیٹے تھے ان کے نام ہند، سندھ، زنج، نوبہ، کنعان، کوش، قنبیط، بربر، حبش تھے۔

ہند سے ہندوستان آباد ہوا سندھ سے علاقہ سندھ آباد ہوا سنسکرت میں ستان میں رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یعنی ہندو کے رہنے کی جگہ بعد میں یہ لفظ ہندوستان بن گیا۔ حضرت سامؑ کے بھی 9 بیٹے تھے ان کے نام ارفخشد، کیومرث، اسود، یفن، لورج، لاد، عیلم، ارم، یودہیں۔ حضرت یافتؑ کے 11 بیٹے تھے ان کے نام روس، چین، صقلاب، سمار، خلخ، ترک، سدسان، یارج، فشخ، خرر، عزہیں۔ حضرت حامؑ کا روضہ پہاڑوں کے دامن میں گھنے درختوں میں ہے۔ روضہ کی لمبائی چھبیس گز ہے۔ گلیانہ گجرات کے حافظ شمس الدین گلیانوی نے 1886ء کے لگ بھگ مزار کی نشاندہی کی اور مزار کو پختہ تعمیر کرایا۔ مابعد حاجی فرمان نے مزار کو 1994ء کے لگ بھگ مزار کو از سر نو تعمیر کروایا۔ راقم نے صاحب مزار کی تاریخ رسالہ "آئینہ" گجرات میں شائع کی۔ حضرت حامؑ کے بارے مضمون اخبار نوائے وقت میگزین اور ماہنامہ "حکایت" میں بھی شائع ہوا تھا۔ حالیہ دنوں میں حاجی فرمان نے جو ان دنوں گجرات کے قصبہ کڑیانوالہ کے قریب جسو سرائے میں حضرت نعماطوسؑ کے مزار پر ہوتے ہیں، چار دیوار کمرہ تعمیر کروایا۔ حافظ شمس الدین نے اپنے قلمی نسخہ انوار الشمس میں حضرت حامؑ کے روضہ کو بہت بابرکت قرار دیا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔ یہ مزار گھنے درختوں کے دامن میں ہے۔ شمال کی جانب سنگلاخ خشک پہاڑ ہیں۔ مغرب کی جانب کوہستان نمک کا سلسلہ ہے۔ مزار کے قریب ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے ہزاروں سالوں سے بہہ رہے ہیں۔ مقامی آبادی چشموں کے پانی سے زمینوں کو سیراب کرتی ہے مزار ایک پرسکون جگہ پر ہے۔ انوار الشمس میں حضرت حامؑ کے بارے میں ایک طویل پنجابی شعروں میں ذکر کیا گیا ہے۔

marfatcom

حضرت قسلان ؒ کا مزار جہلم سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر جی ٹی روڈ پر رانی گھمی ملز کے پاس ہے۔ حضرت قسلان ؒ حضرت داؤدؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 326 نمبر شمار 402 کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت قسلان ؒ بیان کیا گیا ہے۔ جو پیر شہاب کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب رسولوں سے جا ملتا ہے۔ جس مقام پر یہ مزار ہے یہ بھٹیال کے نام سے کوئی بستی تھی۔ مزار چھوٹے چھوٹے پہاڑوں میں ہے۔ مزار پر چھت بھی ہے اور گنبد بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کی لمبائی 18 گز کے قریب ہے۔ قریب مسجد بھی زیر تعمیر ہے۔ قدیم دور میں گنبد مینار کا رواج نہیں تھا۔ اللہ کے نیک بندوں کے مزار لمبے تعمیر کئے جاتے تھے۔ غالباً اس دور میں لمبے مزار تعمیر کرنے کا رواج تھا۔ برصغیر میں انبیاء کرام ان کے خلفاء غازیوں شہداء جو قدیم دور میں یہاں آئے، ان کے مزار لمبے ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں کی آمد اس دور میں ہوئی جب تاریخ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ مزار پر محکمہ اوقاف نے قبضہ کر رکھا ہے۔

تیسرا مزار دریائے جہلم کے کنارے ہے۔ صاحب مزار کا نام حضرت قیبان ؒ ہے اور سلیمان پارس کے نام سے مشہور ہے۔ حافظ شمس الدین کے ہاں ملنے والے قلمی نسخہ کے مطابق صاحب مزار کا شجرہ یوں تحریر کیا گیا ہے۔ حضرت قیبان بن حضرت مملایل ؒ بن حضرت انوش ؒ مزار شریف جہلم میں لکڑی منڈی مشہور سلیمان پارس۔ قدیم دور میں انسانی آبادیاں آبی گزرگاہوں، دریاؤں کے کنارے پر آباد تھیں۔ حق و باطل کے کئی معرکے دریاؤں کے کنارے ہوئے۔ پرانے زمانہ میں پانی ہی سرمایہ حیات تھا۔ حضرت قیبان ؒ کا مزار پختہ تعمیر ہے۔ مزار کی لمبائی 9 گز کے قریب ہے۔ مخلوق خدا دن رات یہاں حاضری دیتی ہے۔ دریائے جہلم کا پانی بڑے آرام وسکون اور ادب سے گزرتا ہے۔ یہ مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ یہاں پر وضاحت کرتا چلوں کہ انبیاء کرام کے مزار پر قوالی کرانا باعث نقصان ہے۔ مشاہدہ میں آیا ہے کہ انبیاء کرام کے مزار پر قوالی کرانے والوں نے بہت نقصان اٹھایا۔ 9 گز لمبے مزارات کے قریب ٹبے ٹیلے تباہ شدہ بستیوں آبی گزرگاہوں اور قدیمی راستوں کے آثار ملتے ہیں۔ شاید یہ بستیاں جنگ وجدل حق و باطل کے معرکوں یا قدرتی آفات یا قہر خداوندی عذاب الٰہی سے غرق ہوئی ہوں۔ ان تباہ شدہ بستیوں سے انسانی آبادی کے آثار مٹی کے برتنوں کے ٹکڑوں چکیوں کے پاٹ بچوں کے مٹی کے کھلونے ملتے ہیں۔

جہلم میں چوتھا 9 گز لمبا مزار ٹاہلیاں والا روڈ کے قریب ہے۔ نمبردار مقصود احمد کی رہائش کے نزدیک ہے۔ مزار کی لمبائی 9 گز ہے۔ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ چار دیواری بھی ہے۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 328 نمبر شمار 479 کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت فرطوش ؒ ہے۔ آپ کا سلسلہ بھی انبیاء کرام سے جا ملتا ہے۔ دریائے جہلم اس مزار سے تھوڑے فاصلے پر بہتا ہے۔ قریب ہی میراں سرکار ؒ کا روضہ مبارک بھی ہے۔ اللہ کے چار نیک بندے جہلم کی سرزمین پر آرام کر رہے ہیں جو اس بات کے داعی ہیں کہ جہلم کا خطہ بہت قدیمی اور روحانی ہے۔

جہلم ہی کے علاقہ دارا پور کے قریب ایک سڑک کوٹلی شاہانی داخلی کوٹلی سیداں کی طرف جاتی ہے۔ کوٹلی سیداں سے ایک کچا راستہ ٹبہ ملیاراں کی طرف جاتا ہے۔ یہ ٹبہ بہت پرانا ہے اور کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے اس ٹبہ کے گردونواح میں کئی چھوٹے چھوٹے ٹبے ہیں۔ ٹبہ سیدانوالہ پر حضرت فیلقوس ؒ کا مزار بیان کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت قاضی سلطان محمود صاحب ؒ آف اعوان شریف گجرات کے ہاں ملنے والے قلمی نسخہ

marfatcom

غروۃ الوثقی مجموعہ یادداشت قلمی میں یہ نام درج ہے ۔ اس ٹبہ سے جانب شمال قدیمی اور تاریخی مقام ٹلہ جوگیاں ہے ۔ پہاڑ کے نیچے ناڑ مشہور قصبہ ہے. جہاں قیام پاکستان سے قبل بہت بڑا میلہ لگتا رہا۔ ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے ہندو یہاں آتے تھے ۔ ہندوؤں کے مذہبی پیشوا گرو جوگی ناتھ یہاں قیام کرتے تھے ۔ ہندی میں ناتھ بزرگ بڑے مذہبی پیشوا کو کہتے ہیں۔

منگلا روڈ ٹنکودر میں حضرت معصوم شاہؒ کا مزار

دینہ سے ایک سڑک منگلا میرپور کی طرف جاتی ہے ۔ اس سڑک کے جانب جنوب مشہور قصبہ نکودر ہے ۔ نکودر ایک قدیمی بستی ہے ۔ اس مزار کے قریب ہی حضرت معصوم شاہ کا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ مزار پر گنبد بھی ہے ۔ مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے مزار کے قریب چھوٹے چھوٹے ٹبے ٹیلے ہیں جو کسی پرانی بستیوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو تباہ و برباد ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہیں ۔ حضرت معصوم شاہؒ کی آمد اور وصال کی تاریخ معلوم نہیں ہو سکی ۔ مقامی آبادی اور گرد و نواح کے لوگ مزار پر پوری عقیدت و احترام سے حاضری دیتے ہیں ان لوگوں کے مطابق صاحب مزار اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے ہیں ۔ نیت لے کر جو بھی یہاں حاضر ہوتا ہے اس کی دینی و دنیاوی خواہشات پوری ہوتی ہیں ۔ اس احاطہ میں ایسے درخت بھی پائے جاتے ہیں جن کی عمریں سینکڑوں سال ہیں جو اس بات کے داعی ہیں کہ نکودر کی بستی ہزاروں سالہ قدیمی ہے ۔

marfatcom

جہلم کا تاریخی پس منظر

****

قدیم تاریخ: ضلع جہلم کا نام اس کے مرکزی شہر جہلم سے حاصل کیا گیا ہے۔ جو کہ الفاظ کا مجموعہ ہے۔ "جل اور ہم" جل کا مطلب پانی اور ہم کا مطلب یکجا یا ٹھنڈا پانی یہ دونوں الفاظ سنسکرت کے ہیں جو کہ بعد میں علاقائی زبان میں بگڑ کر جہلم بن گیا عام طور پر اس نام کو جہلم شہر کے ساتھ ساتھ بہنے والے دریائے جہلم کے ٹھنڈے پانی کے حوالے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جو کہ برفانی پہاڑیوں سے بہتا ہوا ایک ضلع سے گزرتا ہے۔ مختلف تاریخوں کے حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ سات آٹھ ہزار سال قبل مسیح عراق و عرب سے دراوڑ پاکستان کے بعض علاقوں میں جن میں جہلم بھی شامل ہے۔ آکر آباد ہوئے یہ نیم حبشی نسل اور پست قدو قامت کے مالک تھے۔ ان کی مادری زبان "منڈ" یہ ہڑپہ اور موہنجو داڑو اپنے نشانات چھوڑ چکے ہیں انہی لوگوں نے پتھر کے ہتھیار بنائے اور ان کی تباہی کے بعد آریہ دور شروع ہوا۔

جہلم دلیر بہادر شہیدوں اور غازیوں کی سرزمین ہے۔ اور پنجاب کا نہایت اہم علاقہ ہے۔ یہ ضلع اپنی تاریخی اور جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے ہر دور کے حکمرانوں کی نگاہ کا مرکز رہا۔ یہ ضلع اپنے سینے میں بہادری اور شجاعت کی ان مٹ داستانیں سموئے ہوئے ہے۔ اس ضلع کے سپوتوں نے وطن عزیز کی عزت، خدمت کی خاطر اس زمانے میں لازوال قربانیاں پیش کیں۔ ان کے خون سے ہی وطن عزیز کے مرغزار رنگ ہوئے اور کھیتیاں لہلہارہی ہیں۔ کارخانوں کی چمنیاں دھواں اگل رہی ہیں۔ یہ علاقہ ماضی کی عظمتوں کا امین ہے۔

آریاؤں قیامت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ باہر سے نہیں آئے تھے بلکہ یہ وادی سندھ کی تہذیب سے بھی پہلے یہاں آباد ہوئے تھے۔ جبکہ بعض مورخین کا خیال ہے۔ کہ آریہ وسط ایشیاء کی اونچی نسل کی قوم تھی جو کہ پندرہ سو سال قبل مسیح پاکستان کے علاقوں کوہ ہندو کش کے راستے پنجاب میں وارد ہوئے ان کی زبان سنسکرت کی اس زمانے میں جبکہ علم ناپید تھا۔ اور لوگ زیادہ تر منتر یاد کیا کرتے تھے۔ سب سے قدیم کتاب جو کہ آریائی قوم نے تحریر کی اس کا نام رگ وید تھا۔ اور یہ کتاب جہلم کے وادیوں میں تحریر کی گئی۔ آریہ قوم سورج کی پوجا کرتی تھی۔ اور اس مقصد کیلئے انہوں نے ٹلہ کی پہاڑی کو موزوں سمجھا تھا۔ اور یہاں سورج دیوتا کی پوجا کرتے تھے۔ ٹلہ جوگیاں ہندوؤں کا بھی قدیم حصہ رہا ہے۔ یہاں پر ہندو جوگی پوجا پاٹ وغیرہ کرتے تھے۔ اس لئے ٹلہ پہاڑی کا نام ٹلہ جوگیاں پڑا۔ ٹلہ کی پہاڑی مری کے بعد سب سے بلند مقام ہے۔ اور سالٹ رینج کے سلسلہ میں ضلع جہلم میں ہی واقع ہے۔

آریاؤں کے بعد اشوک اعظم کا زمانہ آتا ہے۔ جو کہ بدھ مذہب کا پیروکار تھا۔ اور اس کی حکومت سندھ، بلوچستان، پنجاب، بشمول جہلم پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد انہی علاقوں پر راجہ کش کی حکومت رہی جہلم کے قریب موضع ملوٹ میں بدھوں کے اب بھی آثار پائے جاتے ہیں۔

مشہور فاتح عالم سکندر اعظم بچپن سے سنتا آیا تھا کہ ایرانیوں نے یونان پر حملہ کرکے یونانیوں کا بے دریغ خون بہایا

marfatcom

تھا۔ چنانچہ وہ ایرانیوں سے انتقام لینے کی خاطر ایرانیوں پر حملہ آور ہوا۔ اور ایران کے بادشاہ دارا کو شکست دے کر اسے قتل کیا بعض مورخین کا خیال ہے کہ ایرانی فوج کے کچھ فوجی میدان جنگ سے فرار ہو کر افغانستان، پنجاب اور سندھ میں چھپ گئے تھے سکندر ان فوجیوں کی سرکوبی کیلئے کوہ ہندوکش کے راستے افغانستان سے ہوتا ہوا پاکستان کے موجودہ شمال مغربی علاقوں میں داخل ہوا۔ (326) تین سو چھبیس قبل مسیح میں سکندر نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور ٹیکسلا کے مقام پر اس علاقے کے حکمران راجہ امبھی سے اس کا آمنا سامنا ہوا۔ راجہ امبھی نے سکندر اعظم سے بغیر مقابلے کے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ جہلم کے پار گجرات اور شاہ پور کے علاقوں پر راجہ پورس کی حکمرانی تھی۔ اور راجہ امبھی اور راجہ پورس کی آپس میں مخالفت تھی۔ چنانچہ راجہ امبھی نے سکندر کو اسی پر حملہ کرنے کی ترغیب دی جس پر سکندر نے راجہ پورس کو اطاعت قبول کرنے کیلئے پیغام بھیجا راجہ پورس نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ جس پر سکندر نے پورس کے خلاف لڑائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ درمارگلہ پہاڑیوں سے ہوتا ہوا چھوٹے چھوٹے سرداروں کو زیر کرتا ہوا جلالپور شریف تحصیل پنڈدادنخان کے قریب پہنچا اور اپنی فوجوں کا کیمپ لگایا۔ اب راجہ پورس اور سکندر کی فوجوں کے درمیان صرف دریائے جہلم ہی حائل تھا۔ سکندر نے دریائے جہلم کو جلالپور شریف کے نزدیک پتن سے عبور کیا۔ جلالپور شریف کے نزدیک جونالہ بہتا ہے کہا جاتا ہے کہ اسی نالے سے سکندر کی فوجوں نے دریا عبور کیا اور اسی کی مناسبت سے اس کا نام الیگزینڈر پڑ گیا جو آج گڑ کرنالہ کھنڈر ہے۔ دریا کے اس پار ضلع گجرات کے مقام پر دونوں فوجوں کے مابین گھمسان کا رن پڑا جس میں راجہ پورس گرفتار ہوا۔ تو سکندر اعظم نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ راجہ پورس نے جواب دیا وہی سلوک جو بادشاہ، بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ جواب سن کر سکندر اعظم بہت خوش ہوا۔ اور اس نے نہ صرف راجہ پورس کو صاف کردیا بلکہ اس کی سلطنت بھی واپس کر دی اور راجہ امبھی کے ساتھ ان کی صلح کرا دی۔

پورس کے بعد چندر گپت موریہ کا زمانہ آتا ہے۔ اس کے بعد راجہ اشوک کا زمانہ آتا ہے۔ اور اس کے بعد راجہ اشوک اس علاقے کا حکمران رہا اور اس کے بعد چندر گپت بکر ماجیت کا دور آتا ہے۔ بکر ماجیت کے عہدے کے جوہرات انگریز دور حکومت میں ریلوے اسٹیشن جہلم کی تعمیر کے وقت کھدائی کے دوران ملے تھے۔

راجہ بکر ماجیت کے بعد مسلمانوں کی پاک و ہند میں آمد تک جہلم کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن جب محمد بن قاسم نے سندھ میں اسلام کا جھنڈا گاڑا تو اس وقت اس نے اپنے ایک جرنیل خدیم بن عبدالمالک کو ضلع جہلم کی سمت بھیجا جس نے روہتاس کے قریب ایک قلعہ فتح کیا اور اس طرح جہلم کی وادیاں نور اسلام سے منور ہو گئی۔ محمد بن قاسم کے بعد سلطان محمود غزنوی نے 1001ء ہندوستان پر پہلا حملہ کیا۔ 1012ء میں سلطان محمود غزنوی نے اپنے نویں حملے کا آغاز کرتے ہوئے جہلم کا رخ کیا اس وقت اس علاقہ میں راجہ جے پال دوم کی حکومت تھی۔ راجہ جے پال دوم نے نندناں نزد باغاں والی تحصیل پنڈدادنخان کے مقام پر ایک مضبوط قلعہ تعمیر کر رکھا تھا۔ راجہ جے پال دوم سلطان محمود غزنوی کے حملہ کی اطلاع پا کر اپنے بیٹے بھیم پال کو سلطنت کا نگران مقرر کرکے خود پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ بھیم پال نے شکست کھائی اور نندناں کا قلعہ محمود غزنوی کے قبضہ میں آگیا۔ اس طرح یہ علاقہ محمود غزنوی کے قبضہ میں آجانے کی وجہ سے یہاں پر اسلام کی روشنی پھیلنے لگی۔ اس قلعہ نندناں میں عظیم مسلمان

marfat.com

سائنسدان مورخ ریاضی نے دنیا کا قطر معلوم کیا اور یہ ثابت کیا کہ کرہ ارض کا مقام وسط قلعہ نندناں ہے۔ البیرونی کی یاد لوگوں کے دلوں میں تازہ رکھنے کیلئے گورنمنٹ ڈگری کالج پنڈدادنخان کا نام البیرونی کے نام پر رکھ دیا گیا ہے۔ گویا کرہ ارض کا مقام وسط بھی یہی ضلع جہلم کی سرزمین ہے۔ محمود غزنوی کے بعد شہاب الدین محمد غوری بھی ہندوستان پر حملہ آور ہونے کیلئے اس علاقے سے گزرا اور ہندوستان میں اپنی حکومت کے قیام کے بعد 1206ء کو واپس جاتے ہوئے کوٹ دھمیک تحصیل سوہاوہ کے مقام پر گکھڑوں نے اس کے خیمہ میں گھس کر اسے قتل کر دیا۔ جبکہ وہ نماز مغرب کی تیاری کر رہا تھا۔ شہاب الدین محمد غوری کا مزار کوٹ دھمیک تحصیل سوہاوہ کے مقام پر اب بھی موجود ہے۔ لیکن گکھڑ اسے ایک وحشی قبیلہ کھوکھر کی کارستانی قرار دیتے ہیں۔ غوری کے بعد ضلع جہلم میں مختلف قبیلوں نے اپنی اپنی حکومتیں قائم کر لیں اور آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ ان میں گکھڑ، گجر، جنجوعے، کھوکھر اور جانبٹ قابل ذکر ہیں۔

1251ء میں سلطان بہلول لودھی نے پنجاب پر قبضہ کر لیا جس میں جہلم بھی شامل تھا۔ بہلول لودھی کے بعد مغل سلطنت کے بانی محمد ظہیر الدین بابر نے 1523ء میں جہلم کی طرف پیش قدمی کی تو جنجوعوں نے فوراً اطاعت قبول کر لی اور بابر کے ساتھ وفاداری کا عہد کیا۔ جس کے جواب میں بابر نے نہ صرف ان کا علاقہ ان کے پاس رہنے دیا بلکہ اپنی فوج میں بھی گکھڑ سرداروں کو اعلیٰ عہدے دیئے۔ 1540ء میں جب فرید خان المعروف شیر شاہ سوری نے حکومت سنبھالی تو گکھڑوں نے اسے حکمران تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چونکہ گکھڑ مغلوں کے وفادار تھے جبکہ بابر کے بیٹے ہمایوں کو شیر شاہ سوری شکست دے کر ملک بدر کر چکا تھا۔ لہٰذا شیر شاہ سوری نے گکھڑوں کی سرکوبی کیلئے دینہ کے قریب روہتاس کے مقام پر ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ یہ قلعہ تعمیر کراتے ہوئے شیر شاہ سوری نے کہا تھا کہ یہ قلعہ تعمیر کرکے میں نے گکھڑوں کے سینے میں چھرا گھونپ دیا ہے۔ شیر شاہ سوری کی وفات کے بعد 1579ء میں ہمایوں کے فرزند مغل اعظم جلال الدین محمد اکبر نے ضلع جہلم کو سندھ ساگر سرکار میں شامل کر لیا کہا جاتا ہے کہ جلالپور کا نام جلال الدین محمد اکبر کے نام پر جلالپور رکھا گیا ہے۔ چونکہ جلالپور کا پرانا نام گرجاکھ ہے۔ گرجاکھ کا تذکرہ آئین اکبری میں بھی موجود ہے۔ منگلا کا قلعہ منگلا رانی کے نام پر رکھا گیا جو گکھڑ سلطان کی اولاد سے تھی۔ اور مغل حکمرانوں کے ہاں بیاہی گئی تھی۔ اسی منگلا کے حوالے سے منگلا ڈیم کا نام رکھا گیا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد جہلم پر سکھوں نے قبضہ کر لیا۔ 1849ء میں انگریزوں نے پنجاب کے دیگر اضلاع کی طرح ضلع جہلم پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اس لڑائی میں جو چیلیانوالہ کے مقام پر لڑی گئی تھی۔ وہاں مقامی باشندوں کی اکثریت نے سکھوں کا ساتھ دیا مگر گکھڑ، جنجوعہ اور کھوکھر قوم کے چند سرداروں نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور انگریزوں نے کامیابی کے بعد ان سرداروں کو بے پناہ نوازشات سے سرفراز کیا۔

تاریخی ارتقاء: 23 مارچ 1849ء کو انگریزوں نے اپنے دور حکومت میں جہلم کو باقاعدہ ضلع کا درجہ دیا اور اس کا صدر مقام پنڈدادنخان کو رکھا اس وقت پنڈدادنخان پاک و ہند کی بہت بڑی منڈی تھی۔ کلکتہ اور امرتسر کے بعد بلوچستان، ایران، تبت، چین اور عرب ممالک کے درمیان تجارت کا یہ تیسرا بڑا مرکز تھا۔ اس وقت ضلع میں تحصیل پنڈدادنخان کے علاوہ تحصیل چکوال، تلہ گنگ، اور جی ٹی تحصیلیں شامل تھیں۔ اسی سال روہتاس کو تحصیل کا درجہ

دے کر ضلع راولپنڈی سے علیحدہ کر کے ضلع میں شامل کر لیا گیا۔ 1850ء میں مکھنڈ اور پنڈی گھیب جو تحصیل جبی کا حصہ تھیں۔ ضلع راولپنڈی میں شامل کر لیا گیا۔ تحصیل کا بقایا علاقہ تحصیل تلہ گنگ میں شامل کرتے ہوئے تحصیل جبی کو ختم کر دیا گیا۔ اسی سال جہلم کو تحصیل کا درجہ دے دیا گیا۔ تحصیل کا درجہ ملنے سے قبل جہلم ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ جہاں زیادہ تر ملاح آباد تھے۔ جو کشتیوں کے ذریعہ لوگوں کو دریا پار کرایا کرتے تھے۔ دریا کے کنارے جہلم شہر میں محلہ ملاحاں اب بھی آباد ہے۔ ایک روایت کے مطابق جہلم کی بستی کے دوسرے دریا کے کنارے پر سرائے عالمگیر کی بستی آباد تھی۔ وہاں پر بھی ملاح ہی رہائش پذیر تھے۔ پرانی جہلم کے نام سے سرائے عالمگیر کے قریب اب بھی ایک بستی آباد ہے۔ 1850ء میں ہی ضلعی ہیڈ کوارٹر پنڈدادنخان جہلم منتقل کر دیا گیا۔ اور پنڈ دادنخان کو تحصیل کا درجہ دے دیا گیا۔ ضلع کا درجہ ملنے کے بعد جہلم کی بستی میں دیگر اقوام بھی آباد ہونا شروع ہو گئیں۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے جہلم کا شہر روپ دھار گیا۔ پرانی جہلم سے بھی کافی لوگ یہاں آکر آباد ہو گئے۔ 1857ء میں تحصیل تلہ گنگ اور پنڈ دادنخان کے پینسٹھ گاؤں ضلع شاہ پور میں منتقل کر دیئے گئے۔ 1863ء میں ان پینسٹھ میں سے بیس گاؤں واپس جہلم میں ضم کر دیئے گئے۔ اس کے بعد تحصیل تلہ گنگ کو ضلع اٹک میں شامل کر دیا گیا۔ اور ضلع جہلم تین تحصیلوں، جہلم، چکوال اور پنڈ دادنخان پر مشتمل رہا۔ 1985ء سے قبل چکوال کا ضلع بننے تک جہلم کی ایک حیثیت رہی۔

حالیہ تاریخ: 1985ء میں ضلع جہلم کی تحصیل چکوال کو ضلع کا درجہ دیا گیا۔ اس میں تحصیل چکوال کے بعد وہ ضلع اٹک کی تحصیل تلہ گنگ کو بھی شامل کر لیا گیا اور پنڈ دادنخان تحصیل کو بھی تقسیم کرتے ہوئے تھانہ چوآسیدن شاہ کا علاقہ اور تھانہ کلر کہار کا علاقہ ضلع چکوال میں شامل کر دیا گیا۔ اور ضلع جہلم کٹ کر چھوٹا ہو گیا۔ اب اس ضلع میں تین تحصیلیں، تحصیل جہلم، پنڈدادنخان اور سوہاوہ ہیں۔ سوہاوہ کو 1985ء میں ہی تحصیل کا درجہ دیا گیا تھا۔ اس ضلع میں دس تھانہ اور چار چوکیاں تھیں۔ اور دو میونسپل کمیٹیاں، تین ٹاؤن کمیٹیاں اور اڑتیس یونین کونسلیں اور ایک ضلع کونسل تھی۔ لیکن حال ہی میں اس کے علاقہ میں سب تحصیل سرائے عالمگیر کا مورخہ 10 جون 1993ء سے اضافہ کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی ہر چیز میں اضافہ ہو گیا۔ اور اس میں ایک تھانہ سرائے عالمگیر ایک چوکی سرائے عالمگیر ایک ٹاؤن کمیٹی ایک بلدیہ کمیٹی سات یونین کونسلیں شامل ہو گئیں۔ اور تھانہ سرائے عالمگیر کے ایک سو بائیس گاؤں بھی اس ضلع میں شامل ہو گئے۔ اس ضلع میں جہلم اور منگلا کے مقام پر دو اہم اور خوبصورت چھ... بھی ہیں۔

ضلع ... پاکستان کے شمال مشرقی حصہ میں دریا جہلم کے کنارے پر واقع ہے۔ اور راولپنڈی کا ایک اہم انتظامی یونٹ ہے۔ اس کے شمال کی طرف ضلع راولپنڈی ضلع چکوال اور ضلع میرپور آزاد کشمیر کا علاقہ ہے۔ جنوب کی طرف ضلع گجرات ہے۔ اور سرگودھا کی سرحدیں ہیں۔ جنوبی اطراف میں ضلع خوشاب اور چکوال ہیں۔ یہ ضلع 79 طول بلد 26 - 36 عرض بلد پر واقع ہے۔

اس ضلع کی زمین کٹی پھٹی سطح مرتفع پوٹھوہار پہاڑی، میدانی اور ندی نالوں پر مشتمل ہے۔ اس ضلع میں نالہ گھان،

marfatcom

بھناؤ اور نالہ کھندر ، بڑے بڑے برساتی نالے ہیں ۔ تحصیل جہلم مشرقی طرف دریائے جہلم کے کنارے اور جہلم کی تحصیل پنڈدادنخان کی طرف دریائے جہلم کے کنارے زمین ہموار ہے ۔ کوہستان نمک کے دامن میں یہ علاقہ میدانی ہے اور کاشتکاری کے لحاظ سے ضلع کا یہ بہترین علاقہ ہے ۔ رہریالہ جالب سے لے کر پنڈدادنخان تک کا یہ علاقہ زیر زمین پانی کڑوا ہو جانے کی وجہ سے شوریدہ اور زمین کلراٹھی ہو گئی ہے ۔ جہاں اب کوئی فصل کاشت نہیں ہو سکتی ۔ اس کے شوریدہ اور کلراٹھی ہونے کی وجہ سے بہنے والا نمکین پانی ہے ۔ تحصیل سوہاوہ پوٹھوہار ہے جبکہ تھانہ دینہ اور تھانہ سوہاوہ جس میں ڈھیلی کی بھی کچھ علاقہ شامل ہے ۔ میں جنگلات ہیں ۔ ڈومیلی کے علاقہ میں نیلی سلسلہ کوہ ہے ۔ تحصیل جہلم میں ٹلہ سلسلہ ہائے کوہ ہے ۔ جبکہ تحصیل پنڈدادنخان کوہستان نمک کے دامن میں واقع ہے ۔ کوہستان نمک جلالپور شریف سے شروع ہو کر کالاباغ تک جاتا ہے ۔ پہاڑی سلسلے بھی جنگلات کی دولت سے مالا مال ہیں ۔ تین بڑے برساتی نالوں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ۔ برسات میں جن کا پانی آجاتا ہے ۔ تو یہ لوگوں کی آمدورفت کیلئے سخت مشکلات کا باعث بنتے ہیں ۔

جہلم سطح سمندر سے 750 فٹ بلندی پر واقع ہے جبکہ ضلع جہلم کی سب سے بلند پہاڑی ٹلہ جوگیاں سطح سمندر سے تقریباً 3191 فٹ اونچائی پر واقع ہے ۔

جہلم کے قریب راٹھیاں میں بابا حضرت دیوان المعروف سہارن بخشؒ کا مزار

جہلم سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی راٹھیاں کے نام سے مشہور ہے ۔ راٹھیاں کے قریب قدیمی قبرستان میں حضرت بابا دیوان المعروف سہارن بخشؒ کا مزار ہے ۔ بابا حضرت دیوان المعروف سہارن بخشؒ گجرات کے رہنے والے تھے

marfatcom

اور مرشد کے حکم پر اسی علاقہ میں رشد وہدایت کے لئے آئے اور یہیں پر وصال ہوا۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ ہر سال آپ کا عرس عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ مقامی آبادی کے مطابق آپ بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ کئی غیر مسلم آپ کی کرامات کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ آپ کی کئی کرامات علاقہ میں مشہور ہیں۔ آپ کا مزار راٹھیاں جی ٹی روڈ کے کنارے ریلوے پل کے قریب ہے۔ یہ دور سے دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے مزار کے قریب ون کریا کے درخت بھی ہیں۔ آپ کے مزار کے قریب پانی کا بہت بڑا تالاب اور بیری کے درخت آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ مقامی روایات کے مطابق جب کوئی جنگل سے دودھ لے کر گزرتا ہندووں کے گرو دودھ کو خون میں تبدیل کر دیتے لیکن جونہی وہ دودھ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو وہ خون سے دودھ میں تبدیل ہو جاتا۔ آپ کی اس کرامت کی وجہ سے کئی غیر مسلم راہ راست پر آگئے۔ راٹھیاں میں راٹھوں کے گھر جو غیر مسلم تھے، کی وجہ سے بستی کا نام راٹھیاں پڑ گیا یعنی راٹھوں کی بستی۔

آستانہ عالیہ نوشاہیہ راٹھیاں ضلع جہلم

****

جہلم سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر جی ٹی روڈ کے کنارے مہاجرین جموں وکشمیر کی ایک بستی آباد ہے جس کا نام کشمیر نگر ہے۔ یہاں پر پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی نے آستانہ عالیہ کا اجراء کر کے رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کی ہوئی ہیں۔ آپ کے خاندان کے بزرگوں نے نوشاہیہ سلسلہ تصوف کے بارے میں سینکڑوں کتابیں لکھیں ہیں۔ پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی 1936ء میں چک سواری میر پور آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ مختلف مدارس میں دینی تعلیم حاصل کی۔ 31 مارچ 1961ء کو برطانیہ بسلسلہ روزگار چلے گئے۔ 25 سال مختلف کارخانوں میں دن رات کام کیا۔ جب آپ برطانیہ گئے تو اس وقت وہاں مسلمان کاروبار اور رہائش کے سلسلہ میں کافی مشکلات میں تھے۔ اور جو بھی مسلمان داڑھی رکھ کر برطانیہ جاتا واپسی پر وہ کلین شیو پاکستان آتا۔ لیکن آپ نے سنت نبوی کی پیروی کی۔ برطانیہ میں جس گھر میں رہائش پذیر تھے وہاں 25 افراد ایک گھر میں رہتے تھے۔ ان دنوں برطانیہ میں علماء کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا اور یہ لوگ مذہب کے بارے میں کچھ نہ جانتے تھے۔ ان دنوں برطانیہ میں اہل سنت کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔ آہستہ آہستہ تارکین وطن نے اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر جانا شروع کر دیا۔ آپ نے بچوں کو دینی تعلیم دینی شروع کر دی۔ مسلمانوں کے بچوں کو اسلام کی طرف راغب کیا۔

1967ء میں مکان خرید کر اسلام کی تعلیم کے لئے وقف کر دیا۔ دن کو آپ ڈیوٹی دیا کرتے اور رات کو ان بچوں کی پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1963ء میں جمعیت تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی۔ 1968ء میں حج سے واپسی پر مولانا شاہ محمد عارف اللہ کے ہمراہ 6 ماہ تبلیغی دورہ کیا۔ برطانیہ میں اپنے خرچ پر سکول خرید کر مسلمانوں کو منظم کیا۔ مساجد، مدارس کا کام آپ کی کوششوں سے ہوا۔ 1972ء میں ورلڈ اسلامک کمیشن کا

marfatcom

قیام عمل میں آیا۔ اور 1975ء میں کونشن منعقد کی۔ جس میں متفقہ طور پر مولانا شاہ محمد عارف اللہ کو صدر، مولانا اشرف قادری (ہندوستان) جنرل سیکرٹری اور خود نائب صدر اور کونئیر مقرر ہوئے۔ ورلڈ اسلامک کمیشن نے برطانیہ کے علاوہ جرمن، بیلجیم، فرانس میں کام شروع کیا۔ ہالینڈ میں 2، بیلجیم فرانس میں ایک ایک مسجد قائم کی۔ پاکستان ہندوستان کے 500 علمائے کرام کو یہاں مستقل طور پر منظم کیا۔ اور درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ حفظ قرات درس نظامی کا سلسلہ شروع کیا۔ 1973ء میں جامع اسلام میر پور چک سواری کا قیام عمل میں لایا گیا۔ 11 کنال رقبہ اس درگاہ کے نام رجسٹری کروایا۔ عالی شان مسجد اور کمرے تعمیر کروائے۔ چوتھا مدرستہ جامعہ نوشاہیہ ورلڈ اسلامک کمیشن بریڈ فورڈ سٹی، جرمن، ہالینڈ، فرانس میں قائم کیا۔ اعلی حضرت فاضل بریلوی کا ترجمہ قران اردو سے انگریزی میں کیا ڈاکٹر محمد حنیف نوشاہی نے ترجمہ کیا۔

علم و غیب الاعلی حضرت بریلوی کی کتاب کو انگریزی میں ڈھالا۔ مصطفے جان رحمت پر لاکھوں سلام نظم کی صورت میں انگریزی میں شائع کروایا۔ پروفیسر غیاث الدین قریشی مرحوم نے ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ کئی کتابیں تحریر کیں۔ جن کی اشاعت کے اخراجات خود برداشت کئے۔ پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ اور برطانیہ میں 40 کے قریب علماء ان کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔ 13 کنال رقبہ و تقریباً 10 لاکھ پونڈ خرچ ہو گیا ہے۔ اور تعمیر کا کام جاری ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے علماء جب برطانیہ کا دورہ کرتے ہیں تو انکا قیام آپ کے پاس ہوتا ہے۔ بریڈ فورڈ میں ہر ماہ گیارھویں شریف کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور حاضرین کو لنگر کھانا پیش کیا جائے۔ ابو الکمال برق نوشاہی نوشہ گنج بخشؒ کے عرس عقیدت و احترام سے منائے جاتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں کتابیں لائبیری میں جمع کی گئی ہیں۔ یہ سارا خرچ آپ ہی نے برداشت کیا ہے۔ جہلم میں سالانہ عرس غوث پاک کا ختم اور پاک محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ سلسلہ نوشاہیہ سے وابستگان برطانیہ، جرمن، ہالینڈ، فرانس، سپین، ناروے، مشرق وسطی اور پاکستان میں ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ پیر سید معروف حسین شاہ نے اپنی زندگی کا بیشتر سرمایہ کتابوں پر خرچ کیا ہے۔ برطانیہ کے علاوہ جہلم میں وسیع لائبریری جو دو کمروں پر مشتمل ہیں۔ لاتعداد بچے آستانہ میں زیر تعلیم ہیں۔ قاری عبدالقیوم نوشاہی آستانہ کے منتظم اعلی ہیں۔

===

marfatcom

دریائے جہلم کے کنارے حضرت قینان علیہ السلام

المعروف حضرت سلیمان پارس کا مزار

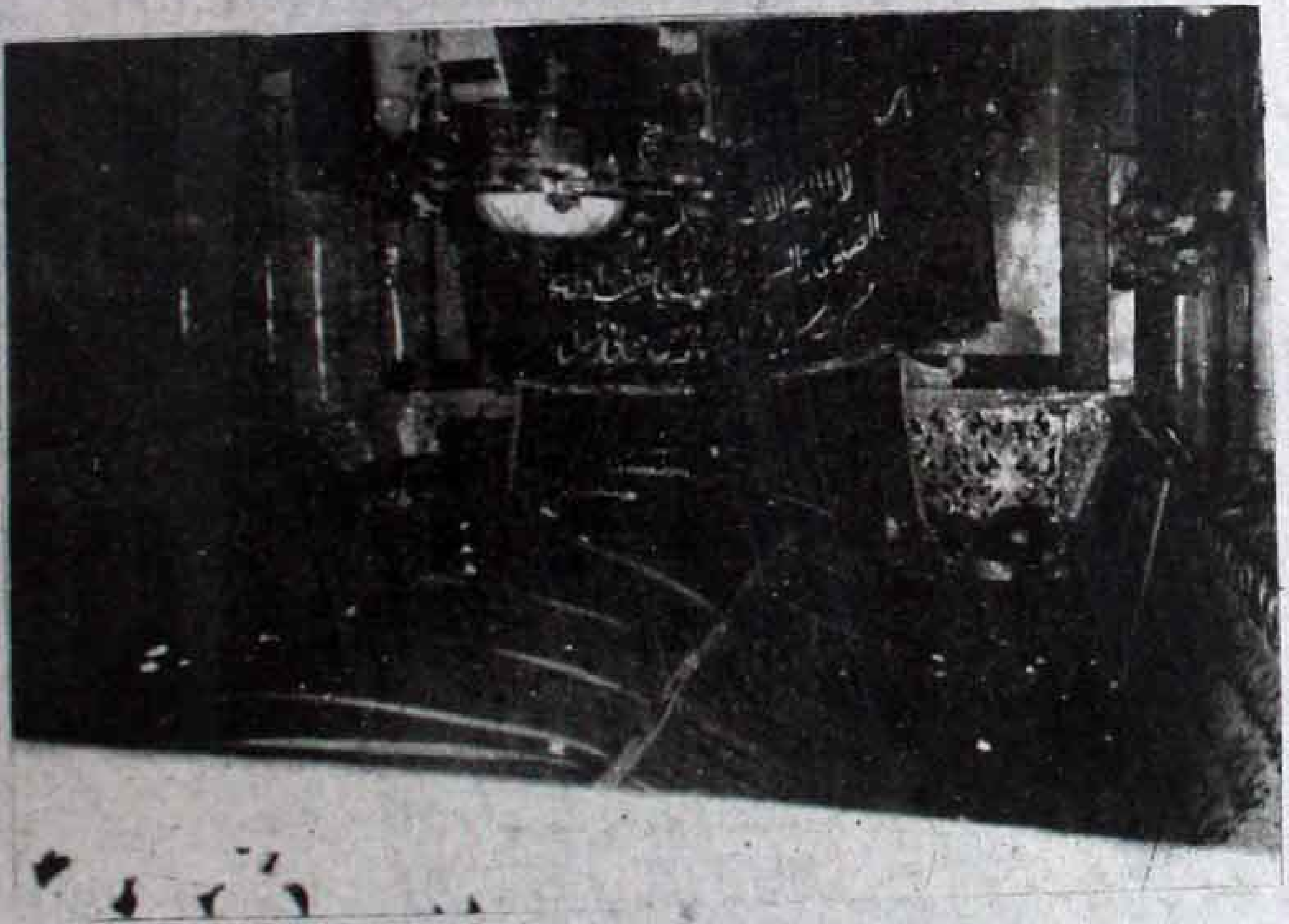

****

قدیم دور میں انسانی آبادیاں دریاؤں کے کنارے آباد تھیں۔ دریاؤں کے کنارے بڑے بڑے شہر اور پتن ہوا کرتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ آبی گزرگاہوں کے کنارے ماضی میں بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں۔ دریائے جہلم میں ہزاروں سال سے پانی بہہ رہا ہے۔ اس دریا کے شمالی کنارے پر حضرت قینان علیہ السلام کا روضہ مبارک جو حضرت سلیمان پارس کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ مرسلین سے جا ملتا ہے۔ دریا کا پانی بہت خاموشی اور عقیدت سے گزرتا ہے۔ حافظ شمس الدین آف گلیانہ گجرات جو علم کشف القبور کے بحر بیکراں تھے۔ ان کے ہاں ملنے والے قلمی نسخہ کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت قینیان علیہ السلام ہے۔ نام کے ساتھ تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ابو قینیان بن مہلائیل بن انوش مزار شریف خاص جہلم شہر در یکڑی منڈی بنام سلیمان پارس است،

مزار کی لمبائی نو گز کے قریب ہے۔ مزار پر چھت بھی ہے۔ مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ ہر سال میلہ ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ اللہ کے ان نیک بندوں کے مزار پر غیر شرعی حرکات ڈولی، کرڑولی، ناچ گانا قوالی منع ہے۔ جو فائدہ کی بجائے نقصان کا باعث بنتی ہے

marfatcom

جہلم میں ٹاہلیاں والا کے قریب میراں سرکار کا آستانہ

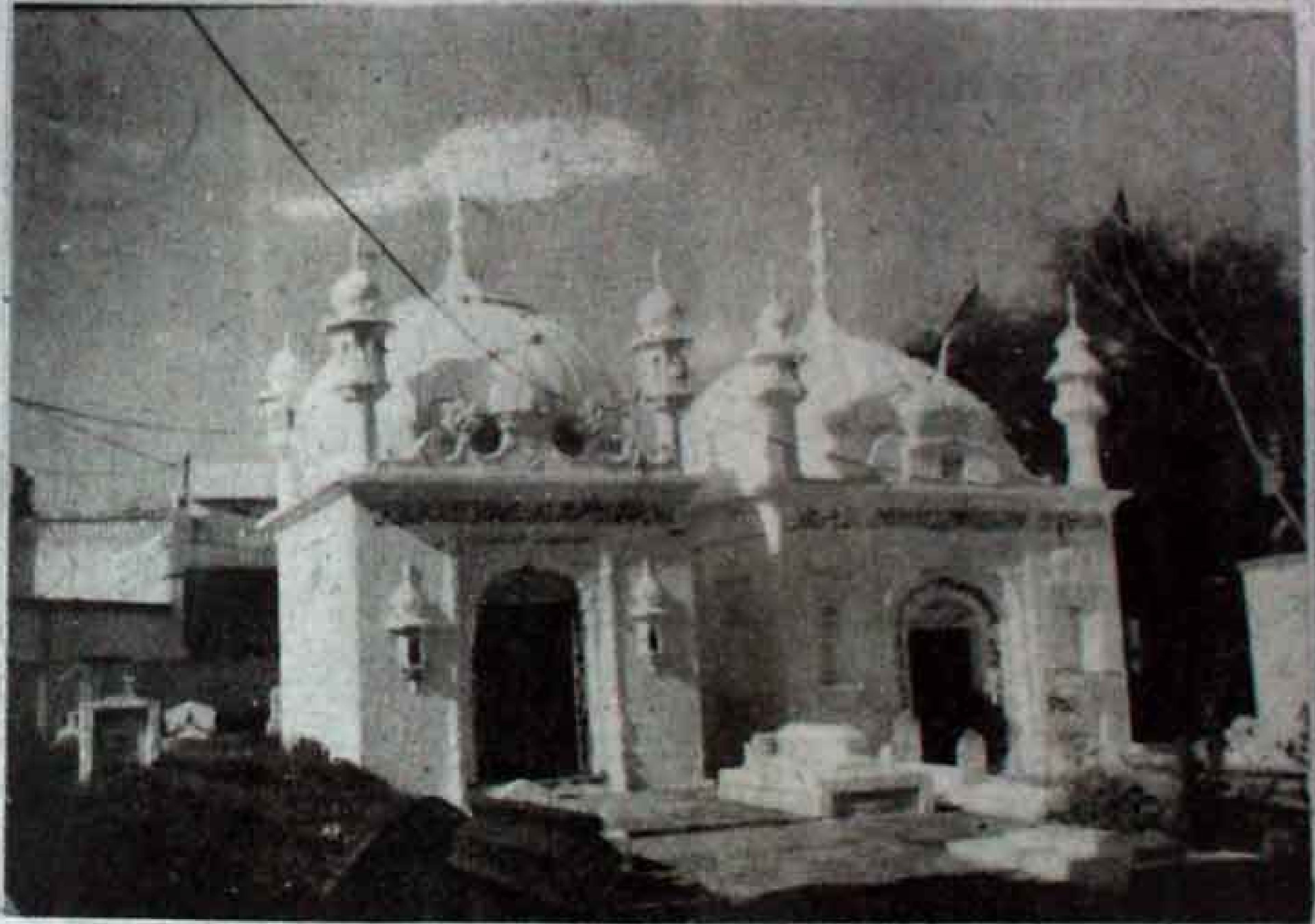

جہلم سے ایک سڑک ٹاہلیاں والا کی طرف جاتی ہے ۔ ٹاہلیاں والا کے وسط میں میراں سرکار کا آستانہ مبارک ہے ۔ جو بہت خوبصورت اور شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گذرے ہیں ۔ آپ احمد شاہ ابدالی کے دور میں ہو گذرے ہیں ۔ آپ کے خاندان کے دیگر اولیاء کرام کے مزارات بھی اسی احاطہ میں ہیں ۔ عقیدت مند دور دراز سے حاضری دیتے ہیں ۔ اہلیان جہلم بھی آپ سے بہت عقیدت رکھتے ہیں ۔ آپ کے بارے میں ایک کتاب پنجابی زبان میں نظم کے طرز پر تحریر کی گئی ہے ۔ جس میں آپکی بے شمار کرامات کا ذکر ہے ۔

marfat.com

جہلم کا قلعہ

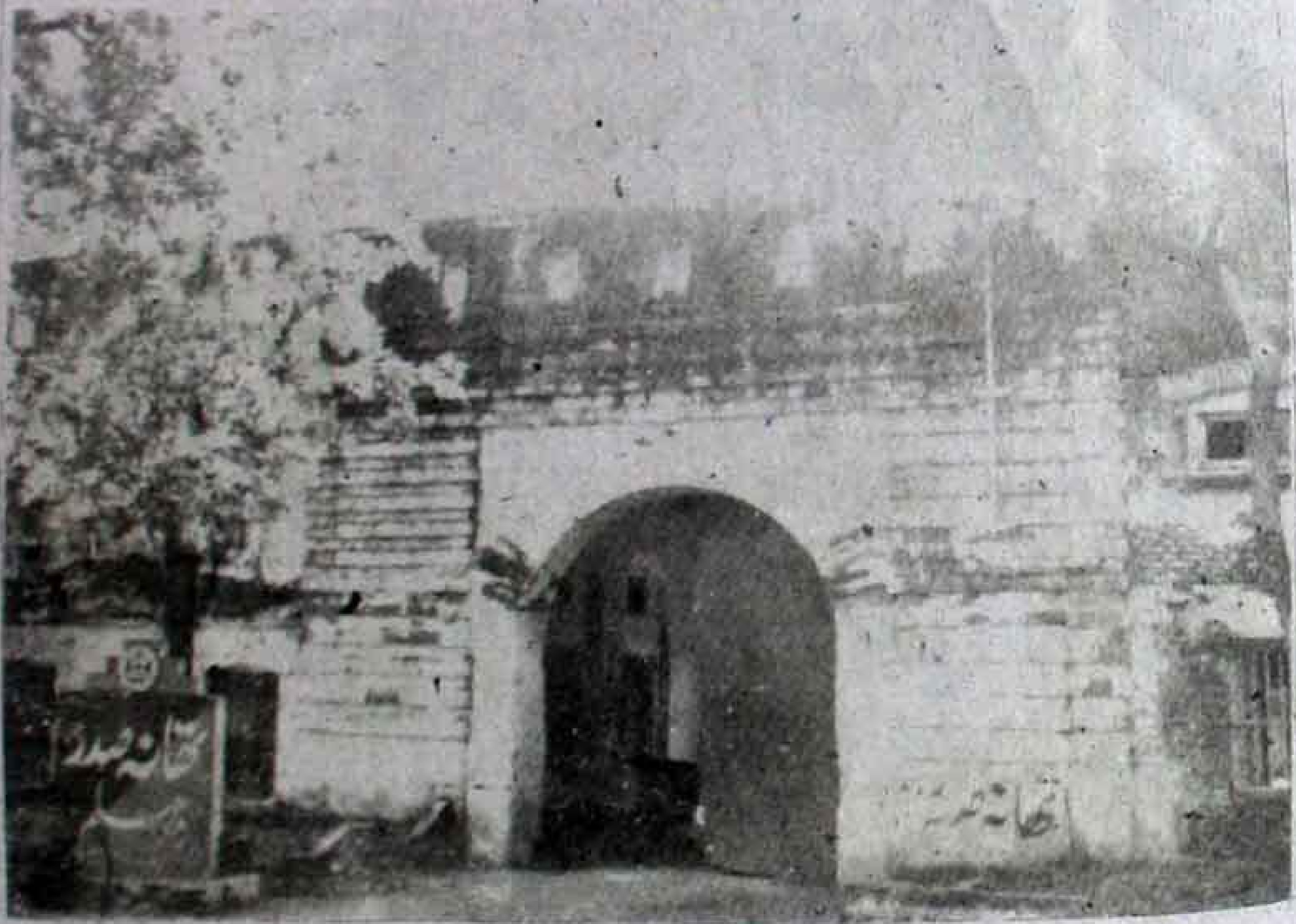

قدیم زمانہ میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے اور دشمن کی یلغار کو روکنے کے لئے بڑی بڑی آبادیوں اور شاہراوں کے قریب قلعے تعمیر کئے جاتے تھے۔ تاکہ بوقت ضرورت شورش برپا ہونے پر اس کا خاتمہ کیا جا سکتے۔ ایسا ہی قلعہ. جہلم شہر میں بھی ہے۔ جب انگریز برصغیر میں آئے تو انہوں نے ان قلعوں میں پولیس اسٹیشن پولیس چوکیاں قائم کر دیں تاکہ امن وامان قائم رہ سکے۔ پہلے اس قلعہ میں تحصیل ہوا کرتی تھی۔ بعد میں یہاں تھانہ قائم کر دیا گیا ہے۔ اس قلعے کا بیرونی دروازہ بہت بڑا ہے۔ جس میں ہاتھی آسانی سے گزر سکتا ہے۔ دروازہ کے قریب ہی دائیں بائیں کمرے ہیں۔ اس قلعہ کے اندر کہیں چھوٹے بڑے کمرے اور برآمدے بھی ہیں۔ یہ قلعہ پرانی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ دشمنوں کی نقل و حرکت اس میں سوراخ رکھے گئے ہیں۔ قلعہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے بیشتر دیواریں ٹوٹ چکی ہیں۔ اس کا ملبہ صحن میں بکھرا ہوا ہے۔

marfatcom

جہلم میں نزد کوٹتریلہ گوجرپور میں حضرت بگا شیرؒ کا مزار

جہلم سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر جی ٹی روڈ جو راولپنڈی کی طرف جاتی ہے کوٹتریلہ کے نزدیک گوجرپور میں حضرت بگا شیرؒ کا مزار ہے۔ آپ رشد وہدایت کے لئے اس علاقہ میں آئے اور اسی علاقہ کو اپنا مسکن بنایا۔ آپ کا وصال ہوئے تقریباً دو سو سال کا عرصہ ہو گزرا ہے۔ آپ صاحب کرامت ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار پر سبز رنگ کا شاندار گنبد بھی ہے۔ اس قبرستان میں اور درویشوں کے مزار بھی ہیں۔ مقامی آبادی کے لوگ مزار پر عقیدت واحترام سے حاضری دیتے ہیں۔ اس قدیمی گزرگاہ کے قرب وجوار میں اللہ کے نیک بندوں کے کئی مزار ہیں۔

==

marfatcom

کوٹریلہ ضلع جہلم میں حضرت صوفی مقبول حسین نقشبندی مجددیؒ کا مزار

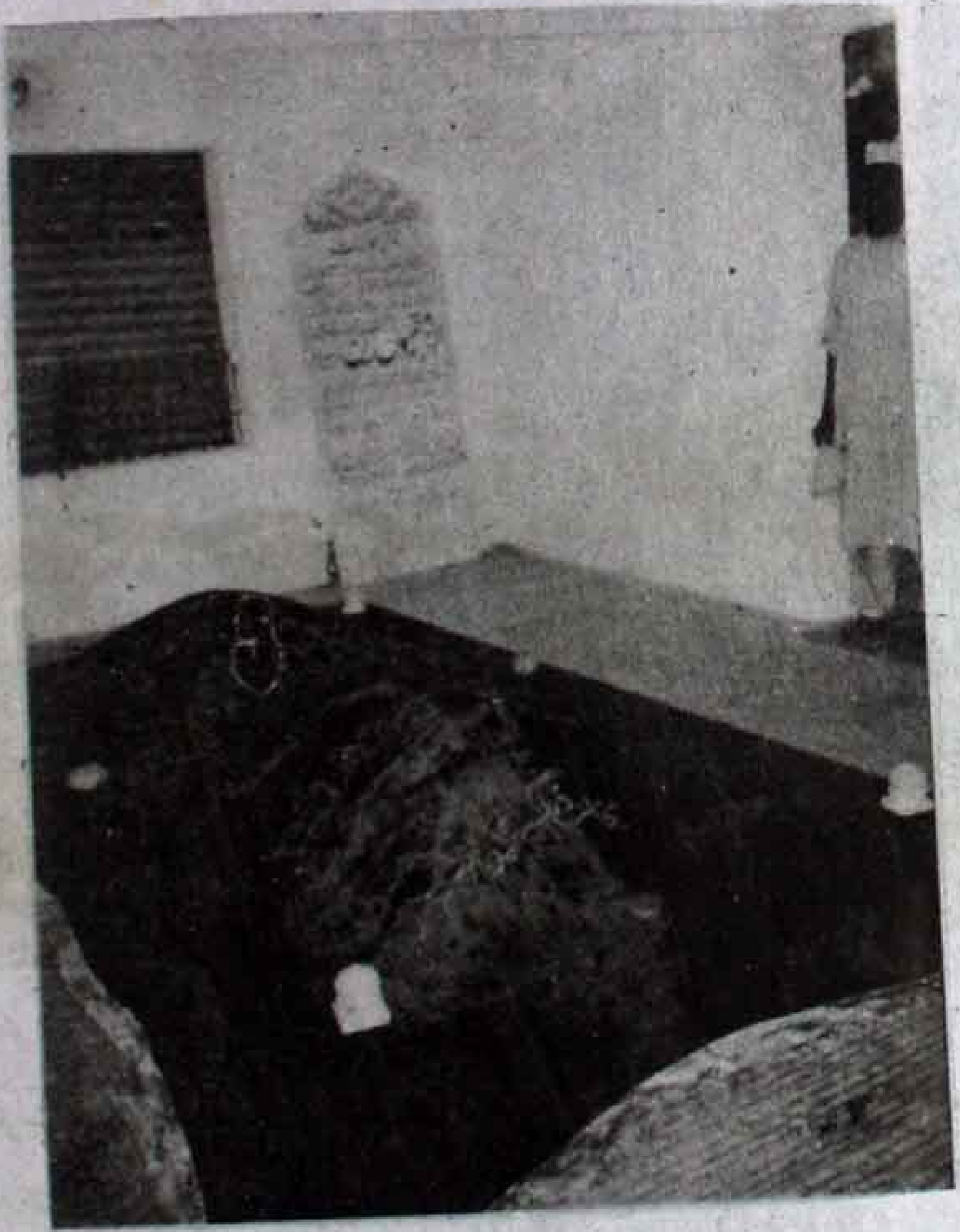

جہلم سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر مشہور قصبہ کوٹریلہ ہے۔ کوٹریلہ میں حضرت صوفی مقبول حسین نقشبندی مجددی کا آستانہ مبارک ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت صوفی مقبول حسین صاحب نقشبندی مجددیؒ 1917ء میں ایک دینی مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم حاصل کی پھر آپ نے آرمی میں بطور صوبیدار کافی عرصہ تک سروس کی اور ریٹائر ہوئے۔ آرمی کی سروس کے دوران ہی آپ نے سلوک کی منزلیں طے کیں بالآخر خواجہ خواجگان زریں زر بخت حضرت صوفی نواب الدینؒ نے چوغہ خلافت عطا فرمایا۔

اس وقت آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ آپ کا مزار مبارک موضع کوٹریلہ شریف تحصیل و ضلع جہلم میں مرجع خلائق ہے۔ تشنگان معرفت اکتساب فیض کر رہے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کے ایک مرید صوبیدار محمد رمضان شائق صاحب ضلع بھکر سے تعلق رکھتے تھے۔ افسر نے اے سی آر خراب لکھ دی۔ بیگم کے کہنے پر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت اپنے لان میں

marfatcom

چہل قدمی فرما رہے تھے ۔ صوبیدار صحب نے دست بوسی کی ۔ آپ نے آنے کی وجہ دریافت فرمائی ۔ اس نے عرض کیا حضور میجر صاحب نے میری اے سی آر خراب لکھ دی ہے اور میری ملازمت خطرے میں ہے ۔ میرے لئے دعا فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا صوبیدار صاحب اے سی آر آخرت کی ٹھیک کروانی ہے یا کہ فوج کی؟ عرض کیا حضور ابھی تو سروس کا معاملہ ہے میری فوج والی اے سی آر درست ہو جائے ۔ آپ نے وہیں کھڑے کھڑے دعا فرمائی صوبیدار صاحب لنگر کھانے کے بعد واپس چلے گئے ۔ دوسرے دن میجر صاحب نے بلوا کر ان کو اے سی آر ٹھیک کر دی ۔ کچھ دنوں کے بعد وہ پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور میری آخرت کی اے سی آر بھی ٹھیک فرما دیں آپ نے فرمایا بیٹا وہ وقت گزر گیا ہے ۔ اب اللہ اللہ کرو دربار شریف پر حاضری دیتے رہا کرو انشاء اللہ امید ہے کہ آخرت کی اے سی آر بھی ٹھیک ہو جائے ۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتے ۔ بعد وصال بھی بہت سے اجنبی لوگوں کو زیارت ہوئی اور مزار مبارک خواب میں دکھایا اور وہ پوچھتے پوچھتے حاضری دیتے اور صاحبزادہ صاحب کے دست اقدس پر بیعت ہو جاتے ۔

آپ کا وصال مبارک 29 جنوری 1991ء کو 63 سال کی عمر میں ہوا ۔ آپ فرماتے تھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف 63 سال ہوئی تھی ۔ بندہ آپ سے تجاوز نہیں کرنا چاہتا چنانچہ آپ سنت کی اتباع کرتے ہوئے اس دار فانی سے انتقال فرما گئے ۔

دار الفیضان آستانہ عالیہ اویسہ کمالیہ نزد چپ بورڈ فیکٹری جی ٹی روڈ جہلم

پروفیسر شفیق کھوکھر کے مطابق گزشتہ سالوں سے حالات جس ڈگر پر جا رہے ہیں فحاشی ، بدکاری ، دین سے دوری ، لہو لعب سے محبت اور قرآن ، قرآنی تعلیمات اور نماز سے دوری ، احکامات قرآنی سے روگردانی کو جس طرح فروغ مل رہا ہے ۔ ٹیلی ویژن فحاشی کے فروغ کا ذریعہ بن گیا ہے ۔ اور لوگ ذکر خدا اور ذکر مصطفیٰ کی بجائے اپنا وقت کرکٹ میچوں کو دیکھنے میں صرف کرنے لگے ہیں ۔ انسانی اقدار قصہ پارینہ بن کر رہ گئے ہیں ۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے حضرت پروفیسر باغ حسین کمال کو عہد کا تاج پہنا کر رشد و ہدایت کے لئے بھیجا ہے ۔ تاکہ دنیا کی اصلاح کا سلسلہ جاری رہے ۔ اور لوگ حسب توفیق کسب فیض حاصل کریں ۔

جہلم اور دینہ کے درمیان جی ٹی روڈ پر ریلوے اوور ہیڈ کے پاس واقع چپ بورڈ فیکٹری کے پاس " دار الفیضان " میں روزانہ نماز فجر و مغرب کے بعد اور ہر جمعۃ المبارک کو 10 بجے تا 11 بجے محفل ذکر خفی قلبی منعقد ہوتی ہے ۔

حضرت باغ حسین کمال کا ورد خاص

اللھم صلی علی محمد النبی الامی و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

روزانہ اس درود پاک کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں پڑھنے کی کوشش ، حضور نبی کریم سے قرب اور حضرت باغ حسین کمال سے فیض حاصل کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے ۔

محفل ذکر

marfatcom

روزانہ و ہفتہ وار: " دار الفیضان " (نزد چپ بورڈ فیکٹری جی ٹی روڈ جہلم (جہلم اور دینہ کے درمیان ریلوے پل کے قریب) میں روزانہ نماز فجر و مغرب کے بعد اور ہر جمعتہ المبارک کو 10 بجے تک 11 بجے دن محفل ذکر خفی و قلمی منعقد ہوتی ہے۔

ماہانہ و سالانہ اجتماع: ماہانہ اجتماع انگریزی مہینے کے تیسرے جمعتہ المبارک کو اور سالانہ اجتماع مارچ کے تیسرے جمعتہ المبارک کو ہوتا ہے۔

ذکر کا طریقہ

اندھیرے میں قبلہ رو بیٹھ کر آنکھیں بند کریں۔ آرام و سکون سے قلب پر خیال کریں کہ لفظ " اللہ " سرخ یا سنہری رنگ سے لکھا ہے اور اسے خیال کے ساتھ اس طرح پڑھتے رہیں کہ " ال " اٹھائیں اور " لہ " کی ضرب دل پر لگائیں۔

دعوت و اذن عام

حضرت باغ حسین کمال کی جانب سے سب لوگوں کو خواہ وہ آپ کے دست شفقت پر بیعت کر چکے ہوں یا انہوں نے بیعت نہ کی ہو ذکر کی دعوت دی گئی ہے اور لفظ " اللہ " جو ذات باری کا اسم ذات ہے کے ذکر کی اجازت دی گئی ہے۔ جو بھی یہ ذکر کرے گا فیض پائے گا۔ انشاء اللہ۔

آپ کو حضرت جد امجد اور اپنے مرشدؒ کی جانب سے روحانی طور پر جو خلافت نامہ عطا ہوا ہے اس پر ان کے علاوہ حضرت عبد القادر جیلانیؒ، حضرت شیخ ابو الاسحاق شامی چشتیؒ، حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ، حضرت شیخ احمد کبیر رفاعیؒ، حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ، حضرت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ، حضرت جلال الدین رومیؒ اور حضرت بہاؤالدین نقشبندیؒ کے دستخط ثبت ہیں۔

قران مجید میں جتنے انبیاء کرام کے نام شامل ہیں کی جانب سے اسناد اور انعامات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت، صحابہ کرام کی طرف سے حضرت علیؓ اور تابعین و تبع تابعین کی طرف سے خواجہ حسن بصریؒ اور اولیائے کرام کی طرف سے حضرت عبد القادر جیلانیؒ کی معرفت اسناد و انعامات عطا ہوئے۔

[مکمل انعامات و اسناد کی تفصیل آپ کی تصنیف " حال سفر " (از فرش تا عرش) میں موجود ہے]

سلسلہ اویسیہ

سلسلہ اویسیہ سے مراد اولیائے برزخ میں سے کسی ایک یا زیادہ مشائخ سے روحانی طور پر فیض حاصل کرنا ہے۔ اس سلسلے کے سردار حضرت اویس قرنیؒ ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری ملاقات کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے فیض حاصل کیا۔ اس طریقہ سے جس کسی کو بھی کسی بزرگ سے فیض حاصل ہوگا وہ آپؒ ہی کے سلسلے سے منسلک ہوگا۔

marfatcom

جہلم کے قریب رانی گھی ملز کے نزدیک حضرت قتلان علیہ السلام المعروف پیر شہاب کا مزار

جہلم سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر جی ٹی روڈ کے کنارے رانی گھی ملز کے پاس حضرت قتلان المعروف پیر شہاب کا نوگزے سے زیادہ لمبا مزار ہے۔ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار پر عالی شان گنبد بھی ہے۔ مزار کے اندر داخل ہوتے ہی سکون ملتا ہے۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 326 نمبر شمار 402 کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت قتلان علیہ السلام بیان کیا گیا ہے۔ نام کے ساتھ اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ آپ حضرت داود علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ مرسلین سے جا ملتا ہے۔ آپ کے نام پر 115 درجہ تحریر ہے۔ جہلم سے تین کوہ یعنی تین کوس، مزار کے قریب چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ دریائے جہلم مشرق کی جانب ہے۔ قدیمی شاہراہ مزار کے قریب ہے۔ مزار کے جنوب کی طرف مسجد زیر تعمیر ہے۔ مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ جمعرات، جمعہ کو یہاں میلہ کا سماں ہوتا ہے زائرین دور دراز سے حاضری دیتے ہیں

marfatcom

تاجدار فقر رابعہ عصر حضرت مائی نور النساء بیگمؒ ڈھوک ساہی شریف ضلع جہلم

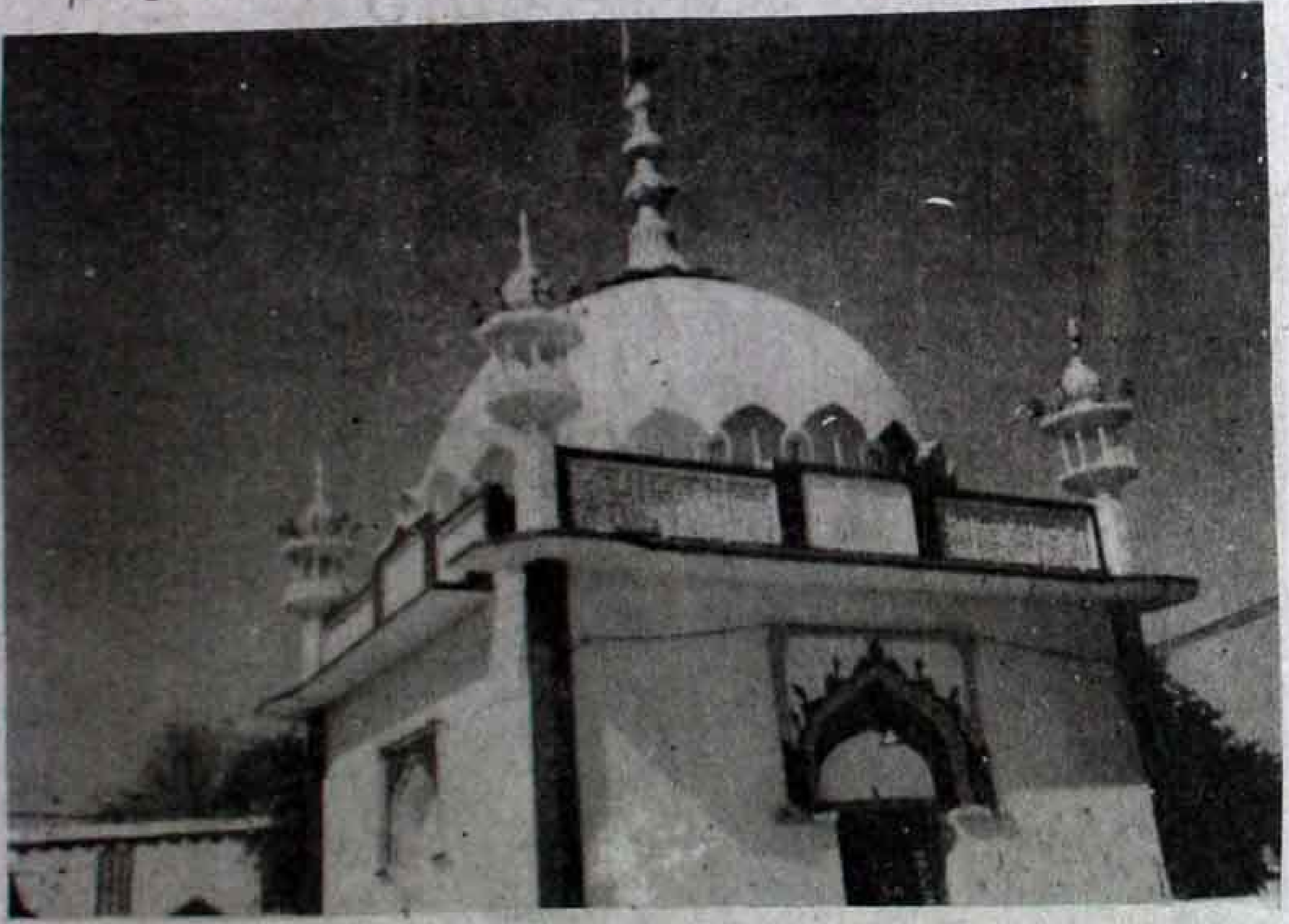

دینہ سے ایک سڑک منگلا کی طرف جاتی ہے۔ دینہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر پنڈوری سے ایک لنک روڈ ڈھوک ساہی شریف کی طرف جاتی ہے۔ ڈھوک شاہی کے قبرستان میں حضرت مائی نور النساء بیگم کا آستانہ مبارک ہے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ زائرین کے لئے دن رات لنگر کا اہتمام جاری رہتا ہے۔ آستانہ میں صفائی کا اعلیٰ انتظام ہے۔ گیارھویں شریف کے لئے ہر سال عقیدت و احترام سے عرس مبارک منایا جاتا ہے۔ تاجدار فقر رابعہ عصر حضرت مائی نور النساء بیگم صاحبہ قدس اللہ اسرارہا کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی فیاض قدرت نے 1308ھ بمطابق 1891ء کو ڈھوک ساہی شریف ضلع جہلم کے ایک متمول گھرانے میں زینت کائنات فرمایا۔ آپ ازلی و فضلی صاحب استعداد و مادر زاد ولیہ کاملہ تھیں اس لئے بچپن میں ہی آپ کی تمام عادات مبارکہ عام بچوں سے، بالکل جداگانہ، پاکیزہ اور بزرگانہ تھیں اور آپ کی طبع مبارک عشق الٰہی کی طرف راغب تھی۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام "بگی" رکھا تھا۔ اس لئے بچپن میں آپ اسی نام سے پکاری جاتی تھیں۔ آپ کے علاقہ کے اکثر لوگ قطب المشائخ حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔ اس لئے عین عہد طفولیت میں ہی آپ حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ عقیدت میں شامل ہو گئیں اور متعدد بار آپ کی صحبت اکسیر صفت سے فیضیاب ہوئیں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے انعام الٰہی سے سرفراز ہوئیں اور آپ نے جناب مائی صاحبہؒ کو نور فاطمہ کے اسم سے موسوم فرمایا اور اس کے بعد آپ حضور گولڑویؒ کے حکم پر چورہ شریف حاضر ہوئیں اور حضور زلفاں والی سرکارؒ کی نسبت ارادت سے سرفراز ہوئیں اور ایک عرصہ تک آپ کی نورانی تربیت گاہ میں تربیت روحانی حاصل کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے انعام الٰہی سے سرفراز ہوئیں۔ آپ کے وصال

marfatcom

فرما جانے کے بعد ایک عرصہ تک آپ سلطان المشائخ حضرت خواجہ مولوی غلام حسن صاحب نقشبندی مسند آرائے خانقاہ عالیہ سراجیہ کروڑ شریف تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ سے روحانی استفاضہ حاصل کیا اور آپ کے وصال کے بعد 14 سال تک ڈھوک ساہی شریف سے بجانب مغرب پہاڑیوں میں روپوش ہو گئیں اور اس طویل عرصہ میں درختوں کے پتے کھا کر دن رات ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔

14 سال بعد امیر ہفت کشور سلطان الفقراء حضرت خواجہ مولوی محمد حفیظ اللہ قادری چشتی مسند آرائے دربار عالیہ بڑیلہ شریف کے خادم حضرت منشی انور دین ؒ کا تبادلہ منگلہ کے علاقہ میں ہوا تو انہوں نے آپ کے متعلق سنا تو ایک ہفتہ ملازمت سے چھٹی لے کر ان پہاڑیوں میں آپ کو تلاش کیا اور اس شہباز لامکانی کو تلاش کر کے اپنے مرشد پاک کے حلقہ ارادت کی زینت بنایا اور سرکار بڑیلہ شریف کی خدمت میں مائی خدیجہ بیگم صاحبہ ؒ بھی آپ کے ساتھ ہی پیش ہوئی تھیں۔

حضور قبلہ عالم سرکار بڑیلہ شریف ؒ نے ان دونوں نیک ہستیوں کو اپنی نسبت ارادت سے نوازا اور 25 روز تک اپنی صحبت اکسیر صفت میں فیوض و برکات سے نوازا اور اس کے بعد دونوں کو اپنے شیخ کریم سرکار عالی سلطان الاکابر حضرت خواجہ سخی غلام سرور لاہوری ؒ کی نورانی تربیت گاہ داخل کرا دیا۔ جہاں سے جناب مائی صاحبہ ؒ اعلیٰ ترین روحانی پرورش و تربیت پا کر فقر ولایت کے نہایت ارفع و اعلیٰ مرتبہ و مقام پر فائز ہوئیں اور آپ کے ساتھ جناب مائی خدیجہ بیگم صاحبہ ؒ نے بھی عرفان الٰہی میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ قبلہ سرکار عالی نے ڈھوک ساہی شریف (ضلع جہلم) میں آپ کے آستانہ عالیہ کا قیام فرمایا اور اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں متعدد اس سرزمین کو اپنے مبارک قدموں سے نوازا اور اس کے ہزاروں طالبان ظاہری و باطنی کے دامن اپنے اپنے گوہرہائے مقصود سے بھرے۔ آخری مرتبہ آپ نے یہاں ساڑھے تین ماہ تک قیام فرمایا اور اس آستانہ عالیہ کو ایک عظیم فیوض و برکات روحانی کا درجہ عطا فرمایا اور دربار عالیہ بڑیلہ شریف کی طرح ایک بے مثال لنگر جاری فرمایا۔

حضور پاک سرکار عالی کے وصال کے بعد یہ آستانہ عالیہ حضور سرکار بڑیلہ شریف کی خصوصی توجہات کریمانہ مرکز بنا رہا اور یہاں کا حلقہ فیضان وسیع سے وسیع ہوتا چلا گیا اور جناب مائی صاحبہ ؒ کے اس فیوض و برکات ظاہری و باطنی کے عظیم مرکز ہزاروں طالبان ظاہری و باطنی نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنے اپنے گوہرہائے مقصود سے دامن بھرپور کئے اور ایک کثیر تعداد میں صاحب منزل و مقام اہل سلوک اور مجاذیب اہل سکر نے آپ سے روحانی استفاضہ حاصل کر کے عرفان الٰہی میں اعلیٰ درجات و مقامات حاصل کئے۔ جن میں مشاہیر مشائخ عظام سے غوث زمانہ حضرت خواجہ حافظ عبد الکریم صاحب راولپنڈی والے اور مجاذیب اہل سکر سے فقر کی تیغ برہنہ حضرت بابا حیات علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بڑلا والے ہیں جن کا مزار مقدس شہر جہلم برلب دریا مرجع الخلائق ہے۔ حضور قبلہ حافظ صاحب ؒ نے ہمیشہ آپ کا ذکر خیر رابعہ ثانیہ یا رابعہ عصر کے خطاب لاجواب سے فرمایا ہے اور حضور سرکار بڑیلہ شریف نے آپ کو حضرت نور النساء بیگم مائی صاحبہ ؒ کے نام نامی سے یاد فرمایا ہے۔

جناب مائی صاحبہ ؒ 1394ھ، 8 اپریل 1974ء تک خلق خدا کو اپنے فیوض و برکات ظاہری و باطنی سے بہرہ ور فرماتے رہے اور پھر آخر اس دار فانی سے اہل ظاہر کی ظاہری نظروں سے پردہ فرما کر اپنے محبوب حقیقی کے وصال دوام سے سرفراز ہوئے۔ بعد از وصال آپ اپنے مضجع پر انوار میں بھی قاسم فیوض و برکات ہیں۔ 8 اپریل کو عرس منایا جاتا ہے۔ دن رات عام لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ حمد و ثناء کی محفل جاری رہتی ہے۔ آپ [illegible] کمالات ظاہری و باطنی کے جامع تھیں۔

marfat.com

درسی ودینی علوم میں بھی یکتائے زمانہ تھیں۔ آپ نے اپنے فیوض وبرکات کے ساتھ ہی ایک کثیر تعداد میں خواتین کو علم ظاہری سے بھی نوازا ہے۔ نعت خوانی ونعت گوئی سے آپ کو خصوصی شغف تھا۔ آپ ایک عظیم المرتبت قادر الکلام اور کثیر الکلام نعت گو شاعرہ بھی تیں۔ آپ کا اپنے خصوصی رنگ توحید وجودی میں نعتیہ کلام "شمع عشق" کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ جو طالبان ازلی کی خصوصی محافل ومجالس میں پڑھا جاتا ہے۔ آپ کے کلام کا ایک ایک لفظ دلوں کو نور حضور وسرور سے بھرپور کرتا ہے اور مجالس پر کیف ومستی کا عالم طاری ہو جاتا ہے جس کمرہ میں سرکار بڑیلہ شریف تشریف فرما ہوتے تھے وہ کمرہ آج بھی اسی آن شان سے سجایا ہوا ہے۔ دربار حضرت مائی صاحبہ کی متولی نگران رشیدہ بی بی ہیں۔

جن دنوں منگلا ڈیم زیر تعمیر تھا راقم کے بھائی الحاج محمد اسلم کھوکھر منگلا ڈیم کی تعمیر میں بھرپور حصہ لے رہے تھے۔ راقم الحروف انہیں ملنے کیلئے منگلا ڈیم گیا راقم نے مائی صاحبہ سے ملاقات کی اور عرض کی کہ خادم سرکار بڑیلہ شریف کے ارادت مندوں میں سے ہے۔ مائی صاحبہ سرکار بڑیلہ شریف کا نام سن کر خوش ہوئیں اور فرمایا دریا جس سرزمین سے گزرتا ہے۔ اس کے دونوں طرف کی سرزمین سرسبز اور شاداب ہو جاتی ہے۔ ان کی بات کا مفہوم یہ تھا کہ جو بھی سرکار بڑیلہ سے حلقہ ارادت میں شامل ہوا ہے وہ بھی سرسبز اور شادات ہو جاتا ہے۔ مائی صاحبہ اپنا کلام پنجابی زبان میں بیان کرتی رہیں۔ راقم پہروں ان کی محفل میں موجود رہا۔

ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی

اگست ۱۹۹۹ء

جنوبی پنجاب، سندھ وبلوچستان میں اولیاء کرام

(قدیمی تاریخی مقامات)

مصنف: ایم زمان کھوکھر (ایڈووکیٹ)

ناشر: یاسر اکیڈمی گلی بالمقابل سیشن کورٹ کچہری روڈ گجرات

صفحات: 608

قیمت: 300روپے

ایم زمان کھوکھر تاریخی مقامات پر تحقیق کے حوالے سے معروف ہیں۔ ان کی زیر تبصرہ کتاب اس حوالے سے خاصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب میں قدیم لاہور کے اولیاء کرام اور تاریخی مقامات کی تفصیل، شیخوپورہ، ننکانہ صاحب، قصور، اوکاڑہ، دیپالپور، چونیاں، پاکپتن، ساہیوال، جھنگ، فیصل آباد کے علاوہ سرزمین ملتان کی ہزاروں سالہ تاریخ اور ملتان میں مدفون اولیاء کرام کے بارے میں معلومات۔ ڈیرہ غازی خان، بہاولپور، چولستان اور سوالاکھ اولیاء کرام کی سرزمین اُچ شریف کی تفصیل، ہزاروں سال قدیم شہر ٹھٹھہ کے بارے میں معلومات۔ دریائے سندھ، جہلم، راوی، ستلج، بیاس، وادی ہاکڑہ کے کنارہ تباہ شدہ بستیوں کی تاریخ۔ رحیم یار خان کے گرد ونواح میں قدیمی مقامات۔ صوبہ سندھ میں حیدر آباد، کراچی، سیہون شریف اور کوئٹہ بلوچستان کے علاوہ ہڑپہ موہنجوداڑو کی تاریخ۔ حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت سلطان باہوؒ، حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ، حضرت لعل شہباز قلندرؒ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، حضرت میاں میرؒ، حضرت شاہ محمد سلیمانؒ، حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ، حضرت چگل سرمستؒ، حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ، حضرت عبداللہ شاہ اصحابیؒ، منگھوپیر اور دیگر اولیائے کرام کے حالات زندگی، ان کی کرامات، قدیمی تاریخی مقامات کی تفصیل اس کتاب میں جمع کی گئی ہیں۔ موضوع کی اہمیت کے لحاظ سے اس کتاب میں کتابت وطباعت کا وہ خیال نہیں رکھا جا سکا جو اس کا متقاضی ہے۔

marfatcom

INTERNATIONAL
THE NEWS
FRIDAY April 12, 1996

کتاب
"گجرات تصاویر کے آئینے میں" پر غیر ملکی اور ملکی اخبارات و رسائل کا تبصرہ

Waiting for the rains

Gujrat Tasaweer Key Aieenay Mein

by M. Zaman Khokhar
Published by Yasir Academy, Gujrat
Price Rs 250 Pages 596

As a young boy living in the village of Baraila Shareef, Zaman Khokhar used to carry out his studies in the shade of trees surrounding a 70 metre long grave, known to be that of Hazrat Qanbeet, son of Hazrat Adam.

Ten years ago, having become a lawyer, he wrote a research article on the mazar which was published widely. A few days after the publication, he was visited by a white bearded *buzurg* (elder) in a dream, who instructed him to write about other saints buried in the sub-continent. Guided by the *buzurg*, Zaman set off on a pilgrimage which took him to distant places approachable through jungles, marshes and hills. On his way he met people fired by the same spirit of devotion as himself who helped him gather precious information. For seven years, Zaman painstakingly photographed and catalogued tombs, shrines, forts and historical sites ranging from Chakwal to Sialkot.

The result is *Gujrat Tasaweer Key Aieenay Mein*, a hefty archaeological and anthropological research work with over five hundred entries.

Most of the entries are of *nau gaza* or nine metre long graves or mazars. It is intriguing to note indeed that apart from the son of Hazrat Adam, Punjab is peppered with the resting places of descendants from many other prophets. There is Hazrat Amnoon related to Hazrat Yaqoob, Harat Tanookh (Hazrat Yousaf), Hazrat Martoosh, Sasahaam and Shamsail (Hazrat Moosa), Hazrat Fainoosh (Hazrat Daood) and the list goes on and on.

The historical background to these graves is taken from family trees procured from private libraries, especially that of Hafiz Shamsuddin Galyanvi. Contrary to popular beliefs about nine metre tall people, *nau gaza* graves, as the writer explains, were made this extraordinarily long so as to keep the individuality and importance of those buried from the rest of the graves.

Even if you are not interested in shrines, the book holds absorbing material for the amateur archaeologist. In fact some entries may have come into print for the very first time and hold promise of further discoveries for anyone infected with the Salman Rashid bug. Some extracts are as follows:

"There is a platform shored up with big stones in Watala where Raja Hari Singh held court. In Kunjah, garden and palaces of Kirpa Ram who was the governor of Kashmir during the reign of Ranjeet Singh, still retain some of their past magnificence."

The mountains of Pabbi which merge into those of Mangla hold many human and animal skeletons. According to the writer while digging a canal nearby, "a skelton was found whose head was as big as an elephant's and teeth were saws like that of a fish". Owing to his layman knowledge, Zaman attributes these bones to prehistoric giants and genies; more believably they could have been a whale fossil. Such fossils have already been discovered near Chakwal.

There are also entries on the remains of Pati Koti and Kalachor, said to be thriving towns at the time Alexander engaged in battle with Raja Poros, and are still visible today. According to Zaman, coins, utensils and bricks are easily found to this day in the area.

The book also mentions a number of *tibbas* or mounds where clay untensils and other antiques turn up after a heavy downpour.

To his credit, Zaman has also photographed and written in detail about ancient routes linking the sub-continent to the West. One such route begins from Qilla Rohtas and splits into three at Bhimber, from where one road used to branch out to Srinagar, the second to Lahore and the third to Sialkot.

The book also provides interesting information about little known forts. These include Qilla Bhimber, Padhar, Phalia, Mong and Kunjah.

Although the research done by Zaman is largely based on local knowledge and popular myths it provides one with insight to an area long ignored by the academics. The quality of printing also leaves much room for improvement, but being an individual's initiative without any institutional support, Zaman's work is nothing short of heroic.

Buried like the remains mentioned in this book, there are people like Zaman Khokhar all over Pakistan, waiting for some kind of rain, so that they too are "discovered" and given recognition.

But if history is to repeat itself, one day some western researcher will write a book on the same subject and the president will award him a *Hilal e Pakistan*.

—*Farjad Nabi*

دی نیوز ۱۲ / اپریل ۱۹۹۶ء

marfat.com

قلعہ روہتاس

شیر شاہ سوری کا تعمیر کردہ تاریخی قلعہ روہتاس

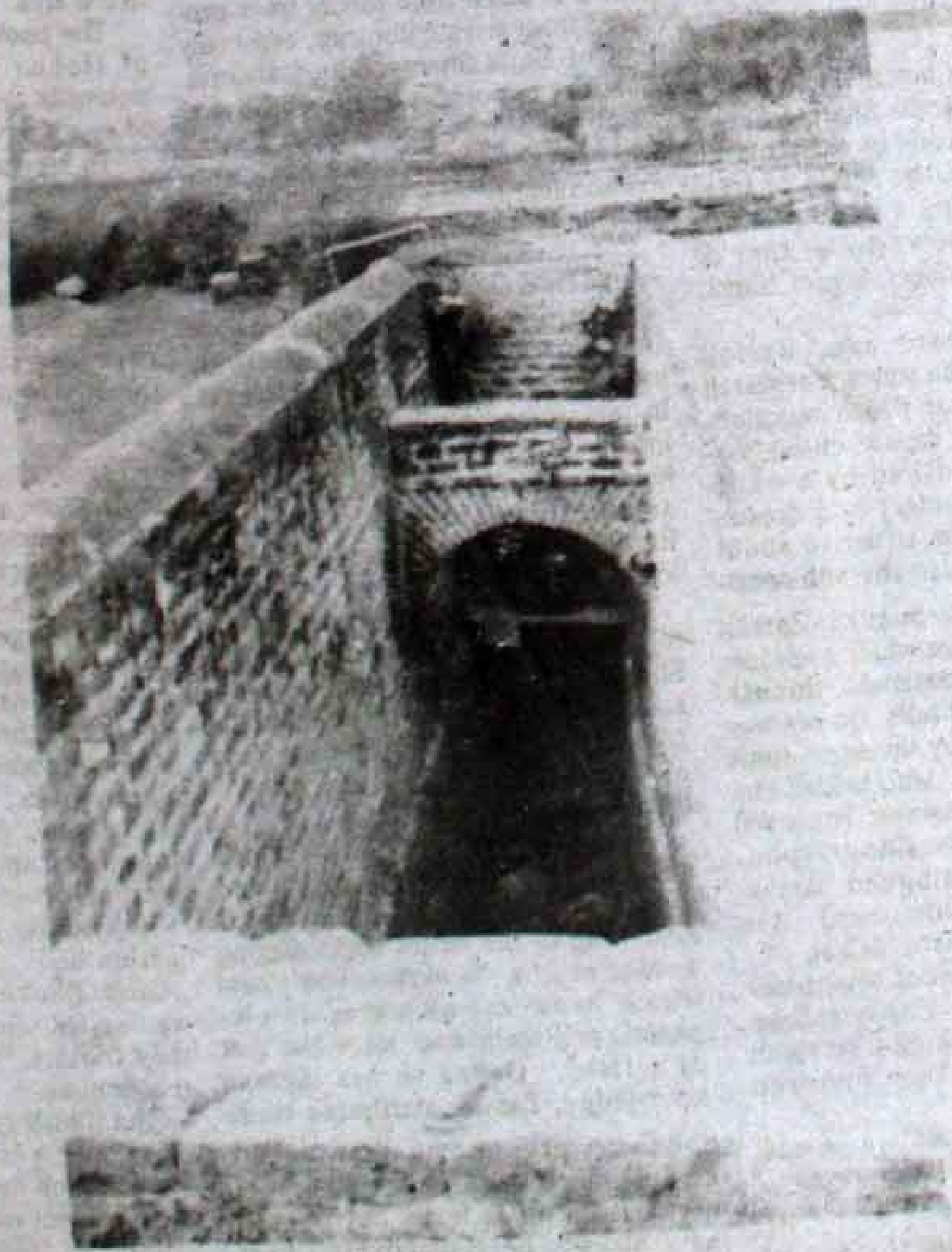

اس خطہ کی قدیم ترین تہذیب کا مرکز ضلع جہلم چکوال میں راج کٹاس ٹلہ جوگیاں قلعہ نندنا اور قلعہ روہتاس روال میں حضرت حاتمؒ کا مزار ان کے قدیمی ہونے کے دائی ہیں۔ قلعہ روہتاس جہلم کے مشہور شہر دینہ سے 7 کلومیٹر کے فاصلے پر

marfatcom

واقع ہے ۔ دینہ اور قلعہ کے درمیان نالہ گھان حائل ہے جس کی چوڑائی بہت زیادہ ہے ۔ برسات کے موسم میں اسے عبور کرنا کافی دشوار ہے ۔ یہاں ہنٹر کے دور کی ویگنیں چلتی ہیں جن میں اندر باہر مسافروں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بند کر دیا جاتا ہے ۔ موسمی اثرات سے بے نیاز یہ ٹرانسپورٹ اپنی مثال آپ ہے ۔ نالہ گھان کا پانی صاف شفاف ہے اور صحت کے لئے انتہائی مفید ہے ۔ نالہ گھان ٹلہ جوگیاں سے سرسبز و شاداب پہاڑوں سے نکل کر مختلف جڑی بوٹیوں کے اثرات کو لئے قلعہ روہتاس کے قریب سے گزرتا ہے ۔ مسجد کے قریبی دروازہ سے اس نالے کا نظارہ انتہائی شاندار اور خوبصورت لگتا ہے ۔ اس نالے کے کنارے چھوٹے چھوٹے دیہات آباد ہیں ۔ سرسبز میدانوں میں آبادی کے آثار پائے جاتے ہیں ۔ شیر شاہ سوری نے دشمنوں کی یلغار کو روکنے کیلئے اس مضبوط قلعہ کی بنیاد رکھی ۔ شیر شاہ سوری کے کارنامے برصغیر کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے ۔ شیر شاہ سوری نے سڑکیں تعمیر کروائیں ۔ جو ملک کے ایک سرے سے شروع ہو کر دوسرے کونے تک چلی جاتی تھیں ۔ یہ سڑک پشاور سے بنگال براستہ قلعہ روہتاس ستار گاؤں تک جاتی تھی ۔ شاہراہ اعظم کہلاتی ہے ۔ دوسری سڑک آگرہ سے برہجان پور حیدر آباد تک تیسری سڑک آگرہ سے جودھ پور تک چوتھی سڑک لاہور سے ملتان تک جاتی تھی ۔ ان سڑکوں کے ہر کوس پر ایک سرائے ایک کنواں ایک پختہ مسجد ہوتی تھی ۔ نگرانوں کو شاہی خزانے سے وظیفے ملتے تھے ان سب سڑکوں پر دو طرفہ پھلدار درخت ہوتے تھے تاکہ مسافران کے سائے میں آرام کر سکیں ۔ تاریخی ورثہ قلعہ روہتاس از ایم یار وحسین ساقی کے مطابق تمام سڑکوں پر سراؤں کی کل تعداد 1780 کے قریب تھی ۔ ہر سرائے کے دو دروازے تھے ۔ ایک مسلمانوں کے لئے دوسرا ہندوؤں کے لئے ۔ روہتاس برصغیر میں اسلامی تاریخ ثقافت سنگ تراشی عہد رفتہ کی بہترین یادگار ہے ۔ یہ دنیا کا ساتواں عجوبہ روزگار ہے ۔ جس میں کئی من وزنی پتھر استعمال ہوئے ہیں ۔ قلعہ کی بنیاد 25 مئی 1542ء کو رکھی گئی ۔ کروڑوں بہلولی سکے خرچ آیا قلعہ کی فصیل 12 میل لمبی ہے ۔ لاتعداد برج 18860 کنگرے 9500 کے قریب سیڑھیاں 5 نقار خانے ہیں ۔ قلعہ کی فصیل 40 سے 50 فٹ چوڑی ہے ۔ تین منزلوں ایک دو تین قطاریں ہیں ۔ تیر اندازوں کے لئے جھرنے قلعہ میں تیس ہزار سوار تیس ہزار پیدل پانچ سو بڑی توپیں پانچ سو چھوٹی توپوں کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے ۔ قلعہ تقریباً 4 سال میں مکمل ہوا ۔ تین لاکھ مزدوروں راجوں کاریگروں نے قلعہ کی تعمیر میں حصہ لیا جن کے لئے ایک من ہنگ دال میں بطور دھونی روزانہ استعمال ہوئی ۔ روہتاس سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی سفید انڈہ کے ہیں ۔ قلعہ سفید انڈہ کی مانند ہے ۔ اس قلعہ میں مغل شہنشاہ اکبر جہانگیر نے بھی قیام کیا ۔ قلعہ روہتاس کے دروازے خواص خوانی ، دروازہ موری ، دروازہ طلاقتی یا کابلی ، دروازہ شیشی ، دروازہ لنگر خوانی ، دروازہ بادشاہی مسجد ، دروازہ سوہل ، دروازہ پیپل والا ، دروازہ گیبالی ، صدر دروازہ جو شہر کا صدر دروازہ کہلاتا ہے ۔ دوہرا بنا ہوا ہے ۔ پہلے دروازے کی چھت پر ایک بالاخانہ بنا ہوا ہے ۔ کچھ فاصلے پر اندر کی طرف ایک اور دروازہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ پانی کا ایک نمائشی حوض بنا ہوا ہے دروازہ پر کلمہ طیبہ تحریر ہے ۔ موری دروازہ کے پانچ کنگرے ہیں ۔ اوپر جھنڈے نصب کرنے کے لئے تین جگہیں بنی ہوئی ہیں ۔ یہ دروازہ قلعہ کے باہر واقع مضافات کی آمد و رفت کے لئے بنایا گیا ہے ۔ دروازے کی چھت پر جانے کے لئے دائیں جانب اندرون قلعہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ۔ دروازہ کے پہلے حصہ میں شاہ جمال چشتی کا مزار ہے ۔ شاہ چاننن ولی دروازہ اپنی خوبصورتی اور دفاع کے لحاظ سے بے مثال ہے اس کے باہر چاننن والی کی قبر چار دیواری کے اندر ہے ۔

marfat.com

طلائی دروازہ یا کابلی دروازہ ہاتھیوں کی آمدورفت کے لئے بنایا گیا تھا۔ یہاں چوکیداروں، اسلحہ خانہ، پہرے داروں کی چوکیاں ہیں۔ اس دروازے کا منہ کابل کی طرف ہے اس لئے اسے کابلی دروازہ کہتے ہیں۔ شیشی دروازہ شیشے کا بنا ہوا ہے اسے شیشی دروازہ کہا جاتا ہے۔ یہ نالہ گھان کے کنارے واقع ہے۔ اس کے جھروکوں سے بیگمات شہزادے شہزادیاں موسم گرما میں سیر و تفریح کے لئے گھان کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ یہ دروازہ انتہائی خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ لیکن مسلسل دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے خستہ حال ہو گیا ہے۔ آج بھی گرمی کے موسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ لنگر خوانی دروازہ سے شاہی عملہ کا سامان خورد و نوش جمع رہتا تھا۔ ساتھ ہی بہت بڑا کنواں ہے۔ بادشاہی دروازہ اپنی بلندی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ ایک ایک پتھر کا وزن کئی من ہے۔ یہ دروازہ شاہی مسجد کے پاس واقع ہے۔ سوہل دروازہ فنکاری کے لحاظ سے منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس جگہ سے قلعہ کے اندرونی حصے میں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھا جائے تو زحل ستارہ عین اس کے اوپر نظر آتا ہے۔ اسی نسبت سے اسے زحل دروازوں کے علاوہ گنھیالی دروازہ اور پیپل والا دروازہ بھی ہے۔ قلعہ کے اندر خفیہ گزر گاہیں مان سنگھ کا لا محل شاہی مسجد پھانسی خانہ کعبہ تاریخی قلعہ شاہی تالاب بڑی باولی ہے۔ قلعہ کے اندر خفیہ راستے مختلف دروازوں کی طرف جاتے ہیں۔ یہ راستے پیغام رسانی بیگمات کی آمدورفت کے لئے یا بوقت ضرورت محصورین جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ مان سنگھ محل راجہ مان سنگھ اکبر کی بیوی کا بھائی اور جہانگیر کا ماموں تھا، کی رہائش گاہ کے لئے بلند مقام پر تعمیر کیا گیا جو دور سے نظر آتا ہے۔ یہ عمارت فن تعمیر کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس مقام سے میلوں دور تک کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ نقش و نگار کے نشان موجود ہیں۔ دالان جھروکے مان سنگھ کی بہن شریمتی روپ کماری کے لئے تعمیر کیا گیا اس کے چاروں طرف چونا گچ کی پچکاری کا کام ہوا ہے۔ اس کے رنگ و روپ کی وجہ سے اسے کالا محل کہا جاتا ہے۔ شاہی مسجد ویران ہو چکی ہے۔ آوارہ مال مویشیوں کا مسکن ہے۔ جنگلی پرندوں کی آماجگاہ ہے۔ مسجد شاہی محلات اور شاہی دروازے کے قریب ہے۔ درمیانی دروازے کے محراب پر بسم اللہ الرحمن الرحیم دائروں کی شکل میں لکھا ہوا ہے۔ مسجد کے محراب اور منبر ابھی تک قائم ہیں۔ مسجد کے قریب ہی پھانسی دی جاتی تھی۔ تاریخی کعبہ پر فارسی کے شعر درج ہیں۔ شاہی تالاب میں آبادی کے لئے پانی ذخیرہ کیا جاتا تھا۔ بڑی باولی 270 فٹ گہری ہے۔ چار محرابی چوکھٹوں کے نیچے کنواں نیچے اترنے کے لئے 300 سیڑھیاں ہیں۔ باولی میں آج بھی پانی موجود ہے۔ باولی میں کافی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ قلعہ کے باہر دینہ کے راستے سے آتے ہوئے راستہ میں مقبرہ خیر النساء ہے جو شیر شاہ سوری کے وزیر قادر بخش کی بیٹی کے لئے بنوایا گیا تھا۔ مقبرہ انتہائی خستہ حال ہو چکا ہے جا بجا گندگی کے ڈھیر ہیں۔ مقبرہ خیر النساء کے قریب مزار تکیہ شاہ مراد ہے۔ یہ بزرگ شیر شاہ سوری کے عہد میں اہل روہتاس کو درس شریعت دیا کرتے تھے۔ سنگین جرائم کے مرتکب افراد کے لئے شاہی قتل گاہ قلعہ سے باہر مغرب کی طرف بنائی گئی ہے اس بلند چبوترے پر کھڑا کر کے تلوار سے ان کا سر قلم کر دیا جاتا۔ سر بجو آصاحب سکھ مذہب کے عقیدے کے مطابق پنجہ صاحب حسن ابدال ڈیرہ بابا نانک ننکانہ صاحب کی طرح اس مقام کو بھی خاص مذہبی اہمیت حاصل ہے۔ یہاں گرونانک صاحب نے اپنی روحانی منزل نالہ گھان کے کنارے بیٹھ کر تکمیل کی۔ سکھوں کے مطابق یہ متبرک مقام ہے۔ یہاں ایک گردوارہ بنا ہوا ہے۔ قلعہ روہتاس میں شاہ محمد شہید دیواں والی سرکار کا

marfatcom

مزار بھی موجود ہے۔ قلعہ تک جانے کے لئے ٹرانسپورٹ کا صحیح انتظام نہیں ہے۔ نالہ گھان میں برسات کے دنوں میں پانی آنے جانے سے قلعہ سے ہر قسم کا رابطہ منقطع ہو جاتا ہے۔ قلعہ کی بیشتر دیواریں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں ہم ہندوستان سے گلہ شکوہ کرتے ہیں کہ وہاں ہماری تہذیب و ثقافت کے نشان مٹائے جا رہے ہیں لیکن وطن عزیز میں بھی ان مقامات کے ساتھ یہی سلوک کیا جا رہا ہے۔ قلعہ تک جانے کے لئے نالہ پر پل تعمیر کیا جائے۔ قلعہ کے تاریخی مقام پر رہنمائی کے لئے بورڈ آویزاں کئے جائیں اور گائیڈ مقرر کیا جائے۔ نیز قلعہ جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، اس کی مرمت کی جائے۔ جس مقام سے قلعہ کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں بنیادوں کو مضبوط کیا جائے۔ اس قلعہ کو دور دراز سے دیکھنے کے لئے سیاح آتے ہیں۔ ان میں غیر ملکی سیاح بھی ہوتے ہیں۔ محکمہ آثار قدیمہ قلعہ کی حفاظت اور مرمت کا خصوصی اہتمام کرے۔

تھانہ دینہ کے قریب سڑک کے کنارے ایک بورڈ نصب ہے۔ جس پر قلعہ کی مختصر تفصیل درج ہے۔ ناقابل تسخیر قلعہ روہتاس تعمیر کردہ شیر شاہ سوری فاصلہ 8 کلومیٹر سطح سمندر سے اونچائی 2 ہزار 200 فٹ دیواروں کی موٹائی ساٹھ اسی فٹ دروازے بارہ دوہرے دروازے چار۔ معمار سلطانی لاگت 7700000 دام بہلول تقریباً 23100000000 روپے۔

==

"گجرات تصاویر کے آئینے میں"
زمان کھوکھر کی کتاب شائع ہو گئی

لندن (پ ر) گجرات کے قانون دان ادیب اور محقق ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی کتاب گجرات تصاویر کے آئینے میں شائع ہو گئی کتاب میں ۱۵۰ کے قریب قدیمی لمبی قبروں، ۲۰۰ کے لگ بھگ روحانی مقامات اور تاریخی مقامات کی تفصیل رقم کر کے ان کی تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں اس کے علاوہ کتاب میں آزاد کشمیر کے علاقہ [illegible] میں قدیمی قبر، طویلہ کا ذکر بھی کیا گیا

marfat.com

تھانہ دینہ روہتاس جی ٹی روڈ کے قریب 9 گز لمبا مزار

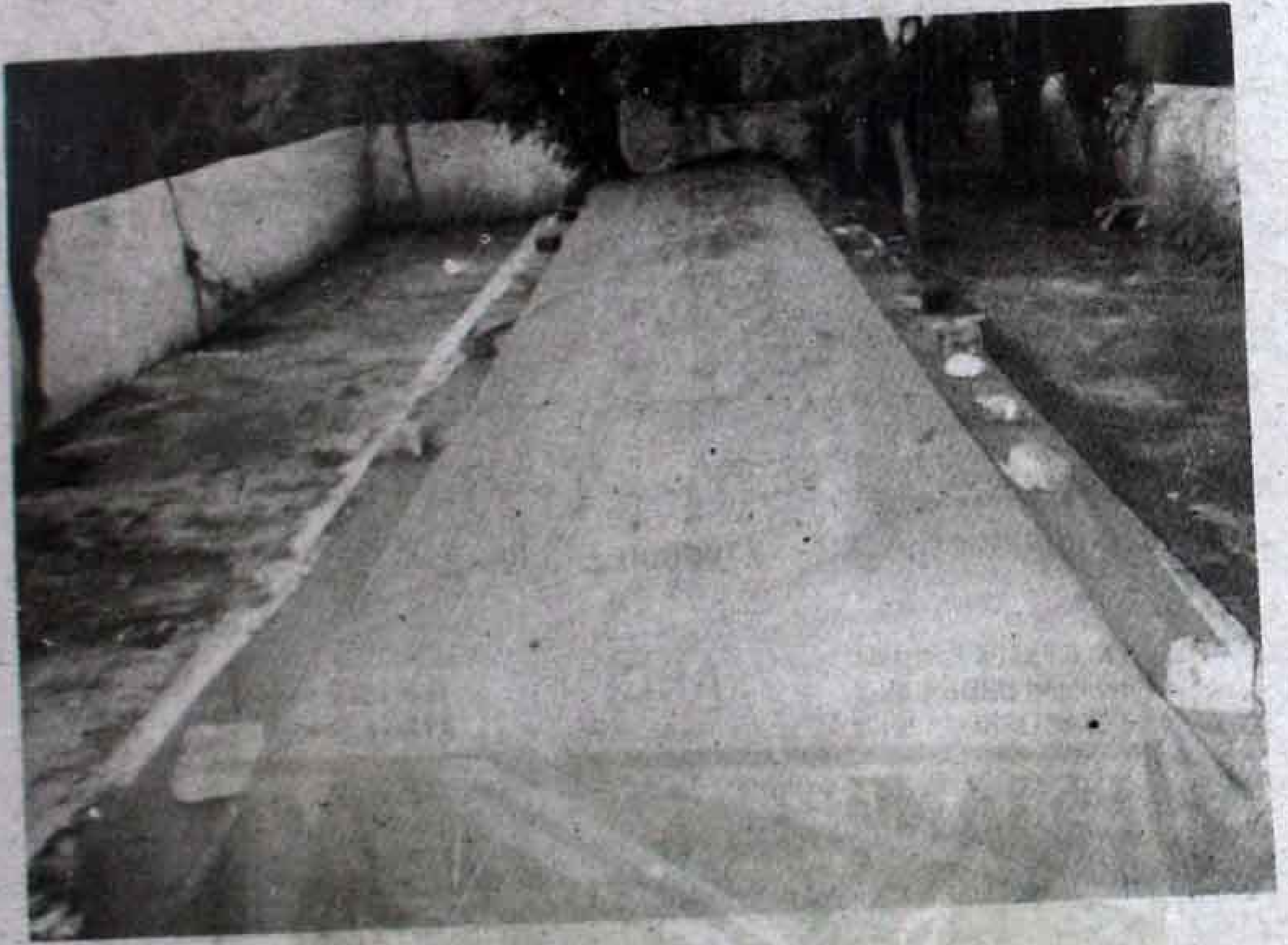

یہ مزار تھانہ دینہ کے بالمقابل ہزاروں سالہ پرانی آبی گزر گاہ کے کنارے واقع ہے ۔ یہاں سے ایک راستہ قلعہ روہتاس کو بھی جاتا ہے یہ مزار جی ٹی روڈ کے کنارے پر ہے اور یہ قدیمی دور کی گزر گاہ رہی ہے ۔ اس علاقہ میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر یہ نوگزے مزارات ہیں ۔ رانی گھی مل کے قریب بھی نوگز لمبا مزار ہے اس طرح کے لمبے مزارات گوجر خان کے قریب ہیں ۔ مزار پختہ تعمیر ہے چار دیواری بھی ہے اور اس کی لمبائی نو گز کے قریب ہے ۔ پینے کے پانی کے لیے کنواں بھی تعمیر کیا گیا ہے ۔ اور ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے

marfatcom

ٹلہ جوگیاں

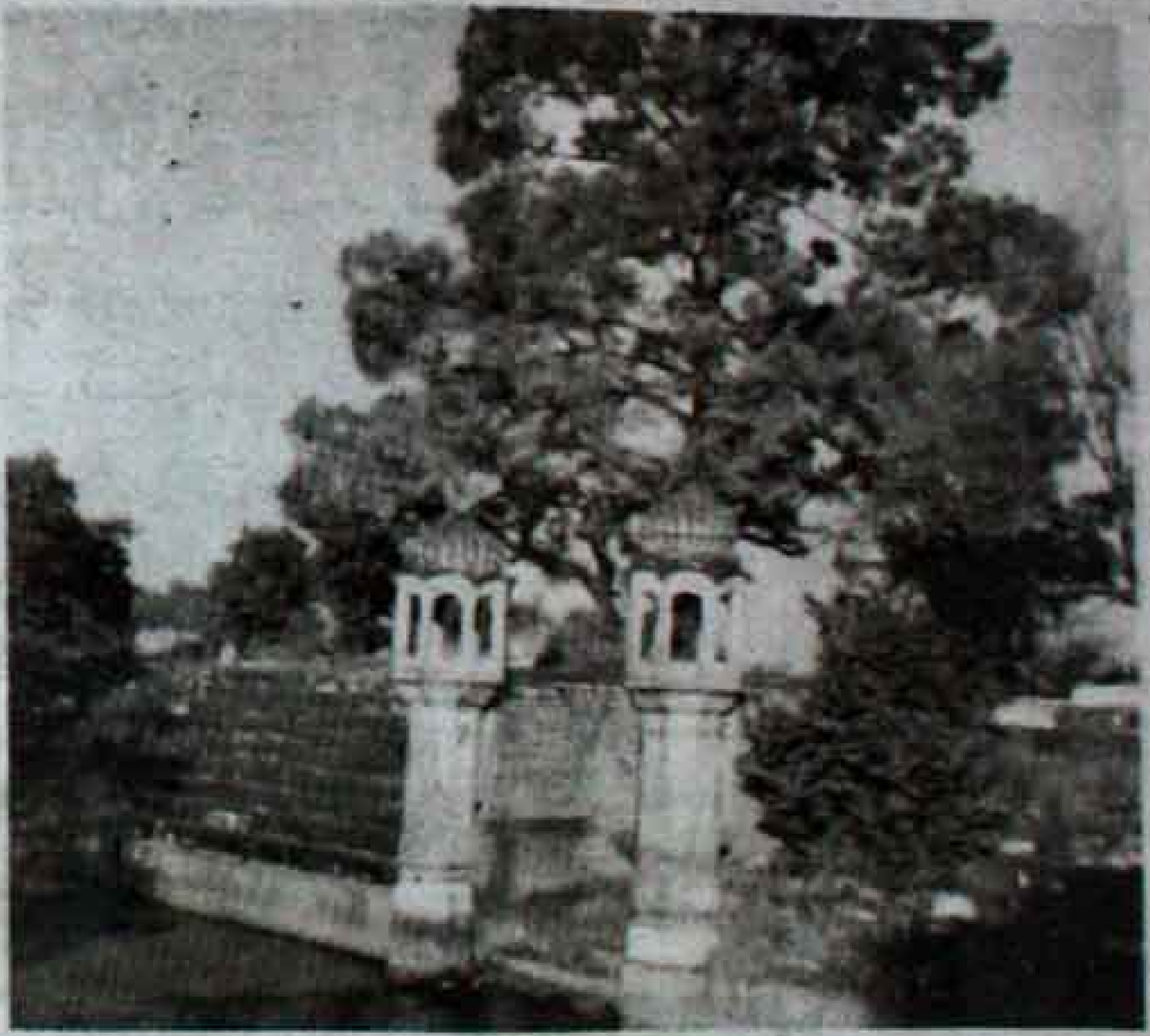

ضلع جہلم میں جا بجا قدیم و تاریخی عمارتیں ہیں۔ شیر شاہ سوری کا تعمیر کردہ قلعہ روہتاس بھی ضلع جہلم دینہ کے پاس ہے ٹلہ جوگیاں کو جانے کے لیے قلعہ روہتاس سے بھی راستہ جاتا ہے دوسرا راستہ براستہ سنگھوئی اور ناڑے بھی جاتا ہے ٹلہ جوگیاں کی تہذیب ہزاروں سالہ پرانی ہے ٹلہ جوگیاں پہاڑ کی چوٹی پر تقریباً چار ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ وہ لوگ جو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر جاتے تھے یہاں آ کر اپنے مذہب عقیدت کے مطابق عبادت کرتے تھے اور پینے کے لیے بارشی پانی کو چھپڑوں تالابوں میں جمع کر لیتے تھے ٹلہ جوگیاں میں کئی تاریخی عمارتیں ہیں جو مسلسل دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں پانی کے دو بڑے تالاب اور ہندوؤں کی عبادت گاہیں ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل یہاں بہت بڑا میلہ بھی لگتا تھا۔ اب یہ ختم ہو چکا ہے۔

marfat.com

گورکھ ناتھ کے علاوہ پروہتوں سادھوؤں پنڈتوں بھکشوؤں کی سرزمین ٹلہ جوگیاں

برساتی نالوں چشموں معدنیات کی سرزمین جہلم جو معدنیات کے خزانہ سے مالا مال ہے اس کے قریب دریائے جہلم صدیوں سے کئی داستانیں سینے میں دفن کئے رواں دواں ہے۔ قلعہ منگلا بھی جہلم کے قریب ہے۔ یہاں شیر شاہ سوری کا تعمیر کردہ بے مثال قلعہ روہتاس بھی ہے۔ جس کی تعمیر میں بیک وقت تین لاکھ مزدوروں نے حصہ لیا۔ اس وقت کروڑوں روپے خرچ ہوئے یہاں قلعہ نندنا بھی ہے یہاں سلطان محمود غزنوی نے کفار کو شکست فاش دی۔ قریبی پہاڑوں میں ہزاروں سالہ پرانی تہذیب راج کٹاس بھی ہے۔ جہلم سے جانب جنوب مغرب 20 میل کے فاصلہ پر ٹلہ جوگیاں جو 3 ہزار 500 فٹ بلند پہاڑی پر واقع ہے ہندوؤں کی بہت پرانی عبادت گاہ ہے۔ ماضی میں ٹلہ کی بہت عظمت اور شان و شوکت ہوا کرتی تھی۔ برصغیر کے ہندو یہاں میلہ پر حاضر ہوتے یہ میلہ ماہ پھاگن میں منعقد ہوتا جو کئی روز جاری رہتا۔ ہندو گاؤں بدر سے ٹلہ تک چونا ڈال کر راستہ کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔ ٹلہ تک جانے کے لئے دو تین راستے ہیں۔ قلعہ روہتاس سے ٹلہ 20 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ٹلہ تک جانے کے لئے ٹوٹی پھوٹی شکستہ ناہموار سڑک ہے جو نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ چکی ہے۔ دینہ سے براستہ روہتاس ٹلہ کے لئے ہٹر کے دور کی گاڑیاں چلتی ہیں۔ لیکن یہ گاڑیاں ٹلہ تک نہیں جاتیں بلکہ راستہ میں ہی اتار دیتی ہیں۔ وہاں سے ٹلہ تک پیدل سفر کرنا پڑتا ہے۔ دوسرا راستہ براستہ بدر ہے۔ جہلم اڈہ لاریاں سے تاڑ کے لئے صبح 7 بجے پہلی بس روانہ ہوتی ہے۔ یہ بس وقفہ وقفہ سے براستہ سنگھوئی تاڑ کے لئے روانہ ہوتی ہے۔ یہ بھی دو گھنٹے میں جہلم سے بدر تک پہنچا دیتی ہے۔ بدر گاؤں کے جانب شمال ایک پہاڑ کی چوٹی پر ٹلہ جوگیاں۔ تع

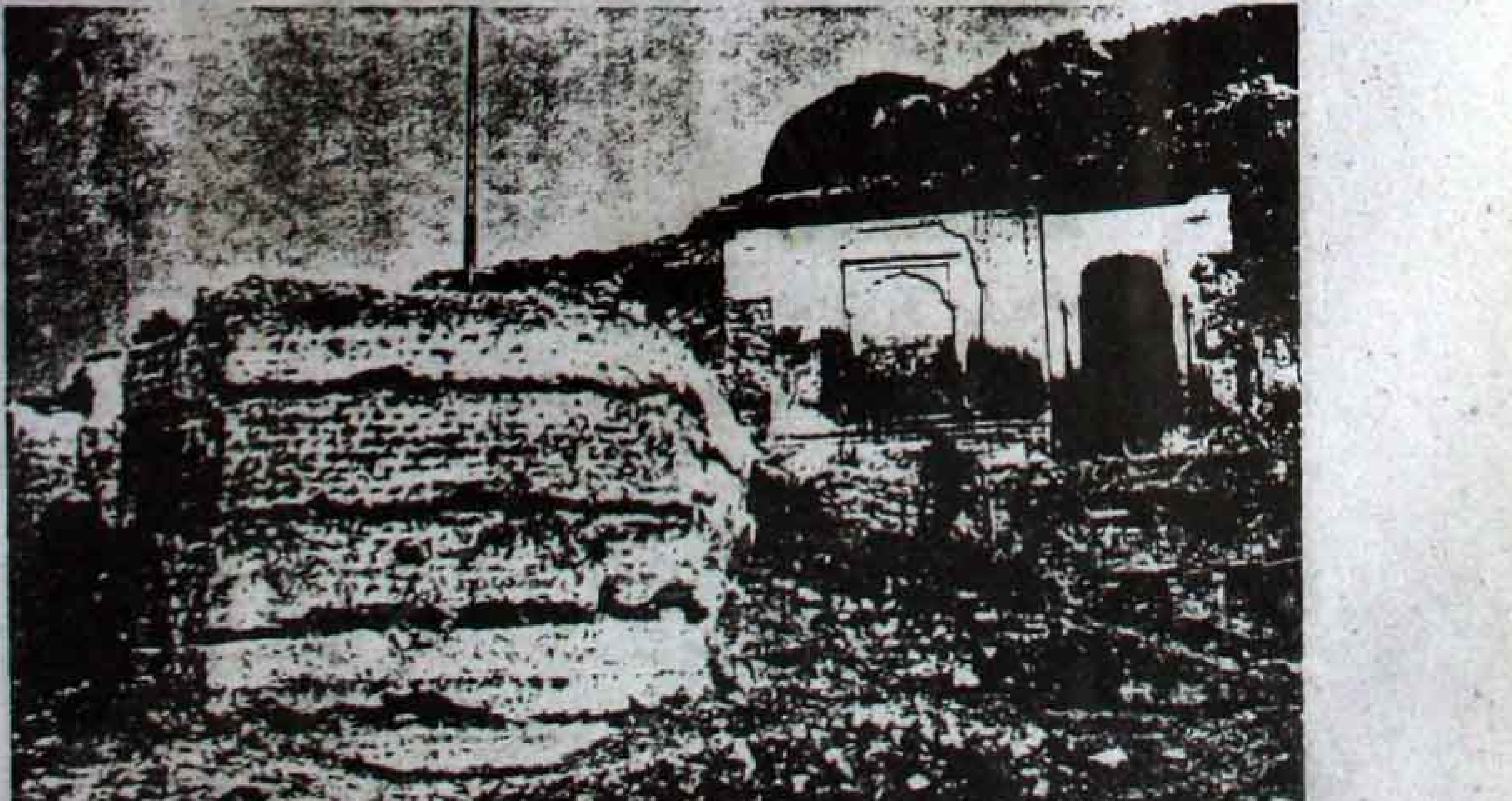

راج کٹاس

marfatcom

ہے ۔ ٹلہ تک پہنچنے کے لئے تین پہاڑی سلسلے عبور کرنے پڑتے ہیں ۔ چھوٹا پہاڑی سلسلہ تیسرا آخری سلسلہ جہاں ٹلہ واقع ہے ۔ بدر سے ایک راستہ ٹلہ کے لئے جاتا ہے ۔ جہاں صبح کے وقت اونٹ پہاڑی کوئلہ بر گاؤں میں لاکر ایک بہت بڑے گودام میں ذخیرہ کرتے ہیں ۔ اونٹوں کی آمدورفت کی وجہ سے راستہ کافی کشادہ ہے ۔ پہاڑ کے دامن میں کوئلے کی کانوں سے کوئلہ نکالا جاتا ہے ۔ پہاڑ کے دامن میں مزدور کانوں سے کوئلہ نکالنے میں مصروف ہوتے ہیں ۔ ان کے خیموں میں مختصر سا قیام کیا جاسکتا ہے ۔ ان مزدوروں کے ساتھ گدھے اور اونٹ بھی کام کرتے ہیں ۔ گدھوں کے ذریعے ٹلہ کے تالابوں سے پانی لایا جاتا ہے ۔ یہ گدھے بہت تربیت یافتہ ہیں ۔ اونٹوں سے باربرداری کا کام لیا جاتا ہے ۔ دشوار گزار راستوں سے بوجھ کے ساتھ یہ اونٹ بہت سنبھل کر چلتے ہیں ۔ ذرا کوتاہی سینکڑوں فٹ نیچے گہرائیوں میں ڈال سکتی ہے لیکن یہ اونٹ چونکہ راستوں سے واقف ہوتے ہیں اس لئے رات کے اندھیرے میں آسانی سے منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں ۔ دوران سفر راستہ میں پانی کا نام و نشان تک نہیں ملتا نہ ہی کھانے کی کوئی چیز ملتی ہے ۔ صرف جنگلی بیر جھاڑیوں سے مل سکتے ہیں جو پیاس بجھا سکتے ہیں اور نہ ہی ٹلہ پر خورد و نوش کا کوئی اہتمام ہے ۔ اس لئے سفر کے لئے پانی کے علاوہ خورد و

راج کٹاس میں ہندوؤں کی عبادت گاہ

marfatcom

نوش کا اہتمام ہمراہ ضروری ہے۔ اس راستے کے ذریعے ٹلہ تک پہنچنے کے لئے گائیڈ کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ راستے سے کوئلے کی دکانوں تک پہنچنے کے لئے بدر گاؤں سے کوئی اونٹ والا مل جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بدر گاؤں کی سماجی شخصیت ملک بنارس نے ہماری رہنمائی کی اور اپنا بھائی ملک محمد افضل خان ہمارے ہمراہ روانہ کیا۔ ملک بنارس مہمان نواز ہیں اور علاقہ بھر میں عزت و احترام سے دیکھے جاتے ہیں۔ ٹلہ کے سفر میں راستہ میں مزدور جن کا تعلق صوبہ سرحد سے ہے۔ ان سے بھی رہنمائی لی جا سکتی ہے۔ جہاں کئی قسم کے جانور ہرن اڑیال بندر وغیرہ لاکر رکھے گئے ہیں۔ جو یہاں سے بغاوت کر کے ترک سکونت کر چکے ہیں بندر تو گردونواح کے دیہات میں آوارہ گردی کرتے ہوئے بھاگ گئے ہیں۔ پارک میں اب اعلیٰ نسل کی گائے اور بیل آوارہ گردی کرتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ گائے بیل حکومت کے ہیں یا گردونواح کے دیہات کے۔ یہ جانور کافی صحت مند ہیں۔ ان جانوروں کے لئے پینے کے پانی کا ایک مصنوعی تالاب بنایا گیا ہے۔ تالاب کے قریب سینکڑوں بھورے تیتر سرگوشیاں کرتے ہیں۔

دوسرا تالاب بہت قدیمی ہے جو پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے چاروں طرف سیڑھیاں تعمیر کی گئی ہیں جوں جوں پانی کی سطح کم ہوتی جاتی ہے ان سیڑھیوں کے ذریعے پانی کی سطح تک آسانی سے پیاس بجھائی جا سکتی ہے۔ اس تالاب میں گردونواح کے پہاڑوں کا بارشی پانی خود بخود بہہ کر تالاب میں جمع ہو جاتا ہے۔ تالاب کا حجم بہت زیادہ ہے یہاں سارا سال پانی ختم نہیں ہوتا۔ تالاب کے مغربی کنارے پر پیپل اور کیکر کے درخت ہیں۔ پیپل کا درخت ہندوؤں کے نزدیک بہت متبرک ہے۔ دوسرے پہاڑی سلسلہ میں صرف پھلاہی، بیری کے درخت ہیں لیکن ٹلہ کی پہاڑیوں پر پیپل برگد کے بہت بڑے درخت ہیں۔ چیڑ کے درخت بھی ہیں۔ گھنے درختوں نے ٹلہ کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ یہاں حکومت نے ایک جدید

ٹلہ جوگیاں کے قریب کانوں سے کوئلہ نکالا جا رہا ہے

marfatcom

ریسٹ ہاؤس بھی تعمیر کر رکھا ہے جو نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ پہاڑ کے ٹلہ پر کبھی آباد شہر تھا جابجا ہندوؤں کی عبادت گاہیں ہیں جو پتھر سے تعمیر کی گئی ہیں۔ لاتعداد برج نما ستون ہیں جو قبروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے گنبد نما کمرے ہیں۔ ان تاریخی عمارتوں کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے یہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ ٹلہ کو خاردار جنگلی پودوں نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ٹلہ کو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر ان عمارتوں تک پہنچنے کے لئے کوئی راستہ نہیں خاردار پودوں کے یہ کانٹے لباس سے چمٹ جاتے ہیں اور بدن پر ان کی چبھن سی محسوس ہوتی ہے۔ اس غیر آباد قدیم عبادت گاہ میں ہال سے ملحقہ کمرہ جات بھی ہیں جو تمام کے تمام گنبد نما ہیں گول دائرہ کی صورت میں زمین کھود کر آگ جلائی جاتی ہے جو دن رات جلتی رہتی ہے۔ ان عمارتوں کے عین وسط میں پانی کا ایک بہت بڑا تالاب ہے۔ اس تالاب میں بھی بارش کا پانی جمع ہوتا رہتا ہے۔ اس کی سیڑھیاں پختہ تعمیر ہیں۔ چاروں کونوں پر بیٹھنے کے لئے پتھر کے تخت تعمیر کئے گئے ہیں۔ موسمی اثرات سے بچنے کے لئے چھوٹے چھوٹے کمرے بھی ہیں۔ تالاب کے گیٹ پر دو بلند مینار ہیں جو بہت شاندار طریقہ سے تعمیر کئے گئے ہیں ٹلہ کئی حصوں میں تقسیم ہے۔ یہ ایک صحت افزاء مقام ہے۔ سخت گرمیوں میں یہاں خنکی محسوس ہوتی ہے۔ ٹھنڈی ہوا چلتی رہتی ہے۔ ٹلہ کے قریب سڑک کے کنارے پتھروں سے ایک تھڑا تعمیر کیا گیا ہے۔ جس پر چونے سے یہ تحریر لکھی ہوئی ہے کہ "یہاں رانجھے نے کان پڑوائے" حکومت نے یہاں ایک ٹاور بھی تعمیر کیا ہے۔ چاروں طرف نظارہ کے لئے شیڈ بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ موسم صاف ہو تو چاروں طرف سرسبز پہاڑوں کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔ ٹلہ کے چاروں طرف ہرے بھرے پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔ یہ پہاڑی سلسلہ کوہستانی نمک تک چلا جاتا ہے۔ صبح سورج کی پہلی کرن جب ٹلہ پر پڑتی ہے تو اس کے راستہ میں اور کوئی پہاڑ حائل نہیں ہوتا۔ ٹلہ پر تعمیر شدہ عبادت گاہوں کے نمونے راج کٹاس کی عبادت گاہوں سے ملتے ہیں۔ لیاقت خان نیازی کی جانب سے نصب کردہ کتبہ کے مطابق راج کٹاس ہزاروں سالہ پرانی تہذیب ہے۔

ٹلہ کے بارے میں کتاب ضلع جہلم جو 1904ء میں تحریر کی گئی کہ ٹلہ 2200 فٹ بلند پہاڑی چوٹی پر واقع ہے۔ اس کا نام ٹلہ گورکھ ناتھ تھا لیکن اس سے قبل اس کا نام ٹلہ بالناتھ تھا۔ یہی نام ابھی تک بولا جاتا ہے۔ بالناتھ کا مرید گورکھ ناتھ تھا جو اس روایتی ادارہ کا بانی ہے جب سکندر 326 قبل مسیح جہلم کے قریب پورس پر حملہ کی تیاریاں کر رہا تھا تو شاہی ہاتھی متبرک سورج کی پہاڑی پر چڑھ گیا اور انسانی زبان میں دعا کی کہ حملہ آور کا حملہ ناکام ہو جائے۔ جس کی وجہ سے اس پہاڑ کو ہاتھیوں کی پہاڑی کہا جانے لگا۔ ٹلہ بہت پرانی اور قدیمی عبادت گاہ ہے جس کو ہندو متبرک مانتے ہیں، کے متعلق کافی روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ راجہ بھرتھری تاج تخت چھوڑ کر گورکھ ناتھ کا چیلہ بن گیا اور ٹلہ میں قیام پذیر ہوا۔ اس کے متعلق حالات ملتے ہیں یہاں قدیمی پہاڑی جس کا نام راجہ بھرتھری ہے، پورن بھگت میں بھی ٹلہ کا ذکر ملتا ہے۔ بالناتھ جوگیوں کا ذکر شیر شاہ سوری کے زمانہ میں بھی ملتا ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ بالناتھ جوگیوں کا مندر جس کو ٹلہ بالناتھ کہا جاتا ہے، اس کی ہندوستان کے جوگی بہت تعظیم کرتے ٹلہ 1728ء میں احمد شاہ درانی نے حملہ کے وقت ضبط کیا گیا۔ ٹلہ میں کئی مقبرے بھی ہیں، جہاں غالباً جوگیوں کو جلایا نہیں گیا بلکہ دفن کیا گیا ہے۔ یہاں قیام پذیر افراد نہایت پرہیزگار اچھے کردار کے مالک ہوتے تھے۔ ہندومت کے نزدیک یہ مقام بہت قدیمی ہے اور اس کی یاترا سے بہت بڑی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ کتابچہ تاریخی قلعہ روہتاس از ایم اے حسن ملتانی کے صفحہ 117 پر تحریر ہے کہ گورکھ

marfat.com

ناتھ بذات خود ریاست نیپال کے ایسے گاؤں گورکھ پور نیپالی قوم کا ایک فرد تھا وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا دل غریب اور دکھی انسانوں کی محبت سے لبریز تھا۔ وہ ظالم راجوں مہاراجوں اور امراء لوگوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے ان سے سخت متنفر رہتا تھا اس نے شدھ بھاشہ میں اپنے عارفانہ کلام یعنی اشلوک لکھے ہیں۔ ہندی ادب کی مختصر شاعری بھی تھی اس نے سامراج کے مظالم لوٹ کھسوٹ کے خلاف پہلی آواز بلند کی۔ اس نے اپنی شاعری کے ذریعے اولاد آدم کی محبت اخوت امن و آشتی اور انسان دوستی کا پیغام دیا جب اسے تبلیغ کرتے کرتے کافی عرصہ گزر گیا تو اسے اپنے گرو مچھندر ناتھ نے شمالی پنجاب میں ٹلہ کے پہاڑوں پر جا کر قیام کرنے کا حکم دیا۔ گرو کے حکم کے مطابق جب اس نے اپنے چیلوں سمیت جانے کی تیاری مکمل کرلی تو گرو نے ایک نرم گھاس سے بنا ہوا ایک ہار اس کے گلے میں ڈال دیا اور کہا کہ تمہارا زنار یعنی جنجو ہے۔ دوسرے آگ کی ایک چھوٹی سی لکڑی اٹھا کر کہا اسے اپنے زنار سے باندھ لو اس کا نام ناڑ ہے یعنی یہ تمہارے کرموں کی شکتی ہے۔ پھر شوجی مہاراج کی پتنی نے اپنی ران کے خون سے ایک کرتہ تمہ کر کے گورکھ ناتھ کو دیا اور کہا کہ آئندہ تم ہمیشہ ایسا ہی سرخ لباس پہنا کرو۔ چنانچہ جوگی لوگ اب بھی گرو کے حکم سے گیرو رنگ کے کپڑے ہی پہنتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی گروجی نے یہ بھی ہدایت کی کہ ہنو لوگ مردوں کو جلاتے ہیں مگر تم جلانے کے بجائے مردے قبر میں دو زانو بٹھا کر اس پر مٹی ڈال دیا کرو۔ ان تمام ہدایات کے بعد گروجی نے اسے رخصتی کی اجازت دے دی اور وہ اپنے چیلوں کے ہمراہ ٹلہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں جب یہ قافلہ سیالکوٹ کے قریب ایک جنگل میں خیمہ زن ہوا اور ویران کنوئیں سے پورن بھگت کی آواز سنائی دی کہ مجھے باہر نکالو قافلے نے اسے باہر نکال کر اپنے ساتھ رکھ لیا۔ پنجابی لوک ورثے

ٹلہ جوگیاں میں تعمیر شدہ نیا ریسٹ ہاؤس جو عموماً ویران رہتا ہے

marfatcom

میں پورن بھگت کے قصے نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ پروفیسر علامہ سید کبیر احمد مظہر کے بقول ٹلہ جوگیاں کی تاریخ کا سراغ ویدک دور سے جاملتا ہے۔ رگ وید میں اس کا باقاعدہ ذکر ہوا ہے۔ قدیم کشمیر کی تاریخی کتاب راج ترنگی میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ چار ہزار قبل مسیح تک زمانہ کے پرانے ماخذ اور ٹلہ جوگیاں اور ہمالیہ اور کشمیر کے پہاڑوں پر غاروں کے دروازوں کے اوپر اور ان کے اندر بکھرے ہوئے نقوش تحریرات سے جو اب تک موجود ہیں، یہ واضح ہوتا ہے کہ اس وقت بھی مذہبی پروہتوں، سادھوؤں، پنڈتوں اور بھکشوں نے ان مقامات کو اپنی عبادت کا مرکز بنایا یہاں خلوت اختیار کر کے گیان حاصل کیا۔ ان کے آثار ٹلہ جوگیاں کے اردگرد پہاڑوں کشمیر ہمالیہ کے پہاڑوں پر ملتے ہیں۔ ناتھ کا مطلب آقا مالک یا دیوتا اسی طرح بالناتھ کا مطلب سورگ دیوتا ہے۔ ٹلہ جوگیاں بے شمار دیگر مقامات کی طرح سورج پرستی کا مرکز تھا۔ اس لئے اس کا نام ٹلہ بالناتھ پڑگیا۔ اس کے بعد ٹلہ گورکھ ناتھ کے نام سے مشہور ہوا۔ ہندو مذہب کے 9 بڑے ناتھ ہیں۔ جن کا ذکر وارث شاہ نے ہیر رانجھا میں بھی کیا ہے۔ اس میں سب سے بڑا ناتھ گورکھ ناتھ تھا۔ جس کا مذہب برصغیر میں سب سے زیادہ رائج ہوا۔ برائیوں کا مرکز آلہ تناسل ہے اگر ان سے چھٹکارا پالیا جائے ان کے بقول کہ انسان ساری برائیوں سے نجات پاسکتا ہے۔ تب ہی خدا رسیدہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس مذہب کے گروہوں پنڈتوں نے یہ لازمی قرار دیا کہ جو شخص ان کا چیلہ بنے وہ مردانہ صفات ختم کردے۔ اس مذہب کے پیروکاروں کی دوسری بڑی نشانی ان کے کانوں کے نچلے حصے پھاڑ دیئے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ چہرے سے پہچانے جاتے ہیں کہ وہ گورکھ ناتھ ہیں۔ یہ لوگ کان پھٹے جوگیوں کے نام سے مشہور تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خالص ہندو مت کی متعصب ترین شاخ تھی جو جین مت اور بدھ مت

راقم ٹلہ جوگیاں کے پہاڑوں پر

marfatcom

کے خلاف صف آراء ہوتی ہے ۔ ٹلہ جوگیاں جو ہمارا تاریخی ورثہ ہے ، تک رسائی کے لئے پختہ سڑک تعمیر کی جائے ۔ پرانی عمارت تک جانے کے لئے راستے کی صفائی کی جائے خاردار جھاڑیاں تلف کی جائیں ۔ رہنمائی کے لئے محکمہ آثار قدیمہ یہاں گائیڈ متعین کرے اور مشہور مقامات پر رہنمائی کے لئے تختیاں آویزاں کی جائیں ۔ سیاحوں کے قیام کے لئے ریسٹ ہاؤس کو آباد کیا جائے ۔ ٹلہ جوگیاں صحت افزاء مقام ہے ۔ شکار گاہ ہے پانی کے تالاب کی صفائی کی جائے جنگلی جانوروں کے لئے جدید پارک تعمیر کئے جائیں ۔ خاردار جھاڑیوں کو تلف کر کے پھول دار اور خوشبودار پودے کاشت کئے جائیں ۔

ٹلہ جوگیاں کے مطالعاتی دورہ کے دوران میرے ہمراہ احسان اللہ گھمن بھی تھے ۔ ایک کلہاڑی بھی ہمراہ تھی جو پہاڑوں پر چڑھنے کے لئے موثر ہتھیار کا کام دیتی ہے ۔ احسان اللہ مجھے جھاڑیوں سے بیر توڑ کر دیتا ۔ جس سے پیاس بجھ جاتی ۔ یہ سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے بیر بہت میٹھے ہوتے ہیں ۔ جسم میں توانائی بحال رکھتے ہیں ۔ راستہ میں کان کن مزدوروں نے پشاوری قہوہ سے تواضع کی ۔ یہ قہوہ پہاڑی سفر میں آب حیات سے کم نہیں تھا ۔ پہاڑی پر چڑھتے ہوئے میرے ہمراہی آگے آگے تھے لیکن واپسی پر میں ان کے آگے آگے تھا ۔ بدر گاؤں والے حیران تھے کہ اتنا موٹا آدمی کس طرح ٹلہ جوگیاں تک پہاڑی سفر کر کے واپس آ گیا ہے ۔ یہ ایک جذبہ اور جنون تھا جو اس سفر میں ہمارے ساتھ رہا ۔ یوں شام ڈھلے ہم بدر آ گئے ۔ ملک بنارس نے روائتی انداز میں کھانا پیش کیا اور تھکاوٹ کی وجہ سے ہم جلد ہی نیند کی آغوش میں پہنچ گئے ۔

گجرات تاریخ کے آئینے میں حاجی زمان کھوکھر کی کتاب کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا

آج تک گجرات پر لکھی جانے والی کتابوں میں گجرات تاریخ کے آئینے میں کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی ہے

اندرون بیرون ملک ہر شعبہ زندگی کے افراد نے اس کتاب کو بے حد پسند کیا ہے

گجرات (پ ر) گجرات کے قانون دان ادیب صحافی محقق حاجی ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی تحریر کردہ کتاب گجرات تاریخ کے آئینے میں کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے آج تک گجرات پر لکھی جانے والی کتابوں میں گجرات تاریخ کے آئینے میں کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اندرون بیرون ملک ہر شعبہ زندگی کے افراد نے اس کتاب کو پسند کیا اندرون بیرون ملک ہر شعبہ زندگی کے افراد نے اس کتاب کو پسند کیا میدانوں میں لکھی ہوئی یہ کتاب چار حصوں میں منقسم ہے پہلے حصے میں [illegible] فرد اور انبیاء کرام کا شجرہ درج ہے دوسرا حصہ گجرات کے مشہور اولیاء کرام کے حالات زندگی پر مشتمل ہے چیلیانوالہ [illegible] جلالپور جٹاں [illegible] محلہ کوٹلہ عرب علی خان جلالپور صوبیاں لالہ موسیٰ [illegible] کوٹلہ اہم قصبوں میں [illegible] ہے چوتھے حصہ میں گجرات میں قدیمی [illegible] کے بارے میں جنرل معلومات درج ہیں شریف کنجاہی پروفیسر سیف الرحمن سنی صاحبزادہ محمد رمضان [illegible] شاہ [illegible] مفتی [illegible] سعید پروفیسر حکیم صابر علی پروفیسر سعید نے کتاب میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ملکی اور غیر ملکی قومی اخبارات نے بہترین تبصرے شائع کئے ہیں۔

روزنامہ روزن گجرات (4) 14 جون 2000ء

marfatcom

سوہاوہ ضلع جہلم کے قریب دیوان حضوری قادریؒ کا مزار

****

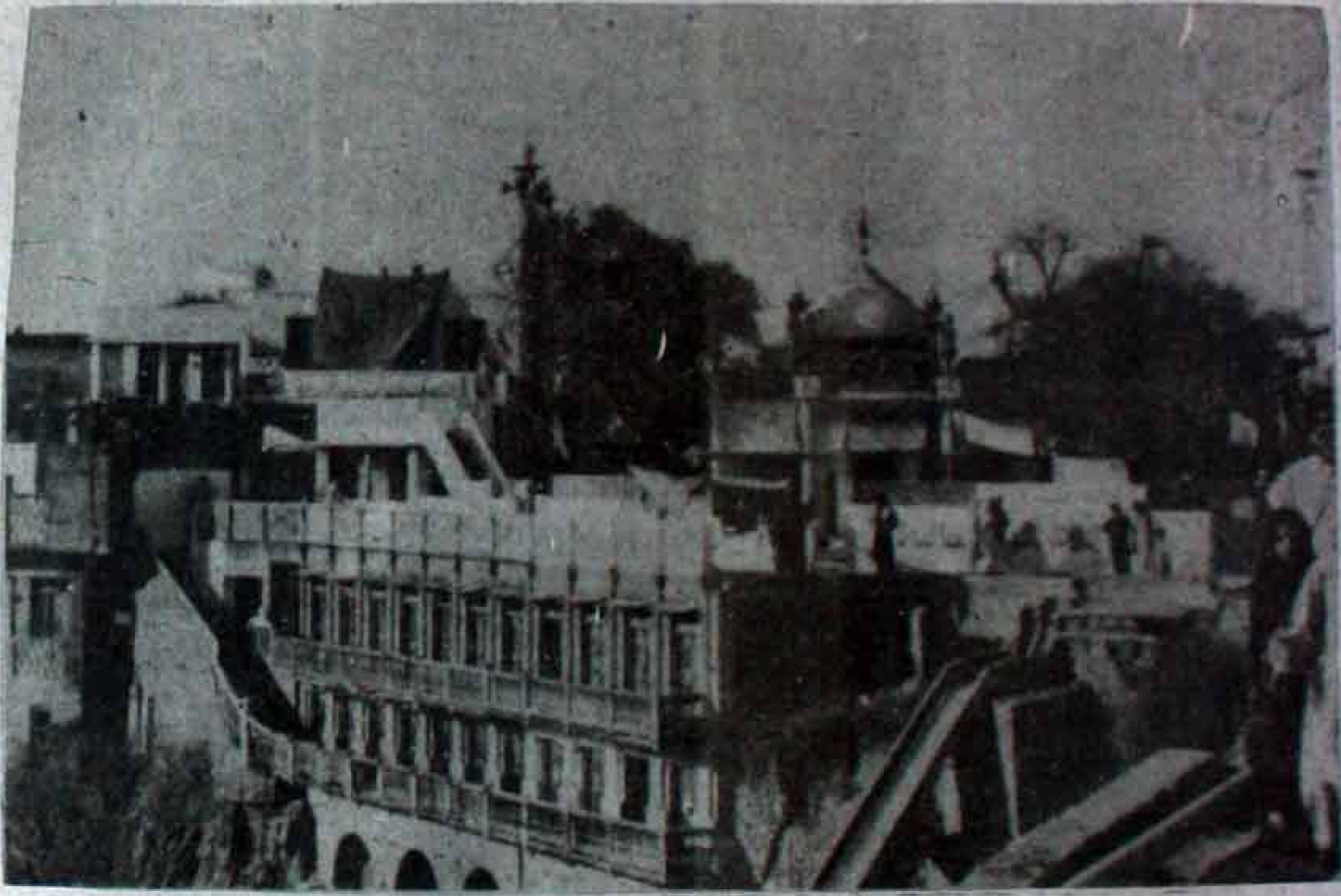

سوہاوہ ضلع جہلم سے دو میل آگے جی ٹی روڈ پر چکوال موڑ آتا ہے۔ جہاں سے مغرب میں سڑک چکوال کی طرف جاتی ہے۔ اور مشرق میں ایک سڑک دھمتیک تک جاتی ہے۔ جس پر دو بورڈ لگے ہیں۔ ایک پر شاہراہ شہاب الدین غوری اور دوسرے بورڈ پر شاہراہ دیوان حضوریؒ لکھا ہے۔

یہاں سے اڑھائی کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاؤں دیوان حضوری ہے۔ جس کا قدیمی نام بشندود شریف تھا۔ لیکن پوٹھوہار کے مشہور ولی اللہ اور عارف باللہ حضرت دیوان حضوری سید عبداللہ شاہ قادریؒ کا مسکن ہونے کی وجہ سے سرکاری کاغذات میں اس کا نام دیوان حضوری ہو چکا ہے۔

گاؤں میں داخل ہوتے ہی ایک سینکڑوں سال پرانا وسیع و عریض برگد کا درخت دکھائی دیتا ہے۔ جو ایک انتہائی قدیم پختہ تالاب کے کنارے پر ہے۔

حضرت دیوان حضوریؒ کے دربار کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک خوبصورت مزار کے پاس سے گزرتے ہیں۔ یہ صاحبزادہ اکبر شاہؒ صاحب کا مزار ہے جو دیوان حضوریؒ کی اولاد میں سے مشہور سجادہ نشین ہو گزرے ہیں۔

دربار حضرت دیوان حضوری سید عبداللہ شاہ قادریؒ کے قریب ایک طرف سینکڑوں فٹ گہرائی ہے۔ گزرنے کے لئے پانچ چھ فٹ چوڑا راستہ ہے جو پختہ ہے۔ نئے آنے والے یہاں سے گزرتے وقت خطرہ محسوس کرتے ہیں لیکن

marfatcom

معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں سال سے مخلوق خدا یہاں سے گزر رہی ہے۔ لیکن اللہ نے اپنے ولی کے صدقہ ہمیشہ حفاظت فرمائی ہے اور کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔

دربار کے ساتھ بے شمار پختہ سیڑھیاں نیچے کی طرف جا رہی ہیں۔ اور قدیمی مغلیہ دور کے مسافر خانے تعمیر ہیں۔ نشیب میں ایک ہی کنواں تھا جہاں سے پانی مہیا ہوتا تھا لیکن اب ٹیوب ویل کی وجہ سے اور بجلی کی وجہ سے آب رسانی کا مستقل انتظام ہو چکا ہے

برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام کا سہرہ جن بزرگان دین کے سر ہے۔ انہیں عرف عام میں اولیائے کرام یا صوفیائے کرام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

انہی اولیائے کرام کے صدقے انہی کے اخلاق و کردار کی بدولت برصغیر میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ خطہ پوٹھوہار میں اشاعت اسلام کرنے والے قدیم اولیائے کرام میں حضرت دیوان حضوری کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کے آباء و اجداد غزنی سے ہجرت کر کے پہلے چنیوٹ پہنچے وہاں سے تحت پڑی اور پھر بشندود میں سکونت پذیر ہوئے۔

دیوان حضوری مادر زاد ولی تھے۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ پھر فقہ، حدیث اور تفسیر کی تعلیم مکمل کی۔ لیکن بچپن میں ہی کرامات کا ظہور شروع ہو گیا۔ اور مخلوق خدا جوق در جوق حاضری کیلئے آنا شروع ہو گئی۔ لیکن آپ اس بات کو پسند نہ فرماتے تھے لہذا گھر سے نکل پڑے۔

سید سرمست شیرازی آپ کے ہمراہ تھے۔ لاہور پہنچے حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضری دی اور فیض حاصل کیا۔ بعد میں بادبانی جہاز کے ذریعے حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک جزیرہ پر جہاز ٹھہرا۔ آپ دور جا کر عبادت میں مصروف ہو گئے۔ جہاز کے جانے کا علم نہ ہوا۔

آپ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ چاروں خلفاء ساتھ تھے۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ تیر پاک اولاد میں سے یہ شخص اس جزیرہ میں پریشان حال ہے۔ حضرت علیؓ نے آپ کو اٹھا کر گلے سے لگایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عبداللہ کیا خواہش ہے" آپ نے عرض کی یا رسول اللہ حج کو جانا چاہتا ہوں۔

حضورؐ نے فرمایا "آنکھیں بند کرو" پھر آواز آئی۔ آنکھیں کھولو۔ آپ نے دیکھا تو اپنے آپ کو جدہ کی بندرگاہ پر پایا۔ سبحان اللہ

(بحوالہ نور اسلام تحفہ قادریہ، تاریخ الادیوان)

آپ نے متواتر بارہ حج کئے۔ ہر سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر حاضری دیتے۔ اور متواتر بارہ سال بغداد شریف حضرت غوث الاعظمؒ کے آستانہ پر گزارے۔

حضرت غوث الاعظمؒ نے اپنی حیات میں حضرت دیوان حضوریؒ کے بارے میں پیش گوئی فرمائی تھی۔ جو عربی زبان میں نسخہ خطی "تاریخ الادیوان" میں موجود ہے۔ جو 1313ھ تصنیف ہے اور اس وقت مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد میں موجود ہے۔

بغداد شریف سے واپسی پر آپ کو غوث الاعظم کی امانتیں اور خطابات پیش کئے گئے۔ آپ نے حضرت شاہ محمد بندگی بخاریؒ

marfatcom

کے ہاتھ پر بیعت کی۔

واپس آ کر بشندور کے علاقہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ درگاہ قائم کی اور ہزاروں انسان آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے رہے۔ ہزاروں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ شہزادہ دارالشکوہ، شہزادی جہاں آراء بیگم نے آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ نے 2 شوال 1072ھ کو وصال پایا۔

میاں محمد صاحب کھڑی شریف دربار پر حاضر ہوئے تو سوہاوہ سے ہی پاپوش اتار لیتے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف اس علاقہ سے گزرتے تو تعظیماً سواری سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے " یہاں پیر پیراں کا لاڈلا آرام کر رہا ہے۔ "

(بحوالہ پوٹھوار لوک ورثہ اسلام آباد)

تحریک مجاہدین میں دیوان حضوریؒ نے سکھوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ جس کی پاداش میں سکھ جرنیل ہری سنگھ نلوا نے دربار پر حملہ کیا۔ کتب خانہ جلا دیا اور دو صاحبزادگان کو رہتاس قلعہ میں لے جا کر شہید کر دیا۔

(پوٹھوار لوک ورثہ اسلام آباد)

حضرت دیوان حضوریؒ کے ایک صاحبزادہ شاہ عبدالعزیزؒ گولیکی (گجرات) چلے گئے۔ ان کی اولاد وہاں آباد ہے۔ اور دوسرے صاحبزادہ شاہ رحمت اللہ کی اولاد بشندود میں آباد ہوئی۔

حضرت دیوان حضوریؒ کا خاندان آج تک دینی اور دنیاوی طور پر خلق خدا کو فیض یاب کر رہا ہے۔

ہر سال 20 شوال کو عرس ہوتا ہے۔ جس میں دوسرے ممالک سے بھی لوگ شرکت کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔

موجودہ دور میں السید یوسف ہاشم الرفاعی سابق وزیر اوقاف کویت دیوان سیدی آل رسول سجادہ نشین اجمیر شریف، سید برکات احمد شاہ صاحب سجادہ نشین جلالپور شریف، مولانا عبدالستار نیازی صاحب، میاں محمد نواز شریف بطور وزیر اعلیٰ پنجاب، چیئرمین سینٹ وسیم سجاد صاحب اور دیگر سجادہ نشین بکثرت حاضری کی سعادت حاصل کر چکے ہیں

سیالکوٹ میں ڈیڑھ سو گزے مزار

روزنامہ پاکستان، لاہور

۲۶ فروری ۱۹۹۷ء

[illegible]

فاتح ہند سلطان شہاب الدین محمد غوری کے مرقد پر

ہندوستان پر مسلمانوں نے بڑے جاہ و جلال سے حکومت کی۔ مسلمان حکمرانوں کے مزارات ہندوستان میں بھی ہیں لیکن تین بادشاہ پاکستان کی سرزمین میں دفن ہیں۔ سلطان قطب الدین ایبک، کا مقبرہ انار کلی لاہور، مغل شہنشاہ جہانگیر کی آخری آرام گاہ شاہدرہ لاہور میں ہے۔ برصغیر میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھنے والا مرد مجاہد فاتح ہند سلطان شہاب الدین محمد غوری کا روضہ ضلع جہلم کے مشہور شہر سوہاوہ کے گاؤں دھمیک میں ہے۔ چند سال قبل راقم نے جب محمد غوری کے مرقد پر حاضری دی تو صرف لوہے کا جنگلا اور سنگ مرمر کی تختی قبر پر نصب تھی البتہ مزار پختہ تعمیر کیا گیا تھا۔ سنگ مرمر کی تختی پر جنرل شیر علی نے مختصر حالات درج کئے۔ محمد غوری جس کا نام سن کر ہر مسلمان کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ برصغیر میں اسلام کی کرن محمد بن قاسم کے بعد افغانستان کے راستہ پہنچی۔ سلطان محمود غزنوی کئی علماء کرام کو اپنے ہمراہ لایا جو یہاں دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، ان مجاہدین کی کوششوں سے دین اسلام برصغیر میں پھیلا۔ فاتح ہند سلطان شہاب الدین محمد غوری کا روضہ پاکستان کے مایہ ناز اور بین الاقوامی شہرت یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان (ہلال امتیاز) شاندار انداز میں تعمیر کروا رہے ہیں۔

جی ٹی روڈ جو جہلم کے مشہور قصبہ دینہ سے ہوتی ہوئی سوہاوہ کے قریب سے گزرتی ہے۔ سوہاوہ چوک سے ایک سڑک میانوالی چکوال کی طرف جاتی ہے۔ اس مقام سے میانوالی 217 کلو میٹر ہے جبکہ چکوال 74 کلو میٹر ہے۔ جی ٹی روڈ کے اس چوک سے جانب مشرق ایک سڑک کمروٹ دھمیک کی طرف جاتی ہے۔ 13 کلو میٹر کے فاصلہ پر فاتح ہند سلطان شہاب الدین محمد غوری کی آخری آرام گاہ ہے جو زیر تعمیر ہے۔ جانب مشرق سفید سنگ مرمر سے تعمیر کی گئی تین قبریں ہیں جن پر یہ عبارت تحریر ہے۔ آرام گاہ تین گمنام محافظان سلطان محمد شہاب الدین محمد غوری سلطان محمد غوری کا مزار ڈاکٹر قدیر خان کے وساطت سے زیر تعمیر ہے۔ مقبرہ کے قریب ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ مسجد کا نام شہاب الدین محمد غوری کے نام پر رکھا گیا ہے۔ روضہ اور مسجد کی تعمیر سے اس علاقہ میں جنگل میں منگل جیسا سماں پیدا ہو گیا ہے۔ مقبرہ کے لئے بارہ کنال رقبہ حاصل کیا گیا ہے۔ جبکہ مسجد دو کنال رقبہ میں ہے۔ محمد غوری کے مقبرے کا طرز تعمیر جدید انداز میں تیار کیا گیا ہے۔ روضہ کے اوپر سبز گنبد ہے جبکہ اندر چاروں طرف قرآنی آیات بڑی بڑی سنگ مرمر کی تختیوں پر کندہ کی گئی ہیں۔

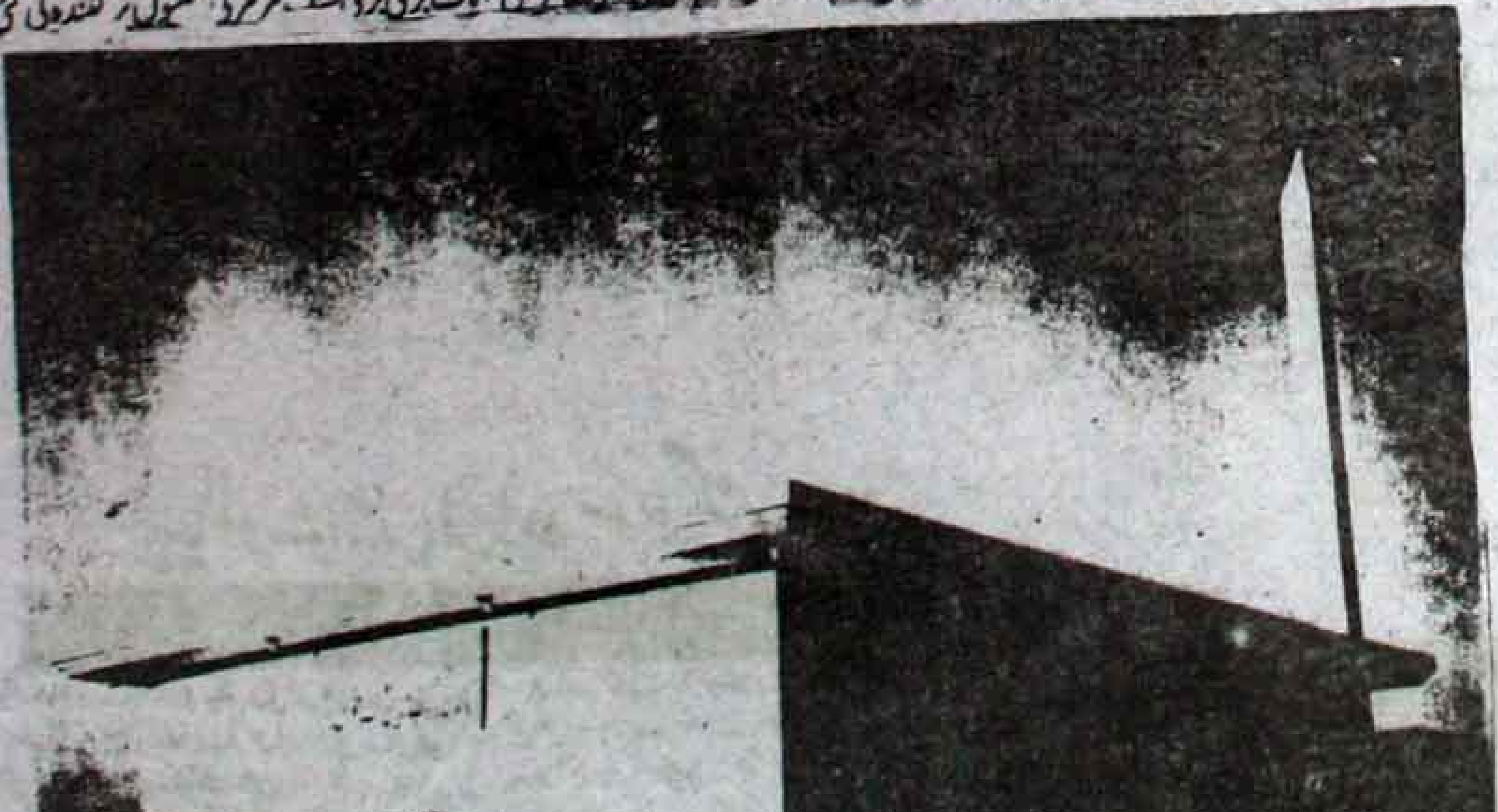

جہلم میں شہاب الدین غوری کی مسجد

marfatcom

چار دروازے ہیں چاروں طرف بارہ سیڑھیاں رکھی گئی ہیں۔ آٹھ بڑی بڑی کھڑکیاں بنائی گئی ہیں مزار کے چاروں طرف کشادہ صحن ہیں چاروں کونوں پر چار گنبد نما محراب جو چار ستونوں پر کھڑے ہیں۔ جو سفید سنگ مرمر سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ مزار کے ڈیزائن میں مغلوں کی طرز تعمیر کی جھلک نظر آتی ہے۔

مزار کے چاروں طرف پھول دار پودے کیاریوں میں سجے ہوئے ہیں۔ چاروں جانب چھوٹی سی پختہ سڑک تعمیر کی گئی ہے۔ چار دیواری سرخ اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہے۔ دیوار کے اوپر شیشے کے ٹکڑے حین اطراف دیوار کے اوپر لوہے کے جنگلے نصب کئے گئے ہیں۔ یہ مزار فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ پیش کر رہا ہے۔ شمال مغربی دروازہ کے باہر اردو اور انگریزی میں سلطان شہاب الدین محمد غوری اور ان کے کارناموں کی مختصر تاریخ درج ہے۔ نصب شدہ تختی کی تحریر کے مطابق محمد معزالدین ابن سام جو نوجوانی میں شہاب الدین کہلاتے تھے۔ بعد میں سلطان محمد غوری کے نام سے مشہور ہوئے۔ غوری افغانستان سے ہندوستان آئے۔ انھوں نے ایک سو پچاس ہندوستانی راجاؤں کی اجتماعی فوج کو جس میں کنڈے راو، گوندرائے، دوسرے کسی راجپوت حکمران شامل تھے۔ جن کا سربراہ دہلی اور اجمیر شریف کا راجہ رائے پتھورا المعروف پرتھوی راج چوہان تھا۔ بڑی دلیری سے للکارا یہ لڑائی 588ھ، 1122ء کے میں دہلی کے شمال میں پانی پت کے قریب تھانیسر کے میدان میں لڑی گئی۔ طلوع آفتاب سے لے کر سہ پہر تک جاری رہی۔ سلطان محمد غوری نے زرہ اور خود پہن کر خود فوج کی قیادت سنبھال لی۔ اور بارہ ہزار جانباز سواروں کو لے کر راجپوتوں کے ایک لاکھ بیس ہزار سورماؤں کے لشکر کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئے۔ بفضل تعالیٰ نہ صرف انکو فتح و کامرانی نصیب ہوئی بلکہ تمام مشہور راجے مارے گئے۔ اس عظیم الشان فتح نے مسلمانوں کو ہندوستان کا مالک بنا دیا۔

سلطان محمد غوری کے دوسرے سالاروں قطب الدین ایبک، اور بختیار خلجی نے فتح کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے قنوج بہار اور بنگال پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمد غوری بعمر تین کم ساٹھ تین شعبان 602ھ بمطابق 15 مارچ 1206ء کو لاہور راولپنڈی کی جرنیلی سڑک کی ایک نواحی بستی دمیک میں عشاء کی نماز کے دوران دھوکے اور سازش سے اپنے خیمہ میں شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اسی شہید سلطان محمد غوری فاتح ہندوستان و بانی مسلم سلطنت دہلی کی جائے شہادت ہے۔

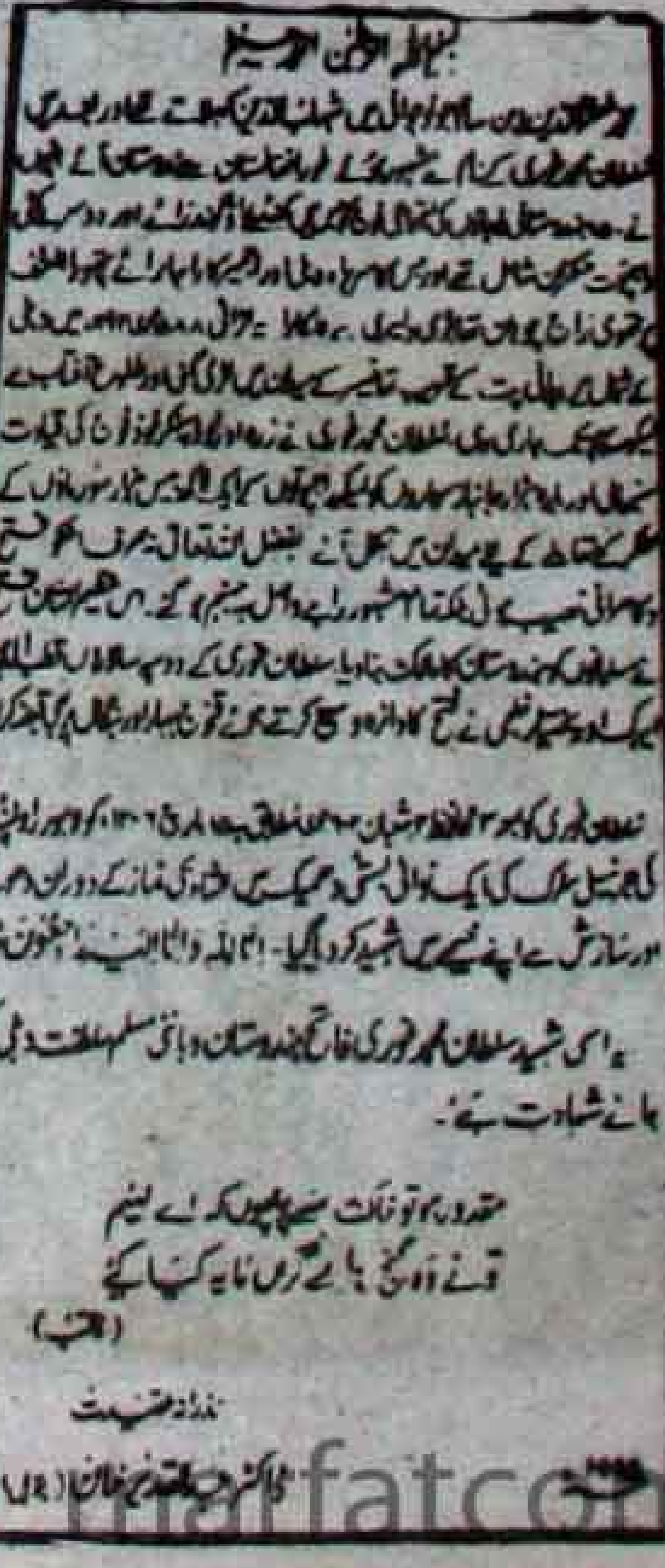

marfat.com

لئیم اے کہ پوچھو خاک سے تو ہو مقلد

تو نے وہ گنج ہائے گراں کا یہ کیا کئے

(غالب)

1995ء نذرانہ عقیدت ڈاکٹر عبدالقدیر خان (ہلال امتیاز) ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے اس کارنامہ پر انہیں جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ عالم اسلام کے لئے ان کی خدمات گراں قدر ہیں۔

محمد غوری ایک غیرت مند مسلمان مجاہد تھا۔ ہندوستان کے کفرستان میں جب وہ پہلی بار پرتھوی راج چوہان کے مدمقابل آیا اسے وقتی طور پر پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس نے وطن جاکر قسم کھائی تھی جب تک وہ شکست کا بدلہ نہیں لے گا چارپائی پر نہیں سوئے گا۔ چنانچہ اس مرد مجاہد نے مکمل تیاری کے بعد دشمن کو پھر للکارا اور فتح یاب ہوا۔ سوہاوہ کے قریب دھمیک میں محمد غوری کا مزار تعمیر کیا گیا ہے۔ پہاڑوں کے درمیان میں غیر مسلم گکھڑوں کی ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔

یہ پہاڑ آج بھی اس سرزمین کی حد بندی کرتے ہیں۔ چاروں طرف نظر دوڑائی جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑوں نے اس خطہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ گردونواح گکھڑوں کے چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں۔ اس علاقہ کے عمر رسیدہ اشخاص نے بتایا کہ یہ مزار محمد غوری کا ہے۔ یہ بات نسل در نسل آگے منتقل ہوتی رہی۔ تاریخ کتابوں کے مطابق حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہی کا اشارہ پاکر شہاب الدین محمد غوری نے دوبارہ ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ آپ کی دعاؤں سے افغان سپہ سالار کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئے۔ اگرچہ پرتھوی راج چوہان ہندو قوم پرستوں کا عظیم ہیرو ہے۔ لیکن سلطان الہند کی مملکت کے حصار میں داخل ہونے کے بعد کسی بت پرست کو اس کا احساس تک نہیں رہتا۔ کہ پرتھوی راج کون تھا اس کے محلات کی بنیادیں کہاں ہیں رام راج کے نام لیواؤں کا دربار کہاں آراستہ ہوتا تھا۔ وہ ایک بار بھی پرتھوی راج چوہان دوسرے ہندو حکمرانوں کو یاد نہیں کرتے۔ بت پرست کرتے ہیں۔ فرط عقیدت میں مزار خواجہ پر شمعیں روشن کرتے ہیں۔ آستانہ کی خاک اٹھاکر پیشانیوں پر ملتے ہیں۔

marfatcom

ہندوستان میں ایک طرف غازیوں مجاہدوں نے اسلام کی روشنی پھیلائی دوسری جانب اولیاء کرام بھی یہ فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اور کفرستان کے اندھیروں میں سیاہ دلوں کو منور کرتے رہے۔ ان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری حضرت داتا گنج بخش دوسرے اولیاء کرام جن سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو روشنی ملی۔ محمد غوری بھی یہی جذبہ تڑپ لے کر ہندوستان آیا اور یہاں مسلم سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ان کی رکھی ہوئی اس بنیاد پر بعد میں مسلمانوں نے ہندوستان پر سینکڑوں سال شان و شوکت سے حکومت کی۔ آج بھی مسلمانوں میں محمد غوری جیسا جذبہ پیدا ہو جائے۔ تو کشمیر دنوں میں آزاد ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کو کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ مل سکتی ہے۔ سوہاوہ کے قریب دھمیک میں جب محمد غوری کے مقبرہ کی تعمیرات مکمل ہو جائیں گی۔ تو یہ عمارت مسلمانوں کے عظمت رفتہ کی یاد دلاتی رہے گی۔ اور پاکستان میں یہ ایک خوبصورت اور عمارت ہوگی۔ محمد غوری کا عظیم کارنامہ جرات، دلیری بہادری کا درس دینے والی نسلوں کو پیش کرتی رہیں گی۔ زیر تعمیر مقبرہ میں جو دفتر عملہ کے لئے قائم کیا گیا وہاں ایک بہترین لائبریری قائم کی جائے۔ جہاں مسلمان مجاہدوں کی اسلام کے لئے خدمات ان کے عظیم کارناموں پر کتابیں رکھی جائیں۔

جہلم منگلا روڈ کے قریب نکودر میں نو گز لمبا مزار

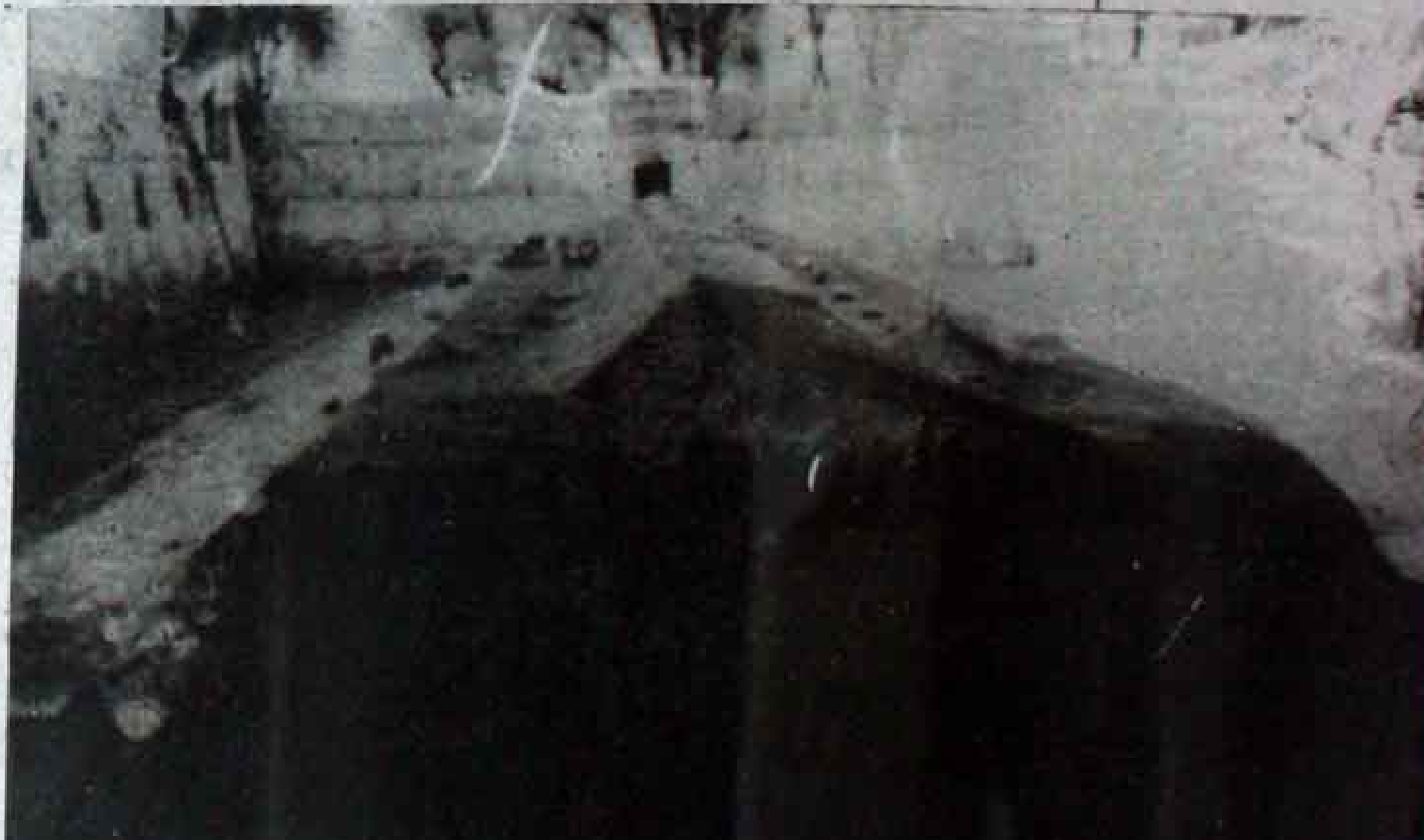

دینہ سے ایک سڑک منگلا میرپور کی طرف جاتی ہے۔ مغلوں کے دور میں دینہ سے ایک راستہ قلعہ روہتاس کی طرف جاتا تھا اور قلعہ روہتاس سے ہی ایک راستہ ٹلہ جوگیاں اور پہاڑوں سے ہوتا ہوا ٹیکسلا اور کابل کی طرف جاتا تھا اس خفیہ راستے سے حملہ آوروں کے ہراول اور خفیہ دستے گزرتے رہے۔ منگلا کے مقام پر ایک قلعہ بھی ہے وہاں قیام کرنے کے بعد اپنی منزل کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں۔ منگلا روڈ نکودر کے جانب جنوب قبرستان میں ایک نو گز لمبا مزار ہے جو پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کی چار دیواری بھی ہے۔ مزار کے سر کی جانب ایک بہت بڑا کیکر ہے۔ جس کے تنے کا محیط اچھا خاصا ہے۔ مزار اہل دینہ نے پختہ تعمیر کر رکھا ہے۔ وہی اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ مزار قدرے بلند ٹبے پر ہے۔ ٹبہ میں سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے بھی ملتے ہیں۔ اس قبرستان میں کئی بزرگوں کے مزارات ہیں جو پختہ تعمیر کئے گئے ہیں۔

marfatcom

جہلم سے دارا پور تک

ہزاروں سالہ قدیمی شاہراہ جہاں حملہ آور اور تجارتی قافلے گزرتے رہے

کوہستان نمک سے آنے والی سڑک جو جلالپور شریف کے جانب مشرق چند میل ے فاصلے پر اس سڑک کی تین شاخیں بن جاتی ہیں ۔ ایک سڑک منڈی بہاؤالدین کی طرف دوسری ڈنگہ، ڈنگہ سے اس سڑک کی مزید پانچ شاخیں نکلتی ہیں۔ ایک کھاریاں، گلیانہ، دولت نگر ضلع گجرات سے ہوتی ہوئی سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے ۔ دوسری سڑک ڈنگہ سے براستہ جوڑا کرنانہ لالہ موسی کی طرف تیسری ڈنگہ سے براستہ دلانوالہ گجرات چوتھی ڈنگہ سے براستہ مٹوانوالہ کنجاہ کی طرف جا نکلتی ہے ۔ پانچویں سڑک منگووال سے ہوتی ہوئی دریائے چناب کے مشہور پتن اسد اللہ پور کی طرف جا نکلتی ہے ۔ جلالپور شریف کے قریب دریائے جہلم کے مغربی کنارے کے ساتھ سڑک جو جہلم کی طرف جاتی ہے اس قدیمی سڑک سے برصغیر پر حملہ کرنے والے بادشاہوں کی فوجیں اور تجارتی قافلے گزرتے رہے ۔ یہ سڑک اب جہلم چھاؤنی سے گزرتی رہے ۔ چھاؤنی کے بعد

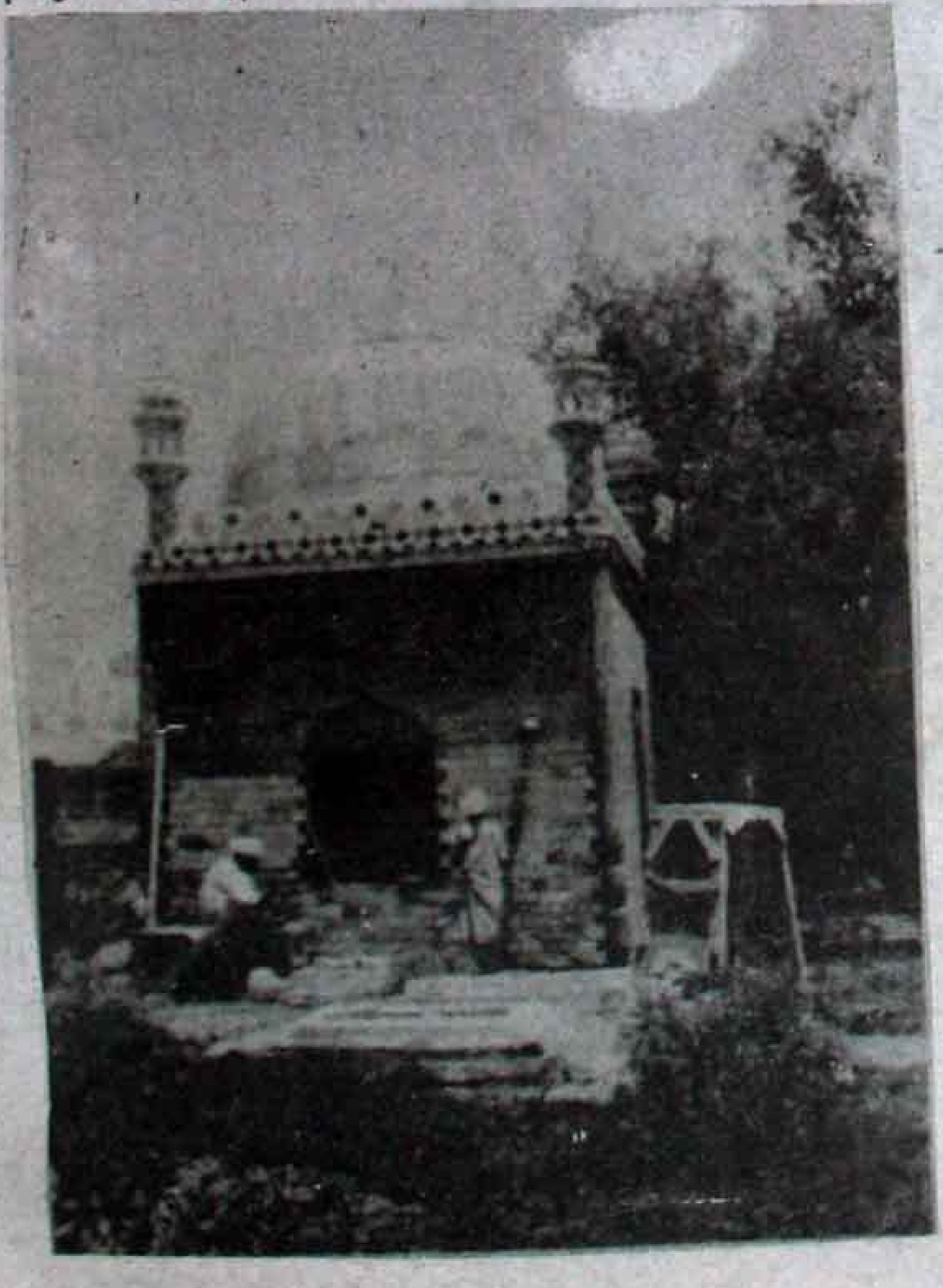

سبحان شاہ بابا دادا پور روڈ، جہلم

marfat.com

مشہور قدیمی قصبہ نوگرہ ہے۔ نوگرہ میں کھجوروں کے جھنڈ میں حضرت پیر معصوم شاہؒ کا مزار ہے۔ نوگرہ کے ساتھ ہی ایک برساتی نالہ جس کی چوڑائی 2 کلو میٹر ہے' بہتا ہے جسے مقامی زبان میں نالہ گہان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ برسات کے موسم میں نالہ میں ذرائع آمدورفت مفلوج ہوجاتے ہیں۔ دونوں کناروں پر ہر قسم کی ٹریفک رک جاتی ہے۔ نالہ گہان عبور کرتے ہی درختوں کے جھنڈ میں کھائی کوٹلی میں حضرت سائیں اللہ رکھا کا آستانہ مبارک اور گنبد دور سے ہی دکھائی دیتا ہے۔ حضرت سائیں اللہ رکھا بہت بڑے درویش ہو گزرے ہیں۔ آپ کا مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے اور مزار پر خوبصورت گنبد بھی ہے۔ ہر سال آپ کا عرس عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ عرس پر مریدین حاضری دیتے ہیں اور دن رات عام لنگر جاری رہتا ہے۔ اسی سڑک پر دو مشہور قدیمی بستیاں وڈیالہ جنگو، کوٹ بسیرا ہیں جہاں حضرت سکھان شاہؒ کا مزار ہے جو شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار پر گنبد بھی ہے جو سفید سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ کا مزار دریائے جہلم کے کنارے تھا۔ دریا کے کٹاؤ کی وجہ سے وہ دریا برد ہوا تو آپ کا تابوت یہاں منتقل کر دیا گیا جو صحیح حالت میں تھا۔ آپ بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ آپ کی کئی کرامات علاقہ میں مشہور ہیں۔ وڈیالہ جنگو کے قریب ایک بہت بڑا مٹی کا ٹبہ ہے جو کافی رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے، چکیوں کے پاٹ اور مٹی کے کھلونے ملتے ہیں۔ یہاں کسی بستی کی تباہی کے آثار ملتے ہیں۔ صاحبزادہ اطہر نوشاہی آف سنگھوئی کے مطابق یہ ایک تاریخی قصبہ ہے۔ جنگو وڈیالہ کے ٹبہ سے زوردار بارش کے بعد قدیمی اشیاء جو انسان کی ضرورت کی ہوتی تھیں، کے آثار ملتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں اس ٹبہ سے ایسا ایک نگینہ ملا جس پر نقش نگاری کی ہوئی تھی یعنی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ اس ٹبہ کے بارے میں ایک بات مشہور ہے کہ یہاں پانڈو کوروں کی جنگ ہوئی تھی۔ جن کا عرصہ تین چار ہزار سال پہلے بیان کیا جاتا ہے۔ اسی سڑک کے کنارے قدیمی قصبہ سنگھوئی بھی ہے۔ سنگھوئی ایک تاریخی قصبہ ہے۔ یوں تو اسے تاریخ کے ہر دور میں کچھ نہ کچھ اہمیت حاصل رہی ہے۔ لیکن حضرت چنی والی سرکار کا آستانہ ہونے کی وجہ سے اسے جو شہرت ملی وہ بے مثال ولازوال ہے۔ اس کے علاوہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے ایک جلیل القدر خلیفہ شاہ فتح دیوان قلندرؒ کی نشست گاہ بھی اسی قصبے میں موجود ہے۔ حضرت قلندرؒ کئی مہینے اس قصبے میں قیام کرتے اور تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے عقیدت مندوں کی روحانی تربیت کرتے۔ ان شواہد کی بناء پر یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی خصوصی توجہ اس قصبہ پر رہی ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی روحانی نگاہ نے دیکھ لیا تھا کہ ڈیڑھ صدی بعد میری اولاد میں سے یہیں سے ایک چراغ روشن ہوگا جس کی روشنی دور دور تک پھیلے گی۔ یہ قصبہ جہلم شہر سے جنوب مغربی گوشے میں تقریباً 10 میل کے فاصلے پر دریائے جہلم کے دائیں کنارے آباد ہے۔ تاریخ جہلم میں ہے کہ قبل از عہد اسلام یہاں سونگھا قوم آباد تھی۔ ان کے پیشے کی نسبت سے اس بستی کا نام پہلے سنگھوئیاں تھا جو بعد میں مخفف ہو کر سنگھوئی رہ گیا۔ جہلم گزٹ میں ہے کہ سنگھوئی کے پرانے کھنڈرات سے راجہ دیکا دیوا کے عہد کے سکے ملے ہیں جو چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں دریائے اٹک و جہلم کے درمیانی علاقے کا حکمران تھا۔ رنجیت سنگھ کا ایک وزیر راجہ لال سنگھ اسی قصبے کا رہنے والا تھا۔ اس کے چچازاد بھائی مصر امیر سنگھ اور مصر بھگوان داس عہد سکھاں میں اس علاقے کے حکمران تھے برطانوی دور میں بھی اس

marfat.com

یہ قصبہ کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ کرنل برسلو کی زیر نگرانی 1870ء میں سڑک کے کنارے مسافروں کی سہولت کے لئے ایک سرائے بنائی گئی 1885ء میں پرائمری مشن سکول کا اجراء ہوا جو ٹھیک ایک صدی کے بعد ہائی بنا دیا گیا۔ اس کے علاوہ گرلز ہائی سکول موجود ہے بہت سے گکھڑ قوم کے متمول گھرانے اس گاؤں میں آباد ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف زمیندار اقوام اور تجارت پیشہ اور مزدور لوگ بھی کثرت سے آباد ہیں۔ یہ قصبہ ترقی کی رفتار کے اعتبار سے اچھی رونق پر ہے۔

سنگھوئی میں آستانہ عالیہ حضرت چنبی والی سرکارؒ کے سجادہ نشین صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہی جو اس علاقہ کی روحانی علمی و ادبی شخصیت ہیں ان کے ہاں بہت بڑا کتب خانہ ہے۔ کتب خانہ میں ہر موضوع کی کتاب موجود ہے۔ کتاب کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ صاحبزادہ محبوب حسین نوشاہی حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی اولاد سے ہین۔ پیر محبوب حسین قادری نوشاہی آستانہ کو از سر نو تعمیر کروا رہے ہیں۔ آستانہ میں نوشاہی سلسلے کے بزرگوں کے مزار ہیں جو قیمتی سنگ مرمر سے تعمیر کئے گئے ہیں اور عالی شان سبز رنگ کا گنبد بھی ہے۔ زائرین کے آرام کے لئے کمرے بھی تعمیر کئے جا رہے ہیں۔

سنگھوئی کے قریب ہی مشہور قصبہ نتھوال ہے۔ یہاں حضرت غریب علی عرف امیر علی کا مزار ہے۔ آپ کے مرشد کا نام بابا حیدر شاہ جن کا آستانہ مبارک دولتانہ شریف گوجر خان میں ہے۔ سلسلہ قادریہ قلندریہ ہے آپ کا وصال مئی 1984ء میں ہوا۔ آستانہ پر عرس 28 سے 30 مئی تک ہوتا ہے۔ دوسرا عرس 29 مارچ سے یکم اپریل تک ہوتا ہے۔ نتھوال سے ایک سڑک ناڑ ٹلہ جوگیاں کی طرف جاتی ہے نتھوال سے ناڑ ٹلہ جوگیاں 21 کلو میٹر ہے۔ اسی چوک سے دوسری سڑک دارا پور کی طرف جاتی ہے۔ اسی سڑک پر چوٹالہ مشہور قصبہ ہے جسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ چوٹالہ کے قریب خورد ایک مشہور بستی ہے جہاں قدیمی ٹبہ بھی ہے۔ اسی ٹبہ پر مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں۔ قریب ہی بابا حافظ رحم علی سرکارؒ کا مزار بھی ہے۔ جو کوہار سے یہاں آئے تھے۔ بڈھیانہ میں پیر معصوم شاہ المعروف پیر جھاڑؒ کا مزار بھی ہے۔ چوٹالہ کے بعد مشہور قصبہ بھمبر آتا ہے۔ ایک برساتی نالہ گاؤں بھمبر کے قریب بہتا ہے۔ جس کی چوڑائی کم و بیش ساڑھے تین کلو میٹر ہے۔ اس نالہ میں جنگلی درخت اگے ہوئے ہیں۔ تمام راستہ کچا ہے۔ قریب نظر دوڑائی جائے تو پرانی کوہار کے شہر بلندی پر نظر آتے ہیں۔ نالہ بھمبر کے ختم ہوتے ہی دارا پور کی آبادی شروع ہو جاتی ہے۔ دارا پور اب نئی جگہ پر آباد ہے۔ دارا پور سے ایک سڑک شاہانی کوٹلی داخلی کی طرف جاتی ہے۔ یہاں سید عالم شاہ بخاریؒ کا مزار ہے۔ جو کوٹلی سیداں کے نام سے مشہور ہے۔ مزار بہت شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے اور گنبد بھی ہے۔ یہیں سے ایک سڑک ککری راجگان کی طرف جاتی ہے۔ کوٹلی سیداں سے ایک کچا راستہ ہزاروں سالہ قدیمی ٹبہ جو ٹبہ ملیاراں والا المعروف ٹبہ ارائیاں والا بھی ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں ایک بہت بڑا شہر آباد تھا یہ ٹبہ دس بارہ ایکڑ رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس ٹبہ کے ساتھ کئی اور چھوٹے چھوٹے ٹبے بھی ہیں جہاں تباہ شدہ بستیوں کے آثار ملتے ہیں۔ ٹبہ سے تراشے ہوئے پتھر پرانی اینٹوں کے ٹکڑے اور انسانی ضروریات زندگی کی استعمال شدہ چیزوں کے آثار ملتے ہیں۔ اس ٹبہ سے شمال کی جانب دیکھا جائے تو ٹلہ جوگیاں کا پہاڑ اسی آن و شان سے دکھائی دیتا ہے جیسے ہزاروں سال پہلے تھا۔ ٹبہ ملیاراں جس کا سابقہ نام ٹبہ سیداں تھا، اس ٹبہ پر کئی قدیمی قبریں بھی ہیں۔ حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ اعوان شریف کے ہاں ملنے والے قلمی نسخہ عروۃ الوثقیٰ کے مطابق دارا پور کے قریب ٹبہ سیداں والا پر حضرت فیلقوس کا مزار ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ سے

marfatcom

بیان کئے گئے ہیں۔ دارا پور کے پرانے شہر کی کھدائی کے دوران قدیمی دور کی اشیاء مٹی کے برتن چکیوں کے پاٹ اور سکے بھی ملتے ہیں۔ دارا پور کے قریب ہی دریائے جہلم بہتا ہے اور دریا کے دوسرے کنارے مونگ رسول کی بستیاں جو ٹبہ پر ہیں، نظر آتی ہیں۔

--

جہلم حضرت معصوم شاہ کا مزار

marfatcom

پنجاب کے ایک مشہور روحانی پیشوا چنبی والی سرکارؒ

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ پاک و ہند کے اسلامی دور کا کوئی قرن ان بزرگوں سے خالی نہیں رہا جنہوں نے اپنی قوت ایمانی خلوص اور انسان دوستی کی مدد سے دنیا کے تاریک گوشوں میں اسلام کی شمع روشن کی۔ آج دنیا کے کسی خطہ میں کوئی ایسی جگہ نہ ملے گی جو ان کے فیوض و برکات کے نور سے روشن نہ ہو۔ ان روحانی پیشواؤں کے حلقہ میں سلطان العارفین حضرت چنبی والی سرکارؒ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ آپ کا اسم گرامی صاحبزادہ اکبر علی اور لقب چنبی والی سرکارؒ ہے۔ والد محترم کا نام حضرت غلام حیدر ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب چھ واسطوں کے بعد حضرت حافظ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادریؒ سے جا ملتا ہے۔ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کا شمار پنجاب کے ان جلیل القدر اولیائے کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے اشاعت اسلام کے سلسلے میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ مسٹر آرنلڈ اپنی مشہور کتاب پریچنگ آف اسلام (Preaching of Islam) میں لکھتا ہے کہ "پنجاب میں حاجی محمد نام کے ایک بزرگ گزرے ہیں جن کے ہاتھ پر ڈلاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا"۔ حضرت چنبی والی سرکارؒ 1824ھ کے لگ بھگ رنمل شریف ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ گجرات سے جنوب مغرب میں تقریباً 25 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ کے جد امجد حضرت نوشہ گنج بخشؒ کا مزار اسی قصبہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

آپ کی تعلیم و تربیت والد محترم کے سایہ عاطفت میں ہوئی اور انہی کے زیر نگرانی مروجہ عربی فارسی علوم کی تکمیل کی۔

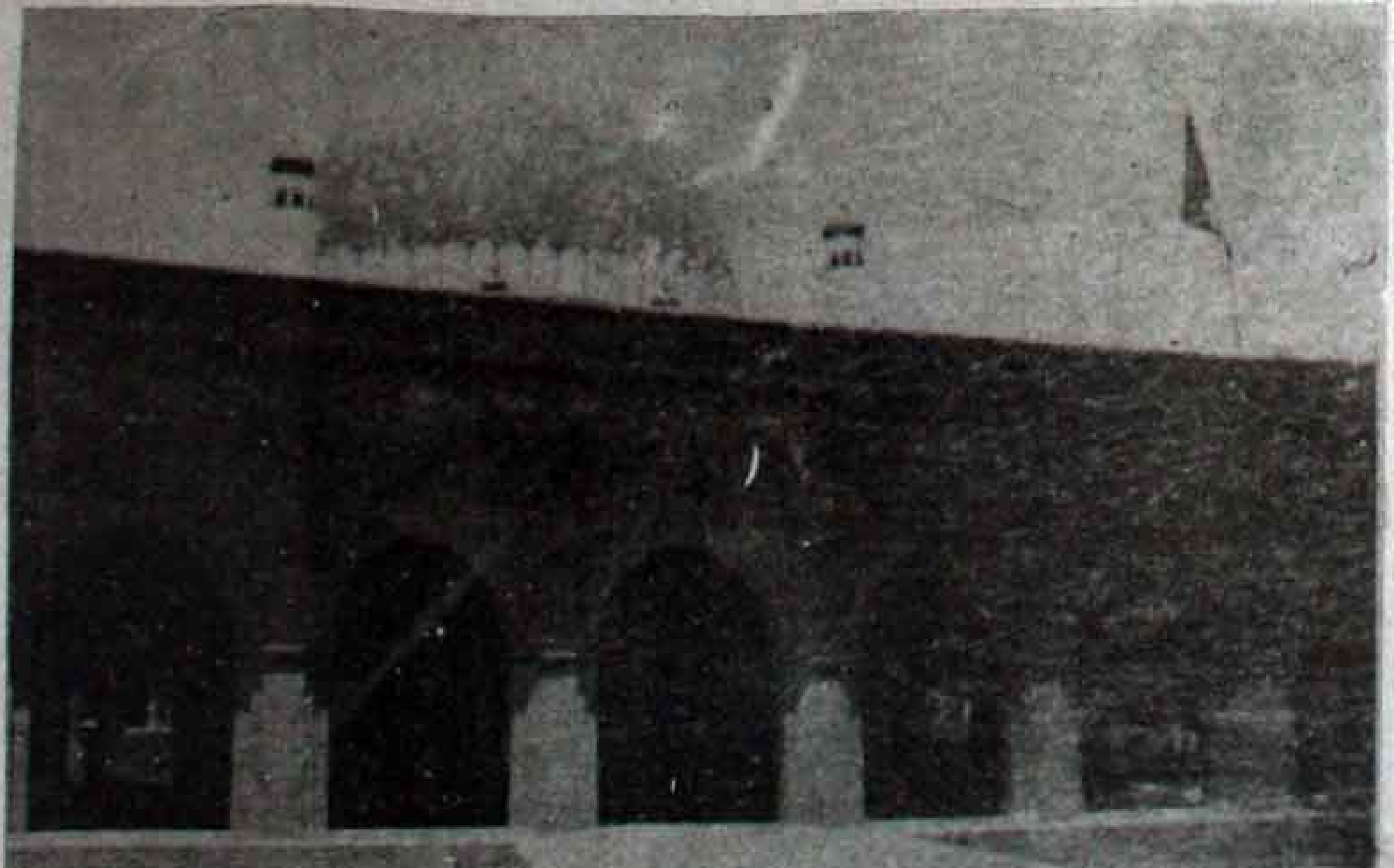

marfatcom

آپ کے والد ایک عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ والدہ بھی نیک سیرت اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ اس اعتبار سے آپ کی تعلیم و تربیت جس گھر میں ہوئی وہ مرکز انوار و تجلیات تھا۔ آپ نے آنکھ کھلتے ہی ان تجلیوں کو دیکھا تھا جو عشق الٰہی اور محبت رسول ؐ کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ایسے ماں باپ کی نگہداشت کے سبب بچپن ہی سے ان صفات حسنہ کی بنیاد پڑ چکی تھی جو آپ کی سیرت میں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔ جب آپ کی عمر 19 سال کے لگ بھگ ہوئی تو عم مکرم حضرت غلام حسینؒ کے پاس سنگھوئی ضلع جہلم میں چلے آئے۔ ان کے ہاتھ پر بیعت طریقت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے عم مکرم ایک دین پرور اور معارف نواز بزرگ تھے۔ رنجیت سنگھ کے زمانے میں ہجرت کر کے سنگھوئی میں چلے آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا۔ عم بزرگوار کی نورانی صحبتوں نے آپ کو کچھ ایسے رنگ میں رنگ دیا کہ آپ توحید و معرفت کی تکمیل کے لئے عبادتوں اور ریاضتوں میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ عرفان و سلوک کی تمام منازل طے کر لیں تو حضرت مرشد نے اجازت طریقت عنایت فرمائی اور سلسلہ کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد کیں۔ آپ نے تبلیغ کا مرکز خطہ پوٹھوار کو بنایا۔ ہر گاؤں اور ہر قصبہ میں تبلیغی دورے کیے۔ پھول جہاں بھی جاتا ہے مہکتا ہے۔ جس جگہ سے یہ مقدس قدم گزرے انوار الٰہی کی بارش ہونے لگی۔ اتباع سنت اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ کے اخلاق کریمانہ اور نیکی بھلائی کی تعلیم نے عوام کی زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا۔ آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب تھی جو شخص آپ کی مجلس میں بیٹھتا کچھ نہ کچھ حاصل کر کے اٹھتا ان اوصاف و کمالات نے آپ کے عقیدت مندوں کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کر دی ہے۔ جس میں آپ کی زندگی سے لے کر اب تک برابر اضافہ ہوتا رہا۔ ہزاروں طالبان حق آپ کی توجہ سے صاحب ارشاد ہوئے۔ اہل علم و فضل کی بے حد عزت کرتے۔ بڑے بڑے علماء اور صوفیاء نے آپ سے استفادہ کیا اور اکثر علماء آپ کی خدمت میں رہ کر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ ان خصوصیات کی بناء پر خطہ پوٹھوار میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ آپ کے پاس ایک ابلق رنگ کی گھوڑی تھی جسے پنجابی میں چنبی کہتے ہیں۔ ہمیشہ اس پر ہی سفر کرتے۔ ایک دفعہ موضع وار کیال تحصیل گوجر خان میں قیام پذیر تھے جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو چوہدری محمد علی کی زوجہ مسماۃ یقین بی بی نے لگام تھام لی اور نہایت ادب و احترام سے عرض کی کہ حضرت میری گود خالی ہے۔ آپ خدا کے مقبول بندوں میں سے ہیں۔ میرے حق میں دعا فرمایئے۔ آپ مقدر کا عذر فرما کر خاموش ہو گئے۔ لیکن صادق یقین بی بی نے دعا کے لئے پھر اپنا سوال دوہرایا۔ بحر کرم نے جوش مارا گھوڑی سے اترے اور بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھے۔ گھوڑی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے چنبی تیرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ فی سبیل اللہ اس بی بی کو بخش دے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اسی وقت عورت کے آثار حمل ظاہر ہوئے بقیہ مدت گزرنے کے بعد اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس کا رنگ گھوڑی کی طرح تھا۔ اس بچے کا نام آپ نے خادم حسین رکھا۔ جو تقریباً 20 برس کی عمر پا کر 1905ء میں فوت ہوا۔ سینکڑوں افراد اب بھی بقید حیات ہیں جنہوں نے بچشم خود خادم حسین کو دیکھا۔ اس کی ایک بہن بھی اب تک بقید حیات ہے۔ اس اظہر من الشمس کرامت کی وجہ سے پوٹھوار کے لوگ آپ کو چنبی والی سرکارؒ کے نام سے پکارنے لگے یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ آپ کا نام اس میں چھپ کر رہ گیا۔

آپ کی زندگی اسوہ حسنہ کا مکمل نمونہ تھی۔ عبادت و ریاضت محبوب ترین مشغلہ تھا۔ ہر لحظہ خدا کی یاد اور عشق رسول ؐ

marfatcom

میں مست رہتے ۔ قلب بڑا گداز پایا تھا ۔ ہمیشہ دو زانو بیٹھتے ۔ اخلاق نہایت عمدہ تھا ۔ ہر ایک کے ساتھ بڑے خلوص سے پیش آتے ۔ غرباء اور مساکین پر شفقت فرماتے ۔ سخاوت کا یہ عالم کہ دروازے سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹا ۔ طبیعت میں سادگی بہت تھی ۔ ہمیشہ کھدر کا لباس پہنتے کبھی دو وقت کا کھانا سیر ہو کر نہیں کھایا ۔ زراعت ذریعہ معاش تھا ۔ ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتے چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی کسی کا منت کش ہونا گوارہ نہ کرتے تھے ۔ غرض آپ کی ذات گرامی ان تمام اخلاق حمیدہ سے متصف تھی جو ایک کامل و مکمل انسان کے لئے زیب ہے ۔ آپ کی توجہ کاملہ نے ہزاروں تاریک زندگیوں میں اجالا کر دیا ۔ مئی 1888ء کو علم و عمل اور تصوف و روحانیت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا جسے دنیا چنبی والی سرکارؒ کے نام سے جانتی ہے ۔ آپ کا روضہ مبارک سنگھوئی ضلع جہلم میں زیارت گاہ خاص و عام ہے جس کی تعمیر حضرت صاحبزادہ سلطان علیؒ نے 1907ء میں کی جو آپ کے اکلوتے بیٹے اور زمانہ قریب کے مشہور ولی اللہ تھے ۔ آپ کا سالانہ عرس 6/7 ہاڑ کو ہوتا ہے ۔ جس میں دور دور سے ارادت مند حاضر ہوتے ہیں اور اس نادر روزگار شخصیت کے حضور عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرتے ہیں ۔

==

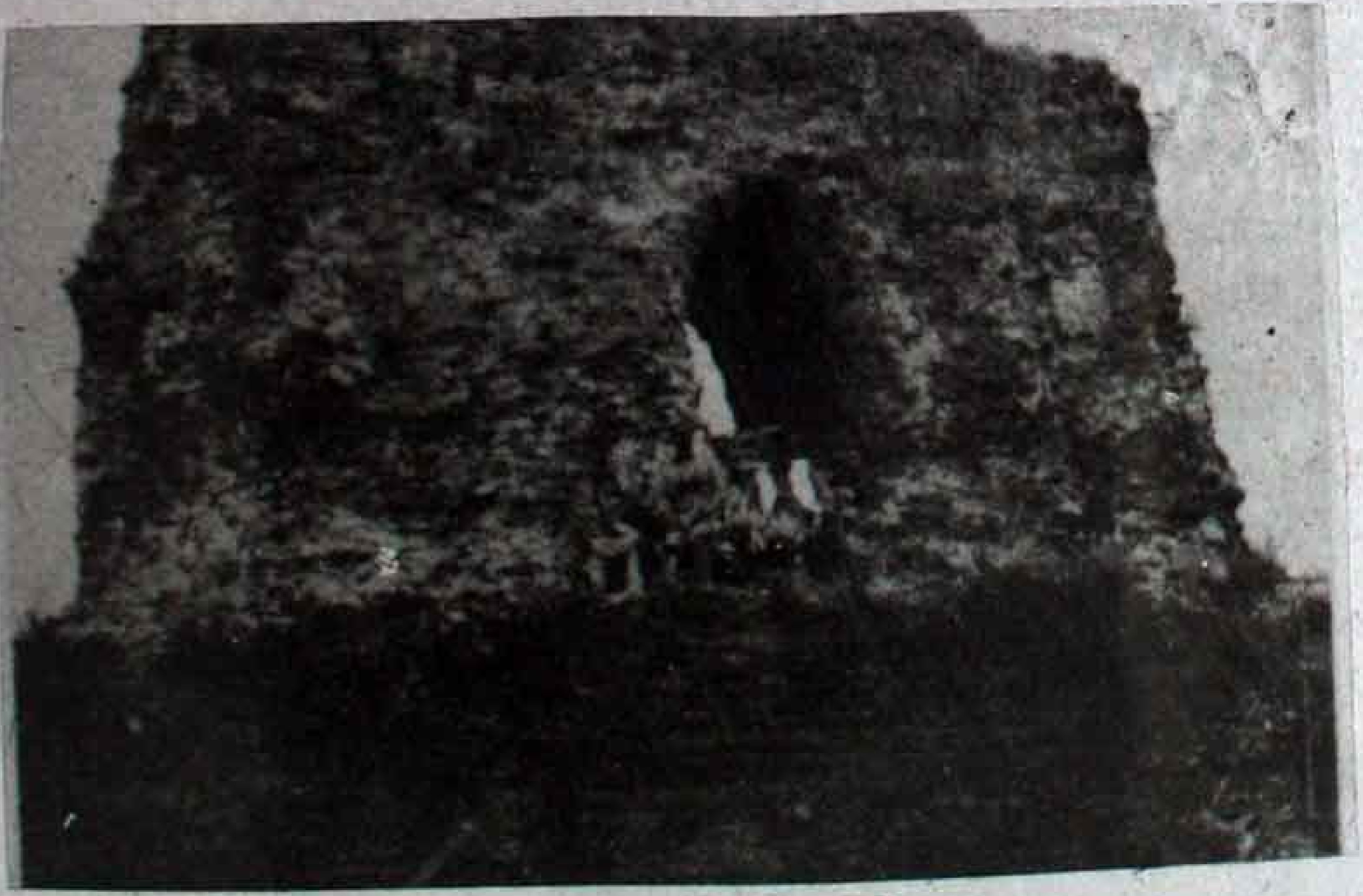

راقم قلعہ نندنا البیرونی رصدگاہ

marfatcom

زینت الفقراء قطب المشائخ

حضرت پیر حیدر شاہ جلالپوری ؒ ضلع جہلم

****

زینت الفقراء قطب المشائخ حضرت پیر حیدر شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے قابل فخر و مایہ ناز خلیفہ مجاز ہیں۔ جنہوں نے آں حضور کے خلفائے عظام میں سے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اشاعت کا سب سے زیادہ کام کیا اور اپنی مخلصانہ تبلیغ و ترویج اور اپنی نابغہ روزگار شخصیت کے تاثیر سے ایک کثیر تعداد صالحین مصلحین کی پیدا فرما کر برصغیر (پاک و ہند) میں ایک عظیم دینی و روحانی انقلاب برپا فرمایا اور دین اسلام کی گرتی ہوئی ساکھ کو بحال فرمایا۔

قطب المشائخ حضرت پیر حیدر شاہ ؒ کا مولد و مسکن قصبہ جلالپور شریف ضلع جہلم ہے۔ اور آپ خاندان سادات کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد گرامی ؒ قصبہ جلالپور شریف میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی۔ اور اس کے بعد وقت کے متعدد سربرآوردہ علمائے و فضلاء سے تحصیل علوم و فنون سے فراغت حاصل کر کے اٹھارہ سال کی عمر میں ایک عظیم المرتبت عالم فاضل کی حیثیت سے مسند تبلیغ و ارشاد کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور دینی خدمات کا فریضہ انجام دینے لگے۔ اس کے بعد آپ نے شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی ؒ کے حلقہ ارادت میں

marfatcom

داخل ہو کر آپ کی صحبت اکسیر صفت میں منازل سلوک طے فرمائیں ۔ اور ایک عظیم المرتبت شہرہ آفاق فقیر کامل کی حیثیت سے مسند ارشاد کی زینت بنے ۔ آپ کے کشف و کرامات حیطہ تحریر سے باہر ہیں ۔ آپ نے ایک طویل عمر تک مسند ارشاد کو زینت بخشی اور ہزارہا طالبان ظاہری و باطنی کو اپنے فیوض و برکات ظاہری و باطنی سے سرفراز فرمایا اور آخر 1326ء ، 1908ء کو اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے ۔ اور وصال کے بعد آپ کا بے پناہ سلسلہ فیضان آپ کی اولاد امجاد اور آپ کے کثیر تعداد میں متوسلین کرام کے ذریعے جاری و ساری آپ کے پوتے امیر حزب اللہ حضرت پیر سید محمد فضل شاہ ایک شہرہ آفاق دینی و روحانی انقلابی ہوئے ہیں ۔ جنہوں نے دینی خدمات کے ایسے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے جو اسلامی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے ۔ اس وقت آپ کی مسند ارشاد کی زینت سلطان المشائخ حضرت پیر سید عبدالحمید شاہ صاحب مدظلہ تعالیٰ جو اپنے آباؤ اجداد کی زریں روایات کو انتہائی تابناکی و براقی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں ۔

قدیمی مزار جو پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے

marfatcom

جلال پور شریف

جلال پور شریف جہلم کا ایک مشہور پرانا شہر ہے اس شہر کو ماضی میں بہت زیادہ اہمیت رہی ہے ایک تو یہ کہ دریائے جہلم پر مشہور پتن تھا کوہستان نمک، جہلم، گجرات، منڈی بہاؤالدین، شاہ پور، کھیوڑہ، راج کٹاس کو جانے والے راستے جلال پور شریف کے قریب سے گزرتے ہیں۔ جلال پور کے قریب ہی پہاڑ پر کسی قدیمی بستی گرجاکھ کے آثار ملتے ہیں آئینہ جہلم مقبول حسین بھٹی کے مطابق علامہ ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتے ہیں کہ جلالپور شریف شہنشاہ سید جلال الدین اکبر نے آباد کیا تھا۔ اور اس قصبے کا نام اپنے نام کی نسبت سے جلالپور رکھا تھا۔ ماضی میں جلالپور دریائے جہلم کو عبور کرنے کا ایک پتن تھا اور اس کے قدیم باشندے ملاح تھے۔ جلال پور کے گردو نواح میں قدیم بستیوں کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ جو اس علاقے کی قدامت پر دلالت کرتے ہیں جلالپور میں شہنشاہ ہند محمد تغلق نے ایک قلعہ گکھڑوں کی سرکوبی کے لیئے تعمیر کیا تھا اس قلعہ کے مقام پر اب پولیس اسٹیشن بنا ہوا ہے اس قلعہ میں ایک مسجد بھی ہے اور حضرت میراں شاکر شاہ کا مزار بھی، پاکستان بننے سے پہلے مزار کے قریب منگلا دیوی کا استھان تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ دیوی منگلا ڈیم والی منگلادیوی کی لڑکی تھی اور منگلا ڈیم والی منگلا دیوی راجہ پورس کی فقیر منش دختر تھی۔ لیکن کالا گوجراں کے کچھ بزرگ قسم کے ہندو کہا کرتے تھے کہ منگلا دیوی ایک ماورائی ہستی تھی تقسیم ہند پاک سے قبل منگلا دیوی کے استھان پر ایک شاندار میلہ لگتا تھا۔ منگلا دیوی کے استھان کے علاوہ جلالپور شریف میں مندر شیولنگ، پاربتی کا مندر، سکھوں کا گوردوارہ اور مہادیو کے مندر، ہندوؤں کی مذہبی عبادت گاہیں تھیں۔ جلالپور کے ایک بازار میں

روضہ میر شاکر کے قریب ایک قدیمی مسجد

marfatcom

ایک جوگی دوارہ بھی تھا اور یہ جوگی دوارہ ٹلہ کے جوگیوں کے ماتحت تھا 1944ء میں جوگی دوارہ کا آخری جوگی سروپ ناتھ تھا جلالپور شریف میں ان کی روحانیت کے چرچے تھے۔

..

دارا پور ایک قدیمی تاریخی قصبہ ہے۔ اسے ایران کے بادشاہ دارائے اول (دارا گشت) نے تقریباً 516 قبل مسیح آباد کیا تھا۔ اس زمانہ میں دارائے اول کی حکومت کا دائرہ کار ایران سے لے کر کابل پنجاب اور سندھ تک پھیلا ہوا تھا۔ اور اس نے یونان پر بھی فوج کشی کی تھی۔ ماضی میں محکمہ آثار قدیمہ کے کارکنوں کو یہاں سے دارا گشت اور سکندر اعظم کے سکے ملے تھے۔

ٹاہلیاں والا زمانہ ماضی میں یہاں پر شیشم کے درختوں کی بہتات تھی۔ اس لئے اس جگہ کا نام ٹاہلیاں والا پڑ گیا۔ ٹاہلیاں والا کی اصل شہرت کا سبب حضرت میراں حیدر علی شاہ کا مرقد پر نور ہے۔ آپ احمد شاہ ابدالی کے دور میں سرزمین جہلم کے قطب تھے اور بقول محمد فاضل عارف صاحب مصنف "بحر الفیض حیدری" احمد شاہ ابدالی جب سکھوں کی سرکوبی کے لئے پاک و ہند پر حملہ آور ہوا تو وہ پہلے حضرت میراں حیدر علی شاہ کی خدمات میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوا تھا۔ آپ کے مزار پر دیسی مہینہ اساڑھ (ہاڑھ) کی پہلی جمعرات کو میلہ لگتا ہے۔

سنگھوئی

سنگھوئی کا قصبہ بھی تاریخی قصبہ ہے۔ ماضی میں محکمہ آثار قدیمہ کو یہاں سے سکندر اعظم اور "ساکا" بادشاہوں کے سکے ملے تھے۔ نیز محمد بن قاسم اور سلطان التمش کے سکے بھی یہاں سے دستیاب ہوئے تھے۔

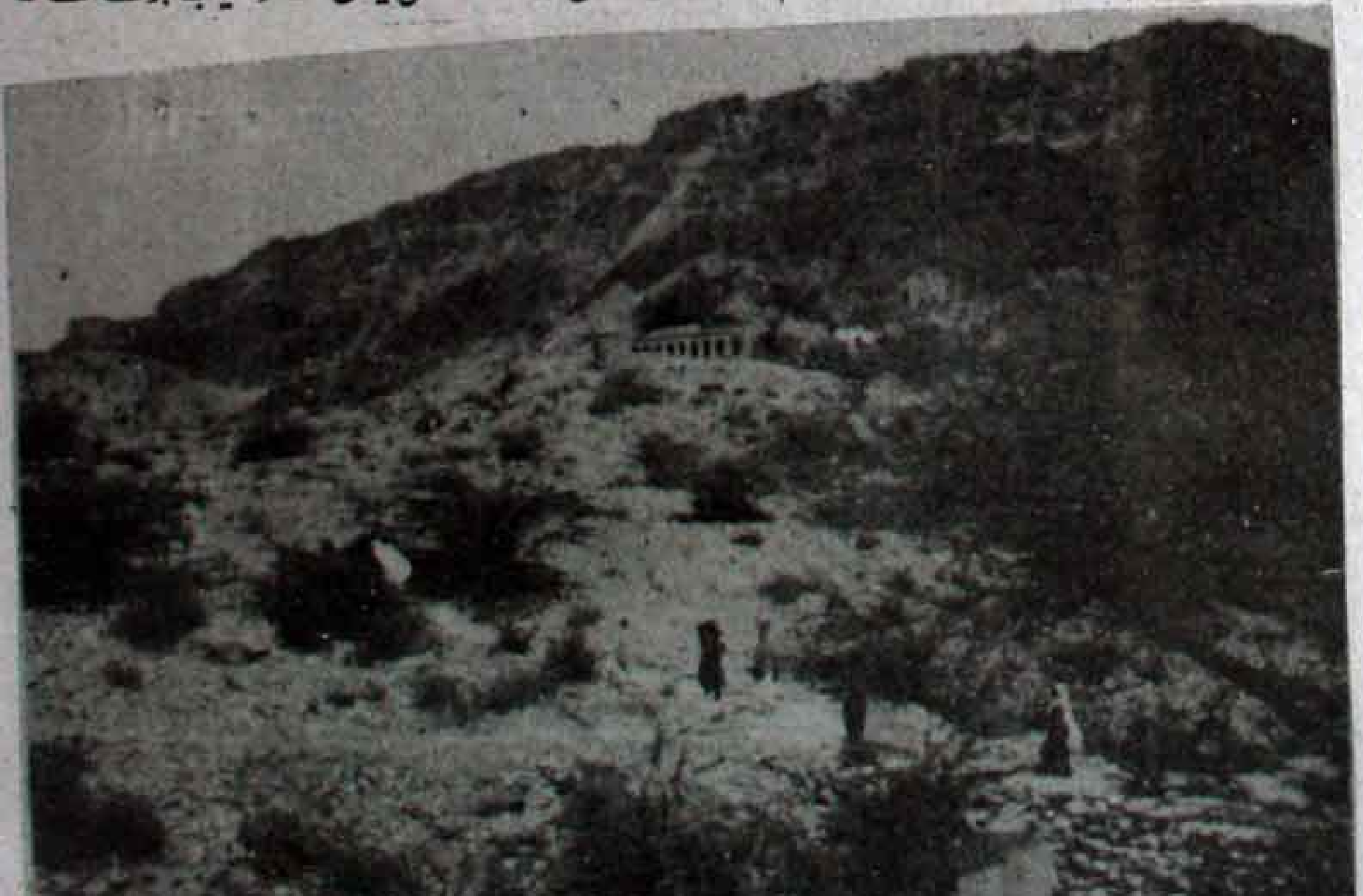

روضہ میر شاکر جلالپور شریف

marfatcom

جہلم کے مغربی کنارے پر حضرت خاکی شاہؒ کا مزار ہے ۔ دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر ایک اور بزرگ کرم شاہ بخاریؒ کا مزار ہے ۔ مقامی روایات کے مطابق آپ احمد شاہ ابدالی کے لشکر میں افسر تھے ۔ آپ صاحب کرامت بزرگ ہو گزرے ہیں ۔

حضرت میراں حیدر علی شاہ ٹاہلیاں والا جہلم

حضرت میراں حیدر علی شاہ احمد شاہ ابدالی کے دور میں بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں ۔ آپ نے براہ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باطنی فیض پایا ۔ احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملہ آور ہونے سے پہلے فتح کے لئے حضرت میراں حیدر علی شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرائی ۔ آپ کی دعاؤں سے ہندوستان فتح ہوا ۔

حضرت پیر عظمت علی شاہؒ کالا گوجراں جہلم

حضرت پیر عظمت علی شاہؒ سکھوں کے دور میں کشمیر سے کالا گوجراں تشریف لائے تھے ۔ آپ بہت بڑے درویش ولی اللہ ہو گزرے ہیں ۔ یہاں حاضری دینے سے دینی و دنیاوی مسائل حل ہوتے ہیں ۔ آپ کا عرس / میلہ ہاڑ کی دوسری جمعرات کو ہوتا ہے ۔

راقم روضہ میر شاکر پر حاضری دے رہا ہے

marfatcom

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست • سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

فیضانِ غیورؒ اور عشق خود آگاہ کا نقیب

ماہنامہ
ضیائے حرم
لاہور

جلد نمبر ۲۸
شمارہ نمبر ۴

رمضان المبارک
۱۴۱۸ھ
جنوری
۱۹۹۸ء

پاکستان میں محبوبانِ خدا کے نو گز لمبے مزار

مصنف: ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ

ضخامت: ۶۸۰ صفحات

قیمت: ۳۰۰ روپے

ناشر: یاسر اکیڈمی بالمقابل گلی عدالت سیشن کورٹ کچہری روڈ گجرات فون نمبر ۵۲۴۳۷۰۲

دنیا میں عظیم ہستیوں کو لوگوں نے ہمیشہ مختلف طریقوں سے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ مزار اور گنبد کے رواج سے پہلے نیک اور بزرگ ہستیوں کی قبروں کو دوسری قبروں سے قدرے لمبا بنایا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے پاک و ہند میں سینکڑوں لمبی لمبی قبریں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ عام طور پر ہماری تاریخ ان ہستیوں کے بارے کچھ نہیں بتاتی۔ شاید یہ لوگ تاریخ نویسی سے پہلے گزرے ہوں۔ اس کے باوجود عوام الناس ہمیشہ سے ان مزاروں پر حاضر ہو کر روحانی تسکین محسوس کرتی ہے۔ کشف القبور کا علم رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ کہاں کہاں کون سی بزرگ ہستی آرام فرما ہے۔

مذکورہ بالا کتاب ایم زمان کھوکھر صاحب کی چوتھی قابل قدر تصنیف ہے۔ انہوں نے دیوانہ وار کئی سال تک مسلسل سفر کیا اور نو گز لمبے مزاروں کے بارے میں روایت و درایت سے معلومات حاصل کیں اور انہیں یکجا کر دیا۔ اس کتاب کو ان مزارات کی تصویروں سے بھی سجایا گیا ہے۔ ایسے مزارات کی تلاش میں مصنف جس علاقہ میں گئے وہاں کی دیگر اہم عمارات، یادگاریں، وہاں کی تاریخ و ثقافت بھی بیان کرتے گئے ہیں خصوصاً "گندھارا تہذیب" سوات چترال اور شمالی علاقہ جات کے تفریحی مقامات کے بارے میں سیر حاصل معلومات فراہم کیں۔ صاحب کتاب نے اپنے ضلع گجرات کا چپہ چپہ چھانا، وہاں کی اہم شخصیات کا تعارف کروایا، گجرات کا تاریخی کردار، اہم مصنوعات اور ہر قسم کی تاریخی و ثقافتی معلومات باہم پہنچائیں۔

سیاحین، مؤرخین اور صوفیاء کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔ کتاب دیکھ کر مصنف کی محنت شاقہ اور نظر کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ غیر مجلد ٹائیٹل کو مختلف تصویروں سے جاذب نظر بنا دیا گیا ہے۔

marfatcom

قلعہ نندنا

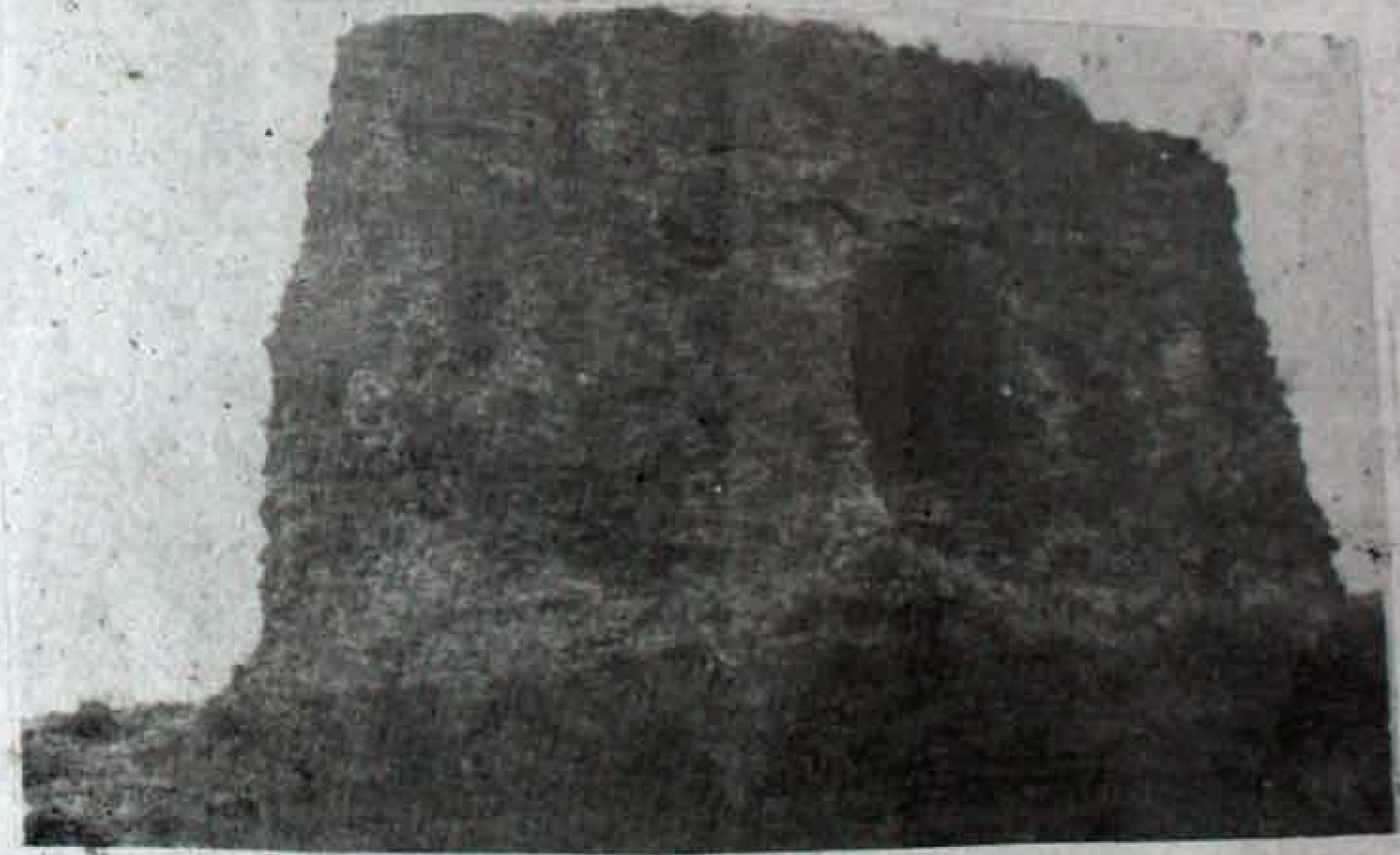

جہلم اور چکوال کی سرزمین اپنے دامن میں تاریخی واقعات کو سمیٹے ہوئے ہے ۔ قدیمی شاہراہیں جہلم اور چکوال سے گزرتی تھیں ہندوستان میں جانے والے حملہ آور ان ہی شاہراوں سے گزر کر گجرات میں داخل ہوتے تھے ۔ قلعہ تندنا ۔ پنڈ دادنخان کے قریب باغانوالہ کے قریب ایک بہت بڑے پہاڑ پر ہے ۔ قلعہ پتھروں گارا چونا سرخ مٹی سے تعمیر کیا گیا تھا ۔ یہاں پانی کے تین میٹھے چشمے بہتے ہیں ۔ جس کی وجہ سے ماضی میں اس علاقہ کی بہت زیادہ اہمیت رہی ۔ سلطان محمود غزنوی نے اپنے دسویں حملہ میں راجہ نندپال کے پوتے کو یہاں شکست دی اور اسلام کا پرچم لہرایا یہاں مسجد بھی تعمیر ہے ۔ جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی ہے ۔ مسلمان شہیدوں کی قبریں بھی ہیں ۔ قلعہ نندنا میں البیرونی نے بھی قیام کیا ۔ اور ایک قدیمی مندر بھی ہے

marfat.com

سلطان محمود غزنوی کا دسواں حملہ قلعہ نندنا پر ہوا

قلعہ نندنا میں سلطان محمود غزنوی نے راجہ انند پال کے پوتے کو 1013ء میں اپنے دسویں حملہ میں شکست دی۔ یہ قلعہ جہلم کے ضلع میں باغانوالہ کے قریب ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ پہاڑوں کے درمیان میٹھے پانی کے تین چشمے بہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ وادی سرسبز ہے اور آبادی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ گجرات کے راستے قلعہ نندنا جانے کے لئے ہیڈ رسول کو عبور کرنے کے بعد معروف قصبہ جلال پور شریف ہے۔ پن وال کے قریب ایک سڑک پنڈ دادنخان کی طرف جاتی ہے جو کھیوڑہ چواسیدن شاہ راج کٹاس اور کلر کہار کی طرف جا نکلتی ہے۔ پن وال سے ذرا آگے ایک سڑک باغانوالہ کو جاتی ہے۔ باغانوالہ پہاڑوں کے عین درمیان واقع ہے۔ پتن کے عین وسط میں میٹھے پانی کے چشمے صدیوں سے بہتے چلے آرہے ہیں۔

ہر طرف باغ ہی باغ ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ اس قصبے کا نام باغانوالہ ہے۔ قریب آبادی نہ ہونے کی وجہ سے اس گاؤں سے رہنمائی کے لئے کوئی نہ کوئی آدمی مل جاتا ہے۔ باغانوالہ کے جانب شمال مشرق ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بلند پہاڑ پر قلعہ نندنا صدیوں سے آباد ہے۔ راستے میں شاہ بکار کا مزار بھی ہے۔ پہاڑوں سے چشمہ کا پانی بہت تیز رفتاری سے گرتا ہے۔ کئی مقامات پر پن چکیاں قائم کی گئی ہیں۔ قلعہ تک پہنچنے کے لئے پر پیچ راستوں سے گزرنا پڑتا ہے اور سنبھل سنبھل کر چلنا پڑتا ہے۔ گرد و نواح کے پہاڑوں سے کوئلہ بھی نکالا جاتا ہے۔ قلعہ کے قریب 100 کے لگ بھگ شہیدوں کی قبریں ہیں۔ پہاڑ کے نیچے ایک میدان میں ایک ایسی قبر بھی موجود ہے جس پر بہت بڑا تراشا ہوا پتھر ہے جس کے چاروں طرف قرآنی آیات اور آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے صاحب قبر کا نام عبداللہ طائی ہو سکتا ہے جو محمود غزنوی کا عظیم بہادر جانثار اور وفادار جرنیل تھا۔ اس قبر کے ارد گرد تباہ شدہ شہر بستی کے آثار ملتے ہیں۔ مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے رہائشی کمروں کی بنیادوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یہ تباہ شدہ شہر چاروں طرف سے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں لوگ بستیاں پہاڑوں کے درمیان چشمہ کے کنارے آباد کر کے اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتے۔ قلعہ نندنا میں سلطان محمود غزنوی کے دور کی تاریخی قدیمی مسجد ہے جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ تاہم آثار قدیمہ والے کبھی کبھار ایک عدد سیمنٹ بوری استعمال کر کے چلے جاتے ہیں۔ مسجد کی چھت نہیں ہے۔ محراب مینار الماریاں موجود ہیں تمام تعمیرات پتھر چونا مٹی گارا سے تیار کی گئی ہے مسجد کے سامنے ایک پتھر نما مستطیل شکل کی قبر ہے۔ قریب ہی ایک حوض تعمیر کیا گیا ہے جو غالباً پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے بنایا گیا ہے کیونکہ چشمہ پہاڑ کے نیچے بہتا ہے۔ قریب ہی دو منزلہ عمارت کے آثار سیڑھیاں ہیں۔ دیواروں میں روشنی ہوا کے لئے خانے رکھے گئے ہیں۔ ان سے دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ بھی لیا جاتا تھا۔ یہ ہندوؤں کی عبادت گاہ جس کی دیواروں میں مکمل دراڑ پڑ چکی تھی تمام تعمیرات پتھر گارا گچ چونا مٹی سے کی گئی ہے جو صدیاں گزرنے کے باوجود مسمار نہیں ہوئیں۔ قریب ہی ایک اور دیوار ہے جس کی بنیاد کافی مضبوط ہے۔ دیوار کے درمیان گول دائرہ کی صورت میں جگہ ہے۔ جس کے بارے میں مقامی باشندے کہتے ہیں کہ قلعہ کے اس حصہ میں البیرونی نے کتاب الہند تحریر کی۔ البیرونی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ آیا اور کئی ماہ تک اس قلعہ میں قیام پذیر رہا۔ جغرافیہ ستاروں اور علم الفلکیات کا مطالعہ کیا۔ البیرونی کے مطابق قلعہ نندنا (جہلم) پوری دنیا کے عین وسط میں واقع ہے۔ قلعہ نندنا

کی تاریخی اہمیت اس لئے ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے اپنے دسویں حملہ میں راجہ انند پال کے پوتے نادر بھیم پال کو شکست دی۔ کتاب غزنی سے سومنات از مختار احمد گیلانی صفحہ نمبر 40 پر درج ہے۔ انند پال کے بعد اس کا بیٹا ترلوکمنان

راجہ بنا مگر وہ کمزور تھا۔ حکومت اس کا بیٹا نادر بھیم پال چلاتا اس نے اپنے دادا انند پال کے صلح نامہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور سلطان محمود غزنوی کے خلاف بغاوت کر دی۔ محمود نے پھر حملہ کر دیا۔ پہلی لڑائی مارگلہ پہاڑ غالباً یادگار نکلسن پہاڑ سے چند میل جنوب کی طرف دامن میں لڑی گئی۔ نادر بھیم پال شکست کھا کر جہلم کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں قدیم شاہراہ اعظم کے قریب واقع قلعہ نندنا میں محصور ہو گیا۔ سلطان کی فوج کے ہراول دستے کی قیادت عبداللہ طلائی کر رہے تھے۔ بائیں بازو کی قیادت ارسلان جاذب کر رہا تھا۔ گو طرفین کی تعداد کا کوئی ذکر نہیں مگر نادر بھیم پال کی فوج کو برتری حاصل تھی۔

ہندو فوج نے پہاڑیوں کے تمام راستوں کو بند کر دیا۔ خود پہاڑوں کی اوٹ میں قلعہ بند ہو کر دفاعی لڑائی شروع کر دی۔ راستوں کی حفاظت کئی جنگی ہاتھی اور کئی لڑاکا دستے کر رہے تھے۔ محمود کی فوج کے دستے جونہی آگے بڑھتے ان پر زبردست تیر اندازی کی جاتی جنگی ہاتھی پہاڑوں کی طرح راستوں پر قائم تھے۔ کئی روز تک محمود کی فوج دشمن کو لڑائی کے لئے مجبور کرتی رہی۔ محمود غزنوی کے لڑاکا دستے رات کی تاریکی میں پہاڑوں پر چڑھ جاتے اور دشمن کو نقصان پہنچا کر واپس آجاتے۔ آخر جب نادر بھیم پال کو دریائے جہلم کے ذریعے مزید کمک مل گئی تو وہ بمعہ فوج میدان میں نکل آیا۔ دونوں محاذوں پر کئی سو جنگی ہاتھی بمعہ لڑاکا دستے موجود تھے۔ بھیم پال نے محمود کی فوج پر سامنے سے حملہ کر دیا مگر نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ پھر دشمن کے ہاتھیوں نے بازوؤں سے نکل کر زبردست حملہ کر دیا اسی اثناء میں عبداللہ طائی اپنے دستے کو لے کر دشمن کی

راقم قلعہ نندنہ پر چڑھتے ہوئے۔

marfat.com

صفوں میں گھس گیا وہ دشمن کے گھیرے میں آگیا مگر عبداللہ طائی کی مدد کے لئے فوراً سلطان نے اپنا ذاتی حفاظتی دستہ روانہ کیا۔ سلطان نے اسے زخمی دیکھ کر ہاتھی پر سوار کرایا۔ محمود کے تیرانداز دستوں نے ہاتھیوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ تیر ہاتھیوں کی آنکھوں اور سونڈوں میں پیوست ہو گئے۔ وہ بلبلا کر اپنی فوج کے افراد کو روندتے ہوئے واپس بھاگے۔ اسی دوران سلطان محمود نے عقب کے چند لڑاکا دستوں سے جوابی حملہ کر دیا۔ ہندو اس کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے بے شمار مارے گئے۔ باقی قلعہ میں محصور ہو گئے۔ ہلکی منجنیقوں سے قلعہ کے اندر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ قلعہ کی دیواروں کے نیچے سرنگیں کھودی جانے لگیں۔ اسی دوران محصور فوج پر تیراندازوں نے تیروں کی مسلسل بوچھاڑ جاری رکھی۔ محصور فوج نے بھاری نقصان اور اسلامی فوج کی جارحانہ کارروائی سے بددل ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ محمود کو مال غنیمت کے علاوہ کافی تعداد میں جنگی ہاتھی ملے۔ قلعہ کے مندر میں ایک پرانا بت توڑ دیا گیا اسی پر کندہ تاریخ کے مطابق وہ بت 40 ہزار برس پرانا تھا۔ راجہ نادر بھیم بھمبر کی طرف بھاگ گیا۔ محمود نے تعاقب جاری رکھا گرد و نواح کے حکمرانوں کو محمود کی فتوحات کی اطلاع فوراً مل گئی۔ مقامی حکمرانوں راجاؤں نے اطاعت قبول کر لی۔ کئی لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔ محمود نے چند لوگ وہاں چھوڑے مساجد تعمیر کروائیں۔ احکام دیئے 1014ھ میں غزنوی واپس چلا گیا۔

قلعہ نندنا ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ مسجد بھی ویران خستہ حالت میں ہے۔ جہاں کئی صدیوں پہلے اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی تھی۔ قبروں کی مرمت کے علاوہ پہاڑ کے نیچے عظیم جرنیل سپہ سالار کی قبر کی مرمت کی جائے اور تختی آویزاں کی جائے۔ قلعہ کو مرمت کر کے رہنمائی کے بورڈ آویزاں کئے جائیں۔ قلعہ کی تاریخ مرتب کی جائے۔ مقامی آبادی سے رہنمائی کے لئے کسی کو ملازم رکھا جائے جو قلعہ کی حفاظت کے علاوہ سیاحوں کی رہنمائی کر سکے۔

==

روزنامہ پاکستان لاہور

THE DAILY
Pakistan
LAHORE

☎ 7576301-5

ہفتہ 7 رجب المرجب 1418ھ 8 نومبر 1997ء 23 کاتک 2054 ب

[redacted]

گجرات کے ممتاز قانون دان ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی تحریر کردہ کتب سیالکوٹ سے جہلم تک "گجرات تصاویر کے آئینے میں" "گجرات تاریخ کے آئینے میں" "علاوہ ازیں گجرات، پاکستان میں مجہول خدا کے نوگز لمبے مزار شائع ہو گئی ہیں۔ "پاکستان میں مجہول خدا کے نوگز لمبے مزار" ملکی سطح پر پہلی کتاب ہے۔ جس میں نوگزی قبروں کے بارے مکمل تفصیل درج ہے۔ ان میں بیشتر مزار انبیاء کرام علیہم السلام کے [illegible] آزاد کشمیر میں کی قبروں کے بارے میں تفصیل بمعہ فوٹو درج ہے۔

روال شریف

نزد

پنڈ دادنخاں میں

حضرت حامؑ کا ۲۶ گز

لمبا مزار

marfat.com

پنڈ دادنخان کے قریب روال شریف میں حضرت حام کا روضہ مبارک

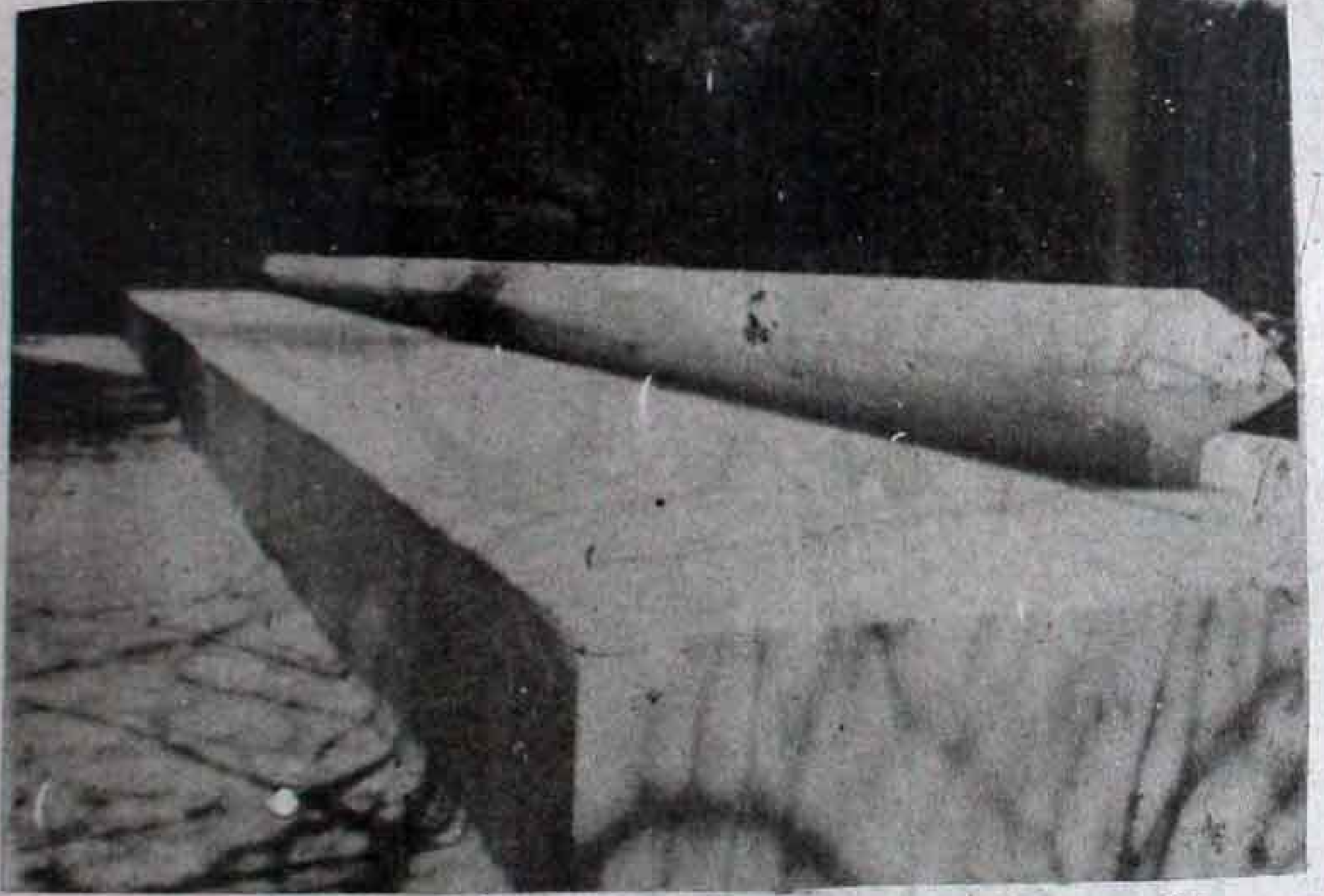

دریائے جہلم گجرات اور جہلم کے اضلاع کی حد بندی کرتا ہے۔ ہیڈ رسول سے ایک سڑک جلالپور شریف پنڈ دادنخان کھیوڑہ چواسیدن شاہ راج کٹاس اور کلر کہار کی طرف جاتی ہے۔ یہ علاقہ قدرتی مناظر سے بھرا پڑا ہے۔ میدانی اور پہاڑی سلسلہ پر مشتمل یہ علاقہ کئی تاریخی واقعات اور مقامات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ جلالپور شریف سے ذرا آگے پنن وال کے قریب ایک مشہور قصبہ روال ہے۔ ایک سڑک مشہور سیمنٹ کی فیکٹری غریب وال کی طرف جاتی ہے۔ روال شریف کے قریب سے پہاڑوں سے ایک طرف چکوال کی جانب جاتی ہے۔ روال شریف کے شمال کی جانب بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔ یہ پہاڑ تاریخی واقعات کے لئے مشہور ہیں۔ یہاں قریب ہی قلعہ نندن ہے جب راجہ جے پال محمود غزنوی سے شکست کھا کر بھاگا تو جہلم کی ان پہاڑیوں میں قلعہ نندنا تعمیر کیا۔ یہاں جب محمود غزنوی نے جے پال کو شکست دی اس قلعہ نندنا میں بیٹھ کر البیرونی نے دنیا کی پیمائش کی یہاں قریب ہی ٹلہ جوگیاں ہے۔جہاں ہیر رانجھا داستان کے مرکزی ہیرو رانجھا نے ایک جوگی سے کان پڑوائے اور ہیرو کے لئے جوگی کا روپ دھار لیا۔ ذرا آگے شیر شاہ سوری کا مشہور قلعہ روہتاس ہے جو بر صغیر پاک وہند میں اپنی نوعیت کا منفرد قلع ہے۔ جو پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔

روال شریف کے جانب مغرب میں پنڈ دادنخان مندروں کا گھر رہا ہے کھیوڑہ چواسیدن شاہ کے علاوہ راج کٹاس جو ہزاروں سال پرانی تہذیب اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے، جہاں کورو پانڈوں کی جنگیں ہوئیں ان ہی راستوں سے سکندر اعظم کا گزر ہوا۔ راج کٹاس جس کی قدیمی تاریخی کڑیاں گندھارا آرٹ کے اشوک کنشک سے جا ملتی ہیں۔ مجاہد آباد کے قریب روال شریف ہے۔ شمال کی جانب بڑے بڑے پہاڑ ہیں ان پہاڑوں سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ نکلتا ہے۔ ماضی میں آبادیوں کے آثار پانی اور چشموں کے کنارے پائے جاتے ہیں۔ یہ چشمہ روال شریف اور اس کے قرب وجوار کے علاقہ کی

marfatcom

زمینوں کو سیراب کرتا ہے اور مقامی آبادیاں اس چشمہ کے پانی سے مستفید ہوتی ہیں۔ اس چشمہ کے قریب بڑے بڑے گھنے درختوں کے جھنڈ میں بڑے بڑے پتھروں سے بنا ہوا ایک لمبا چوڑا مزار ہے جس کی چار دیواری بھی پتھروں سے تعمیر کی گئی ہے۔ قریب ہی مسجد کے علاوہ ایک کمرہ بھی ہے جو سب پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہاں قریب قبرستان میں قبریں بھی پتھروں سے تعمیر کی گئی ہیں۔ اس مزار کے گرد و نواح درختوں کا ایک سلسلہ ہے پرندوں کے چہچہانے کا شور اڑنے کی آوازیں بہت زیادہ ہیں اس مزار کے بارے میں کشف القبور والے صاحب قبر کا نام حضرت حام علیہ السلام بیان کرتے ہیں جو حضرت نوحؑ کے بیٹے تھے۔ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے سام، ہام، یافث بیان کئے جاتے ہیں۔

برصغیر کے باشندے بھی ہام کی نسل سے بیان کئے جاتے ہیں۔ ہام کے 9 بیٹے تھے اور سام کے بھی 9 بیٹے تھے البتہ یافث کے 12 بیٹے تھے۔ گجرات گلیان کے مشہور درویش اور کشف القبور کے بحر بیکراں حافظ شمس گلیانوی نے اپنی کتاب "انوار الشمس" میں تاریخ ہسوطمی میں حام کے 9 بیٹے جن کے نام ہند، سندھ، زنج، نومہ، کمعان، کوش، قبط، بربر جش بیان کئے ہیں۔ سام کے ایک بیٹے کا نام ہند بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ کے بعد پوری کائنات کو ان تینوں میں بانٹ دیا گیا بقول شاعر۔

فارسی رومی شامی عربی کل اولاد ہے سام
سوڈان جشن تے گمبار ہند سن بیٹے حام

ماضی میں دریائے جہلم روال شریف کے قریب بہتا تھا اور اب دریا نے رخ بدل لیا ہے۔ حافظ شمس گلیانوی نے اپنے کلام میں دریائے جہلم کے کنارے دفن شدہ صحابی کے مزار کا بھی ذکر کیا ہے۔ روال شریف میں پہاڑی پتھر کے بنے ہوئے اس مزار میں صاحب مزار کا نام حام بیان کرتے ہیں۔ یہ مزار عام مزاروں سے بہت لمبا ہے۔ اس کی لمبائی 26 گز اور چوڑائی 5 گز ہے۔ گھنے جنگل میں واقع ہے۔

مزار شریف چھبی گز لمیں پنج گزاں چوڑی
ہیں قدمی ساو مرادی چوکھنڈی۔ سوری
رب دی رحمت وسدی ہر دم جیوںکر مینہ بہاراں
پاون فیض بصارت والے حضرت نورا نورا

اپنے کلام میں حضرت شمس گلیانوی نے حضرت حام کے مزار کے قرب و جوار کا تمام نقشہ بیان کیا ہے اس مزار کے بارے میں راقم نے اس روضہ کی دیکھ بھال اور تعمیرات کے سلسلہ میں ایک درویش بابا فرمان ڈولے شریف نزد کڑیانوالہ روڈ گجرات سے رابطہ قائم کیا۔ جنہوں نے اپنی تمام جائیداد مال و دولت خرچ کر کے اللہ کے ان بندوں کے قدموں میں حاضری دی۔ وہ حضرت شمس گلیانوی کے عقیدت مند ہیں۔ بابا فرمان نے شیخ حضرت طانوع علیہ السلام کے مزار کی

marfat.com

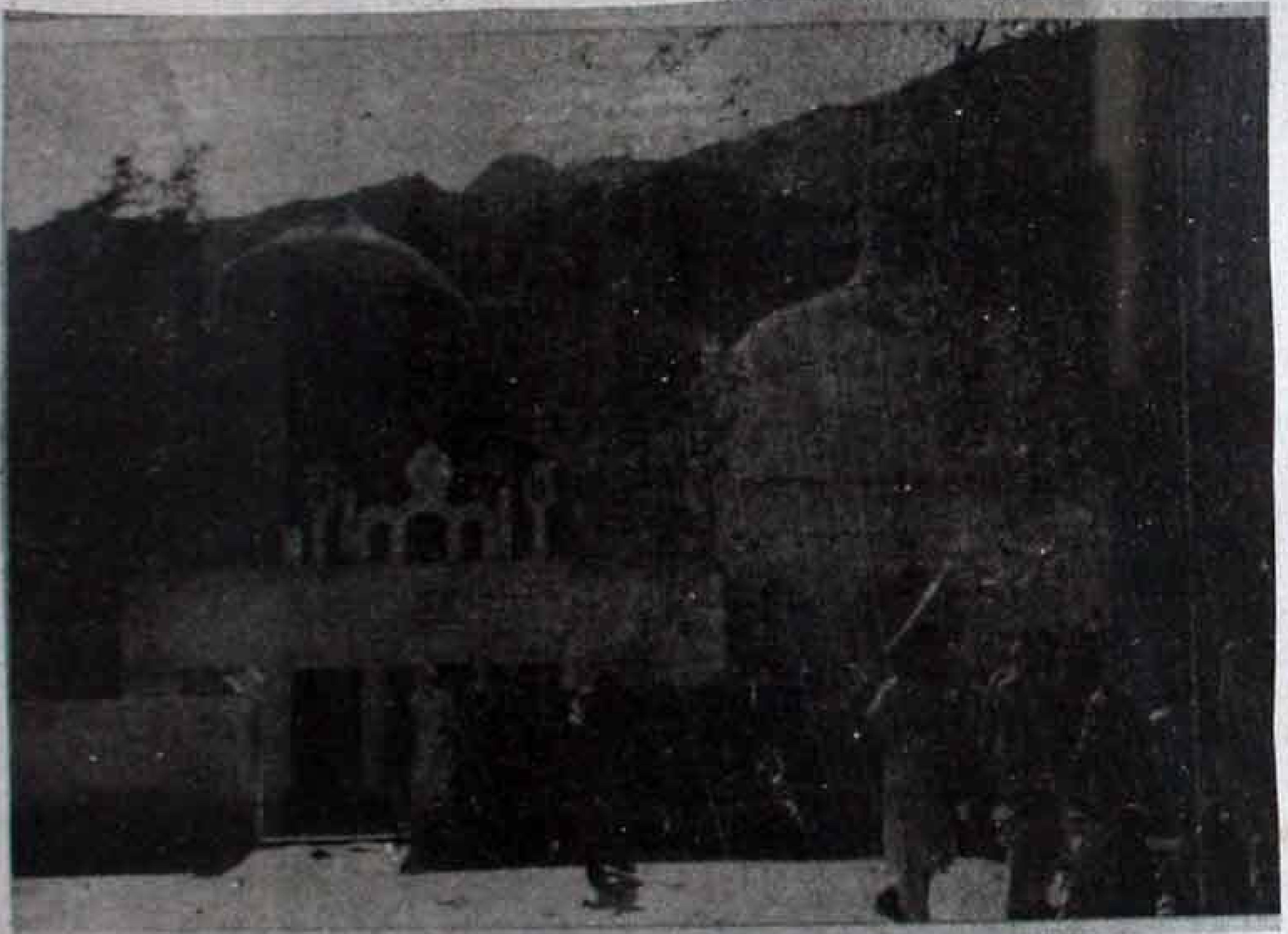

جلالپور شریف کے قریب
پیر دا کھارا
روحانی مرکز

marfatcom

جلالپور شریف قدیمی روحانی بستی اور پیر داکھارا میں حضرت پیر محمد کرم شاہ المعروف ٹوپی والا پیر کا مزار

منڈی بہاؤالدین نہراپر جہلم کے قریب آٹھ آر ڈی کے مقام پر ہیڈ رسول بیراج کے ذریعے سڑک ضلع جہلم کی حدود میں داخل ہوتی ہے۔ یہاں دریائے جہلم پر بند باندھ کر نہریں نکالی گئی ہیں۔ بہترین تفریح گاہ کے علاوہ شکارگاہ بھی ہے۔ دریائے جہلم کے شمال کی جانب دریا کے کنارے پر سڑک جلالپور شریف اور پنڈ دادنخان کی طرف جاتی ہے۔ دریا کے کنارے کئی قدیمی بستیوں کے علاوہ دربار بابا شاہ کبیر دربار باوا گوتھی والے سرکار حریالہ کے گردونواح قدیمی مزارات ہیں۔ پہاڑوں کے درمیان آبی گزرگاہوں کے قریب تباہ شدہ بستیوں کے آثار ملتے ہیں۔

جلالپور شریف ایک قدیمی بستی ہے۔ ماضی میں یہ قلعہ بند شہر تھا اس کے چاروں طرف دروازے نصب ہیں۔ ایک دروازہ پر گیٹ گنبت رائے بکرمی سال 1988 درج ہے۔ جبکہ آج کل بکرمی سال 2053 ہے۔ شہر ٹبہ پر ہے۔ قدیمی دور کے مکانات ہیں بیشتر عمارتیں تراشے ہوئے پتھروں سے تعمیر شدہ ہیں۔ جلالپور شریف کے مشرق کی جانب نالہ گنڈر بہتا ہے جو تمام پہاڑوں کا پانی اپنے ہمراہ لاکر دریائے جہلم میں ضم ہو جاتا ہے۔ ایک بات مشہور ہے کہ سکندر اعظم نے اس نالہ کے قریب دریائے جہلم کو عبور کیا۔ سکندر اعظم کو انگریزی میں الیگزینڈر دی گریٹ کے نام سے پکارتے ہیں۔ شاید گنڈر نام الیگزینڈر کی وجہ سے مشہور ہوا ہے۔ نالہ پہاڑوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ سکندر نے جب دریائے جہلم کو عبور کر کے گجرات کی سرزمین پر قدم رکھا تو گجرات کے سپوت پورس نے سکندر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جرات اور بہادری سے اس کا مقابلہ کیا۔ مادر وطن کے لئے سینہ سپر ہونے والے پورس کے جسم پر 200 کے قریب زخموں کے نشان تھے۔ لیکن وہ میدان جنگ میں ڈٹا رہا۔ کہتے ہیں کہ منگلا رانی راجہ پورس کی بیٹی تھی۔

جلالپور شریف کے عقب جانب شمالی پہاڑوں کے پیچھے کئی بستیاں اور راستے ہیں۔ یہ قدیمی راستے ٹیکسلا کی طرف سے ہوتے ہوئے افغانستان کی طرف جا نکلتے ہیں۔ ماضی میں برصغیر کا خطہ دنیا بھر میں خوشحال تھا۔ اس کی خوشحالی کے پیش نظر دنیا کی ہر قوم نے اس پر چڑھائی کی۔ دور افتادہ اقوام کا تجارتی سلسلہ برصغیر کے ساتھ رہا اور ہزاروں اونٹوں گدھوں گھوڑوں پر تجارت کا سامان اجناس برصغیر سے اپنے ممالک کی طرف لے جاتے۔ جلالپور شریف روحانی بستی ہے۔ یہاں ولی کامل پیر سید غلام حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ مبارک ہے۔ آپ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے ہم عصر ہیں۔ روضہ مبارک پہاڑی پر بہت خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ تمام کام سفید سنگ مرمر سے ہوا ہے۔ زائرین کی رہائش کے لئے کمرے ہیں۔ دن رات لنگر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ آپ کا وصال 1908ء میں ہوا۔ آپ کے عقیدت مندوں کا سلسلہ ملک بھر کے کونے کونے میں پھیلا ہوا ہے۔ جلالپور شریف کے قریب ہی ایک پرانی بستی ہے جو گرجاکھ کے نام سے مشہور ہے۔ اس تباہ شدہ بستی میں کسی تباہ و برباد شدہ شہر کے آثار ملتے ہیں۔ کھنڈرات نما قلعہ کی بنیادیں کسی شہر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ [illegible] قدیم دور کی ایک مسجد [illegible] ہے جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ تین دروازے ہیں

marfat.com

چھت نہیں ہے۔ دیواریں تراشے ہوئے پتھروں سے تعمیر کی گئی ہیں۔ دیوار کی چوڑائی چار پانچ فٹ کے قریب ہے۔ یہ مسجد ایک پہاڑی نما ٹیلہ پر ہے۔ دوسری پہاڑی پر ایک قدیمی مندر ہے۔ قریب ہی رہائشی کمرے اور برآمدے ہیں۔ مندر کے قریب پہاڑی کو ہموار کر کے صحن بنایا گیا ہے۔ یہاں پینے کا پانی بالکل نہیں ہے۔ صرف بارشی پانی پر گزارہ کیا جاتا ہے۔

مندر کے قریب پانی جمع کرنے کے لئے حوض تعمیر کیا گیا ہے لیکن اس حوض میں پانی کا نام ونشان نہیں ہے۔ حوض چھ سات فٹ گہرا ہے۔ اوپر والی پہاڑی پر حضرت میر شاکر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ مزار پر جو تختی نصب ہے اس کی تحریر یوں ہے۔

عارف باللہ قدوۃ اہل صفا حضرت میر شاکر شاہ رحمۃ اللہ بن حضرت شیخ المحدثین عمدۃ الفضلاء سید سخی شاہ محمد غوث لاہور تاریخ وفات 1183ھ درج ہے۔ آپ کے دادا کا نام سید حسن شاہ بادشاہ آف پشاور ہے۔ پردادا کا نام سید محمد عبداللہ بخاری غازی ٹھٹھہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ بغداد شریف سے تشریف لائے تھے۔

پہاڑی پر میر شاکر شاہ رحمۃ اللہ کا مزار ہے۔ مقامی آبادی کے علاوہ گردونواح کے لوگ ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ سڑک سے پہاڑی تک کا فاصلہ تقریباً دو کلومیٹر کا ہے۔ مزار کے ساتھ لنگر کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ پینے کے پانی کے لئے یہاں حوض تعمیر کیا گیا ہے۔ بارش کا پانی اس حوض میں جمع ہو جاتا ہے۔ جو سارا سال استعمال کیا جاتا ہے۔ سب سے اوپر والی پہاڑی پر آپ کی بیٹھک ہے۔ جہاں آپ نے چلہ کشی کی۔ مقامی روایت کے مطابق گرجاکھ کی تباہ شدہ بستی میں سونے اور چاندی کے زیورات بھی پائے گئے تھے۔ حضرت میر شاکر شاہ رحمۃ اللہ کا فیض بہت زیادہ ہے۔ دینی و دنیاوی فیض کے لئے لوگ یہاں حاضری دیتے ہیں۔ ہر سال عرس بھی منایا جاتا ہے۔ جلالپور شریف کے قریب غریب وال سیمنٹ فیکٹری ہے۔ غریب وال فیکٹری کے قریب روال میں حضرت حام کا 26 گز لمبا مزار ہے۔ گھنے درختوں میں پانی کے دو چشمے ہزاروں سالوں سے ہیں۔ جہاں سے انسانوں کے علاوہ جاندار بھی انہی سے پیاس بجھاتے ہیں۔ حضرت حامؑ حضرت نوحؑ کے بیٹے اور حضرت آدمؑ کے پوتے ہیں۔ حضرت حامؑ کی عمر 536 سال بتائی جاتی ہے۔ حضرت حامؑ کے مزار کی نشاندہی کشف القبور کے بحر بیکراں حافظ شمس الدین گلیانوی نے ایک صدی قبل کی تھی۔ حضرت حام علیہ السلام کا ذکر ان کی کتاب انوار الشمس میں موجود ہے۔ مزار کی تعمیر بابا حاجی فرمان علی صاحب جو آج کل کڑیانوالہ کے قریب مزار نعماطوش پر رہتے ہیں، نے کی۔ ان کی معاونت مستری حاجی فرمان علی آف جینڈ شریف نے کی۔ مزار کی تعمیر کا تمام خرچ انہوں نے برداشت کیا۔ حضرت حامؑ کی تاریخ مرتب کر کے راقم نے رسالہ کی صورت میں شائع کی۔ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے حام، سام اور یافث تھے۔ برصغیر کے باشندے حام کی اولاد ہیں۔ حضرت حام کے بارے میں حافظ شمس صاحب نے فرمایا۔

رب دی رحمت وسدی ہر دم جیونکر مینہ بہاراں
پاون فیض بصارت والے حضرت نور انواراں

ان ہی چشموں کے کنارے پیر دھرانی میں بے اولاد عورتیں اولاد کے لئے غسل کرتی ہیں۔ بعد میں لال قریشی کے

marfatcom

مزار پر سلام کرتی ہیں ۔ ایک روایت مشہور ہے کہ حضرت لال قریشی درویش ہو گزرے ہیں جبکہ دھمرائی ان کا خدمت گزار تھا ۔ جب حضرت لال قریشی کا وصال ہونے لگا تو آپ کا فیض دھمرائی کو مل گیا ۔ اب مخلوق خدا دونوں مقام پر حاضری دیتی ہے یہاں قریب ہی غریب وال سیمنٹ فیکٹری ہے ۔ فیکٹری کے قریب پہاڑی پر پیر چمبل کا مزار ہے یہاں اتوار کے روز لوگ حاضری دیتے ہیں ۔

کروڑوں اربوں روپے کی معدنیات دینے والے اس علاقہ میں سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں ۔ عرصہ سے زیر تعمیر ہیں پنڈ دادنخان سے ایک سڑک چکوال کھیوڑہ چواسیدن شاہ اور کلر کہار کی طرف جاتی ہے ۔ دوسری سڑک خوشاب اور للہ کی طرف جاتی ہے ۔ للہ ٹاؤن کے قریب پیر داکھارا کے نام سے ایک آستانہ ہے ۔ قریب ہی موٹر وے زیر تعمیر ہے ۔ پیر داکھارا میں دن کے وقت ہزاروں لوگ حاضری دیتے ہیں ۔ ان میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہوتی ہے ۔ جو دلی مرادوں کے لئے چشمہ کے پانی سے غسل کرتی ہیں ۔ چشمہ کا یہ پانی پہاڑوں سے آتا ہے ۔ نمکین ہونے کے علاوہ اس میں کئی کیمیکل شامل ہوتے ہیں ۔ یہ پانی ٹبوں میں فروخت ہوتا ہے ۔ مزار پر بکروں مرغوں کے علاوہ نقدی کی صورت میں نذرانے پیش کئے جاتے ہیں ۔

مزار زیر تعمیر ہے صاحب مزار کا نام حضرت پیر محمد کرم شاہ المعروف ٹوپی والا پیر مشہور ہے ۔ پہاڑی کا نام پیر داکھارا مشہور ہے ۔ چونکہ چشمہ کا پانی کھارا ہے ۔ یہاں آپ نے قیام کیا جس کی وجہ سے پیر داکھارا نام مشہور ہو گیا ۔ آپ کا وصال 1268 ھ میں ہوا ۔ آپ نے ایک پتھر پر عصا مارا اس میں پانی پھوٹ پڑا ۔ وہ کنواں آج بھی موجود ہے ۔ جہاں پر آپ نے چلہ کشی کی وہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر ہے ۔ اس کے آثار موجود ہیں جو زائرین دربار پر حاضری دیتے ہیں وہ پہاڑی پر چلہ کشی کے مقام پر جاتے ہیں ۔ یوں انسانوں کی آمدورفت کی قطاریں لگی رہتی ہیں ۔ یہاں دور دراز کے علاقوں سے عورتیں نمکین اور کھارے پانی میں غسل کے لئے آتی ہیں ۔ زیادہ رش مارچ اور اپریل کے مہینوں میں ہوتا ہے ۔ بسوں ویگنوں دوسری قسم کی ٹرانسپورٹ کے ذریعے یہاں زائرین حاضر ہوتے ہیں ۔ عورتیں غسل کے بعد پرانے کپڑے وہیں چھوڑ جاتی ہیں اور نئے کپڑے پہن لیتی ہیں ۔ چشمہ کے کنارے دور دور تک کپڑوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں نمکین کھارا پانی جب جسم سے خشک ہوتا ہے تو نمک اور دوسرے اجزاء جسم پر چپک جاتے ہیں ۔ خارش ہوتی ہے ۔ چشمہ کا یہ پانی جب زمینوں میں بکھر کر خشک ہو جاتا ہے تو زمین کی سطح سفیدی مائل ہو جاتی ہے ۔ اس علاقہ میں سیم تھور کلر کی وجہ سے زمین قابل کاشت نہیں ہے ۔ پہاڑی سلسلہ ہے جو معدنیات سے بھرا ہے ۔ تھوڑے فاصلہ پر کھیوڑہ کی مشہور نمک کی کان ہے ۔ کیا اس پانی کے غسل سے شفا ملتی ہے ؟ تو ایک سجادہ نشین نے جواب دیا نہانا ضروری نہیں ہے نہ ہی کپڑے بدلنا ضروری ہیں اور نہ ہی پانی ساتھ لے جانا ضروری ہے لیکن زائرین بالخصوص عورتیں ہماری باتوں پر عمل نہیں کرتیں ۔ روزانہ سینکڑوں عورتیں پانی میں غسل کرتی ہیں ۔ یہی پانی پینے کے لئے ساتھ لے جاتی ہیں یہاں دور دور تک چشمہ کے کنارے ہر عمر کی عورتیں غسل کرتی ہیں ۔ مزار پر کھلونے چڑھائے جاتے ہیں ۔ بڑے گنبد میں حضرت پیر محمد کرم شاہ کا مزار ہے ۔ جبکہ چھوٹے گنبد والے حصہ میں پیر بہادر شاہ کا مزار ہے ۔ جو حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلیفہ تھے ۔ ان کا وصال 1932ء میں ہوا ۔

آستانہ پر زائرین کے لئے لنگر کا کوئی اہتمام نہیں ہے ۔ زائرین کے آرام کے لئے کوئی کمرے نہیں ہیں ۔ عورتوں

marfatcom

کے غسل کے لئے غسل خانے تعمیر کئے جانے ضروری ہیں۔ یا پھر یہاں عورتوں کا کھلے عام غسل ممنوع قرار دیا جائے۔
مزار تک جانے والی سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور اس سڑک پر بہت زیادہ ٹریفک چلتی ہے۔ اسے تعمیر کیا جائے۔
حکومت چشمہ سے نکلنے والے پانی کا تجزیہ کر کے رپورٹ شائع کرے کیا واقعی یہ پانی انسانی جسم اور صحت کے لئے مفید ہے؟
کروڑوں اور اربوں روپے کی معدنیات دینے والے اس علاقہ میں سڑکیں تعمیر کی جائیں اور مسافروں کی سہولت کے لئے ٹرانسپورٹ کا نظام بہتر بنایا جائے۔

==

جہلم ٹاہلیاں والا میں نو گز لمبا مزار

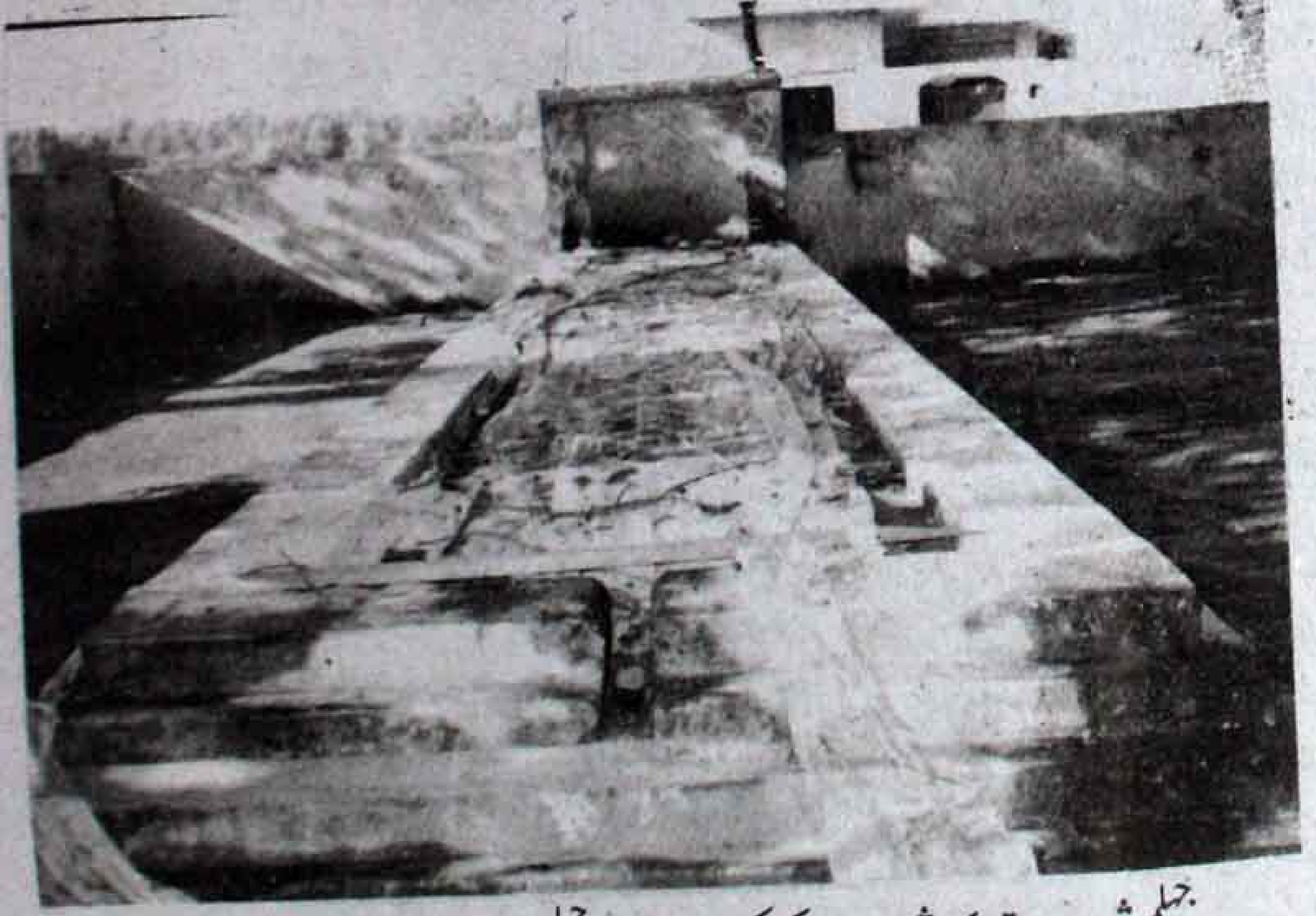

جہلم شہر بہت قدیمی شہر ہے۔ کیونکہ یہ دریائے جہلم کے کنارے پر آباد ہے۔ بنی نوع انسان کی تاریخ کے آثار جہلم کے کنارے پر پائے جاتے ہیں۔ یہاں چند نو گز لمبی قبریں پائی جاتی ہیں ان میں ایک قبر موضع ٹاہلیاں والا میں ہے۔ قبر کی لمبائی نو گز ہے۔ پختہ تعمیر ہے چاردیواری بھی ہے۔ اس مزار کے تھوڑے سے فاصلے پر دریائے جہلم بہتا ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ 328 نمبر شمار 479 کے مطابق صاحب مزار کا نام فرطوشؑ ہے۔ یہ ہزاروں سالہ پرانا مزار آج بھی دریائے جہلم کی طغیانی سیلاب کے باوجود قائم و دائم ہے

marfatcom

سلطان المشائخ حضرت مولانا قاری غلام نبی چشتیؒ
للہ ضلع جہلم ....

****

آستانہ عالیہ للہ شریف (تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم) ایک معروف مرکز رشد وہدایت ہے جہاں کے ہر دو اقطاب دین قطب المشائخ حضرت مولانا حافظ محمد صاحب نقشبندیؒ اور سلطان المشائخ حضرت مولانا قاری غلام نبی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت درخشاں و تاباں ہوئے اور معمورہ عالم کے بیشتر حصے کو اپنے فیضان علم و عرفان سے منور فرمایا اور اہل حق طالبان ازلی کے لئے ان ہر دو مہرمہ کے انوار ابھی باقی ہیں اور یہاں انہی ہر دو مہرومہ کے انوار و تجلیات سے اکتساب فیض حاصل کرنے کے لئے ہزاروں دل اپنی عقیدتوں کے نذرانے پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

دامن درگاہ میں اہل محبت کے لئے
ہر گھڑی آن ہے موجود سامان بہار
قبلہ اہل عقیدت یہ عقیدت گاہ شوق
ہر در دیوار ہے اخلاص کی آئینہ دار

حضرت قاری غلام نبی چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک یگانہ روزگار عالم فاضل اور عظیم المرتبت شہرہ آفاق صاحب کشف و کرامات ولی کامل تھے۔ آپ نے جنڈ شریف (ضلع گجرات) میں قرآن کریم اور دار العلوم آستانہ عالیہ سیالکٹ شریف میں درس نظامی کی تحصیل کی اور اس کے بعد قطب الاقطاب حضرت علامہ حافظ قاری علم دینؒ اور شمس العلماء حضرت علامہ حافظ بدر الدین سے مزید علمی استفادہ حاصل کر کے تمام مسند اول علوم دینیہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کر کے مسند تبلیغ و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور غوث الامت قطب المشائخ حضرت خواجہ سخی صابر پیر سید غلام رسول شاہ چشتی سجادہ نشین دربار عالیہ شکریلہ شریف نزد سرائے عالمگیر کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر آپ کی نورانی تربیت گاہ میں تربیت روحانی حاصل کر کے عرفان الٰہی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر ان حضور کی خلافت و نیابت کے منصب جلیلہ سے سرفراز ہوئے اور اپنی ذات میں تمام کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہو کر مسند ارشاد کی زینت بنے اور کائنات میں آپ کے کمالات فقر و ولایت کا ڈنکا بجنے لگا۔

آپ کا حلقہ فیضان بہت وسیع تھا۔ آپ کے فیض یافتگان ہزاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں آپ کی سب سے قابل فخر و مایہ ناز ہستی شہنشاہ ولایت حضرت سید ولایت شاہ نقشبندی جماعتی رحمۃ علیہ سجادہ نشین گجرات ہیں۔ حضرت قاری غلام نبیؒ کی دینی و ملی خدمات تاریخ اسلام میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ ظاہری باطنی

ایک طویل مدت تک خلق خدا کو اپنے فیضان [illegible] اور آخر کار 1360ھ مطابق 1949ء کو

marfat.com

اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے اپنے وصال سے دو روز پہلے فرمایا کہ میری نماز جنازہ ایک عظیم عاشق رسول پڑھائیں گے۔ آپ کے فرمان کے مطابق گجرات قبلہ شاہ صاحب کو تار دے دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جمعتہ المبارک ہے اور شاہ صاحب جمعہ پڑھا کر ہی چلیں گے اور وقت پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ ہماری وفات بھی جمعہ کو ہی ہونی تھی مگر شاہ صاحب کا انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس لئے اب جمعہ کو نہیں ہفتہ کو ہی اس دنیا سے کوچ کریں گے چنانچہ ہفتہ کو صبح قبلہ شاہ صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے شاہ صاحب سے مصافحہ فرمایا اور پھر ایک بار باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا اور حق تعالی کے جوار رحمت میں راحت گزین ہوگئے۔ اور اپنے بعد اپنے علم و فضل کمالات فقر و ولایت اور فیض و برکات ظاہری و باطنی کا کامل مکمل اور مجسم نمونہ فخر المشائخ حضرت مولانا الحاج پیر سید قاری نور حسین چشتی قادری دامت کو خلق خدا کی رہنمائی و فیض رسانی کے لئے چھوڑا اور آپ کے ذریعے آپ کا سلسلہ فیضان ظاہری و باطنی جاری و ساری ہے۔

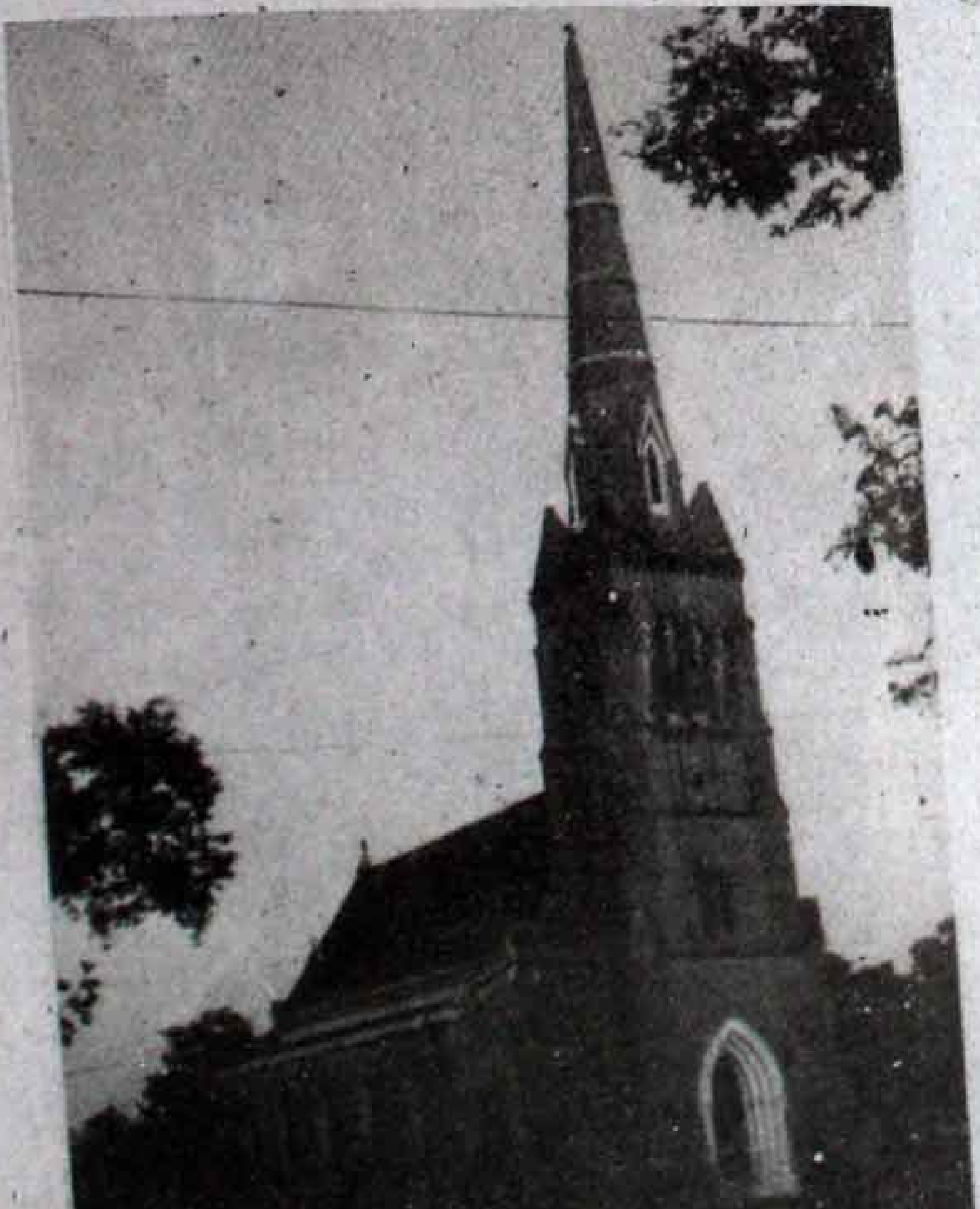

دریائے جہلم کے کنارے چرچ

marfatcom

کھیوڑہ کا فضائی منظر

کھیوڑہ دنیا بھر میں نمک کی کانوں کے لئے مشہور ہے۔ دنیا بھر میں سب سے بڑی نمک کی کان کھیوڑہ میں پائی جاتی ہے۔ تاریخی کتابوں کے مطابق سکندر اعظم نے جب برصغیر پر حملہ کیا تو اس وقت اس علاقہ میں نمک کی کانیں موجود تھیں۔ قدیمی دور میں دور دراز کے علاقوں کے لئے نمک کھیوڑہ سے نکالا جاتا تھا۔ نمک کی کانوں کی وجہ سے یہ علاقہ کوہستان نمک یعنی نمک کے پہاڑ کے نام سے مشہور ہے۔ نمک کی ترسیل ٹرکوں کے علاوہ مال گاڑیوں کے ذریعے کی جاتی ہے۔ ملکوال سے کھیوڑہ کے لئے ایک ریلوے لائن بچھائی گئی ہے۔ بڑی بڑی کانوں سے نمک نکال کر ایک جھیل میں ڈالا جاتا ہے۔ پانی کے عمل سے مٹی کے ذرات پتھر وغیرہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ صاف نمک پانی خشک ہونے پر حاصل کر لیا جاتا ہے جو بڑے بڑے ٹکڑوں کی صورت میں جھیل سے اٹھا لیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دنیا کا بہترین نمک کھیوڑہ کی کانوں سے پایا جاتا ہے۔ کھیوڑہ سے چواسیدن شاہ، کٹاس، کلر کہار کی طرف جانے والی سڑک بڑے بڑے پہاڑوں سے گزرتی ہے۔ پہاڑوں کی چوٹی پر کھڑے ہو کر کھیوڑہ کا منظر بڑا دلکش دکھائی دیتا ہے۔ نمک کے بڑے بڑے پہاڑ نمک کی جھیلیں اور رہائشی مکان ایک عجیب منظر پیش کرتے ہیں۔ کھیوڑہ سے ایک سڑک پنڈ دادنخان کی طرف جاتی ہے۔ یہی سڑک جلالپور شریف، جہلم، منڈی بہاؤالدین، گجرات اور دوسرے علاقوں کی طرف جا نکلتی ہے۔ کھیوڑہ میں نمک کے علاوہ نمک کا تیزاب، جپسم بعض پہاڑوں سے کوئلہ اور دیگر معدنیات نکالی جاتی ہیں۔

marfat.com

گجرات میں جابجا بزرگان دین اور نوادرات کے خزانے مدفون ہیں

ممتاز مورخ ایم زمان کھوکھر کو ریحان ٹبہ سے قدیم دور کا ملنے والا برتن تاریخی نوعیت کا ہے

ایم زمان کی تحقیقاتی اور تاریخی کتابوں سے تاریخ کے متعدد مقام و شے بے نقاب ہوتے ہیں

گجرات کی دھرتی ہمیشہ سے ہی اولیاء کرام کا مسکن رہی۔ گجرات کا خطہ دنیا کا قدیم ترین خطہ ہے یہاں سینکڑوں تباہ شدہ بستیوں کے آثار ملتے ہیں سو کے لگ بھگ نوگزے مزار ہیں جن کی اپنی ایک تاریخ ہے ان میں بیشتر مزار انبیاء کرام، مرسلین صحابہ کرام غازیوں اور شہداء کے ہیں۔ گجرات کے معروف قانوندان ادیب صحافی محقق حاجی ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا نوگزے قدیمی تاریخی روحانی مقامات پر کئی کتب تحریر کر ڈالیں۔ ان کی تحریر کردہ کتب "گجرات تصاویر کے آئینے میں گجرات تاریخ کے آئینے میں" "سیالکوٹ سے خیبر تک، پاکستان میں محبوبان خدا کے نوگزے مزار گندھارا تہذیب تصاویر کے آئینے میں خطہ یونان گجرات، جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیاء کرام قدیمی تاریخی روحانی مقامات، اولیائے ہند اور مسلمانوں کی عظمت کے نشان دہلی کی کہانی تصاویر کی زبانی قابل ذکر ہیں۔ گجرات تصاویر کے آئینے میں، گجرات تاریخ کے آئینے میں یہ کتب دو جلدوں میں پہلے حصے میں نوگزے مزارات، بڑیلہ شریف میں حضرت قنبیلا کا 210 فٹ لمبا مزار شیخ چوگانی میں حضرت طالوتؑ، حضرت اسنون کے نوگزے مزار، جسو سرائے میں حضرت تما طوس موہ میں حضرت مرطوش جلالپور جٹاں میں حضرت فیناں کے مزار کے علاوہ حضرت شمعون، حضرت ایوشؑ، حضرت بلقان حضرت سلوکام حضرت احزہ، نوش دوسرے لاتعداد نوگزے مزاروں کے صاحب مزارات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کے علاوہ گجرات کے اولیائے کرام حضرت شاہدولہ سرکارؒ، حضرت سائیں کرم الٰہی کانواں والی سرکارؒ، حضرت شاہ حسین ملتانیؒ، حضرت شیخ اللہ دلہ سرکیؒ، حضرت نوشہ پاکؒ سلطان الفقراء الحاج حضرت حنیف اللہ سرکار بڑیلہ شریف، حضرت قاضی سلطان محمود اعوان شریف اور دوسرے تمام اولیاء کرام کا تذکرہ کیا گیا ہے تیسرے حصہ میں تاریخی مقامات پر مشتمل ہے سکندر اعظم اور پورس کی جنگ گجرات کے میدانوں میں ہوئی۔ چیلیانوالہ میں انگریزوں اور سکھوں کے آخری معرکہ کی تفصیل درج ہے۔ اور شہنشاہ عالمگیر کی بیوی کا تاج محل کا مزار بھی گجرات میں ہے۔ آزاد کشمیر کے ضلع بھمبر، سماہنی کے تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایم زمان کھوکھر کی تحریر کردہ چوتھی کتاب پاکستان میں محبوبان خدا کے نوگزے مزار جس میں پشاور ملتان سے لیکر کراچی تک چاروں صوبوں آزاد کشمیر میں تمام نوگزے مزارات کی تفصیل درج ہے شمالی علاقہ جات ٹیکسلا کے بارے جہاں گندھارا تہذیب پروان چڑھی کی بالخصوص سوات، دیر، چترال، کالام، ہنزہ، کاغان، کوہستان علاقوں کے علاوہ خطہ یونان گجرات کے بارے کافی معلومات درج ہیں گجرات کو سر سید احمد خان نے خطہ یونان کہا تھا۔ ان کی پانچویں تحریر کردہ کتاب جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیاء کرام قدیمی تاریخی روحانی مقامات ہے۔ اس کتاب کا سفر لاہور سے شروع ہوا جنوبی پنجاب کے تمام اضلاع بالخصوص لاہور، قصور، جھنگ، ملتان، اوچ شریف، موہنجوداڑو، حیدر آباد، کراچی میں تاریخی قدیمی روحانی مقامات کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ بلوچستان کے اضلاع کوئٹہ، سبی، قلات، ژوب، مکران، زیارت کے بارے اہم معلومات دی گئی ہیں۔ ایم زمان کھوکھر کی تحریر کردہ چھٹی کتاب اولیائے ہند مسلمانوں کی عظمت کے نشان دہلی کی کہانی تصاویر کی زبانی اس سلسلہ میں انہوں نے پانچ بار ہندوستان کے تاریخی شہروں کا سفر کیا۔ اجمیر شریف، دہلی کلیر شریف، آگرہ فتح پور سیکری میں اولیاء کرام قدیمی تاریخ روحانی مقامات مسلمان حکمرانوں کی تعمیر کردہ تاریخ اور قابل دید عمارتوں باغات، قبروں، مساجد، محلوں، قلعوں کی مکمل تفصیل درج

گجرات کی ڈائری

طفیل میر

ہے۔ ایم زمان کھوکھر کے بقول دہلی میں مسلمانوں کی تعمیر کردہ عمارتوں، باغات کو دیکھنے کے لئے ایک مددگار ہوتا ہے۔ ان کی تحریر کردہ چھ کتب بڑے سائز کی ہیں اور چھ چھ سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ ایم زمان کھوکھر نے دوران سفر گرمی، سردی، برسات، آندھی، ژالہ باری کا مقابلہ کرتے ہوئے موٹر سائیکل پر پاکستان بھر کا سفر کیا اور تحقیق مرتب کی۔ اس عظیم کارنامہ پر انہیں ادبی بورڈ کونسل کی طرف سے نشان گجرات طلائی تمغہ سے نوازا گیا وہ فارغ وقت میں گجرات کی تباہ شدہ بستیوں کے بارے میں ٹیلوں میں خود جاکر تحقیقات کرتے رہتے ہیں گزشتہ دنوں انہیں گجرات کے نواحی گاؤں ریحان کے ٹبہ سے پرانے زمانے کا ایک مٹکا ملا۔ گجرات کے مشہور قصبہ بھاگووال کلاں کے قریب ایک مشہور آبی گزرگاہ جس کا آغاز کشمیر کی پہاڑیوں سے اور اختتام دریائے چناب میں ہوتا ہے اس آبی گزرگاہ کے کنارے کئی پرانی بستیاں کئی بار اجڑیں اور کئی بار آباد ہوئیں ایسی ہی ایک بستی ریحان ہے۔ حضرت مسنون کے مزار کے قریب چار کنال رقبہ میں پھیلا ہوا بلند ترین برگد بوہڑ کا درخت دور سے ہی دکھائی دیتا ہے حضرت مسنون کے مزار کے علاوہ ریحان میں حضرت سریا حضرت بریا حضرت سیاسلام کے مزار بھی ہیں ... حضرت موسیٰ کی

ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ ریحان کے ٹبہ سے ملنے والے قدیمی دور کے مٹکے کے ہمراہ

اولاد سے بیان کئے گئے ہیں۔ ریحان کے ٹبہ کے شمال اور مغرب کی جانب دیکھا جائے تو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پرانی تباہ شدہ بستیوں ٹبوں کے آثار ملتے ہیں جو سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود بھی اپنے دامن میں تاریخی واقعات لئے کھڑے ہیں ریحان کے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے عقیدت مندوں اور اہل دیہہ نے حضرت مسنون کا مزار دوبارہ تعمیر کروایا ہے مزار پر چھت بھی ڈال دی گئی ہے مزار کی تعمیر پر چھ سات لاکھ روپے لاگت آئی ہے قبل ازیں یہ مزار حضرت خواجہ گوہر الدین جنید حزشریف نے تعمیر کروایا تھا۔ نوجوانوں نے ریحان کیلئے پختہ سڑک سکول کی عمارت کے علاوہ کئی فلاحی کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ چونکہ ایم زمان کھوکھر پاکستان بھر کے نوگزے مزاروں پر حاضری دیتے رہتے ہیں ریحان میں حضرت مسنون کے مزار پر حاضری کی وجہ سے ریحان کے معززین سے رابطہ رہتا ہے چند روز ہوئے ریحان کے معززین نذر حسین نمبردار غلام سرور، محمد نواز، یاسر ندیم و دیگر اہل دیہہ ایم زمان کھوکھر کے دفتر ضلع کچہری آئے۔ ریحان کے سکول کی چاردیواری کے لئے وفد کی صورت میں ڈپٹی کمشنر حبیب اطہر سے ملاقات کی۔ ان معززین نے بتایا کہ جب اہل دیہہ کو مٹی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ مٹی ان ٹبوں سے حاصل کرتے ہیں۔ ان ٹبوں کی مٹی مسلسل استعمال کی وجہ سے وطن عزیز میں کئی ٹبوں کے نشان مٹا دیئے گئے۔ اس عمل کی وجہ سے تاریخ کے کئی اوراق گم ہو چکے ہیں۔ ریحان کے ٹبہ سے کھدائی کے دوران غلام سرور کے بزرگوں کو ایک مٹی کا مٹکا ملا جنہوں نے اس مٹی کے مٹکے کو صحیح حالت میں اپنے گھر محفوظ کر لیا ان معززین نے بتایا جس وقت یہ مٹکا نمبردار چاچن دریافت ہوا اس وقت اس میں گندم کا چھان بورا تھا چنانچہ ایم زمان کھوکھر ریحان پہنچے جس ٹبہ سے مٹکا ملا اس مقام کا مشاہدہ کیا اس ٹبہ سے اب بھی مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے انسان کے استعمال میں ہونے والی اشیاء، چکیوں کے پاٹ، موتی، کوزوں کے آثار ملتے ہیں یہ مٹکا ایک پروقار تقریب میں غلام سرور نے ایم زمان کھوکھر کو پیش کیا۔ مٹکہ کی پیمائش کی مٹکہ کا منہ 12 انچ میٹر 140 انچ، اونچائی 30 انچ درمیان سے گولائی 70 انچ ہے۔ گجرات میں نوادرات جمع کرنے اور اس شعبہ کے ماہر سید مسعود پرویز اس مٹکہ کے بارے میں اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے کہا یہ مٹکہ سینکڑوں سال پرانا ہے اس قسم کے مٹی کے برتن ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی تباہ شدہ تہذیبوں سے ملے تھے۔

marfatcom

[زما]ن کھوکھر ایڈووکیٹ (نشان گجرات) [ا]یک منفرد شاعر ادیب اور صحافی ہونے کے ساتھ درگاہیت کا ممتاز سفرنامہ نگار [بھی] ہے میرا خیال ہے ایم زمان کھوکھر گجرات [ہی] نہیں بلکہ پورے پاکستان کا وہ واحد [مصو]ر اور صاحب سفر قلم کار اور سپوت ہے [جس] نے مقبروں مزاروں عظیم درگاہوں، [ا]ور آثار قدیم کی نور پرور درگاہ نگاری کی [ا]ور ہندوستان سمیت درگاہی زندگیوں کو [رق]م کیا جس نے پہاڑوں اور صحراؤں کا سینہ [چیر] کر عظیم المرتبت ولایت آثار روحانی مقاموں کو تصویروں کی شکل محفوظ کر لیا وہ پاکستان کا ایک بڑا درگاہ نگار ہے روحانی مقامات نگار ہے زمان کھوکھر وہ مقابر نگار ہے جس کی نظر سے ہند و پاک کا کوئی مزار مقبرہ اور درگاہ پوشیدہ نہیں اگر یہ ولایت آشنا بزرگ ہمارے مسلم جنم اور امریکہ میں بھی ہوتے تو شاید زمان کھوکھر ان کے روحانیت پرور کارناموں کی تلاش میں اور ان کے نور آثار مقبروں کی تصویر نمائی اور تصویر کشی میں بھی وہاں تک بھی چلا جاتا کیونکہ وہ درگاہوں کا عاشق ہے زمان کھوکھر نور بار درگاہوں پر روحانیت کی دولت کی فراوانی سے جاتا رہا ہے اس کے اندر بھی بہت عظمت روحانیت کی درگاہ ہے اس کے اندر علم و عرفان کا ایک ایسا انمول بار خزانہ ہے جس کی گلی میں وہ سرشار و مخمور رہا ہے صرف ایک درگاہ پر سجدہ ریزی انسان کو ملائک آشنا کر دیتی ہے اور یزداں شناس بنا دیتی ہے اور زمان کھوکھر نے تو درگاہوں اور مزاروں کی لگن میں کوئی جگہ نہیں چھوڑی جہاں وہ نہ گیا نہ ہو۔ زمان کھوکھر عرفان کے نشہ سے سرشار لگتا ہے اس کے چہرے پر ایک عجیب و غریب نور پرور گم شدگی کا سرور چھلکتا ہے میں نے اسے جب دیکھا وہ درگاہیت کے نشے سے چور نظر آیا اس کا ہر جملہ کسی درگاہ کی عرفانی عظمت کا خلاصہ ہوتا ہے جس طرح درگاہوں پر سجدہ ریز ہونے والے صاحب دل لوگوں کے چہرے پر نیکی کی مستی خیر کی خماری کا ایک عجیب سا نظارہ ہوتا ہے جیسے الوہی سے پی رکھی ہو اسی طرح زمان کھوکھر الوہی سے مخمور ہے۔ بلاشبہ ایم زمان کھوکھر پیدائشی درگاہ نگار ہے اس نے درگاہ نگاری قبر نگاری اور مزار نگاری کو فن کا درجہ دے دیا ہے سائنس بنا دیا ہے۔

جس طرح اردو ادب میں تنقید نگاری، ناول نگاری افسانہ نگاری، خاکہ نگاری مختلف اصناف ہیں اسی طرح زمان کھوکھر نے درگاہ نگاری کو اردو ادب میں ایک علیحدہ صنف کے طور پر متعارف کرایا ہے اور وہ اس صنف فن درگاہ نگاری کا موجد بھی ہے سرسید نے اردو ادب میں مضمون نگاری کو ایجاد کیا۔ حالی نے تنقید نگاری کی ابتداء کی ہادی رسوا نے ناول نگاری کا آغاز کیا اسی طرح درگاہ نگاری کی صنف ایم زمان کھوکھر کی ایجاد کردہ ہے انہی نے اپنے مزارات کے سفرنامے انہی درگاہوں کے باتصویر سیاحت نامے اپنے مقبروں کے مصور ولایت نامے رقم کئے ہیں کہ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز میں ان کا نام اس ضمن میں خاص طور پر درج ہو جانا چاہیے۔ زمان کھوکھر کی مزار نگاری کا دائرہ کئی سالوں کی مقاموں کئی ملکوں اور کئی صحراؤں اور پہاڑوں تک پھیلا ہوا ہے یہ روحانی مقامات نگاری یا درگاہ نگاری دراصل زمان کھوکھر کی اس سرشت کی ترجمان ہے کہ اسے روحانی مقامات سے بے پناہ عشق ہے وہ درگاہوں کا عاشق ہے وہ روحانی مقامات کا پرستار ہے اور میرا ذاتی خیال ہے وہ دنیا کا واحد اتنا بڑا روحانی مقامات نگار اور عظیم ترین درگاہ نگار ہے ...

کتابیات کی ضخامت اور تعداد ہی عام آدمی کو چونکا دیتی ہے۔ اس بارے میں ان کی کاوش ملاحظہ ہو

1۔ گجرات تصاویر کے آئینے میں
2۔ گجرات تاریخ کے آئینے میں
3۔ سیالکوٹ سے خیبر تک
4۔ پاکستان میں محبوبان خدا
5۔ جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیائے کرام
6۔ دہلی کی کہانی تصویروں کی زبانی
7۔ خطہ پوٹھوہار
8۔ گندھارا تہذیب تصاویر کے آئینے میں

یہ تمام کتابیات کسی نہ کسی حوالے سے پیغمبران کرام اولیائے عظام اور درویشان دنیا کے مقابر تک چلی جاتی ہیں۔

کئی تاریخی قدیمی مقامات آئی گزرگاہیں، وقت کے مراکز اور قدیم تجارتی شاہراہیں آئی ہیں جن سے تعارف ہوتا رہتا ہے۔ زمان کھوکھر نے گجرات کی تاریخ گجرات کے مقابر گجرات کے تاریخی اور روحانی مقامات کی بھی تصویریں نور نگاری کی ہے اور اس طرح وہ گجرات کی سرزمین کا بھی بہت بڑا محسن ہے جس کی نگارشات اور وابستگیوں کو گجرات ہمیشہ یاد رکھے گا۔ زمان کھوکھر نے نگارشات درگاہ نگاری اور مقابر نگاری کے حوالے سے وہ کام کیا ہے جو سرکار کے ادارے کرتے ہیں زمان کھوکھر کی نظر سے کوئی مزار چھپا نہیں انبیائے کرام کے مزار، خلفاء کے مزار، نمازیوں کے مزار، صحابہ کرام کے مزار، نوگزوں کے مزار، اولیائے کرام کے آستانے، تباہ شدہ بستیوں کے آثار، ضلع گجرات کے تمام دیہات کی تفصیل یہ وہ عظیم الشان روحانی سراغ رسانی کے کارنامے ہیں جو کسی ایک آدمی کے بس کی بات نہیں یوں لگتا ہے ہر مقبرے اور ہر درگاہ کی روحانی طاقت کا سارا زمان کھوکھر کے دامن میں عرصہ ...

... کا گمان بھی کرتا رہا اور وہ انہی تفاصیل سے زمین کے طول و عرض میں روحانیت کے نور پارے تلاش کرتا رہا۔ میں نے سنا ہے زمان کھوکھر کے پاس ولایت آشنا لوگوں اور روحانیت مآب شخصیات کا ایک نگار خانہ ہے اگر گورنمنٹ آف پاکستان کے کان ہیں تو میں یہ پرزور سفارش کروں گا کہ گجرات میں فن درگاہ نگاری کا ایک ادارہ قائم کیا جائے۔ جس میں درگاہ نگاری کے اسرار و رموز سکھائے جائیں ان کمروں میں ایک میں ان سب تصاویر کا ایک نگار خانہ ہو جو زمان کھوکھر نے کئی مقامات اور کئی روحانی تاریخی ناموروں کو عکس بند کیا ہے۔

تمام تصاویر کی نمائش گاہ ہو اور اس ادارے کے سربراہ اور چیئرمین حاجی ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ ہو۔ زمان کھوکھر ... بے گراں محنتوں کا صلہ اسی صورت میں حکومت پاکستان ادا کر سکتی ہے۔

ہندوستان میں غالب کی برسی پر ایک ادیب عظیم محقق غالب کی شاعری اور شخصیت [کو] خراج تحسین پیش کرتے آخر میں کہ ... غالب فوت ہوئے 62 روپے آٹھ آنے ... پر کسی کا قرض تھا جو ان کی بیگم نے ایک ... بعد ادا کیا۔ لیکن جو قرض ہندوستان [نے] غالب کا ادا کرنا ہے وہ ابھی تک ادا نہیں [کر] سکا۔ میرا بھی خیال ہے کہ زمان کھوکھر ان لوگوں میں سے ہیں جن کا قرض کوئی صدیوں تک ادا نہ کر سکے گی۔

روزنامہ جذبہ گجرات

13 اکتوبر 2000ء

ضلع چکوال کا ایک سرسری جائزہ

****

چکوال کی سرزمین پر بعض تہذیبیں ہزاروں سال پرانی ہیں ۔ جس کی کڑیاں قبل از مسیح دور سے جا ملتی ہیں ۔ اس سرزمین راج کٹاس پر کوروں پانڈوں کی جنگ ہوئی تھی ۔ جس کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے سالانہ انتظامیہ رپورٹ ضلع چکوال 1992ء از غلام عباس مسرت کے مطابق شمالی پنجاب کا ضلع چکوال یکم جولائی 1985ء کو پاکستان کے نقشے پر معرض وجود میں آیا اس سے پہلے چکوال ضلع جہلم کی تحصیل تھا ۔ جب چکوال کو ضلع کا درجہ دیا گیا تو تحصیل تلہ گنگ کو جو قبل ازیں اٹک سے منسلک تھی ضلع چکوال میں شامل کر دیا گیا ۔

چکوال شہیدوں ، غازیوں ، گبھرو جوانوں ، عالموں ، دانشوروں ، شہسواروں اور اہل نظر اور باذوق لوگوں کی سرزمین ہے ۔ یہ کلر کہار کے خوبصورت باغات ، شفاف قدرتی چشموں ، دلکش اور جنت نظیر مناظر ، بل کھاتی پگڈنڈیوں اور سڑکوں ، مخمل نما سبزہ زاروں ، فلک بوس کوہساروں اور کسی رقاصہ کے گھنگروؤں سے اٹھتی ہوئی مدھر بازگشت کی سی صدا سے گرتے آبشاروں ، تخت بابری اور باغ صفا ، (جس باغ کو مغلیہ سلطنت کے بانی اور ہندوستان کے پہلے مسلمان بادشاہ ظہیر الدین بابر نے خود لگوایا تھا اور اس وادی کو " ای بچہ کشمیر است " کہا تھا ۔ یہ چوآسیدن شاہ اور گندھالا کے تاحد نظر پھیلے ہوئے خوبصورت اور دلکش باغات ، سرمئی شامیں ، چاندنی راتیں ، پھلوں سے لدے پیڑ چھل چھل کر بہتے ہوئے ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے ، باغوں میں گبھرو جوانوں کی طرح کھڑے درختوں کے درمیان سے مستانی چالچلتی ہوئی ندیاں ، رنگا رنگ پھولوں سے ڈھکی ہوئی کیاریاں جن کی خوشبو سے فضا مہک اٹھتی ہے ۔ شفاف پانی کی خوبصورت جھیل جس کے پرسکون پانی پر کشتیاں رواں دواں رہتی ہیں ۔ یہ حسین مناظر کی خوبصورت اور لہلہاتے کھیتوں کی دھرتی ہے ۔ سخی سیدن شیرازی چوآسیدن شاہ اور سخی ہو باہو کلر کہار کے دربار پر رقص کرتے ہوئے موروں ، دریائے سواں کے کنارے پیارے پیارے کھیتوں ، باغوں میں پھولوں کی مہک اور درختوں کی لمبی قطار پر بیٹھی ہوئی کوئلوں کی کوک ، بلبل کے سہانے گیتوں ، پرانی تاریخ کے حامل کٹاس کے قلعے ، کسک کے شکستہ قلعے ، معدنیات کے مخزن ، چوآسیدن شاہ ، ڈھوک پٹھان ، کلر کہار اور نکہ کہوٹ کی بل کھاتی ہوئی سڑکوں ، بھلہ میں مقیم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم غازی مرید حسین شہید کے پرنور مزار ، چوہا گنج علی شاہ اور کلر کہار کی پہاڑی چٹانوں پر مٹکتے ہوئے اڑیالوں کا ضلع ہے ۔ ضلع چکوال کی تاریخ بہت پرانی ہے ۔ قدیم تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند پر حملہ کرنے کے لئے بیرونی حملہ آور ہوئے تھے ۔ آریہ جب اس ضلع میں پہنچے تو اس وقت بقول علامہ نیاز فتح پوری ، وہ مظاہرہ پرست تھے لیکن ان کی پہلی مذہبی کتاب " رگ وید " سے پتہ چلتا ہے کہ ایک طویل مدت تک کٹاس کے قرب و جوار میں کوہستان نمک کی مختلف شاخوں میں رہائش پذیر رہ کر وہ خدا پرست بن چکے تھے ۔ آریوں کی آمد (تقریباً 1500 قبل از مسیح) سے پہلے جو انسان یہاں بستے تھے انہیں در آور کا نام دیا گیا ۔ ایسے در آور جنہوں نے آریاؤں کی اطاعت قبول کر کے انہی کے زیر سایہ رہنا قبول کر لیا انہیں " رگ وید " داس کے نام سے پکارا گیا ہے ۔ ان داسوں میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں ۔ الی ہشنا ، دھنی ، چموری ، پیپرو ، ورچین اور شمبرا ۔

marfatcom

326 قبل مسیح میں حملے کے وقت راجہ امبھی والئی ٹیکسلا سے صلح کے بعد سکندر اعظم جب پہاڑی راستوں کو عبور کرتا ہوا اس علاقے میں آیا تو پیش قدمی کرتا ہوا چوآسیدن شاہ کے قرب و جوار میں پہنچا۔ انگریز مصنف ، ہیرلڈ لیب کے بقول اس مقام پر سدا بہار گلاب کے پودے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے اور فضا ہر چہار اطراف خوشبو سے معطر تھی۔ اس منظر نے سکندر اعظم کا دل موہ لیا۔ راجہ پورس پر حملہ کے لئے اس نے جو راستہ اختیار کیا وہ ٹیکسلا ، چکوال ، آڑہ اور ہرن پور تھا۔ چندر گپت موریہ کا اتالیق اور وزیر اعظم چانکیہ کوٹلہ تاریخ پوٹھوہار کے مصنف راجہ محمد عارف منہاس کے مطابق اسی ضلع کے موضع بھون شاہ کا باشندہ تھا۔ سکندر اعظم یونانی شاہراہ اعظم کے راستے گزر کر جلالپور شاں پہنچا تھا۔ اور پھر دارا پور کے پتن سے دریائے جہلم پار کر کے راجہ پورس سے مصروف پیکار ہو کر اسے شکست سے دوچار کیا۔ سکندر اعظم نے راجہ پورس پر حملہ کرنے کے لئے ٹیکسلا ، مارگلہ ، چکوال ، آرہ اور ہرن پور کا راستہ اختیار کیا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سکندر اعظم اور اس کے جرنیلوں کا عمل دخل اسی علاقے سے رہ چکا ہے۔

مہاراجہ اشوک (232 تا 273 قبل مسیح) جب تخت پر بیٹھا تو وہ اس علاقے سے خوب واقف تھا کیونکہ وہ عالم شہزادگی میں ٹیکسلا کا گورنر رہ چکا تھا۔ اس نے بدھمت کے اصول پہاڑ کی چٹانوں ، ستونوں اور میناروں پر کندہ کرائے۔ چوآسیدن شاہ کے قریب وادی گندھالہ میں موری پہاڑ پر ایک لاٹھ اور ستوپا اشوک اعظم نے بنایا تھا جس کے آثار ابھی تک موجود ہیں۔

راجہ کنشک (120 - 162ء) کے عہد میں سون سکیسر ، کہون اور دھنی (چکوال) کے علاقہ میں بدھ مت کا طوطی بولتا تھا۔ کر کمار " باوا فرید دی کھوہ " اور روضہ تخی ہو بہو " کے بارے یں ایک انگریز مہتمم بندوبست مسٹر ٹالبٹ کی رائے یہ ہے کہ یہ مقامات بدھوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ علاقہ ونہار میں موضع گپھانوالہ ، بدھ ، گپھاؤں کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے۔ یہاں پر لوک کہانی کے ہیرو ڈھول بادشاہ کی قبر بھی ہے۔

چوآسیدن شاہ اور گندھالہ کے علاقے یا اس کے قرب و جوار میں سنگھا پورہ کی بدھ یونیورسٹی بھی تھی۔ جو کہ ٹیکسلا کی بدھ یونیورسٹی سے کسی طور کم نہ تھی۔ اس کی زیارت مشہور چینی سیاح ہیون سانگ نے 630ء میں کی تھی اس نے اپنے سفرنامہ میں اس دار العلوم کا نام " سنگ ہو پولو " بتایا ہے۔

نویں صدی کے اختتام پر اس علاقے میں کابل کے ہندو شاہی خاندان کا عمل دخل رہا۔ جو سلطان محمود غزنوی (997ء تا 1030ء) کے عہد تک یہاں قابض رہے۔ انند پال اور جے پال ہندو شاہی بادشاہ تھے اور کوہستان نمک میں نندنہ واقع باغانوالہ کا قلعہ انہی کا تھا۔

سلطان محمد غوری (1173ء - 1209ء) نے 1193 میں پنجاب پر اپنی حکومت قائم کر لی تھی لیکن وہ کھوکھروں کے ہاتھوں دھمیک (نزد سوہاوہ) 1206ء میں شہید ہو گیا۔ ، سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے 1215ء میں کوہ جودہ (بھیرہ سے سات کوس شمال کی جانب ایک پہاڑ ہے اسے ظفر نامہ وغیرہ تاریخی کتابوں میں کوہ جودھ لکھا گیا ہے۔ یہ پہاڑ کر کمار کے نزدیک ہی ہے) پر حملہ کرنے کے لئے اپنے جرنیل بھیجے۔ سلطان نے اس علاقے کے حکمران رائے کوکر سکھ نین کی بیٹی سے شادی کر لی۔ تحصیل چکوال کا حصہ صدر میں ایک گاؤں نین سکھ غالباً اسی راجہ

marfat.com

یاد تازہ کر رہا ہے۔ مواضعات کھوکھر بالا و کھوکھر زیر کے کھوکھر قبائل بھی اسی راجہ کی نسل سے ہیں۔
جلال الدین فیروز شاہ خلجی (1209 تا 1295) نے بھی کوہ جودھ کے جنجوعوں کے خون کی ندیاں بہا دیں اس عہد نے ایک نامی گرامی امیر کو جنم دیا جس کا نام ملک عین الدین علی شاہ کوہ جودی تھا اور یہ شخص بلبن اور کیقباد کے عہد میں ایک نامور امیر تھا۔
امیر تیمور اس ضلع کے گردو نواح 90-1398ء میں جب حملہ آور ہوا تو کوہ جودھ کے رائے اور سردار پیشکشیں لے کر حاضر خدمت ہو گئے اور اس طرح یہ علاقہ تباہی و بربادی سے بچ گیا۔ وہ آندھی کی طرح آیا اور بگولے کی طرح چلا گیا لیکن اپنے پیچھے طوائف الملوکی اور گڑبڑ کا گردو غبار چھوڑ گیا جب گردو غبار بیٹھ گیا تو اس علاقہ کے افق پر ظہیر الدین بابر بانی سلطنت مغلیہ نمودار ہوا اور اس نے "تزک بابری" کے نام سے اپنی خودنوشت سوانح عمری بھی لکھی ہے۔ جس میں وہ رقم طراز ہے کہ جب 1519ء میں بھیرہ فتح کیا تو اس نے کلر کہار کے مقام پر قیام کیا اور اس واقع کا یوں ذکر کیا ہے :۔
" یہاں سے چلے اور ظہر کے وقت کلدہ کنار (کلر کہار) میں اترے یہاں چاروں طرف خوید کے کھیت تھے۔ مقام قابل دید ہے بھیرہ سے دس کوس کے فاصلہ پر پہاڑ میں ایک ہموار قطعہ ہے۔ اسی میدان میں ایک صاف بڑ تالاب ہے۔ ارد گرد کے پہاڑوں اور بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔ اس تالاب کا گھیر تقریباً تین کوس ہے۔ مرغزار کے شمال میں ایک ندی ہے۔ اس کے مغرب میں دامنہ کوہ ہے۔ اس میں ایک چشمہ ہے۔ اس چشمے کا پانی ان بلندیوں پر جو تالاب کے اوپر ہیں پڑا رہتا ہے۔ چونکہ جگہ عمدہ تھی اس لئے میں نے یہاں ایک باغ تیار کرایا اس کا نام باغ صفا رکھا یہ باغ صاف اور ہوادار جگہ پر بنا ....
اس سے پتہ چلتا ہے کہ فتح بھیرہ کے 1519ء میں وہ کلر کہار میں آیا تخت بابری اسی واقعہ کی یادگار ہے یہاں پر بابر بادشاہ نے برصغیر کا سب سے پہلا مغلیہ باغ تیار کرایا جس کا نام "باغ صفا" ہے۔
1221ء تا 1528ء اس خطہ پر بیرونی حملہ آوروں نے دس مرتبہ مہم جوئی کی۔ آخر کار شہنشاہ ظہیر الدین بابر نے اس علاقہ کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ تزک بابری میں کوہ جودھ کلر کہار اور چھمبی کا ذکر 1510ء کے تحت ملتا ہے۔ تھوڑے عرصے کے لئے شیر شاہ سوری نے بھی اس علاقے پر حکومت کی اور 1540ء میں گکھڑوں کیخلاف (جو مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں جو کہ اس وقت کابل میں تھا کے وفادار تھے) کارروائی کی خاطر ایک عظیم قلعہ رو... (جو اس وقت ضلع جہلم میں موجود ہے) کے مقام پر تعمیر کرایا۔ اس طرح کئی اور قلعے مثلاً سری کٹاس راج، (ج) کوہستان نمک اور چکوال کے درمیان چکوال سے جانب جنوب 18 میل کے فاصلے پر ہندوؤں کا ایک مقدس مقام ہے۔ قلعہ ملوٹ جو کٹاس سے 9 میل مغرب میں واقع ہے۔ اور ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے اس کی بلندی سطح سمندر سے تقریباً 3 ہزار فٹ ہے۔ جنجوعہ روایات کے مطابق ایک راجہ مندل دیویا کے نام پر اس قلعہ کا نام ملوٹ پڑا یہ سرزمین چکوال کی قدیم تاریخ کی نشانیاں ہیں۔ کئی چھوٹے قلعے ڈھلی، ہالہ، دلور، کرنگل، نکھیالہ، کسک، ثمر قند، گھنوالہ اور شاہ کوٹ بھی تاریخی پس منظر کے حامل ہیں۔
تاریخی ارتقاء

marfatcom

انگریزوں کے دور میں 1849ء کو ضلع جہلم معرض وجود میں آیا جس کا صدر مقام پنڈدادن خان تھا اور اس میں پنڈ دادنخاں، چکوال، تلہ گنگ اور جہلم کی تحصیلیں شامل کی گئیں۔ 1850ء میں ضلعی صدر مقام پنڈدادنخاں سے جہلم منتقل کر دیا گیا۔ اس کے بعد کچھ علاقہ جات مثلاً پنڈی گھیب وغیرہ کو ضلع راولپنڈی میں شامل کرنے کے بعد 1863ء میں تحصیل تلہ گنگ کو بھی ضلع اٹک میں شامل کر دیا گیا تاہم تحصیل چکوال بدستور ضلع جہلم کا ہی حصہ رہی۔

چکوال کے تاریخی مقامات میں باغ صفا بہت سے مسلمان بادشاہ اپنی تفریح طبع کے لئے باغات کے بہت شائق تھے۔ مغل بادشاہوں نے برصغیر میں جو یادگاریں چھوڑیں ہیں ان کا افتتاح بابر ہی کے زمانے میں ہو گیا تھا۔ لیکن سب سے زیادہ یہاں جو یادگار بنائی گئی ہے وہ برصغیر میں پہلا مغلیہ باغ ہے۔ جسے بابر نے 1915ء میں بھیرہ فتح کرنے کے بعد یہاں پڑاؤ کرنے کے بعد خوشگوار موسم اور بہتر آب و ہوا کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک خوبصورت باغ صفا لگوایا۔ جس کا ذکر اس نے اپنی خود نوشت سوانح عمری تزک بابری میں بھی کیا۔

تخت بابری

باغ صفا کے وسط میں اناروں کے جھرمٹ میں پتھر کی ایک بڑی چٹان پڑی ہے جس پر تخت بابری کا کعبہ نصب ہے۔ جب بھیرہ فتح کرنے کے بعد بابر یہاں آیا تو یہاں پڑاؤ کرنے کے بعد بابر کی فوج نے اس کے لئے چٹان تراش کر ایک تخت کی شکل بنائی اور شمالی سمت سے اس پر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں بنائیں۔ بابر اس چٹان پر بیٹھ کر دربار منعقد کیا کرتا تھا۔ اس تخت سے کئی روائتیں وابستہ ہیں۔

گندھک کا سرچشمہ

جب حضرت بابا فرید گنج شکر جنگلوں میں عبادت کرنے اور دربار سخی آہو باہو پر حاضری دینے کے بعد واپس جانے لگے تو راستے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ اس وقت وہ کنوئیں کے پاس سے گزر رہے تھے۔ یہ کنواں موجودہ جھیل میں واقع تھا۔ اس وقت جھیل نہیں تھی بلکہ ارد گرد چار کنوئیں تھے۔ کنوئیں سے لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں۔ بابا جی نے پانی مانگا تو لڑکیوں نے از راہ مذاق کہہ دیا کہ باوا جی پانی کڑوا ہے۔ باوا جی نے دوبارہ مانگا تو پھر لڑکیوں نے کہا کہ پانی کڑوا ہے۔ جس پر باوا نے کہا کہ چلو کڑوا ہے تو کڑوا ہی سہی۔ یہ کہہ کر باوا جی آگے چل پڑے۔ تھوڑی دور جا کر اپنا عصا مبارک زمین پر مارا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ باوا جی نے وہاں وضو کر کے نماز ادا کی۔ یہ وہی چشمہ ہے جس کا ذکر ظہیر الدین بابر نے اپنی کتاب میں بھی کیا تھا۔ اس پانی میں گندھک کی بھی آمیزش ہے۔ یہ پانی باغات کے کافی رقبہ کو بھی سیراب کرتا ہے اور باقی پانی جھیل میں جا گرتا ہے۔ دوسرا چشمہ جو باوا جی نے نماز کے لئے کھودا تھا وہ آج تک بہہ رہا ہے۔ اس سے بھی کافی زمین سیراب ہوتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس چشمہ پر خارش اور سوکھا مسان کی بیماری میں مبتلا مریضوں کو نہلانے سے وہ صحت یاب ہو جاتے ہیں چشمہ کر کمار سے جانب مشرق دو کلو میٹر کے راستے پر چوآسیدن شاہ روڈ پر ہے۔

غار

کر کمار سے جانب مشرق چشمہ سے جانب ڈیڑھ کلو میٹر دور پہاڑ میں یہ غار موجود ہے۔ جس میں باوا جی نے پہاڑ کو

marfatcom

حکم دے کر راستہ بنایا تھا۔ غار کی شکل میں راستہ بن گیا۔ یہ غار اب بھی یہاں موجود ہے۔ محرم الحرام کے دنوں میں وہاں کافی رونق ہوتی ہے۔ دور دراز سے لوگ آکر اس غار کو دیکھتے ہیں۔

جھیل کلر کہار

کلر کہار قصبہ سے مشرقی جانب بہت بڑے رقبے پر پھیلی ہوئی پانی کی یہ جھیل واقع ہے۔ جس کا شرقاً غرباً فاصلہ دو کلو میٹر اور شمالاً جنوباً تقریباً ڈیڑھ کلو میٹر ہے۔ اس جھیل کا ذکر بھی ظہیر الدین بابر نے اپنی کتاب میں تالاب کہہ کر کیا تھا۔ بارش کا پانی پہاڑوں سے گزر کر اس جھیل میں گرتا ہے۔ چشمہ جو باغات سیراب کرنے کے بعد اس جھیل میں گرتا ہے۔

باؤلی

کلر کہار قصبہ سے مغرب کیطرف بھرپور روڈ پر نکہ پل کے ساتھ ایک کلو میٹر کے فاصلے پر چورس نیم کنواں شکل میں بنی ہوئی ہے۔ جسے 1540ء میں شیر شاہ سوری نے یہاں سے گزرتے وقت بنوایا تھا۔ اس باؤلی کا پانی پینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بہت اچھا اور صحت افزاء پانی ہے۔ جو آج تک بہہ رہا ہے۔

تھانہ کلر کہار

یہ تھانہ قصبہ کلر کہار کے نزدیک باغ کے وسط میں سرگودھا چکوال روڈ پر اونچے پرفضا مقام پر واقع ہے۔ جو پہلے شیر شاہ سوری کے زمانے میں اصطبل کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ جسے بعد میں مارچ 1868ء میں ڈپٹی کمشنر جہلم کرنل جان ولیم برشو کے حکم سے محمد ارشاد علی چشتی تحصیلدار نے تھانہ قرار دے کر تعمیر کرایا۔

مڑھی کالیداس

کلر کہار کے خوبصورت باغات میں مغربی حصے پر بابا کالیداس کی مڑھی آج بھی موجود ہے۔ جو آثار قدیمہ کا پتہ دیتی ہے۔ اس مڑھی کے آس پاس کا رقبہ بابا کالیداس کی ملکیت تھا۔ اب اس رقبہ پر مختلف لوگوں کا قبضہ ہے۔ سولہویں صدی میں یہ مڑھی بنی تھی۔ یہ وہی بابا کالیداس ہے جس نے ظہیر الدین بابر کے زمانے میں پہاڑ کا درہ کاٹ کر کلر کہار والی موجودہ جگہ پر کھڑے پانی کو دریائے جہلم میں گرایا تھا۔ اس کے اس اقدام سے خوش ہو کر ظہیر الدین بابر نے بابا کالیداس کو انعام و اکرام سے نوازا تھا۔

قلعہ ثمر قند

آئمہ میرا سے تقریباً تین چار میل کے فاصلے پر جنوب مشرق جنگل میں سلسلہ کوہستان نمک کی شمالی شاخ کی ایک پہاڑی پر ایک چھوٹا سا قلعہ موجود ہے۔ اس قلعہ کو ڈسٹرکٹ گزیٹر جہلم میں قلعہ ثمر قند لکھا ہوا ہے۔ اس قلعہ کے گردونواح کا علاقہ ایک بڑے جنگل پر مشتمل ہے۔ جسے رکھ ثمر قند کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ 8 رکھ دو حصوں (شمالی رکھ اور جنوبی رکھ) میں تقسیم ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ تقریباً 2500 فٹ ہے۔ اس قلعہ تک پہنچنے کے لئے سخت پہاڑی چڑھائی اور دشوار گزار راستہ ہے۔ جس پر چڑھنا ناممکن ہے۔ اب کچھ عرصہ سے ایک طرف سے راستہ بنایا گیا ہے۔ اس راستے کے ذریعے قلعہ ثمر قند تک پہنچنا آسان ہوگیا ہے۔ یہاں قصبہ ثمر قند کھنڈرات کی صورت میں موجود ہے۔ اس کے آثار تقریباً 3 ایکڑ

marfatcom

میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ جہاں سے بعض لوگوں کو بہت سے قدیم بادشاہوں کے زمانے کے سکے بھی ملے ہیں ۔
اس قصبہ میں ایک زیارت بھی بنی ہوئی ہے ۔ جس پر ہر جمعرات اور جمعہ کو لوگ دعا سلام کے لئے آتے ہیں ۔
اس زیارت تک پہنچنے کے لئے پہاڑ خان اور جھامرہ شریف کی طرف سے راستہ نسبتاً آسان ہے ۔ اس زیارت کے قریب سے ایک چشمہ بھی بہہ رہا ہے ۔ جو شمالی ثمر قند سے گزر کر قلعہ ثمر قند کے مغرب سے ہو کر ایک آبشار کی شکل میں ایمہ میرا کی طرف گرتا ہے ۔ اس آبشار کے وسط میں ایک عجیب و غریب قسم کا درخت اگا ہوا ہے ۔ جو مقامی لوگوں کے مطابق کوہستان نمک میں کالاباغ سے لے کر جہلم تک اور کسی جگہ دیکھنے سننے میں نہیں آیا ۔ یہ درخت سدا بہار ہے ۔ اس کے پتے جامن کے پتوں سے ملتے جلتے ہیں ۔ اس کی ہر ٹہنی پر پیپل کے پھولوں کی طرح پھل لگتے ہیں ۔ اس قلعہ پر جس بادشاہ کی آخری حکومت تھی ۔ وہ راجہ چنگس خاں جنجوعہ تھا ۔ جب کہ بعض روایات کے مطابق اسے ظہیر الدین بابر نے بنوایا تھا ۔

نڑواں (نہرواں) کلر کہار قصبہ سے شمال کی جانب نہر بہہ رہی ہے ۔ جو مقامی زبان میں نہرواں مشہور ہے ۔ یہ چک خوشی کے مقام سے ایک چشمے کی شکل میں نکلتا ہے ۔ بعد ازاں پانی جمع ہو کر دریائے جہلم میں جاگرتا ہے ۔

بدھ مت کنواں

کلر کہار سے مغرب کی جانب ایک گاؤں آئمہ میرا ہے (جو میرا تھر چک بھی مشہور ہے) اس گاؤں میں مہاراجہ کنشک (120 - 144) کے زمانے کا ایک بدھ مت کنواں موجود ہے ۔ جس کا دہانہ چورس یعنی مربع شکل ہے اور فروشتی رسم الخط میں لکھا ہوا ایک کتبہ بھی یہاں موجود ہے ۔ ڈسٹرکٹ گزیٹیئر جہلم (1886ء) میں اس کنویں کا ذکر بھی موجود ہے ۔ ضلع چکوال میں یہ معدنیات یعنی کوئلہ ، نمک ، لائم سٹون ، جپسم ، پوڈر پتھر ، آب شفا ، نایاب ترین پتھر ، چونا پتھر پائے جاتے ہیں ۔

marfatcom

چکوال میں مشہور اولیائے کرام کے نام

کتاب گوشہ فردوس از غلام عباس مسرت کے مطابق چکوال میں حضرت سخی آہو باہوؒ کر کہار کے علاوہ یہ مزارات ہیں ۔ باوا سید دیدار علیشاہؒ

جھامرہ شریف

باوا سید دیدار علی شاہؒ جھامرہ شریف موضع ماڑی (چکوال) میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی ۔ ماڑی میں آپ کے والد محترم کا ایک بہت بڑا درس تھا ۔ جہاں سینکڑوں فرزندان اسلام قرآن پاک اور دینی علوم سے فیض یاب ہوئے ۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپ نے بہت سا علم حاصل کر لیا ۔ سید زمان علی شاہؒ صاحب موتیاں والی سرکار جنہوں نے آپ کو اپنا مرشد کامل تسلیم کیا ۔ ان کے دور میں پنجاب کے مختلف شہروں قصبوں اور گاؤں میں پانچ سو سے زائد مساجد اور امام بارگاہ آپ کی کاوشوں سے تعمیر ہوئیں آپ کا تعلق فقہ جعفریہ سے ہے ۔ لیکن آپ کے لاکھوں مریدین کا تعلق فقہ حنفیہ سے ہے ۔ کیونکہ آپ نے ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کا پرچار کیا ۔ اور اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کی بقاء آپس کے اتحاد میں مضمر ہے ۔ آپ کی کئی کرامات علاقہ میں مشہور ہیں ۔

باوا سید زمان علی شاہ موتیاں والی سرکارؒ

آپ موضع محمودہ ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے ۔ وہاں سے جھامرہ شریف آئے اور سید دیدار علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ان کی دینی اور روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے ۔ انہیں اپنا مرشد کامل تسلیم کیا اور خود بھی ہمیشہ کے لئے جھامرہ شریف میں ہی مستقل رہائش اختیار کر لی ۔ اپنے مرشد کے وصال کے بعد تبلیغ دین کے فرائض کو پوری زندگی جاری رکھا ۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں ۔

باوا پیر کرم شاہ ٹوپی والی سرکارؒ پیر کھارا

پیر کھارا گاؤں کے پاس باوا پیر کرم شاہ ٹوپی والی سرکارؒ کا مزار مبارک ہے ۔ یہ مزار جنگل میں ہے ۔ جس کے چاروں طرف پہاڑ اور حسین مناظر ہیں ۔ پیر کرم شاہ بھیرہ (سرگودھا) کے مقام پر پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد محترم پیر عالم شاہ صاحبؒ اپنے دور کے منبع علم و فضل تھے ۔ آپ نے علم طریقت اپنے چچا پیر جمال شاہ نوری سے حاصل کیا ۔ اور انہیں مرشد تسلیم کر کے بیعت کی ۔ بعد میں آپ کے چچا تبلیغ اسلام کے سلسلے میں یہاں تشریف لائے تو پیر کرم شاہ کو بھی ساتھ لے آئے اور ایک پہاڑی پر ڈیرہ لگایا ۔ جہاں پر روز کھانا لنگر سے جاتا تھا ۔ جو نیچے ہموار زمین پر واقع تھا ۔ وہاں ایک مسجد اور ساتھ ایک مکان بنوایا گیا ۔ جہاں پیر صاحب دن رات عبادت کرتے تھے ۔ پیر صاحب نے ساری عمر روزہ رکھ کر گزاری ۔ باوا جی نے بہت سی کرامات دکھائیں ۔ ایک دفعہ آپ نے اپنا عصا زمین پر مارا اور بفضل تعالیٰ ایک چشمہ پھوٹ پڑا جس کا پانی میٹھا تھا ۔ جب کہ ارد گرد کا پانی کڑوا اور شور زدہ ہے ۔ باوا جی حافظ قرآن تھے ۔ ساری زندگی انہوں نے نماز تراویح میں خود قرآن پڑھ کر سنایا ۔ تمام زندگی انہوں نے پہاڑ پر عبادت کی اور آخری وقت پر اپنے مریدین سے فرمایا کہ میں نے عبادت تو پہاڑ پر کی لیکن میری قبر نیچے ہموار زمین پر بنائی جائے ۔ تاکہ مریدین اور زائرین کو پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دشواری نہ ہو انہوں نے اپنی زندگی میں قبر کی نشاندہی بھی کر دی تھی ۔ پیر صاحب کی رحلت کے بعد ان کو

اسی جگہ دفن کیا گیا ان کے ساتھ ان کی صاحبزادی اور داماد پیر صدیق شاہؒ کی مرقد مبارک موجود ہے۔ آج ان کا روضہ مبارک بہت خوبصورت اور جدید طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔ مزار میں تین قبریں موجود ہیں۔ جبکہ مزار شریف کے باہر جنوبی سمت معصوم بادشاہ کی قبر ہے۔ جہاں لوگ عقیدت کے طور کھلونے رکھتے ہیں۔ اور ایک بہت بڑا گھنٹا (ٹل) لگا ہوا ہے۔ جسے لوگ بلاتے ہیں تو گھنٹا (ٹل) بجتا ہے۔ لکری، پتھری اور مخبوط الحواس مریض پیر صاحب کے مزار پر حاضری دینے سے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ باوا پیر ولایت شاہ خیرپور، آستانہ قدسی بھون، خانقاہ باوا شیخ داؤد ولانہ، باوا میاں نور احمدؒ بھال، باوا عاقل شاہ مشہدی ککر کمار، باوا قائم علی شاہ ککر کمار، مزار پیر عالم شاہ بھون باوا پیر ولایت شاہ میرا کے مزارات ہیں۔

--

قدیم اور جدید دور میں اونٹ سے بار برادری کا کام لیا جاتا ہے

قدیم دور میں برصغیر میں ہاتھی جنگی مقاصد کیلئے استعمال ہوتے تھے۔ پالتو ہاتھی سے سواری کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ لیکن تجارتی مقاصد کیلئے گھوڑے گدھے اور اونٹ استعمال کیے جاتے تھے۔ تجارتی لوگ زیادہ تر خرید و فرحت کا مال اونٹوں پر لاتے اور لے جاتے تھے مشرق وسطی کابل کی جانب سے تجارتی قافلے اونٹوں پر مشتمل ہوتے اونٹ کی کئی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں یہ زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے یہ بھوکا پیاسا رہ کر کئی کئی روز تک سفر کرتا ہے برصغیر اور عرب کے درمیان اونٹوں کے ذریعے تجارت کی جاتی تھی ایک ایک قافلے میں سینکڑوں اونٹ ہوتے تھے دن بھر کی مسافت کے بعد رات کو یہ قافلے صحراؤں میں آبی گزرگاہ کے کنارے یا دریا کے پتن پر قیام کرتے آج کل بھی پہاڑی علاقے میں اونٹوں کے ذریعے پتھر کا کوئلہ میدانی علاقوں میں لایا جاتا ہے صحرائی علاقہ میں بھی یہ سفر کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اونٹ کو صحرا کا جہاز بھی کہا جاتا ہے۔ بہاولپور بلوچستان کے علاقہ میں اونٹ کو آج بھی وہی حیثیت حاصل ہے جو کبھی ماضی میں ہوا کرتی تھی۔

marfatcom

حضرت سخی سیدن شاہ المعروف چواسیدن شاہ

ہزاروں سالہ قدیمی خطہ چکوال کی سرزمین پر ایک مرد قلندر درویش ولی اللہ کا آستانہ ہے جو چواسیدن شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ چواسیدن شاہ کے لئے ایک سڑک پنڈ دادنخان کھیوڑہ سے مزار حضرت سخی سیدن شاہؒ سے ہوتی ہوئی راج کٹاس کلر کہار کی طرف جا نکلتی ہے۔ قدیم دور میں پانی کے ذرائع چشمے، دریا، ندی، نالے ہوا کرتے تھے۔ اس علاقہ میں پانی موضع امر کنڈ جس کا موجودہ نام کٹاس ہے، میں تھا اس چشمہ پر ہندوؤں کا قبضہ تھا۔ وہ مسلمانوں کو پانی دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ اس علاقہ کے مقیم حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی کہ کٹاس میں پانی کے چشمے موجود ہیں لیکن وہاں سے پانی کا حصول مشکل ہے۔ وہاں ہندوؤں کے مقدس مقامات قلعے اور ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں سے پانی ملنا مشکل ہے۔ آپ ہمیں ہندوؤں سے پانی لے کر دیں۔ حضرت سخی سیدن شاہ کی طبیعت موج میں تھی لوگوں کو ساتھ لیا اور کٹاس کی طرف چل پڑے۔ وہاں جا کر ہندوؤں کو بڑے رسان و محبت سے فرمایا "پانی خدا کی دی ہوئی نعمت ہے اس پر اس کی ساری مخلوق کا مساوی حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ اس کی نعمتیں، عنائتیں اور مہربانیاں ہر شخص کے لئے یکساں ہیں"۔ ہندوؤں نے حضرت کی باتوں پر کوئی توجہ اور غور کئے بغیر پانی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے جلال میں آ کر فرمایا "اچھا تو تم پانی دینے سے انکاری ہو تو میں پانی لے جاتا ہوں روک سکتے ہو تو روک لو ایک اور بات کان کھول کر سن لو وہ وقت آنے والا ہے جب یہ تمہارے معبد و مندر اور قلعے سب ویران ہو جائیں گے" یہ فرما کر حضرت نے چشمے میں اپنا عصا رکھا اور پانی کو لکیر کی شکل میں کھینچتے ہوئے سوئے چوا روانہ ہوئے۔ راستے میں میدان بھی آئے پہاڑ بھی آئے وادیاں بھی آئیں مگر پانی موجوں کی شکل میں حضرت کے پیچھے کسی معمول کی طرح

marfatcom

چلتا ہوا چواسیدن کی سرزمین کو سیراب کرنے کے لئے آگیا۔ وہ دن اور آج کا دن پانی اس روانی اور جولانی کے ساتھ چشمے کی شکل میں چواسیدن شاہ کی سرزمین کو سرسبزو شاداب اور گلاب بنارہا ہے۔

زمانہ شاہد ہے جنڈیال (چوا) کی بنجر اور لق ودق زمین آج زرخیز اور رنگ پورہ کا خطہ بن چکی ہے۔ چوا پنجابی میں چشمہ کو کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے جنڈیال کا نام چوا رکھ دیا گیا ہے۔ آپ کی بزرگی اور عظمت کی تائید سلسلہ اویسیہ کمالیہ کے بانی حضرت باغ حسین کمال نے اپنی کتاب حال سفراز فرش تا عرش میں آپ کا نام اکابر اولیاء کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

آپ کے مزار کے قریب ایک گنگا کھوئی کے نام کا کنواں ہے۔ جس کے بارے میں آپ کی کرامت مشہور ہے۔ ایک ہندو عورت حضرت سیدن شاہ شیرازیؒ کی نہایت ہی عقیدت مند تھی اور اکثر آپ کے پاس آیا کرتی تھی۔ اس کو سسرال والے اور دوسرے رشتہ دار آپ کے پاس آنے سے روکتے تھے۔ لیکن وہ ان کی پرواہ نہ کرتی تھی۔ ایک دفعہ سسرال والوں نے دریائے گنگا پر جا کر غسل کرنے کا پروگرام بنایا تاکہ ہندو عقیدت کے مطابق ان کے گناہ دھل جائیں۔ وہ حضرت کے پاس آئی اور کہا میرے لئے دعا کریں کیونکہ میں گنگا پر اپنے پاپ دھونے جارہی ہوں۔ حضرت نے کہا اسلام قبول کرو تو گنگا پر جانے کی بجائے تمہارے پاپ یہاں ہی دھل جائیں گے مگر اس نے کہا کہ اگر میں نے اسلام قبول کیا تو ہندو رشتہ داروں کے غیض وغضب کا شکار ہو جاؤں گی۔ حضرت مسکرائے اور وہ چلی گئی۔ دریائے گنگا پہنچ کر اس نے پانی میں اتر کر جونہی ڈبکی لگائی تو اس کے سونے کے کنگن دریا میں گر گئے۔ پانی سے نکل کر تمام حقیقت رشتہ داروں کو بتائی تو انہوں نے اسے جھوٹ سمجھا اور اس پر الزامات لگائے لعن طعن کی اور سخت نتائج بھگتنے کی دھمکی دی۔ ہندو عورت نے واپس آکر حضرت سیدن شاہ شیرازیؒ کے خیالات اس بارے میں کیا ہیں اور ساتھ ہی مدد کی بھی درخواست کی تاکہ اس کے خلاف کیچڑ اچھالنے والوں کی تسلی ہو جائے اور اسے بری الذمہ سمجھ لیا جائے تاکہ وہ ندامت سے بچ جائے۔ حضرت موصوف نے عصا مبارک زمین پر مارا جس سے پانی جاری ہو گیا آپ نے اس عورت سے کہا اپنا زیور پانی سے اٹھالو۔ اس عورت نے بہت سے زیوروں میں سے اپنے کنگن پہچان کر اٹھالئے اور حضرت کا شکریہ ادا کیا۔ عورت نے گھر جاکر اپنے سسرال والوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو وہ ششدر رہ گئے سب کے سب آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ قدموں پر گرے اور اسلام قبول کرلیا۔

وہ جگہ جہاں حضرت سیدن شاہ شیرازیؒ نے عصا مبارک مارا تھا اسے کنویں کی شکل دے دی گئی اور اب بھی آپ کے مزار سے جنوب کی طرف تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر موجود ہے۔ اب اسے گنگ کھوئی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پھوڑے پھنسیوں والے یہاں آکر نہاتے ہیں اور شفایاب ہوتے ہیں۔ حضرت سیدن شاہؒ ایک کامل بزرگ تھے۔ آپ اپنی زندگی میں فرمایا کرتے تھے چواسیدن شاہؒ کے چہار اطراف بزرگوں کے ایسے گوشہ عافیت ہوں گے کہ وہ حضرات میرے مزار کے چاروں طرف پہرہ داروں کی حیثیت اختیار کریں گے۔ آپ کا فرمانا برحق ہے کیونکہ ولی کی زبان خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

آپ کے مزار کے مشرق میں نور شاہ غازیؒ کا مزار ہے اور مغرب میں شاہ مشرف بخاریؒ استراحت فرمارہے ہیں۔ شمال کی جانب گھنٹالی والی سرکارؒ کا مزار موجود ہے جبکہ جنوب میں چھنے والی سرکارؒ حق اور حق پرست کے پہرے داروں کے طور پر آج بھی مرجع خاص وعام ہیں۔ آپ کی کئی کرامات علاقہ میں مشہور ہیں جن میں کھرن ٹال سنگھ کے شیر کو سیدن شاہ کا بیل کھا گیا۔ مویشیوں کا سجدہ ریز ہو کر عبادت کرنا پانی کا آپ کے حکم پر رواں دواں ہونا لشکری سلطان کا فقیری اختیار کرنا

marfat.com

جھٹکا کرنے والے سکھ کی ذلت ناک موت مرسوں کی ہتھکڑیوں کا ٹوٹ جانا۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔
قریب ہی پانی کا چشمہ ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں بڑی بطخیں گھومتی پھرتی نظر آتی ہیں۔

==

مزار حضرت سید سیدن شاہ کے قریب گنگا کنواں

marfatcom

کھیوڑہ اور چواسیدن شاہ کے راستہ میں پانی کی قدیمی تالاب

کھیوڑہ سے نکلنے والی سڑک جو چواسیدن شاہ راج کٹاس کی طرف جاتی ہے، پہاڑی اور مشکل ترین راستہ ہیں جہاں پانی کا نام ونشان نہیں، برسات کے پانی کو جمع کرنے کے لئے پتھروں کی دیواریں تعمیر کر کے ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کیا گیا ہے جہاں برسات کا پانی جمع کر کے باربرداری کے جانور اور انسان اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ اس پانی کے تالاب کے قریب ایک مینار تعمیر کیا گیا ہے۔ جو اندر سے خالی ہے۔ یہ مینار سڑک کے بالکل قریب ہے۔ گردونواح پہاڑوں پر چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں۔ مقامی آبادی کے مطابق یہ انگریزوں نے چونا حاصل کرنے کے لئے بھٹی بنائی تھی۔ ایک اور بزرگ نے بتایا کہ چونکہ یہ سڑک پہاڑی علاقوں میں ہے اس لئے مسافروں کی حفاظت کے لئے یہ حفاظتی چوکی تھی۔ اس برج نما مینار میں ایک چھوٹا سا دروازہ بھی رہا۔ اس علاقہ میں اس تالاب کی اہمیت بہت زیادہ تھی کہ باربرداری کے جانوروں کے لئے پانی ملنا مشکل تھا۔ آج کل بھی گردونواح کی آبادیوں کے مال مویشی اسی تالاب سے پیاس بجھاتے ہیں۔ تالاب کے کنارے چند سایہ دار درخت بھی ہیں۔ جن کے سایہ میں بیٹھ کر مسافر آرام کرتے اور آرام کرنے کے بعد اگلی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

--

marfatcom

گوشۂ کتب

اولیائے ہند اور مسلمانوں کی عظمت کے نشان

مصنف: ایم زمان کھوکھر (ایڈووکیٹ)
ناشر: یاسر اکیڈمی۔ بالمقابل سیشن کورٹ، کچہری روڈ، گجرات
صفحات: 500
قیمت: 350روپے

ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت شرف الدین بو علی شاہ قلندرؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ، حضرت شیخ سلیم چشتیؒ، اور دوسرے اولیاء کرام کے حالاتِ زندگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اللہ کے منتخب اور برگزیدہ بندوں کی وجہ سے ہی یہاں اسلام کو سربلندی حاصل ہوئی۔ ہندوستان میں اسلام کے روحانی تشخص کی جانب لوگوں کی رہنمائی کرنے میں جو کام صوفیائے کرام اور اولیاء عظام نے سرانجام دیا اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ یہ انہی کی کاوشیں تھیں کہ لاکھوں بندگانِ خدا حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

ایم زمان کھوکھر نے اولیاء اللہ کے مختصر حالاتِ زندگی ان کے مزاراتِ مقدسہ کی تصاویر و تفصیل نیز مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی یادگار دہلی کی تاریخ معہ تصاویر کو زیرِ تبصرہ کتاب میں جمع کر کے ہمارے خیال میں خود کو بھی تاریخ کا حصہ بنا دیا ہے۔ کھوکھر صاحب کا اندازِ تحقیق خاصا منفرد اور جداگانہ ہے، آپ نے تمام تاریخی مقامات کا بذاتِ خود سفر کیا اور ان مقامات پر پہنچ کر معلومات جمع کیں۔ زیرِ نظر کتاب کے پیش الفاظ میں ایم زمان کھوکھر تحریر کرتے ہیں:

"میری خواہش تھی کہ مجھے پورے ہندوستان کا ویزہ مل جاتا تاکہ برصغیر کے تمام قدیمی، تاریخی اور روحانی مقامات کی تفصیل آپ کے سامنے پیش کر سکتا۔ لیکن حکومتِ ہند نے صرف چند شہروں کے ویزے دیئے۔ ان شہروں میں قدیمی تاریخی روحانی مقامات کی تفصیل جو مل سکی کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے ہے صرف دہلی کے مطالعہ کے لئے دن یا ہفتے نہیں بلکہ کئی ماہ چاہئیں۔ گذشتہ ادوار کی تہذیبیں وسیع و عریض علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے درمیان کئی میلوں کا فاصلہ ہے۔ ان تک پہنچنے کے لئے اچھا خاصا وقت اور سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے کچھ نئی نسل ان قدیمی تاریخی روحانی مقامات کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتی ہے صرف مشہور مقامات تک پہنچنا آسان ہے۔ یہ کتاب اولیائے ہند یعنی ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں ہے جنہوں نے ہندوستان میں رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کیں جن کے فیضان سے اس خطہ میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ جی چاہتا ہے کہ ان کے بارے میں لکھتا ہی جاؤں لیکن کتاب کے ضخیم ہونے کے پیش نظر اختصار سے کام لیا گیا۔ میں نے بیشتر اولیائے کرام کے آستانوں پر حاضری دے کر معلومات اور مزارات کے فوٹو حاصل کئے۔ اس وقت ہندوستان میں تیس کروڑ کے لگ بھگ مسلمان ہیں۔ پاکستان میں تیرہ کروڑ، بنگلہ دیش میں سترہ کروڑ، کشمیر میں سوا کروڑ یعنی اس خطہ کے اکسٹھ کروڑ انسان صرف اولیائے کرام کے فیضان سے ہی دائرہ اسلام میں شامل ہیں"۔

ایم زمان کھوکھر کے بارے میں اسلم راہی نے تحریر کیا ہے کہ "یہ نہ کوئی سرمایہ دار ہیں اور نہ ہی ان کی آمدنی کے وسیع ذرائع ہیں اس کے باوجود بے بضاعتی میں بھی یہ کام مختصر سرمایے سے انجام دیئے چلے جا رہے ہیں"۔ ہمارے خیال میں ایم زمان کھوکھر نے انتھک محنت اور مسلسل جدوجہد سے جس قدر تحقیقی سرمایہ اپنی کتابوں کی صورت میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے بین الاقوامی معیار طباعت کو مدنظر رکھ کر شائع کیا جائے۔

شری راج کٹاس

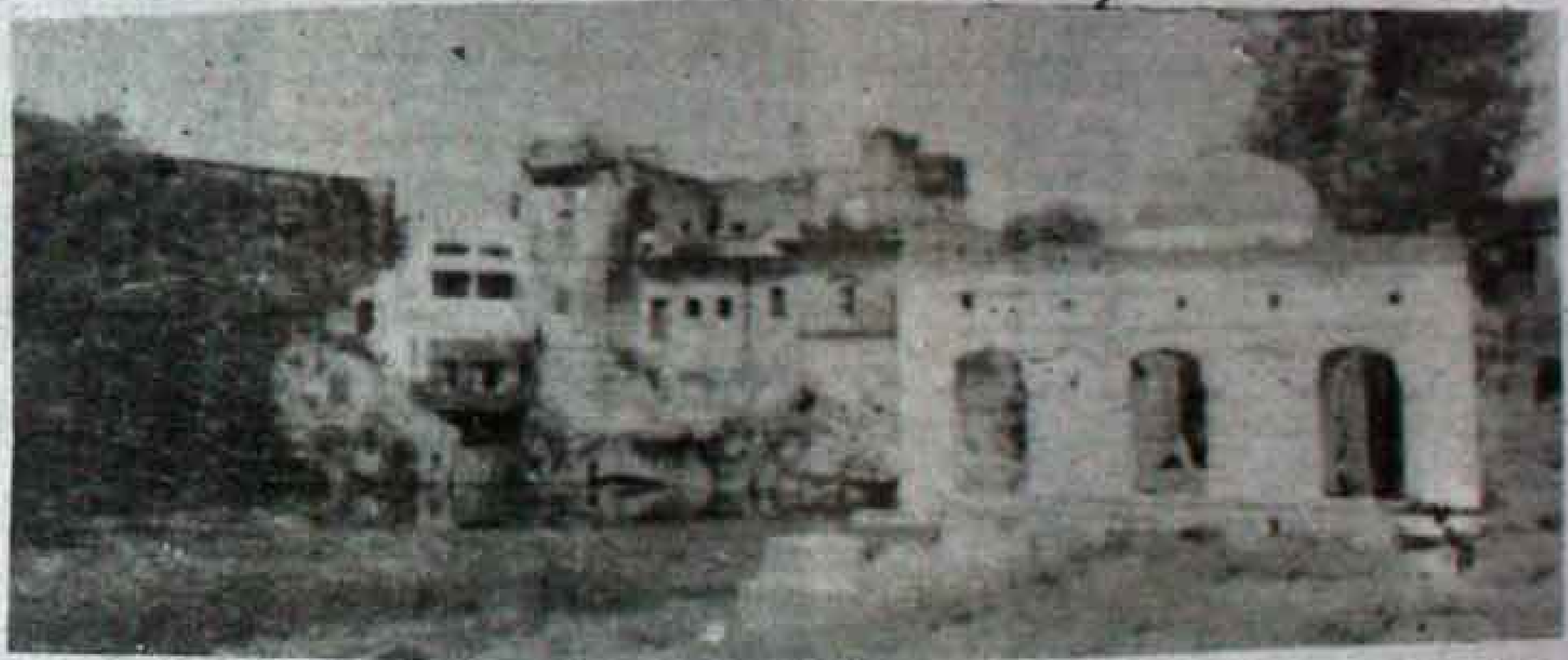

ہزاروں سالہ قدیمی سرزمین شری راج کٹاس اور کلر کہار تخت بابری حضرت ہو بہو کا مزار

گجرات سے ایک سڑک براستہ ڈنگہ ہیڈ رسول کی طرف جاتی ہے۔ یہی سڑک جانب مشرق ہیڈ مرالہ کی طرف جاتی ہے۔ ماضی میں اس سڑک کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ تجارتی قافلے نمک کی خریداری کے لئے کھیوڑہ کوہستان نمک لے جانے کے لئے اسی سڑک کے ذریعے سفر کرتے۔ کوہستان نمک (سالٹ رینج) اس لئے بھی مشہور ہے کہ یہاں نمک کے علاوہ سیمنٹ کے کارخانے، کوئلہ کی کانیں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ پہاڑوں کے درمیان پانی کے قدرتی چشمے بھی ہیں۔ ایک چشمہ کے کنارے غریب وال سیمنٹ فیکٹری کے قریب روال گاؤں میں حضرت نوحؑ کے بیٹے حضرت حام کا ½2 گز لمبا مزار ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے باشندے حضرت حامؑ کی اولاد سے ہیں۔ قریب ہی باغانوالہ میں میٹھے پانی کے تین چشمے ہیں۔ یہاں پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ نندنا ہے۔ اس قلعہ کو سلطان محمود غزنوی نے اپنے دسویں حملہ میں راجہ انند پال کے پوتے کو شکست دی تھی۔ اس قلعہ میں البیرونی نے قیام کیا۔ علاقہ کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا مشہور کتاب الہند بھی تحریر کی تھی۔ اس قدیمی راستہ کے ذریعے سکندر اعظم گجرات کی سرزمین میں داخل ہوا اور یہاں کے سپوت پورس نے سکندر کی یلغار کو روکا۔ زخموں سے چور جب پورس سکندر کے روبرو پیش ہوا تو سکندر کے اس سوال کے جواب میں کہ بتاؤ! تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ پورس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا وہی سلوک جو بادشاہ بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ الفاظ

marfatcom

تاریخ کا حصہ بن گئے ۔ پورس نے سکندر کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی بجائے میدان جنگ میں مقابلہ کر کے گجرات کی مٹی کی لاج رکھ لی ۔ اسی سرزمین پر 1849ء میں چیلیانوالہ کے میدان میں اس دھرتی کے باسیوں نے انگریزوں کے ساڑھے ستر سو فوجیوں کو خون میں نہلا دیا ۔ مارے جانے والوں میں انگریز فوج کے جنرل بریگیڈیئر کرنل میجر کیپٹن شامل تھے ۔ یہ یادگار چیلیانوالہ میں جرات و بہادری کے کارنامے یاد دلاتی ہے ۔ اس دھرتی کے سپوتوں نے بہادری کے تین نشان حیدر حاصل کر کے ماضی کی روایت کو زندہ رکھا ۔ دریائے جہلم کو ہیڈ رسول کے ذریعے عبور کرنے کے بعد یہ سڑک کئی میل تک دریائے جہلم کے کنارے کے ساتھ ساتھ بنائی گئی ہے ۔ جلالپور شریف کے بعد پن وال کے قریب مجاہد آباد چوک سے ایک لنک روڈ غریب وال سیمنٹ فیکٹری کی طرف جاتی ہے ۔ چند کلومیٹر کے فاصلہ پر روال شریف کے قریب گھنے درختوں کے جھنڈ میں حضرت حامؒ کا مزار مبارک ہے ۔ میٹھے پانی کے چشمہ کی وجہ سے یہ علاقہ سرسبز ہے ۔ مجاہد آباد سے ہی سڑک پنڈ دادنخان کی طرف جاتی ہے ۔ پنڈ دادنخان سے کوہستان نمک کھیوڑہ میں نمک کی کانیں شروع ہوتی ہیں ۔ بڑی بڑی جھیلوں میں نمک صاف کیا جاتا ہے ریلوے لائن کے ذریعے سرنگوں سے نمک نکالا جاتا ہے ۔ نمک کی یہ کان دنیا میں سب سے بڑی ہے ۔ سنگلاخ چٹانوں پہاڑوں کے درمیان بل کھاتی ہوئی سڑک مشہور قدیمی تاریخی روحانی قصبہ چواسیدن شاہ کی طرف جا نکلتی ہے ۔ یہ قصبہ سید سیدن شاہ کے نام سے مشہور ہے ۔ یہاں گلاب کا عرق بھی تیار کیا جاتا ہے مزار مبارک کے قریب پانی کا چشمہ بہتا ہے ۔ جہاں سینکڑوں بڑی بطخیں تیرتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔ یہاں لوکاٹ کے باغات کی خوشبو دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہے ۔ چواسیدن شاہ سے دو میل جانب جنوب ہزاروں سالہ قدیمی بستی کٹاس کے آثار شروع ہوتے ہیں ۔ یہ تباہ شدہ بستی پہاڑی سلسلہ میں واقع ہے ۔ دور دور تک پرانی عمارتوں کے نشان موجود ہیں ۔ راج کٹاس میں ہندوؤں کی مقدس عبادت گاہیں ہیں جو مہاراجہ کنشک اور مہاراجہ اشوک کے دور کی ہیں ۔ سادھوؤں کی عبادت کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر عبادت گاہیں مندر ہیں جو بڑے بڑے پتھروں کو تراش کر تعمیر کئے گئے ہیں ۔ یہ مقام کوروں پانڈوؤں کی لڑائی کی وجہ سے مشہور ہے ۔ راج کٹاس کے بارے میں ایک روایت ہے کہ جب رام چندر کو بن باس ملا تو وہ لاہور دریائے راوی کے کنارے سے آگے نکل گئے ۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ کٹاس پہنچے جہلم گزیٹر کے مطابق کٹاس پر پانڈوؤں کے سات مندر تعمیر ہوئے ۔ ان مندروں کے آثار آج بھی موجود ہیں ۔ یہاں پہاڑوں کو کھود کر اس میں رہائشی کمرے بنائے گئے ہیں ۔ دروازے پتھروں کو تراش کر تعمیر کئے گئے ہیں ۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ علاقہ کسی وقت پانڈوؤں کی عملداری میں رہا ۔

اس بستی میں عبادت گاہوں کے علاوہ رہائشی مکان درسگاہیں اور کھیل کے میدان کے آثار پائے جاتے ہیں ۔ بعض عبادت گاہیں اس انداز سے تعمیر کی گئی ہیں کہ سخت گرمی کے موسم میں سرد ہوا کے جھونکے عبادت گزار کو گرمی محسوس نہیں ہونے دیتے تھے ۔ یہ مقام ہندوؤں کے نزدیک بہت مقدس ہے اور ہر سال تقریباً دو سو کے لگ بھگ ہندو یاتری فروری کے مہینے میں عبادت کے لئے حاضر ہوتے ہیں ۔ اس علاقہ میں سب سے اہم بات پانی کا وہ چشمہ ہے جس کی وجہ سے یہ علاقہ ماضی میں آباد رہا ہے ۔ 1990ء میں ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی ضلع چکوال میں ڈپٹی کمشنر تعینات تھے ، انہوں نے کٹاس کی مختصر سی تاریخ سنگ مرمر کے پتھر پر تحریر کی ۔ کوہستان نمک کے درمیان چکوال سے تقریباً 18 میل کے فاصلہ پر جنوب کی جانب ہندوؤں کا متبرک مقام کٹاس واقع ہے ۔ "مہابھارت" جو مسیح علیہ السلام سے تین سو سال پہلے کی تصنیف ہے

marfatcom

میں اس جگہ کا ذکر موجود ہے۔ وجہ تسمیہ کے بارے میں تاریخ جہلم کے پرانے نسخے میں بتایا گیا ہے کہ برہمنوں کی روایت کے مطابق جب شیو دیوتا کی چہیتی بیوی پاربتی ستی دیوی مرگئی تو سے اتنا دکھ ہوا کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندی جاری ہو گئی۔ آنسوؤں سے وہ متبرک تالاب معرض وجود میں آگئے۔ ایک اجمیر شریف پشکر دوسرا کنک شیل سنسکرت میں اس لفظ کا مطلب آنسوؤں کی لڑی ہے۔ بعد میں یہ لفظ کثرت استعمال سے کٹاس بن گیا۔ کٹاس کا مطلب آنسوؤں کی لڑی ہے۔

ایک روایت کے مطابق البیرونی نے سنسکرت زبان کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے کچھ عرصہ کٹاس میں گزارا۔ اس زمانہ میں زبان دانی کی ایک یونیورسٹی بھی قائم تھی۔ قلعہ نندنا اور کٹاس میں قیام کے دوران البیرونی نے مشہور زمانہ کتاب کتاب الہند تصنیف کی جو مذہب سائنسی علوم اور ہندوؤں کے معاشرتی رسم ورواج پر عالمانہ انداز میں بھرپور تبصرہ پیش کرتی ہے۔ مشہور سکالر پاپنکر لکھتا ہے کہ غیر ملکی تہذیب وثقافت کے مطالعہ کے طور پر یہ کتاب الہند صرف مسلمان سکالر شپ کے نقطہ عروج کو پہنچی ہوئی ہے بلکہ یہ غیر متعصبانہ تجزیئے کے حوالے سے بھی بلند پایہ علمیت کا شاہکار ہے البیرونی نے یہاں قیام کے دوران سنسکرت کا علم حاصل کیا اور مختلف علمی تجربات بھی کئے اور بالآخر زمین کا قطر معلوم کرنے میں کامیاب ہوا۔

جنرل کننگھم کے بقول کٹاس کا مقدس جوالا مکھی کے بعد پنجاب میں یاتریوں کی سب سے بڑی عبادت گاہ ہے۔ کٹاس کے گردونواح میں ہندو مذہب کے کئی مقدس مقام ہیں حالیہ دنوں میں یہاں پرانی تہذیب کے آثار پائے گئے ہیں۔ 325 قبل مسیح سکندر اعظم اس علاقے سے گزرا۔ یہ علاقہ اشوک اعظم کی سلطنت میں شامل تھا۔ یہاں بدھ مت نے فروغ پایا

راقم ... کٹاس میں

marfatcom

اس دور کی یادگاریں اسٹوپہ کی شکل میں موجود ہیں۔ ان کا سلسلہ مہابھارت اور اس سے قبل کے دور سے ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق شیو دیوتا کی دوسری کی آنکھ سے بہنے والے آنسوؤں سے راجستھان میں اجمیر شریف کے قریب ایک اور پانی کا تالاب بن گیا۔ اس مقدس پانی کے پاس کئی مندر تعمیر کئے گئے۔ راج کٹاس کے بارے میں محققوں کے مطابق یہ مندر آٹھویں سے دسویں صدی عیسوی میں تعمیر کئے گئے یہ مندر پرانی عمارتوں کے کھنڈرات پر تعمیر کئے گئے ہیں وہ بہت زیادہ پرانے ہیں۔ جن کا تذکرہ پانچویں اور ساتویں صدی کے چینی بدھ مت سیاح نے کیا تھا۔ کٹاس کے قریب ملوٹ گاؤں میں پہاڑی کی چوتھی پر ملوٹ کا قدیمی مندر ہے۔ ملوٹ کے مشرق میں کشمیر طرز تعمیر پر بنایا ہوا شیو گنگا کا مندر واقع ہے یہ مندر بوہڑ کے گھنے درخت کے سائے میں ہے۔ کٹاس میں حکومت پاکستان نے یاتریوں کی سہولت کے لئے نئے مندر تعمیر کر رکھے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ ہر سال فروری کے مہینے میں چشمہ کی صفائی کی جاتی ہے۔

مندروں کو چونا روغن کیا جاتا ہے۔ پانی کے چشمہ کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے کانٹے کے تار کا جال بچھا رکھا ہے۔ قدرت کی شان کہ ہزاروں سال سے پانی زمین سے ابل رہا ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں آئی چشمہ کا پانی چوا سیدن شاہ کی طرف بہتا ہے۔ ایک روایت مشہور ہے کہ کسی بزرگ نے کٹاس کے ہندو سے پانی مانگا تو اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ بزرگ نے چھڑی ہاتھ میں لی اور زمین پر لکیر کھینچتا ہوا چوا سیدن شاہ تک آ پہنچا۔ چشمہ کا پانی لکیر والے نشان پر بہتا ہوا چوا سیدن شاہ تک آ پہنچا۔ سیدن شاہ ولی اللہ کے بزرگ، اشاعت اسلام کے لئے اس علاقہ میں آئے۔ آپ کی کرامتیں مشہور ہیں۔ آپ نے عصا زمین پر مارا تو وہاں سے گنگا کے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ یہ چشمہ اب بھی منگا کھوئی کے نام سے مشہور ہے۔ کٹاس میں قدیمی عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ رہنمائی کے لئے کسی عمارت یا قدیمی مقام پر محکمہ آثار قدیمہ نے کوئی بورڈ آویزاں نہیں کیا۔ کٹاس سے تھوڑے فاصلہ پر مشہور مقام کلر کہار ہے۔ دوسرے کلر کہار کی جھیل اور لوکاٹ و گلاب کے باغات نظر آتے ہیں۔ اس جھیل اور باغات کے بارے میں مغل شہنشاہ ظہیر الدین بابر نے کہا تھا کہ دنیا میں اگر کوئی جنت کا ٹکڑا ہے تو وہ یہی ہے۔ تخت بابری بھی یہیں پر ہے۔ جہاں بابر نے قیام کے دوران فوج کو خطاب کیا تھا۔ اس تخت پر بیٹھ کر بابر نے کلر کہار جھیل اور باغات کا نظارہ کیا تھا۔ سرکاری محکموں کے ریسٹ ہاؤس باغ کے درمیان تعمیر کئے گئے ہیں کلر کہار کے باغات میں مور کھلے عام گھومتے پھرتے ہیں۔ یہاں مور کا شکار منع ہے۔ قریب ہی پہاڑ پر حضرت ہو بہو کا مزار ہے۔ شام سے پہلے تمام مور مزار کے باہر اکٹھے ہو جاتے ہیں اناج دانہ کھا کر پھر باغات میں چلے جاتے ہیں۔ حضرت ہو بہو کا اصل نام شیخ عبد القادر جیلانی تھا۔ آپ حضرت غوث الاعظم کی اولاد سے تھے۔ ترکستان سے ہجرت کر کے کلر کہار میں اس پہاڑی مقام پر قیام کیا۔ جہاں آج کل آپ کا روضہ ہے۔ مقامی روایت کے مطابق جب آپ کا انتقال ہوا تو اس پہاڑی پر چرنے والے مویشی بیمار ہو کر مرنے لگے۔ علاقہ کے لوگ حضرت جہان جہاں گشت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ یہاں ایک ولی اللہ کی قبر ہے۔ لوگوں نے اس انکشاف کے بعد آپ کی قبر پر روضہ تعمیر کروا دیا۔ کلر کہار میں گلاب کا عرق تیار کیا جاتا ہے۔ مٹی کے چولہوں پر دیگیں رکھ کر گلاب کا عرق تیار کر کے بوتلوں میں بھر لیا جاتا ہے۔ عرق گلاب کی خوشبو سے یہ مقام معطر رہتا ہے۔ بزرگ کی دعاؤں سے چشمہ کا پانی میٹھا ہے۔ لیکن جھیل کے پانی کا ذائقہ کڑوا ہے۔ راج کٹاس وطن عزیز میں قدیم ترین تہذیب ہے۔ کلر کہار میں تخت بابری ایک

marfatcom

عظیم مغل شہنشاہ کی یاد دلاتا ہے۔ جس نے برصغیر میں مغل سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ محکمہ آثار قدیمہ دونوں مقام پر خصوصی توجہ دے تاکہ یہ اثاثے محفوظ رہ سکیں۔

چکوال کے قریب موضع ہرڑ میں حضرت حاوانامؒ کا مزار

چکوال سے ایک سڑک راولپنڈی کی طرف جاتی ہے۔ چکوال سے تقریباً بارہ تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور گاؤں ہڑ ہے۔ چکوال، راولپنڈی روڈ پر ہرڑ چوک سے ایک کچا راستہ گاؤں ہرڑ کی طرف جاتا ہے۔ یہ پتھریلا راستہ ہزاروں سالہ تاریخ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ گاؤں ہرڑ کی کچی پکی گلیوں سے گزرنے کے بعد مغرب کی جانب ایک پرانی آبی گزرگاہ ہے جہاں اب پانی کے حصول کے لئے ایک کنواں بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ اس چشمہ نما کنواں میں پانی ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اس پانی کے ذخیرہ کے جانب مغرب ایک پتھریلے ٹبہ پر پتھروں سے تعمیر کردہ ایک چار دیواری ہے۔ اس کے اندر ایک قدیمی دور کا مزار ہے۔ یہ مزار بھی پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے قریب پرانے درخت بھی ہیں۔ حافظ شمس الدین آف گلیانہ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 323 نمبر شمار 356 کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت حاوانامؒ ہے۔ نام کے ساتھ ہرڑ بشمال چکوال چار کوہ درج ہے۔ پختہ سڑک تعمیر ہونے سے پہلے جو پرانا راستہ چکوال سے ہرڑ کے لئے تھا اس مختصر گزرگاہ کے آثار ملتے ہیں اور درمیانی فاصلہ تقریباً چھ سات میل بنتا ہے۔ کئی صدیاں گزرنے کے بعد اللہ کے نیک بندوں کے نشان قائم و دائم ہیں۔ مزار کے مشرق کی جانب ٹبہ سے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے اور تراشے ہوئے پتھروں کے آثار ملتے ہیں۔ اس میں مختلف ادوار کے سونے کے سکے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ ہرڑ چوک سے جانب مشرق ایک سڑک بادشاہان کی طرف جاتی ہے۔ 2 کلومیٹر کے فاصلے پر گور کھٹڑی میں قدیمی مسجد دریافت ہوئی ہے۔

marfat.com

کلر کہار کے قریب ملہوٹ کا قلعہ

ہزاروں سالہ قدیمی گزرگاہ جو کٹاس اور کلر کہار کے قریب سے گزرتی ہے اس سڑک کے چوک جلیبی سے ایک لنک سڑک ملہوٹ کی طرف جاتی ہے۔ ملہوٹ ایک قدیمی بستی ہے۔ پہاڑوں کے بلند ٹیلے پر یہ قلعہ نما عمارت جو ہندوؤں کی عبادت گاہ معلوم ہوتی ہے اسے راجہ مل نے تعمیر کرایا تھا جو اس علاقہ کا حکمران تھا۔ اس علاقہ کے اوپر چاروں طرف نظر دوڑائی جائے تو ہرے بھرے درخت اور کھلے میدان نظر آتے ہیں۔ یہ عمارت کشمیر کی عمارتوں کی طرز پر تعمیر کی گئی ہے۔ جس جگہ یہ عمارت ہے اس کے ارد گرد چار دیواری بھی ہے۔ یہ عبادت گاہ بڑے بڑے سرخ پتھروں کو تراش کر بنائی گئی ہے۔ اس علاقہ کے چاروں طرف پتھر ہی پتھر بکھرے ہوئے ہیں۔ اس قلعہ نما عمارت کی تعمیر پانچ چھ سو سال پرانی ہے۔ قلعہ کی جانب مشرق داخل ہونے کے لئے دروازہ ہے۔ باقی اطراف نقش و نگار اور مورتیاں رکھنے کے لئے خانے بنائے گئے ہیں۔ اس عمارت کے اوپر ایک اور چھوٹا سا چبوترہ تعمیر کیا گیا ہے غالباً یہ دیکھ بھال اور انسانوں کی نقل و حرکت کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس ٹیمپل کے جانب مشرق ایک اور قلعہ نما عمارت ہے جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ تعمیر کے دوران جو پتھر نصب کئے گئے ہیں ان پر نقش و نگاری کا کام بڑی محنت سے کیا گیا ہے۔ مشرق والی عمارت جو کہ 25 فٹ لمبی 24 فٹ چوڑی ہے، دو کمروں پر مشتمل ہے یہ دونوں عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ اگر محکمہ آثار قدیمہ نے توجہ نہ دی تو ان کے مزید ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔ شیو گنگا کے مندر بھی اسی علاقہ میں ہیں۔ یہ مندر بھی کشمیری طرز تعمیر پر تعمیر کیا گیا ہے۔ کوہستان نمک، چکوال کا علاقہ اپنے دامن میں کئی تاریخی واقعات سمیٹے ہوئے ہے۔ جس کی نشاندہی یہ

marfatcom

پرانی عمارتیں کرتی ہیں۔ اس مندر کے قریب ایک پالی کی ندی بھی گزرتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ علاقہ ماضی میں آباد تھا۔
کلر کہار راج کٹاس جانے والی سڑک سے ملوٹ 17 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

قلعہ مہلوٹ کا حصہ

marfatcom

کلر کہار کے قریب ملہوٹ کے جنگل میں قدیمی نو گز لمبا مزار

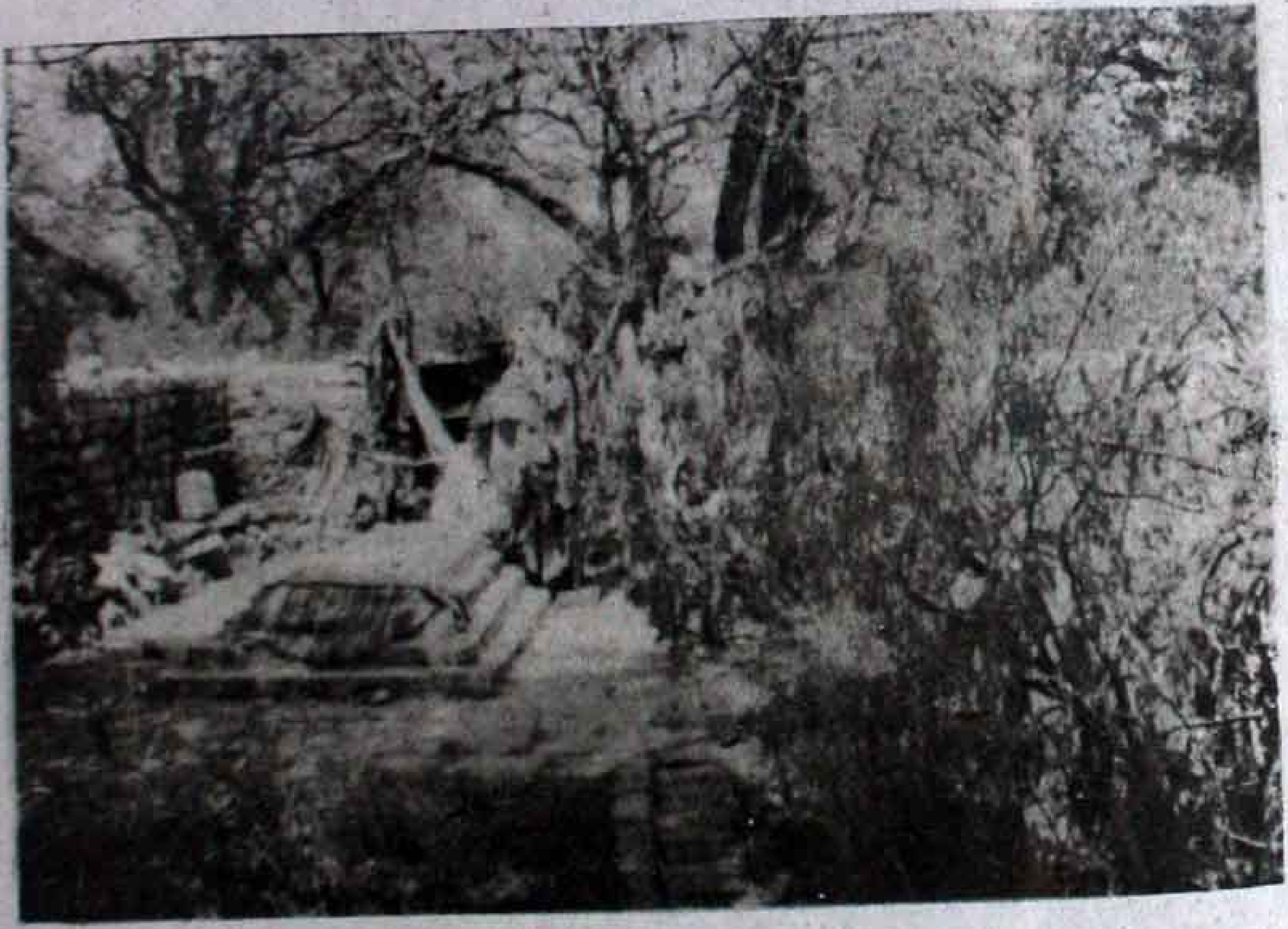

راج کٹاس سے ایک سڑک کلر کہار کی طرف جاتی ہے۔ چیلیانوالہ چوک سے ایک سڑک قلعہ ملہوٹ کی طرف جاتی ہے۔ ملہوٹ روڈ کے قریب ہی مشہور سڑک موٹر وے گزرتی ہے۔ یہاں سیمنٹ کی بہت بڑی فیکٹری بھی ہے۔ پہاڑوں کے دامن سے بل کھاتی ہوئی یہ سڑک قلعہ ملہوٹ کی طرف جاتی ہے۔ قلعہ ملہوٹ سینکڑوں سالہ قدیمی بستی ہے۔ اس قلعہ نما نگری کے جانب شمال ایک بہت بڑا قبرستان ہے۔ پختہ سڑک قبرستان کے درمیان سے گزرتی ہے۔ سڑک کے مشرق کی طرف تمام جنگل ہے۔ اس جنگل کے وسط میں قدیمی نو گز لمبا مزار ہے۔ مزار پختہ تعمیر کیا گیا ہے۔ ارد گرد چار دیواری بھی ہے۔ مزار کے گرد و نواح میں بڑے بڑے پتھر بکھرے ہوئے ہیں۔ اس جنگل میں بیشتر درخت اتنے قدیمی ہیں کہ ایک قسم کے درخت میں دوسری قسم کا درخت پرورش پا رہا ہے۔ بیشتر درختوں کی خشک لکڑی زمین پر بکھری پڑی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے لکڑی اٹھانے اور لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مزار بہت قدیمی دور کا ہے۔ اس علاقہ میں زیادہ آبادی بت پرستوں کی تھی۔ اللہ کا کوئی نیک بندہ رشد و ہدایت کے لئے یہاں تشریف فرما ہوا اور بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ راست پر لانے کے لئے تبلیغی فرائض سر انجام دیئے۔

marfatcom

تخت بابری

شہنشاہوں کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں ۔ بادشاہ جہاں قیام کرتے ہیں اس مقام کو تاریخی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے ۔ تخت بابری وہ مقام ہے جہاں مغل سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر نے اپنی فوج سے خطاب کیا وہ اسی تخت پر بیٹھ کر جھیل سیف الملوک اور باغ کلر کہار کا نظارہ کیا کرتے تھے ۔ بابر کے مطابق دنیا میں اگر کوئی جنت کا خطہ ہے تو وہ یہی خطہ ہے ۔ تخت بابری ، کلر کہار جسے باغ سفا کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے ، کئی لحاظ سے مشہور ہے ۔ یہاں حضرت باہو یاہو جو ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں ، کا مزار ہے ۔ اس کے علاوہ سر سبز پہاڑیاں ہیں لوکاٹ اور گلاب کے باغ ہیں ۔ ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشمے ہیں ۔ اس خطہ میں لوکاٹ کے باغ پائے جاتے ہیں اور لوکاٹ کے موسم میں لوکاٹ بہت سستی مل سکتی ہے ۔ لوکاٹ کے علاوہ گلاب سے عرق گلاب بھی تیار کیا جاتا ہے ۔ لوکاٹ کے باغات میں یہاں مور پھرتے نظر آتے ہیں ۔ یہاں موروں کو پکڑنے کی سخت ممانعت ہے ۔ جب موروں کو بھوک اور پیاس محسوس ہوتی ہے تو وہ سہ پہر کے قریب حضرت باہو یاہوؒ کے مزار پر آجاتے ہیں ۔ موروں کو یہاں دانہ پانی مل جاتا ہے ۔ کلر کہار باغ سفا میں مختلف محکموں کے ریسٹ ہاؤس ہیں ۔ رات قیام کے لئے ہوٹل بھی مل سکتے ہیں ۔ حضرت باہو یاہوؒ کے مزار پر دن رات عام لنگر جاری رہتا ہے ۔ تخت بابری ایک چٹان کو تراش کر بنایا گیا ہے ۔ تخت پر چڑھنے کے لئے چند سیڑھیاں بھی ہیں ۔

marfatcom

چکوال میں حضرت حمزہ نوشؒ کا مزار

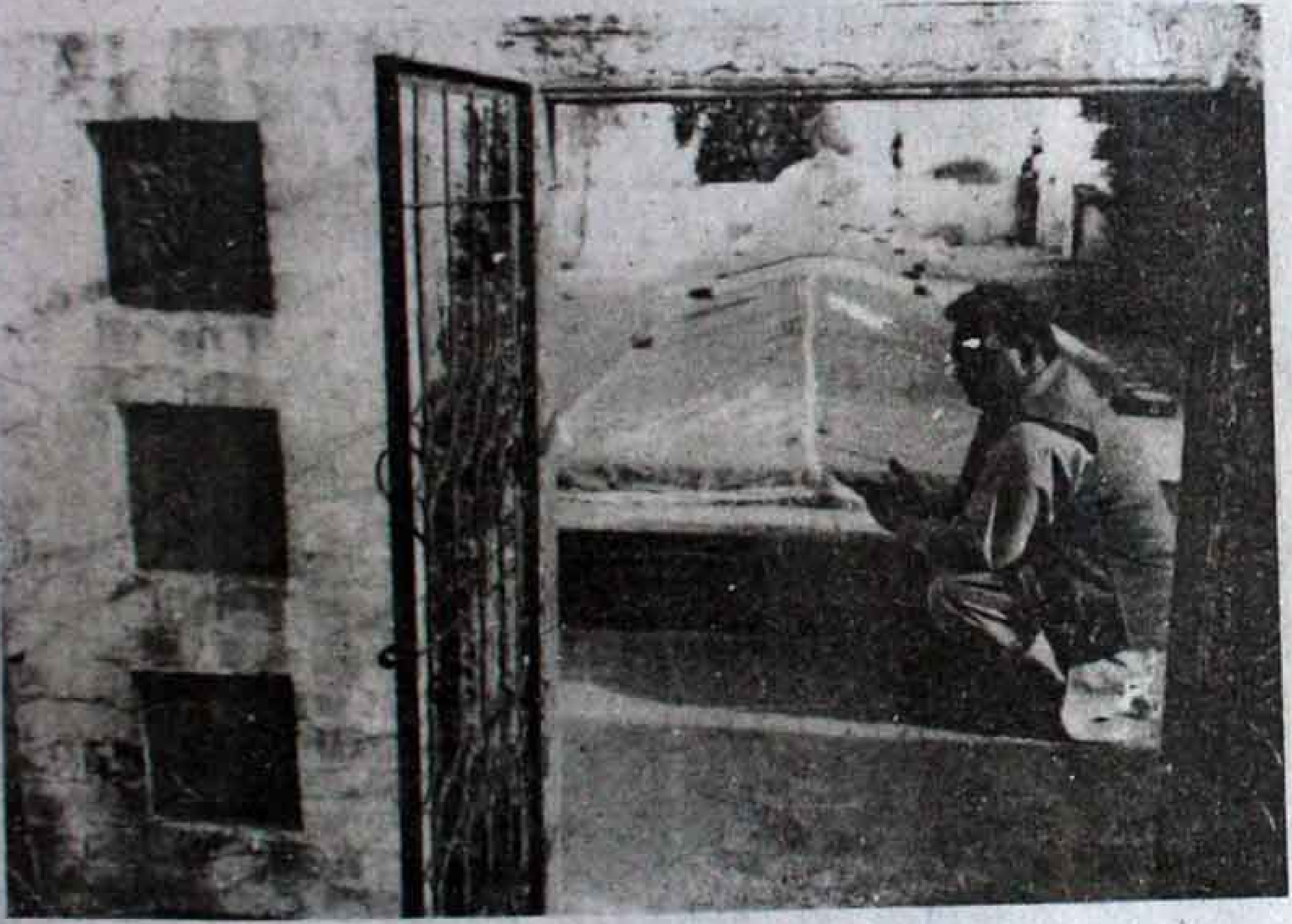

یہ مزار چکوال کے قبرستان میں میں واقع ہے۔ مزار کی چار دیواری بھی ہے۔ پھول دار نقش ونگار والی تختیوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس مزار پر اپنے وقت کے اولیاء کرام حاضری دیتے رہے۔ حافظ شمس الدین کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ نمبر 325 نمبر شار 391 کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت حمزہ نوشؒ ہے۔ آپ کا سلسلہ مرسلین سے جاملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر قوم ہر قبیلہ کے پاس ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجے۔ یہ مزار چکوال کے قبرستان میں ہے۔ راقم مزار پر حاضری دے رہے ہیں۔ چکوال کی تاریخ ہزاروں سالہ پرانی ہے۔ اس علاقہ میں ہندوؤں کی عبادت گاہیں ہزاروں سالہ قدیمی ہیں۔ اللہ کے نیک بندے رشد وہدایت کے لئے اس علاقہ میں آتے رہے۔ یہ اس دور کی بات ہے کہ جب دنیا میں تاریخ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ چونکہ چکوال کی سرزمین معدنیات سے مالا مال ہے اور قدم قدم پر چشمے ندی نالے بہتے ہیں۔ چکوال کا جدید شہر سولھویں صدی میں آباد ہوا۔ تاہم ان نوگزلمبے مزارات کے قریب تباہ شدہ بستیوں کے آثار ملتے ہیں۔ جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ماضی میں یہاں کوئی شہر آباد تھا۔

marfatcom

چکوال میں نو گز لمبا مزار

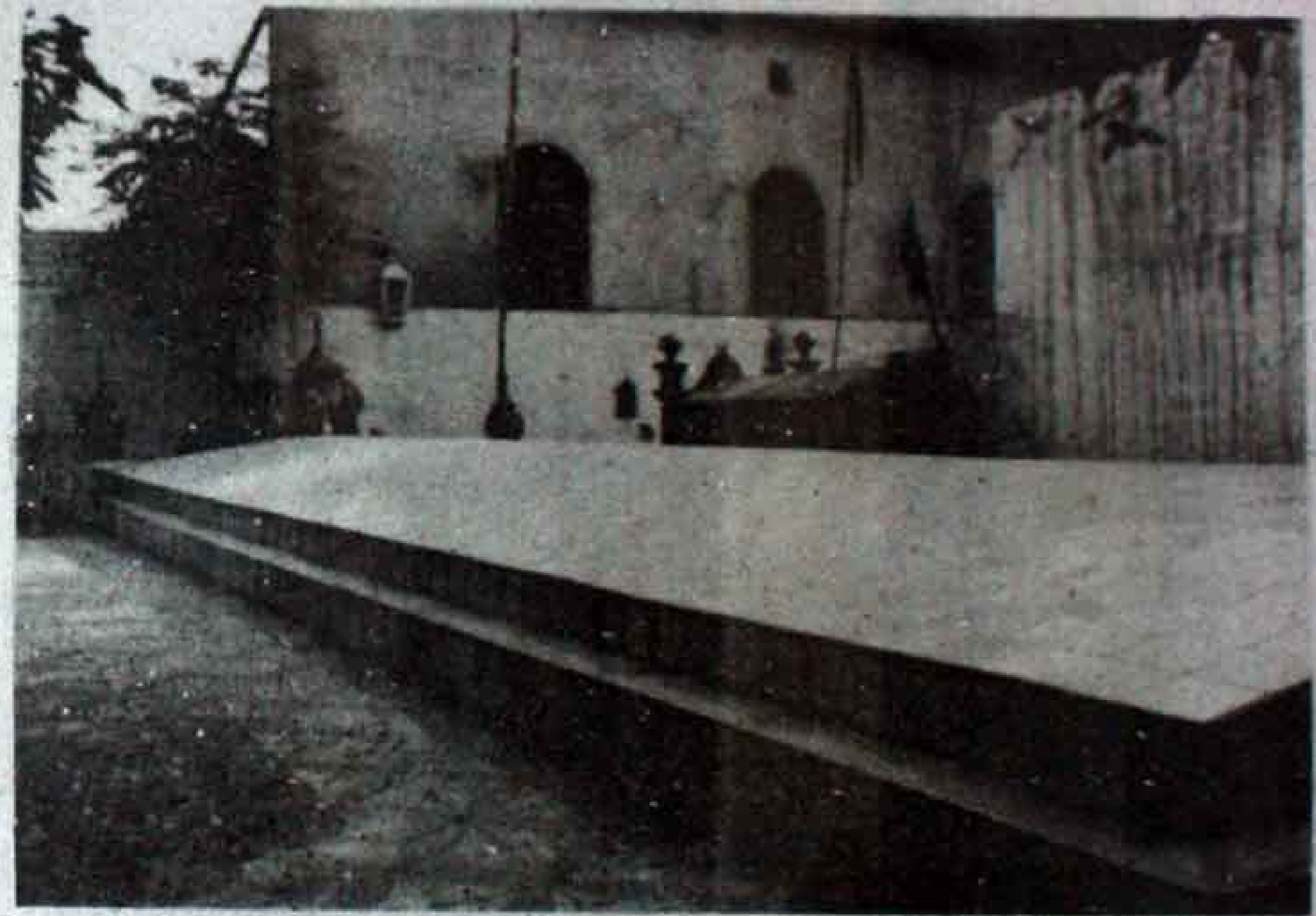

چکوال کے گردونواح کوہستان کی تاریخ ہزاروں سالہ پرانی ہے۔ ماضی میں چکوال کو بہت اہمیت حاصل رہی یہ مزار قبرستان کے مغرب کی جانب ہے۔ مزار کی لمبائی نو گز کے قریب ہے۔ مزار کو شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے بیرونی دروازے پر یہ تحریر لکھی ہوئی ہے "اصحاب رسول کریم عرف نو گزہ" قریب ہی ایک درویش کا مزار بھی ہے جس پر یہ تحریر درج ہے "قبلہ شیخ محمد اسلم قلندر محبوب سلطان العارفین تاریخ وصال 1950ء" درج ہے۔ یہ مزار جہلم چکوال روڈ چونگی کے نزدیک ہے۔ محلہ سرگوجرہ قبرستان میں کئی اور قدیمی قبریں بھی ہیں اور برگد پیپل کے بڑے بڑے درخت بھی ہیں۔ قریب ہی کسی تباہ شدہ بستی کے آثار ملتے ہیں۔ کیونکہ زمین سے مٹی کے پرانے برتنوں کے ٹکڑے اور انسان کے استعمال میں ہونے والی اشیاء کے ٹکڑے بھی ملتے ہیں۔ جو کسی تباہ شدہ شہر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس نو گز مزار کے جانب مشرق نو گز لمبا مزار ہے جو قبرستان میں ہے۔ یہ بہت خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ چار دیواری بھی ہے۔ صاحب مزار کا نام حضرت حمزہ نوشؒ ہے۔

==

marfatcom

کلر کہار چکوال روڈ پر قدیمی مزار

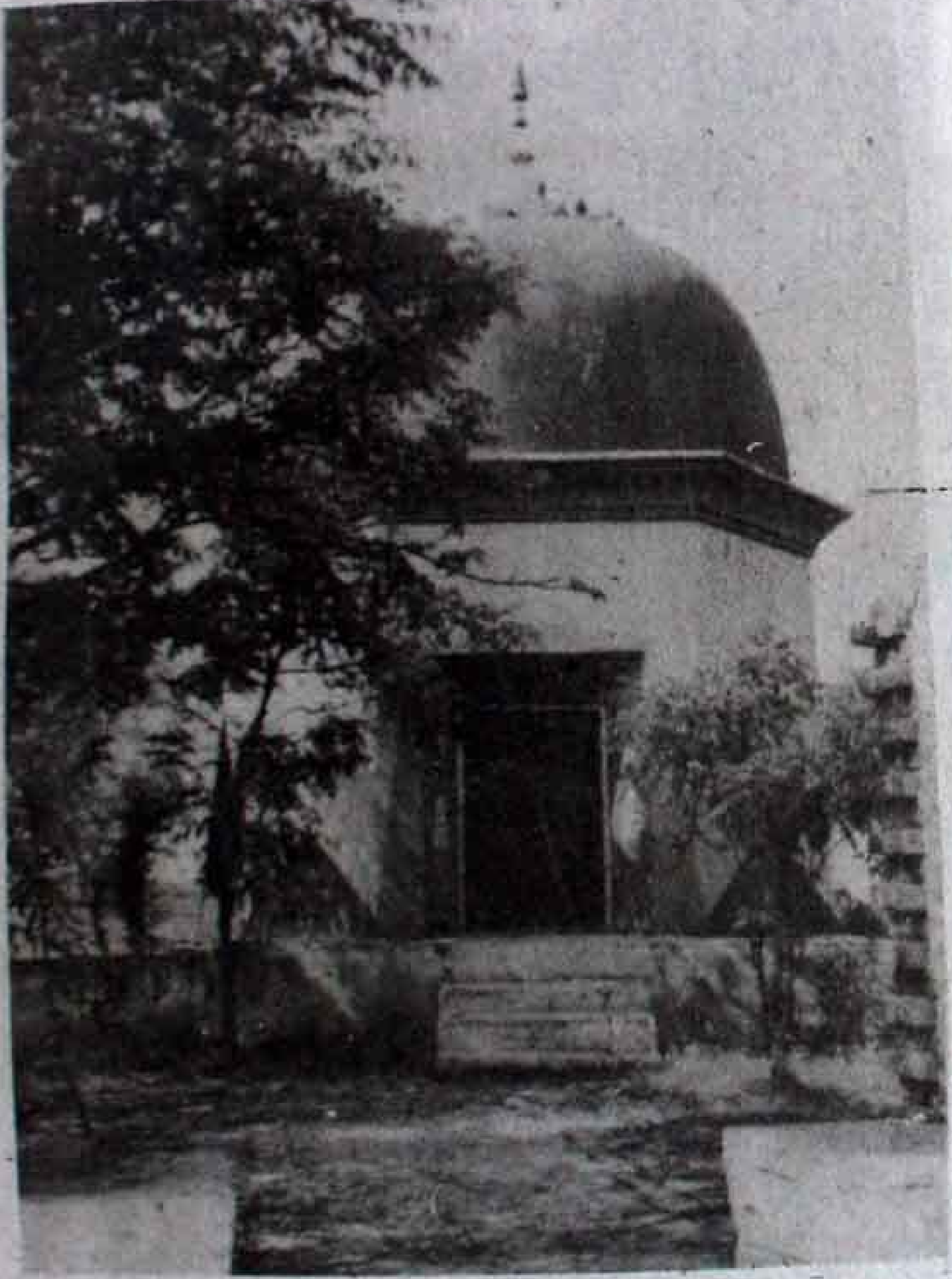

یہ مزار کلر کہار اور چکوال کو ملانے والی سڑک کے کنارے پہاڑوں کے دامن میں ہے۔ جس سڑک پر یہ مزار ہے یہ سڑک بہت قدیمی ہے۔ ماضی میں کابل اور برصغیر کے لئے آمدورفت کے علاوہ حملہ آور اس سڑک سے گزرتے رہے۔ کلر کہار کے قریب سے ایک سڑک کی شاخ خوشاب کی طرف دوسری راج کٹاس اور کوہستان نمک کھیوڑہ کی طرف جا نکلتی ہے۔ مزار کے بارے میں تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔ مزار پختہ تعمیر ہے اور شاندار گنبد بھی ہے۔ مزار کے مجاور کے مطابق صاحب مزار بہت بڑے اللہ کے نیک بندے اور صاحب کرامت ہو گزرے ہیں۔ مزار کے گردونواح گنبد پر سینکڑوں کبوتر گھومتے نظر آتے ہیں۔ مزار کے قریب ایک مسجد بھی ہے۔ مزار کے سامنے سے ہر وقت ہلکی اور بھاری گاڑیاں گزرتی ہیں۔

مزار کے چاروں طرف چھوٹے اور بڑے پہاڑوں کا سلسلہ دور دور تک نظر آتا ہے۔ مزار پر عرس اور روحانی تقریبات بھی منعقد ہوتی ہیں۔ اس علاقہ کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اس علاقہ میں قدم قدم پر روحانی، قدیمی اور تاریخی آثار ملتے ہیں۔

marfatcom

چکوال راولپنڈی روڈ پر پہاڑوں کے درمیان جنگل میں نو گز لمبا مزار

چکوال سے ایک سڑک راولپنڈی کی طرف جاتی ہے۔ اس قدیمی گزرگاہ سے کئی اللہ کے نیک بندے میدانی علاقوں میں داخل ہوتے رہے۔ یہ مزار سڑک کی مغرب کی جانب گھنے درختوں میں ہے۔ اگرچہ مزار پختہ تعمیر نہیں لیکن مزار کے نو گز حصے تک اینٹیں پڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ چند سبز رنگ کے جھنڈے بھی درختوں کے ساتھ لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مقامی آبادیوں کے چند بزرگوں نے بتایا کہ یہ مزار عرصہ سے ہم ایسی حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ اس قدیمی گزرگاہ سے کئی اولیاء کرام جو کابل افغانستان کی جانب سے رشد و ہدایت کے لئے آتے تھے، اس علاقہ سے گزرے۔ اس علاقہ میں حضرت خواجہ محمد ابراہیم المعروف تو تاں والی سرکار کا آستانہ بھی ہے۔ قریب ہی کلر کہار ڈیم کے جنگل بیابانوں میں نو گز لمبا مزار ہے۔ اس مزار پر جانے والا راستہ خاردار جھاڑیوں سے بھرا پڑا ہے۔ چھوٹی بڑی پہاڑیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس مزار پر حاضری کے لئے مقامی آبادی کا کوئی فرد ساتھ ہونا ضروری ہے۔

marfatcom

چکوال موضع ہرڑ میں مزار حضرت حوا نامؑ کے قریب قدیمی آبی گزرگاہ جس پر اب کنواں تعمیر کیا گیا ہے

چکوال راولپنڈی روڈ پر ہرڑ میں موڑ سے ایک کچا راستہ ہرڑ کی طرف جاتا ہے۔ ہرڑ کی آبادی کی جانب مغرب چکوال ہرڑ میں مزار حضرت حوا نامؒ کے قریب چشمہ جس پر اب کنواں تعمیر کیا گیا ہے، اس کنواں میں سارا سال ٹھنڈا اور میٹھا پانی موجود رہتا ہے۔ اس آبی گزرگاہ کے پانی کو اب کنویں کی شکل میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اس ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی وجہ سے یہاں کوئی قدیمی بستی آباد تھی اس تباہ شدہ بستی کے آثار اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ کنویں کے سامنے ایک بلند ٹبہ پر قدیمی درختوں کے قریب دو قدیمی مزار ہیں جو پتھروں سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ کسی عمارت کی پتھر کی بنیاد بھی نظر آتی ہے۔ ماضی میں انسانی آبادیاں پانی کے کنارے آباد تھیں۔ ہرڑ چوک سے ایک سڑک لنگاہ سوہاوہ کی طرف جاتی ہے۔ مسجد کے قریب کئی سکے بھی دریافت ہوئے ہیں۔ یہاں کوئی قدیمی گزرگاہ تھی۔ راقم کو اس مزار اور تباہ شدہ بستی پر حاضری دینے فوٹو حاصل کرنے کے لئے پرپیچ راستوں سے گزرنا پڑا ہے۔

marfatcom

گوجر خان کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے

توپ مانکیالہ کا تاریخی پس منظر

راولپنڈی اور جہلم کے درمیان جی ٹی روڈ پر ایک قدیمی شہر گوجر خان ہے جس کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔ ندی نالوں کھنڈرات کی سرزمین کہیں سرسبز و شاداب ہے۔ کہیں چٹانوں سرخ پتھریلی مٹی پر مشتمل ہے۔ یہ ٹھنڈے میٹھے آبی ذخائر اپنے ارد گرد پرانی تہذیبوں کے آثار اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ انسانی آبادیاں ان مقامات پر آباد تھیں۔جہاں آبی ذخائر تھے۔ پانی کی نعمت ہر جاندار کے لئے نعمت خداوندی ہے۔ آج بھی پہاڑوں کے دامن میں ان مقامات پر انسانی آبادیوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جہاں ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے بہتے ہیں۔ گوجر خان کے مشرق مغرب نشیبی علاقہ میں چند ایسی بستیاں ہیں۔ جہاں نوگزی قبروں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جو گوجر خان کے قدیمی ہونے کے داعی ہیں۔ قدیم زمانہ میں گنبد مینار کا رواج نہیں تھا۔ اہم شخصیت کی قبریں عام قد سے لمبی تعمیر کردی جاتیں تاکہ مرنے والوں کی اہمیت برقرار رہے۔ گوجر خان سے ایک سڑک ریلوے پھاٹک کی جانب سے بھڈانہ کی طرف جاتی ہے۔ یہاں ایک نالہ نے گوجر خان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ بھڈانہ گوجر خان سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں ایک نوگزی لمبی قبر ہے جو پختہ تعمیر ہے۔ چار دیواری بھی ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار شمس کے مطابق صاحب مزار کا نام حضرت مرطوش ہے جو حضرت موسیٰؑ کی نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ قریب ہی موضع بھلوٹ میں ندی کے کنارے نوگزی قبر ہے۔ صاحب مزار کا نام سلسانوش ہے۔ جنڈ بگار کے کھنڈرات میں بھی

marfat.com

نوگزی قبر ہے۔ یہاں مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ گوجر خان شہر کے بڑے بازار سے ایک سڑک مانکیالہ کی طرف جاتی ہے۔ مانکیالہ بہت قدیمی بستی ہے۔ جس کا تاریخی پس منظر کے آخر میں بیان کیا جائے گا۔ مانکیالہ کے قریب ایک سڑک حامد جھنگی کی طرف جاتی ہے حامد جھنگی اور بھروال دلالاں کے قریب گھنے جنگل نما قبرستان میں درخت ہی درخت ہیں۔ ان گھنے درختوں کے درمیان بارہ عدد نوگزی قبریں ہیں جو یہاں پتھروں سے تعمیر کی گئی ہیں۔ دس قبریں شمالاً جنوباً جبکہ دو کا رخ مشرق مغرب کی طرف ہے۔ یہ مزار ہزاروں سال پرانے ہیں۔ عرصہ گزر جانے کے باوجود ان ہستیوں کے نشان نہیں مٹ سکے۔ گھنے درختوں نے ان کا تقدس برقرار رکھا ہے۔ اہل نظر اہل کشف کے مطابق یہ مزار انبیاء کرام یا ان کے خلفاء غازیوں کے ہیں۔ بڑے دروازے پر شیشہ کاری کا کام کیا گیا ہے۔ اصحاب غازی تحریر ہے۔ ہندوستان سے آئے ہوئے بزرگ اللہ دتہ جو یہاں تنہا رہتے ہیں، عرصہ 40 سال سے ان مزارات کی دیکھ بھال، صفائی اور دیا بتی کرتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں مچھروں جیسے زہریلے کیڑے مکوڑوں کے درمیان قیام کرنا بابا اللہ دتہ ہی کا کام ہے۔ بابا اللہ دتہ ان مزارات کے بارے میں کئی راز کی باتیں بیان کرتے ہیں۔ حافظ شمس الدین جو گجرات کے مشہور قصبہ گلیانہ کے رہنے والے تھے، ایک صدی قبل ان کے ہاں سے ملنے والے قلمی نسخہ کے مطابق صاحب مزارات کے نام اسرائیل، انوش از اولاد کلیم اللہ، ہرشیا سلیسیان از اولاد حضرت داؤد فراماں از اولاد حضرت یوسف، سلمان لومال، حزتیل، اسماعیل کا اندراج پایا جاتا ہے۔ ان قبروں کے قریب سنگلاخ چٹانیں، سرخ سفید پتھریلے خشک پہاڑ اپنے اندر کئی داستانیں لئے کھڑے ہیں۔ گوجر خان سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر مشہور قصبہ کلیام ہے۔ ایک بزرگ ہستی کی وجہ سے کلیام شریف کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہاں نوگزی قبریں ہیں کلیام ایک پختہ تعمیر ہے۔ دوسری پتھروں سے تعمیر کی گئی ہے۔ قریب ہی ٹھنڈے پانی کا چشمہ ہے۔ چشمہ کا پانی ایک پتھر سے نکلتا ہے۔ یہاں کسی تباہ شدہ بستی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ تراشے پتھر مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے جابجا نظر آتے ہیں۔ گوجر خان کے لوگ بڑے پیار و محبت والے لوگ ہیں۔ اچھے طریقے سے رہنمائی کرتے ہیں۔ گوجر خان کی حدود میں روات کے قریب توپ مانکیالہ میں ہزاروں سالہ پرانا اسٹوپہ ہے جس کا قطر تقریباً ایک ہزار فٹ ہے۔ وہ چبوترہ جس پر یہ عمارت تعمیر ہے سطح پتھروں کی سلوں سے تعمیر کی گئی ہے۔ بعض پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گئے ہیں۔ اس اسٹوپہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور بعض مورخوں کے خیال میں کہ یہ اسٹوپہ سکندر اعظم نے اپنے گھوڑے سیبو فیلس کی یاد میں تعمیر کروایا۔ بعض روایات کے مطابق یہ راجہ پورس کی مرگھٹ ہے۔ جسے راجے مالک نے جو راجے پورس کا بھتیجا تھا، تعمیر کرایا۔ امپریل گزیٹر آف انڈیا راولپنڈی ڈویژن مطبوعہ 1908ء کے مطابق برج کے مغرب میں جو کھنڈرات پائے گئے وہ راجہ مان کے محل کے بتائے جاتے ہیں جو آتش زنی سے تباہ ہوئے۔ انگریزوں کے دور میں اسٹوپہ میں 10 فٹ سوراخ کیا گیا جو سو فٹ نیچے تک جاتا ہے۔ اب اس پر نیا پتھر لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کے مطابق یہ برج بدھ مت کے زمانہ میں بنایا گیا۔ آئینہ گجرات از شیخ کرامت اللہ کے مطابق یہ اسٹوپہ وہی جگہ ہے۔ جہاں مہاتما بدھ نے اپنے اوپر کا دھڑ شیر کے بچوں کی بھوک مٹانے کے لئے پیش کیا تھا۔ یہ کہانی جنرل کننگھم نے اپنی کتاب میں پیش کی۔ اس خطہ کے مصنفین لالہ گنیش داس، مرزا اعظم بیگ، مولوی عبدالمالک بھی اس رائے کے حامی ہیں۔ یہ اسٹوپہ جسے توپ مانکیالہ کہتے ہیں راجہ پورس کی مرگھٹ ہے۔ یہ

marfatcom

یادگار اس کے بھتیجے راجہ مالک نے تعمیر کروائی تھی۔ یہاں تباہ شدہ بستیوں کے آثار پرانے سکےؑ اوزار بھی پائے جاتے ہیں۔ اس قسم کے اسٹوپے چیپل عبادت گاہوں ٹیکسلا کے کھنڈرات دھرمراجیکا اسٹوپے کے احاطہ میں موجود ہیں۔ اس احاطہ میں سکندر اور راجہ امبی نے قیام کیا تھا۔ محمد انور خان جو محقق ہیں مذکورہ بالا رائے سے اختلاف کیا ان کے مطابق راجہ امبی کی حکومت ٹیکسلا دریائے سندھ اور جہلم کے درمیان تھی جبکہ راجہ پورس کی حکومت جہلم اور چناب کے درمیان تھی۔ قلعہ منگلا پر راجہ امبی کا غاصبانہ قبضہ تھا۔ راجہ اچھی کی مادی قوت زیادہ تھی جبکہ راجہ پورس بہادر انسان تھا۔ لہذا منگلا کا قلعہ پورس نے اپنی بیٹی کے جہیز میں دیا۔ مانکیا کو راجہ پورس کا مرگھٹ قرار دینا غلط ہے۔ سکندر اعظم کا گزر اس طرف نہیں ہوا۔ وہ ٹیکسلا سے براستہ پنڈ دادنخان مونگ آیا۔ پورس سے لڑائی کے بعد پھالیہ جہاں سکندر اعظم کے گھوڑے کی قبر ہے، کنجاہ، جلالپور جٹاں، بہلول پور، سیالکوٹ، پسرور اور لاہور سے ہوتا ہوا بیاس تک گیا۔ مانکیالہ کے بارے میں یہاں کوئی گاؤں نہ تھا یہ ایک میدان تھا۔ جہاں شہزادہ کنالا آباد ہو گیا۔ ایک عبادت گاہ اسٹوپہ (پنجابی میں توپ) درس گاہ تعمیر کرائی۔ یہ تعمیرات 237 ق م سے 272 ق م تک مکمل ہوئیں۔ یہاں کم و بیش 5 ہزار طلبہ اور بھکشو آباد تھے۔ 460ء میں سفید ہن حملہ آور ہوئے۔ قتل و غارت کے بعد پنجاب میں انسانی آثار مٹا دیئے گئے۔ 525ء میں ہندوؤں کے سردار مہرگل کو گپت خاندان کے یشودھرمال نے شکست دیکر دوبارہ آباد کیا لوگ پھر کشمیر کی پہاڑیوں سے اتر کر آباد ہوئے 460ء میں ہزاروں طلبہ بھکشو مارے گئے۔ ان کی مالائیں بارش کے پانی میں بہہ کر آنے والی مٹی میں دب گئیں۔ دوبارہ آبادی کے

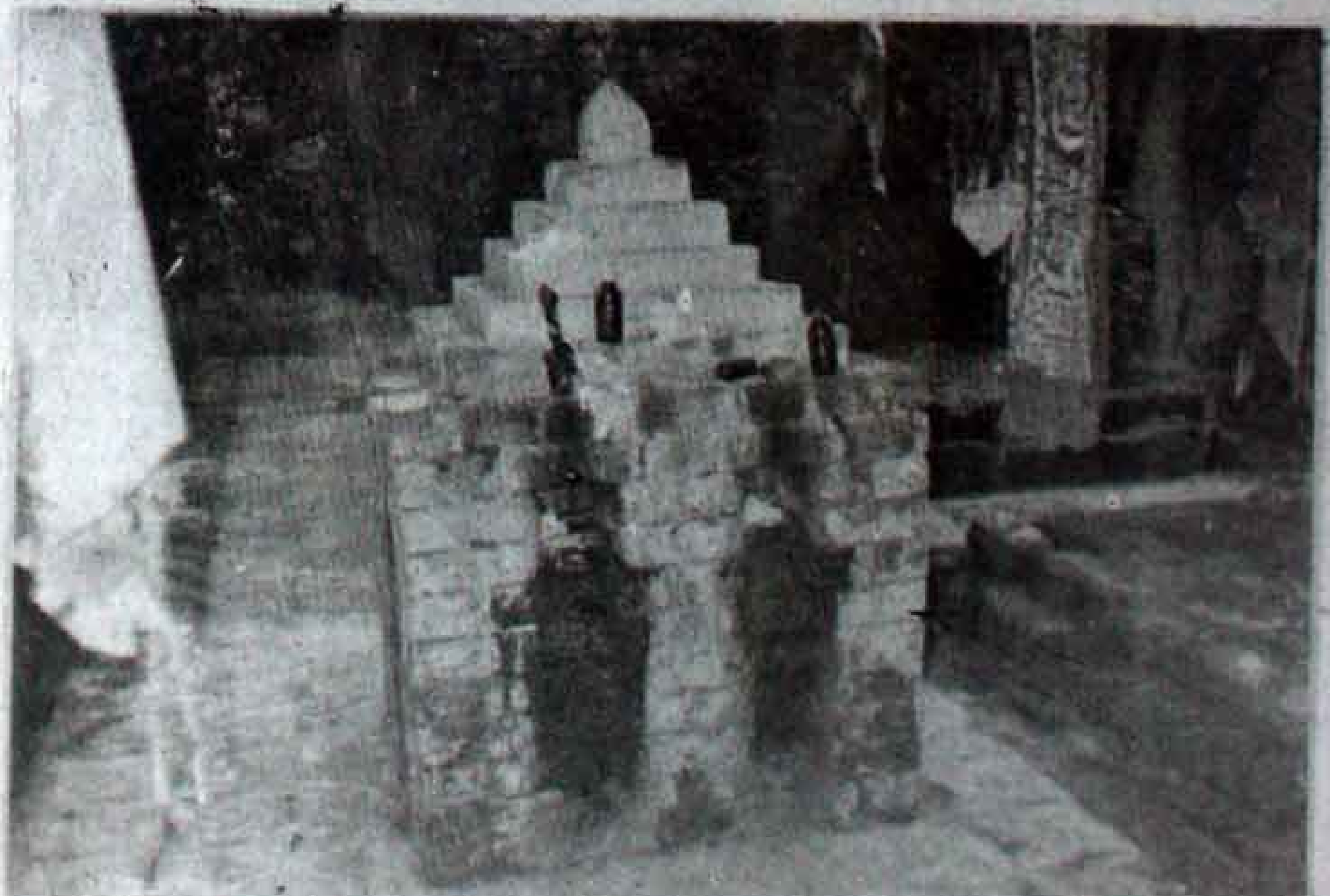

گوجر خان حامد جنگی میں نو گز لمبا مزار

marfatcom

بعد ان مالاؤں کے منکے بر آمد ہونا شروع ہوئے۔ آبادی کا نام مانکیالہ یعنی منکوں والا مشہور ہوگیا۔ شہزادے کی زندگی میں اس درس گاہ کی دوسری شاخ گوجر خان کے قریب قائم کی گئی تھی۔ وہاں سے بھی منکے بر آمد ہوئے۔ اس کا نام بھی مانکیالہ پڑگیا۔ ان دونوں کی شناخت اس طرح ہوئی کہ روات کے قریب مانکیالہ میں اسٹوپہ تھا۔ اس وجہ سے اسے مانکیالہ توپ کہاگیا۔ گوجر خان کے قریب مانکیالہ براہمن کہلانے لگا۔ یہاں براہمن آباد ہوگئے۔ روات کے قصبہ میں پرانے قلعے اور پتھروں سے تعمیر شدہ مسجد ہے۔ یہ نوگزلمبی قبریں پرانے آثار اس بات کے داعی ہیں کہ گوجر خان ایک قدیمی بستی ہے۔ ندی نالوں کھنڈرات کے علاوہ سرخ زرخیز مٹی، میدانوں میں ہری بھری شاداب فصلیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہاں ماضی میں اجناس اشیائے خوردنی کی فراوانی تھی۔ غلہ منڈی کی وجہ سے یہ علاقہ خوشحال تھا۔ مغرب مشرق سے آنے والے تجارتی قافلے یہاں قیام کرتے۔ اپنی اور بار برداری کے جانوروں کی پیاس اس پانی سے بجھاتے۔ میاں سائیں محمد حسین سرکارؒ کا آستانہ بھی ہے۔ جو حضرت سائیں کرم الٰہی کانوانوالی سرکارؒ کے بالکے ہیں۔ ان کا مزار عالی شان انداز میں تعمیر کیاگیا ہے۔

گوجر خاں کے قریب حامد جھنگی میں ۱۲ نوگزلمبے مزارات

گوجر خاں کے مین بازار سے ایک سڑک جانب جنوب مانکیالہ کی طرف جاتی ہے مانکیالہ سے ایک کچی سڑک شمال کی طرف حامد جھنگی کی طرف جاتی ہے۔ حامد جھنگی کے قریب قبرستان میں بڑے بڑے درخت بھی ہیں۔ یہاں قدیمی دور کے نوگزلمبے بارہ مزارات ہیں جن کی لمبائی نوگز ہے۔ جو پتھر سے تعمیر شدہ ہیں۔ حافظ شمس الدین گلیانوی کے ہاں ملنے والے قلمی نسخہ میں صاحب مزارات کے نام اسرائیل، انوش، ہرشیا، سلمیان، فاحان، سلمان، لومال، حزقیل، اسماعیل ہیں ان میں دس قبریں شمال جنوب ہیں اور دو کی سمتیں مشرق مغرب ہیں۔ ان میں اسرائیل اور انوش موسیٰؑ کی اولاد سے ہیں اور ہرشیا حضرت داؤدؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں

مانکیالہ کے قریب ایک سڑک حامد جھنگی کی طرف جاتی ہے حامد جھنگی اور بھروال دلالاں کے قریب گھنے جنگل نما قبرستان میں درخت ہی درخت ہیں۔ ان گھنے درختوں کے درمیان بارہ عدد نوگزی قبریں ہیں۔

marfatcom

تاریخ کا ایک مدفن، خزانہ ٹیکسلا

ٹیکسلا کی کھدائی سے صرف چند سال پہلے وہاں ریتلے ٹیلے چھوٹی خشک پہاڑیاں اور ویران زمین کے قطعے تھے۔ لیکن اب عہد رفتہ کی یادگاریں مسمار شدہ مندر عبادت گاہیں اور موہن شہر تاریخ کا ایک زریں باب بن گئے ہیں۔ اور تاریخ دانوں کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں رہا کہ دو ہزار سال پہلے اس خطے میں خوبصورت شہر آباد تھے۔ جو دولت، علم و ہنر اور فن میں اتنے ترقی یافتہ تھے کہ یونان اور ایران کی تہذیبیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں تھیں۔ یہ ساری وادی ایک زرخیز علاقے پر مشتمل تھی جسے دریا ہرو اور اس کی دو معاون ندیاں ہندی اور سمترا سیراب کرتی تھی۔ جانے وہ دریا کیا ہوئے اور وہ ندیاں کہاں گئیں۔ زمانے کے نشیب و فراز اور بدلتی تہذیبوں اور بڑھتی ہوئی آبادی سے ملک کے محل وقوع اور رقبے بھی بدل جاتے ہیں۔ ارد گرد سر سبز پہاڑیاں تھیں اور بیچ میں کشادہ اور کھلے میدان زمانہ قدیم میں سب حملہ آور سرحد کی طرف سے ہی ہندوستان پر حملہ آور ہوتے تھے اور ٹیکسلا کی وسیع آبادی چونکہ پنجاب میں جانے کے لئے راستے میں پڑتی تھی اس لئے ہمیشہ بہت اہمیت کی حامل رہی۔ اس لئے مختلف تہذیبیں پروان چڑھیں نئی حکومتیں معرض وجود میں آئیں اور وقت کے تیز دھارے کے ساتھ زوال پذیر بھی ہوئیں۔

326 قبل مسیح میں یونان کے فاتح سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا، ٹیکسلا کا علاقہ ان دنوں اٹک سے جہلم تک پھیلا ہوا تھا۔ جو فوراً سکندر کے قبضے میں آیا۔ جب سکندر کی جنگ راجہ پورس سے ہوئی تو ٹیکسلا کے راجہ امبھی نے فوج اور جنگی سامان سے سکندر کی مدد کی، سکندر اتنا خوش ہوا کہ نہ صرف راجہ کو ٹیکسلا کا سارا علاقہ واپس کر دیا بلکہ ارد گرد کے مفتوح علاقے بھی دے دیئے۔ لیکن 323 قبل از مسیح میں سکندر کی اچانک موت سے اس کی فتوحات کا شیرازہ بکھر گیا۔ راجہ چندر گپت موریہ نے بعد میں شمالی ہندوستان کا مشہور اور قابل بادشاہ بن کر حکومت کی۔ ان حالات کا فائدہ اٹھایا اس نے اٹک

marfatcom

سے یونانی افواج کو دھکیل کر سارے علاقے جن میں ٹیکسلا بھی شامل تھا اپنی حدود میں شامل کر لیا لیکن ٹیکسلا کے حکمران نے پھر آزادی حاصل کر لی اور چندر گپت موریہ کے قبضے سے آزاد ہوگیا۔ لیکن اس کے جانشین اشوک نے پھر ٹیکسلا فتح کر لیا۔ اور اس کا وائسرائے مقرر ہوگیا۔ اشوک کا دور حکومت بہت کامیاب تھا۔ لیکن اشوک کی وفات کے بعد موریہ خاندان کا عروج زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکا۔ اس لئے تیسری صدی قبل از مسیح کے اخیر میں ٹیکسلا کی وادی ایک بار پھر آزاد ہوگئی۔

دوسرا یونانی دور

سکندر اعظم کے ساتھ بے شمار یونانی فوج اور جرنیل آئے تھے جو واپسی پر یہاں ٹھہر گئے یا سکندر اعظم انہیں اپنے مفتوح علاقوں کی حفاظت کے لئے خود چھوڑ گیا۔ سکندر کی وفات کے بعد ایسے کافی یونانی مجاری شمال مغربی سرحدوں پر آباد ہوگئے۔ باخیرہ اس کا پایہ تخت تھا۔ یہ لوگ جنگجو اور فوجی قابلیت رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سرحد کے کافی علاقے کے ساتھ ٹیکسلا کو بھی فتح کر لیا۔ تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ 170 قبل از مسیح میں یونانی ٹیکسلا کے حکمران تھے۔ یونانیوں نے 100 سال تک ٹیکسلا پر حکومت کی۔ پھر ستیان کے رہنے والے جنگجو لوگوں نے برصغیر کی سرحدی چوکیوں پر قبضہ کر لیا وہ اٹک کو عبور کر کے آئے اور پنجاب پر حملہ کر دیا۔ پہلی صدی میں انہوں نے ٹیکسلا پر بھی قبضہ کر لیا یہ حملہ آور تاریخ میں مشہور ہوئے۔ کچھ سالوں کے بعد پارتھینز نے پنجاب اور ٹیکسلا پر قبضہ کر لیا اس دوران بارہا تاریخ سے رابطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے تاریخی حوالے موجود نہیں اور وقت کا دھارا ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

کشن خاندان

50 قبل از مسیح یا 10 قبل از مسیح میں کشن ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ وہ چین کے شمال مغرب سے آئے تھے۔ انہوں نے پارتھیا خاندان کو شکست دی اور وادی کابل اور ٹیکسلا پر قبضہ کر لیا۔ دوسری صدی عیسوی میں اس خاندان کا نامور اور مشہور بادشاہ کنشک تخت نشین ہوا۔ وہ بہت بڑا فاتح تھا اور اس نے اپنی سلطنت میں بہت سا علاقہ فتح کر کے شامل کیا اس کی حکومت کی حدود کابل، قندھار اور کاشغر سے لے کر بنگال تک پھیلی ہوئی تھی۔
پانچویں صدی عیسوی تک کشن خاندان نے ہندوستان کے شمالی حصوں میں حکومت کی اور فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔
کنشک جیسا قابل حکمران اور کوئی نہ تھا۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے پشاور میں اپنا دارالخلافہ بنایا۔
پشاور کا اصلی نام پشپ پورہ تھا۔ پشپ سنسکرت میں پھول کو کہتے ہیں۔ اور اس شہر میں پھول بہت کھلتے تھے۔
پرانی تحریروں میں پشاور کے گلاب کا بہت ذکر ملتا ہے۔ وہاں اب بھی بہت خوبصورت گلاب پیدا ہوتا ہے۔
پشپ پورہ کا نام شائد بگڑ کر پشاور بن گیا یا پیش آور سے بھی یہ نام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سارے حملہ آور خیبر پاس سے ہی برصغیر میں داخل ہوئے تھے اور پشاور پہلا بڑا شہر تھا۔ کنشک نے پشاور میں ایک بہت بڑا خوبصورت محل بھی بنوایا۔ جو صدیوں تک قائم رہا چونکہ راجہ بدھ مت کا پیروکار تھا اس لئے یہاں بدھ خانقاہیں اور عبادت گاہیں بھی بے شمار بنوائیں ابھی بھی مردان کے پاس تخت بائی کے کھنڈرات بدھ مت کی عبادت گاہوں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔
جب بدھ مت کے پیروکار حکمران تھے اور اپنے مذہب کے پرچار کے لئے ایسی عظیم خانقاہیں تعمیر کرتے تھے جو

marfatcom

یونیورسٹی بھی تھی یقین نہیں آتا کہ ان سنگلاخ پہاڑیوں میں انسانی ہاتھوں نے اتنی خوبصورت اور پائیدار عمارتیں بنائی ہوں جب ذرائع آمد ورفت مشکل تھے اور انسان پتھر اور دھات کے زمانے میں بستا تھا۔ ان چٹانوں اور پتھروں کو دیکھ کر تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت کا انسان موجودہ دور کے انسان سے بہت آگے تھا۔

ٹیکسلا کے کھنڈرات میں بہت سے ساسانی سکے دستیاب ہوتے ہیں۔ کچھ تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ یہ کشن خاندان کے زوال کی وجہ ساسانی لوگوں کا حملہ تھا۔ ٹیکسلا میں بدھ مت کی جو نشانیاں کھدائیوں میں ملی ہیں اس میں کشنک کے دور کی بہت چیزیں ہیں جس نے مذہب کے فروغ کے لئے بہت کام کیا۔ لیکن یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ٹیکسلا ساسانی حملہ سے تباہ نہیں ہوا بلکہ "ہن" حملہ آور جو خونخوار اور ظالم بھی تھے 455 میں ہندوستان پر حملہ آور ہوئے اور ٹیکسلا کو بھی تباہ کر دیا۔ ان کے حملے سے گپتا خاندان کی سلطنت ٹوٹ گئی اور شمالی ہندوستان میں بربریت اور قتل وخون کی ہولی کھیلی گئی جس سے اس ملک میں ایسی تباہی آئی یہ عرصہ تک نہ سنبھل سکا۔ ایک چینی سیاح خاح یان 400 میں بدھ مت کی مقدس زیارتوں کے لئے ہندوستان آیا۔ اس نے اپنی تحریروں میں شمال مغربی سرحدی صوبے اور خاص کر ٹیکسلا کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے یہاں بدھ مت کی نایاب چیزیں ہیں۔ مقدس عبادت گاہیں ہیں یادگاریں ہیں اور ٹیکسلا کی سرسبز وادی کی بہت تعریف کی ہے۔ اور اس کے کوہساروں کے متعلق بھی لکھا ہے۔

لیکن ہن حملہ آوروں نے ٹیکسلا کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ عبادت گاہوں کو مسمار کر دیا۔ نذر آتش کر دیا۔ اور ویرانی اور بربادی سے وادی کو تہہ وبالا کر ڈالا۔ اس کے بعد ٹیکسلا کو وہ شہرت نصیب نہ ہوئی تاریخی حوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ساتویں صدی میں ٹیکسلا وادی کشمیر کا صوبہ بن گیا تھا اور ملک میں نئی حکومت سے بدھ مت کی نشانیاں مٹ رہی تھیں۔ اور بدھ مت زوال پذیر تھا۔ ٹیکسلا صدیوں تک مٹی کے تودوں کے نیچے دبا رہا۔ مختلف حکومتیں آئی صدیاں گزرتی گئیں وقت تیزی سے اپنی تبدیلیاں لاتا رہا لیکن وہ میدان اور وسیع وادی جو کبھی علم و دانش اور بدھ مت کا گہوارہ تھی عہد رفتہ کی تمام یادیں دامن میں سمیٹے مدتوں مٹی کے نیچے دبی رہیں سب جانتے ہیں کہ یہاں پرانی تہذیبوں نے جنم لئے وہ پھلی پھولیں تاریخ پر اپنے نشان چھوڑے لیکن اب کوئی آثار کوئی پتھر کوئی سِل حوادث زمانہ سے محفوظ نہیں یہ تو اچھا ہوا کہ چند سال پہلے چند مزدوروں نے گھر بناتے ہوئے کچھ پرانے سکے اور پرانی اینٹیں وہاں دیکھیں۔ اعلیٰ حکام کو خبر ہوئی جنھوں نے محکمہ آثار قدیمہ سے رابطہ کیا اور ریسرچ پارٹیاں بھیجی گئیں تو چند ہفتوں کے بعد ہی پتہ چلا کہ یہاں دور گم گشتہ کے ایسے سنہری دور مدفن ہیں جو ایک تاریخ میں اثاثہ ہیں اور زمانہ کے ساتھ دفن ہوگئے ہیں۔ جب سب چیزیں مٹی زیر زمین نکلتی شروع ہوئی تو ہر ایک چیز زمانے سے رابطہ کرتی گئی اور یوں محسوس ہوا گویا صدیاں پلک جھپکنے میں گزر گئی ہوں۔

عہد رفتہ کی جو نشانیاں ٹیکسلا میں ملی ہیں۔ ان میں ایک "دھرم راج نٹوپا" بھی شامل ہے۔ جو ایک وسیع عریض میدان میں بنا ہوا ہے۔ اس کے نزدیک اور چھوٹے سٹوپا مندر اور پجاریوں کے مکان بھی ہیں۔ بڑا اسٹوپا گول ہے۔ اس کے اوپر ایک چبوترہ بنا ہوا ہے۔ اس کے نیچے سیڑھیاں جو غالباً پوجا کے چکر لگانے کی غرض سے بنی ہوئی ہیں۔ چھوٹے سٹوپوں میں ایک بالکل پتھر کا بنا ہوا ہے جہاں ایک چھوٹا سا ڈبہ بھی ملا ہے۔ جو چار یا پانچ

marfat.com

انچ چوڑا ہے ۔ اس ڈبے میں ایک اور چھوٹا ڈبہ ہے ۔ جس میں ہڈیاں راکھ ، کچھ سونے کے سکے اور موتی بھی ملے ہیں ۔ بدھ مت میں جب ان کا کوئی مذہبی رہنما یا پروہت مر جاتا تھا تو اس کی لاش کو جلا کر اس کی راکھ میں ہڈیاں اور قیمتی پتھر اور سونا اس کے مرتبے کے مطابق ڈال کر زمین میں دفن کرتے تھے اور اوپر ایک سٹوپا بنا دیتے تھے ۔ جو سٹوپا ملے ہیں وہ سب مذہبی رہنماؤں کے ہیں لوگ ان کی زیارت کرتے تھے ۔ یہ رسم پرانے یونانیوں اور مصریوں میں تھی ۔

مصری نعش کو جلاتے نہیں تھے لیکن مردے کے ساتھ زیورات قیمتی پتھر اور سونا ضرور دفن کرتے تھے ۔ بڑے لوگوں کی لاشوں کو مصالحہ بھر کر لافانی کر دیا جاتا تھا ۔ مال و دولت کے ساتھ رکھنے کی ایک غرض ان کے نزدیک یہ تھی کہ شیطانی طاقتوں کو مرنے کے بعد مصیبت سے دور رکھا جائے ۔ عجیب سوچ تھی لیکن یہ تھی ، اس لئے ابھی تک فرعون ملکہ قلوپطرہ اور ایسے لوگوں کی لاشیں موجود ہیں ۔ اس سٹوپا کے تبرک خانے میں ایک اور پتھر کا سٹوپا ملا ہے ۔ جس کے نیچے بہت ہی قیمتی پتھر اور موتی دستیاب ہوتے ہیں ۔ اس سٹوپے کے بالکل قریب ویسا ہی ایک اور سٹوپا ہے جس کے ساتھ کئی سکے اور قیمتی دھاتوں کے ٹکڑے ملے ہیں ۔ یہ کھدایاں 1927ء میں ہوئیں اور اس وقت کی حکومت ہند نے یہ سب چیزیں سری لنکا کی حکومت کو تحفہ میں دے دیں جو ابھی بھی ان کے ایک بڑے اور تاریخی مندر میں پڑی ہوئی ہیں ۔ سری لنکا میں بدھ مت کے پیرو ابھی بھی بہت ہیں ۔

ان سٹوپوں کے علاوہ دھات ، چونے اور پتھر کی بنی ہوئی مورتیاں بھی ملی ہیں ۔ ایک اور سٹوپا میں چاندی کا ایک ڈبہ ملا ہے جس کے اندر ایک سونے کی ڈبیہ ہے جس میں ہڈیاں اور ان کی راکھ ہے ۔ تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ یہ ہڈیاں جو اتنے اہتمام کے ساتھ سونے کی ڈبیہ میں محفوظ ہیں گوتم بدھ کے اپنے جسم کی ہڈیاں ہیں لیکن وثوق سے نہیں کہا جاسکتا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی بودھ دستا یعنی بدھ مت کے خاص پروہت یا پجاری کی ہوں کیونکہ انہیں بھی بہت قابل عزت سمجھا جاتا تھا ۔

ایک مندر میں مہاتما بدھ کا ایک مجسمہ دستیاب ہوا ہے ۔ جس کا صرف ایک پاؤں محفوظ ہے ۔ اور لباس کا کچھ حصہ نظر آتا ہے ۔ اس کے سائز سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجسمہ کم از کم 35 فٹ اونچا ہوگا اور ایک چھوٹے سے سٹوپا سے سونے کے نہایت نفیس سکے ملے ہیں جو کشن دور سے تعلق رکھتے ہیں ۔ کشن خاندان کے سب سے مشہور اور بدھ مت کو فروغ دینے والا راجہ کنشک کا دار الخلافہ پشاور میں تھا اور ٹیکسلا اس کی سلطنت میں شامل تھا ۔ راجہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہر سال کشمیر جاتا اور وہاں کنشک پورہ کے نام سے اس نے ایک شہر بھی آباد کیا جو بارہ مولا کے قریب تھا بدھ مت کے فروغ کے لئے عبادت گاہیں اور تفریح گاہیں بنائیں اور ایک بار بدھ مت کی بہت بڑی کانفرنس بھی وہاں منعقد کی جس میں کم از کم 5000 زائرین شریک ہوئے ۔ وہ جب کشمیر جاتا تو پشاور سے ٹیکسلا ضرور رکتا ۔ جہاں اس زمانے میں بدھ مت کی یونیورسٹی قائم تھی ۔ یہ جگہ یہ اجڑا ہوا شہر یہ مندروں اور بوسیدہ عمارتوں ، عبادت گاہوں کا مسکن ایک پر رونق آباد اور تاریخی شہر ہوگا ۔ یہاں مذہبی کانفرنسیں منعقد ہوتی تھیں ۔ زائرین آتے تھے ۔ اور شمالی ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے تعلیم حاصل کرتے تھے ۔ وقت کتنی

marfatcom

تبدیلیاں لاتا ہے ۔ رواں رہتا ہے ۔ ٹھہرتا نہیں ۔ اور صدیاں گزر جاتی ہیں ۔ کنشک راجہ اور کشن خاندان کی بے شمار یادگاریں کتبے اور سکے ان راکھ کے ٹیلوں میں زندہ جاوید ہیں ۔ جو اس دور کے ساتھ وابستہ ہیں ۔ جب تاریخ میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوئیں جو زمانے پر اپنے ان مٹ نشان چھوڑ گئیں ۔

سٹوپا عبادت گاہیں اور ایسے گاؤں کچھ اور عمارات کے نشان بھی یہاں ملے ہیں ۔ مہاتما بدھ کے دو بڑے مجسمے بھی ملے ہیں ۔ ایک تالاب بھی کھدائیوں میں نکلا ہے ۔ جس کے ارد گرد چار چھوٹے سٹوپا بنے ہوئے ہیں ۔ یہ پارتھیا حکمرانوں کے دور کی یادگار معلوم ہوتا ہے ۔ اور ایک سٹوپا میں کچھ راکھ اور کشن خاندان کے سکے ملے ہیں ۔ اس کے علاوہ بے شمار چھوٹی مورتیاں اور پرانے سکے دستیاب ہوئے ہیں ۔ جن سے ٹیکسلا کی فن تہذیب پر بہت روشنی پڑتی ہے ۔ سرکپ کے کھنڈرات دیکھ کر سارے شہر کا نقشہ ذہن میں گھوم جاتا ہے ۔ مکانات بازار دکانیں پختہ گلیاں چوراہے شاہی محل سٹوپا مندر اور یونیورسٹی کی عمارت میں اس شہر کے کھنڈرات دستیاب ہوتے ہیں ۔ جنڈیال سرکپ کے شمال میں دو بڑے ٹیلے جنڈیال کے نظر آتے ہیں ۔ جہاں ایک جگہ ایک بہت بڑے مندر کے کھنڈرات ملے ہیں ۔ یہ مندر غالباً ایک اونچی پہاڑی پر بنایا گیا تھا جس کی اونچائی 25 فٹ تھی یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ مندر کس مذہب کے پیروکاروں کا ہے کیونکہ یہاں یونانی بھی حکمران رہے اور ہندو بھی لیکن اس بات کا یقین ہے کہ پارتھیا دور حکومت میں جب زرتشت کا مذہب یہاں رائج تھا ۔ یہ مندر اس زمانے میں بنایا گیا پھر تو ایسے لگتا ہے کہ زرتشت مذہب کے پیروکاروں کی یہ عبادت گاہ ہوگی ۔

پرانی تاریخ میں بعض باتیں یقین سے نہیں کہی جاسکتی اس لئے کہ بسا اوقات تحریریں موجود نہیں ہوتیں رابطہ نہیں رہتا اور تاریخ میں اندھیرا چھا جاتا ہے ۔ دوسرے ٹیلے پر ایک بہت بڑی عمارت کے کھنڈرات ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی دو اور سٹوپا ہیں جہاں پاس ہی ایک اور سٹوپا ہے ۔

سرکپ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر سرسکھ شہر کے کھنڈرات ملے ہیں ۔ یہ ٹیکسلا کا آخری اور سب سے جدید شہر تھا جو غالباً راجہ کنشک نے بنوایا ۔ یہاں اس راجہ کے دور کے کچھ تانبے کے سکے ایک آئینے کا ہاتھی دانت کا دستہ اور شہنشاہ اکبر کے زمانے کے کچھ سکے بھی دستیاب ہوئے ہیں ۔ یہاں کی کھدائی میں سب سے کم پرانی چیزیں ملی ہیں ۔ جو سکے ملے ہیں وہ راجہ کنشک راجہ ہرش اور راجہ واسو دیو کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ زیادہ تر کشن دور کی چیزیں ہیں ۔ اس سے یہ اندازہ تو ہوتا ہے کہ یہ شہر تیسری صدی عیسوی میں تعمیر ہوا ہوگا ۔ اکبر کے سکوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مغل بھی یہاں قیام کرتے ہوںگے آخر سرحد اور کشمیر ان کی مملکت میں شامل تھا ۔

بدھ مت کی جو چیزیں اور عمارتوں کے کھنڈرات "جولیاں" کے مقام پر ملے ہیں وہ بہت اچھی حالت میں ہیں ۔ بعض سٹوپا پر تصویروں کے خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے ہیں ۔ پرانے کنوئیں کی بوسیدہ اینٹوں کو دیکھ کر اس زمانے کی کھیتی باڑی کی تصویر ذہن میں ابھرتی ہے ۔ عبادت گاہوں کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے حجرے ہیں ۔ جو اس دور کی طرز تعمیر کا ایک خاص حصہ معلوم ہوتے ہیں ۔ ایک طرف غسل خانہ باورچی خانہ نشست گاہ، نعمت خانہ اور انبار خانہ کے کھنڈرات بھی ملے ہیں ۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی طرز رہائش بہت اچھی تھی اور وہ تہذیب سے نا آشنا نہیں تھے ۔

marfatcom

ٹیکسلا میں آتشزدگی

ٹیکسلا کی کھدائیوں میں اس بات کا شدت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس پر رونق شہر کی آخری تباہی ایک خوفناک آتشزدگی سے ہوئی۔ پرانے وقتوں میں شہروں کی تباہی طوفانوں، زلزلوں اور قحط سے ہوتی تھی۔ وہ تو اس سائنس کی دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ قدرت کی آفتوں سے انسان بچ نہیں سکتا۔ ایسی چیزیں ملی ہیں جو جلی ہوئی ہیں۔ لیکن مٹنے سے محفوظ ہوگئی ہیں۔ تاریخ دانوں کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ آگ 5 صدی عیسوی کے لگ بھگ لگی کیونکہ ان بوسیدہ حجروں میں ایک یاقوت کی جلی ہوئی مہر بھی ملی ہے۔ جس پر گپت خاندان کے نشانات ہیں۔ گپت خاندان کی ایک تحریر بھوج پتر پر لکھی ہوئی ملی ہے۔ یہ پتر کشمیر سے غالباً آتا تھا۔ یہاں ساسانی دور کے سکے، کشن خاندان کے سکے، مٹی کی مورتیاں اور تانبے کے زیورات مختلف دور کے ملے ہیں۔ ٹیکسلا کے سب سے

پرانے شہر بھیڑ میں مٹی کی مورتیاں، چاندی اور تانبے کے سکے، مونگے، نیلم یاقوت اور سونے کے زیورات ملے ہیں۔ ان میں سے بعض کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں یہاں تیسری صدی قبل از مسیح سے بھی پہلے تھیں اور بعد میں دو مختلف دور حکومتوں میں اور چیزیں شامل ہوتی گئیں۔ زمانے کے نشیب و فراز نے ان سب چیزوں یادگاروں، مٹی تانبے اور سونے کے نوادرات کو عہد رفتہ ضرور بنا دیا ہے لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ ہم سے بہت پہلے بلکہ صدیوں پہلے یہاں اتنے تہذیب یافتہ لوگ آباد تھے اتنے باصلاحیت لوگ موجود تھے جو فن فنون لطیفہ میں اتنے آگے تھے تو دنیا کی بے ثباتی پر افسوس ہوتا ہے اور انسان خواہ مخواہ سوچتا ہے کہ آنے والی صدیوں میں دور جدید کا انسان بھی ٹیکسلا کے موخن شہریوں اور مدفن لوگوں کی مٹی اور ہڈیوں کی طرح عہد رفتہ ہو جائے گا۔ اور آنے والے وقت کے تاریخ دان دور جدید کے انسان کے متعلق بھی وہی باتیں کر سکیں گے جو ہم ان صدیوں پرانے انسانوں کے متعلق کرتے ہیں۔ لیکن شاید اس کا نام دنیا ہے جو کروڑوں سال سے قائم ہے۔

بشکریہ مشرق میگزین تحریر: ثریا کے ایچ خورشید

حضرت سائیں محمد حسین سرکارؒ آف گوجر خان خلیفہ اول وبالاکا حضرت سائیں کرم الٰہی کانوانوالی سرکارؒ

قدیم ترین بستیاں گجرات اور گوجر خان کی سرزمین پر قدم قدم پر روحانیت ولایت اور فیض کے چشمے جاری ہیں۔ گجرات کی دھرتی پر انبیاء کرام کے مزارات کے علاوہ اولیاء کرام کے آستانے ہیں ایسے ہی آستانوں میں ایک آستانہ حضرت سائیں کرم الٰہی المعروف کانواں والی سرکارؒ کا ہے۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ مرد کامل کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ مرد کامل کا معاملہ عام انسانوں کے فہم وادراک سے بالاتر ہوتا ہے۔ سچا یقین ہو تو اس وسیلے سے بھی اولیاء اللہ کی فیض رسانی کا عمل جاری رہتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کو خوف بھوک جان ومال ہر قسم کے نقصان سے آزمایا جاتا ہے۔ لیکن وہ ثابت قدم رہتے ہیں۔ وہ دنیا کے آرام وآسائش نمود ونمائش سے بے نیاز ہو کر اللہ کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے دلوں میں زندگی اور موت کا فرق مٹ جاتا ہے۔ یہی وہ خصوصیات ہیں جو اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہیں ان لوگوں نے اپنی صفات کو اپنی ریاضت مجاہدات سے اپنی ذات میں اجاگر کیا۔ اس طرح اپنے محبوب کا قرب حاصل کیا۔ ان ہی ہستیوں کے وسیلے سے معرفت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی خدمت اور ہدایت کے لئے ان نیک ہستیوں کو ذمہ داری سونپی مسلمانوں پر ان نیک ہستیوں نے نور کے چراغ روشن کئے ہوئے ہیں۔ جہاں بھٹکی ہوئی مخلوق کو گمشدہ راستہ مل جاتا ہے۔ ان ہی نیک ہستیوں میں ایک ہستی حضرت سائیں کرم الٰہی کانواں والی سرکارؒ کی ہے۔ آپ نے اپنے مرید خاص حضرت سائیں محمد حسینؒ کو حکم دیا کہ گوجر خان میں ڈیرے جمالو اور مخلوق خدا کو فیض پہنچاؤ۔ چنانچہ آپ نے پیشوا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گوجر خان میں ڈیرہ جمالیا۔ حضرت سائیں محمد حسین کا تعلق گجرات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کروڑوں روپے کی جائیداد سے نوازا تھا لیکن مرشد پاک کے حکم پر آپ نے یہ سب کچھ چھوڑ دیا اور گوجر خان کے شہر میں یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ برساتی نالوں کھولے کھنڈرات بے ٹیلوں کی سرزمین گوجر خان کی یہ خوش نصیبی ہے کہ انہیں حضرت سائیں محمد حسین سرکار کی ہستی کے قدم چومنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ گوجر خان کے گردونواح قدیمی اور ہزاروں سال قبل انبیاء کرام کے مزارات ہیں گاؤں حامد جھنگی میں بارہ نوگز لمبے مزارات ہیں۔ بڈانہ میں نوگز لمبا مزار ہے۔ پہلوٹ میں بھی نوگز لمبے مزارات ہیں۔ اسی طرح کلیام میں دو نوگز لمبے مزارات ہیں۔ رانی گھمی طرز کے پاس بھی نوگز لمبا مزار ہے۔ اللہ کے یہ نیک بندے رشد وہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر مخلوق کے پاس آئے۔

حضرت سائیں محمد حسین سرکار کو اپنے پیشوا حضرت سائیں کرم الٰہی کانواں والی سرکارؒ سے دلی عقیدت تھی۔ ہر سال عرس مبارک پر گجرات تشریف لاتے تو انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کی کار پر لپکتا ہر کسی کی یہ خواہش ہوتی کہ کسی طرح آپ کا دیدار ہو جائے۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ راقم سائیں سرکار کے آستانہ پر گوجر خان پہنچا۔ اس وقت گیارھویں شریف کا ختم شروع تھا ختم کے بعد دعائے خیر مانگی گئی۔ دعا کے فرائض آپ کے بھتیجے نے سرانجام دیئے۔ چونکہ آپ دعا بہت لمبی مانگتے تھے [illegible] دعا کے بعد لنگر کا سلسلہ جاری ہوا۔ لنگر پانچ قسم کے

marfat.com

کھانوں پر مشتمل تھا۔ ہر خاص و عام میں یہ لنگر تقسیم کیا جاتا۔ بڑے ہال میں حاضرین کو بٹھا کر عزت و احترام سے لنگر دیا جاتا کوئی جتنا چاہے جی بھر کر کھائے لنگر کے بعد قوالی کا سلسلہ جاری ہوا۔ رات گئے تک قوال حمد و ثناء بیان کرتے رہے۔ زائرین کے قیام کے لئے تہہ خانے بنائے گئے ہیں۔ موسم کے لحاظ سے بستر مہیا کئے جاتے ہیں۔ صبح بھی اعلیٰ قسم کا لنگر پیش کیا جاتا ہے۔ آستانہ پر چاند کی ہر ماہ رات کی دسویں تاریخ کو گیارھویں شریف کا ختم مبارک ہوتا ہے اور سالانہ عرس مبارک 10 ستمبر کو منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر دن رات لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ جو عقیدت مند رات قیام کرتے ہیں ان کے غسل کے لئے غسل خانے تعمیر کئے گئے ہیں۔ قریب ہی مسجد بھی ہے۔ پینے کے لئے ٹھنڈے پانی کا بجلی کا کولر بھی رکھا ہوا ہے۔ آپ کا مزار پاکستان کے بہترین مزارات میں سے ہے جو اعلیٰ قسم کے سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ شاندار نقش و نگاری کے لئے رنگساز اٹک سے بلائے گئے ہیں۔ رنگ سازی کا کام اعلیٰ طریقہ سے کیا جا رہا ہے دن بھر میں چند منٹ کام ہوتا ہے۔

آستانہ عالیہ پر عقیدت مند حاضری دیتے اور اپنا اپنا کام سرانجام دے کر اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ آپ کے روضہ کے قریب ایک مرغ کی قبر ہے یہ مرغ آپ کے حکم کی تعمیل کرتا اور اشاروں میں باتیں کرتا اور صبح سویرے آپ کے حضور حاضری دے کر دن کی ابتداء کرتا۔ مرغ کی قبر سفید سنگ مرمر سے تعمیر کی گئی ہے۔ آستانہ کا تمام رقبہ آپ نے پائی پائی ادا کر کے خریدا تھا۔ آپ کے مرید خاص مرزا لال حسین نے بتایا کہ سائیں سرکار نے چوبیس سال خاموشی کا روزہ رکھا۔ اشارہ سے بات کرتے تقریباً 32 سال تک طعام چھوڑے رکھا۔ 24 گھنٹے کے بعد صرف چائے اور پانی کی ایک پیالی پر گزارہ کرتے۔ حالانکہ آپ کو دنیا جہاں کی ہر چیز میسر تھی اور ہر چیز سامنے پڑی رہتی۔ لیکن آپ اشیائے خوردنی حاضرین میں تقسیم کر دیتے آپ کے آستانہ پر عورت کا داخلہ ممنوع ہے۔ آپ نے زندگی بھر ہاتھ نہیں پھیلایا۔ ایک دفعہ کسی ارادت مند نے بیرون ملک سے رقم ارسال کی اور عرض کی کہ اس رقم سے گیارھویں شریف آستانہ کی تعمیرات کر لی جائیں بقیہ رقم غریبوں میں بطور زکوٰۃ تقسیم کر دی جائے۔ آپ نے زکوٰۃ کی رقم واپس کر دی اور کہا کہ وہ خود غریبوں میں یہ رقم تقسیم کرے۔ ایک دفعہ تو میں زکوٰۃ کی رقم تقسیم کروں گا لیکن آئندہ یہ سلسلہ کون جاری رکھے گا؟ ہمارے پاس رقم ہوتی نہیں زکوٰۃ کو کیسے جاری رکھ سکوں گا؟ آپ نے زندگی بھر کنجوسی نہیں کی جو لوگ بیعت کے لئے آتے آپ فرماتے قلندری نگاہ سے بیعت کرتے ہیں۔ نگاہوں سے ہی دل کا فیصلہ ہوتا ہے۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے دل کا فیصلہ
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ دعا میں فرماتے اے اللہ میں تیرے در کا سوالی ہوں یہ میرے در پر آئے ہیں ان کی دلی مرادیں پوری کر دے۔ ان کی دعا قبول فرمالے۔ آپ فرماتے میں کوئی پیر نہیں تعویز کیسے دوں۔ مرزا لال حسین نے بتایا کہ ایک دفعہ ہماری بھینس بیمار ہو گئی والدہ صاحبہ نے کہا کہ سائیں سرکار سے آٹا دم کرا کے لے آؤ۔ میں سائیں سرکار کے حضور پیش ہوا۔ عرض کی کہ بھینس سخت بیمار ہے آٹا دم کر کے دیں۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے دوسری بار پھر عرض کی آپ پھر خاموش رہے۔

marfatcom

تیسری بار پھر عرض کی تو آپ نے فرمایا آٹا نہیں ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ اچانک ایک آدمی آستانہ میں داخل ہوا جس نے سر پر آٹے کی بوری اٹھار کھی تھی۔ آپ ایک دفعہ منہ سے جو کچھ کہہ دیتے وہ بات فوراً پوری ہو جاتی۔ آپ 24 گھنٹے باوضو رہتے اور آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ آپ کے حضور جو نذر و نیاز پیش ہوتی آپ فوراً تقسیم کر دیتے۔ آپ نے زندگی بھر کنجوسی نہیں کی۔ ساری زندگی سادگی اور یاد الٰہی میں گزاری۔ جب بندہ اپنے محبوب کا ہو جاتا ہے تو اس کی تمام زندگی عبادت ہی ہوتی ہے اس کا ہر فعل عبادت ہی ہوتا ہے۔ آپ کے عقیدت مندوں پر جب آپ کی کرامات ظاہر ہوتیں تو آپ سختی سے کہتے کوئی راز باہر مت نکالو۔ فقیر کی یہی شان ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو مخلوق خدا سے پوشیدہ رکھتا ہے لیکن یہ چیزیں پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ حقیقت کو پانے والے حقیقت پا ہی لیتے ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں ہی روضہ مبارک کی تعمیرات شروع کروا دی تھیں۔ جو کوئی آپ کے در پر خالی جھولی لے کر آیا آپ نے اسے دینی و دنیاوی فیض بخشا۔ میاں محمد صاحبؒ نے فرمایا۔

آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں جو یہاں جگہ کی کمی کے باعث ضبط تحریر میں نہیں آسکتیں۔ آپ کے عقیدت مندوں میں چوہدری نذیر احمد ڈپٹی سیکرٹری اسٹیبلشمنٹ، پرویز سلطان ڈپٹی کمشنر کے علاوہ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم، وفاقی محتسب اعلیٰ سید عثمان علی شاہ، پنجاب اسمبلی کے سپیکر محمد حنیف رامے اور میاں سعید پگانوالہ بھی آستانہ پر حاضری دے چکے ہیں۔ آپ کی دعاؤں سے کئی مریدین اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ یہاں دنیاوی فیض حاصل کرنے والوں کو دنیا ملتی ہے اور دینی فیض حاصل کرنے والوں کے دل صاف ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں جو شخص کسی بھی آستانہ یا درویش کے ہاں وابستہ ہوگا وہ ضرور تربیت یافتہ ہوگا۔ اس کے دل میں خوف خدا حب رسولؐ اولیاء کرام سے دلی لگاؤ ضرور ہوگا۔ وہ مخلوق خدا کی خدمت میں پیش پیش ہوگا۔ مرزا لال حسین نے دلی خواہش ظاہر کی کہ پیر بھائیوں کی آپس میں پاکیزہ اور بے لوث محبت جو سرکار کے در سے حاصل ہے وہ قائم و دائم رہے اور سرکار کا فیض جاری رہے۔ آپ کا عرس ہر سال 10 ستمبر کو ہوتا ہے اسی روز آپ کا وصال ہوا تھا۔

آپ کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ملک بھر میں آپ کے مرید عرس مبارک پر عقیدت و احترام سے حاضری دینے آتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ کے نیک بندے مخلوق کی رشد و ہدایت کے علاوہ دینی و دنیاوی فیض کا سلسلہ جاری رہے گا۔

گجرات جب آپ تشریف لاتے تو پگانوالہ کے ڈیرہ پر قیام کرتے۔ آپ کے قیام کے دوران پگانوالہ کے ڈیرہ پر دن رات حاضرین میں لنگر تقسیم ہوتا۔ میاں محمد سعید پگانوالہ اس محفل کا اہتمام کرتے۔ میاں سعید پگانوالہ آپ سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ وصال سے قبل آپ نے سجادہ نشین صدر محمد اشرف کو طلب کیا اور کہا کہ اس سلسلہ کو آگے چلانا ہے۔ آپ اس سلسلہ کے صدر ہیں۔ دعا کے لئے ہاتھ تمہارے اٹھیں گے اور کمر پر میرا ہاتھ ہوگا۔ آستانہ کا ہر پروگرام عقیدت مندوں کے تعاون سے خوش اسلوبی سے سرانجام پا رہا ہے۔

marfatcom

گوجر خاں کے قریب بھڈانہ میں نو گز لمبا قدیمی مزار

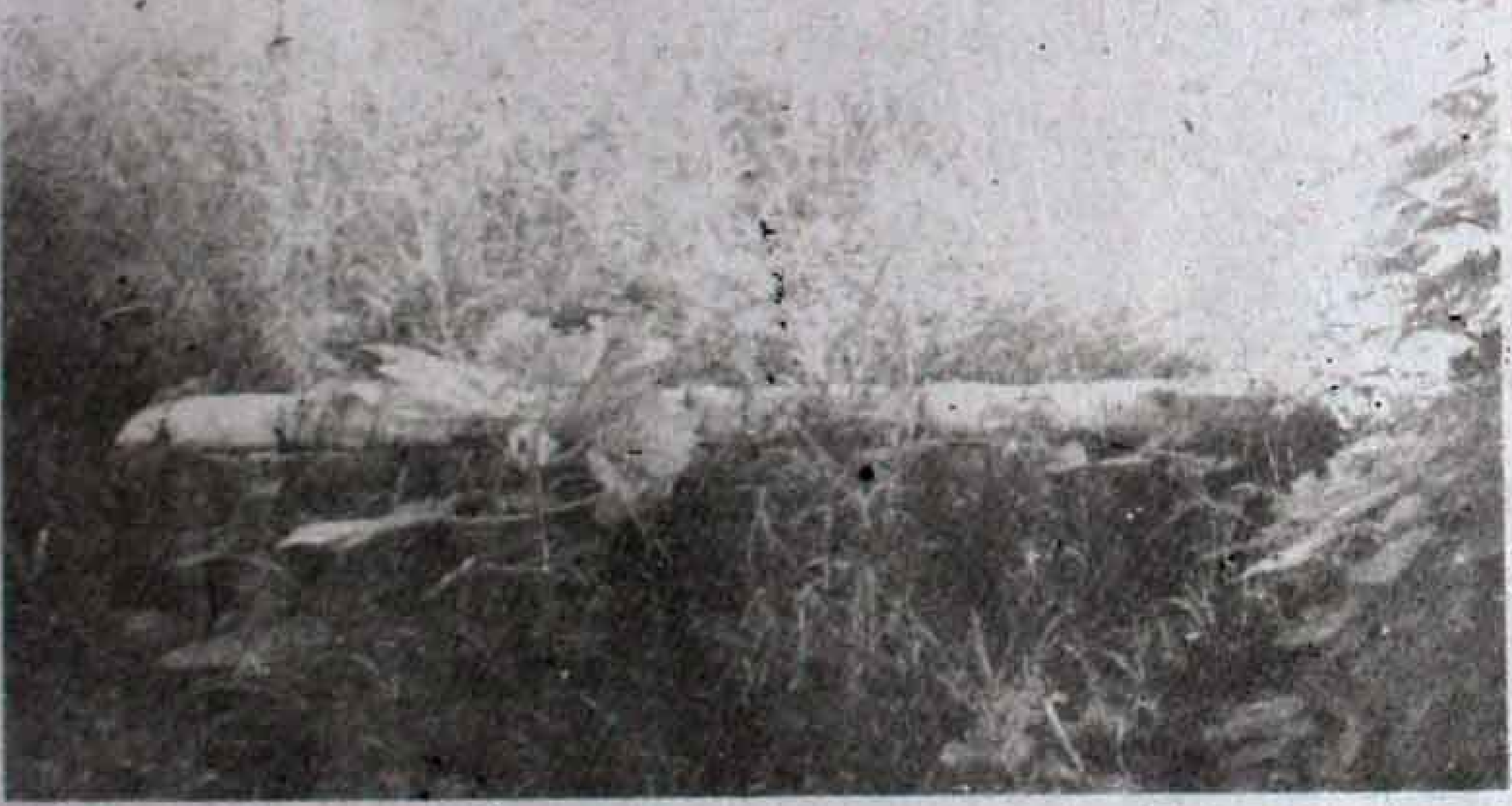

یہ مزار گوجر خاں کے قدیمی تاریخی قصبہ کے جانب مشرق میں ہے۔ بھڈانہ گاؤں گوجر خاں سے تقریباً چند کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اور نشیبی علاقہ میں ہے۔ یہاں کہیں آبی گذر گاہیں ہیں مزار نو گزہ لمبا ہے۔ پختہ تعمیر کیا گیا ہے اور چار دیواری بھی ہے۔ حافظ شمس الدین گلیانویؒ کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے صفحہ ۳۲۴ نمبر شمار ۳۵۸ کے مطابق صاحب مزار کا نام مرطوشؑ ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کو غازی اور خلیفہ کا رتبہ بھی حاصل تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوجر خاں بھڈانہ کے قریب سے کوئی پرانی سڑک جو مغرب سے نکل کر آبی گزر گاہوں اور گوجر خاں سے ہوتی ہوئی جانب مشرق جا نکلتی تھی۔ جس کے کنارے مزار کے یہ نشان ہیں۔

marfatcom

روات کے قریب ہزاروں سالہ قدیمی سٹوپہ

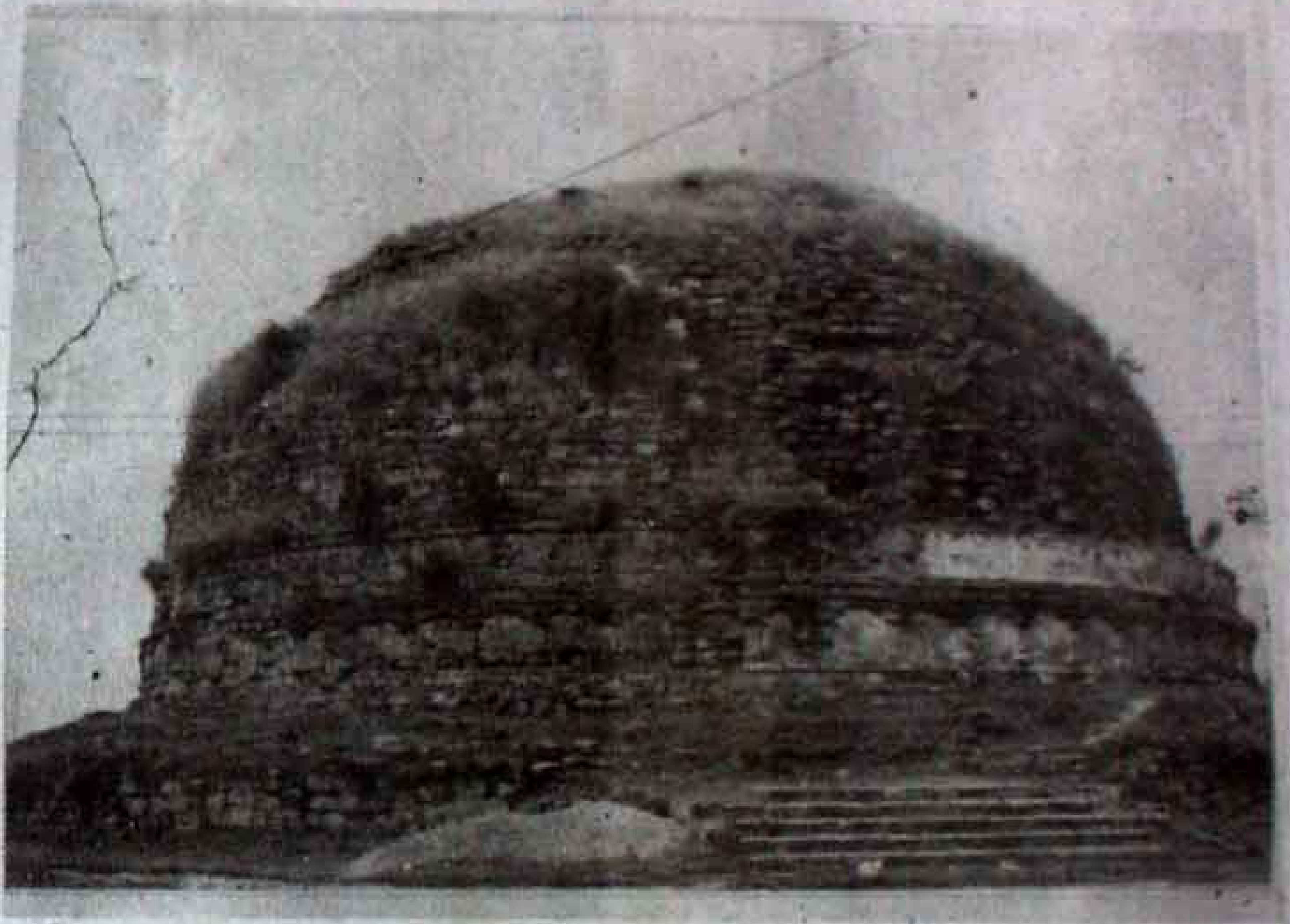

گوجر خاں اور راولپنڈی کے درمیان روات کے قریب ایک سڑک توپ مانکیالہ کی طرف جاتی ہے یہاں توپ مانکیالہ میں ہزاروں سالہ پرانا اسٹوپہ ہے جس کا قطر تقریباً ایک ہزار فٹ ہے وہ چبوترہ جس پر یہ عمارت تعمیر ہے پتھروں کی سلوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس اسٹوپہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض مورخوں کے خیال میں یہ اسٹوپہ سکندر اعظم نے اپنے گھوڑے سیوفیلس کی یاد میں تعمیر کروایا بعض روایات کے مطابق یہ راجہ پورس کا مرگھٹ ہے۔ جسے راجہ مانک نے جو راجہ پورس کا بھتیجا تھا نے تعمیر کروایا۔ انگریزوں کے دور میں اسٹوپہ میں دس فٹ سوراخ کیا گیا جو سو فٹ نیچے تک جاتا ہے۔ اب اس پر نیا پتھر لگا کر بند کر دیا گیا ہے

marfatcom

راولپنڈی
اسلام آباد

marfat.com

راولپنڈی

راولپنڈی پوٹھوہار اور پہاڑی علاقہ کے درمیان میں ہے ۔ نالہ لی نے راولپنڈی کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے ۔ راولپنڈی کے گردونواح کئی چھوٹے چھوٹے دیہات تھے جو اب راولپنڈی کے بڑے بڑے محلے بن گئے ہیں ان میں ٹنچ باٹا، آڑہ، مریڑحسن، جھنڈا چیچی، چوہٹربڑپال، سہام، موہری، غزن، لکھر، تنسہ، موضع پولی، جاوڑہ موجودہ بکر منڈی وغیرہ شامل ہیں ۔ جب راولپنڈی کی حدود بڑھائی گئیں تو مزید دیہات راولپنڈی کی حدود میں شامل کردیئے گئے ۔ ان میں دھمیال، رتہ امرال، کوٹھہ کلاں، مورگاہ، چک لالہ، کنگال، پیرودھائی، ڈھوک منگال، ڈھوک دیش، پنڈورہ، ڈھوک کسو، ڈھوک حیات، صادق آباد، کھنہ، پنڈوال وغیرہ شامل ہیں ۔ جہانگیر نے اپنی کتاب "تزک جہانگیری" میں لکھا ہے کہ 9 محرم 1014 ہجری (مطابق 1407ء) کو راولپنڈی سے آگے اترا ۔ اس موضع کو راول نام کے ایک ہندے نے آباد کیا تھا ۔ پنڈی گکھڑوں کی زبان میں گاؤں کو کہتے ہیں ۔ اس منزل سے آگے درے کے درمیان ندی تھی (نالہ کورنگ) اس ندی کا پانی آگے ایک حوض میں آکر جمع ہوتا تھا چونکہ یہ منزل صاف ستھری نہ تھی اس لئے میں اس جگہ تھوڑی دیر ٹھہرا میں نے گکھڑوں سے پوچھا کہ اس حوض کی گہرائی کس قدر ہوگی؟ لیکن انہوں نے کوئی ایسا جواب نہ دیا جس سے گہرائی کے بارے میں واضح طور پر معلوم ہوسکے ۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے کہ اس پانی میں مگرمچھ رہتے ہیں اور جو جانور اس پانی میں اترتے ہیں وہ زخمی ہوکر باہر نکلتے ہیں ۔ اس وجہ سے کوئی اس پانی میں اترنے کی جرات نہیں کرتا ۔ میں نے ایک بکرے کو اس پانی میں ڈالنے کا حکم دیا ۔ بکرا پورے حوض میں تیر کر باہر نکل گیا ۔ اس کے بعد میں نے ایک خرگوش کو اس پانی میں اترنے کا حکم دیا وہ بھی اسی طرح تیر کر صحیح سالم باہر نکل آیا اس سے ظاہر ہوا کہ جو بات گکھڑوں نے کہی تھی اس کی کوئی اصلیت نہیں راجہ جاہداد عرف جھنڈے خان کے دور حاکمیت یعنی 18 ویں صدی عیسوی کے نصف اول میں راولپنڈی ایک بڑے قصبے کی صورت اختیار کرچکا تھا کیونکہ جھنڈے خان نے بھیرہ میانی، پنڈدادنخان اور چکوال کے تاجروں کو پنڈی میں آباد ہونے کی سہولتیں بہم پہنچائی تھیں جہلم کے کنارے پر آباد بہت سے ہندو نیاریئے بھی راولپنڈی آگئے تھے ۔ یہ نیاریئے دریائے سواں کی ریت سے سونا نکال کر اپنا پیٹ پالتے تھے ۔ جنرل کننگھم کی رپورٹ کے مطابق جہاں راولپنڈی کی موجودہ کنٹونمنٹ ہے یہاں پہلے ایک قصبہ غزنی پور یا گنجی پور کے نام سے موجود تھا اور یہ قدیم زمانہ میں بھٹی قبیلے کے زیر تسلط تھا شکستہ اینٹیں قدیم یونانی اور دوسرے سکے دو مربع میل کے رقبے میں پائے گئے ۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصبہ بڑا تھا نیز پنڈی سے کوئی تین میل دور شمال کی جانب غزنی نام کا ایک گاؤں اب بھی موجود ہے اور یہ نام قدیم گنجی پور سے ملتا جلتا ہے ۔ 1851ء میں لارڈ ڈلہوزی نے راولپنڈی کو ناردرن کمانڈ کی 53 ویں رجمنٹ کا مستقر بنا کر یہاں متحدہ ہندوستان کی سب سے بڑی چھاؤنی کی بنیاد رکھی ۔ 1879ء میں پنڈی تک ریلوے لائن بچھانے کا کام شروع ہوا اور یکم جنوری 1886ء کو ریل گاڑیوں کی آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوا ۔ اسی سال ریلوے روڈ پر سیڑھیوں والا پل بھی تیار ہوا ۔ راولپنڈی مغلوں کے دور میں کشمیر جانے کے لئے پڑاؤ کی حیثیت رکھتا تھا ۔

محلہ نیاریاں میں ایک مسجد گولیاں والی جو جہانگیر کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی مسجد سے ملحقہ ایک سرائے بھی تھی جس

marfat.com

میں کشمیر، پشاور اور کابل جانے والے قافلے ٹھہرتے تھے ۔ پیر ودھائی کے قبرستان کے عقب میں نالہ لئی کے کنارے ہندوؤں کی شمشان بھومی تھی وہ اپنے مردوں کو نذر آتش کرنے کے بعد نالہ لئی میں اشنان کیا کرتے تھے ۔ راولپنڈی میں آرمی آر جی ایچ کیو کے علاوہ بہت بڑی چھاؤنی ہے ۔ ہزارہ، کوہستان، مری، آزاد کشمیر کے بیشتر افراد راولپنڈی میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو چکے ہیں۔ دارالخلافہ اسلام آباد کے قریب ہونے کی وجہ سے راولپنڈی کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ راولپنڈی کے بڑے بڑے شہروں میں گوجر خان، روات، کہوٹہ، منکیالہ میں بتوں کا بہت بڑا سٹوپہ بھی ہے جو توت منکیالہ کے نام سے مشہور ہے ۔ منکیالہ کے بارے میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ اس کی بنیاد راجہ مانت نے رکھی تھی۔ مندرہ، پھروالہ، سہالہ، گولڑہ، سنگ جانی، ٹیکسلا، واہ، راولپنڈی کے بڑے بڑے شہر ہیں۔ واہ میں سیمنٹ کی فیکٹری اور پاکستان آرڈیننس فیکٹری اور مغلیہ دور کا واہ گارڈن بھی ہے یہاں پرانا سیکرٹریٹ پریذیڈنٹ ہاؤس، سی این سی ہاؤس پاکستان ہاؤس، پنجاب ہاؤس، کشمیر ہاؤس کے علاوہ کئی پرانی اور تاریخی عمارتیں ہیں۔ مشہور بازار راجہ بازار ہے مال روڈ بھی ہے۔ لیاقت باغ جو پاکستان کے سابق وزیر اعظم لیاقت علی خان کے نام سے ہے لیاقت باغ پر ہی 1951ء میں لیاقت علی خان کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے انہیں شہید ملت کا خطاب دیا گیا۔ جی ٹی روڈ کے کنارے ریڈیو پاکستان ایوب نیشنل پارک جو بہت بڑا پارک ہے، کے علاوہ کمشنر آفس میں ضلع کونسل ہال جنرل پوسٹ آفس اور ٹیلی فون آفس کی عمارتیں ہیں۔

==

==

راولپنڈی ریلوے لائن کے قریب 9 گز لمبا مزار

راولپنڈی کے ریلوے اسٹیشن کے جانب مشرق یہ 9 گز لمبا مزار ہے ریلوے لائن قریب سے گزرتی ہے مزار کے قریب ایک مسجد بھی ہے اور زائرین کے آرام کیلئے ایک کمرہ بھی تعمیر کیا گیا ہے ۔ مزار پختہ کیا گیا ہے مزار پر عرس اور ختم کی تقریبات بھی منعقد کی جاتی ہیں ۔ مزار کے متولی نے بتایا کہ راولپنڈی میں دو تین اور بھی 9 گز لمبے مزار ہیں ماضی میں کشمیر کو جانے والے بعض قافلے راولپنڈی کے راستے گزرتے رہے ہیں پنجاب اور ہندوستان میں آنے والے بھی راولپنڈی میں پڑاؤ کیا کرتے تھے راولپنڈی ایک قدیم شہر ہے یہاں اللہ کے نیک بندوں کے نشان ملتے ہیں راولپنڈی کے وسط میں گزرنے والا نالہ لئی ماضی میں اس نالے کا پانی بڑا صاف اور شفاف ہوتا تھا۔ لمبی مسافت کے مسافر اور قافلے پیاس بجھانے کیلئے یہاں قیام کرتے تھے ۔

marfatcom

اسلام آباد میں قطب الاقطاب برّی شاہ لطیف قادریؒ کا مزار

غوث زمان قطب دوران حضرت برّی شاہ لطیفؒ کا آستانہ اسلام آباد میں ہے ۔ ہزاروں کی تعداد میں مخلوق خدا یہاں حاضری دیتی ہے ۔ حضرت امام برّی 1026ھ میں ضلع باغ کلاں کے قصبہ چولی میں پیدا ہوئے ۔ آپ کا اصل نام سید عبداللطیف شاہ ہے ۔ حضرت جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر نے آپ کو امام برّی کا لقب عطا فرمایا اور ساتھ تاکید کی کہ اگر کوئی پوچھے کہ تمہیں امام بری کا لقب کس نے دیا ہے تو بر ملا کہہ دینا کہ حضرت مہدی ابن حسن عسکری نے یہ لقب عطا کیا ہے ۔ آپ کے والد ماجد کا نام گرامی حضرت سید سخی محمود تھا ۔ انہوں نے اپنے آبائی گاؤں سے نقل مکانی کر کے موضع باغ کلاں موجودہ (اسلام آباد آبپارہ) میں آکر ڈیرے ڈال دیئے ۔ آپ کے والد بزرگوار نجف اشرف کے فارغ التحصیل تھے ۔ آپ اپنے وقت کے متقی اور زاہد قیام اللیل اور قائم العلوم تھے ۔ آپ نے حضرت امام بری کی تربیت اس طرح کی جس طرح کرنے کا حق تھا ۔ آپ نے اپنے بیٹے کو دور رس نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ان کی بہترین پرورش کی اور اپنی حیات باقی تک ان کو کما حقہ تعلیم سے بہرہ ور کیا ۔ حضرت سید سخی محمود نے جب وصال پایا تو انہیں آبپارہ مارکیٹ نزد شاہراہ کشمیر میں دفن کیا گیا ۔ والد کی وفات کے بعد آپ کو غور غشتی بھیج دیا گیا جو اس زمانہ میں دین کا مرکز تھا ۔ آپ نے یہاں سے حدیث، فقہ، منطق اور ریاضی کی تعلیم حاصل کی ۔ اس کے علاوہ علم الکلام، علم و ادب، علم معانی، علم طب اور علوم روحانی میں کمال حاصل کیا ۔ یہاں سے تحصیل علوم مکمل کر کے آپ کشمیر، بدخشاں، مشہد، نجف اشرف، کربلا، بغداد، بخارا، مصر، دمشق اور مدینہ منورہ، مکہ معظمہ تشریف لے گئے ۔ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے دوران آپ نے علم ظاہری اور باطنی کے

marfatcom

خزانے حاصل کئے۔ اس کے بعد آپ حجرہ شاہ مقیم ضلع ساہیوال پہنچے اور حضرت شاہ امیر بالا پیر کی خدمت میں حاضری دی۔ ان دنوں یہ علاقہ روحانیت کی روشنیوں کا منبع تھا۔ یہاں سے آپ نے روحانیت کے بقیہ درس مکمل کئے۔ حضرت پیرے غازی آپ کے پیر بھائی بنے اور آپ کو مرشد حق نے ظلمت و جہالت کی اندھیری چادر کے خاتمہ کے لئے پوٹھوہار کے خطہ میں روانہ کیا اور حضرت پیرے غازی کو آزاد کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت موسیٰ کاظمؒ سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے اور شجرہ طریقت کے لحاظ سے آپ چودہ واسطوں کے بعد حضرت غوث پاکؒ سے متعلق ہیں۔ آپ کے مرشد پاک شاہ امیر بالا پیر بن حضرت محکم الدین شاہ محمد مقیم المعروف حجرہ شاہ مقیم، حضرت غوث اعظمؒ پیران پیر کے پوتے کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت غلام شاہ قادری رقم طراز ہیں کہ میں نے علاقہ پوٹھوہار میں حضرت امام بری سے ملاقات کی آپ کو عابد و زاہد اور گوشہ نشین سالک پایا آپ پر بعض اوقات اس قدر جذب طاری ہوتا کہ آپ سالک کے بجائے مجذوب لگنے لگ جاتے۔ اسی طرح شاہ محمد غوث لاہوری نے بھی حضرت امام بری سے ملاقات کی اور ان کو جذب سے نکال سلوک میں منتقل کیا۔ حضرت شاہ محمد غوث نے اپنا کمبل حضرت امام بری کو اوڑھا کر ان کو صاحب ستر کیا۔ تذکرہ نگاروں کے مطابق آپ کا دور شہنشاہ جہانگیر کا دور تھا آپ کے والد ان دنوں مویشی چرایا کرتے تھے اور امام بری کو اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ آپ سے عہد طفولیت میں ہی کرامات ظاہر ہونی شروع ہو گئیں۔ آپ کے والد نے اس پر آپ کی سرزنش شروع کر دی۔ اس کے بعد امام بری اکثر اوقات گھر سے باہر رہنا شروع ہو گئے۔ آپ نے نور پور کی غار میں ایک طویل چلہ کشی بھی کی۔ اسی غار میں آپ نے سلوک کی تمام منازل طے کیں۔ آپ نے دریائے نیلاں میں بارہ سال تک چلہ کشی کی اور نفس کشی کی ایک شاندار مثال قائم کی۔ آپ نے انتہائی سادہ زندگی گزاری۔ آپ کو سامان زندگی حاصل کرنے کی کبھی ضرورت پیش نہ آئی۔ ایک معمولی لباس آپ کے لئے مہینوں کافی ہوتا تھا اور بعض اوقات ایک دھوتی اور ایک کمبل میں ہی گزارہ کر لیا کرتے تھے۔ حضرت بری شاہ لطیف قادریؒ نے غربت و افلاس میں زندگی گزار دی اور مال و دولت سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ کئی کئی روز فاقے کرتے اور روزہ میں رہتے لیکن غرباء و مساکین کی امداد کرتے اور بنی نوع انسان کی خدمت کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے کیونکہ یہی متاع حقہ و تصوف ہے۔ فقیری و درویشی کا بڑا رکن دوست اور دنیا کو ترک کر دینا ہے۔ اقتدار کا بھوکا اور دولت کا پجاری کبھی بھی درویش نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے دنیاوی جاہ و حشمت کو دین حنیف پر قربان کیا تو ان پر خدائے ذوالجلال نے فانی دنیا اور ابدی دنیا کے تمام چھپے خزانے ظاہر کر کے تصرف کی اجازت دے دی۔ حضرت سید غوث علی شاہ قادری پانی پتی نے آپ کی زندگی کے حالات کشف و کرامات اور ملفوظات و تعلیمات پر مشتمل دو کتابیں تحریر کیں ان کتابوں سے نہ صرف آپ کی روحانیت میں عرق ریز محنتوں کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کے مطالعے سے روح میں تازگی اور ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ ندی نیلاں میں حضرت امام بری کا ایک مرید صادق رہتا تھا۔ اسکے پاس ستر بھینسیں تھیں۔ ایک روز اس نے آپ کو ایک بھینس دی تاکہ آپ اس کا دودھ پئیں۔ آپ کے پاس آتے ہی وہ بھینس مر گئی۔ اس بھینس کے مرنے کی دیر تھی کہ اس شخص کی یکے بعد دیگرے ستر کی ستر بھینسیں مر گئیں اور صرف ایک بھینس بچی جو بانجھ تھی۔ وہ بڑا آزردہ خاطر ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کو تسلی دی کہ تمہاری یہ بانجھ بھینس بھی ستر بھینسوں جتنا دودھ دے گی۔ آپ نے اس بھینس کی کمر پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ تعالیٰ

marfat.com

نے اس بھینس کو دودھ دیا اس کے بعد آپ نے اس مرید کو کہا دریا پر جاؤ اور ہر بھینس کا نام لے کر پکارو اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا کیونکہ اس نے ہر بھینس کا نام رکھا ہوا تھا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور بھینسوں کو نام لے کر پکارنا شروع کر دیا۔ اللہ کی شان کہ ایک ایک کر کے ساری بھینسیں دریا سے نکلنا شروع ہو گئیں۔ اس شخص پر عجیب سا خوف طاری ہو گیا اور وہ اس کرشمہ سازی سے گھبرا گیا اس شخص نے ڈر کے مارے پیچھے دیکھا اس وقت ایک بھینسا دریا سے نکل رہا تھا اس پر اس کی نظر پڑتے ہی وہ بھینسا پانی میں پتھر کا بن کر رہ گیا جو آج بھی ہر خاص و عام کو فکر و نظر کی دعوت دیتا ہے۔ کتابچہ حضرت پیر شاہ لطیف قادری اور ذکر شکر کے مطابق آپ نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ حضرت بری شاہ لطیف قادری کے مطابق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا اس کو اپنے تصرفات میں حصہ دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت بری شاہ لطیفؒ نے ساری زندگی حکم الٰہی کے تابع گزاری۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قلب کو اللہ نے معارف سے پر کر کے اخفا کو ان پر ظاہر کر دیا۔ چنانچہ آپ نے مشہور زمانہ پیش گوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے قریب ایک نیا شہر آباد ہو گا اور یہ اسلام کا قلعہ ہو گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں اسلام آباد آپ کی پیش گوئی کا ثمر ہے۔ یہ پیشگوئی انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود اولیاء ہند میں مرقوم ہے۔ اس کے علاوہ انگلینڈ کے میوزیم میں حضرت قطب الاقطاب بری شاہ لطیفؒ کی سوانح حیات کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں خطہ پوٹھوہار آپ کے حصہ سونپی گئی قطب الاقطاب حضرت بری شاہ لطیفؒ قادری المعروف بری سرکار نے 1117ھ 91 سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا آپ نور پور میں ہی مدفون ہیں آپ کا روضہ مبارک مرکز تجلیات رشد و ہدایت اور مرجع خلائق ہے۔

صحافی و ادیب ایم زمان کھوکھر کی

"محبوبان خدا کے نوگزے مزار" شائع ہو گئی

گجرات (نمائندہ رپورٹ) ممتاز قانون دان، محقق، ادیب، صحافی ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی تحریر کردہ کتب گجرات تصاویر کے آئینے میں، گجرات تاریخ کے آئینے میں، سیالکوٹ سے جہلم تک خطہ پوٹھوہار گجرات "پاکستان میں محبوبان خدا کے نوگزے مزار" کی تاریخ پر پہلی کتاب ہے جس میں پاکستان بھر میں نوگزے مزارات کے بارے میں مکمل تفصیل درج ہے۔ ان میں بیشتر مزار انبیاء کرام، ان کے خلفاء، غازیوں، شہداء کے ہیں۔ وہ نوگزے سے ننگر کرائیں اور چاروں صوبوں شمول آزاد کشمیر میں لمبی قبروں کے بارے میں تفصیل بمعہ تصاویر درج ہے۔ بیشتر مزار تباہ شدہ بستیوں، آبی گزرگاہوں کے قریب ہیں۔

DAILY KHABRAIN

روزنامہ خبریں لاہور

چیف ایڈیٹر ضیا شاہد

جمعۃ المبارک 7 جمادی الثانی 10 اکتوبر 1997ء 25 اسوج 2054 ب

marfatcom

نے اس بھینس کو دودھ دیا اس کے بعد آپ نے اس مرید کو کہا دریا پر جاؤ اور ہر بھینس کا نام لے کر پکارو اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا کیونکہ اس نے ہر بھینس کا نام رکھا ہوا تھا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور بھینسوں کو نام لے کر پکارنا شروع کر دیا۔ اللہ کی شان کہ ایک ایک کر کے ساری بھینسیں دریا سے نکلنا شروع ہو گئیں۔ اس شخص پر عجیب سا خوف طاری ہو گیا اور وہ اس کرشمہ سازی سے گھبرا گیا اس شخص نے ڈر کے مارے پیچھے دیکھا اس وقت ایک بھینسا دریا سے نکل رہا تھا اس پر اس کی نظر پڑتے ہی وہ بھینسا پانی میں پتھر کا بن کر رہ گیا جو آج بھی ہر خاص و عام کو فکر و نظر کی دعوت دیتا ہے۔ کتابچہ حضرت پیر شاہ لطیف قادری اور ذکر شکر کے مطابق آپ نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ حضرت بری شاہ لطیف قادری کے مطابق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا اس کو اپنے تصرفات میں حصہ دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت بری شاہ لطیفؒ نے ساری زندگی حکم الٰہی کے تابع گزاری۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قلب کو اللہ نے معارف سے پر کر کے اخفا کو ان پر ظاہر کر دیا۔ چنانچہ آپ نے مشہور زمانہ پیش گوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے قریب ایک نیا شہر آباد ہو گا اور یہ اسلام کا قلعہ ہو گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں اسلام آباد آپ کی پیش گوئی کا ثمر ہے۔ یہ پیشگوئی انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود اولیاء ہند میں مرقوم ہے۔ اس کے علاوہ انگلینڈ کے میوزیم میں حضرت قطب الاقطاب بری شاہ لطیفؒ کی سوانح حیات کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں خطہ پوٹھوہار آپ کے حصہ سونپی گئی قطب الاقطاب حضرت بری شاہ لطیفؒ قادری المعروف بری سرکار نے 1117ھ 91 سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا آپ نور پور میں ہی مدفون ہیں آپ کا روضہ مبارک مرکز تجلیات رشد و ہدایت اور مرجع خلائق ہے۔

صحافی و ادیب ایم زمان کھوکھر کی

"محبوبان خدا کے نوگزے مزار" شائع ہو گئی

گجرات (یوم رپورٹ) ممتاز قانون دان، محقق، ادیب، صحافی ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی تحریر کردہ کتب گجرات تصاویر کے آئینے میں، گجرات تمدن کے آئینے میں، سیالکوٹ سے خیبر تک خطہ پوٹھوہار، گجرات "پاکستان میں محبوبانِ خدا کے نوگزے مزار" سلسلہ کی پہلی کتاب ہے جس میں پاکستان بھر میں نوگزے مزارات کے بارے میں مکمل تفصیل درج ہے۔ ان میں بیشتر مزار انبیاء کرام، ان کے خلفاء، غازیوں، شہداء کے ہیں۔ وہ خیبر سے لیکر کراچی اور چاروں صوبوں بشمول آزاد کشمیر میں لمبی قبروں کے بارے میں تفصیل بمعہ تصاویر درج ہے۔ بیشتر مزار تباہ شدہ بستیوں، آبی گزرگاہوں کے قریب ہیں۔

DAILY
KHABRAIN
لاہور
روزنامہ خبریں
چیف ایڈیٹر
ضیا شاہد
جمعۃ المبارک 7 جمادی الثانی/10 اکتوبر 1997ء/25 اسوج 2054ب

اٹک

marfatcom

اٹک کا تاریخی پس منظر اور اٹک شہر

اٹک شہر کئی بار آباد ہوا اور کئی بار اجڑا۔ وادی چھچھ پر آریاؤں اور تورانیوں کے قبضہ کے بعد ایرانیوں اور یونانیوں کے تسلط میں جانے سے یہ قصبہ بھی ان کے زیر نگیں آیا ہوگا۔ اس کے بعد یہ قصبہ کشمیر کے حکمرانوں کے زیر اثر رہا۔ مشہور محقق و مورخ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی کی تحقیق کے مطابق مشہور صحابی حضرت مہلب بن ابی صفرہ العتکی ازدی نے 50ھ / 680ء میں وادی چھچھ کو فتح کرنے کے بعد اپنے نام سے ایک قلعہ العتک تعمیر کروایا جو مرور زمانہ سے بدلتے بدلتے اتک اور بعد میں اٹک بن گیا۔ بعد میں کچھ عرصہ کے لئے کابل کے ہندو راجاؤں کے زیر تسلط آگیا۔ لیکن سلطان محمود غزنوی کے راجہ انند پال کو شکست دینے پر یہ پھر مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا اور 1813ء تک مسلمان اس پر قابض رہے۔ 1813ء کی اٹک کی لڑائی میں سکھ اس پر قابض ہوگئے۔ بعد میں 1849ء میں انگریزوں نے سکھوں کا عمل دخل ختم کر کے 1947ء تک اس پر قبضہ جمائے رکھا۔ 14۔ اگست 1947ء سے پاکستان بننے پر مسلمانوں کا سبز ہلالی پرچم قلعہ اٹک پر لہرا رہا ہے۔ بعض کے نزدیک اٹک ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ٹھہرنا ہے۔ مشرق سے آنے والے لازماً یہاں رک جایا کرتے تھے۔ اس لئے اس جگہ کو اٹک کہا گیا۔ اکبر اسے اٹک بنارس کہا کرتا تھا۔

کتاب ورمن ابامین از سکندر خان کے مطابق موجودہ قلعہ اٹک کی بنیاد مغل بادشاہ اکبر نے اپنے سوتیلے بھائی مرزا محمد حکیم کی کابل پر فتح پانے کی خوشی میں رکھی [illegible] میں اٹک [illegible] کام کی

دریائے اٹک کے قریب سڑک پر عمارت

جس پر یہ شعر کندہ کیا گیا ہے ۔

سپہر شاہان عالم شاہ اکبر .... تعالےٰ ، شانہ ، اللہ اکبر

" قصہ مشائخ " میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ عیسیٰ بھکری کی دعا سے دریا میں قلعے کا برج بنام آب زر تعمیر ہوا تھا ۔ انہوں نے یہاں پانی پر اپنا عصا مارا جس کی وجہ سے پانی دور چلا گیا تھا ۔ جبکہ " تاریخ پشاور " کے مصنف منشی گوپال داس نے یہ واقعہ حضرت نظر دیوان صاحب سے منسوب کیا ہے ۔ جن کی زیارت گاہ اس کے پاس ہی ہے ۔ ویسے کتاب " منتخب التواریخ " مصنف مولانا محمد یوسف اٹکی جس کا نسخہ برٹش میوزیم لندن میں ہے ۔ مطالعہ سے اٹک کے بارے میں مزید معلومات کا انکشاف ہو سکتا ہے ۔

حضرت شاہ عیسیٰ بھکری ، حضرت شیخ سلطان صدر الدین صاحب کے خلیفہ تھے ۔ 991ھ ، 1581ء خواجہ شمس الدین خوافی نے اکبر بادشاہ کے حکم سے قلعہ اٹک کی بنیاد رکھی ۔ اس کی تعمیر پر دو سال لگے ۔ قلعہ کے باہر بھی ایک شہر آباد ہو گیا تھا ۔ جسے اٹک بنارس کہا جاتا تھا ۔ قلعہ اٹک کی تعمیر کا بڑا مقصد یوسف زیئوں کے ملک کی تسخیر کے لئے تھا ۔ دریائے سندھ پر کشتیوں کا ایک پل بھی باندھا گیا جس کے محصول کی وصولی کے لئے خوشحال خان خٹک کے دادا ملک اکو خان کو مقرر کیا گیا ۔ اکبر بادشاہ کے درباری شاعر فیضی کے اس شعر سے بھی اس کی تصریح ہوتی ہے ۔

نامہ نوشتم بہ خان خٹک را .... کہ پل بندی کنید بہ دریا اٹک را

اکبر بادشاہ نے 1585ء اور 1588ء میں یہاں کا دورہ کیا تھا ۔ تانبے کے سکے ڈھالنے کے لئے ایک ٹکسال بھی یہاں قائم کیا گیا تھا جو درانی عہد تک باقی تھا ۔

قلعہ اٹک کی دیوار 52 فٹ اونچی ہے اس کا گھیرا ایک میل سے کچھ زیادہ ہے ۔ اس میں اٹھارہ برج ہیں ۔ ہر ایک برج میں ایک برآمدہ ہے جس کے نیچے پہرہ داروں کے کمرے ہیں ۔ قلعہ کا بڑا دروازہ موری دروازہ کہلاتا ہے ۔ جو قلعہ کے شمال مشرقی دیوار سے شاہراہ عام پر کھلتا ہے ۔ یہ 1830ء سے ہے ۔ چار دروازے قدیمی ہیں ۔ جن میں لاہوری دروازہ قلعہ بالا اور قلعہ پائیں کے لئے حد فاصل ہے ۔ قلعہ بالا میں فوج ہوتی تھی ۔ جبکہ نچلے حصہ میں شہر اور بازار تھا ۔ عہد مغلیہ کی پرانی شاہراہ لاہوری دروازہ کے شمالی طرف سے اندر جاتی تھی ۔ وہاں سے شہر کے بازار (قلعہ پائیں) سے ہوتی ہوئی کابلی دروازہ (جنوبی دروازہ) اور ملاحی ٹولہ سے ہو کر دریا کو جاتی تھی ۔ قلعہ بالا اور قلعہ پائیں کے درمیان آمدورفت دہلی دروازہ سے ہوتی تھی ۔ جس کے ایک طرف ایک بڑا دیوان عام تھا ۔ قلعہ بالا میں بیگم حمام ہے ۔ جہاں مختلف درجہ حرارت کے گرم ، سرد پانی کا بندوست تھا ۔ اس جگہ سے زیر زمین راستہ اس دیوان حضوری کو جاتا ہے ۔ جہاں بیگمات ٹھہرا کرتی تھیں ۔ دہلی اور کابل دروازہ پر لوہے کی نوکدار سلاخیں نصب ہیں ۔ تاکہ ہاتھی ٹکر مار کر انہیں توڑ نہ سکیں ۔

یورپی سیاح بیرن ہیوگل نے قلعہ کے تالاب کے بارے میں لکھا ہے کہ چالیس پچاس فٹ گہرا ہے ۔ نیز یہاں رکھی ہوئی توپوں کی تعریف کی ہے جو لاہور کی بنی تھیں ۔ اس نے رنجیت سنگھ کے بیٹے کشمیرا سنگھ اور اس کے بوڑھے دیوان سے ملاقات کا تفصیلی ذکر کیا ہے ۔

marfat.com

دریائے سندھ اور دریائے کابل کے اتصال سے ذرا نیچے دو ابھری ہوئی چٹانیں ہیں جنہیں کمالیہ اور جلالیہ کہا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ اکبر بادشاہ کے حکم سے بایزید المعروف پیر روشن کے دو بیٹوں کمال الدین اور جلال الدین (کمالا، جلالہ) کو بغاوت کی بنا پر ان چٹانوں سے دریائے سندھ میں پھینک کر غرق کیا گیا تھا۔ عبدالرحمن شوق امرتسری نے "سیاحت ہند" میں بھی ان دونوں پتھروں کا تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"اس مقام پر کمالیہ اور جمالیہ دو سنگین چٹانیں دریا کے بیچ میں اوپر کو اٹھی ہوئی ہیں۔ جن کی تلمٹی میں سخت بھنور پڑتے ہیں اور کبھی کبھی کشتیاں ڈوب جایا کرتی ہیں اور جو کشتی ان پتھروں سے ٹکرا جائے وہ چور چور ہو جاتی ہے۔ مگر یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہ دونوں پتھر جو پہلے کشتیوں کی تباہی کا باعث ہوا کرتے تھے۔ اب ان پر پیل پائے قائم کر کے ریل کا پل بنایا گیا ہے۔ میں 1878ء میں کوہاٹ جاتے ہوئے اس خطرناک گھاٹ سے کشتی کے ذریعے پار اترا تھا۔ مگر سفرہائے مابعد ریل کے پل سے عبور کیا جو بالکل سہل اور بے خوف و خطر ہے"

اٹک سے پشاور 44 میل اور اٹک سے حسن ابدال 32 میل کے فاصلے پر ہے۔ مرزا نعیم اقبال بیگ کے بیان کے مطابق کمالا اور جلالا نام کی چٹانیں بارہ دری بہرام بیگ میں نصب ہیں "خلاصۃ التواریخ" کے بیان کے مطابق اکبر بادشاہ دریا عبور کر رہا تھا کہ جواہر خانہ خاصہ کی ایک کشتی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی۔ اکبر کے منہ سے نکلا چٹان کیا ہے جلالیہ ہے۔

"تاریخ ہزارہ" کے مصنف ڈاکٹر شیر بہادر پنی کے بیان کے مطابق قلعہ اٹک اور اس کے گرد و نواح کے باشندوں کو جو افغان ترین اور گوجر قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے بے دخل کر کے تریلا کے علاقہ میں بھیج دیا گیا۔

اٹک کے قریب مغلیہ دور کی قدیم عمارتیں

marfatcom

جبکہ " قصہ مشائخ " کے مصنف خواجہ محمد زاہد اٹکی کے بیان کے مطابق اس وقت اٹک سے شمال کی جانب (ضلع صوابی مردان وغیرہ) نو صد ہزار نیزہ افغانان یوسف زئی سکونت رکھتے تھے ۔ مغرب کی جانب افغانان خٹک، قلعہ سے جنوبی طرف افغانان بھنگی خیل اور شرقی جانب افغانان متانی، سرکانی، ترین اور غور غشتی وغیرہ سکونت رکھتے تھے ۔ 1752ء میں درانیوں نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا ۔ 1813ء میں سکھ قابض ہوئے ۔ 1849ء میں انگریزوں نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا ۔ 1854ء میں قلعہ اٹک کو شہری آبادی سے خالی کرا دیا گیا ۔ اور متاثرین کو قلعہ اٹک کے گردو نواح میں آبادی کے لئے قطعات زمین دیئے گئے ۔ اس سے پہلے لوگ قلعہ کے اندر ہی رہتے تھے ۔ اور باقاعدہ بازار بھی تھا ۔ جہاں سے فوجی سودا سلف خریدا کرتے تھے ۔ یہ شہر 1898ء تک خوب آباد رہا ۔ 1898ء میں تحصیل حسن ابدال کا نام تبدیل کر کے تحصیل اٹک رکھ دیا گیا ۔ 1865ء کے بندوبست سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹک میں ایک شفاخانہ تھا جس میں لال نامی سول سرجن تھا ۔ پورے راولپنڈی ضلع میں صرف دو سول سرجن تھے ۔ ایک راولپنڈی میں دوسرا اٹک میں ۔ دریائے اٹک کے راستے سکھر تک تجارت ہوتی تھی ۔ یہ راستہ ساڑھے پانچ صد میل لمبا تھا ۔ 1898ء میں تحصیل اٹک کے علاقہ کو ضلع راولپنڈی کی بجائے ہزارہ سے منسلک کیا گیا ۔ 1901ء میں اٹک تحصیل صوبہ سرحد بننے پر پھر راولپنڈی میں شامل کر دی گئی ۔ 1901ء میں شہر کی آبادی تین ہزار تہتر (3073) نفوس پر مشتمل تھی ۔ قلعہ اٹک میں اب صرف فوج رہتی ہے ۔ قلعہ اٹک کے تاریخی مقام کے علاوہ یہاں مغلیہ عہد کی بارہ دری بہرام بیگ، بیگم کی سرائے، مساجد، بزرگان دین کے مزارات، اٹک پل اور خیر آباد پل بھی اہمیت کے حامل مقامات ہیں ۔ انگریزی دور میں 1883ء میں دریائے اٹک پر مشہور پل بتیس لاکھ روپے کے خرچ سے تعمیر ہوا ۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد کرنل ایڈورڈ اور جنرل کاٹن نے اس پل کی تعمیر کے لئے برطانوی حکومت پر بہت زور ڈالا تھا ۔ 1929ء میں پچیس لاکھ روپے کی لاگت سے اس کی تعمیر نو کرائی گئی تھی ۔ 24 مئی 1883ء کو ملکہ وکٹوریہ کے جنم دین پر اس پل کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا تھا ۔

اٹک پل کے شمال میں کچھ فاصلہ پر ایک اور پل حکومت پاکستان نے تعمیر کر دیا ہے ۔ جس کا افتتاح صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے 27 اگست 1981ء کو کیا تھا ۔ اس پل کا نام خیر آباد پل رکھا گیا ہے ۔ کیونکہ دریائے اٹک کے مغربی کنارے پر خیر آباد کا قصبہ ہے اور صوبہ سرحد نے اس کی تعمیر کرتے وقت اسے خیر آباد پل کا نام دیا ۔

خیر آباد سے متصل قدیم عمارت بیگم کی سرائے کہلاتی ہے ۔ یہ سرائے قلعہ اٹک کی تعمیر کے دوران ایک فوجی کیمپ تھا ۔ بعد میں جہانگیر بادشاہ نے نور جہاں بیگم کی خاطر سترھویں صدی عیسوی کی پہلی چوتھائی میں اس کو درست کر کے سرائے بنوائی ۔ اس کا رقبہ 331 مربع فٹ ہے ۔ اس میں ایک خوبصورت مسجد ہے ۔ سرائے کے اطراف میں بھی ایک مسجد اور رہائشی کمرے ہیں ۔ سرائے کے چاروں کونوں پر برج ہیں ۔ یہاں مغل بیگمات ٹھہرا کرتی تھیں ۔ سرائے کے مغربی جانب ایک کنواں ہے ۔ جس کے اندر سے ایک خفیہ سرنگ دریا کے نیچے سے ہو کر خیر آباد نکلتی ہے لیکن کافی عرصہ سے اب بند ہے ۔ سرائے کی شرقی جانب انگریزوں کا قبرستان ہے ۔ جنھوں نے اپنی ملازمت کے دوران یہاں وفات پائی ۔ انہیں ادھر دفن کیا گیا ۔ مغلوں کے دور کا قبرستان دوسری جگہ

marfatcom

ہے ۔ انگریزوں نے کیمبل پور چھاؤنی ، موجودہ اٹک شہر آباد کیا تو اٹک ویران ہوگیا کیونکہ ضلعی دفاتر بھی وہاں منتقل ہوگئے تھے ۔ اب اٹک کی رونق آہستہ آہستہ پھر بحال ہو رہی ہے ۔ چھوٹا سا بازار ، پٹرول پمپ ، ڈاک بنگلہ ، پولیس سٹیشن ، چند چھوٹے چھوٹے ہوٹل ہیں ۔ ایک ماڈرن ہوٹل اٹک ٹورسٹ ان بھی ہے .جہاں صاحب لوگ کھانا کھاتے ہیں ۔ اور پارٹیاں بھی دی جاتی ہیں ۔ جگہ جگہ فوارے اور پھولوں کی کیاریاں لگائی گئی ہیں ۔ شجر کاری بھی کی گئی ہے ۔ دریائے سندھ کا نظارہ یہاں سے نہایت دلفریب لگتا ہے ۔ بہرام بیگ کی عمارت کے ستون قری پہاڑ کواگرٹھ کے پتھر سے بنائے گئے ہیں ۔ اٹک میں متعدد اولیائے اللہ کے مقبرے ہیں ۔ ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں ۔

(1) حضرت مولانا شیخ محمد یحیی صاحب ؒ المعروف حضرت جی صاحب ؒ اٹک ۔

یہ حضرت شیخ سعدی ؒ لاہوری کے خلیفہ اکبر ہیں ۔ ان کا مزار قلعہ اٹک کے شمال میں دریائے سندھ کے عین کنارے پر ہے ۔

(2) حضرت سلطان صدر الدین صاحب ؒ المعروف حضرت سخی سلطان صاحب ؒ ۔ آپ حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب المعروف اخون پنجو بابا ؒ کے مرید خاص ہیں ۔ مزار مبارک قلعہ اٹک کے شمال مشرق کی طرف شاہراہ اعظم سے تقریباً پچاس گز جنوب کی طرف واقع ہے ۔

(3) ۔ حضرت شیخ عبدالرحمن قادری ؒ المعروف نذر دیوان صاحب ؒ ۔ آپ کا مزار مبارک قلعہ اٹک کے شمالی دروازہ کے عین سامنے ہے ۔ (وفات 1122ھ)

marfat.com

(4) - حضرت خواجہ ابراہیمؒ۔

(5) حضرت شاہ عیسی بخاریؒ۔ قلعہ اٹک سے باہر دفن ہیں۔

(6) حضرت شیخ عیسی بھکریؒ کی زیارت گاہ ڈاک بنگلہ سے مغربی جانب واقع ہے۔

(7) حضرت اخون پنجو باباؒ کے دادا صاحب کی زیارت گاہ قلعہ اٹک کے اندر بتائی جاتی ہے۔

یہاں کے مولانا نصر اللہ بن عبدالسلام نے 1128ھ میں " مرآتہ فی شرح اسماء مشکوۃ " لکھی۔ جو فارسی میں اسماء الرجال کی نادر تصنیف ہے۔ حضرت شاہ محمد فاضلؒ درویش بھی یہاں رہتے تھے۔ شاکر اٹکیؒ، عمر اٹکال والا وار برطانوی وزیراعظم انتھونی ایڈن کی پیدائش اٹک کے مقام پر ہوئی تھی۔ اسی انتھونی ایڈن نے نہر سویز کی لڑائی میں صدر جمال عبدالناصر کی فوجوں سے برطانوی فوجوں کی شکست کے بعد اپنے عہدے سے استعفی دے دیا تھا۔

ذکری فرقہ کا بانی ملاں محمد مہدی 977ھ میں نواح اٹک میں پیدا ہوا۔ اس فرقہ کے پیروکار بلوچستان میں رہتے ہیں۔ اس شخص نے مہدی ہونے کا دعوی کیا تھا۔

رنجیت سنگھ کے بیٹے پشاورا سنگھ کو سازش کے ذریعے جواہر سنگھ، فتح خان ٹوانہ اور چتر سنگھ اٹاری والے نے قلعہ اٹک میں پھانسی دے کر دریائے سندھ میں بہا دیا تھا۔ شاہراہ اعظم کے عین وسط میں مغلیہ دور کی ایک چھوٹی سی دو منزلہ عمارت ہے جسے کنجری کا مقبرہ کہا جاتا ہے۔ اس عمارت کے مغرب میں دو قبریں ہیں۔ روایت مشہور ہے کہ یہ دونوں ماں بیٹی گایا کرتی تھیں۔ مرنے کے بعد ان پر مقبرہ بنایا گیا۔ کسی انگریز یا سکھ حاکم نے قبریں اکھاڑ کر تابوت باہر دفن کر دیئے اور عمارت میں اپنا ڈیرہ لگا دیا۔

1978ء میں پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے ایک حکم کے ذریعے کیمبل پور شہر کا نام تبدیل کر کے اٹک رکھ دیا۔ اس طرح ضلع کیمبل پور کو اب ضلع اٹک کہا جاتا ہے۔ اب ہر دو اٹک میں فرق کرنے کے لئے قلعہ اٹک کو اٹک خورد اور کیمبل پور شہر کو اٹک شہر کہا جاتا ہے۔ 333 ق م میں راجہ ارنس کی حکومت سوات سے اٹک تک تھی۔ راجہ ببیٹی کی حکومت بھی سوات سے اٹک تک تھی۔ بعض مورخین اسے راجہ اٹگی مل کہتے ہیں۔ یہ راجہ ہوڈی کا باپ تھا۔ راجہ ہوڈی کا دارالحکومت اٹک کے مغرب میں ہوڈی نگر پہاڑ پر نزد خیر آباد تھا۔ ماہرین آثار قدیمہ ہی ان پہاڑوں کے کھنڈرات میں چل پھر کر ان بیانات کی تائید یا تردید کر سکتے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ راجہ ہوڈی دریا کے مشرق جانب کوہ ٹپادر کے راجہ رسالو کی ہمشیرہ یا بیوی پر عاشق تھا اور رات کو گھوڑے پر سوار ہو کر دریائے سندھ پر سے کود جاتا تھا۔ اس لئے اس مقام کو گھوڑا ترپ کہتے ہیں۔ یہاں چوڑائی 1008 فٹ ہے۔ بقول تھارنٹن یہاں تنگ سے تنگ پاٹ 537 فٹ چوڑا ہے۔ (" پنجاب کا آخری مغلیہ دور " از ایچ آر گپتا) راولپنڈی ضلع کے گزیٹیر 94-1893ء میں کم سے کم چوڑائی 60 فٹ لکھی ہے۔ (مولف)

اٹک نہایت پر فضا مقام ہے۔ اگر یہاں کوئی ہسپتال قائم کیا جائے تو مریضوں کی صحت پر بہت اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیکنیکل سکول یا اور کوئی تعلیمی اداروں کے لئے بھی اچھی جگہ ہے۔ چونکہ موجودہ دور میں پرانے قلعوں کی افادیت باقی نہیں رہی۔ لہذا مناسب ہے کہ قلعہ اٹک میں ایک عجائب گھر قائم کر دیا جائے۔ اور اسلامی

marfatcom

تہذیب وتمدن کو اجاگر کرنے کی خاطر مختلف ادوار کی نوادرات یہاں رکھی جائیں ۔ اندرون اور بیرون ملک کے سیاحوں کے لئے یہ پرکشش جگہ بن جائے گی ۔ نیز آمدن کا بھی ایک معقول ذریعہ بن جائے گا ۔ جسے فلاحی کام پر خرچ کیا جاسکتا ہے ۔ پنجاب کے شمالی علاقہ میں صوبہ سرحد کے لوگوں کے بھی شاہراہ اعظم پر یہ ایک معلوماتی اور تفریحی مرکز بن جائے گا ۔ مچھلی فارم ، پھولوں اور پودوں کی نرسریوں کے لئے بھی یہ ایک عمدہ جگہ ہے ۔ " بہار نثر " مصنفہ لالہ اڈامل ملقب بہ گلدحی (سن تالیف 1186ء جو فن انشاء پر فارسی زبان میں ایک اہم مجموعہ ہے ۔ اس میں بعض سیاسی شخصیات کے خطوط اور اس زمانے کے سیاسی حالات درج ہیں ۔ یہ نسخہ محمد گل ولد غلام حسن قانون گو اٹک نے 1219ھ کو مکمل کیا ۔ نوادرات علمیہ اٹک کے پاس یہ نسخہ موجود ہے ۔

====

اٹک کے قریب دریائے سندھ کے کنارے مغلیہ دور کی عمارت

marfatcom

ضلع اٹک میں دریائے سندھ کے کنارے جی ٹی روڈ کے قریب حضرت شیخ یحییٰ صاحب المعروف حضرت جی صاحبؒ کا مزار

****

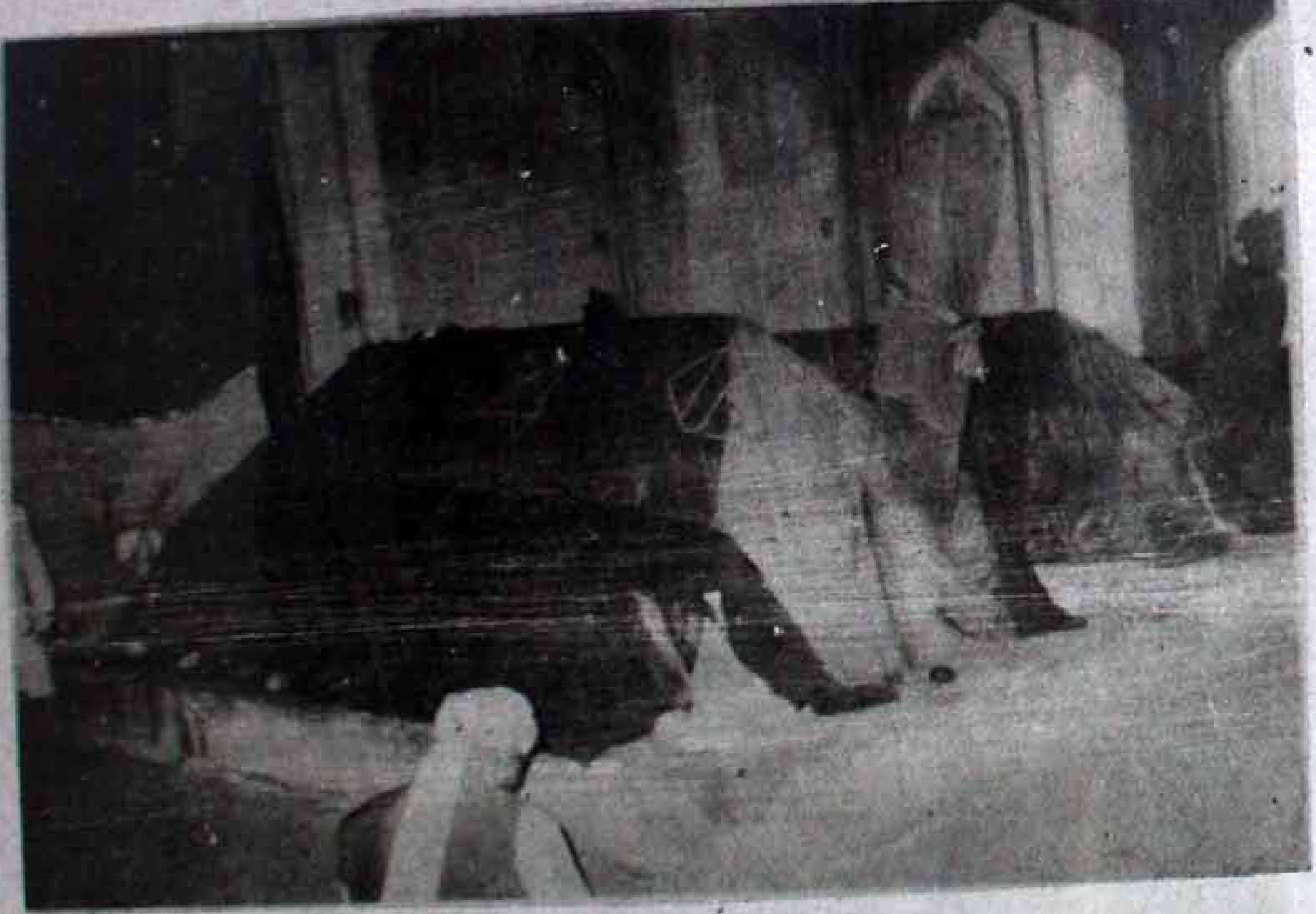

راولپنڈی سے پشاور جاتے ہوئے ضلع اٹک میں سڑک کے درمیان دریائے سندھ کے کنارے ایک مغلیہ دور کی قدیمی عمارت ہے۔ جس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اسی مقام پر اللہ کے نیک بندے درویش ولی حضرت سلطان صدر الدین المعروف سخی سلطانؒ کا مزار ہے۔ آپ سید خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ مغلیہ دور میں سپہ سالار تھے۔ دنیا کو چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ آپ کا تعلق چشتی سہروردی سلسلہ کے حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب المعروف اخوان بنجو پیدائش 949ھ مدفن اکبر پورہ پشاور سے تھا۔ آپ کا مزار ایک بلند ٹیلے پر ہے۔ ور مزار کے چاروں طرف رشتہ داروں کی قبریں ہیں۔ آپ کے مزار تک جانے کیلئے کئی سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ آپ کے مزار کے قریب ہی قدیمی دور کی ایک مسجد بھی ہے۔ آپ مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے دور میں ہو گزرے ہیں۔ آپ کے خلفاء میں حضرت شاہ عیسیٰ بھکری مشہور خلیفہ ہو گزرے ہیں۔ حضرت شاہ عیسیٰ کا روضہ مبارک قلعہ اٹک کے باہر ڈاک بنگلہ سے مغرب کی جانب ہے۔ آپ کی کئی کرامات علاقہ میں مشہور ہیں۔ آپ کے مزار کے جانب مغرب دریائے سندھ (اباسین) کے کنارے حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف جی بابا کا مزار مبارک ایک چٹان پر ہے۔ دریائے سندھ کا پانی آپ کے مزار کو سلامی دے کر بڑے آرام اور سکون سے گزرتا ہے۔ اٹک کے قلعہ کے گردونواح قدیمی دور اور مغلیہ دور کی کئی عمارتیں جو پتھروں کو تراش کر تعمیر کی گئی ہیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس علاقہ کو اٹک پل کے نام سے پکارتے ہیں۔

marfatcom

جبکہ اٹک کا بڑا شہر یہاں سے 13، 14 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ ریلوے لائن اٹک کے بڑے شہر سے گزرتی ہے۔ جبکہ جی ٹی روڈ اٹک خورد کے قریب سے گزرتی ہے۔ اٹک خورد میں ہی موضع ملاحی ٹولہ ہے اس بستی میں ملاح رہتے تھے۔

قلعہ اٹک بھی دریائے سندھ کے کنارے کابل سے آنے والے حملہ آوروں کو روکنے کیلئے تعمیر کیا گیا تھا۔ قلعہ کے قریب ہی مغلیہ دور کی قدیمی عمارت بیگم سرائے ہے۔ جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اسی تاریخی مقام میں حضرت شیخ یحیی صاحب المعروف جی بابا نورانی کرنیں بکھیر رہے ہیں۔ آپ کا پورا نام شیخ یحیی والد کا نام پیر داو صاحب آپ کے بزرگ ثمر قند بخارا سے تشریف لائے تھے۔ آپ کے مرشد کا نام حضرت شیخ سعدی لاہوری تھا۔ جو پشاور میں تشریف لائے۔ تو اپنے حلقہ احباب کو فرمایا کہ اس علاقہ کے ولایت حضرت شیخ یحیی کے پاس ہیں۔ ان سے فیض حاصل کریں۔ حضرت میاں عمرؒ آف چمکنی آپ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب خزینۃ اسرار میں آپ کے حالات زندگی بیان کئے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام محمد اسماعیل دوسرے کا نام محمد عیسیٰ تھا۔ حضرت میاں محمد عمرؒ المعروف چمکنی باباؒ اپنی کتاب توضیح المعانی کے دیباچہ میں رقم طراز ہیں "اللہ تبارک و تعالی نے اپنے حبیبؐ سے جو راز کی باتیں معراج میں کی تھیں۔ وہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ پر آشکار کی گئیں اور وہ راز کی باتیں سلسلہ در سلسلہ حضرت سرالاعظم شیخ یحیی کو بخشی گئیں اور ان کے ذریعے ان باتوں سے مجھے سرفراز کیا گیا۔

انہوں نے آپ کی تعریف میں ایک قطعہ لکھا

قطب ہفت اقلیم شیخ رہنما   شیخ یحیی بندہ خاص خدا

مخزن لطف و عنایات خدا   غوث اعظم خواجہ ہر دو سرا

آپ کے مشہور خلفاء کے نام 1۔ حضرت میر عبداللہ ولد مولانا عبدالرحمن وفات اکبر پورہ پشاور 1206ھ۔ 2۔ حضرت شیخ ذکریا صاحب المعروف شہید میاں صاحبؒ 3۔ حضرت شیخ میاں عنصر قریشیؒ 4۔ حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ 5۔ حضرت شیخ جنید پشاوری 6۔ حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ 7۔ حضرت حافظ محمد صادقؒ 8ؒ9۔ حضرت شیخ میاں راحبازؒ 9۔ حضرت شیخ سنتؒ 10۔ حضرت شیخ اخوند قاسمؒ 11۔ حضرت شیخ محمد اکرامؒ 12۔ حضرت شیخ محمد اکرم ہیں۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ پنجاب سرحد میں آپ کے ماننے والے بہت زیادہ ہیں۔ آپ کو اپنے مرشد سے بڑی عقیدت تھی۔ اپنے مرشد کی زیارت کیلئے اٹک سے لاہور 14 دن پیدل سفر کرتے آپ کی مشہور کرامت ایک ہندو عورت کے اسلام لانے کے بارے میں ہیں۔ اس عورت کی قبر مزار حضرت جی بابا سے ایک احاطہ میں ہے۔ اس پر کتبہ شیتاں بی بی صاحبہ بحکم کازہ پیر صاحب بدشت حاجی اگر صاحب نصب کیا گیا ہے۔ شیتاں بی بی کی تاریخ وفات مغلیہ دور کے گورنر بہرام بیگ درج ہے۔

آپ کا لنگر دن رات جاری رہتا ہے۔ ہر حاجت مند کی حاجت پوری کرتے۔ شاہ و گدا سے یکساں سلوک کرتے۔ تذکرہ علماء مشائخ سرحد حضرت شیخ المشائخ شاہ محمد غوث آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے۔ آپ سے سلسلہ نقشبندیہ میں وافر حصہ پایا۔ ان کی آپ پر خاص نظر عنایت تھی۔ انہوں نے حضرت شیخ یحیی کے متعلق لکھا۔

marfatcom

" حضرت یحیی جیو صاحب کہ از افراد زمانہ بودند "

یعنی جناب شیخ یحیی حضرت جی صاحب افراد زمانہ میں سے ایک فرد تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بہت ترویج واشاعت کی آپ کا مزار حالیہ دنوں از سر نو شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزار کے اندر شیشہ کاری کا کام کیا گیا ہے۔ مزار کے قریب ہی مسجد بھی از سر نو خوبصورت انداز میں تعمیر کی گئی ہے۔ آپ کا عرس ہر سال عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ صوبہ سرحد، ہزارہ سوات سے عقیدت مند عرس پر حاضری دیتے ہیں۔ مزار کے قریب دریا میں اترنے کیلئے سیڑھیاں تعمیر کی گئی ہیں اور آسانی سے دریا کا پانی پینے کیلئے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش 1041ھ اور تاریخ وفات 1131ھ ہے

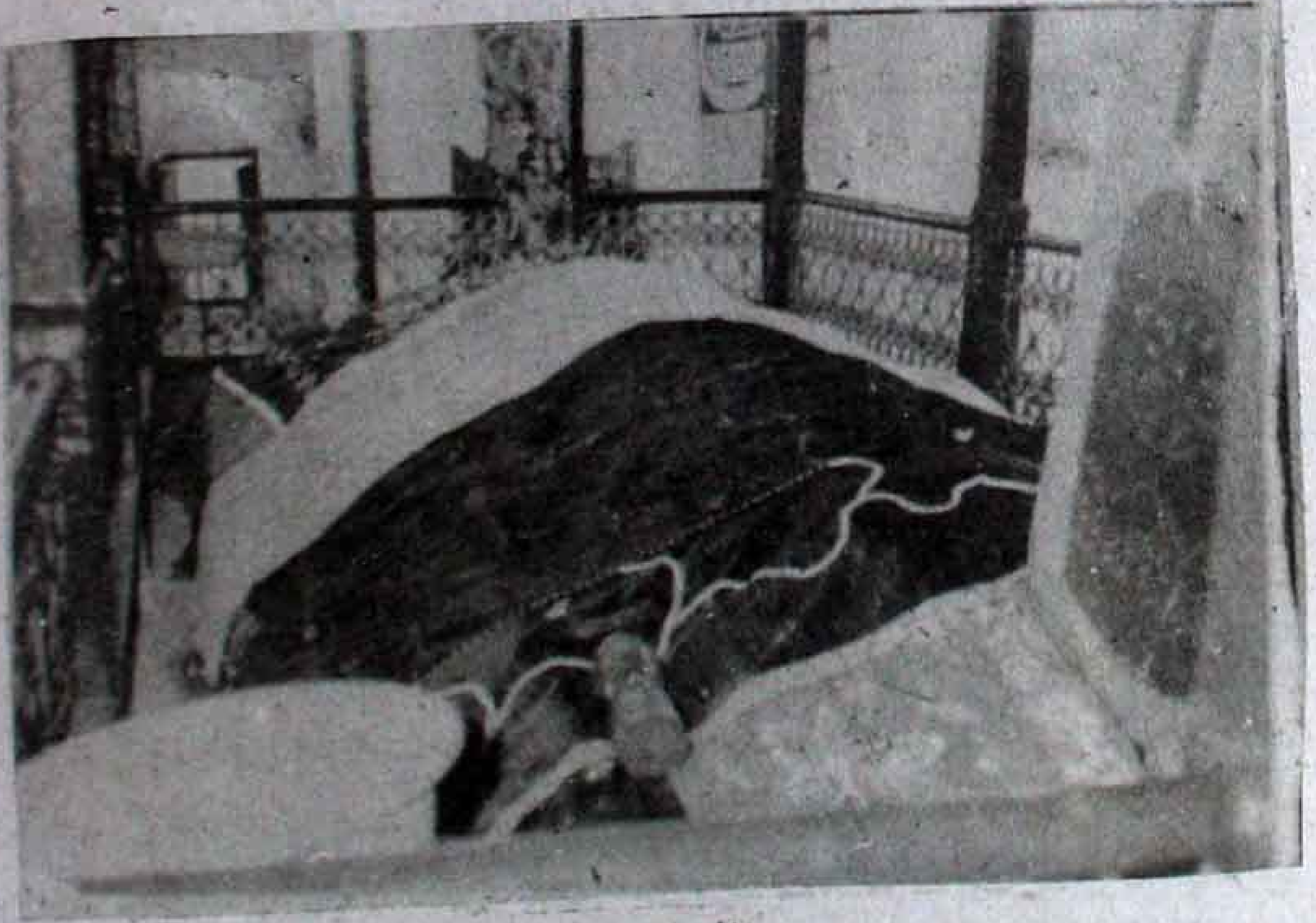

بابا یحیی سلطان اٹک

marfatcom

تربیلا ڈیم

(مٹی کی بھرائی کا دنیا کا سب سے بڑا بند)

****

1947ء میں قیام پاکستان کے بعد بھارت کے ساتھ نہری پانی کی تقسیم کے کچھ مسائل پیدا ہوئے۔ عالمی بینک کی ثالثی کے ذریعہ 1960ء میں نہری پانی کی تقسیم کا ایک معاہدہ ہوا۔ حکومت پاکستان نے عالمی بینک کو تربیلا کے مقام پر ایک ڈیم بنانے کا منصوبہ پیش کیا۔ جسے 1965ء میں منظور کر لیا گیا۔ تربیلا ڈیم پر کام کا باقاعدہ آغاز 14 - مئی 1968ء کو اس وقت ہوا جب ڈیم کے تعمیراتی کام کے لئے واپڈا اور "تربیلا جائنٹ وینچر" کے مابین باسٹھ کروڑ تیس لاکھ امریکی ڈالر کے ایک معاہدے پر دستخط ہوئے۔ مالی اعتبار سے یہ دنیا کا سب سے بڑا معاہدہ تھا۔ ابتداء میں تین اطالوی اور تین فرانسیسی کمپنیوں نے یہ ٹھیکہ لیا، بعد میں اس میں پانچ جرمن اور دو سوئس کمپنیاں بھی شامل ہوگئیں۔ اس طرح تربیلا جائنٹ وینچر تیرہ کمپنیوں پر مشتمل ایک کمپنی بن گئی۔ جس کی سربراہی ایک اطالوی فرم "امپریگلو" کے پاس تھی۔ تربیلا ڈیم کی تعمیر تین مراحل میں مکمل کی گئی۔ تربیلا ڈیم نو ہزار فٹ لمبا اور 465 فٹ بلند ایک ایسی دیوار پر مشتمل ہے جس سے دریا کی پوری چوڑائی کو بند کر دیا گیا ہے البتہ دریا کے بائیں کنارے پر دو سپل وے بنا دیئے گئے ہیں۔ جہاں سے دریا کا پانی ملحقہ آبادی میں چھوڑا جاسکتا ہے۔ تربیلا ڈیم کی تعمیر کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ گرمیوں میں جبکہ دریاؤں میں ضرورت سے زیادہ پانی آجاتا ہے۔ اسے ڈیم کے ذریعے محفوظ کر جائے، تاکہ یہ پانی سردیوں میں اس وقت آبپاشی کے لئے استعمال میں لایا جائے جبکہ دریاؤں میں پانی کی سطح بہت گر جاتی ہے۔ ڈیم بنانے کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس سے بجلی پیدا کی جائے۔ تربیلا ڈیم کی دیوار نچلی 42 فٹ چوڑی ہے جبکہ اوپر صرف پانچ فٹ چوڑی ہے۔ یہ دیوار تعمیر کرنے لئے بیس کروڑ مکعب گز مٹی اور پتھر استعمال کیا گیا اس لحاظ سے دیوار چین کے بعد یہ دنیا میں انسانی ہاتھوں سے تشکیل پانے والی سب سے بڑی تعمیر ہے۔ تربیلا ڈیم کی یہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان اس طرح تعمیر کی گئی ہے کہ اس طرح دریا کے بہاؤ کو بالکل روک دیا گیا ہے اس طرح پچاس میل طویل ذخیرہ آب وجود میں آگیا۔ جس کا مجموعی رقبہ سو مربع میل ہے۔ دریا کے بائیں کنارے دو سپل وے ہیں۔ جبکہ دائیں کنارے کے ساتھ آدھا آدھا میل چار لمبی سرنگیں تعمیر کی گئی ہیں۔ ان سرنگوں کو دریا میں آب پاشی کے لئے چھوڑنے اور بجلی پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بائیں کنارے پر بھی ایک پانچویں سرنگ تعمیر کی گئی ہے جو صرف آب پاشی کے لئے پانی چھوڑنے کے واسطے استعمال ہوتی ہے، دریا کے دائیں کنارے پر وہ پاور ہاؤس ہے جو دس پاور یونٹوں پر مشتمل ہے اور جس کی پیداواری گنجائش مجموعی طور پر 1750 میگا واٹ ہے۔ منصوبے کے مطابق یہاں پر چودہ ٹربو جنریٹنگ یونٹ ہوں گے جو مجموعی طور پر 3475 میگا واٹ بجلی پیدا کریں گے۔ تربیلا ڈیم کی تعمیر کے نتیجے میں ایک سو مربع میل پر محیط جو جھیل وجود میں آئی اس کی وجہ سے تقریباً ایک سو بیس دیہات زیر آب آگئے۔ ان دیہات کے چھیانوے ہزار باشندوں کو دوسری متبادل جگہوں پر منتقل کر کے آباد کیا گیا۔ متاثرین ڈیم کو معاوضے کی صورت میں 30 جون 1984ء تک چھیاسٹھ کروڑ اڑتالیس لاکھ

marfat.com

روپے ادا کئے گئے ۔ جس زمانے میں تربیلا ڈیم کی تعمیر زور و شور سے جاری تھی ۔ یہاں پندرہ ہزار پاکستانی اور آٹھ سو یورپی کارکن دن رات مصروف عمل رہے ۔ تربیلا ڈیم پاکستان کی اقتصادیات میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے ۔ اس ڈیم کی بدولت پاکستان کے مختلف علاقوں میں فصلوں کو مسلسل پانی ملتا رہتا ہے اور ملک کی بجلی کی ضروریات بھی پوری ہو رہی ہیں ۔

آستانہ عالیہ گولڑہ شریف پیر مہر علی شاہ میں **مسجد**

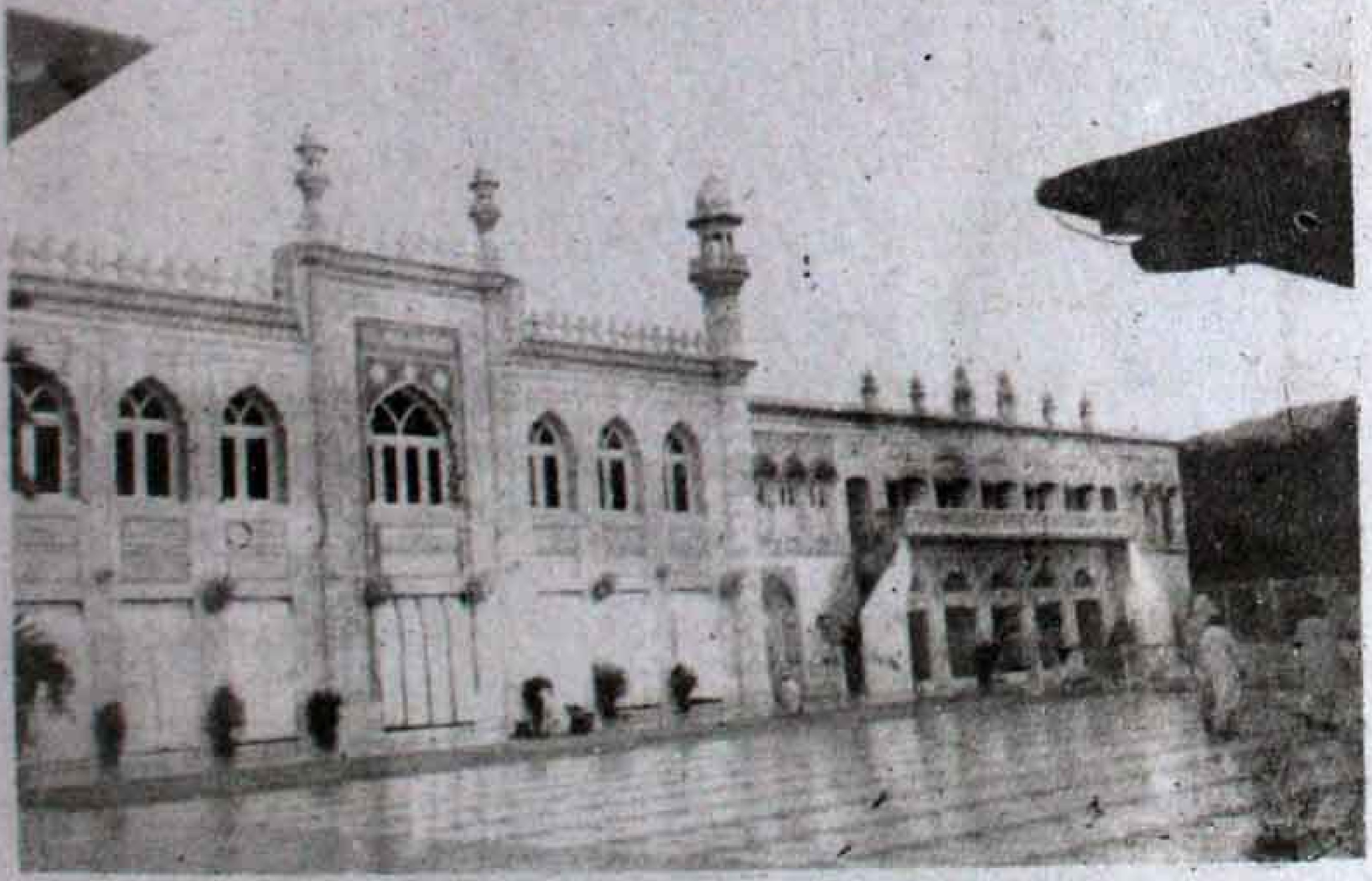

یہ مسجد آستانہ عالیہ پیر مہر علی شاہ صاحب رح کے قریب تعمیر کی گئی ہے تمام مسجد سفید سنگ مرمر سے تعمیر کی گئی ہے ۔ مسجد انتہائی خوبصورت اور شاندار انداز میں تعمیر کی گئی ہے ۔ مسجد میں ہزاروں آدمی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں مسجد کا سارا فرش بھی سفید سنگ مرمر سے تعمیر شدہ ہے ۔ اور وضو کے لیے ایک کھلا حوض بھی ہے ۔ اس میں بھی سفید سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے ۔ اس مسجد کے مینار گولڑہ شریف کے پہاڑوں کی طرح بلند و بالا ہیں اور دور سے اس کی عظمت بیان کرتے ہیں ۔

marfatcom

نوشہرہ

marfat.com

نوشہرہ کے قریب حضرت شیخ رحم کار المعروف کاکا صاحب کا مزار

****

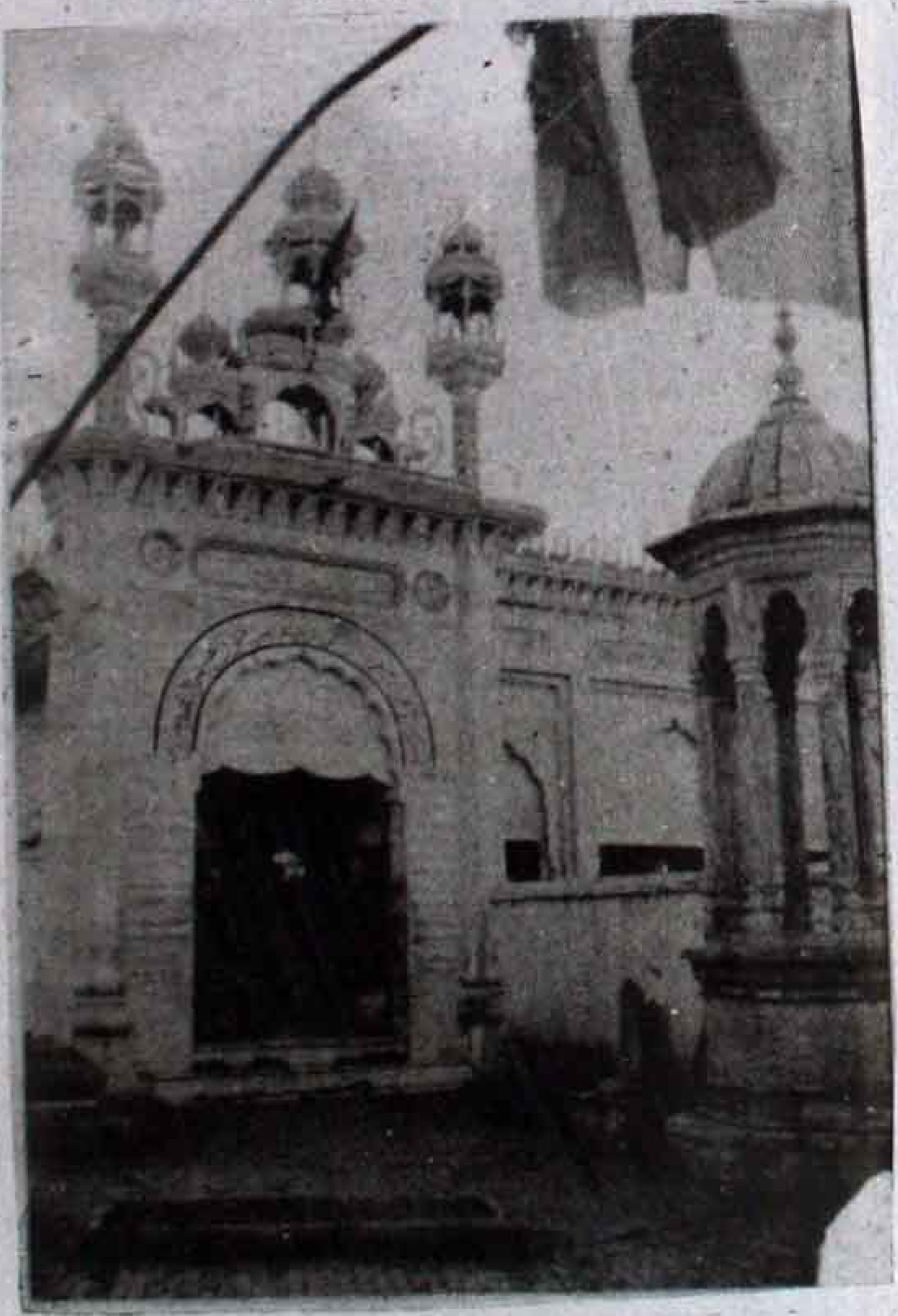

ضلع نوشہرہ سے ایک سڑک زیارت کاکا صاحب کی طرف جاتی ہے ۔ اور اس بستی کا نام بھی کاکا صاحب ہے ۔ بلند وبالا پہاڑیاں پر پیچ راستے طے کرنے کے بعد آپ کا مزار نظر آتا ہے ۔ مزار بہت شاندار، عالیشان انداز میں تعمیر کیا گیا ہے ۔ مزار کے اندر کئی بزرگوں کی قبریں ہیں ۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ، درویش ہو گزرے ہیں ۔ آپ کا اصل نام کستیر گل ہے ۔ لیکن آپ لوگوں کے ساتھ حسن وسلوک، مخلوق خدا پر شفقت کی وجہ سے " رحم کار " کے لقب سے اتنے زیادہ مشہور ہوئے کہ لوگ آپ کا اصل نام بھول گئے ۔ اور چونکہ آپ کی عظمت بزرگی کا نقش ہر ایک کے قلب پر بیٹھا ہوا تھا ۔ اس لئے آپ " کاکا صاحب " کے خطاب سے بھی مشہور ہوئے ۔ کاکا پشتو زبان میں بزرگ اور محترم کو کہتے ہیں ۔ حضرت کاکا صاحب کی ولادت یکم رمضان کو 983ھ بمطابق 1575ء میں ہوئی ۔ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے والد محترم قصبہ

marfatcom

زیارت کاکا صاحب سے جانب جنوب چھ میل کے فاصلے پر جنگل میں مقیم تھے۔ آپ کا شجرہ نسب تیسری پشت میں حضرت امام حسینؓ سے جا ملتا ہے۔ والد کی وفات کے تین سال بعد آپ اس جگہ چلے گئے جسے اب میلہ کہتے ہیں۔ اور زیارت کاکا صاحبؒ سے ڈیڑھ میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہاں پہاڑیوں میں ایک چشمہ کے پاس قیام فرمایا۔ یہ آپ کی جوانی کا زمانہ تھا۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور ولایت کی خبر دور دور تک مشہور ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس پاس کے علاقوں سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے آنے لگے اور میلہ میں اچھی خاصی رونق ہونے لگی۔ حضرت کاکا صاحب اکثر و بیشتر حضرت اخوند پنجہ صاحبؒ اکبرپورہ کی محفل میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت اخوند پنجہ صاحب کا مزار اکبرپورہ ضلع نوشہرہ میں ہے۔ کتاب تذکرہ اولیائے پاکستان از علامہ عالم فقری کے مطابق شہنشاہ اکبر دہلی سے پشاور آیا۔ اس نے کاکا صاحب کی بزرگی کا حال سن رکھا تھا۔ چنانچہ نوشہرہ کے مقام پر حضرت سے ملاقات کی اور بہت عزت و تکریم کی۔ اٹک تک آپ کو ساتھ لے گئے۔ بار بار پوچھا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔ مگر حضرت نے ہر مرتبہ یہی کہا کہ "میں اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں مانگتا"۔ آپ کے انکار کے باوجود اکبر نے علاقہ خٹک اور اتمان بلاق آپ کو جاگیر کے طور پر دے دیئے۔ آپ نے وہی جاگیر اپنے مرید زخان خٹک کو جو کہ مشہور شاعر اور سردار خوشحال خاں خٹک کا باپ تھا۔ مرحمت فرمائی۔ آپ کا سلسلہ طریقت اویسی تھا۔ فیاضی و سخاوت حضرت شیخ رحمکار کے کردار میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کہ قرض لے کر لوگوں پر خیرات کرتے مقامات قطبیہ میں ہے کہ شیخ رحم کار کی شفقت مسکینوں اور فقیروں پر زیادہ تھی۔ جتنا کوئی غریب ہوتا تھا آپ کو زیادہ محبوب ہوتا تھا۔

آپ بہت پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ پانچ وقت کی نماز ہمیشہ مسجد میں ادا فرماتے۔ آپ کے پاس جو بھی کوئی نذر نیاز لاتا۔ وہ درویشوں میں بانٹ دیتے۔ پرانے کپڑے خود پہن لیتے۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔

مخلوق خدا دن رات آپ کے روضہ پر حاضر ہوتی ہے۔ مقامات قطبیہ میں ہے کہ آپ کا وصال 80 سال کی عمر میں 1063 ھ بمطابق 1653ء میں ہوا۔ آپ کے مزار کے گنبد کی تعمیر آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالحلیم نے 1081ھ (1606ء) میں کرائی۔ اس کی تعمیر میں اس علاقے کے بڑے بڑے حضرات نے حصہ لیا۔ یہ مغلیہ فن تعمیر کا ایک بہترین شاہکار ہے۔ جسے ہندوستان کے معمار نے تعمیر کیا تھا۔

شیخ رحمکار کے پانچ صاحبزادے تھے۔

1۔ شیخ ضیاء الدین معروف بہ شہید بابا

2۔ حضرت شیخ محمد گل صاحب معروف بہ حاجی محمد بابا

شیخ خلیل گل معروف مرزے بابا صاحب

4۔ حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب

5۔ نجم الدین صاحب جنہوں نے بچپن میں وفات پائی۔ آپ کے مزار کے قریب عالی شان مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مخلوق خدا دن رات حاضر ہو کر دینی و دنیاوی فیض حاصل کرتی ہے۔

marfatcom

پشاور کے قریب اکبرپورہ میں
حضرت غلام نبی المعروف حضرت ناگا باباجی صابری کا مزار

پشاور سے تقریباً تیرہ چودہ کلومیٹر کے فاصلے پر جرنیلی سڑک کے جانب شمال ایک سڑک اکبرپورہ کی طرف جاتی ہے۔ چند کلومیٹر کے فاصلہ پر مشہور روحانی قصبہ اکبرپورہ ہے۔ یہ خطہ زرخیز اور شاداب ہونے کی وجہ سے اجناس خوب پیدا کرتا ہے۔ پھلوں کے باغات دور دور سے نظر آتے ہیں۔ اس خطہ میں تقریباً چالیس دیہات میں ہندکو بولی جاتی ہے۔ یہ بہت پیاری زبان ہے۔ پنجاب کے صوفیائے کرام نے شاعری میں معرفت کا پیغام اس زبان میں دیا تھا۔

اس خطہ کے لوگ بڑے خلوص اور محبت والے ہیں۔ اکبرپورہ میں حضرت اخوند پنجوبابا کے مزار کے جانب شمال حضرت ناگا بابا کا آستانہ مبارک ہے۔ آپ کا مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ روضہ کے اندرونی حصہ میں شیشہ کاری کا کام کیا گیا ہے۔ مزار کے اوپر شاندار گنبد بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ جو خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ دین و دنیا کے طالب یہاں دن رات حاضری دیتے ہیں۔ آستانہ حضرت ناگا باباجی صابری پر لنگر کا اہتمام جاری رہتا ہے۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔ سرزمین صوبہ سرحد میں قدم قدم پر اللہ کے نیک بندوں نے

marfatcom

رشد وہدایت کی شمعیں روشن لیں۔ اللہ کے برگزیدہ درویشوں میں ولی کامل حضرت ناگا بابا جی صابری بھی ہیں۔
خادم درگاہ ناگا بابا صابری حاجی امام دین کے مطابق آپ کا اصل نام غلام نبی ہے۔ آپ 19 ویں صدی کی نویں دھائی میں اپنے آبائی گاؤں بائی میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں حسن ابدال کے قریب جی ٹی روڈ سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام جمعہ خان تھا اور آپ کے دادا مشور کا نام صدر الدین تھا۔ آپ کا شجرہ نسب خاندان مغلیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت جمعہ خان بڑے متقی اور علم دوست انسان تھے۔
حضرت ناگا بابا صاحب نے ابتائی تعلیم اپنے گاؤں (بائی) میں حاصل کی۔ آپ کا مزاج مبارک بچپن سے ہی فقیرانہ تھا۔ جب آپ نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اسوقت کی انڈین برٹش آرمی میں بھرتی ہوگئے۔ اور پہلی جنگ عظیم (First Word War) میں آپ انڈین برٹش آرمی کی کمانڈ میں مصر چلے گئے۔

آپ کا تصوف کی دنیا میں قدم رکھنے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ مصر میں جنگ کے دوران حکومت کی طرف سے فوج کو 7 دن یعنی ایک ہفتہ کی آزادی مل گئی کہ وہ عوام کی جانو مال اور عزت و آبرو کو کھلم کھلا لوٹیں، چنانچہ آرمی نے بڑی بربادی مچا دی اور جان ومال اور عزت و آبرو کو لوٹنے کا کھیل شروع ہوگیا جس کے ہاتھ جو لگتا لوٹتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک گھر کے دروازے میں ایک عمر رسیدہ عورت ہاتھ میں قرآن پاک اٹھا کر کھڑی تھی اور آہ وزاری کر رہی تھی کہ ہماری عزت کے بدلے ہمارا سب کچھ لے لیجئے۔ مگر ہمیں خدارا کچھ نہ کہئے۔ بوڑھی عورت کے گھر میں جوان اور خوبصورت بیٹی تھی۔ اور بوڑھی عورت اپنی بیٹی کی عزت کے بدلے سب کچھ دینے کو تیار تھی۔ حضرت ناگا بابا صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس بوڑھی عورت کو تسلی دی کہ تمہیں کچھ بھی نہیں کہا جائے گا۔ اور پھر آپ نے سات دن رات اس گھر کے دروازے پر محافظ بن کر ڈیوٹی دی۔ اور کسی بھی سپاہی کو اندر داخل نہ ہونے دیا۔ پھر جب سات دن کے بعد وہ ظلم کا دور ختم ہوا تو وہ بوڑھی عوت آپ کی پاکدامنی اور زندہ دلی سے بہت متاثر ہوئی۔ اور آپ کو بہت دعائیں دیں اور اپنی بیٹی سے نکاح کرنے کی دعوت دی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اور واپس چلے گئے۔ حضرت غلام نبی سرکار فرماتے ہیں کہ میں نے رات کو خواب میں حضرت علاؤالدین علی احمد صابر سرکار کو دیکھا۔ آپ نے یعنی علاؤالدین علی احمد صابر نے مجھے یہ ارشاد فرمایا کہ نوکری چھوڑ دو اور کسی زندہ فقیر کی خدمت اختیار کرو۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ تامل کیا مگر دوسری اور تیسری شب دوبارہ حضرت علاؤالدین علی احمد سرکار کی ملاقات نصیب ہوئی۔ اور انہوں نے یہی ہدایت فرمائی نوکری چھوڑ دو اور کسی زندہ فقیر کی خدمت اختیار کرو۔
چنانچہ حضرت غلام نبی سرکار نے باقاعدہ اپنے مرشد پاک علاؤالدین علی احمد کی ہدایت پر فوج سے استعفےٰ دے دیا اور ہندوستان واپس آگئے۔ آپ نے ضلع اٹک حسن آبادل کے گاؤں (بیری شریف) میں حضرت بابا رحم الدین المعروف حضرت خواجہ تگر سرکار کی خانقاہ میں خدمات و مجاہدات کا آغاز کیا۔ اور 12 سال کی جان لیوا خدمات و مجاہدات کے بعد (کلیر شریف) ضلع سہارنپور تشریف لے گئے۔
وہاں حضرت علاؤالدین علی احمد صابری کلیری خود بہ نفس نفیس عالم فانی میں آکر اپنے مرید بابا غلام نبی سے سینہ بہ سینے ملے۔ حضرت علاؤالدین علی احمد نے اپنے دست جلیل سے آپ کی پشت پر دو تین مرتبہ تھپکی لگائی اور آپ کو ولایت عطا فرمائی۔

marifat.com

اور یہ بھی فرمایا کہ کشمیر یا پشاور میں تمہیں جو جگہ بھی پسند ہو وہاں جاؤ اور خلافت سنبھالو۔ چنانچہ بابا صاحب پشاور آنے پر راضی ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے اجمیر شریف میں حاضری دی اور پھر تقریباً 1934ء یا 1935ء میں پشاور آمد فرمائی اور پشاور شہر میں کم و بیش دو سال گزارنے کے بعد اکبر پورہ تشریف لے آئے اور مزار اخوند پنجو بابا کے قریب مستقل اقامت اختیار فرمائی۔ تقریباً 30 سال یہاں قیام کے بعد 26 اپریل 1965ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

حضرت ناگا بابا جی جب بابا رحم الدین کے پاس قیام پذیر تھے اور ادھر خدمت کر رہے تھے کہ آپ کی ملاقات 16 یا 17 سال کے ایک لڑکے غلام محمد سے ہوئی اور پھر حضرت غلام نبی بابا کی نگاہ پاک نے غلام محمد کو اپنا گرویدہ بنالیا اور وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر بابا جی کے ساتھ ہو گیا۔ اور زندگی کی آخری سانسوں تک آپ کی خدمت کی۔ غلام محمد بابا کی ملاقات حضرت ناگا بابا سے خواجہ نگر سرکار کی خانقاہ میں ہوئی اور اس کے بعد جہاں جہاں حضرت ناگا بابا سرکار گئے تو یہ مرد مجاہد بھی آپ کے ساتھ تھا۔ اور حضرت ناگا بابا جی کی اس فانی دنیا سے رحلت کے بعد آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ اسطرح حضرت غلام محمد بابا حضرت ناگا بابا جی کے پہلے جانشین تھے۔ اور جس طرح حضرت ناگا بابا جی کی قربت ان کی زندگی میں حضرت غلام محمد بابا کو حاصل رہی۔ اسی طرح حضرت غلام محمد بابا کی وفات کے بعد بھی یہ قربت ان کے حصے میں آئی اور آپ کی قبر حضرت ناگا بابا جی کی تربت مبارک کے پہلے میں ہے۔ غلام محمد بابا 10 اکتوبر 1966ء کو فوت ہوئے۔ آپ ضلع اٹک تحصیل فتح جنگ کے ایک گاؤں لگھر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام خان ملک تھا۔

آپ جب بابا رحم الدین (خواجہ نگر سرکار) کی خدمت میں تھے تو وہاں آپ اپنا ستر ڈھانپنے کے لئے بوریا کا ٹکڑا لپیٹے تھے۔ اور پھر پشاور آکر بھی آپ نے یہی بوریا لپیٹے رکھی۔ کچھ عرصہ تک اور پھر بعد میں آپ نے شلوار قمیض زیب تن فرمائی اور اسی وجہ سے آپ کے ناگا بابا کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت ناگا بابا جی صاحب کا عرس ہر سال اکتوبر کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔ تمام صوبہ سرحد اور پنجاب سے لوگ بڑی عقیدت کے ساتھ حاضری دیتے ہیں۔ آپ کا عرس 3 روز کے لئے ہوتا ہے۔ جس میں پہلے دن محفل میلاد مصطفی بڑی عقیدت و احترام سے منائی جاتی ہے۔ جب کہ دوسرے اور تیسرے دن سماع کی محفلیں سجائی جاتی ہیں۔ جس میں ملک بھر سے مشہور قوال اپنی قوالی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ تین دن باقاعدہ غلاف پوشی ہوتی ہے۔ ختم قرآن پاک ہوتا ہے۔ اور ہر خاص و عام میں لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ اس سال بھی یعنی 12، 13، 14 اکتوبر 1996ء کو آپ کا عرس بڑی شان و شوکت سے گزشتہ سالوں کی طرح منایا جائے گا۔ عرس کے موع پر ارادت مند دور دراز سے حاضری دیتے ہیں۔ عرس کے موقع پر زائرین میں دن رات عام لنگر تقسیم ہوتا ہے۔

marfatcom

اکبر پورہ میں حضرت سید عبدالوہاب صاحب المعروف اخون پنجو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار

****

آپ کا نام نامی و اسم گرامی سید عبدالوہاب ہے اور والد گرامی کا نام سید غازی بابا ہے۔ آپ اخون پنجو بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کو کتب تاریخ و سیر میں شیخ پنجو سنبھلی لکھتے ہیں۔ آپ کے بزرگوار عرب سے آکر ہندوستان میں بمقام سنبھل آباد ہوئے۔ جب سلطنت لودھیہ کو زوال ہوا تو آپ کے والد محترم جناب سید غازی بابا صاحب براستہ پنجھ ہزار ہوتے ہوئے علاقہ یوسف زئی میں مقام ترکی میں قیام کیا۔ جناب سید غازی بابا صاحب نہایت ہی پرہیزگار اور زاہد تھے۔ مذکورہ گاؤں میں قناعت اور عزت کے ساتھ وقت بسر کرتے، جناب صالح محمد صاحب المعروف "دیوانہ بابا" کی خالہ سے شادی کی اور اکبر بادشاہ کے زمانہ میں پشاور شہر میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ اور یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مزار قلعہ بالا حصار کے نیچے وائرلیس گراؤنڈ میں درختوں کی گھنی چھاؤں میں موجود ہے۔

945ھ میں جناب حضرت سید عبدالوہاب صاحب المعروف اخون پنجو بابا موضع "اکائے" علاقہ یوسف زئی میں پیدا ہوئے۔ آپ علم لدنی رکھتے تھے مگر پھر بھی ظاہری طور پر آپ نے علوم ظاہری سے فراغت حاصل کی۔ موضع چوبا گجر میں ان دنوں ایک بڑے عالم دین قاضی تھے۔ ان کی خدمت میں پہنچ کر علوم متداولہ کو پڑھا۔ اس کے بعد ہندوستان تشریف لے گئے اور کافی عرصہ مختلف علماء سے پڑھتے رہے۔ ان ایام میں آپ زیادہ عرصہ روہیل کھنڈ میں مقیم رہے۔ تحصیل علم کے بعد واپس صوبہ سرحد لوٹے 990ھ میں بعمر 45 سال اپنے چھوٹے بھائی کے ہمراہ موضع اکبر پورہ میں مستقل قیام اختیار کیا۔

حضرت علامہ شمس العلماء قاضی میر احمد شاہ صاحب رضوانی تحفۃ الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ تقریباً تین سو علماء و مشاہیر وقت نے آپ سے علوم ظاہری میں دستار فضیلت یعنی سند حاصل کی۔ آپ نے کافی عرصہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق اور اخلاق کا درس دیا اور انتہائی جاں فشانی کے ساتھ تبلیغ و اشاعت شریعت مطہرہ میں منہمک رہے۔

اکبر پورہ ان دنوں داؤد زئی قوم کا مرکز تھا۔ اس گاؤں میں چالیس محلے تھے۔ ہر ایک محلہ میں ایک حجرہ تھا۔ ہر ایک محلہ کے لوگ چرس اور بھنگ پی کر رباب لئے ہوئے دن رات ان حجروں میں مست رہتے اور گاتے بجاتے۔ دین اسلام سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور یاد الٰہی سے قطعاً بے پرواہ ہوگئے تھے۔ اتنے بڑے گاؤں میں ایک بھی قابل ذکر مسجد نہ تھی۔ اس تمام علاقہ کے لوگ پیر روشن المعروف پیر تاریکی کے خلیفہ "سرمست" کے مرید اور پیرو تھے۔

marfat.com

پشاور

marfat.com

پشاور

****

دریائے اٹک کا پل پنجاب اور صوبہ سرحد کی حد بندی کرتا ہے ۔ انگریزوں کے دور میں قلعہ کے نزدیک دریا پر لوہے کا پل تعمیر کیا گیا ۔ دو منزلہ پل کے اوپر ریل گاڑی اور پل کے زریں حصہ پر سڑک تعمیر کر کے گاڑیاں گزاری جاتی تھیں ۔ اس پل کے بارے میں کئی روایات مشہور ہیں انگریزوں نے روسیوں کے حملہ کے سدباب کے لئے اس پل کو خاص تکنیک سے تعمیر کیا ہے سڑک کے دونوں طرف سڑک میں کئی موڑ آتے ہیں اور پہاڑوں میں سرنگیں بنا کر ریلوے لائن گزاری گئی ہے ۔ پل پر اسمگلنگ کو روکنے کے لئے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کر دیئے گئے تھے چند سال ہوئے دریائے سندھ پر نیا اور جدید پل تعمیر کیا گیا ہے ۔ اس پل کی تعمیر سے کئی کلومیٹر راستہ کم ہو گیا ہے ئے اور پرانے پل کے درمیان دریائے سندھ میں قدیمی دور کے ستون بھی نظر آتے ہیں ۔ جو کسی گزرگاہ کی نشاندہی کرتے ہیں ۔ ئے پل کے مغربی کنارے پر جانچ پڑتال اور ٹیکس وغیرہ وصول کرنے کیلئے باب خیبر کی طرز پر گیٹ تعمیر کئے گئے ہیں جس پر انگریزی میں لکھا ہے Frentre, North, West, Provence. (N.W.F.P) این ڈبلیو ایف پی ، میں داخل ہونے والوں کو خوش آمدید کہتے ہیں ۔ خوش آمدید کو پشتو زبان میں ہر کلمہ راشہ ، بخیر راغلے ، حیرت کی بات یہ ہے کہ راولپنڈی سے لے کر دریائے اٹک تک پنجاب سے گزرنے والی سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور سب عرصہ دراز سے زیر تعمیر ہیں ۔ لیکن جونہی صوبہ سرحد کے علاقے میں داخل ہوں دوراہا سڑکیں شاندار اور جدید انداز میں تعمیر کی گئی ہیں ۔ راقم کتاب کے بارے میں معلومات قدیمی روحانی مقامات کے فوٹو حاصل کرنے کے لئے سرحد کے بیشتر علاقوں میں گھوما پھرا ۔ اس علاقہ کے لوگوں میں قوم پرستی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ۔ تمام سڑکیں شاندار انداز میں تعمیر کی گئی ہیں ۔ تمام سڑکوں پر سرحد کی پولیس انتہائی لگن اور فرض شناسی سے اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہے کوئی بھی پولیس کا ملازم حاکمانہ انداز میں گفتگو نہیں کرتا ۔ بلکہ چاک و چوبند نظر آتا ہے ۔ اپنے اپنے علاقہ میں پولیس ملازمین گشت کرتے ہیں اور شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کرتے ہیں ۔ میں نے دن رات دوران سفر پولیس کو فرائض سرانجام دیتے ہوئے دیکھا میں نے سرحد سے شائع ہونے والے تمام اخبارات کا مطالعہ کیا ۔ یہاں جرائم کی شرح بہت ہی کم ہے ۔ ڈکیتیاں لوٹ مار کے واقعات بہت ہی کم ہوتے ہیں ۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ پاکستان میں سب سے زیادہ غلہ پیدا کرنے والا خطہ صوبہ پنجاب میں پانچ چھ روٹیوں کا وزن صوبہ سرحد کی ایک روٹی کے برابر ہے ۔ روٹیاں فروخت کرنے والے دکان کے مالکان نے آٹا وزن کرنے والے علیحدہ ملازم رکھے ہوئے ہیں ۔ جو ایک ہاتھ میں ترازو تھامے اور دوسرے ہاتھ سے آٹے ، روٹی کا وزن کر کے دوسرے ملازم کی طرف دھکیل دیتے ہیں یہ روٹیاں بہت لذیذ ہوتی ہیں ۔ جو چائے قہوہ کے علاوہ سادہ پانی سے بھی کھائی جا سکتی ہیں اس علاقہ میں چپل کباب بھی مشہور ہیں ۔ چپل کباب بھی لذیذ ہوتے ہیں ۔ سیاح انہیں بڑی خوشی سے کھاتے ہیں ۔ سرحد کے لوگوں نے اشیائے خوردنی میں ایک معیار قائم رکھا ہوا ہے ۔ یہ معیار اب تک قائم ہے

marfatcom

- اشیاء فروخت کی قیمتوں میں یکسانیت ہے - بڑی سے بڑی مارکیٹ سے چھوٹے سے چھوٹے بازار گلی کوچوں میں بھی نرخوں میں یکسانیت ہے - اشیاء خوردنی کی فراوانی ہے - ٹرانسپورٹ کا نظام بہت اچھا ہے - پشاور کے مضافات اور دوسرے اضلاع کو مقررہ وقت کے مطابق ہلکی بھاری بیس ویگنیں چلتی ہیں - پرائمری سے لے کر دہم تک طالب علموں کا لباس ملیشیا کا ہے - سر پر نیلے کالی رنگ کی ٹوپی اس پر سکول کا بیج ہوتا ہے - جبکہ پنجاب میں سفید پیلے ، نیلے اور درجنوں رنگ کے لباس پہنے طالب علم نظر آتے ہیں - یہاں عورت کا احترام بہت زیادہ کیا جاتا ہے عورتیں بغیر پردہ کے گھروں سے باہر نہیں نکلتیں - پرانے زمانے کا برقع اور جدید دور کی سفید چادر اوڑھ کر باہر نکلتی ہیں - تمام صوبہ میں تعلیمی درسگاہوں کا جال بچھا دیاگیا ہے - نماز روزہ کے یہ لوگ بہت پابند ہیں - اپنے گھروں کے قریب چھوٹی چھوٹی مسجدیں تعمیر کر رکھی ہیں - نماز کے اوقات میں مسجدوں کے قریب ٹرانسپورٹ رک جاتی ہے تاکہ مسافر نماز ادا کر سکیں - سرحد کے لوگ بہت مہمان نواز ہیں دیہات میں مہمانوں کے قیام اور آرام کے لئے حجرے تعمیر کر رکھے ہیں - ان حجروں میں بڑی بڑی چارپائیاں رکھی جاتی ہیں - چلم حجرے میں لازمی رکھی جاتی ہے - ان حجروں میں بیٹھ کر پنچایت کے فرائض بھی سرانجام دیئے جاتے ہیں - چھوٹے مسائل اور معمولی جھگڑے اپنے طور پر حل کر لئے جاتے ہیں -

پشاور شہر کے گردونواح چھوٹی چھوٹی نہروں کا جال بچھا ہوا ہے - نہروں کے اس پانی سے آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے - بھینسوں سے دودھ کے علاوہ باربرداری کا کام بھی لیا جاتا ہے - کسان اور ان کے بچے بھینسوں پر سوار ہو کر

پشاور کے نواح میں بھینس سے دودھ حاصل کرنے کے علاوہ اس پر سواری بھی کی جاتی ہے

marfatcom

کھیتوں کی طرف جاتے نظر آتے ہیں ۔ کھیتی باڑی کے کام سے فارغ ہو کر بھینسوں پر چارہ وغیرہ لاد کر گھر لایا جاتا ہے ۔ ضرورت پڑنے پر بھینسوں کو حل میں بھی جوت لیا جاتا ہے ۔ پشاور ایک قدیم شہر ہے ، اس کے ہر گلی محلہ میں کسی صوفی بزرگ درویش کا مزار ضرور نظر آتا ہے ۔ جمعرات کے روز ان مزارات پر موم بتیاں اور اگر بتیاں جلائی جاتی ہیں ۔ بیشتر مزارات پر منت مراد کے سلسلہ میں تالے لگا دیئے جاتے ہیں ۔ اکثر مزارات پر یہ تالے سینکڑوں کی تعداد میں نظر آتے ہیں اور سبز رنگ کے کپڑوں کے ٹکڑے بھی سینکڑوں کی تعداد میں نظر آتے ہیں ۔ مزارات پر تقسیم ہونے والے لنگر کو خوردہ کہتے ہیں ۔ پشاور میں حضرت شیخ جنید کا مزار اور ہزار خوانی میں حضرت بابا اخوند درویزہ اور روحانی اور صوفی شاعر رحمان بابا کا مزار ہے ۔ یکہ توت شریف میں شہید مرد اور قلعہ بالا حصار کے نیچے کئی اولیاء کرام کے مزارات ہیں ۔ پشاور صوبہ کا دارالحکومت ہے قدیم دور میں اس کا نام پوشاکاپور یونانی چینی سیاحوں نے پشاور کے مختلف نام لکھے ہیں ۔ مسعودی البیرونی نے اسے پشاور کا نام دیا ۔ اکبر نے بھی اسے یہی نام دیا ۔ پشاور میں شاہ جی کی ڈھیریاں جس کے آثار اب ختم ہو چکے ہیں ۔ یہاں ایک 286 فٹ اونچا اسٹوپا بھی دریافت ہوا تھا ۔ جو بدھ مت کی مقدس عبادت گاہ تھی ۔ جو اس علاقہ کا دارالخلافہ تھا ۔ مقامی روایات کے مطابق پشاور میں ایک پیپل کا درخت تھا جس کے سائے میں گوتم بدھ نے قیام کیا ۔ بابر نے اس پیپل کے درخت کو دیکھا تھا کہتے ہیں کہ یہ پیپل کے درخت کی عمر 4 ہزار 500 سال بتائی گئی ہے ۔ مشہور بازار قصہ خوانی ہے ۔ اس بازار کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ جو تجارتی قافلے سیاح یہاں رکتے تھے انہیں قصے کہانیاں سنائی جاتی تھیں ۔ جس کی وجہ سے یہ قصہ خوانی بازار مشہور ہوا ۔ چوک یادگار مشہور چوک ہے ۔ جہاں انگریزوں نے 1930ء میں گولی چلائی تھی ۔ چوک یادگار کے قریب ہی مسجد محبت خاں ہے ۔ محبت خاں مسجد جو 1880ء میں مغل گورنر محبت خاں نے تعمیر کروائی تھی ۔

محبت خاں علی مردان خاں کا بیٹا تھا ۔ یہ لاہور کی بادشاہی مسجد کی طرز پر تعمیر کی گئی ہے ۔ مینار کی بلندی 110 فٹ کے قریب ہے ۔ دیگر پرانی عمارتوں میں شہر کے مشرق کی جانب پرانی عمارت گور کھڑی ہے یہاں بدھ مت کے پیروکار عبادت کرتے تھے ۔ یہاں ہندوؤں نے مندر بھی تعمیر کروائے گروہ گورکھ ناتھ کی بیٹھک بھی یہاں بیان کی جاتی ہے ۔ شاہ جہان کی بیٹی جہاں آراء بیگم نے یہاں مسجد اور سرائے بھی تعمیر کروائے تھے ۔ سکھوں کے دور میں یہ گورنر کی رہائش گاہ تھی ۔ انگریزوں کے دور میں گور کھڑی کو پولیس کا ہیڈ کوارٹر بنا دیا ۔ قلعہ بالا حصار کو تباہ کر دیا تھا ۔ بعد میں اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا ۔

انگریزوں کے دور میں یہاں فوج کے لئے عمارتیں تعمیر ہوئیں ۔ شاہی باغ اور وزیر باغ مغل طرز تعمیر کی عکاسی کرتے ہیں ۔ قلعہ بالاحصار کے جانب شمال مشرق پنج تیرتھ جس کے آثار اب ختم ہو رہے ہیں پنج تیرتھ کا مطلب دوسرے لفظوں میں پانچ پیروں کی جگہ یہاں کبھی تالاب غسل خانے مندر ہوا کرتے تھے ۔ ڈبگری بازار میں بابا جوگن کا مندر ہے کریم پورہ بازار کے قریب جھنڈا بازار میں گورکھ ناتھ اور رتن ناتھ کا مندر ہے ۔ مشہور گیٹ یکہ توت ، کوہاٹی ، سرکی ، سرد چاہ ٹھنڈی کھوئی ، ڈبگری دروازہ ، بجوڑی گیٹ ، کابلی گیٹ ، آسا ماہی گیٹ ، (اندر شہر)

marfatcom

ہشت نگر گیٹ، لاہوری گیٹ، گنج گیٹ مشہور ہیں۔ پشاور کے قریب شوگر مل، ٹیکسٹائل مل، وولن مل، ہوزری فیکٹری، طرناب فارم، تعلیمی درسگاہ میں اسلامیہ کالج، پشاور یونیورسٹی کے علاوہ ایگری کلچر کالج، لاء کالج انجینئرنگ کالج، خیبر میڈیکل کالج، فارسٹ کالج، ایڈمڈ کالج، فرنٹیئر کالج برائے خواتین، ٹیکنیکل کالج قائد اعظم کالج آف کامرس کے علاوہ لاتعداد تعلیمی ادارے ہیں، لیڈی ریڈنگ یہاں کا سب سے قدیمی ہسپتال ہے۔ حیات محمد خاں شیرپاؤ کے نام سے بھی ایک ہسپتال بنایا گیا ہے۔ سرحد کے مشہور شہر خیر آباد جو قدیمی تاریخی شہر ہے۔ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر ہے۔ اکوڑہ خٹک، جی ٹی روڈ پر ہے۔ اس شہر کی بنیاد شہر اکبر کے دور میں ملک اکوڑہ خٹک نے رکھی۔ پشتو کے مشہور انقلابی شاعر خوشحال خاں خٹک کا تعلق اس قصبہ سے ہے۔ جہانگیرہ، پی، چراٹ مشہور شہر ہیں۔ یہ سطح سمندر سے 4286 فٹ بلند ہیں۔ نوشہرہ کو چند سال ہوئے ضلع کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ یہ پشاور سے تقریباً 25 میل کے فاصلے پر دریائے کابل کے کنارے ہے۔ اس پل پر ریلوے لائن بنائی گئی ہے جو درگئی کی طرف جاتی ہے۔ پہلے وقت میں یہاں کشتیوں کا پل ہوا کرتا تھا۔ نوشہرہ کے قریب مشہور بزرگ کاکا صاحب کا مزار ہے۔ اور مانکی شریف میں روحانی آستانہ ہے۔ سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان یہاں لڑائی ہوئی تھی۔ اس لڑائی میں سکھوں کو کامیابی ہوئی۔ نوشہرہ ایک صنعتی شہر ہے۔ اور یہاں بہت بڑی چھاؤنی ہے۔ نوشہرہ کے قریب رسال پور کی چھاؤنی ہے۔ یہاں پاکستان ائرفورس کی اکیڈمی بھی ہے۔ بدرشی میں قدیمی دور کے کھنڈرات بھی پائے جاتے ہیں۔ نوشہرہ سے مردان؛ پیربابا، سوات، کالام، دیر، چترال کے لئے سڑک جاتی ہے۔

پشاور سے کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خاں اور دوسرے چھوٹے شہروں کو سڑکیں جاتی ہیں۔ پشاور ہی سے درہ خیبر، تورخم، لنڈی کوتل کے لئے سڑک جاتی ہے۔ پشاور میں انگریزوں کے دور کا تعمیر کردہ گورنر ہاؤس ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ درہ آدم خیل، پارہ چنار، شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان یہاں کے مشہور علاقے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے حملہ آور اور اولیاء کرام رشد و ہدایت کے لئے برصغیر میں داخل ہوئے۔ پشاور کے قریب علاقہ غیر میں اسلحہ کی فیکٹریاں ہیں اور افغان مہاجرین پشاور میں تجارت پر چھائے ہوئے ہیں۔ جب کبھی بھی افغانستان میں انقلاب آتا ہے تو افغانستان کے لوگ ترک سکونت کر کے پشاور میں آباد ہو جاتے ہیں۔ ان میں فارسی بولنے اور پشتو بولنے والے لوگ شامل ہیں

marfatcom

پشاور میں حضرت اخوند درویزہ صاحبؒ ننگرہاری کا مزار

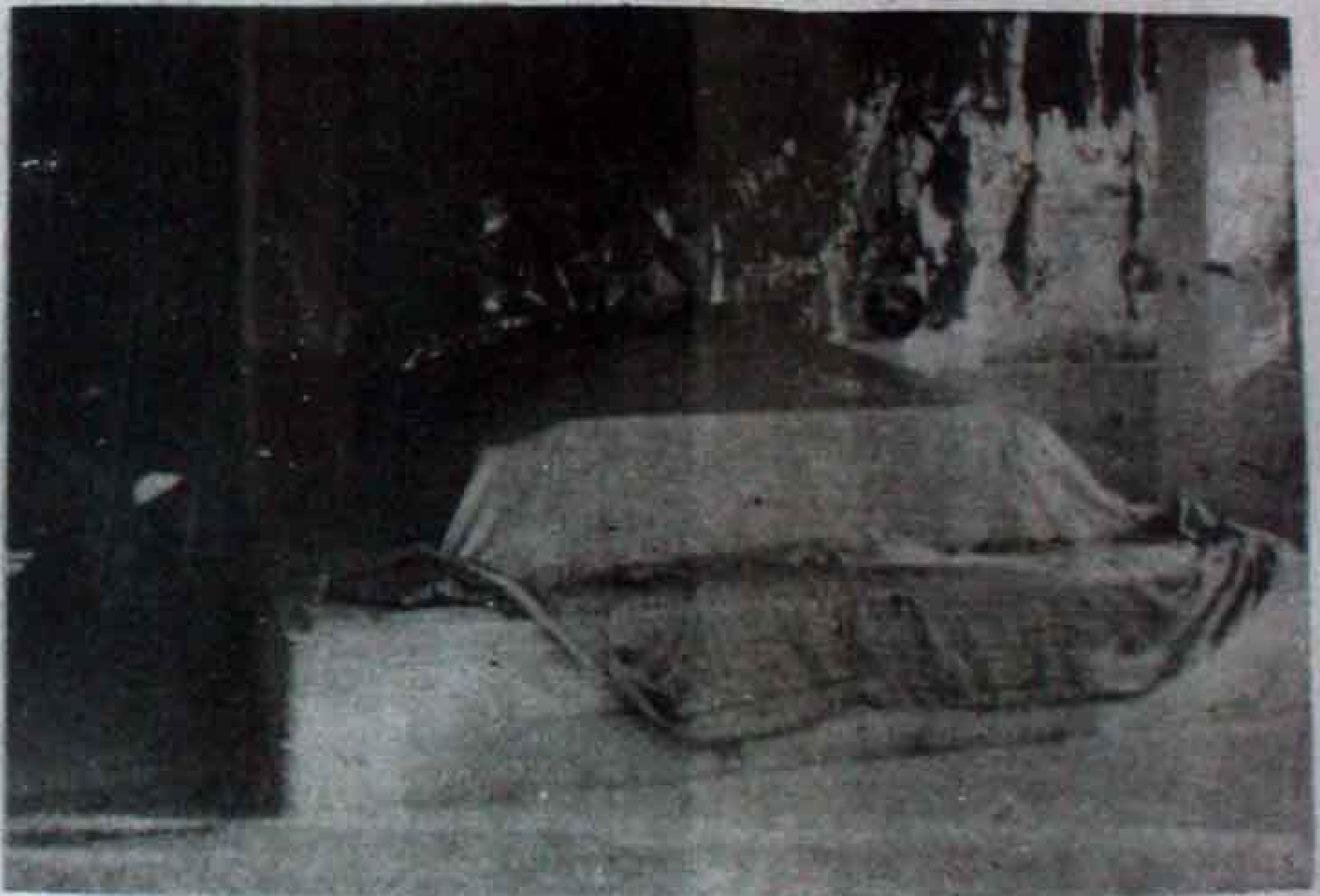

پشاور شہر اور اس کے گرد و نواح اللہ کے نیک اور برگزیدہ انسانوں کے آستانے ہیں، جہاں مخلوق خدا حاضر ہو کر فیض حاصل کرتی ہے۔ انہی اللہ کے نیک بندوں میں حضرت اخوند درویزہ باباؒ بھی شامل ہیں۔ آپ کا مزار پشاور کے مشرق کی جانب بہت بڑے قبرستان میں ہے۔ آپ کے مزار پر عورت کا داخلہ ممنوع ہے۔ جو بھی عورت حاضر ہوتی ہے مزار کے باہر ہی فاتحہ پڑھ کر واپس آجاتی ہے۔ آپکا آبائی وطن ننگرہار تھا۔ آپ کے دادا کو شہید کر دیا تو آپ ننگرہار سے ترک سکونت کر کے اپنے والد کے ہمراہ گدا محمود میں آکر آباد ہو گئے۔ وہیں پر آپ نے عمر کا بیشتر حصہ گزارا۔ سب سے پہلے آپ اس وقت کے عالم حضرت مصر احمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہیں پر آپ نے قرآن مجید اور چند ابتدائی کتابیں پڑھیں آپ کا قوت حافظہ اتنا مضبوط تھا کہ آپ جو بھی کتاب پڑھتے زبانی یاد ہو جاتی تھی۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد از فقیر محمد امیر شاہ قادری کے مطابق حضرت اخوند درویزہ بابا جناب سید علی ترمذی المشہور پیر باباؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہی سے فیض باطنی حاصل کیا۔ شیخ کامل کی مکمل توجہ سے آپ کو تھوڑے عرصہ میں مقامات جلیلہ و عظمیٰ نصیب ہوئے اور روحانی تربیت حاصل کی۔ حضرت اخوند درویزہ بابا نے لمبا سفر طے کیا۔ راستہ میں رشد و ہدایت دیتے رہے۔ کشمیر میں آپکی آمد یہاں کی جاتی ہے۔ کشمیر میں آپ نے جناب حضرت ملاں عباسی کی خدمت میں رہ کر خوب فیض حاصل کیا۔ اس وقت ہندوستان میں اکبر بادشاہ کا پھیلایا ہوا مذہب دین اکبری کے بڑے چرچے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس گمراہی کے خلاف قدم اٹھایا اور آپ کی تبلیغ سے بہت سے لوگ راہ راست پر آگئے۔ آپ نے عربی پشتو میں کئی کتابیں لکھیں۔

marfat.com

آپ بیشتر وقت ذکر الٰہی میں گزارتے ۔ دوران عبادت ذکر کرتے کرتے آنسوؤں سے آپ کی داڑھی تر ہو جاتی۔ آپ کی چند مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں ۔ تذکرۃ الابرار والاشرار، ارشاد الطالبین، ارشاد المریدین، مخزن الاسلام، قصیدۃ الامالی، شرح اسماء الحسنٰی۔

آپ کی ایک اور کرمت بہت مشہور ہے جو بچہ خود سر ہو جو حافظ قرآن کو حفظ نہ کر سکتا ہو وہ آپ کے مزار پر جا کر تین یا پانچ یا سات جمعرات قرآن پڑھے کہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے اس کی زبان رواں ہو جاتی ہے ۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے ولی اللہ درویش صاحب علم ہو گزرے ہیں ۔ آپ کے فرزند مولانا مولوی عبدالقیوم بھی بہت بڑے عالم فاضل درویش ہو گزرے ہیں ۔ جو حضرت پیربابا کے مرید تھے ۔ مولانا عبدالکریم نے اپنے والد سے علم حاصل کیا۔ آپ کا وصال 1072ء میں ہوا ۔ آپ کا مزار علاقہ یوسف زئی میں ہے ۔ حضرت اخوند درویزہ کا مزار قدیم طرز تعمیر شدہ ہے جبکہ اسی قبرستان میں رحمان بابا کا مزار ہے جو جدید انداز اور سفید سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے ۔

پشاور شہر کی قدیمی عمارت گور کھٹڑی المعروف ڈھکی

یہ عمارت پشاور کے سب سے بلند ترین مقام پر قائم ہے اور پشاور میں سب سے قدیمی عمارت ہے ۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ پشاور میں اس مقام کو مرکزی حیثیت حاصل تھی ۔ پشاور کے بڑے بڑے پرانے دروازے ہیں ان دروازوں سے جو راستے نکلتے ہیں وہ گور کھٹڑی کی عمارت کی طرف آتے ہیں۔ ہندوؤں کی تاریخ کے مطابق گور کھٹڑی کی اس عمارت میں گرو گورکھ ناتھ کی آمدیاں کی جاتی ہے جو اس عمارت میں بیٹھ کر غریبوں کو دوائیں وغیرہ تقسیم کرتے تھے ۔ اس قدیمی عمارت کے دو دروازے مشرق اور مغرب کی طرف کھلتے ہیں، چوک یادگار کی جانب سے ایک سڑک گور کھٹڑی کی طرف آتی ہے ۔ لاہوری گیٹ، گنج گیٹ، ڈھکی گیٹ، کوہاٹی گیٹ، اساماہی گیٹ، رام پورہ گیٹ، ہشت نگری گیٹ اور دیگر دروازوں سے آنے والے راستے اس قلعہ نما عمارت کی طرف آتے ہیں ۔ اس قلعہ پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظارہ کیا جا سکتا ہے اور درہ خیبر کے پہاڑ صاف نظر آتے ہیں ۔ یہ قلعہ نما عمارت چھوٹی اینٹوں سے بیضوی صورت میں تعمیر کی گئی ہے ۔ اس کی دیواریں کافی چوڑی اور بلند ہیں ۔ پشاور میں یہ سب سے بلند ترین قلعہ نما عمارت ہے ۔

marfatcom

رحمٰن باباؒ پشاور

رحمن باباؒ ۱۶۳۲ء میں پیدا ہوئے وہ حقیقی معنوں میں پورے صوبہ سرحد کے سرپرست ولی اور پشتو کے عظیم شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں اور اسی اعتبار سے ان کا انتہائی احترام کیا جاتا ہے۔ رحمن باباؒ جید عالم دین اور عارف کامل تھے۔ ان کی ساری زندگی اسلامی تعلیمات کی تبلیغ خلق خدا کی خدمت آفاقی اخوت اور سادگی کے اصولوں کے پرچار میں گزری رحمن باباؒ کا انتقال ۱۷۰۶ء میں ہوا۔ ان کا مزار پشاور میں عقیدت مندوں کی عقیدت کا اہم مرکز ہے۔ آپ کا کلام معرفت پر مبنی ہے۔ اور آپ کو سرحد میں ایسی حیثیت حاصل ہے۔ جیسے پنجاب میں میاں محمد صاحبؒ کو ہے۔ آپ کے ایک ایک شعر میں روحانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے

marfatcom

شیخ المشائخ حضرت شیخ جنید پشاوریؒ

پشاور شہر کے لاہوری محلہ کے باہر گلبہار کالونی میں حضرت شیخ جنید پشاوریؒ کا آستانہ مبارک ہے۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش ہو گزرے ہیں۔ آپ کے مرشد کا نام حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی صاحبؒ تھا جن کا مزار اٹک خورد کے قریب دریائے سندھ کے کنارے پر ہے۔ علماء مشائخ سرحد از فقیر محمد امیر شاہ قادری کے مطابق حضرت شیخ جنیدؒ سلسلہ نقشبندیہ میں سلوک و معرفت کی منازل طے کر چکے تو سیاحت کے لئے رخت سفر باندھا۔ حیدر آباد سے روانہ ہو کر آپ ملتان پہنچے۔ اس وقت ملتان میں حضرت قطب الاقطاب شیخ حمد ملتانی قادری کا سلسلہ عالیہ قادریہ میں علم مشیخیت بلند تھا۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ قادریہ میں مرید ہو گئے اور زہد و ریاضت و چلہ کشی شروع کر دی۔ قائم اللیل اور صائم الدھر تھے۔ زہد و ریاضت آپ کا شعار تھا۔ سلسلہ ہائے طریقت کی اشاعت و ترویج آپ کی زندگی کا مقصد تھا اور شریعت محمدیہ اتباع سنت کا آپ مظہر اتم تھے۔ ملتان سے روانہ ہو کر مختلف ممالک میں تبلیغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے پشاور پہنچے۔ پشاور کے مشرقی جانب گنج دروازہ کے باہر آپ نے ایک جھونپڑی بنا کر یاد الٰہی کی تعلیم شروع کر دی۔ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا حسب توفیق سلوک و معرفت کی تعلیم حاصل کرتا۔ ہندوستان میں آپ نے طریقہ نقشبندیہ کو خوب پھیلایا اور جناب حضرت شاہ عبدالکریم رامپوری کو سند خلافت عطا فرمائی۔ ویسے تو اس سلسلہ میں آپ کے بہت خلفاء تھے مگر حضرت شاہ عبدالکریم رامپوری آپ کے خلیفہ اکبر تھے۔ صوبہ سرحد آزاد قبائل افغانستان کا تمام علاقہ ہرات غزنی تک آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ پھیلا۔ اس تمام علاقہ میں آپ کا سلسلہ "قادریہ

marfat.com

زاہدیہ " کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے خلیفہ اکبر حضرت حافظ محمد صدیق صاحب پشوئیؒ تھے۔ آپ کے سلسلہ میں بڑے بڑے اکابر و مشائخ ہو گزرے ہیں۔ جو کہ زاہد اور مجاہد بھی تھے۔ حضرت مجاہد جلیل و عظیم جناب اخوند صاحب سوات، حضرت مجاہد اعظم جناب خواجہ نجم الدین صاحب المعروف ہڈہ ملا صاحب اور جناب مجاہد کبیر حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ آپ ہی کے سلسلہ کے بزرگ ترین شیخ تھے۔ آپ کی تربیت روحانی بطریق اویسی حضور اکرمؐ نے بھی فرمائی تھی۔ اسی لئے آپ کے سلسلہ میں اویسی نسبت غالب ہے۔ آپ مصدر کرامات تھے۔ پشاور شہر کا ہر فرد آپ کے فیوضات باطنی و ظاہری کا معترف ہے اور ہر وقت آپ کے مزار پر زائرین کا اژدحام ہوتا ہے۔ آپ کی وفات 28 شوال 1198ھ میں بروز جمعہ ہوئی۔ آپ کا مزار گنج دروازہ کے باہر مرجع عوام و خواص ہے۔

==

یادگار حیات کے پاس نصب بورڈ

marfatcom

گورکھتڑی (پشاور قدیمی شہر اور حملہ آوروں کی گزرگاہ)

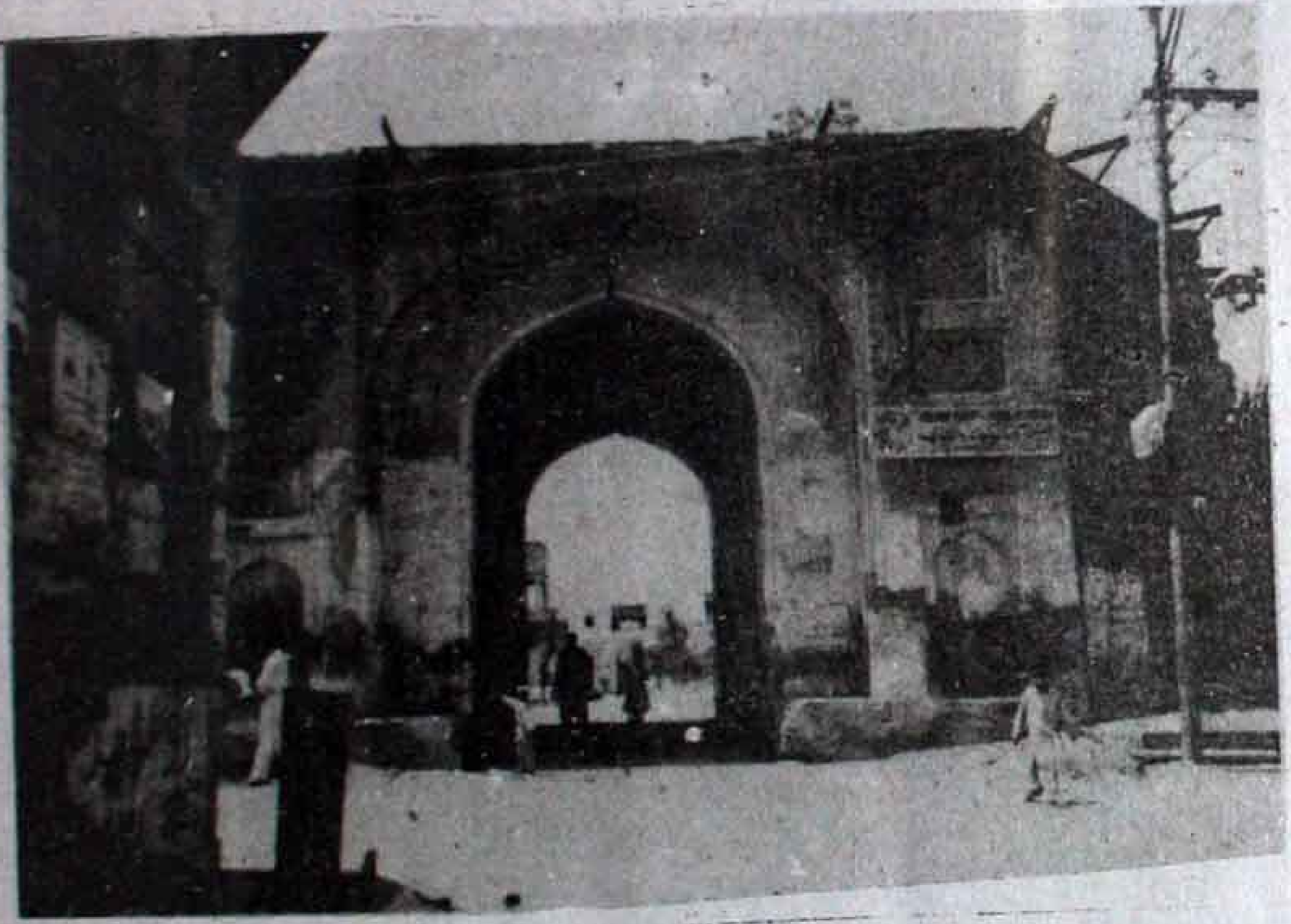

پشاور قدیمی شہر جس کی تاریخ ہزاروں سالہ پرانی ہے۔ کبھی یہ شہر قلعہ بند تھا۔ کافی بلندی پر قلعہ نما عمارت میں شہر کا ہیڈ کوارٹر تھا جس کے دو بڑے دروازے ہیں۔ شہر کے دروازے لاہوری گیٹ، کوہاٹی گیٹ، مرکی گیٹ، سرد چاہ، ٹھنڈی کھوئی، بجوڑی گیٹ، اسا ماہی، اندر شہر، رام پورہ گیٹ، کابلی گیٹ، ڈبگری، یکہ توت اور ہشت نگری کے نام سے مشہور ہیں۔ چوک یادگار، قصہ خوانی بازار مشہور بازار ہیں۔ قصہ خوانی بازار میں فرنگیوں کے خلاف لڑنے والے شہداء کی یادگار ہے۔ یادگار پر دکانداروں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اشتہارات چسپاں کر کے یادگار کی حیثیت تبدیل کر دی گئی ہے۔ شہر کے قریب مشہور قلعہ بالا حصار ہے۔ یہاں فوج کے علاوہ خیبر رائفلز قیام پذیر ہے۔ پشاور قدیمی شہر ہے یہاں قدم قدم پر اللہ کے نیک بندوں کے مزارات ہیں۔ لاہوری دروازے کے باہر گل بہار کالونی کے قریب حضرت شیخ جنید بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ آپ بہت بڑے درویش اور ولی کامل ہو گزرے ہیں۔ آپ جی بابا آف اٹک کے خلیفہ تھے۔ روحانی فیض آپ کو ان ہی سے ملا تھا۔ یہاں دن رات مخلوق خدا حاضری دیتی ہے۔ قریب ہی تھوڑے سے فاصلہ پر ہزار خوانی میں حضرت اخوند درویش بابا کا مزار ہے۔ یہاں عورت کا داخلہ ممنوع ہے۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ دروازہ کے باہر آپ کی تاریخ پیدائش 956ھ تاریخ وصال 1048ھ درج ہے۔ قریب ہی رحمان بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ جو سفید سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ گنبد عالی شان ہے۔ مزار سے ملحقہ اکیڈمی بھی تعمیر کی گئی ہے رحمان بابا کو سرحد میں وہی حیثیت حاصل ہے جو پنجاب میں میاں محمد صاحبؒ کو حاصل ہے۔ آپ کا کلام صوفیانہ ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں

marfatcom

پورے صوبہ سرحد کے سرپرست ولی اور پشتو کے عظیم شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ رحمان بابا بہت بڑے عالم ولی کامل ہو گزرے ہیں۔ ان کی ساری زندگی اسلام کی خدمت میں گزری وہ مخلوق خدا سے محبت کا درس دیتے ہیں۔ آپ کا کلام پشتو زبان میں کتاب کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کا وصال 1706ھ میں ہوا۔ ان کے پشتو کے ایک شعر کا ترجمہ زندگی میں ہر بہار کو خزاں آتی ہے لیکن ولیوں اور درویشوں کی بہار کو خزاں نہیں آتی۔ ایک ہی قدم سے عرش پر پہنچا دیتے ہیں۔ میں نے ان درویشوں کی یہ رفتار دیکھی ہے آپ کے مزار کے لئے قیمتی سنگ مرمر کابل سے بادشاہ نے بھیجا تھا لیکن اب مزار جدید اور خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ پشاور سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلہ پر اصحاب بابا کا 22 گز لمبا مزار ہے۔ یہ مزار ایک بلند ٹیلہ پر ہے۔ کسی تباہ شدہ بستی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ مزار کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ نصف حصہ مردوں کی زیارت کے لئے نصف حصہ عورتوں کی زیارت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اصحاب بابا کے مزار پر یہ عبارت تحریر ہے "روضہ مبارک و مشہور اصحابی حضرت سنان بن سلمۃ بن محبق حذلی المعروف حضرت اصحاب بابا جی المتوفی 45ھ" موضع سی پور پشاور روحانی تردن صفحہ 55 پشاور کی ایک اور روحانی ہستی پیر بابا ہے۔ آپ کا نام سید علی ہے۔ ترمذ سے ہجرت کر کے صوبہ سرحد میں آئے آپ کی والدہ ماجدہ شہنشاہ بابر کی صاحبزادی تھی۔ آپ کا مزار بونیر میں ہے۔ عرس کے موقع پر ہزاروں عقیدت مند حاضری دیتے ہیں۔ پشاور ایک قدیمی شہر ہے۔ شاہ جی کی ڈھیری میں قدیمی آثار ملے ہیں۔ صدر چھاؤنی میں 9 گز لمبا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام نضیح بیان کیا جاتا ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے بتائے جاتے ہیں اسلامیہ کالج کے قریب جی پی او کے قریب 9 گز لمبا مزار ہے۔ بڈھیر کے پہاڑوں میں 9 گز لمبا مزار ہے۔

پشاور کے علاقہ سے ہر زمانہ میں نہ صرف حملہ آور گزرتے رہے بلکہ یہ علاقہ ایشیاء کے اہم ترین تجارتی راستوں کا مرکز بھی تھا اس علاقہ پر دنیا کی مختلف تہذیبوں کی گہری چھاپ ہے۔ تیسری صدی قبل مسیح میں یہاں بدھ مت خوب پھیلا۔ پشاور کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ گندھارا تہذیب کا مرکزی علاقہ موجودہ پشاور کو کہا جاسکتا ہے۔ یہ وادی تقریباً 2 ہزار 220 مربع میل رقبہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر طرف بلند و بالا پہاڑی سلسلہ میں گھری ہوئی ہے۔ پشاور کا پرانا نام پشکلاوتی تھا جس کی قدیمی جائے وقوعہ چارسدہ کے پاس برآمد ہو چکی ہے۔ اس علاقہ کا دوسرا دارالحکومت ٹیکسلا تھا۔ وادی گندھارا ٹیکسلا سے بدھ دور کی جو یادگاریں برآمد ہوئی ہیں سنگ تراشوں مجسمہ سازوں کندہ کاروں نے اپنے دور کی تاریخ تہذیب اور ثقافت کے جو حالات پتھروں کی زبان سے بیان کئے ہیں جو قیمتی سرمایہ ہیں۔ گوتم بدھ کی زندگی کے حالات اول تا آخر پتھروں کی تختیوں پر نقش کر دیئے ہیں یہ اس دور کی چلتی پھرتی تحریریں معلوم ہوتی ہیں۔ پشاور کے عجائب گھر میں قیمتی نوادرات کا ذخیرہ موجود ہے۔ فن بت تراشی مجسمہ سازی کے جو نمونے پشاور کے عجائب گھر میں محفوظ ہیں کسی اور عجائب گھر میں نہیں ہیں۔ شہر اور صدر کو ملانے والی سڑک پشاور یونیورسٹی کی طرف جا نکلتی ہے۔ یہ سڑک اسلامیہ کالج کی پر وقار عمارت سے گزرتی ہوئی باب خیبر میں داخل ہوتی ہے۔ باب خیبر کے قریب بہت بڑی مارکیٹ تعمیر کی گئی ہے۔

==

marfatcom

پشاور کے محلہ یکہ توت میں حضرت خواجہ شہید مرد کا مزار

****

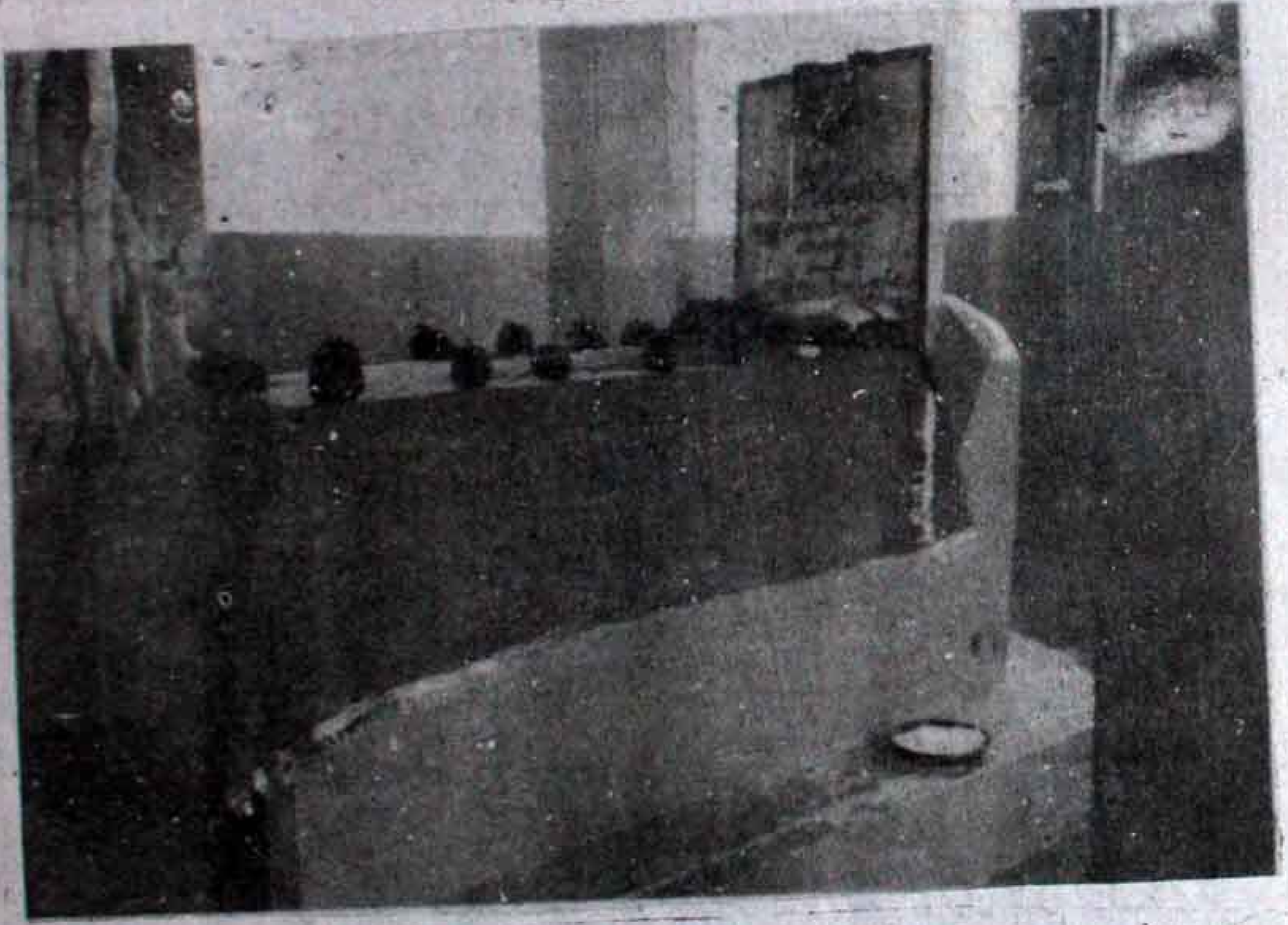

حضرت خواجہ شمس الدین چشتی ناگوری المعروف خواجہ شہید مرد چشتی پشاوری رحمتہ اللہ علیہ کتاب تواریخ آئینہ تصوف میں حضرت مخدوم شاہ محمد حسین چشتی صابری رام پوری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔ آپ کے والد کا نام حمید الدین چشتی ناگوری رحمتہ اللہ علیہ ہے ۔ آپ حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے ۔ حضرت خواجہ شمس الدین المعروف خواجہ شہید مرد رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت 17 ذیقعدہ 596ھ میں ہوئی ۔ خواجہ شہید مرد رحمتہ اللہ علیہ نے بیس سال کی عمر میں حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی ناگور میں قدم بوسی حاصل فرمائی ۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کو سرکار غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت ہونے کو پیش فرمایا ۔

سرکار غریب نواز نے فرمایا اس کا حصہ ولایت ہمارے خلیفہ خواجہ فقیر محمد چشتی ساکن جمرود پشاور شہر کے پاس ہے ۔ خواجہ اپنے ایک دوست شیخ ابو عبدالعزیز عبدالرحمن صدیقی کے ہاں کانگڑہ گئے اور وہاں سے حیدر آباد پھرتے پھراتے لاہور پہنچے ۔

لاہور میں حضرت خواجہ علیم الدین بن احمد یسئوی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اشارہ غیبی سے آپ پشاور تشریف لائے اور جمرود پشاور میں حضرت خواجہ فقیر محمد چشتی خلیفہ حضرت سید معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے ۔ جب سرکار غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لے جا رہے تھے حضرت خواجہ فقیر محمد چشتی

marfatcom

جمرود پشاور کو وادی پشاور کا شاہ ولایت مقرر کیا۔ خواجہ فقیر محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا جمادی الثانی 611ھ میں جمرود میں وصال ہوا۔ خواجہ شہید مرد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیرو مرشد کے حکم سے پشاور شہر کو تبلیغ اسلام کا مرکز بنایا۔ اس زمانہ میں چین سے بدھی بھگتو بدھ مذہب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔ پشاور شہر میں موجودہ شاہ جی کی ڈھیریاں (شیوا جی) بدھ مذہب کی تعلیم کا بہت بڑا مرکز تھا۔ حضرت خواجہ شہید مرد کی تعلیم و تبلیغ سے سینکڑوں افراد بدھ مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوئے اور آپ کی فیض صحبت سے سینکڑوں مسلمانوں نے مقام ولایت حاصل کیا۔

خواجہ شہید مرد نہایت مستجاب الدعوات تھے۔ اسوہ حسنہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل نمونہ تھے۔ آپ نے اپنے اخلاق حمیدہ اور اعمال پاکیزہ سے یہ ثابت کیا کہ دین اسلام اصلاح و تربیت نفس کا مکمل نظام ہے۔ جو صراط مستقیم سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر لاتا ہے۔ کتاب تواریخ آئینہ تصوف میں حضرت مخدوم شاہ محمد حسن چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا ذکر کیا ہے۔ آپ کے خلیفہ خواجہ میراں شاہ قادری لاہوری ہیں انکے خلیفہ میاں نتھے شاہ لاہوری ہیں۔ ان کے خلیفہ سید محمد مسعود ہیں جن کے خلیفہ شاہ عبدالکریم رام پوری ہیں۔ ان کے خلیفہ میاں غلام شاہ معصوم رام پوری ہیں۔ ان کے خلیفہ شاہ محمد حسن قادری چشتی صابری رام پوری رحمتہ اللہ علیہ مصنف تواریخ آئینہ تصوف ہیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین قادری چشتی ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 11 صفر المظفر 711ھ کو پشاور شہر میں ہوا۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

پشاور شہر کا قدیمی اور تاریخی مقام چوک یادگار

marfatcom

پشاور کے قریب چمکنی میں غوث زمان حضرت میاں محمد عمر صاحبؒ کا مزار

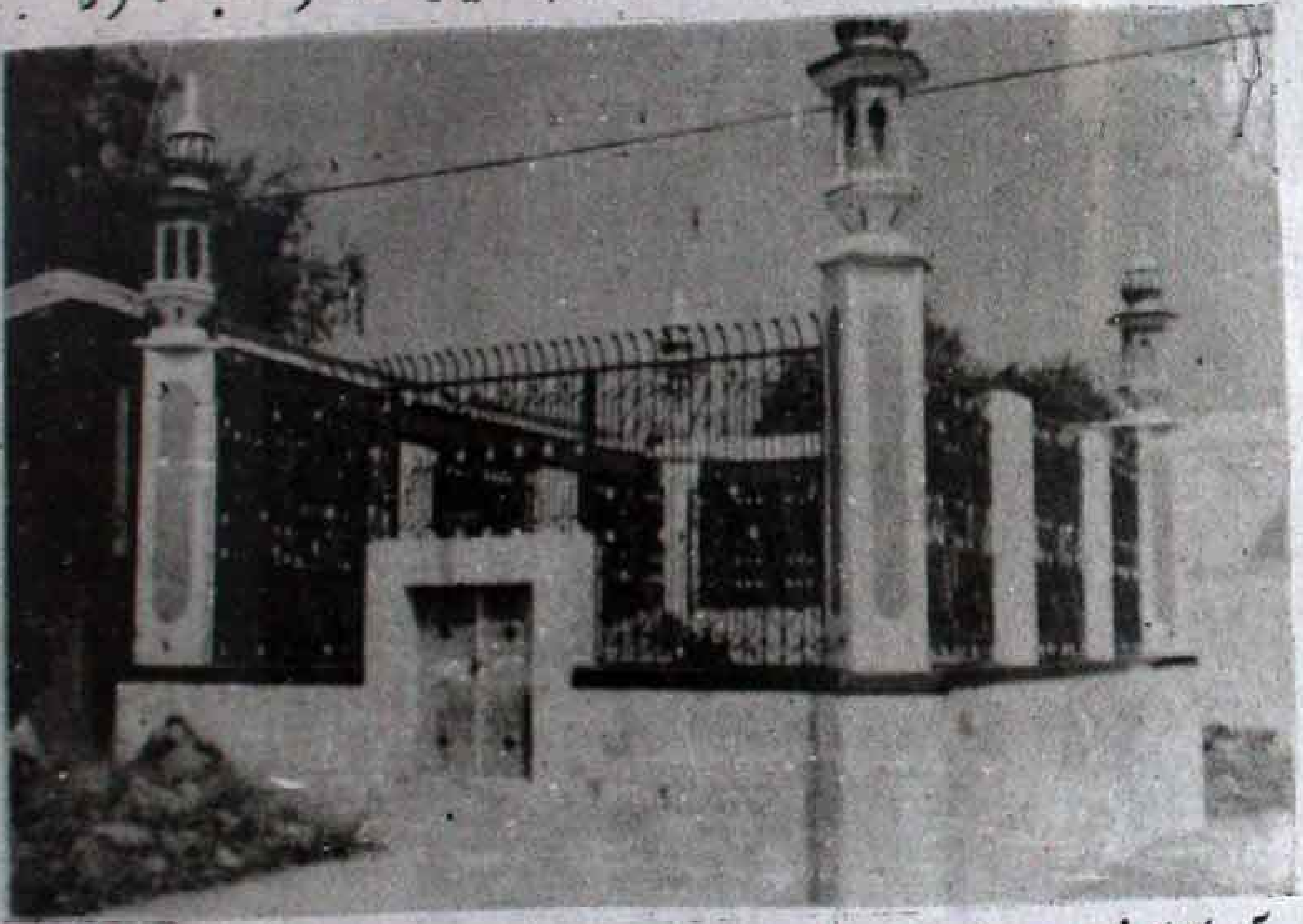

آپ کا اسم شریف میاں محمد عمرؒ، والد کا نام ابراہیم خان، دادا کا نام کلا خان ہے اور القاب مورخ عظیم، شیخ المشائخ، عمدۃ العلماء، قدوۃ الفضلا اور غوث زماں ہیں۔ پشاور شہر کے علاقہ میں عموماً اور دوسرے شہروں میں خصوصاً میاں صاحب چمکنی شریف کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ باجوڑ کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا کلا خان بہت بڑے عالم دین اور طریقہ قادریہ چشتیہ کے روحانی پیشوا تھے۔ حکمران طبقہ اور دیگر ہر قسم کے لوگ آپ کی روحانیت اور علم کے معترف تھے۔ جس کی بدولت آپ کو بڑی عزت و عظمت سے دیکھا جاتا۔ جناب کلا خان شاہ جہان کے دور حکومت میں لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں آپ کی تشریف آوری کا جب شاہ جہان کو پتہ چلا تو اس نے آپ کی بہت ہی خاطر و مدارت کی اور انتہائی عزت و تکریم سے پیش آیا اور دریائے راوی کے کنارے پر موضع فرید آباد کی جائیداد بطور جاگیر دے دی۔ کلا خان صاحب اپنے تمام کنبہ کو لے کر فرید آباد میں آباد ہو گئے اور تمام جاگیر کا انتظام و انصرام خود کیا۔ حضرت میاں عمر صاحبؒ حضرت جی بابا" اٹک کے خلیفہ بیان کئے جاتے ہیں۔ آپ انہی سے بیعت تھے۔ حضرت میاں عمر صاحبؒ نے کتاب تزیلۃ الاسرار یا سر الاسرار لکھی تھی۔ اس کتاب میں آپ نے حاجی شیخ سعدی لاہوری کے ساتھ اپنی ارادت کا مفصل حال بیان کیا۔ آپ پہلی بار 1104ھ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد جب کبھی بھی اپنی جاگیر کی وصولی کے سلسلہ میں فرید آباد جاتے تو حضرت شیخ سعدی لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی عقیدت و ارادت کا اظہار کرتے۔ آپ نے ایک کتاب میں اپنی بیعت کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

"میرا روحانی طریقہ اویسی تھا۔ حضور پر نورؐ کی روح پر فتوح نے میری تربیت کی تھی لیکن ظاہری طور پر میرے لئے ضروری تھا کہ کسی ایک زندہ پیر کی بیعت کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اٹک کے حضرت یحیی صاحب المعروف حضرت جی

marfat.com

صاحب سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کی"

آپ نے تکمیل سلوک کے بعد مسند ارشاد کو زینت بخشی۔ تبلیغ اسلام، اشاعت علوم اسلامیہ اور سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج میں معروف ہو گئے۔ گردونواح کے شہروں اور بستیوں میں دورے کرتے اور "امر بالمعروف نہی عن المنکر" فرماتے۔ تمام اوقات عبادت الٰہی اور اللہ کی مخلوق کی خدمت میں بسر کرتے۔ لنگر بھی مہیا فرماتے۔ ہر آنے جانے والوں کو لنگر سے کھانا ملتا۔ مسافر کی اثناء سفر کی ضروریات بھی مہیا فرماتے۔ تقریباً 500 کے قریب افراد روزانہ دونوں وقت کا کھانا لنگر سے کھاتے۔ امراء اور غرباء یکساں آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرتے۔ آپ کی خانقاہ باقاعدہ طور پر سلوک و معرفت کی ایک درسگاہ تھی۔ جس میں حسب توفیق ہر ایک صاحب معرفت بن کر مخلوق خدا کی ہدایت میں مصروف ہو جاتا۔ آپ انتہائی سادگی اور بے ریا زندگی بسر کرتے۔ عموماً روزہ سے ہوتے اور اگر کبھی افطار بھی کرتے تو بہت ہی کم کھاتے۔ بغیر ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے۔ انتہائی درجے کے مطیع سنت تھے۔ حضور اکرم سید دو عالمؐ کی زندگی مبارک کی عملی تفسیر تھے۔ آپ کی صحبت بابرکت میں بڑے اعاظم، علماء اور فقہاء انتہاء ارادت سے آتے اور اپنی اس حاضری کو سعادت اخروی و دنیوی کا سبب سمجھتے۔ یہاں تک کہ آپ سے بیعت ہو کر صاحب مجاز ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ کہ آپ نے طریقہ نقشبندیہ کو اپنی زندگی کا مقصد اور وظیفہ بنا رکھا تھا۔ آپ نے تحریر کے ذریعے بھی مذہب و قوم کی خدمت کی جو آج تک رہنمائی کرتی ہے۔ آپ کی کرامات بے حد و حساب ہیں۔ آپ کے مریدین میں "لوئے بابا" احمد شاہ ابدالی تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب احمد شاہ ابدالی "لوئے بابا" ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے آپ سے طالب دعا ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "ہمراہ خود ہمہ وقت مرا پنداری" یعنی مجھے ہر وقت اپنے ساتھ تصور کرنا۔ ادھر "لوئے بابا" لڑتے اور آپ ایک قینچی لے کر چمکنی کے کسی ایک باغ میں داخل ہو کر پتوں کو کاٹتے رہتے۔ "لوئے بابا" کہتے تھے کہ جس طرح بھی جہاد میں منہ پھیرتا مجھے حضرت صاحب موصوف کافروں کے ساتھ لڑتے ہوئے نظر آتے۔ اس وقت بھی آپ کی یہ زندہ کرامت ہے کہ جس شخص کو بدن کے کسی مقام پر درد ہو آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتا ہے اللہ آپ کی برکت اور طفیل سے اس کو شفا مرحمت فرماتا ہے اور سینکڑوں لوگ روزانہ حاضری دیتے ہیں۔ پشاور شہر کے علاقہ میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے آپ کی وفات رجب المرجب 1190ھ میں واقع ہوئی اور موضع چمکنی میں جو کہ شاہی سڑک پر پشاور سے 3 میل دور واقع ہے آپ کا مزار ہے۔ آپ کے مشہور خلفاء اخوند ملا عبدالحکیم صاحب موضع گجر گڑھی ضلع مردان اخوند زادہ فضل اللہ موضع آگرہ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور محمدی صاحبزادہ صاحب آپ کے فرزند عزیز تھے۔ عبید اللہ میاں گل صاحب اب بھی آپ زندہ ہیں۔ قاضی، اخون عبدالرحمن صاحب پشاور شہر، ارباب معاذ اللہ خان صاحب موضع سرہند اخوند حافظ شیر محمد صاحب بازار احمد خان شہر بنوں محمد اخون زان موضع رستم علاقہ سدوم نور محمد قریشی نوے کلی تھانہ مالاکنڈ ایجنسی احمد شاہ ابدالی (لوئے بابا) بادشاہ درانی۔

marfatcom

درۂ خیبر

marfat.com

درہ خیبر اور اس کی کہانی

تراشے پتھروں سے تعمیر کیا گیا دروازہ جس پر باب خیبر تحریر ہے، باب خیبر کے قریب درہ خیبر کی تاریخ اردو اور انگریزی میں تحریر ہے۔ مختلف ادوار میں حملہ آور شہنشاہوں کے علاوہ جن اقوام کا یہاں سے گزر ہوا ان کی مختصر سی تاریخ یہاں درج ہے۔ تاریخی معرکوں کا خاکہ بھی درج ہے۔ قریب ہی قلعہ جمرود ہے۔ خشک سنگلاخ پہاڑیوں کے درمیان گزرتی ہوئی سڑک کے کنارے خیبر رائفلز کے چاق و چوبند جوان نظر آتے ہیں۔ پہاڑیوں کی چوٹیوں پر مورچہ نما کمرے تعمیر کئے گئے ہیں۔ سڑک کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن بھی گزرتی ہے۔ پشاور سے طورخم 52 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں 50 کے قریب پہاڑوں میں سرنگیں کھود کر ریلوے لائن بھی بچھائی گئی ہے۔ فرنگیوں کا ارادہ مشرق وسطی روس کی ریاستوں تک پہنچنے کا تھا لیکن دوسری جنگ عظیم ہٹلر کی للکار برصغیر میں قوم پرست طاقتوں علامہ عنایت اللہ خان المشرقی اور خاکسار تحریک نے سامراجیوں کے قدم آگے نہ بڑھنے دیئے۔ درہ خیبر کی اس سڑک پر کئی اہم موڑ آتے ہیں۔ جہاں ماضی میں ہونے والے معرکوں کی تاریخیں درج ہیں اور ان فوجی یونٹوں کے نشان نمایاں ہیں جنہوں نے یہاں معرکوں میں حصہ لیا۔ ایک پہاڑی پر درجنوں کے قریب فوجی یونٹوں کے نشان کندہ ہیں۔ سڑک کے قریب پانی کا چشمہ بھی ہے۔ اس خشک اور سنسان علاقہ میں پینے کے پانی کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ سڑک کے دونوں اطراف تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر قلعہ نما بڑے مکان ہیں ان پر کلی یعنی گاؤں کا نام درج ہے۔ کلی پشتو میں گاؤں کو کہتے ہیں۔ یہ قلعہ نما مکان ٹائروں کے علاوہ دیگر اشیاء سے بھرے پڑے ہیں۔ لنڈی کوتل کو اس علاقہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں بہت بڑا بازار اور مارکیٹ ہے۔ لنڈی کوتل کے قریب ایک قدیمی مسجد ہے۔ جسے "علی مسجد" کے نام سے پکارتے ہیں۔ مقامی روایت کے مطابق یہ مسجد حضرت علی علیہ السلام کے دور کی ہے۔ مسجد کی تعمیر بھی عرب کی قدیمی مساجد کی طرح ہے۔ چھوٹا سا گنبد ہے۔ قریب ہی پہاڑ پر ایک چٹان پر پنجہ کا نشان ہے۔ یہ پنجہ حضرت علی علیہ السلام کا بیان کیا جاتا ہے۔ یہ پتھر 75 فیصد پہاڑ سے باہر ہے۔ 25 فیصد پہاڑ میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود پہاڑ پر نصب ہے۔ عام قیاس کیا جاتا ہے کہ چٹان نما پتھر کا زیادہ حصہ باہر ہے لیکن زمین پر نہیں گرا یہ بھی ایک کرامت ہی ہے۔ طورخم کے راستے میں قلعہ شگئی کے قریب چہل پہل نظر آتی ہے۔ قلعہ شگئی تاریخی قلعہ ہے۔ سڑک پر ہلکی اور بھاری گاڑیاں مسافروں کے علاوہ افغانستان کے لئے مال لے جانے اور وہاں سے تجارتی سامان لانے کے لئے مصروف رہتی ہیں۔ باب خیبر کے قریب درہ خیبر کی تاریخ تحریر کی گئی ہے۔ اس تحریر کے مطابق تاریخی لحاظ سے پاکستان کے شمال مغربی سرحد اتنے حملوں کا شکار بنی ہے کہ ایشیاء تو کیا دنیا بھر میں کسی ملک پر نہ ہوئے ہوں گے۔ یہ علاقہ جہاں ہر زمانے میں تاریخ بنتی اور بگڑتی رہی ہے کتنی ہی تہذیبوں کا سنگم بنا رہا ہے اور یہ مختلف النوع لوگ قرنہا قرن سے زندگی کی طویل شاہراہ پر آگے ہی بڑھتے رہے ہیں۔ خیبر سرحد کا ایک اہم شہرہ آفاق دروازہ ہے جو تاریخ میں وسطی ایشیاء اور برصغیر کے درمیان یورش و تجارت کی گزرگاہ بنا رہا ہے اس راہ سے لاتعداد حملہ آور آئے۔ ان میں وہ نام بھی شامل ہیں جنہوں نے ساری دنیا کو لرزا دیا۔ یعنی تاریخ کے مشہور ترین فاتح سکندر، چنگیز خان اور تیمور سب سے پہلے آریاؤں نے 1600 ق م میں اس مشہور تاریخی بین الاقوامی شاہراہ پر اپنے قدم رکھے۔ چھٹی صدی ق

marfat.com

م میں لال فارس نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنی سلطنت کا باج گزار بنالیا۔ سکندر کی سرکردگی میں یونانیوں کی آمد تاریخ خیبر کا ایک اور اہم واقعہ ہے۔ اگرچہ سکندر نے خود تو خیبر سے دور دوسرا شمالی راستہ اختیار کیا لیکن یونانی افواج کا بیشتر حصہ اس کے جرنیلوں ہونانشن اور پرڈیکاز کی کمان میں اسی علاقہ سے آیا۔ اسی طرح باختری میلنتھی اور پارتھیائی دوسری اور پہلی صدی قبل مسیح میں آئے۔ پہلی صدی عیسویں میں کشان خاندان نے وسطی ایشیاء میں سلطنت قائم کی تو پشاور کو اس کا دارالحکومت بنایا اور درہ خیبر بین الاقوامی آمدورفت کے لئے ایک مستقل شاہراہ بن گیا۔ اس زمانے میں مہاتما بدھ کی پاکیزہ تعلیمات اس علاقہ میں عام ہوئیں تو سازگار حالات میں آجانے کے باعث بدھوں اور یونانیوں کے فن باہم گھل مل گئے اور شہرہ آفاق گندھارا آرٹ وجود میں آیا۔ کشان خاندان کے بعد تیسری صدی عیسوی میں ساسانی یہاں آئے اس ایرانی خاندان نے ہنوں سے پہلے گندھارا علاقے پر حکومت کی تاریخ عالم کے یہ مشہور سفاک یعنی ہن براعظم ایشیاء کے وسط سے اٹھ کر پانچویں صدی عیسوی میں اس سرزمین پر حملہ آور ہوئے تھے۔ جب آفتاب عالم نے وسطی ایشیاء کو اپنے نور سے جگمگا دیا تو فاتحین اسلام کا سیلاب آگے بڑھا ان پر جوش مجاہدین کے دل اسلامی نصب العین ایمانی قوت اور اولوالعزمی کی روح سے سرشار تھے۔ اپنے پیش روز فاتحین کی طرح جنہوں نے بھی مشرق کا رخ کیا اور اس طرح درہ خیبر نے پہلی بار اسلام کے ابھرتے سورج سے فیض پایا۔ عظیم الشان اسلامی فاتح سلطان محمود غزنوی جس نے سومنات فتح کیا اور بت شکن کا لقب حاصل کیا جو تاریخ عالم کا بہترین شاہ سوار تھا جس نے ہندوستان پر متعدد حملے کئے تھے۔ کم سے کم دوبار درہ خیبر سے گزرا تھا۔ محمود غزنوی کے بعد شہاب الدین محمد غوری (1185ء) بھی اسی تاریخی راستہ سے آیا تھا۔ جس نے پرتھوی راج

درہ خیبر کے ایک پہاڑ پر فوجی یونٹوں کے نصب شدہ نشان

marfatcom

کو شکست دے کر دہلی میں پہلی بار اسلامی سلطنت قائم کی اور سات سو سال تک کے لئے ہندوستان سے ہندوؤں کی سیادت ختم کردی۔ پھر امیر تیمور آیا 1390ء جو اپنے دار السلطنت سمرقند میں بیٹھے قرون وسطیٰ کے ایک مطلق العنان حاکم کے روائتی جبروت کے ساتھ جنوب مغربی ایشیاء کے ایک وسیع حصے پر حکومت کرتا تھا۔ اس کے بعد شہنشاہ بابر آیا جو تاریخ عالم میں بڑی ہی دلآویز شخصیت کا مالک ہے۔ اس نے قبیلہ یوسف زئی کی ایک خاتون بی بی مبارکہ سے شادی کر کے پٹھانوں کے ساتھ نسلی تعلقات قائم کئے۔ اسی نے ہندوستان میں مغلوں کی مستحکم سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ جو تین سو سال تک قائم رہی۔ 1739ء میں ایران کا نادر شاہ بھی دہلی جاتے ہوئے خیبر سے گزرا جبکہ اس نے مغل اعظم کے تخت طاؤس ہی کو قبضے میں لیا جس میں سر تا سر لعل جواہر جڑے ہوئے تھے۔ بلکہ مغلیہ خزانے کی سب سے قیمتی متاع کوہ نور ہیرا بھی ساتھ لے گیا۔ بالآخر درہ خیبر نے جدید افغانستان کے بانی احمد شاہ ابدالی (1723ء تا 1747ء) کی فوجیں گزرتی دیکھیں ابدالی ایک عظیم افغان فاتح اور کامل مدبر تھا جس نے پانی پت کی مشہور فیصلہ کن جنگ (1761ء) میں مرہٹوں کی طاقت کو کچل کے رکھ دیا اور اس طرح مسلمانان ہند کو ہندوؤں کے زیر نگین آنے سے بچالیا۔ گندھارا پر سکندر کا اثر وہی تھا جو ایک بڑے حملہ آور کا ہو سکتا ہے۔ وہ اس علاقے میں سال بھر سے بھی کم ٹھہرا تھا اس لئے یونانی تخیل اور ثقافت کے پھیلانے میں اس کا اثر محض بالواسطہ ہے۔ لیکن انگریزوں کا معاملہ دوسرا تھا۔ انگریز ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر ایک صدی سے زیادہ حاکم رہے اور قدامت پرست پٹھان معاشرے پر جو اب بھی قبائلی خصوصیات پر قائم ہے مغربی اثرات کے مستقل نقوش چھوڑ گئے۔ انگریزوں کو اعتراف ہے کہ یہی وہ علاقہ تھا جہاں ان کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا جو صحیح معنوں میں ان کے حریف تھے۔ یہ خم ٹھونک کر انگریزوں کے سامنے آئے اور ان کی حکومت کا آخری دن تک ان کا مقابلہ کرتے رہے لیکن جب انگریز ایک سو سال سے زیادہ مدت حکومت کر کے واپس جانے لگے تو دونوں عظیم قومیں دوستوں کی طرح جدا ہوئیں۔ برطانوی فوج کا ہراول دستہ 1849ء میں پشاور پہنچا تو کوہ سلیمان اور دریائے سندھ کے درمیانی علاقے سے حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ انگریزوں نے پشاور اور دیگر سرحدی اضلاع کو صوبہ پنجاب میں ضم کر دیا جس کا انہی دنوں انگریزی حکومت سے الحاق ہوا تھا۔ اس طرح برصغیر کے وسیع علاقے کی انگریزی عمل داری بڑھ کر خیبر کے قریب تک آگئی۔ خاص کر درہ خیبر سے انگریزوں کو اس وقت واسطہ پڑا جب پہلی جنگ افغانستان میں ان کی ایک فوج اسی راستے سے افغانستان کی طرف بڑھی۔ سکھوں کی دوسری جنگ کے بعد انگریز سارے درہ خیبر پر قابض ہو گئے اور انہوں نے راستے کی حفاظت کے لئے درے میں جابجا حفاظتی چوکیاں قائم کیں۔ 1878ء میں دوسری جنگ افغانستان کے دوران وادی خیبر میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ 1887ء میں آفریدیوں نے درہ پر قبضہ کر لیا اور خیبر کے سب قبائل انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اس وقت انگریزوں نے تیراہ پر مہم بھیجی تاکہ قبائلیوں کو زیر کر کے انہیں پوری طرح اپنا تابع بنالیا جائے۔ اس مہم کے بعد ہی خیبر رائفلز کی تنظیم ہوئی۔ تیسری جنگ افغانستان (1919ء) کے دوران بھی وادی خیبر میں کافی لڑائیاں ہوئیں۔

قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی شاندار قیادت کی بدولت پاکستان وجود میں آیا (1947ء) انگریز اس برصغیر سے رخصت ہوئے تو یہ سرحدی علاقے پاکستان کی نگرانی میں آگئے۔ اس وقت سے سرحد کے تمام قبائلی علاقے میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور راتوں رات سرحد کی کایا پلٹ ہو گئی۔

marfat.com

انگریزی کے مشہور مصنف کپلنگ نے اپنے ناولوں میں سرحد کے جو نقوش بڑے بڑے ڈرمائی انداز میں ابھارے ہیں، پھیکے پڑ رہے ہیں اور اس سرحدی علاقے کی طویل تاریخ میں جو نشیب و فراز تھے بھرپور رہے ہے نقوش ابھر آئے۔ استقلال پاکستان کے بعد سرحدی علاقے کی فضا یکسر بدل گئی۔ غیر ملکی طاقت سے نزاع اور قتل وغارت کا زمانہ ختم ہوا جس کی تصویر کپلنگ نے سرحدی ریاضیات کے عنوان سے اپنے اشعار میں کھینچی ہے۔

جبر و بیداد کا شکار ہوا
جو بھی گزرا اندھیری وادی سے
دس ہزار اشرفی کا علم لٹا
دس روپے حقیر شخص سے
اور پھر

خیبر سے چلی حسن سے گولی اور اڑتے اڑتے یوں ہوئی انسان کے لہو سے بڑھ کر ہے قیمت میں گھاس بھر جھولی۔
سرحد کے لوگ اب صدیوں کی گہری نیند سے جاگ اٹھے ہیں اور موت سے دن رات کھیلنے کا خطرناک مشغلہ ترک کر چکے ہیں گویا وہ ایک ہی جست میں پانچویں صدی سے نکل کر بیسویں صدی میں آن پہنچے ہیں اور مفید تعمیری کام کرنے لگے ہیں۔ خیبر کے دیہات جنہوں نے گزشتہ سو سال میں مغربی اثرات قبول کر لئے تھے اب ان نقوش میں ایسی نئی قدروں کا رنگ بھر رہے ہیں جن کی تشکیل میں پاکستان کوشاں ہے۔ اس طرح آفریدی اور شنواری قبائل اپنی توانائیوں کو تعمیری کاموں میں لگا کر مستعدی اولوالعزمی کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں گویا ترقی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ جس سے اس سارے کوہستانی علاقے کی جو خیبر کے نام سے معروف ہے، شکل ہی بدل جائے گی۔ عہد سکندری کا مشہور مورخ ہیرو ڈوٹس کہتا ہے کہ دریائے سندھ کے ساحلوں پر جو لوگ آباد تھے۔ انہیں پکتیا سے (لکھپت) کہا جاتا تھا یہ چار قوموں میں منقسم تھے۔ انہی میں ایک قبیلہ اپاریتا نامی تھا۔ یہی اپاریتا آج کل کے آفریدی درہ خیبر میں سب سے زیادہ آبادی انہی کی ہے۔ تاریخی لحاظ سے سکندر اعظم یا اس کی فوج کا یونانی اور مقدونی خون آفریدیوں نے ورثہ میں نہیں پایا۔ گویا دریائے سندھ یا گندھارا سرزمین تک جسے اب وادی پشاور کہا جاتا ہے باختری سلاطین کے دور اقتدار میں بالیقین یونانی اثرات پہنچے تھے۔ لیکن خیبر کا یہ علاقہ سکندر مقدونی کے لئے محض ایک گزرگاہ تھا۔ پھر یہ عجب بات امر واقعی ہے کہ آفریدیوں کے خدوخال یونانیوں جیسے ہیں بلاشبہ بہت سے آفریدی نوجوان ایسے ہیں جو اپالو دیوتا کا مجسمہ معلوم ہوتے ہیں۔ علاقہ خیبر میں جس کا زیادہ حصہ بھورے رنگ کی ویران پہاڑیوں پر مشتمل ہے، چار قبائل آباد ہیں۔
(1) آفریدی (2) شنواری (3) ملاگوری اور (4) شلمانی۔ یہ سرزمین گویا ان چار قبیلوں ہی کے لئے بنی تھی۔ نہ یہ کہ وہ اس سرزمین میں آ کے بسے ہوں۔ یہ مسلح جنگجو قبائل اسپارٹا والوں کی خوبیاں رکھتے ہیں اور خامیاں بھی۔ یہ لوگ بھوری مٹی کے بنے ہوئے مکانوں میں جن کے گرد مٹی کی دیواروں کا احاطہ ہوتا ہے اور جہاں ہر احاطہ میں ایک دیدبان بنا ہوتا ہے بدویانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ پہاڑی باشندے زندگی کی نبرد آزما اور پر خطر کشمکش میں ہر ایک پر سبقت لے جانے کے اہل ہیں یہی سبب ہے کہ صدیاں بیت گئیں (زمانے بیت گئے) پھر بھی ان پر آنچ نہ آئی۔ پٹھان عام طور پر پہاڑی باشندہ

marfatcom

ہوتا ہے اپنی روایتی مہمان نوازی حسن اخلاق شجاعت اور خندہ پیشانی کے باعث وہ بڑی سے بڑی عزت و قدر کا مستحق ہے۔ درہ خیبر کے قبائل بھی ان اوصاف کے حامل ہیں۔ دوسرے پٹھانوں کی طرح یہ قبائل بھی زمانہ قدیم سے غیرت کے ایک ضابطہ پر عمل پیرا ہوتے چلے آ رہے ہیں اس ضابطے کی رو سے ان پر تین بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک ننواتی یعنی پناہ دینے کا حق دوسرے بدل یعنی آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کا قدیمی دستور تیسری ملمستیا یعنی عام مہمان نوازی۔

درہ خیبر تاریخی اور جغرافیائی لحاظ سے نیز محل وقوع آب و ہوا اور باشندوں کے اعتبار سے بے نظیر ہے۔ یہ درہ جسے برصغیر کا دروازہ کہا جاتا ہے، درہ کے عین مغرب میں واقع ہے۔ پشاور کی اس زرخیز وادی کسی رومی تماش گاہ کی مانند ہے۔ ایک غیر منقطع سلسلے سے گھری ہوئی ہے۔ یہ سلسلہ کوہ سلیمان عظیم الشان کوہ ہمالیہ کی شاخ ہے۔ یہ سطح مرتفع پامیر جسے سقف عالم کہا گیا ہے، شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلے کی چند در چند مٹیالی پہاڑیاں اور وادیاں خیبر پر پہنچ کر ایک ہو جاتی ہیں۔ خیبر وہ مقام ہے جہاں شاید ساری دنیا سے زیادہ وسیع کوہستانی مناظر کو فاصلہ اور تناسب بخشا ہے اور جہاں پٹھان بستے ہیں موسم اور مناظر کا تضاد خیبر میں انتہا کو پہنچ ہوا ہے اس درے میں سردی ہے تو ٹھٹھرا دینے والی اور گرمی ہے تو جھلسا دینے والی۔ جغرافیائی لحاظ سے درہ خیبر 25 اور 7055 مشرقی طول بلد کے درمیان اور 45، 33 اور 34 شمالی عرض بلد پر واقع ہے۔ سالانہ بارش کا اوسط 14 انچ ہے۔ کبھی کبھی برف بھی پڑتی ہے۔ اصل درہ قلعہ جمرود سے شمال مغرب میں تین میل پر شروع ہوتا ہے اور کوئی 23 میل لمبا ہے۔ بل کھاتی ہوئی سڑک میلوں تک چلی گئی ہے۔ جس کے دو حصے ہیں۔ ایک پر موٹریں چلتی ہیں اور دوسری اونٹوں کے لئے ہے۔ درہ خیبر ویران و بے گیاہ اور دشوار و ہموار چٹانوں سے گزرتا ہوا علی مسجد (3147 فٹ) کے قریب آ کر رفتہ رفتہ تنگ ہو جاتا ہے اور مناظر بھی یکسر بدل جاتے ہیں۔ یہاں چشمہ خیر جاری ہے۔ جس کی بدولت ان بے کیف اور اداس بھوری چٹانوں کے مابین ایک نخلستان مل جاتا ہے۔ علی مسجد کے بعد درہ بل کھاتا ہوا اپنی انتہائی بلندی پر لنڈی کوتل کی سطح مرتفع (3518 فٹ) تک جا پہنچا ہے۔ یہاں سے سڑک نشیب کا رخ کرتی ہے اور شنواری علاقے سے گزرتی ہوئی لنڈی خانہ اور پھر طورخم پہنچتی ہے۔ یہاں ڈیورنڈ لائن گزرتی ہے جو پاکستان اور افغانستان کے درمیان سیاسی اور بین الاقوامی حد فاصل ہے۔

==

marfatcom

درہ خیبر میں علیؓ مسجد

درہ خیبر سے گزرتے ہوئے پہاڑوں کے درمیان ایک قدیمی مسجد جو علی مسجد کے نام سے مشہور ہے، اس کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ مسجد شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور کی ہے۔ مسجد کی طرز و تعمیر سرزمین عرب کی پرانی مسجدوں سے ملتی جلتی ہے۔ مسجد کے تین دروازے ہیں۔ مسجد کے اوپر گنبد بھی ہے۔ چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے مینار بھی ہیں۔ مسجد کی لمبائی چوڑائی بہت کم ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی آدمی نماز ادا کر سکتا ہے۔ تاہم اس مسجد کے قریب ایک بڑی مسجد بھی تعمیر کر دی گئی ہے۔ علی مسجد تراشے ہوئے پتھروں سے بنائی گئی ہے۔ یہ مسجد پرانی سڑک پر ہے اب نئی اور پختہ سڑک اس مسجد سے شمال کی طرف بنائی گئی ہے۔ علی مسجد تک جانے کے لئے پرانی سڑک کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ مسجد کا صحن بھی ہے مسجد کے مشرقی کنارے پر علیؓ مسجد (گنبد) تحریر ہے۔ یہ مسجد درہ خیبر میں قابل دید ہے اور لوگ دور دراز سے اسے دیکھنے آتے ہیں۔

marfatcom

کتابیات

تاریخ ظفروال از آتش کاشمیری انوار الحفیظ از حافظ محمد اسحاق قادری، ماہنامہ شمس المشائخ نارووال، گلدستہ معرفت از مکہ شمسیہ غوثیہ نارووال۔ تذکرہ اولیائے پاکستان از علامہ عالم فقری۔ ماہنامہ ترجمان لاثانی علی پور، سیالکوٹ گزیٹیر 1902 ، اولیائے سیالکوٹ از رشید نیاز، انوار الشمس از حافظ شمس الدین۔ پیر کامل حضرت سیف اللہ نوری از صاحبزادہ محمد حنیف طاہر سیالوی تحفہ مرشد، خزینۃ الانس المعروف پیر سید اصغر علی شاہ رتالہ شریف سیالکوٹ سہ ماہی رسالہ فیض گوجرانوالہ، روزنامہ جذبہ گجرات، روزنامہ ڈاک گجرات، ہفت روزہ آئینہ گجرات، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، ماہنامہ حکایت لاہور، جنوری 1974ء، چوپال از یوسف بھٹہ، مہک تاریخ گوجرانوالہ۔ مختصر سیرت و سوانح پیر سید محمد جلال الدین شاہ بھکھی شریف، گلدستہ نوشاہی از سید ابو الکمال برق نوشاہی، رسالہ فاروق طریقت از پروفیسر کبیر احمد مظہر، رسالہ حضرت شیخ القرآن از پروفیسر محمد آصف ہزاروی، تاریخ روہتاس مہکراج قانونگو، سیارہ ڈائجسٹ اولیائے کرام نمبر۔ ماہنامہ بدلتے موسم لاہور، جہلم گزیٹیر 1904ء، تذکرہ سلیمانیہ از مطلوب حسین قادری، سیرت حضرت معروف خوشابی، ذخیرۃ التواریخ از سید ابو الکمال برق نوشاہی، آئینہ جہلم از مقبول حسین بھٹی، قلعہ روہتاس کا تاریخی سفر یاور حسین ساقی، تاریخ روہتاس محمد صفدر حسین، روزنامہ تعمیر راولپنڈی 19 جون 1969ء، ہفت روزہ ندائے ملت لاہور، حال سفر از فرش تا عرش از پروفیسر باغ حسین کمال جہلم، مجموعہ سی حرفی سید محمد نیک عالم، ماہنامہ جام صوفیائے گوجر خان، مشرق میگزین لاہور، میاں محمد بخش از ڈاکٹر غلام حسین اظہر، مختصر تاریخ کشمیر از محمد امین پنڈت، ہفت روزہ جنگ میگزین لاہور، سوانح حیات، حضرت سید لعل شاہ قلندر، سوانح حیات حضرت سخی سیدان شاہ شیرازی، رسالہ بری شاہ لطیف قادری، پوٹھوہار از لوک ورثہ، تذکرہ بزرگان کلیام شریف از اوصاف اے کے لودھی، آئینہ مظہر از تاج محمد مظہر صدیقی پشاور علماء مشائخ سرحد از فقیر محمد امیر شاہ قادری، خاندان چب راجپوت از راجہ محمد افتخار علی ایڈووکیٹ، تمدن ہند ترجمہ، جہانگیر نامہ۔ تاریخ راولپنڈی از راجہ محمد عارف منہاس، فیضان چوراہی، تاریخ چکوال گوشۂ فردوس از غلام عباس مسرت، تذکرہ اولیائے کشمیر از سید محمد دازار، روزنامہ پاکستان لاہور، تاریخ حسن ابدال از منظور الحق صدیقی، سید علی غواص ترمذی المعروف پیر بابا، کافرستان از پرویش شاہین اباسین، کوہستان سوات تاریخ کے آئینے میں۔ کالام، کوہستان محمد پرویش شاہین، تاریخ گوجر خاں از راجہ اکرام الحق، میرپور 1947ء سے قبل از سید سلطان علی شاہ، تاریخ اٹک کلینڈر پی آئی اے سال 1995ء، A List of scription of christian tombs OR movements in the PUNJAB . N.W.F.P . KHSHMIR and AFGHANISTAN محکمہ آثار قدیمہ کے نصب شدہ بورڈ، تاریخ بھیرہ از ابو شاہین فاروقی۔

marfatcom

سیالکوٹ سے خیبر تک

مندرجہ ذیل اضلاع میں انبیاء کرام مرسلین ان صحابہ غازیاں شہداء کے جائے مدفن مزارات کی تفصیل ضلع کے لحاظ سے درج ذیل ہے۔

سیالکوٹ : حضرت شمسان اولاد موسیٰؑ مزار نیلے دی ٹاہلی حضرت صفد اول المعروف پیر سبز، حضرت طرطوشؑ اولاد داؤدؑ مزار سہل پور بجوات ، حضرت مرطوش اولاد موسیٰؑ مزار گنڈے والی ، حضرت فینوشؑ مزار سار کے ، حضرت شمعان مزار پہاڑ ، حضرت طینوش اولاد موسیٰؑ موضع گھرہ ، ملک حضرت طرطوشؑ اولاد موسیٰؑ مزار چندو چک ٹبہ دوسری ، حضرت ملک ہاسلوار مزار سندانوالہ ، حضرت ملک شمواروس اولاد حضرت سلیمان کوٹلی دلپتاں ، حضرت ملک فلسانوش اولاد داؤدؑ مزار چندو چک ، حضرت ملک شیولکار مزار پسرور ، حضرت طینوس مزار پوہ پٹی نزد گنڈے والی ، حضرت طبیوشؑ مزار بڈال برہمناں نیلے دی ٹالی ، حضرت بلغانؑ اولاد ہارونؑ المعروف شعلہ شہید ، حضرت طبیوشؑ مزار گھنڈے والی ، حضرت فینوشؑ اولاد یوسف مزار رتالہ نزد کلووال حضرت مرعانؑ مزار کوٹلی لوہاراں شرقی ، حضرت شرعونؑ مزار بدی پور ، حضرت طینوشؑ مزار گدارے ، حضرت فینوشؑ اولاد موسیٰؑ مزار ڈیولا ، حضرت فردوس اولاد موسیٰؑ مزار اولکھ ، حضرت ملک طرطوشؑ مزار یخ پیر رانجھے دے حضرت مرطوشؑ اولاد موسیٰؑ لالیانوالہ ، حضرت ملک طالوتؑ مزار روال ، حضرت یہوداؑ اولاد موسیٰؑ مزار بلغار نوالی ،

حضرت طرطوشؑ مزار چک بگا نزد ہیڈ مرالہ ، حضرت سلواؑ نام چک بگا دونوں ایک جگہ دفن ہیں ، حضرت فادانیاؑ مزار سوہدری ، حضرت سلمانؑ مزار چک بگا ، حضرت فرطوشؑ مزار میانہ پور شرقی ، حضرت ملک مرطوشؑ مزار ویر والہ ، حضرت ملک نعماطوسؑ مزار سمبڑیال ،

حضرت طموشؑ اولاد موسیٰؑ مزار اوٹیاں ، حضرت ساول حامؑ مزار پیر سبز چونڈہ روڈ حضرت حمیالانؑ ، حضرت لومالؑ مزار میانہ پورہ ، حضرت طرطوشؑ مزار سمبڑیال اولاد موسیٰؑ ، حضرت سلسالوشؑ اولاد موسیٰؑ مزار سہل پور ، حضرت فلسانوشؑ مزار مظفر پور ، حضرت سلمانؑ مزار اولکھ شمال کی طرف ، حضرت عزیزؑ اولاد موسیٰؑ مزار لنگر کے ، حضرت یحییٰ یلؑ مزار روال ، حضرت فانوسؑ مزار روضہ امام صاحب کے مغرب کی جانب ،

حضرت لومالؑ مزار روڑس ، حضرت سبیانؑ مزار ٹبی باغباناں ، حضرت حاوا نامؑ مزار میانہ پور ، حضرت سلمانؑ مزار پیر سبز نزد تھانہ پیر سبز ، حضرت نعماطوسؑ مزار پیر سبز نز تھانہ پیر سبز ، حضرت ملک فانوس مزار سیالکوٹ ، حضرت عزبائیلؑ مزار روڑس شمال کی جانب ، حضرت فلسانوشؑ مزار پیر سبز نزد تھانہ پیر سبز ،

حضرت فلسانوشؑ مزار بھوپال والہ ، حضرت مقناطیسؑ مزار دھتلی اولاد داؤدؑ ، حضرت ہمدانؑ مشہور پیر ملاح مزار سید پور روڈ ، حضرت مقناطیسؑ مزار سمبڑیال شمال ، حضرت لاویؑ مزار نیلے دی ٹالی مرشیا روڈ میں ، حضرت ساول حامؑ مزار مینگری ، حضرت شمداروسؑ مزار پیر سبز ، حضرت ام جرجینؑ مزار پڑتاں والی ، حضرت مہلائیلؑ مزار چپراڑ ، حضرت سلوانامؑ مزار روضہ امام صفدان صاحب سے مشرق کی جانب ، حضرت جعلاطوسؑ مزار پیر سبز ، حضرت طینوشؑ

marfatcom

مزار بذیالہ ، حضرت مقناطیس مزار سیالکوٹ ، حضرت قیط مزار ازجکی ، حضرت تسلمان مزار امام صاحب کے روضہ کے شمال مغرب ، حضرت صفدان مزار نیلے دی ٹالی اولاد موسیٰ ، حضرت صفدان مزار دھروسندا اولاد موسیٰ ، حضرت شمعان مزار دھرا سندا ، حضرت عشتان حضرا ، حضرت شمعون مزار کوٹلی لوہاراں شرقی ، حضرت یحیٰ مزار ماچھی کھوکھر ، حضرت سلمان مزار بھدرانوالہ ، حضرت اسماعیل مزار انگپورہ ، حضرت فلسون اولاد داؤد مزار گرچی پائیاں سیالکوٹ کے شمال کی جانب چھ میل ، حضرت طرشان مزار کپوروالی ، حضرت سلوالام مزار نوکھنانوالی ، حضرت سلمان مزار جھیکے ، حضرت جرشون مزار بڈالہ ، حضرت تطرشون ، حضرت جرمون ، حضرت حمدان ، حضرت فلسوطانا ، حضرت سوائیل مزار دریاچک سریاں دا

****

گوجرانوالہ : حضرت ناتن النبی مزار بھروکی چیمہ وزیر آباد ، حضرت سلمان مزار کھوکھر کے ، حضرت منجوش مزار کھوکھر کے ، حضرت مرطوش مزار گنیانوالہ ، حضرت شمعون مزار جنڈیالہ ، حضرت طینوش مزار تلواڑی

****

سرگودھا : حضرت طینوش علامہ مزار میانی ، حضرت سلطان بھور مزار بھیرہ ،

****

منڈی بہاؤالدین : حضرت حسلان مزار چیلیانوالہ ، حضرت مقناطین مزار لسوڑی والہ نزد حاصلانوالہ براستہ پاہڑیانوالی

****

گجرات : حضرت سموائیل مزار ڈالیہ نزد ٹانڈہ ، حضرت مملائیل مزار پسرائی ، حضرت سلوم بن داؤد مزار جھنڈے والی لالہ موسیٰ ، حضرت مرطوش اولاد حضرت موسیٰ مزار چانگانوالی نزد پل رحمانیاں ، حضرت ملک حمزہ نوش اولاد حضرت سلیمان مزار جنگل بہلول پور ، حضرت بلوان اولاد حضرت یوسف مزار قبرستان کوری نزد ٹانڈہ ، حضرت باسلوار مزار بنگنیاں نزد کوٹلہ ارب علی خان ، حضرت ساتیال مزار منے پور کھاریاں ڈنگہ روڈ ، حضرت نوپایا صحابی امت آدم ، حضرت طرطوش اولاد حضرت موسیٰ مزار کیرانوالہ نزد دولت نگر ، حضرت سلوانام اولاد حضرت یوسف مزار طاہر کھاریاں ڈنگہ روڈ ، حضرت انوش مزار نبہ عدالت گڑھ (دریابرد) ، حضرت فیفوش اولاد حضرت داؤد مزار بکان براستہ ٹانڈہ ، حضرت ابی خلسا مزار دلاور پور نزد جلالپور سوبتیاں ، حضرت ساسانوش مزار جید پور نزد فتح پور ، نعماطوس مزار جسو سرائے نزد چک کمالہ کڑیانوالہ ، حضرت ملک رخیم مزار امرہ خورد نزد ڈنگہ ، حضرت ملکانام مزار میانی پنڈی ، حضرت بوریا مزار انگڑے نزد ٹانڈہ ، حضرت طانوح مزار شیخ چوگانی ہیڈ مرالہ روڈ ، حضرت اضون مزار شیخ چوگانی ہیڈ مرالہ ، حضرت شمداروس مزار شیخ چوگانی ہیڈ مرالہ ، حضرت حمیالان مل نزد اعوان شریف ، حضرت ملک بردا مزار امرہ کلاں نزد ڈنگہ ، حضرت طبیوش اولاد حضرت یوسف مزار دھدرا شرقی نزد کڑیانوالہ ، حضرت صفداول اولاد روبائیل مزار جلالپور جٹاں ، حضرت بطانوش مزار باہروال نزد گلیانہ ، حضرت ملک بلغار اولاد حضرت سلیمان مزار باگڑیانوالہ نزد کنجاہ ، حضرت جعلاطوس مزار باگڑیانوالہ نزد کنجاہ ، حضرت بخشان مزار چک جانی نزد ڈنگہ ،

حضرت سلمان مزار ملہو کھوکھر ، حضرت جندائیل مزار دھمہ ملکہ ، حضرت ساول حام مزار ناگریانوالہ نزد کنجاہ ، حضرت صمصام مزار پنڈی لوہاراں نزد جلالپور جٹاں ، حضرت سلمان مزار چک بھولا نزد گجرات ، حضرت شمداروش مزار بنڈالی نزد کوٹلہ ارب علی خان ، حضرت نعماطوس مزار [illegible] نزد جلالپور جٹاں ، حضرت فرطوش مزار موتا ٹانڈہ ، حضرت شاھشوار مزار

marfat.com

شیخ چوگانی ، حضرت طینوشؑ مزار شیخ چوگانی ، حضرت یوحہؑ مزار جکڑ نزد کوٹلہ کھاریاں روڈ ، حضرت قنیطؑ مزار بڑیلہ شریف نزد ٹانڈہ ، حضرت مرطوشؑ مزار لکرالی بجانب جنوب دارا دیسہ ، حضرت حاوانامؑ مزار سمرالہ نزد وارہ لکرالی ، حضرت کوشؑ مزار دھورا شرقی نزد چک کمالہ ، حضرت بربرؑ مزار جھمٹ رانجھ نزد کوٹلی کوہالہ کڑیانوالہ روڈ ، حضرت عطارؑ مزار چودریوال نزد فتح پور ، حضرت فیمانؑ مزار جلالپور جٹاں ، سوہتیاں ازراستہ کوانکھ ، حضرت بطشانوسؑ مزار کوٹلہ قاسم علی خان نزد لالہ موسیٰ ، حضرت فنائیلؑ مزار شہابدیوال نزد دلانوالہ ڈنگہ روڈ ، حضرت فینوسؑ اولاد حضرت موسیٰؑ ساگروالہ بٹہ نزد جوڑا کرنانہ ، حضرت شمعونؑ اولاد حضرت موسیٰؑ مزار بھاؤ گھسیٹ پور نزد ڈنگہ ، حضرت مرعانؑ اولاد حضرت موسیٰؑ مزار چیچیاں نزد فتح پور ، حضرت شمعونؑ مزار فتالیاں نزد کڑیانوالہ ، حضرت دقیانوسؑ اولاد حضرت سلیمانؑ کنجاہ مشہور پیر سبز ، حضرت ایوسؑ مزار پٹیالہ نزد منگووال ، حضرت شمسائیلؑ اولاد حضرت موسیٰؑ مزار ریحان نزد بھاگووال ، حضرت تبتؑ اولاد موسیٰؑ مزار سمرالہ جنوب مغرب ، حضرت شمعونؑ کوٹ امیر حسین ، حضرت نائنؑ مزار لمبوڑلہ نزد جلالپور جٹاں (دریابرد) ، حضرت لاویؑ اولاد حضرت موسیٰؑ مزار سمرالہ نزد لکرالی یہ چار مزار ایک رقبہ میں ہیں ۔ ، حضرت شاہانؑ مزار ملکی نزد اعوان شریف ، حضرت بلغانؑ مزار شمال جنوب چھ کوس کنجاہ ، حضرت لویانؑ مزار ناگریانوالہ ، حضرت فیانؑ مزار جلالپور جٹاں ، حضرت سرسیاؑ اولاد حضرت موسیٰؑ ریحان نزد بھاگووال کلاں ٹانڈہ روڈ ، حضرت ہرسیاؑ مزار بھاگووال کلاں ٹانڈہ روڈ ، ساسابامؑ مزار ریحان بھاگووال کلاں ٹانڈہ روڈ ، حضرت صفدانؑ اولاد حضرت موسیٰؑ مزار ریحان نزد بھاگووال کلاں ٹانڈہ روڈ ، حضرت ام جمر جبیں بھرچھ نزد کوٹ امیر حسین ۔

****

سابق ضلع مناور آزاد کشمیر : حضرت نعماطوشؑ مزار نزد قلعہ وٹالہ مشہور پیر کامل ، حضرت ہرشیاؑ اولاد حضرت موسیٰؑ مزار وٹالہ کوٹ جمیل مشہور پیر منگاولی ، حضرت ملک برہماؑ اولاد حضرت سلیمانؑ مزار و دن دو کوس ضاور ، حضرت ناموسؑ اولاد حضرت موسیٰؑ مزار نگیال نزد مناور ، حضرت طینوشؑ اولاد حضرت یوسفؑ نزد مناور نزد کنواں ، حضرت شمسانؑ اولاد داؤدؑ مزار ڈلہ پوڑ ، حضرت فلسانوشؑ اولاد حضرت یوسفؑ مزار چھمب ، حضرت مرشیاؑ اولاد حضرت موسیٰؑ نزد وٹالہ مشہور پیر کانجی ، حضرت کیومرثؑ مزار نزد بدو چک ، حضرت حمیالانحلؑ اولاد حضرت موسیٰؑ مزار دھوڑانوالہ ، حضرت طاطانوشؑ مزار دھوڑانوالہ ، حضرت توناثؑ مزار دھوڑانوالہ ، حضرت شاہانؑ مزار بوڑے جال ، حضرت بطسائیلؑ مزار بوڑے جال ، حضرت جیقوقؑ مزار چھمب ،

****

ہندوستان مقبوضہ کشمیر و جموں : حضرت ہندؑ مزار براس بھارت ، حضرت اضونؑ مزار سپروڑ جالندھر بھارت ، حضرت رجیعامؑ مزار درمیانی منڈی انبالہ بھارت ، حضرت شیثؑ مزار اجودیا بھارت ، حضرت یدزؑ مزار سپروڑ ، حضرت ملک فلسانوشؑ مزار چندو چک جموں ، حضرت طبیوشؑ اولاد حضرت موسیٰؑ بڈال برہمناں جموں ، حضرت شریاؑ اولاد امت نوح نرسنگھ پورہ جموں ، حضرت یہوداؑ مزار نزد کنور جموں ، حضرت حاوانامؑ جوڑیاں کلاں

marfatcom

جموں ، حضرت یوذاصف ؑ مزار کشمیر ، حضرت جیقوق ؑ چھنی جموں ، حضرت حسلان ؑ ہمیر پور جموں ، حضرت ناموس ؑ اولاد حضرت داؤد ؑ مزار رسل والا راجوری جموں ، حضرت نعمان شمون ؑ مزار جموں ، رسل والا راجوری جموں ، حضرت سریان ؑ اولاد موسیٰ ؑ مزار چیچی بائٹھ امرتسر بھارت ۔ حضرت سلمان ؑ منڈی انبالہ بھارت ، حضرت اسماعیل ؑ اولاد داؤد ؑ رنگپورہ نواں شہر جموں ، حضرت برمان ؑ اکھنور زیانہ جموں ، حضرت سرماس ؑ تریانہ جموں ،

****

جہلم : حضرت حام ؑ مزار روال شریف ، حضرت قنیان ؑ المشہور سلمان پارس ، حضرت قتلان اولاد داؤد ؑ نزد رانی کھی مز جی ٹی روڈ ، حضرت فیلقوس ؑ اولاد موسیٰ ؑ پڈالہ سیداں دار اپور روڈ ، حضرت مرطوش ؑ ٹاہلانوالہ جہلم ۔

****

گوجر خان راولپنڈی : حضرت مرطوش ؑ مزار بھڈانہ گوجر خان ، ملک حضرت سلیمان ؑ اولاد یوسف ؑ مزار بھروال ولالاں ، حاوا نام اولاد حضرت سلیمان ؑ مزار کلیام گوجر خان ، حضرت فراحان ؑ ، حضرت سلوش المشہور شاہ نعمت ولی مزار کلیام ، حضرت سلسانوش مزار بہلوٹ نزد بھیور ، حضرت اسرائیل ؑ مزار حامد جنگی ، حضرت انوش ؑ ، حضرت ہرشیاد ، حضرت سیلیان ، حضرت فراحان ؑ اولاد یوسف ؑ ، حضرت سلمان ؑ ، حضرت لومال ؑ ، حضرت حزقیل ؑ ، حضرت اسماعیل امر ؑ ، حضرت اوقیانوس ؑ ۔ (یہ بارہ ایک جگہ حامد جنگی بھروال ولالویں گوجر خان میں ہیں)

چکوال : حاوا نام ہزڑیں حمزہ نوش

****

پشاور : حضرت ملک سمداروس ؑ مزار پشاور ، حضرت افغان ؑ مزار نوشہرہ ، حضرت تصبیح ؑ اولاد پیر داؤد ؑ مزار پشاور صدر ، حضرت طینوش ؑ مزار پشاور بازار ڈیگری ، حضرت ساولحام ؑ اولاد داؤد ؑ مزار چھاؤنی نوشہرہ ۔

گجرات تاریخ کے آیئنے میں حافظ شمس الدین آف گلیانہ گجرات سے ملنے والے انبیاء کرام مرسلین ، صحابہ ، غازیاں کے شجرہ کے شروع میں یہ عبارت تحریر۔ شروع اسماء ابنیاء مرسلین صحابہ وغازیاں کہ حذب عظیم بعد از سلیمان ؑ ملک ہند و افغانستان شہید شد چنانچہ از جناب حافظ شمس الدین بظہور امد ند بمعہ جائے مدفن تحریر کردہ شد

marfatcom

ہفت روزہ
ندائے ملت
12 جولائی 1996ء

گجرات.... تاریخ کے آئینے میں

(جلد دوئم)

مصنف... ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ

ناشر... یاسر اکیڈمی بالمقابل گل سیشن ہاؤس کچہری روڈ گجرات

قیمت۔ 250 روپے۔ صفحات [illegible]

گجرات تاریخ کے آئینے میں جلد دوئم... ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ نے لکھی ہے اس سے قبل پہلی جلد منصہ شہود پر آ چکی ہے۔ زیر نظر کتاب میں گجرات اور اس کے قرب و جوار میں سپرد خاک بزرگوں صوفیا کرام اور علما عظام کا تذکرہ ہے... یہ باتصویر کتاب بڑی محنت و کاوش سے لکھی گئی ہے جس سے فاضل مصنف کے اپنے شہر اور علاقہ سے محبت و عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ دراصل یہ کتاب ایک تاریخی حوالہ بھی ہے اور تذکرہ اولیائے گجرات بھی ہے چونکہ سرزمین پاکستان کا بزرگان دین اور صوفیائے کرام سے گہرا تعلق ہے اس لئے اس کتاب سے ملکی حوالے اور اسلامی نظریات کو سمجھنے کی مدد بھی ملتی ہے۔ کتاب کا انداز دلچسپ اور معلوماتی ہے... پہلی کتاب گجرات تصاویر کے آئینے میں چھپ چکی ہے اس کتاب میں نوگزے مزارات کا بھی ذکر ہے اور گئے دور کی اسلامی شخصیات کے حالات زندگی کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ یہ ضلع گجرات کی مکمل تاریخ بھی ہے تاریخی مقامات، تاریخی واقعات قدیمی بستیاں، ضلع گجرات میں سیلاب کی تباہ کاریاں، محکمہ مال اور ضلع کی دیگر تحصیلوں کے حالات پر بھی مضامین لکھے گئے ہیں اس کتاب میں ان دیہات کا بھی ذکر ہے جو گجرات سے علیحدہ کر کے ضلع جہلم میں شامل کئے گئے ضلع گجرات کے تعلیمی ادارے... محکمہ پولیس گجرات کے ڈپٹی کمشنر۔ گجرات کے کوائف شامل ہیں... یہ کتاب تاریخ اور تصوف اور انتظامیہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے نہایت مفید ہے۔

(ک۔ا)

تبصرہ

ہفت روزہ
فیملی میگزین
جلد نمبر 6، شمارہ نمبر 33، 26 مئی تا یکم جون 1996ء بمطابق 8 تا 14 محرم الحرام 1417

گجرات تاریخ کے آئینے میں

مصنف: ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ

ناشر: یاسر اکیڈمی۔ گجرات

قدیم میکسیکو کے ایک محقق چارلس برنز کے مطابق دنیا تین بار ختم ہوئی ہے اب اس کا چوتھی بار خاتمہ ہو گا۔ ان کا کہنا ہے کہ پہلا دور سیلاب کے ذریعے ختم ہوا۔ دوسرا زلزلوں کے ذریعے اور تیسرا فضائی آفات اور آندھیوں کے ذریعے ختم ہوا۔ اب چوتھا دور غالباً ایٹمی اسلحہ کے ذریعہ ختم ہو گا۔ علوم نجوم بھی اس خیال کے حامی ہے دنیا چار بار آباد اور پھر ختم ہو گی۔ اسلام کا نظریہ اس بارے میں بالکل مختلف ہے اور اسی پر مسلمانوں کا ایمان ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کے مصنف ایم زمان کھوکھر نے گجرات اور گرد و نواح کی سرزمین کو اپنے مضامین کا موضوع بنایا ہے۔ اس علاقے میں جو بستیاں۔ اور پرانی عمارات کے علاوہ مقابر واقع ہیں ان کے بارے میں کھوکھر صاحب نے کافی تحقیق کی ہے۔ خصوصاً نوگزے مزارات کے بارے میں کافی تفصیل سے لکھا ہے۔ مقابر کے علاوہ اس علاقے بزرگوں اور درویشوں کے بارے میں بھی کافی تفصیل فراہم کی ہے۔ گجرات کو ایک اعتبار سے پیروں فقیروں کی سرزمین بھی کہا جا سکتا۔ مصنف نے ان کے بارے میں کافی مفید اور دلچسپ معلومات فراہم کی ہیں۔ یہ کھوکھر صاحب کا دل پسند موضوع ہے جس کے بارے میں وہ باقاعدگی سے لکھتے رہتے ہیں۔ گجرات کے علاقے میں نوگزے مزارات پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ موضوع اکثر زیر بحث رہا ہے کہ کیا یہ اولیائے کرام کے اہل خانہ کے مقابر ہیں؟ اس بارے میں کھوکھر صاحب کی تحقیق دلچسپ اور قابل غور ہے۔ گجرات کی سرزمین میں رونما ہونے والے تاریخی واقعات بھی انہوں نے بڑی تفصیل سے تحریر کئے ہیں۔ اس سے پہلے وہ "گجرات تصاویر کے آئینے میں" مرتب کر چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب کو اس سلسلے کا دوسرا حصہ سمجھئے۔ ان کی تحریر سادہ شگفتہ اور دلچسپ ہے۔ روحانیات اور بزرگوں سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے خصوصی طور پر یہ کتاب مفید اور کارآمد ہو گی۔ بڑے سائز پر شائع کی جانے والی اس کتاب کی قیمت 250 روپے ہے۔ یاسر اکیڈمی۔ بالمقابل گل شین ہاؤس کچہری روڈ۔ گجرات سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

روزنامہ
خبریں
۱۷ رجون سنہ ۱۹۹۶ء

"گجرات تاریخ کے آئینہ میں" ایم زمان کھوکھر کی دوسری کتاب منظر عام پر آ گئی

جلالپور جٹاں (نامہ نگار) معروف محقق، قانون دان ایم زمان کھوکھر کی دوسری کتاب "گجرات تاریخ کے آئینہ میں" منظر عام پر آ گئی ہے۔ کتاب میں 126 کے قریب انبیاء کرام اور علاقہ شہدا کے علاوہ گجرات کے سینکڑوں اولیاء کرام کے حالات زندگی اور ان کی کرامات کے علاوہ چیلیانوالہ میں سکھوں اور انگریزوں کے آخری معرکہ کی داستان درج ہے۔ اس کتاب میں گوند ساندی سے بچھلنائی تک، کے گڑھے سے کے گڑھے تک، گجرات کے قانون گو یونین کونسلوں، انتظامی اداروں کی تفصیل کے علاوہ گجرات کے حکمرانوں اور دوسرے تاریخی واقعات درج ہیں۔

imarfatcom

فون : ۲۷۶۳۵

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کا نقیب

رجسٹرڈ آر نمبر ۵۶۵

ہفت روزہ

آئینہ گجرات

JANG

جنگ لاہور

۱۳ر جولائی سنہ ۱۹۹۶

گجرات "تصاویر کے آئینے" میں شائع ہو گئی

گجرات تصاویر کے آئینے میں کے بعد ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی دوسری کتاب گجرات تاریخ کے آئینے میں شائع ہو گئی ہے کتاب کے پہلے حصے میں گجرات میں نو گز لمبے مزارات جن کی تعداد 150 کے قریب ہے جن میں بیشتر مزار انبیاء کرام ان کے خلفاء شہداء بالخصوص چیلیانوالہ شریف میں حضرت سعد کے 70 گز لمبے مزار کی تفصیل کے علاوہ تباہ شدہ بستیوں آبی گزر گاہوں، ٹبوں ٹیلوں، ہزاروں سالہ پرانی سڑکوں کی تفصیل درج ہے دوسرے حصے میں اولیاء کرام جن میں حضرت شاہدولہ سرکار، حضرت نوشہ گنج بخش، حضرت مولانا حبیب اللہ چیلیانوالہ شریف، حضرت سائیں کرم الٰہی کانواں والی سرکار، حضرت سلطان قاضی محمود، سید ولایت شاہ کے علاوہ سینکڑوں اولیاء کرام و مشائخ کا تذکرہ بیان کیا گیا ہے تیسرے حصے میں تاریخی واقعات سکندر پورس کی لڑائی، سلطان محمود غزنوی، بہلول لودھی، بابر اور دوسرے شہنشاہوں اور حملہ آوروں کی گجرات میں آمد کے علاوہ مغلوں کے تعمیر کردہ قلعے، باولیاں اور عالمگیر کی بیوی رانی راج محل کا مقبرہ، چیلیانوالہ میں انگریزوں سکھوں کا آخری معرکہ، گجرات میں مغل شہزادوں کی قبریں، کشمیر کو جانے والے راستے، کئی تاریخی واقعات قدیم شہروں کا ذکر کیا گیا ہے۔

"گجرات تصاویر کے آئینے میں" کے بعد

ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی دوسری کتاب

"گجرات تاریخ کے آئینے میں"

شائع ہوگئی ہے

- چودہ سو سال بعد بھی جن کی قبریں زندہ ہیں۔ ● ایک سو پچیس کے قریب انبیاء کرام ان کے خلفاء شہداء کے نام جو دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ تقریباً ڈیڑھ سو نو گز لمبے مزارات کی تفصیل
- گجرات میں بسنے والی قبیلوں اور قوموں کی تعداد ● سنہ ۱۹۳۰ء، سنہ ۱۹۶۵ء اور سنہ ۱۹۷۱ء کے بعد پاک فوج کے شہداء کی داستان پولیس مقابلہ میں شہید ہونے والے ملازمین کی تفصیل
- گجرات سے گزرنے والی قدیمی شاہراہیں، تباہ شدہ بستیوں، آبی گزرگاہوں کے کنارے شہنشاہ کیا کہتے ہیں
- برصغیر پاک و ہند میں انبیاء کرام کے شجروں کی تفصیل، آزاد کشمیر کے علاقہ سماہنی، ساوا، وماں کی داستان ● آستانہ عالیہ فیض پور شریف کا فقید المثال لنگر آپ کی کرامات ● حضرت سید میراں محمد یحییٰ رانیوال جن کی دعاؤں سے بابر کو ہندوستان میں فتح نصیب ہوئی
- حضرت کبیر الدین شاہ دولہؒ، حضرت شاہ حسین ملتانیؒ ● خواجہ فرد فقیر ● حضرت شیخ اللہ داد سریؒ جن کی دعاؤں سے اکبر نے کشمیر فتح کیا۔ ● نوشاہیہ سلسلہ کے بانی مجدد اعظم حضرت نوشہ گنج بخشؒ رنمل شریف۔
- حضرت حافظ سخی محمد حیاتؒ شاہ جہانگیرؒ ● حضرت سائیں کرم الٰہی کانواں والی سرکار ● پیر شاہ اللہ خیر باقی کے علاوہ گجرات کے سینکڑوں اولیاء کرام کے حالات زندگی اور ان کی کرامات کے علاوہ سکندر اور پورس کی لڑائی گجرات کے میدانوں میں ہوئی تھی ● سکندر کی بیوی اور گھوڑے کی قبر اسی سرزمین میں ہے ● قلعہ گجرات اور مغلوں کی تعمیر کردہ باولیاں اور اکبری حمام ● چیلیانوالہ میں سکھوں اور انگریزوں کے آخری معرکہ کی داستان ● اورنگزیب عالمگیر کی بیوی رانی راج محل بیگم گجرات میں دفن ہیں ● کلاچور ● اسلام گڑھ ● کھنوال ● جلالپور صوبتیاں ● کڑیانوالہ ● جلالپور جٹاں ● کوٹلہ ارب علی خاں ● کنجاہ ● کھاریاں ● عالم گڑھ ● شہر کی قدیمی قصبے گڑیالہ میں مغل شہزادوں کی قبریں، تعمیراتی سازی سے چھوٹا سا زیور بھی بچے گھرانے سے بچے گھرانے تک، گجرات سیلاب کی زد میں، شخصیات، دینی و سماجی تعلیمی اداروں کی تفصیل کے علاوہ گجرات کے حکمران، تاریخی واقعات دیگر مکمل تفصیل جاننے کیلئے گجرات تاریخ کے آئینے میں کا مطالعہ کیجئے

ملنے کا پتہ: یاسر اکیڈیمی بالمقابل گلی سیشن ہاؤس، کچہری روڈ گجرات۔

روزنامہ پاکستان

نام کتاب : گجرات تاریخ کے آئینے میں
مصنف : محمد زمان کھوکھر ایڈووکیٹ
قیمت : 250/- روپے
ناشر : یاسر اکیڈیمی بالمقابل سیشن ہاؤس کچہری روڈ گجرات

"گجرات تاریخ کے آئینے میں" محمد زمان کھوکھر ایڈووکیٹ کی ایک تحقیقی کاوش ہے جو تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے ہر قاری کیلئے قدم قدم پر نئی روشن راہوں کو وا کرتی ہے۔ آج کے مصروف ترین دور میں ایسا تحقیقی کام جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اس تاریخی کتاب کا ہر فرد کو مطالعہ کرنا چاہئے۔

تبصرہ : سعید بخاری

marfat.com

The Nation .
Friday Review

BOOKS

JULY 26,1996 19

Gujrat's historic treasure

Gujrat Tareekh key Ainey Mein **by M. Zaman Khokhar. Published by Yasir Academy, Opposite Session House, Kutchery Road, Gujrat. Pages 560. Price Rs 25 0**

The book under review is the second volume of the same title which author M. Zaman Khokhar published a few months ago, documenting the graves of *aulia* and *sufi* saints which he discovered in the district of Gujrat.

Zaman Khokhar is a prolific writer. He has authored several books in recent years, despite the compulsions of his legal profession, and his time-consuming and engaging activities as a social worker. He first won recognition when a number of his research articles were published in local newspapers and periodicals. Establishing his credentials as a research-oriented writer, he ventured into the publishing business by authoring and producing several books.

His interesting accounts of spiritual contributions of the people of Gujrat to the national historical mainstream have won him kudos and praises from a number of literati who have comprehensively commented on and evaluated Khokhar's creative pieces of writing. Well-known poet and critic, Professor Sharif Kunjahi has paid glowing tributes to the writing ability and credibility (in foreign countries) of the author of book under review. He has said, "I became aware (for the first time) of the creative ability of Z Khokhar when I read his several research articles which were included in a book published in India".

In the sub-continent, the light of Islam spread by the untiring efforts of the *sufis* who came much before the advancing Turkish/Moghul/ Afghan armies. A large number of proselytising *sufis* did not return to their native countries, and were buried here after their deaths. One finds a large number of shrines of those *sufis* in different parts of the sub-continent, reminding the people about the spadework done by those motivated holy men, who spent their lives in spreading the message of Islam. The district of Gujrat is important as a large number of shrines and graves are located within its territorial and geographical boundaries, many among those remained in the mark of obscurity until recently.

Credit goes to author M Zaman Khokhar for painstakingly collecting and documenting these historical shrines and graves, a venture which has cost him several years of travelling and researching. Compiled into two volumes, these documentations make interesting and enlightening reading.

The author has also published photographs of a number of shrines, and has given due credit to the sources from whom he received guidance, useful materials, photographs and information.

Also included in this second volume of *Gujrat Tareekh key Ainey Mein* are additional pieces of information like a number of forts and *Baulis* (of the Sikhs) and a brief account of the decisive battle fought between the Sikhs and the British at a place called Chaelliaanwala in Gujrat District.

The author has also included useful information about educational institutions located in Gujrat district, in addition to all the police stations located in the district, not to mention a list of those citizens who were killed during their encounters with the police.

For the readers who are interested in knowing about the areas which were detached from the geographical boundaries of Gujrat, the author has provided a list of *Patwar* circles and the villages which were given out to and included in the district of Jhelum by the British rulers. The book contains a list of ancient human dwellings which were once there on the banks of the Chenab and seasonal streams and rivulets.

For the students of history, Islamiyat and sociology, the book under review contains useful information which will enrich their knowledge about certain areas of the province of Punjab, especially the district of Gujrat, a part each of Jhelum and Sialkot districts.

marfatcom

ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ